

فتاویٰ جامعہ اشرفیہ

مبارک پور

جلد پنجم

فتاویٰ

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ

سابق صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

ناشر

مجلس فقہی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یو۔پی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۴۳/نحل ۱۶)

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو، اگر تمھیں علم نہیں۔

فتاویٰ جامعہ اشرفیہ

مبارک پور

جلد پنجم

فتاویٰ

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ

سابق صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ

مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

ترتیب

مفتی محمد نسیم مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

تحقیق و تخریج

مفتی محمود علی مشاہدی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

ناشر مجلس فقہی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یو-پی

کتاب : فتاویٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
فتاویٰ : فقیہِ اعظم ہند شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہٗ
سابق صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
ترتیب : مفتی محمد نسیم مصباحی، استاذ: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
تحقیق و تخریج : مفتی محمود علی مشاہدی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، موبائل نمبر 8756457290
زیرِ نگرانی : سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی، صدر المدرسین و صدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ
تصحیح : مفتی محمد نسیم مصباحی، مفتی محمود علی مصباحی، مولانا محمد قاسم مصباحی
مفتی محمد صادق مصباحی
کمپوزنگ : مولانا محمد اسلم مصباحی، مولانا نور محمد مصباحی
سنہ اشاعت : بار اول، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ/فروری ۲۰۱۸ء (بہ موقع عرسِ عزیزی)
صفحات : ۸۱۲
تعداد : ۱۱۰۰
قیمت : ۷۰۰/ روپے
ناشر : مجلس فقہی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یو-پی

ملنے کے پتے

(۱) مجلس فقہی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یو-پی
(۲) مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳) مجلس برکات، کٹرہ گوکل شاہ، دہلی
(۴) المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵) دائرۃ المعارف، کریم الدین پور، گھوسی، ضلع مئو

شرفِ انتساب

استاذ العلما، جلالۃ العلم، حافظِ ملت حضرت علامہ

عبد العزیز محدث مراد آبادی ثم مبارک پوری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال: ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

اور آپ کی شہرۂ آفاق دینی و علمی یادگار

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

کے نام

محمد احمد مصباحی — صدر مجلسِ فقہی، جامعہ اشرفیہ

محمد نظام الدین رضوی — ناظم مجلسِ فقہی، جامعہ اشرفیہ

حضور شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ماہ و سال کے آئینے میں

مفتی محمد نسیم مصباحی

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

واقعات	تاریخ، مہینہ، سنہ ہجری	تاریخ، مہینہ، سنہ عیسوی
ولادت	۱۱ شعبان ۱۳۳۹	۲۰ اپریل ۱۹۲۱
دارالعلوم اشرفیہ میں داخلہ (۱)	۱۴ شوال ۱۳۵۳	۱۶ جنوری ۱۹۳۵
بیعت بدست حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ	صفر ۱۳۵۹	مارچ ۱۹۴۰
مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ، میرٹھ میں داخلہ	۱۳ محرم ۱۳۶۱	۲۱ جنوری ۱۹۴۲
مدرسہ مظہر اسلام، مسجد بی بی جی، بریلی شریف میں داخلہ	شوال ۱۳۶۱	اکتوبر ۱۹۴۲
تقریب ختم بخاری شریف	۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۶۲	۳ جولائی ۱۹۴۳
دستار بندی	۱۴ شعبان ۱۳۶۲	۱۶ اگست ۱۹۴۳

تدریسی خدمات

مدارس	تاریخ، مہینہ، سنہ ہجری	تاریخ، مہینہ، سنہ عیسوی
مدرسہ بحر العلوم، اعظم گڑھ (مئو)	از: ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۶۲ تا: ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۶۳	۱۳ دسمبر ۱۹۴۳ ۳۱ مئی ۱۹۴۴
مدرسہ خیر الاسلام حسین آباد جپلہ، ضلع پلاموں، بہار	از: ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۶۳ تا: ۱۶ ربیع الآخر ۱۳۶۴	۷ جون ۱۹۴۴ یکم اپریل ۱۹۴۵
مدرسہ حنفیہ مالیگاؤں، ضلع ناسک (مہاراشٹر)	از: ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۶۴ تا: ۹ شوال ۱۳۶۴	۶ اپریل ۱۹۴۵ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۵
مدرسہ عین الحق، بیت الانوار، گیوال، بگہہ، گیا، بہار	از: ۱۰ شوال ۱۳۶۴ تا: ۹ شوال ۱۳۶۶	۱۸ ستمبر ۱۹۴۵ ۲۶ اگست ۱۹۴۷

(۱) ۱۰؍ شوال کو دارالعلوم اشرفیہ مدرسہ مصباح العلوم کی بنیاد رکھی گئی اور ۱۴؍ شوال کو داخلہ ہوا۔

مدارس	تاریخ	مہینہ	سنہ ہجری	تاریخ	مہینہ	سنہ عیسوی
دار العلوم اہل سنت شمس العلوم، قصبہ گھوسی، اعظم گڑھ (مئو)	از:۱۴	ذی الحجہ	۱۳۶۶	کیم	اکتوبر	۱۹۴۷
	تا:۱۸	ذی قعدہ	۱۳۷۳	۶	جولائی	۱۹۵۴
مدرسہ فضل رحمانیہ، پچپڑوا، گونڈہ (بلرام پور)	از:۲۰	ذی قعدہ	۱۳۷۳	۲۱	جولائی	۱۹۵۴
	تا:۱۰	شعبان	۱۳۷۵	۲۴	مارچ	۱۹۵۶
مدرسہ مظہر اسلام، مسجد بی بی جی، بریلی شریف	از:۲۴	شوال	۱۳۷۵	۴	جون	۱۹۵۶
	تا:۲۷	ذی الحجہ	۱۳۸۶	۸	اپریل	۱۹۶۷
جامعہ عربیہ انوار القرآن، گونڈہ (بلرام پور)	از:۲۷	محرم	۱۳۸۶	۸	مئی	۱۹۶۷
	تا:۸	ربیع الآخر	۱۳۹۵	۲۰	اپریل	۱۹۷۵
مدرسہ ندائے حق، جلال پور، فیض آباد (امبیڈکر نگر)	از:	ربیع الآخر	۱۳۹۵		اپریل	۱۹۷۵
	تا:۶	ذی الحجہ	۱۳۹۶	۲۷	نومبر	۱۹۷۶
جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں بحیثیت صدر شعبہ افتا	از:۲۳	ذی الحجہ	۱۳۹۶	۱۳	دسمبر	۱۹۷۶
	تا:۶	صفر	۱۴۲۱	۱۱	مئی	۲۰۰۰
واقعات						
خلافت سلسلۂ رضویہ از حضرت صدر الشریعہ	۲۱	شوال	۱۳۶۷	۲۶	اگست	۱۹۴۸
گورنر اتر پردیش کے ایم منشی کی کتاب "لیجسلیٹیو لیڈرز" کے خلاف احتجاج (۱)		محرم	۱۳۷۶		ستمبر	۱۹۵۶
مسند افتا پر رونق افروزی (۲)	۲۰	شوال	۱۳۷۸	۲۹	اپریل	۱۹۵۹
سلسلۂ رضویہ اور ان تمام سلاسل کی خلافت جو رسالہ: "النور والبہاء" میں مذکور ہیں۔	۱۷	رمضان	۱۳۸۱	۱۲	فروری	۱۹۶۲
"اشرف السیر" کی تصنیف	۲۷	محرم	۱۳۸۸	۲۶	اپریل	۱۹۶۸
"اسلام اور چاند کا سفر" کی تصنیف	۱۶	شوال	۱۳۹۱	۵	دسمبر	۱۹۷۱
گونڈہ جیل میں قید (۳)	۲۱	صفر	۱۳۹۳	۲۷	مارچ	۱۹۷۳

(۱) مذکورہ کتاب میں گورنر نے حضور اقدس ﷺ کی شان میں سخت توہین کی تھی۔

(۲) حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے دستار باندھ کر شعبہ افتا کی خدمت سپرد فرمائی۔

(۳) بھنگا بازار، ضلع بہرائچ میں ایک پنڈت نے حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس کے جواب میں حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے تقریر فرمائی۔ دیوبندیوں نے ہندوؤں کو بھڑکا کر مقدمہ دائر کرادیا، جس کی سزا میں ۳۰ر دن جیل میں قید رہے۔

آغاز تصنیف شرح بخاری	۲۱	ذی الحجہ	۱۴۰۲	۱۰	اکتوبر	۱۹۸۲
خلافت از حضرت احسن العلماء قدس سرہ، بموقع عرس قاسمی، مارہرہ شریف			۱۴۰۴			۱۹۸۴
پہلا حج		ذی الحجہ	۱۴۰۵		ستمبر	۱۹۸۵
"سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ" کی تصنیف	۲۹	ربیع الآخر	۱۴۰۹	۱۱	نومبر	۱۹۸۸
"فتنوں کی سرزمین کون - نجد یا عراق" کی تصنیف	۷	جمادی الاولی	۱۴۱۱	۲۶	نومبر	۱۹۹۰
کولمبو (لنکا) کا پہلا تبلیغی سفر	۲۰	ربیع الآخر	۱۴۱۳	۱۸	اکتوبر	۱۹۹۲
کولمبو (لنکا) کا دوسرا تبلیغی سفر	۸	صفر	۱۴۱۶	۷	جولائی	۱۹۹۵
افریقہ کا تبلیغی سفر	۱۷	صفر	۱۴۱۷	۴	جولائی	۱۹۹۶
پہلا عمرہ	۸	ربیع الاول	۱۴۱۷	۲۵	جولائی	۱۹۹۶
پاکستان کا تبلیغی سفر	۱۷	ربیع الاول	۱۴۱۷	۳	اگست	۱۹۹۶
شیخ عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ ایوارڈ (پاکستان)	۱۸	ربیع الاول	۱۴۱۷	۴	اگست	۱۹۹۶
امام احمد رضا ایوارڈ	۱۰	شوال	۱۴۱۷	۱۹	فروری	۱۹۹۷
دوسرا عمرہ		رمضان	۱۴۱۸		جنوری	۱۹۹۸
دوسرا حج		ذی الحجہ	۱۴۱۸		اپریل	۱۹۹۸
پاکستان کا دوسرا تبلیغی سفر (بسلسلۂ شرکت جلسہ دار العلوم امجدیہ کراچی، بموقع گولڈن جبلی)		صفر	۱۴۱۹		جون	۱۹۹۸
تکمیل شرح بخاری	۱۱	رمضان	۱۴۱۹	۳۰	دسمبر	۱۹۹۸
خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف کے سجادہ نشین کی طرف سے "فقیہ اعظم ہند" کا خطاب بموقع عرس قاسمی	۲۰	رجب	۱۴۲۰	۳۱	اکتوبر	۱۹۹۹
شاہ برکت اللہ گولڈ میڈل	۹	شعبان	۱۴۲۰	۱۸	نومبر	۱۹۹۹
جشن تکمیل شرح بخاری	۲۱	شوال	۱۴۲۰	۲۹	جنوری	۲۰۰۰
وصال	۶	صفر	۱۴۲۱	۱۱	مئی	۲۰۰۰

تقدیم

محمد نظام الدین رضوی

صدر شعبۂ افتا وصدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حامدًا و مصلّیًا و مسلّمًا

چار بڑے مفتیان دار العلوم

مفتیان دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم (مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ) میں چار مفتی بڑے بلند پایہ اور جامع الاوصاف رہے ہیں:

(۱) حافظ ملت مولانا شاہ **عبد العزیز** محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ

(۲) فقیہ اسلام حضرت مولانا حافظ **عبد الرؤف** محقق بلیاوی ثم مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ

(۳) شارح بخاری حضرت مولانا مفتی **محمد شریف الحق** امجدی نائب مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

(۴) بحر العلوم حضرت مولانا مفتی **عبد المنان** عزیزی، اعظمی، فاضل مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ بہت کچھ علوم و فنون میں مہارت کے ساتھ "فن فتویٰ نویسی" میں بھی کامل دست گاہ رکھتے تھے، میں نے آپ کے مختصر و مبسوط متعدد فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے مثلاً • جماعتِ فجر قائم ہونے کے بعد سنت فجر پڑھنے کی تحقیق • غیر انبیا پر کلمہ: "علیہ الصلاۃ والسلام" کا اطلاق • حلال و حرام گوشت کے باہم مخلوط ہونے پر تحری کا حکم • مشینی ذبیحہ کا حکم • عالم دین کے ساتھ تمسخر کا حکم • سال گرہ منانے کا حکم • شیعوں کی امامت کا حکم • اور اس طرح کے متعدد فتاویٰ۔

مؤخر الذکر فتویٰ بہت مختصر مگر فنِ فتویٰ نویسی میں آپ کی بصیرت کا مظہر ہے۔

آپ سے سوال ہوا کہ: "شیعہ امام کی اقتدا میں نماز ہوگی، یا نہیں؟"

آپ نے جواب لکھا:

"وہابی، دیوبندی، تبلیغی، مرزائی، شیعہ کسی کی اقتدا میں نماز نہ ہوگی۔"

بعد میں معلوم ہوا کہ ایک بستی میں سنی اور شیعہ رہتے تھے، کسی وہابی نے یہ سوال کر کے دونوں کو لڑانا چاہا تھا، مگر حضرت نے یہ جواب دے کر اس کی سازش کی جڑ کاٹ دی، مجھے یہ بات اپنے بعض اساتذہ سے درس گاہ میں معلوم ہوئی۔

آپ کی زندگی جدّ و جہد سے عبارت تھی، آپ کا یہ مقولہ بہت مشہور ہے:

"زمین کے اوپر کام، زمین کے نیچے آرام"

آپ گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے فتویٰ نویسی کی طرف توجہ نہ دے سکے، اسی لیے آپ کے فتاوی کی تعداد کم ہے مگر آپ کی درس گاہِ فیض سے بہت سے متبحر علما پیدا ہوئے جو بعد میں صاحبِ بصیرت مفتیوں میں شمار ہوئے اور ان کے فتاوی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں جیسے پاکستان میں حضرت مولانا مفتی **ظفر علی** نعمانی، اور ہندوستان میں حضرت شارح بخاری و حضرت بحر العلوم رحمہم اللہ تعالیٰ۔ مؤخر الذکر نے حضرت سے فتویٰ نویسی کیسے سیکھی ہم عنقریب اس کا ذکر کریں گے۔

فقیہ اسلام حضرت مولانا حافظ **عبد الرؤف** بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ "حافظ جی" حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلمیذ رشید ہیں اور بہت سے علوم و معارف پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ "علم الفقہ" کے ماہر و محقق ہیں "**فتاوی رضویہ**" جلد سوم تا جلد ہفتم کی تحقیق کر کے آپ نے ہی اسے قابلِ اشاعت بنایا اور آج ایک زمانہ اس سے فیض یاب ہو رہا ہے، آپ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث فتویٰ نویسی کی طرف توجہ نہ دے سکے مگر بہت سے اچھے مفتی تیار کر گئے، آپ کے ایسے تلامذہ میں حضرت بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کا نام بہت نمایاں ہے۔ آپ فتویٰ نویسی میں حافظ ملت اور حضرت حافظ جی علیہما الرحمۃ والرضوان دونوں کے شاگرد ہیں آپ نے اس کا تفصیلی تذکرہ اپنی نجی مجلسوں میں کئی بار کیا ہے، ہم یہاں ایک مجلس کی گفتگو نقل کرتے ہیں:

حضرت بحر العلوم فرماتے ہیں:

اشرفیہ میں باضابطہ شعبۂ دار الافتا نہیں تھا۔ مختلف اساتذہ اور خود حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی فتویٰ لکھ دیا کرتے۔ مولانا **علی احمد** صاحب مرحوم اسے رجسٹر میں نقل کرتے۔ میراث کے مسائل مولانا **علی احمد** صاحب مرحوم ہی لکھا کرتے تھے، اس لیے وہ مفتی بھی کہے جانے لگے تھے۔ اشرفیہ میں میرے آنے کے ایک سال بعد یہاں باضابطہ دار الافتا کا قیام عمل میں آیا اور شوال ۱۳۷۶ھ سے فتویٰ نویسی کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی، تین یا چار گھنٹی فتویٰ نویسی کرتا تھا اور تین یا دو گھنٹی درس دیتا، اس زمانے میں کل چھ گھنٹیاں ہوتی تھیں۔ فتویٰ نویسی سے میری ذاتی

دلچسپی بھی تھی۔ میں پہلے بھی فتاوی لکھتا تھا، تلسی پور کے دورانِ قیام بھی جب میں رمضان شریف کی تعطیل میں مبارک پور آتا تو مدرسے میں پہلے سے جمع شدہ تمام سوالات کے جوابات میں ہی لکھا کرتا تھا۔

فتویٰ نویسی میں نے حضرت حافظ ملت مولانا شاہ **عبدالعزیز** رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حافظ **عبدالرؤف** صاحب (معروف بہ "حافظ جی" رحمۃ اللہ علیہ) سے سیکھی، جو بھی فتویٰ لکھتا دونوں بزرگوں کی بارگاہ میں پیش کرتا، یہ میرے لیے ضروری تھا، جب دونوں حضرات کی تصدیق ہو جاتی تب فتویٰ جاری کرتا، جب حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مصروفیات بہت بڑھ گئیں اور میرے فتاوی پر حضرت کو اعتماد بھی ہو گیا تو فتویٰ کی اصلاح اور نگرانی کا کام حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد فرمادیا۔ مجھے جب بھی اصلاح اور تبادلۂ خیال کی ضرورت ہوتی فوراً حافظ جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور بسا اوقات دیر دیر تک بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری رہتا، وہ بھی دورانِ درس، مگر حضرت نہ کبھی خفا ہوتے اور نہ اکتاتے، پوری توجہ کے ساتھ گفتگو جاری رہتی۔

سوالات کے جوابات کی تیاری کے لیے ایک اہم موڑ یہ ہوتا ہے کہ جواب کس کتاب میں، کس باب میں اور کہاں ملے گا، حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں نشان دہی کرتے۔

أقول : مثال کے طور پر داڑھی ایک مشت بڑھانا واجب ہے اور اس سے فاضل کو کاٹ دینا مسنون۔ یہ بہت مشہور مسئلہ ہے مگر یہ کہاں ملے گا یہ ایک مبتدی کے لیے دشوار ہے، یوں تو بال ترشوانے اور تراشنے کے مسائل فقہا نے "کتاب الحظر و الإباحة" میں بیان کیے ہیں اور ایک حیثیت سے اس کا ذکر "کتاب الحج" کے بعض ابواب میں بھی ہوتا ہے مگر داڑھی کا یہ مسئلہ ان ابواب میں نہیں ملتا، فقہا نے داڑھی کے یہ احکام "کتاب الصوم" کی ایک ضمنی بحث میں بیان کیے ہیں۔ ظاہر ہے ایک مبتدی کا مطالعہ بہت وسیع نہیں ہوتا اس لیے اسے وسیع النظر استاذ کی طرف رجوع کے بغیر چارہ نہیں۔

داڑھی مونڈنے والے حجام کی کمائی حلال ہے یا حرام یہ مسئلہ بھی بادی النظر میں "کتاب الحظر و الإباحة" کا ہے مگر اس کا حکم "إجارة على المعاصي" کے ضابطے سے مستنبط ہوتا ہے جس کا حکم "کتاب الإجارہ" میں بیان کیا جاتا ہے۔

"ٹیسٹ ٹیوب بے بی" کا مسئلہ کہاں ملے گا بظاہر اس کے لیے کتبِ فقہ میں کوئی باب نہیں قائم کیا گیا کیوں کہ اس کا تعلق اگر اجنبی مرد و عورت کی صحبت سے ہوتا تو اس کا حکم "کتاب الحدود، باب الزنا" میں ملتا مگر یہاں صحبت یا قربت نہیں ہوتی بلکہ عورت کے شکم میں ایک خاص جگہ پر سوراخ کر کے ٹیوب میں پرورش پانے والے

نطفے کو رحم میں منتقل کیا جاتا ہے بظاہر اس کا تعلق جراحت اور آپریشن سے ہے تو اس کا حکم " باب الجراحات" میں مذکور ہونا چاہیے مگر اس باب نے بھی اس کے لیے کوئی جگہ نہ رکھی، اس کا حکم فقہا نے "باب ثبوت النسب" میں بیان کیا ہے۔

نس بندی کرانا حلال ہے یا حرام اس کا تعلق بھی "باب الجراحات" سے ہے مگر اس کا حکم "کتاب السیر" کے "باب الجهاد" میں ملتا ہے۔

مذبوح اور غیر مذبوح جانوروں کا گوشت مخلوط و مشتبہ ہو گیا تو اسے کھایا جائے یا نہیں، یا تحری کے ذریعے جس گوشت کے حلال ہونے پر دل جمے اسے کھایا جائے اور بقیہ کو چھوڑ دیا جائے یہ مسئلہ " کتاب الذبح " میں ملنا چاہیے یا " کتاب التحری " میں، مگر آپ کو حیرت ہوگی کہ اس کا حکم ہدایہ کی آخری جلد کے آخری صفحہ پر ہے۔ یعنی " کتاب الخنثیٰ " کے بعد مسائل شتّٰی میں اس کا حکم بیان کیا گیا ہے، اس طرح سے آئے دن مفتی کو یہ دِقّت پیش آتی رہتی ہے جو کبھی استاذ کی نشاندہی سے، کبھی اپنی جستجو سے اور کبھی صرف خدا کی توفیق سے اس مقام تک رسائی ہو پاتی ہے۔

حضرت بحر العلوم نے فرمایا کہ بسا اوقات میرے اور حافظ جی کے درمیان حکم شرعی کی تعیین میں اختلاف واقع ہو جاتا تو دیر تک تبادلۂ خیال ہوتا رہتا اور اس سے حکم منقّح ہو کر سامنے آجاتا۔

أقول: اس کے نظائر بہت زیادہ ہیں مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے خلاصۂ مقالات میں جابجا اس کے شواہد کا نظارہ کیا جا سکتا ہے انسانی خون چڑھانے کا جو مسئلہ اگلے صفحے پر آرہا ہے وہ بھی اس کی واضح نظیر ہے۔

ایک بار آپ نے اپنی فتویٰ نویسی کی تاریخ مجھے اس طرح اِملا کرائی:

فتویٰ نویسی کے لیے جب میرا تقرر یہاں ہوا تو طے یہ پایا کہ فتوی لکھ کر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کو دِکھالیا کریں، اور حضرت کی تصدیق کے بعد اسے جاری کریں۔ میرا طریقہ یہ تھا کہ پہلے میں سوالات کو بغور پڑھ کر یہ متعین کرتا کہ سائل کیا پوچھنا چاہتا ہے۔ پھر میں وہ سوال لے کر حضرت مولانا **عبد الرؤف** بلیاوی علیہ الرحمہ کے پاس پہنچتا کہ میں نے سوال سے یہ سمجھا ہے اس میں سے ان نکات کا جواب دینا ہے۔ حضرت اتفاق کر لیتے تو اب یہ مرحلہ ہوتا کہ ان نکات کا جواب کہاں کہاں ملے گا اس سلسلے میں حضرت کو بڑی مہارت تھی فوراً بتاتے، فلاں فلاں جگہ دیکھو، میں دیکھ کر جزئیات فراہم کرتا اور ایسا بہت ہوتا کہ مجھے اس سے اختلاف رائے ہوتا کہ اس عبارت سے وہ مطلب نہیں نکلتا پھر حضرت سے تبادلۂ خیال ہوتا رہتا جب کسی ایک حکم پر اتفاق ہو جاتا تو میں جواب لکھ کر حافظ جی کو دِکھاتا، ان

کی تائید کے بعد اب میں حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوتا حضرت کو اس میں کہیں کچھ تامل ہوتا تو فرماتے۔ پھر جب آپ کی تصدیق بھی ہو جاتی یعنی جب دونوں جگہوں سے تصحیح ہو جاتی تو اسے سوال نامہ پر نقل کرتا اس کے بعد وہ فتویٰ جاری کیا جاتا۔ اس سلسلے میں عموماً یہ بات پیش آتی کہ میں جزئیات تلاش کر لیتا تو حافظ جی کے پاس پہنچتا اور وہ درس میں مشغول ہوتے پھر بھی سب کچھ چھوڑ کر مجھ سے گفتگو فرماتے، بحث بھی ہوتی۔ بہت کریم و شفیق تھے وہ کام کرانا چاہتے تھے اس لیے کبھی بھی میری دخل اندازی پر برہم نہ ہوئے بلکہ شگفتہ پیشانی کے ساتھ ہی گفتگو اور بحث کرتے۔ سالہا سال اسی پر میرا عمل درآمد رہا پھر آہستہ آہستہ پوچھ گچھ کی ضرورت کم ہوتی گئی تو مسودہ بنا کر ان حضرات کو دکھاتا، پھر حافظ ملت نے اپنی کثرت مصروفیات کی بنا پر صرف مولانا **عبد الرؤف** بلیاوی صاحب کی تصدیق سے فتویٰ جاری کرنے کی اجازت دے دی۔ ۱۸ر سال کی اس پوری مدت میں مسودہ بنانے سے لے کر ریکارڈ رجسٹر میں نقل کرنے تک سارا کام میں تنہا کرتا تھا۔

أقول: استفادہ کبھی تحقیق حکم کے لیے ہوتا ہے کہ مسئلہ معلوم نہ ہو تو اس کا حکم معلوم کر لیا جائے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی مسئلے میں جزئیات مختلف قسم کے سامنے آجاتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لیے ارباب نظر سے استفادہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مثلاً انسان کا خون، جان یا عضو یا جمال مقصود بچانے کے لیے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں ایک دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ جائز ہونا چاہیے۔ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ[1]

تمھارے اوپر اللہ نے یہی تو حرام کیے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس جانور کے ذبح پر غیر اللہ کا نام لیا گیا تو جو مضطر ہو اور خواہش سے نہ کھائے نہ حد سے تجاوز کرے اسے خون پینے یا مردار کھانے پر کوئی گناہ نہیں۔

یہ آیت جواز کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

لیکن اس کے برخلاف قرآن حکیم میں دوسری جگہ فرمایا گیا: "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ "[2] یہ اور اس طرح کے دوسرے نصوص کی بنیاد پر فقہا نے فرمایا کہ حالت اضطرار میں کسی انسان کو یہ جائز نہیں کہ دوسرے انسان کے

---

(۱) البقرۃ، آیت: ۱۷۲.

(۲) الاسراء، آیت: ۷۰.

بدن سے کچھ کاٹ کر کھائے اور جان بچالے اگر چہ دوسرا انسان اس کی اجازت بھی دے دے۔ یہاں تک کہ ایک انسان کا بال دوسرے انسان کے بال میں جوڑنا بھی اسی تکریم انسانی کی بنا پر حرام قرار دیا گیا۔ یہ دلیل چاہتی ہے کہ انسانی خون دوسرے کے بدن میں چڑھانا کسی بھی حال میں حلال نہ ہو، دونوں دلیلیں کتاب اللہ کی ہیں اور بظاہر دونوں سے دو مختلف احکام ثابت ہوتے ہیں۔

اس کا ایک حل یہ پیش کیا گیا کہ آیتِ کریمہ "فَمَنِ اضْطُرَّ" کا تعلق انسانی خون سے نہیں بلکہ حیوانی خون سے ہے مگر یہ حل اس لیے ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے کہ "فتاویٰ ہندیہ" وغیرہ میں خاص انسانی خون سے علاج کا جواز بحالت اضطرار ثابت ہوتا ہے۔ پھر حل کیا ہو؟ اب یہاں انسان کے سیال اور غیر سیال اجزا و اعضا میں وجہ فرق بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے اپنی کتاب "**انسانی خون سے علاج کا شرعی حکم**" میں تفصیل کے ساتھ ان اجزا میں متعدّد وجوہ سے فرق بیان کیا ہے مثلاً خون نکل جائے تو جلد ہی غذاؤں اور دواؤں سے اس کا متبادل خون پیدا ہو جاتا ہے جب کہ کوئی عضو مثلاً گردہ یا پھیپھڑا کٹ جائے تو اس کا متبادل کسی بھی دوا یا غذا سے پیدا نہیں ہوتا، پھر سیال اجزا میں سے ایک جز دودھ بھی ہے اور یہ خون سے ہی تیار ہوتا ہے جسے شیر خوار بچے کو پلانا جائز ہے جیسا کہ کتاب وسنت اس کے شاہد ہیں، اور عالم انسانی کا اس پر اتفاق بھی ہے مگر غیر سیال اجزا میں ایسی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی؛ اس لیے انسانی خون چڑھانے کا جواز آیتِ کریمہ "فَمَنِ اضْطُرَّ" سے ثابت ہے، اور چوں کہ یہ انسانی جان بچانے کی ضرورت کی وجہ سے ہے تو یہ انسانی جان کی تکریم بھی ہے اور اس میں اس جزء انسانی کی بے حرمتی ہرگز نہیں۔

ایسا بہت ہوتا ہے کہ مفتی کو اشتباہ نہیں ہوتا مگر دل کو اپنے تحقیق کردہ حکم پر اطمینان کامل بھی نہیں ہوتا ایسے وقت میں فقہ اسلامی پر وسیع اور گہری نظر رکھنے والے مفتی اور مربی کی تائید کی حاجت پیش آتی ہے اس کی مثال چاند پر انسان کے پہنچنے کا مسئلہ ہے۔ فقیہ جلیل حضرت علامہ مفتی **محمد شریف الحق** امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحقیق میں ایک عظیم الشان کتاب "**اسلام اور چاند کا سفر**" بھی تصنیف فرمادی مگر "لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي" کا وثوق حاصل نہ تھا، وہ اپنی کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

"ایک عظیم اجتماع میں جہاں تقریباً پچاس علما جمع تھے بھرے مجمع میں میں نے حبر امت، افقہ ملت، سرکار مفتیِ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ سے سوال کیا، جواب میں ارشاد فرمایا: "انسان کا چاند پر پہنچنا ممکن ہے۔" سرکار مفتی اعظم کے فیصلہ کن ارشاد کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا۔" (اسلام اور چاند کا سفر، ص:۱۷، از: شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

اس تفصیل سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت بحر العلوم اور آپ کے استاذ محترم حضرت حافظ جی رحمۃ

اللہ علیہ کا یہ استفادہ وافادہ اور رجوع ومباحثہ بجاے خود بہت ہی وقیع اور مفید علمی مذاکرہ ہے۔

اس حیثیت سے دیکھا جائے تو **"فتاویٰ بحر العلوم"** کے کثیر فتاویٰ حضرت حافظ ملت، حضرت حافظ جی اور حضرت بحر العلوم علیہم الرحمۃ والرضوان کی مشترکہ کاوشوں اور تحقیقات کا مجموعہ ہیں، اور بہت سے فتاویٰ مؤخر الذکر دو بزرگوں کی تحقیقات کا ثمرہ ہیں۔ اور جن فتاویٰ پر اول الذکر دونوں بزرگوں، یا ان میں سے بعض کی تصدیقات نہیں ہیں وہ بھی ان بزرگوں کے تربیت یافتہ ایک محتاط اور متدین مفتی کا فتویٰ ہونے کی وجہ سے معتمد ضرور ہیں۔

حضرت بحر العلوم فرماتے ہیں کہ حضور حافظ ملت کے وصال کے بعد جب مدرسہ کی انتظامیہ نے مجھے یہاں کا صدر المدرسین منتخب کیا اور میری ذمہ داریاں بڑھ گئیں تو اب الگ سے ایک مزید مفتی کی ضرورت محسوس ہوئی تو ذی القعدہ ۱۳۹۶ھ سے حضرت مولانا مفتی **محمد شریف الحق** امجدی یہاں تشریف لائے اور دار الافتا، ان کے حوالہ ہو گیا۔

صاحبِ فتاویٰ

صاحبِ فتاویٰ حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور میں حضور سیدی و مرشدی مفتیِ اعظم ہند مولانا **مصطفیٰ رضا خاں** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نائب اور فقیہ اعظم ہند تھے، دینی امور میں خلقِ کثیر نے آپ کی طرف رجوع کیا، آپ مرجع انام تھے، دنیا کے مختلف گوشوں سے آپ کے پاس سوالات آتے اور آپ سب کا تشفی بخش جواب دیتے، فقہ، حدیث، سیرت، تاریخ پر آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا، علوم قرآن پر بھی اچھی نظر تھی، آپ شب و روز اکثر مطالعۂ کتب، یا خدمت حدیث، یا خدمت فقہ میں مصروف رہتے، خداے پاک نے آپ کے وقت میں برکت بہت دی تھی، کم وقت میں زیادہ کام انجام دیتے تھے، کبھی آپ اپنا وقت ضائع نہیں کرتے، حافظہ قوی، نظر دقیق اور استحضار قابلِ تعریف تھا، سخا و استغنا آپ کی خاص صفت تھی جو انسان کو خداے غنی سے قریب کر دیتی ہے، ان اوصاف نے علما کو آپ سے اور آپ کو علما سے قریب کر دیا تھا، فتویٰ نویسی کا ذوق خداداد تھا جیسے آپ کو فتویٰ لکھائے بغیر سکون نہ ملے، رمضان کی تعطیل میں بھی یہ مبارک شغل جاری رہتا، دار العلوم اشرفیہ میں آپ ذو القعدہ ۱۳۹۶ھ میں صدر شعبۂ افتا کی حیثیت سے تشریف لائے تھے، اس وقت دار الافتا سنٹرل بلڈنگ میں واقع جامعہ کی لائبریری کے ایک گوشے میں تھا، وہاں کتابوں کی فراہمی آسان تھی، جب آپ عمامہ زیب سر کر کے تخت پر تشریف فرما ہوتے تو لگتا تھا کہ عدالت اپنے جاہ و جلال کے ساتھ قائم ہو چکی ہے، پہلے آپ اپنے ہاتھ سے فتاویٰ تحریر فرماتے تھے پھر جب "گلوکوما" کی بیماری کی وجہ سے ایک آنکھ کی روشنی چلی گئی اور دوسری نظر بھی کمزور ہو گئی تو آپ املا کرانے لگے باضابطہ

سب سے پہلے راقم الحروف نے محرم ۱۴۰۱ھ سے فتاویٰ کی املا نویسی شروع کی، حضرت مفتی صاحب عموماً ایک بار سوال سن کر فوراً جواب لکھوانا شروع فرما دیتے، آپ کے یہاں مضامین کی آمد تھی، آورد نہیں تھا؛ اس لیے آپ تیزی کے ساتھ بولتے چلے جاتے اور میں بھی اسی رفتار سے لکھتا چلا جاتا، میں نے فتویٰ نویسی اسی املا نویسی سے سیکھی، یہ سلسلہ ڈھائی تین سال تک جاری رہا مگر میں بھی پورے ذوق و شوق کے ساتھ املا نویسی کا فریضہ انجام دیتا رہا۔ اس دوران بارہا جزئیات کی تخریج اور مسائل کی تحقیق کی حاجت پیش آئی، میں نے خوش دلی کے ساتھ سعادت سمجھ کر یہ کام کیا، پھر ایک وقت آیا کہ خود حضرت نے ہی کار افتا پر مامور فرما دیا۔ حضرت آج کا کام کل پر ٹالنے کو ناپسند کرتے تھے آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ جو بھی کام ہو جلد سے جلد نپٹ جائے، مگر ہند و بیرونِ ہند سے لوگوں کے رجوع عام کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی تھی۔

ہم یہاں "**مجلس شرعی کے فیصلے**" جلد اول کے مقدمے سے آپ کا حال نقل کرتے ہیں جسے میں نے آپ کے مختصر تعارف کے لیے لکھا تھا:

" حضرت شارح بخاری [۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء ——— ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء] بہت سے اوصاف اور خوبیوں کے مالک تھے مثلاً آپ بیک وقت محدث، مفسر، شارح، متکلم، مناظر، مدرس، مصنف، اصولی، محقق، مرشد، مقرر، مدبر، ناقد اور مؤرخ تھے۔ لیکن آپ کا سب سے نمایاں اور ممتاز وصف یہ تھا کہ آپ ایک " عظیم مفتی و فقیہ" تھے۔ آپ قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (حال مئو) کے ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ علوم دینیہ کی تحصیل دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور (۸ر سال) مدرسہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ (چند ماہ) اور دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف (ایک سال) میں کی، مؤخر الذکر ادارہ سے ۱۹۴۲ء میں دورۂ حدیث کیا اور فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد ہندوستان کے مختلف مدارس میں رہ کر طالبانِ علومِ نبویہ کو علم دین کی دولت بانٹتے رہے۔ ۱۹۷۶ء میں صدر شعبۂ افتا کی حیثیت سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے اور تاحیات یہاں کی مسند افتا کے صدر نشین رہے۔ اس کے علاوہ جامعہ اشرفیہ کے ناظم تعلیمات اور سرپرست مجلس شرعی کے مناصب جلیلہ پر بھی فائز تھے۔

حضرت شارح بخاری کے فتاویٰ اور فقہی و تصنیفی کارنامے کثیر بھی ہیں، عظیم بھی، نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (۹ر جلد)، فتاویٰ شارحِ بخاری (۱۲ر جلد) اسلام اور چاند کا سفر، تحقیقات (۲ر جلد)، منصفانہ جائزہ اور مقالاتِ شارحِ بخاری (۳ر جلد) سے آپ کے علمی، فقہی کارناموں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور فتاویٰ کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ میں

سمجھتا ہوں کہ عصر حاضر کے مفتیانِ کرام میں آپ کے فتاویٰ کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ جشن تکمیل شرح بخاری کے موقع پر آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے رضا اکیڈمی نے آپ کو چاندی سے تولا۔ خانقاہ برکاتیہ کی جانب سے آپ کو "برکاتی مفتی" اور "فقیہ اعظم ہند" کے تکریمی خطابات سے نوازا گیا۔

آپ مجلس شرعی کے اولین سرپرستوں میں سے ایک ہیں۔ مجلس شرعی کو تاحیات علمی تعاون دیا، اور ان سیمیناروں میں راقم سطور کے مقالات کی کھلے دل سے حوصلہ افزائی فرمائی، داد وتحسین اور کلمات خیر سے نوازا۔ آپ کی شخصیت مجالس علمیہ کے لیے ایک شمع انجمن کی حیثیت رکھتی تھی جسے موت نے ابدی نیند کا جامہ پہنا دیا۔"

(مجلس شرعی کے فیصلے)

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف، دار العلوم انوار القرآن بلرام پور، دار العلوم ندائے حق جلال پور اور دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کے فتاوی کی جو تفصیل راقم الحروف سے بیان فرمائی ہے اور جو کچھ میرے پیش نظر ہے اس سے ایک محتاط اندازے کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ اب تک آپ کے قلم سے صادر ہونے والے فتاوی کی تعداد پچاس ہزار سے کم نہیں، مگر وہ تمام فتاوی نہ محفوظ ہیں نہ دست یاب۔ جو محفوظ ہیں ان کی تعداد بھی بہت ہے ہم یہاں بہت کچھ حذف مکررات کے بعد ان کی جلدوں کا خاکہ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

جلد (۱،۲،۳)	کتاب العقائد
جلد (۴)	کتاب الصلاۃ (جو پیش نظر ہے)
جلد (۵)	کتاب الصلاۃ، کتاب الجنائز
جلد (۶)	کتاب الزکاۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج
جلد (۷)	کتاب النکاح
جلد (۸)	کتاب الطلاق
جلد (۹)	کتاب البیوع
جلد (۱۰)	کتاب الحدود، کتاب الاضحیہ، کتاب الذبائح، وغیرہ
جلد (۱۱)	کتاب السیر
جلد (۱۲)	کتاب الوصایا، کتاب المیراث۔ مسائل شتّٰی

اس خاکے سے ظاہر ہے کہ حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی کی دنیا میں ایک عظیم الشان کام کیا ہے جس کے باعث پوری جماعت اہلِ سنت کا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تربت اقدس پر تا ابد رحمت و انوار کی بارشیں برسائے۔ آمین

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کثرتِ کار کی بنا پر جوابات میں عموماً حکم شرعی کے بیان اور کبھی بقدر حاجت ایک دو کتابوں سے فقہی جزئیات کی نقل پر اکتفا کرتے اور ایسا بہت ہوتا کہ صرف "ہاں" یا "نہیں" پر جواب ختم فرما دیتے تاکہ امت کو جلد از جلد حکم شرعی معلوم ہو جائے اور وہ اس پر عمل پیرا ہو کر عند اللہ عہدہ برآ ہو سکے۔ آیتِ کریمہ : "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" کا تقاضا بھی یہی ہے، ہاں اگر مسئلہ ایسا ہوتا جس میں تاخیر کی گنجائش ہوتی تو اسے مؤخر فرماتے اور حاجت ہوتی تو اس کا جواب تحقیق کے ساتھ اِملا کراتے، مثال کے طور پر سوال ہوا کہ فلاں شخص نے یہ کلمۂ کفر بک دیا ہے یا فلاں سے نماز میں ایسی غلطی ہو گئی ہے جس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا کسی کو تکلیف پہنچائی ہے جس سے معافی مانگنا لازم ہے یا کسی کا مالی حق دبایا ہے جس کی واپسی لازمی ہے تو ایسے سوالات کے جوابات میں تاخیر نہ کرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حکم شرعی معلوم نہ ہونے کے باعث وہ توبہ و تجدیدِ ایمان نہ کر سکے، اور فوت ہو جائے یا حق اللہ یا حق العبد کی ادائگی سے پہلے ہی اس کی قضا آجائے اور دار الاسلام میں جہل عذر نہ ہونے کے باعث وہ عند اللہ ماخوذ ہو اس لیے ایسے امور کے جواب میں تعجیل چاہیے گو وہ مختصر یا بہت مختصر ہو۔ اس کے برخلاف "سورج گردش میں ہے یا زمین؟" اس کے جواب میں تاخیر ہو سکتی ہے کہ ہم ظاہر کے مطابق اعتقاد رکھنے کے مکلف ہیں، سائنسی دقائق کے عدم علم پر ہم ماخوذ نہ ہوں گے۔

غرض یہ ہے کہ ان اسباب کے باعث حضرت علیہ الرحمہ کے فتاوی کثیر تو ہوئے مگر سارے ہی فتاویٰ مبسوط اور تحقیقی نہ ہوئے اور حضرت کو اپنی حیات میں ان فتاویٰ پر نظر ثانی کا موقع بھی نہ ملا کہ ان میں حسبِ ضرورت کچھ اِضافہ فرماتے تاہم تحقیقی فتاویٰ کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ چھٹی جلد میں اس پر قدرے بسط کے ساتھ گفتگو کریں گے اور اہل نظر کو ان شاء اللہ تعالیٰ اس جلد میں بھی بہت کچھ تحقیقات کے جلوے نظر آئیں گے۔

"فتاوی جامعہ اشرفیہ" مبارک پور کی اشاعت

عزیز ملت حضرت مولانا الحاج شاہ **عبد الحفیظ** صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی تحریک پر ۱۳ر شوال ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۱ر اگست ۲۰۱۳ء بروز چہار شنبہ "فتاوی جامعہ اشرفیہ" مبارک پور کی ترتیب اور اشاعت کے لیے علما کا

ایک بورڈ تشکیل دیا گیا جس کا نام ارکان کی ایک دوسری نشست میں "**مجلس فقہی**" جامعہ اشرفیہ مبارک پور طے ہوا۔

۲۲/ ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ /۲۹/ ستمبر ۲۰۱۳ء کی قرارداد کے مطابق مجموعۂ فتاوی کا نام "فتاوی جامعہ اشرفیہ مبارک پور" تجویز ہوا اور اس میں یہ طے ہوا کہ اس سلسلے کی پہلی جلد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے فتاوی کا مجموعہ ہو گا اس لحاظ سے فتاوی شارح بخاری کی مطبوعہ ۳/ جلدیں دوسری، تیسری، چوتھی اور پیش نظر مجموعہ پانچویں جلد ہوگی۔

تعارف حضرت عزیز ملت دام ظلہ العالی :

عزیز ملت حضرت مولانا الحاج شاہ **عبد الحفیظ** مصباحی دامت برکاتہم العالیہ ضلع مرادآباد کے مشہور قصبہ بھوج پور میں ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ مطابق ۲۶/ اپریل ۱۹۴۴ء کو بدھ کے دن حافظ ملت مولانا شاہ **عبد العزیز** محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے تقوی شعار، عارف باللہ ولی کے گھر پیدا ہوئے۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا **امجد علی** اعظمی قدس سرہ نے "عبد الحفیظ" نام تجویز فرمایا اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا **مصطفیٰ رضا خاں** علیہ الرحمۃ نے چار سال، چار ماہ، چار دن کی عمر میں "بسم اللہ" شریف پڑھائی۔

آپ عصری علوم کے ساتھ دینی علوم سے بھی ہم آہنگ ہیں۔ آپ کی تعلیم کا آغاز دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم سے ہوا۔ اس کے بعد بھوج پور میں جونیئر ہائی اسکول، شبلی کالج اعظم گڑھ سے ہائی اسکول و انٹرمیڈیٹ اور مرادآباد ڈگری کالج سے بی۔ ایس۔ سی سال اول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اے۔ ایم۔ یو کا رخ کیا اور گریجویشن کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد انجینئرنگ کا کورس بھی کیا۔ انجینئرنگ کی تعلیم کے بعد چند ماہ ممبئی میں ملازمت سے وابستہ رہے۔ پھر حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے حدیث وفقہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ کو دار العلوم اشرفیہ بلا لیا جہاں آپ نے اجلہ علمائے کرام سے اکتساب علم وفیض کیا۔

آپ کو حضور مفتی اعظم ہند مولانا **مصطفیٰ رضا خاں**، برہان ملت حضرت مولانا **برہان الحق**، مجاہد ملت حضرت مولانا **حبیب الرحمٰن** عباسی اور خلیفۂ حافظ ملت حضرت حافظ و قاری **محمد حنیف** بلرام پوری علیہم الرحمہ سے اجازت وخلافت اور حضور مفتی اعظم ہند سے شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۹۷۶ء میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کے رحلت فرمانے کے بعد آپ جامعہ اشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ منتخب کیے گئے۔ آپ حضور حافظ ملت کی علمی عظمتوں کے امین اور ان کے حقیقی جانشین ہیں۔ آپ نے جامعہ اشرفیہ میں زمام صدارت سنبھالنے کے بعد شش جہات میں اپنی قربانی، جہد مسلسل، سعی پیہم کی بدولت اس کے عروج وارتقا میں کوئی

کسر نہ چھوڑی اور ہر شعبہ میں چار چاند لگا دیے۔ بقول شکیل اعظمی:

باغ اشرفیہ سجاتے ہیں عزیز ملت — اس کی زینت کو بڑھاتے ہیں عزیز ملت
باپ کا عزم دکھاتے ہیں عزیز ملت — مشکلیں سہل بناتے ہیں عزیز ملت
اے خدا ان کے عزائم کو تو کر اور بلند — ڈال دیں شان سے یہ اوج ثریا پہ کمند

عزیز ملت کے عہد صدارت کی خدمات کا جائزہ لینے کے لیے کافی صفحات در کار ہیں۔ تعمیراتی خدمات کا مصباح العلوم کے بام و در سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جو آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہیں۔ تعلیمی میدان میں اختصاص فقہ، حدیث، ادب اور تقابل ادیان کے شعبہ جات، اشاعتی میدان میں مجلس برکات اور فقہی میدان میں مجلس شرعی جیسے عظیم علمی فقہی شعبہ جات آپ کی بہتر سربراہی کے مرہون منت ہیں۔ ان شعبوں کے ذریعے اہل سنت و جماعت کی جو خدمات انجام دی جا رہی ہیں ان کی مثال نظر نہیں آتی۔ اور یہ سب عزیز ملت کے اخلاص وللٰہیت اور حسن تدبیر کا ثمرہ ہیں۔ حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "میرے نزدیک ہر مخالفت کا جواب کام ہے، اور مخالفت زیادہ ہوتی ہے تو کام کی مشین تیز کر دیتا ہوں" حضرت عزیز ملت کی زندگی اس کا عملی نمونہ ہے آپ نے مخالفتوں کے ہجوم میں بہت سے اہم کام کیے انھیں میں سے ایک کام "مجلس فقہی" کا قیام اور "فتاوی جامعہ اشرفیہ" مبارک پور کی اشاعت کا خصوصی اہتمام بھی ہے۔ واضح ہو کہ ایک اندازے کے مطابق ان فتاوی کا مجموعہ تیس یا کچھ کم و بیش جلدوں پر مشتمل ہے، خداے پاک حضرت عزیز ملت کا سایۂ عاطفت دراز سے دراز فرمائے اور جامعہ اشرفیہ کا یہ چمن ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے۔

مجلس فقہی کے ارکان:

(۱) عزیز ملت حضرت علامہ شاہ **عبد الحفیظ** صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ (سرپرست)

(۲) حضرت علامہ **محمد احمد** مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ (صدر)

(۳) حضرت مفتی **محمد نظام الدین** رضوی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ (ناظم)

(۴) جناب مفتی **بدر عالم** مصباحی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ (رکن)

(۵) جناب مفتی **محمد نسیم** مصباحی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ (رکن)

(۶) جناب مفتی **زاہد علی سلامی** استاذ مفتی جامعہ اشرفیہ (رکن)

اور اس سلسلے میں تعاون کے لیے حسب ذیل حضرات کا انتخاب عمل میں آیا:

(۱) جناب مولانا **محمود علی مشاہدی** استاذ جامعہ اشرفیہ

(۲) جناب مولانا **محمد صادق** مصباحی استاذ و مفتی دار العلوم اہل سنت سعید العلوم لچھمی پور، مہراج گنج

(۳) جناب مولانا **محمد جنید** مصباحی جامعہ اشرفیہ

ترتیب و تحقیق:

پیش نظر مجموعۂ فتاوی کی ترتیب کا فریضہ محب گرامی حضرت مولانا مفتی **محمد نسیم** مصباحی استاذ و مفتی دار العلوم اشرفیہ نے ادا کیا ہے اور تحقیق و تخریج کا کارِ اہم محب محترم حضرت مولانا **محمود علی مشاہدی** استاذ و مفتی دار العلوم اشرفیہ نے انجام دیا ہے مگر بعض حیثیتوں سے مؤخر الذکر نے ترتیب میں اور مقدم الذکر نے تحقیق و تخریج میں بھی حصہ لیا ہے، ہم نے کثرتِ کار کے لحاظ سے ایک کی طرف ترتیب اور دوسرے کی طرف تحقیق و تخریج کی نسبت کی ہے، تخریج کا کچھ کام درجۂ تحقیق کے طلبہ نے بھی کیا ہے۔

مفتی محمد نسیم مصباحی:

مفتی صاحب ۱۴؍ اپریل ۱۹۶۷ء کو قصبہ التفات گنج، ضلع فیض آباد کے محلہ باغیچہ میں ایک دین دار، علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ کے والد مرحوم مولانا **محمد حسن** بن قاضی **صدیق احمد** شمس العلما حضرت مولانا قاضی **شمس الدین** جعفری جون پوری علیہ الرحمۃ، مصنف ”قانون شریعت“ کے تلمیذ اور بڑے تقویٰ شعار تھے اور دادا مرحوم قصبہ التفات گنج و مضافات کے قاضی تھے۔ آپ نے مدرسہ منظر الاسلام، التفات گنج، دار العلوم منظر حق ٹانڈہ، جامعہ اسلامیہ، روناہی میں متوسطات تک تعلیم حاصل کر کے جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا، چار سال، یہاں محنت سے مصروف تحصیل رہے اور یکم جمادی الآخرہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۳۱؍ دسمبر ۱۹۸۹ء کو دستارِ فضیلت سے نوازے گئے، فقہ سے دل چسپی پہلے بھی تھی پھر حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ سے قریب ہونے کے بعد آپ کی دل چسپی اتنی بڑھی کہ آپ نے باقاعدہ فتویٰ نویسی کی تربیت بھی حاصل کی اور عرصۂ دراز سے آپ دار العلوم اشرفیہ کے ذمہ دار مفتی ہیں۔ آپ خاموش طبع، بزرگ ہیں مگر آپ کی خموشی میں فقاہت کے اسرار مضمر ہوتے ہیں، شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی تین جلدیں آپ کی ترتیب و تحقیق کے ساتھ شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں اب یہ چوتھی جلد بھی ان کی کاوشوں سے

بحمدہ تعالیٰ منظر عام پر آرہی ہے، خدائے پاک ان کو اس کے بدلے میں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

مولانا محمود علی مشاہدی:

آپ ۲۹؍ دسمبر ۱۹۸۴ء کو اِٹوا، ضلع سدھارتھ نگر کے موضع ڈوکم اَمیا میں جناب **مقصود علی بن رحمت علی بن عنایت علی** کے گھر پیدا ہوئے اور مدرسہ حشمت العلوم، ڈوکم اَمیا اور مدرسہ امداد العلوم، مٹھنا میں درجۂ خامسہ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ جامعہ اشرفیہ میں داخل ہوئے، نصابِ تعلیم میں فرق کی وجہ سے جامعہ کے درجۂ خامسہ سے تعلیم شروع کی اور ۲۰۰۳ء میں فراغت کے بعد بھی تشنگیِ علم برقرار رہی، اس لیے مزید، دو سال یہاں رہ کر آپ نے درجۂ تحقیقِ فقہ کا نصاب بھی مکمل پڑھا اور فتویٰ نویسی کی اچھی مشق کی، اس تحقیق اور مشق نے آپ کی خوابیدہ صلاحیتوں کو خوب خوب نکھارا اور اب آپ ایک اچھے مفتی، مدرس، مقالہ نگار اور مصنف ہیں۔

شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی ترتیب و اشاعت میں شروع ہی سے آپ کا تعاون حاصل رہا ہے اور پیش نظر جلد میں تو آپ نے قابلِ قدر کام کیے ہیں خدائے پاک آپ کو دارین میں اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔ آمین

ترتیب کا کام تو بورڈ کی تشکیل کے بعد ہی شروع کر دیا گیا تھا مگر کچھ موانع کی وجہ سے تاخیر پر تاخیر ہوتی رہی، سب سے پہلے ہم نے "**فتاویٰ حافظ ملت**" کی تحقیق کا کام محب محترم جناب مولانا **محمد جنید** مصباحی، استاذ دار العلوم اشرفیہ کو ہمراہ لے کر شروع کیا، تحقیق مکمل ہوگئی تو اس کے مرتب حضرت مولانا **مبارک حسین** مصباحی مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ کو اشاعت کے لیے سپرد کر دیا، وہ اپنی صواب دید کے مطابق اسے شائع فرمائیں گے۔ اس مجموعہ کا نام "**فتاویٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور**" جلد اول ہے۔

حضرت مولانا **مبارک حسین** مصباحی، دار العلوم اشرفیہ کے استاذ، کہنہ مشق قلم کار، اور خطیب و ادیب ہیں، تحقیق کا ذوق بھی اچھا ہے، بہت سی کتابوں کے مصنف اور تلخیص نگار ہیں۔ حافظ ملت اور کئی اساتذۂ کبار رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاوی کو رجسٹر سے نقل کر کے تحقیق و تخریج کے بعد ماہنامہ اشرفیہ میں "فتاویٰ حافظ ملت" کے عنوان سے شائع فرما چکے ہیں۔

آپ نے "فتاویٰ حافظ ملت" میں دار العلوم اشرفیہ کے کچھ بڑے اساتذہ کے ایسے فتاوی بھی شامل کیے ہیں جو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مصدقہ ہیں، یہ مولانا موصوف کی زندگی کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور اس کے لیے وہ ملت کی طرف سے شکریہ کے حق دار ہیں۔

اس کے بعد ہم نے حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی طرف توجہ کی، اگست ۲۰۱۷ء کے اواخر میں حضرت مفتی **محمد نسیم** صاحب نے یہ مجموعہ میرے حوالے کر دیا تھا مگر کثرتِ کار اور علالتِ چشم کے باعث نظر ثانی میں کچھ تاخیر ہوئی، یہاں تک کہ ماہ نومبر ۲۰۱۷ء میں نوٹ بندی ہو گئی، پھر یہ کام بھی بند ہو گیا، رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں حضرت مولانا **محمود علی** مشاہدی صاحب مجھے یہ فتاویٰ سناتے اور میں حسبِ ضرورت کہیں کہیں کچھ حواشی لکھوا دیتا یا کچھ جزئیات کی نشان دہی کر دیتا تو وہ کتابوں سے تلاش کر کے نقل کر دیتے، شوال میں مدرسہ کھلنے کے بعد پھر میں مصروف ہو گیا اور تحقیق کے کام میں تاخیر ہونے لگی تو طریقِ کار بدلنا پڑا، میں نے مولانا موصوف سے گزارش کی کہ وہ خود بغور پڑھیں اور جہاں کہیں انھیں کچھ تردّد ہو اسے نوٹ کر لیا کریں پھر کسی روز مجھ سے تبادلۂ خیال کر کے اسے آخری شکل دیں، اس طور پر یہ کام جیسے تیسے مکمل تو ہو گیا مگر ابھی ایک مرحلہ باقی ہے وہ ہے بورڈ کے صدر، صدر العلما حضرت مولانا **محمد احمد** مصباحی دام ظلہ العالی کی نظر ثانی کا، اور عرسِ عزیزی میں صرف چند روز باقی رہ گئے، میں نے مزید تاخیر مناسب نہ سمجھی، اس لیے حضرت سے اجازت لے کر اپنی ذمہ داری پر اسے پریس بھیج رہا ہوں، اہلِ نظر کو کہیں کوئی خطا ملے تو مجھے آگاہ فرمائیں کیوں کہ اس خطا کی ذمہ داری میرے سر آتی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے گی۔

اس سلسلے کی چھٹی جلد حضرت مفتی **محمد نسیم** صاحب دام مجدہ کے پاس ہے جو زیر ترتیب ہے اور ساتویں، آٹھویں، نویں جلدیں حضرت مولانا **محمود علی** مشاہدی اور حضرت مولانا **صادق علی** مصباحی کی جد و جہد سے تقریباً تیار ہیں۔ ہم اللہ عزّ و جل کے فضل و توفیق پر بھروسا رکھتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ عزّ و جل اگلے سال عرس عزیزی تک فتاویٰ شارح بخاری کی کئی جلدیں شائع کر کے اہلِ اسلام کی خدمت میں پیش کریں گے۔ واللہ المستعان و علیه التكلان و هو حسبي و نعم الوكيل.

محمد نظام الدین الرضوی

(محمد نظام الدین رضوی)

صدر المدرسین و صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ

۳۱؍ جنوری ۲۰۱۸ء، بروز چہار شنبہ

اجمالی فہرست

كتاب الطهارة :   صفحه   ٢٧   تا   ١٢٨

كتاب الصلاة :   صفحه   ١٢٩   تا   ٧٧٧

كتابُ الطَهارَة

(فتاوی کی تعداد : ۱۳۲)

ابواب	فتاوی کی تعداد
الباب الأول في الوضوء	۲۱
الباب الثاني في الغسل	۲۲
الباب الثالث في المياه	۳۵
الباب الرابع في التيمم	۱
الباب الخامس في الدماء المختصة بالنساء	۱٤
الباب السادس في النجاسة وأحكامها	۳۹
میزان	۱۳۲

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلحمدُ لِلّٰهِ العزيزِ الغفّار. والصَّلاة وَالسَّلَام علىٰ نبيّهٖ المُختار. وعَلىٰ آله وصَحبهٖ الاَخيار. لا سيّما الشّيخَين الصّاحبَين. الاٰخِذَين مِنَ الشريعة والحقيقة بكلا الطرفَين. وعلىٰ مجتهدِى ملّتهٖ. وَفُقَهَاءِ اُمَّتِهٖ. وعلىٰ جميع مَن تمسّك بسنّتهٖ

الباب الأول في الوضوء

وضو کا بیان

[۱] وضو کرنے سے گناہ صغیرہ جھڑ جاتے ہیں

مسئلہ وضو کے پانی کے ساتھ گناہ صغائر جھڑتے ہیں یا گناہ کبائر؟ مہربانی فرماکر جواب عنایت فرمائیں۔

حبیب نوری، جامعہ نوریہ، مدن مارکیٹ، پالاگھاٹ (ایم پی)

الجواب

وضو کرنے سے اعضاے وضو سے گناہ صغیرہ جھڑتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ گر جاتے ہیں۔ اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ نکل گئے اور جب منہ دھویا تو اس کے چہرے کے گناہ نکلے یہاں تک کہ پلکوں کے نکلے اور جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں کے گناہ نکلے یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخن سے نکلے اور جب سر کا مسح کیا تو سر کے گناہ نکلے یہاں تک کہ کانوں سے نکلے اور جب پاؤں دھوئے تو پاؤں کی خطائیں نکلیں یہاں تک کہ ناخنوں سے پھر اس کا مسجد کو جانا اور نماز پڑھنا مزید برآں۔ (۱)

دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

---

(۱)- موطا امام مالک میں ہے: عن عبد الله الصنابحی: أن رسول الله ﷺ قال: إذا توضأ العبد المؤمن فمضمض خرجت الخطايا من فيه، فإذا استنثر خرجت الخطايا من أنفه، فإذا غسل وجهه خرجت الخطايا من وجهه حتى تخرج من تحت أشفار عينيه، فإذا غسل يديه خرجت الخطايا من يديه حتى تخرج من تحت أظفار يديه، فإذا مسح رأسه خرجت الخطايا من رأسه حتى تخرج من أذنيه، فإذا غسل رجليه خرجت الخطايا من رجليه حتى تخرج من تحت أظفار رجليه، ثم كان مشيه إلى المسجد وصلاته نافلة له. [ج:۱، ص:۳۳، رقم الحديث: ۷٤] المشاهدی

إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ألا أدلكم على ما يمحو الله به الخطايا و يرفع به الدرجات؟ قالوا: بلى يا رسول الله! قال: إسباغ الوضو على المكاره.(۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمھیں اس چیز کی خبر نہ دے دوں جس کے سبب اللہ تعالی خطائیں مٹاتا ہے اور درجات بلند فرماتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں، یارسول اللہ! حضور نے ارشاد فرمایا: جس وقت وضو ناگوار ہو اس وقت وضو کامل کرنا۔

واللہ اعلم۔

[۲] غسل کے وضو سے نماز پڑھنا جائز ہے

مسئلہ غسل کرتے وقت جو وضو کیا جاتا ہے اس سے نماز جائز ہے یا نہیں؟

شمس الدین انصاری، اڑیسہ

الجواب

جائز ہے، غسل (مسنون) کے بعد وضو فرض نہیں، غسل کا وضو ہی کافی ہے۔ رد المحتار میں ہے:

"إن الصلاة تصح عندنا بالوضوء ولو لم يكن منو يا"(۲)

بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے بعد بغیر فصل کے وضو کرنا مکروہ ہے۔

قال العلامة نوح أفندى: بل ورد ما يدل على كراهته.(۳)

واللہ تعالی اعلم

(۱)- جامع الترمذی، ج:۱، ص:۱۸، کتاب الطهارة، باب فی إسباغ الوضو

• الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۱۲۷، کتاب الطهارة، باب فی إسباغ الوضو، مجلس البرکات، مبارك پور.

عن عثمان قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من توضأ فأحسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من تحت أظفاره. متفق عليه

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جو بندہ وضوے کامل کرتا ہے اس کے بدن سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح، ص:۳۸، کتاب الطہارۃ، مجلس البرکات، مبارک پور۔)

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں: (خرجت خطاياه) لكن هذا العام خص بالصغائر المتعلقة بحقوق الله تعالى. (مرقاۃ المفاتیح، جلد:۲، ص:۹، کتاب الطہارۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

حدیث کا یہ عموم ان صغائر کے ساتھ مخصوص ہے جو حقوق اللہ سے متعلق ہیں۔ محمد نسیم مصباحی

(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۱، ص: ۲۲۳، کتاب الطهارة، مطلب: الفرق بين الطاعة إلخ، دار الکتب العلمیه، بیروت.

(۳)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۱، ص: ۲۹٤، کتاب الطهارة، مطلب: سنن الغسل، دار الکتب العلمية، بيروت.

[۳] جس نے آنکھ میں لینس لگوایا ہے اس کا غسل و وضو صحیح ہے یا نہیں

مسئلہ ابھی ماضی قریب میں ایک نئی قسم کے عینک کا ایجاد ہوا ہے جس کو کانٹیکٹ لینس Contact Lence کہتے ہیں اور وہ آنکھوں میں جو سیاہی ہے (یعنی کیکی) اس کے بقدر سائز میں ہوتا ہے۔ ضرورت پر اس کو کیکی پر لگا دیتے ہیں۔ سوال اب یہ ہے کہ اس قسم کے عینک کے ہوتے ہوئے وضو و غسل جنابت درست ہوگا یا نہیں؟ کیوں کہ وہ آنکھ کے اندر کیکی کے اوپر ہوتا ہے اور اس کو بار بار نکالنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ بینوا توجروا۔

داؤد ابراہیم، پوسٹ بکس ۵۰۸۵، لمبے (Lembe) ملاوی (Malawi) افریقہ/ ۲۳ر رجب ۱۴۰۳ھ

الجواب

خاص عینک کے نکالنے میں اگر دشواری نہ بھی ہوتی ہو تو بھی اس کے ہوتے ہوئے وضو و غسل جنابت صحیح ہے۔ اس لیے کہ وضو و غسل میں آنکھ کے اندر کا حصہ دھونا فرض یا واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۴] کس انگلی سے پیر کی انگلیوں میں خلال کرنا چاہیے

مسئلہ وضو کرتے وقت پیر کی انگلیوں میں خلال کرنے کے لیے بائیں ہاتھ کی کون سی انگلی استعمال کرنی چاہیے، انگوٹھا یا چھوٹی انگلی؟ از راہ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں جو تسکین کے لیے بس ہو۔ بینوا توجروا۔

محمد حسیب صاحب چکی والے، لکھنؤ ناکہ، سلطان پور

۱۳ر صفر ۱۳۹۹ھ

الجواب

پیر کا خلال کرنے میں بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی استعمال کرنی چاہیے۔ در مختار میں ہے "وتخليل الأصابع اليدين بالتشبيك والرجلين بخنصر يده اليسرى [1]". واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- الدر المختار على رد المحتار، ج:۱، ص:۲۳۸، ۲۳۹، كتاب الطهارة، باب سنن الوضو، دار الكتب العلمية بيروت.

[۵] وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے یا مسح کرنا

مسئلہ وضو میں پیر دھونا فرض ہے یا پیر کا مسح کرنا فرض ہے۔ قرآن سے اس کی سند بیان فرمائیں اور اگر ان مسائل میں چاروں ائمہ کے مسلکوں میں اختلاف ہو تو چاروں مسلک کے رو سے الگ الگ جوابات تحریر فرمائیں۔

سید حیدر علی

۱۳؍ جنوری ۱۹۸۴ء

الجواب

اس پر چاروں ائمہ کا اتفاق ہے کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے، پاؤں پر صرف مسح کافی نہیں۔ ہاں! اگر موزے پہنے ہوئے ہو اور وہ موزہ وضو پر پہنا ہو تو بجاے پاؤں دھونے کے موزوں پر مسح کافی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

”یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ[1]“۔

اے ایمان والو! جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور سروں کا مسح کرو اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھوؤ۔

”أرجلکم“ کا عطف ”رُؤوس“ پر درست نہیں ہو سکتا۔ اس کا عطف ”وُجوھَکم“ پر ہے اس لیے چہرے کی طرح پاؤں کا دھونا بھی فرض ہے مگر چوں کہ احادیث کثیرہ مشہورہ میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا اس لیے موزوں پر بھی مسح درست ہے۔

آپ نے دلیل صرف قرآن سے مانگی ہے اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ شاید آپ حدیث کے منکر ہیں، خدا نخواستہ اگر ایسی بات ہے تو آپ اپنے ایمان کی خبر لیجیے۔ اس بارے میں رافضی یہ کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض نہیں، مسح کر لینا کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جن موزوں پر مسح جائز ہے وہ آج کل کے اونی سوتی کے موزے نہیں، نائیلن بلکہ چمڑے کے یا کرمچ وغیرہ ایسی دبیز چیز کے ہوں کہ بغیر بندش کے پاؤں میں رکے رہیں چلنے میں نکل نہ پڑیں اور اتنے دبیز ہوں کہ اگر اس پر پانی گرے تو چھن کر پاؤں تک نہ چلا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۷؍ ربیع الآخر، ۱۴۰۴ھ

---

(۱)- القرآن المجید، الجزء: ۵، سورة المائدة، الآية: ٦.

[۶] وضوو غسل کا پانی عام نالیوں میں بہانے کا حکم

مسئلہ میت کے غسل کا پانی، وضو کا ماء مستعمل عام گڑھا یا نالی میں جانے دیا جائے، یا اس کے لیے الگ گڑھا کھود کر رکھا جائے، شرعا کیا حکم ہے؟

محفوظ الرحمن قادری میمن مسجد

الجواب

وضو کے لیے جگہ بنی ہو وہاں وضو کیا جائے اگر کوئی دشواری نہ ہو تو نالی کا نکاس ایسا بنائیں کہ وہ کسی نجس جگہ نہ بہنے پائے مگر شہر اور قصبات میں بلکہ بڑے دیہاتوں میں یہ تقریباً ناممکن ہے؛ اس لیے اگر وضو کے پانی کی نالی ایسی عام نالیوں میں ملتی ہے جہاں نجس پانی ہوتا ہے تو بضرورت معاف ہے۔ میت کے غسل کے پانی کا بھی وہی حکم ہے، بہتر یہی ہے کہ گڑھا کھود کر میت کو نہلائیں پھر اسے پاٹ دیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۷] ووٹ ڈالنے کے بعد انگلی پر جو نشان لگا دیا جاتا ہے اس کے ہوتے ہوئے وضوو غسل صحیح ہیں یا نہیں

مسئلہ ووٹ ڈالتے وقت انگلی میں نشان لگا دیا جاتا ہے جو ضروری ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ رنگ ہے یا پالش یعنی اس کے چھڑائے بغیر وضو اور غسل وغیرہ درست ہے یا نہیں؟

مولانا محمد خورشید انور، مدرسہ مدینۃ الاسلام، شاہی چترا، بہار

الجواب

اس نشان کو چھڑانا مشکل ہوتا ہے اس لیے اس نشان کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل صحیح ہے جیسے کسی عورت نے انگلی میں منہدی لگائی تو اس پر یہ واجب نہیں کہ اس رنگ کو چھڑائے اس رنگ کے ہوتے ہوئے وضوو غسل صحیح ہے۔ اسی طرح ووٹ والے اس نشان کے ہوتے ہوئے بھی وضو صحیح ہے [۱]۔ واللہ تعالی اعلم۔

۷؍ صفر ۱۴۱۹ھ

---

(۱)- یہ نشان خالص رنگ ہے، پالش نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آہستہ آہستہ وہ نشان مٹ تو جاتا ہے مگر اس کی کوئی تہ نہیں چھوٹتی اس لیے جو حکم منہدی کے رنگ کا ہے وہی حکم اس نشان کا بھی ہے۔ ہاں! اس زمانے میں منہدی کے نام پر پالش کی بھی ایجاد ہو چکی ہے جو بظاہر منہدی معلوم ہوتی ہے مگر اس کے لگانے کے دو تین دن بعد اس کی تہ چھوٹتی ہے۔ یہ مانع وضو ہے کہ یہ کھال تک آب وضو کو پہنچنے سے روک دیتی ہے۔ ۱۲ محمد نظام الدین رضوی

[۸] سر کے مسح کا مسنون طریقہ

مسئلہ مسح راس کا مستحب طریقہ کیا ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

مولانا عبد المبین نعمانی، صدر مدرس دار العلوم قادریہ چریاکوٹ، مئو، یوپی

الجواب

مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاوی رضویہ جلد اول ص:۲۵۸ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"سارے سر کا مسح سنت ہے اور اس کا جو یہ طریقہ بعض نے رکھا ہے کہ: "ہر ہاتھ کی تین انگلیاں سر کے اگلے حصے پر رکھے انگوٹھا اور کلمے کی انگلی اور ہتھیلی نہ لگائے، ان چھ انگلیوں کو آگے سے گدی تک وسط سر پر لے جائے اور ہتھیلیوں سے سر کے کروٹوں پر مسح کرے اور کانوں کے پچھلے حصے کو انگوٹھوں اور اگلے کو انگشتان شہادت کے پیٹ، اور گردن کے پچھلے حصے کو انگلیوں کی پشت سے مسح کرے"۔ اس طریقے کی کچھ حاجت نہیں، اس میں تکلفات ہیں اور وہ بھی بلاوجہ۔

بلکہ سارے ہاتھ سر کے آگے سے گدی تک کھینچ لے جائے یوں کہ سر کے اگلے حصے میں وسط سر پر دونوں طرف انگلیاں رکھے اور سر کے کروٹوں پر ہتھیلیاں اس میں سر کا استیعاب ہو جائے گا۔ (۱)

پھر اسی کے ص:۷۳۰ کے حاشیے پر تحریر فرمایا:

مسح سر میں ادائے سنت کو یہ بھی کافی ہے کہ انگلیاں سر کے اگلے حصے پر رکھے اور ہتھیلیاں سر کے کروٹوں پر اور ہاتھ جما کر گدی تک کھینچتا لے جائے۔ (۲)

اس طریقے کی تعیین میں دونوں جگہ فتاوی قاضی خاں کی یہ عبارت پیش فرمائی: "قال الإمام فقيه النفس: الاستيعاب في مسح الرأس سنة، وصورة ذلك أن يضع أصابع يديه على مقدم رأسه وكفيه على فَوْدَيْه (۳) ويمدهما إلى قفاه فيجوز. وأشار بعضهم إلى طريق آخر احترازا عن استعمال الماء المستعمل إلا أن ذلك لا يمكن إلا بكلفة ومشقة فيجوز الأول

(۱)- فتاوى رضويه، كتاب الطهارة، ج:۱، ص:۲۵۸، رضا اكيڈمي.
(۲)- فتاوى رضويه، كتاب الطهارة، ج:۱، ص:۷۳۰، رضا اكيڈمي.
(۳)- اَلْفَوْدُ: جمع أفواد، تثنيه: فودين. کنپٹی۔

ولا يصير الماء مستعملا ضرورة إقامة السنة. (۱)

لیکن اسی (فتاوی رضویہ) میں ایک صفحہ پہلے ص:۷۲۹ کے حاشیے میں تحریر فرمایا:

وضو میں مسح سر کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنی ساری ہتھیلیاں انگلیوں کے سرے تک تر کرے، پھر دونوں انگوٹھے اور کلمے کی انگلیاں اور ہتھیلیاں جدا رکھ کر باقی تین تین انگلیاں پوری پیشانی پر رکھ کر آخر سر تک ہاتھ جما کر پھیرے پھر سر کی دونوں کروٹیں دونوں ہتھیلیوں سے مسح کرے۔ (۲)

اس کی تائید میں فرمایا:

مااستحسنوا في صفة مسح الرأس والأذنين والرقبة كما ذكره في الخلاصة والعناية والمنية وفي الحلية عن الزاهدي عن البحر المحيط وفي النهر وغيرها من الأسفار الغر، وقال في الحلية: تواردها غير واحد من المتأخرين من غير تعقب إھ وهذا لفظ الخلاصة: استيعاب الرأس سنة، وكيفيته: أن يبل كفيه وأصابع يديه و يضع بطون ثلاثة أصابع من كل كف على مقدم الرأس و يعزل السبابتين والإبهامين ويجافى الكفين ويجرهما إلى مؤخر الرأس ثم يمسح الفودين بالكفين ويمسح ظاهر الأذنين. إلخ، وزاد غير الخلاصة والمنية هكذا روت عائشة رضي الله تعالى عنها مسح رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم. إھ (۳)

پہلی عبارت سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ راجح یہی طریقہ ہے جو خانیہ سے منقول ہوا کہ ہتھیلیوں اور انگلیوں سمیت ایک ہی بار پورے سر کا مسح کر لیں اس لیے کہ فرمایا: اس میں تکلفات ہیں" لیکن ص:۷۲۹، ۷۳۰ کی عبارتیں اس پر نص ہیں کہ بہتر دوسرا طریقہ ہے۔ اس لیے کہ ص:۷۳۰ پر پہلے طریقے کو فرمایا۔ مسح راس میں ادائے سنت کو یہ بھی کافی ہے۔ اس سے خود مستفاد کہ دوسرا طریقہ بہتر ہے بلکہ ص:۷۲۹ کی عبارت نص صریح ہے کہ دوسرا طریقہ بہتر ہے۔ صاف فرمایا: مسح سر کا بہتر طریقہ یہ ہے، پھر اصل فتوے میں "مااستحسنوا في صفة مسح الرأس" یہ بھی اسی کی دلیل ہے۔ اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ یہ طریقہ مستحب ہے کہ نہیں۔ استحسان سے استحباب پر دلیل لائی جا سکتی ہے اگرچہ یہ بھی کلیۃً صحیح نہیں لیکن باعتبار اغلب واکثر درست ہے اسی

---

(۱)- فتاوی رضویہ، کتاب الطهارة، ج:۱، ص:۷۳۰، رضا اکیڈمی.

(۲)- فتاوی رضویہ، کتاب الطهارة، ج:۱، ص:۷۲۹، رضا اکیڈمی، ممبئی.

(۳)- فتاوی رضویہ، کتاب الطهارة، ج:۱، ص:۷۲۹، رضا اکیڈمی، ممبئی.

لیے بہار شریعت میں اسے مستحب کہا۔ (۱)

ہاں اس طریقے کے مستحب ہونے کی سب سے قوی دلیل جو اصل فتوے کے اخیر میں عربی عبارت میں فرمایا: ”وزاد غیر الخلاصة والمنیة هكذا روت عائشة رضي الله تعالی عنها مسح رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم “(۲) کہ جب یہ طریقہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مروی ہے تو کم از کم اس کے مستحب ہونے میں کیا شبہہ۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند الله تعالی وعلمه أجل وأتم۔

۱۸/ ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ

[۹] کس طرف رخ کر کے وضو بنانا مستحب ہے

مسئلہ وضوخانہ کس رخ کا ہونا چاہیے اگر کسی مسجد کا وضوخانہ اس طرح ہو کہ وضو کے وقت منہ جانب مشرق پر اور پشت مغرب ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

محمد کلیم الدین، سکریٹری مدرسہ احمدیہ جے نگر، ہزاری باغ (بہار)

الجواب

بہتر یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو، وضو کے وقت قبلہ کو منہ کرنا مستحب ہے۔ لیکن اگر قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے وضو بنائیں تو کوئی کراہت نہیں۔ پورب رخ وضوخانہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۰] حالت بیداری میں صرف لیٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

مسئلہ وضو رہنے پر بیداری میں لیٹنے سے چاہے جس طرح سے لیٹے خواہ چت لیٹے، یا پٹ لیٹے، یا کروٹ لیٹے، یا تکیہ لگا کر لیٹے، یا کسی چیز کے سہارے لیٹے کہ وہ چیز کھینچ لینے سے گر پڑے کیا صورت مسئولہ میں وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ عوام الناس کہتے ہیں کہ باوضو شخص کسی چیز کے سہارے لیٹے جب کہ وہ چیز کھینچ لینے سے یہ شخص گر

(۱)- بہار شریعت میں ہے: مسح سر میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کا سرا دوسرے ہاتھ کی تینوں انگلیوں کے سرے سے ملائے اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا ہوا واپس لائے [حصہ دوم، ص:۳- وضو کے مستحبات، دعوت اسلامی]　محمود علی مشاہدی

(۲)- فتاوی رضویہ، کتاب الطهارة، ج:۱، ص:۷۲۹، رضا اکیڈمی

پڑے تو یقیناوضوٹوٹ جائے گالیکن راقم الحروف اس کا قائل نہیں ہے۔ فارسی مالابد منہ اور اردو کی کتابوں میں جو لکھاہے کہ باوضو شخص ایسی چیز کے سہارے سوئے کہ اس کو کھینچ لینے سے یہ شخص گرپڑے تو وضوٹوٹ جائے گا۔ راقم الحروف اس کا قائل ہے کیوں کہ سونے اور لیٹنے میں فرق ہے سونااس کو کہتے ہیں نیند سے ہواور لیٹنااس کو کہتے ہیں کہ بیدار ہو، عوام سونے اور لیٹنے کوایک ہی سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ راقم الحروف کے علم میں ایک نہیں ہے بلکہ دو ہیں، اس کومفصل طور پر سمجھادیاجائے کہ شرعاکیاحکم ہے تاکہ عوام کواعتراض کاموقع نہ رہے۔

محمد علی امام، مسجد نیچواپانڈے ٹولہ، جلال پور، ضلع گوپال گنج، بہار

الجواب

بیدار ہوتے ہوئے صرف لیٹنے سے وضونہیں ٹوٹتا کیسے بھی لیٹے، ہاں! بعض صورتوں میں سونے سے وضوٹوٹ جاتاہے جیساکہ سوال میں تصریح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۱] بچے کودودھ پلانے سے وضونہیں ٹوٹتا

مسئلہ ماں نے وضو کے بعد بچے کودودھ پلایاتو وضومیں کوئی نقص پیدا ہوگیا؟ اگر بحالت نماز بچے نے پی لیاتوکیاحکم ہے؟

کلیم احمد، محلہ الہ دادپور، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر، یوپی

الجواب

ان دونوں باتوں سے وضونہیں ٹوٹے گا۔ بدن سے نجاست نکلنے پر وضوٹوٹتاہے۔ دودھ نجس اور ناپاک نہیں، بچے نے از خود نماز کی حالت میں ماں کا دودھ پی لیاتونماز ہوگئی لیکن اگر ماں نے بچے کو گود میں لے کر، یا زمین پر بیٹھے بیٹھے کپڑا ہٹاکر سرگھسیٹ کرچھاتی منہ میں دی نماز فاسد ہوجائے گی، کہ عمل کثیر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۲] حالت نماز میں ریح کاغلبہ ہوتوکیاکرناچاہیے

مسئلہ ایک عام مسلمان بھی اس سے واقف ہے کہ ہواآئے تو ہوا کے خارج ہوجانے سے وضوٹوٹ جاتاہے اگر نماز میں یہ معاملہ پیش آئے توکیااسے نماز ہونے تک روکے رکھے نماز پوری کرلیناجائز ہے؟ کیا

اس سے نماز مکمل ہوگی؟ بینوا توجروا۔

محمد نعیم احمد، ایجنسی بک، کالپیٹ ہبلی، کرناٹک

الجواب

اگر روکنے میں ذہن بٹنے کا اندیشہ نہ ہو تو روک کر نماز پوری کر لے اور اگر اس کا اندیشہ ہو کہ روکنے کی وجہ سے حضور قلب نہ ہوگا تو ہوا نہ روکے۔ اور دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھے۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۳] نماز میں پیشاب کا قطرہ آجائے تو کیا حکم ہے

مسئلہ ایک شخص کو پیشاب کے قطرات آتے رہتے ہیں اکثر نماز میں ریاح اور ریاح کے ساتھ پیشاب بھی ایک، دو قطرے نکل آتا ہے کیا نماز چھوڑ کر پھر سے کپڑے بدل کر وضو کر کے نماز پڑھے یا اسی حالت میں نماز پڑھے؟

سید عبد الحفیظ علوی بارہ بنکی، موضع بلکھرہ پوسٹ ہورہ ڈلٹی، ضلع بارہ بنکی، یوپی

الجواب

یہ شخص نماز فوراً چھوڑ دے پیشاب کا قطرہ آتے ہی وضو ٹوٹ گیا اور نماز ختم ہوگئی۔ پیشاب کی جگہ دھو کر، کپڑا بدل کر (۲) تازہ وضو کر کے پھر سے نماز پڑھے۔ بطور حفظ ما تقدم سوراخ ذکر میں خوب روئی ٹھونس لے پھر نماز پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹/ ربیع الاول شریف، ۱۴۱۵ھ

---

(۱)- یہ حکم اس وقت ہے جب یہ اطمینان ہو کہ اس کی ریح میں بدبو نہیں ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس کی ریح بدبودار ہے تو ممکن حد تک مسجد میں ریح خارج کرنے سے بچے، اور جو مغلوب و مجبور ہو وہ معذور ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لا صلاة بحضرة الطعام، ولا هو يدافعه الأخبثان [الصحيح لمسلم، باب لا صلاة بحضرة طعام، ج:۱، ص: ۳۹۳، رقم الحديث: ۵۶۰] الرضوی غفر له

(۲)- لنگی یا پاجامے میں پیشاب کے ایک یا دو قطرے لگے ہوں تو کپڑے بدلنا سنت ہے اور اگر زیادہ قطرے ٹپک گئے کہ ان کے پھیلاؤ کی مقدار ایک درہم یعنی ایک انگریزی روپے کے برابر ہوگئی تو کپڑے بدلنا یا ناپاک کپڑے کو پاک کر کے پہننا واجب ہے بغیر اس کے نماز پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ اور اگر پیشاب کا پھیلاؤ ایک انگریزی روپے سے زیادہ ہو تو کپڑا بدلنا، یا ناپاک کپڑے کو پاک کر کے پہننا فرض ہوگا۔ اور ایسا کیے بغیر نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوگی۔ در مختار میں ہے:

(وعفا) الشارع (عن قدر درهم) وإن كره تحريما، فيجب غسله، ومادونه تنزيها فيسن، وفوقه مبطل. [ج:۱، ص:۳۱۶، كتاب الطهارة، باب الأنجاس]

فتوے میں کپڑا بدلنے کا حکم وجوبی نہیں۔ ۱۲ محمد نظام الدین رضوی

[۱۴] جو چیز ناقض وضو نہیں وہ ناپاک نہیں

مسئلہ فتاوی رضویہ جلد اول ص: ۴۲ میں ہے ”مختلف جلسوں میں اتنا خون نکلا کہ اگر ایک بار آتا ضرور بہ جاتا تو اب بھی نہ وضو جائے نہ کپڑا ناپاک ہو کہ ہر بار اتنا نکلا ہے جس میں بہنے کی قوت نہ تھی“ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ کپڑا جس میں خون بار بار تھوڑا تھوڑا نکل کر جم گیا ہو پاک ہے؟ اگر پاک ہے تو وضو کر کے اس سے چہرہ صاف کرنا جائز ہے؟ براے کرم اس شبہہ کا ازالہ فرمائیں۔

سید نیاز احمد، ۶۰۰۰۰۱ مدراس

الجواب

فتاوی رضویہ کے مسئلے کو بغور پڑھیے فرمایا ہے: ”خون اتنا نکلا کہ اس میں بہنے کی قوت نہ ہو“ اس کی تفصیل اس کے پہلے والے صفحہ میں فرمادی ہے، اسے دیکھ لیں اگر اسی کے مطابق خون نکلا اور وہ کپڑے میں ایک ہی جگہ لگتا گیا اور کئی مجلس میں نکلا تو یہ خون پاک ہے، کپڑے میں اس طرح خون لگا ہو تو کپڑا ابھی پاک ہے اور اس میں نماز صحیح[1]؛ اس لیے کہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ ”جو ناقض وضو نہیں وہ

(۱)- جیسا کہ فتوے سے ظاہر ہے یہ حکم اس وقت ہے جب خون مختلف نشستوں میں نکلا ہو اور ہر بار اتنا ہی نکلا کہ اس میں بہنے کی صلاحیت نہیں تھی، اور اگر کئی نشستوں میں نکلا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اس صورت میں کپڑا ابھی ناپاک ہوگا۔ فتاوی رضویہ کی متعلقہ عبارت یہ ہے:
”ابھرنا کہ خون و ریم اپنی جگہ سے بڑھ کر جسم کی سطح، یا دانے کے منہ سے اوپر ایک بولے کی صورت ہو کر رہ گیا کہ اس کا جرم سطح جسم و آبلہ سے اوپر ہے مگر نہ وہاں سے ڈھلا نہ ڈھلکنے کی قوت رکھتا تھا جیسے سُوئی چبھونے میں ہوتا ہے کہ خون کی خفیف بوند نکلی اور نقطے یا دانے کی شکل پر ہو کر رہ گئی آگے نہ ڈھلکی اور اسی قسم کی اور صُورتیں، ان میں بھی ہمارے علماء کے مذہب اصح میں وضو نہیں جاتا، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی اور اسی حکم میں داخل ہے یہ کہ خون یا ریم اُبھرا اور فی الحال اس میں قوتِ سیلان نہیں اُسے کپڑے سے پونچھ ڈالا، دوسرے جلسے میں پھر اُبھرا اور صاف کر دیا یوں ہی مختلف جلسوں میں اتنا نکلا کہ اگر ایک بار آتا ضرور بہ جاتا تو اب بھی نہ وضو جائے نہ کپڑا ناپاک ہو کہ ہر بار اُتنا نکلا ہے جس میں بہنے کی قوت نہ تھی۔

ہاں جلسہ واحدہ میں ایسا ہوا تو وضو جاتا رہے گا کہ مجلس واحد کا نکلا ہوا گویا ایک بار کا نکلا ہوا ہے۔ یوں ہی اگر خون اُبھرا اور اُس پر مٹی وغیرہ ڈال دی پھر اُبھرا پھر ڈالی اسی طرح کیا تو وضو نہ رہے گا۔ جب کہ ایک جلسے میں بقدر سیلان جمع ہو جاتا کہ یہ بہنے ہی کی صورت ہے اگرچہ عارض کے سبب صرف اُبھرنا ظاہر ہوا اور ایک جلسے میں اتنا ہوتا یا نہ ہوتا اس کا مدار ٹھیک اندازے اور غلبہ ظن پر ہے۔“ [فتاوی رضویہ، ج:۱، ص: ۴۱-۴۲، کتاب الطهارة، باب الوضوء، رضا اکیڈمی] محمد نظام الدین رضوی

ناپاک نہیں "۔[1] جب کپڑا پاک ہے تو اس سے بھیگا ہوا منہ اور دوسرے اعضا پونچھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کپڑے سے بھیگا ہوا مثلا منہ پونچھا تو منہ ناپاک نہ ہوگا لیکن یہ نظافت کے خلاف ہے۔ وھو تعالی أعلم

۲۹ر شوال ۱۴۱۴ھ

[۱۵- ۱۶] وضو توڑنے والی چیزیں

مسئلہ ۱ کن کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

۲ اگر کسی شخص نے وضو کیا اور اس کے بعد اس کے ہاتھ میں، یا بدن کے کسی حصے میں، یا جسم کے نصف حصے میں آدمی کا پاخانہ لگ جائے تو اس پاخانہ کو دھوڈالنے کے بعد اسی وضو سے آدمی نماز پڑھ سکتا ہے یا پھر وضو کر کے نماز پڑھے؟

مشتاق احمد، امام مسجد آزاد نگر، عالم باغ لکھنؤ، یوپی، پن نمبر ۲۲۶۰۰۵

الجواب

۱ مندرجہ ذیل چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے:

پیشاب، یا پاخانہ کے مقام سے جو چیز بھی باہر نکلے معتاد یا غیر معتاد، بدن کے کسی حصے سے خون یا پیپ نکل کر (بہتے ہوئے) ایسی جگہ پہنچ جائے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہو، منہ بھر قے، مباشرت فاحشہ، ہم بستری سے التقاے ختانین ہو جائے۔ (اور بعض صورتوں میں سونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ نسیم) واللہ تعالی اعلم

۲ اسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے۔[2] واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- یہ ایک فقہی ضابطہ ہے، اس سے پیٹ سے خارج ہونے والی ریح مستثنی ہے کہ ریح ناپاک تو نہیں مگر اس کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مگر اس استثنا سے فقہی ضابطے پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیوں کہ فقہی ضابطے عموما اکثری ہوتے ہیں اور حکم اکثری کی بنا پر ہی ان کو ضابطہ کلیہ اور قاعدۂ کلیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اشباہ ونظائر میں بیان کیے گئے ضوابط و قواعد اس کے شاہد ہیں۔ محمد نظام الدین رضوی

(۲)- پاخانہ نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے، بدن پر لگ جانے سے نہیں لہذا اگر بچے کا پاخانہ ماں، باپ وغیرہ کو لگ جائے، یا کسی کا بھی پاخانہ کسی کے جسم میں لگ جائے تو اپنا بدن دھو کر پاک کرلے اور نماز پڑھے، اس کا وضو بدستور باقی ہے، اسے نہ وضو کی حاجت نہ غسل کی، ہاں اطبیعت کی پاکیزگی کے لیے غسل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔ محمد نظام الدین رضوی

[۱۷] آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

مسئلہ کیا آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے شافعی حضرات کے یہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

عبد السلام چک، منگلور، کرناٹک

الجواب

حضرت (امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ اور) امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کا مذہب یہی ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیزیں کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ اس پر اجماع امت ہے۔ علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ تعالی نے شرح مسلم میں لکھا:

وقد اختلف العلماء في قوله صلى الله عليه وسلم : توضأوا مما مست النار . وذهب جماهير العلماء من السلف والخلف إلى أنه لا ينتقض الوضوء بأكل ما مسته النار . ... وهو مذهب مالك، وأبي حنيفة. والشافعي، وأحمد، وإسحاق بن راهويه، ويحيى بن يحيى، وأبي ثور، وأبي خيثمة رحمهم الله. وذهب طائفة إلى وجوب الوضوء الشرعي وضوء الصلاة بأكل ما مسته النار، وهو مروي عن عمر بن عبد العزيز، والحسن البصري، والزهري، وأبي قلابة، وأبي مجلز، ... ثم إن هذا الخلاف الذي حكيناه كان في الصدر الأول ، ثم أجمع العلماء بعد ذلك على أنه لا يجب الوضوء بأكل ما مسته النار.[۱]

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: جس چیز کو آگ نے چھوا ہے اس سے وضو کرو۔ اس بارے میں علما کے مابین اختلاف ہے۔ سلف وخلف کے جمہور علما کا مذہب یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی حضرت امام مالک، حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد، اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن یحییٰ، ابو ثور اور ابو خیثمہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے، اور ایک گروہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے وضو شرعی واجب ہو جاتا ہے اور یہی حضرت عمر بن عبد العزیز اور حسن بصری اور زہری اور ابو قلابہ اور ابو مجلز کا مذہب ہے۔ یہ اختلاف صدر اول میں تھا پھر علما نے اس پر اجماع کر لیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۱)- شرح الصحيح مسلم للنووي، كتاب الحيض، باب الوضو مما مست النار، ج:۱، ص:۱۵٦، مجلس البركات، مبارك پور.

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح بخاری میں حضرت امام نووی کا قول نقل کرکے برقرار رکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ

[۱۸ - ۲۰] قرآن مجید کی جلد سازی کے وقت باوضو رہنا ضروری ہے

مسئلہ میں ایک جلد ساز ہوں اور اکثر و بیشتر ہمارے یہاں قرآن شریف مرمت و جلد سازی کے لیے آتا ہے۔ قرآن مجید کی جلد بندی میں درج ذیل امر نہایت ضروری ہے:

❶ الٹنا پلٹنا، ٹھوکنا، چھید کرنا وغیرہ، زیر غور مسئلہ یہ ہے کہ یہ امر علمائے دین کی نظر میں کیسا ہے اسے کرنے میں کیا دھیان رکھنا ضروری ہے۔

❷ کیا اس کام کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے۔ یا یہ کہ بدن پاک ہونا کافی ہے کیوں کہ گراہک کبھی بھی آتے ہیں اور گھنٹے آدھے گھنٹے کے اندر جلد مکمل کرانا چاہتے ہیں اور یوں بھی دوکان پر اور بازار میں پانی کا میسر ہونا اور وقت کی قلت، دکان داری کا نقصان، بیماری کا عذر، ان سارے مسئلوں کو سامنے رکھتے ہوئے علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔

❸ اگر ان سب باتوں سے قرآن کی بے حرمتی ہوتی ہو تو اس کے معافی کی کیا صورت ہے۔ برائے مہربانی ذرا تفصیل سے لکھیں۔

صلاح الدین خاں، محلہ باز بہادر، اعظم گڑھ، یوپی
یکم ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

الجواب

(۱-۳) یہ تو واجب ہے کہ جلد سازی کے وقت آپ باوضو رہیں۔ اس میں کوئی رعایت نہیں۔

ارشاد ہے: "لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ" [1]۔ قرآن مجید کو وہی لوگ چھوئیں جو خوب پاک ہوں۔

خوب پاک ہونے کا مطلب یہی ہے کہ جنابت سے بھی پاک ہوں اور حدث سے بھی۔ جلد سازی کے وقت بھی اس کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ [2]

(اور باوضو بھی) جلد سازی کے لیے جتنا دبانا کافی ہو، یا الٹنے پلٹنے کی ضرورت ہو اتنا تو معاف ہے۔ ضرورت سے زیادہ ٹھوکنا الٹنا پلٹنا یقیناً بے حرمتی کے مرادف ہے اس سے بچنا لازم ہے اور جو کچھ بے توجہی سے ہوا، اس سے توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۱] نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں

مسئلہ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ وضو کیا عصر کی نماز پڑھی۔ جنازہ آگیا اسی وضو سے نماز جنازہ ادا کیا۔ دفن کرنے کے بعد مغرب کا وقت آگیا اسی وضو سے نماز مغرب ادا کی۔ چند لوگ کہتے ہیں کہ مغرب کی نماز نہیں ہوئی، نماز جنازہ کے بعد پھر سے وضو کر کے نماز پڑھنا چاہیے۔ از روے شریعت حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

جاوید احمد ایڈوکیٹ، قصبہ و پوسٹ مڈیاہو، ضلع جونپور

۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

الجواب

جن لوگوں نے یہ کہا انھوں نے غلط کہا اور دوہرے گناہ کے مجرم ہوئے۔ غلط مسئلہ بتایا اور بے علم ہوتے ہوئے فتویٰ دیا۔ بے علم ہوتے ہوئے فتویٰ دینا حرام و گناہ ہے حتیٰ کہ حدیث میں فرمایا:

---

(۱)- القرآن المجيد، الجزء:۲۷، سورة الواقعة، الآية:۷۹.

(۲)- حکم شرع تو یہی ہے۔ ہاں! اس میں جلد سازوں کے لیے خاص کر آج کے زمانے میں حرج ہے۔ ان کی تساہلی سے اندازہ یہی ہے کہ اکثر اس کا لحاظ نہیں کر پائیں گے؛ اس لیے اس کا حل یہ ہے کہ وہ قرآن پاک کے نیچے اوپر اور پشت کی طرف بھی قرآن پاک کے سائز سے بڑا کاغذ رکھ کر جلد سازی کریں تو بے وضو قرآن چھونے کا گناہ نہ ہوگا، کہ یہ بے وضو سادے کاغذ کو چھونا ہے نہ کہ قرآن مقدس کو۔ بعد میں سائز سے فاضل کاغذ کو کاٹ کر نکال دیں۔ محمد نظام الدین رضوی

"من أفتى بغير علم لعنته ملئكة السماوات والأرض."[1]

جو بے علم فتوی دے گا اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہوگی۔

اس وضو سے مغرب کی نماز بلا کراہت ہوگئی نماز جنازہ پڑھنا، یا جنازہ کو کاندھا دینا، یا میت کو قبر میں اتارنا ناقض وضو نہیں۔ یہ وضو تو اس نے عصر کی نماز کے لیے کیا تھا اگر بالفرض اس نے نماز جنازہ کے لیے وضو کیا ہوتا تو بھی اس وضو سے نماز مغرب بلا کراہت ہو جاتی۔ واللہ تعالی اعلم

(۱)- الجامع الصغير للسيوطي، ج:۲، ص:۲۷۲.

الباب الثاني في الغسل

غسل کا بیان

غسل میں تین باتیں فرض ہیں:

(۱) کلی کرنا کہ منہ کے ہر پرزے، گوشے ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہ جائے۔

(۲) ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے دھلنا۔

(۳) تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پرزے ہر رونگٹے پر پانی بہ جانا۔

غسل کے فرض ہونے کے اسباب درج ذیل ہیں:

(۱) منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا۔

(۲) احتلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو۔

(۳) حشفہ یعنی سر ذکر کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا، دونوں پر غسل واجب کرتا ہے۔ شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت، انزال ہو یا نہ ہو بشرط کہ دونوں مکلف ہوں۔

(۴) حیض سے فارغ ہونا۔

(۵) نفاس کا ختم ہونا۔

[بہار شریعت ملتقطاً، ص:۳۴ تا ص:۴۰، حصہ دوم غسل کا بیان] محمود علی مشاہدی

[۱] غسل کا طریقہ

مسئلہ جنابت کا غسل ہے تو کہاں سے شروع کریں۔ شروع سے لے کر آخر تک کس طرح غسل کریں؟
سید اسماعیل بابو، سائیکل شاپ، کامن بازار، ای پی

الجواب

پہلے جہاں بدن میں نجاست لگی ہو اسے دور کرے، سب سے پہلے غسل کی نیت کر کے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے، پھر استنجے کی جگہ تین بار دھوئے، پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اسے دھوئے، پھر (نماز کی طرح) وضو کرے، پھر بدن پر پانی مل لے اس طرح کہ بدن کا کوئی حصہ باقی نہ رہے، پھر تین مرتبہ داہنے مونڈھے پر پانی بہائے، پھر بائیں مونڈھے پر تین بار، پھر (سر پر اور) پورے بدن پر تین بار پانی بہائے، غسل مکمل ہو جائے گا۔ واللہ تعالی اعلم　　۱۸؍ رجب ۱۴۱۳ھ

[۲] اگر مسجد کے اندر غسل کی حاجت ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

مسئلہ مسجد کے اندر اگر غسل کی حاجت ہو جائے تو غسل والے کو مسجد کے اندر سے باہر نکلنے کا طریقہ کیا ہے؟
عبد العلی قادری نوری، پرتاپ مارکیٹ، انوپ شہر روڈ (اٹھگواں) جمال پور علی گڑھ، یوپی

الجواب

وہ بہ نیت غسل مسجد سے باہر جانے کے لیے تیمم کر کے نکلے اور باہر نکل کر غسل کرے۔ واللہ تعالی اعلم
۸؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ

[۳] اس طرح غسل کرنا کہ چھینٹیں مسجد میں پڑیں حرام ہے

مسئلہ زید اپنے دادا کی بنوائی ہوئی مسجد میں غسل کرتا ہے جب کہ مسجد میں غسل خانہ نہیں بنا ہے جس کی وجہ سے غسل کے پانی کے چھینٹے مسجد کے صحن پر پڑتے ہیں زید نے کہا کہ ہمارے دادا کی بنوائی ہوئی مسجد ہے جس کو غسل کرنا ہو وہ ایک اپنی مسجد بنوا لے۔
حافظ اویس صاحب، بھارت گنج، الہ آباد، یوپی/ یکم ربیع الآخر ۱۴۰۹ھ

الجواب

اس طرح غسل کرنا کہ غسل کے چھینٹے مسجد میں پڑیں حرام وگناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۴] مجمع عام میں غسل کس طرح کرے

مسئلہ غسل میں حکم ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھو کر پھر جائے استنجا دھوئے چاہے نجاست لگی ہو یا نہیں۔ اب ایسی صورت میں جب کہ باہر عوامی نل وغیرہ پر غسل کر رہا ہو اور عوام موجود بھی ہوں تو مکمل غسل کس طرح کرے؟ بینوا وتوجروا

حافظ انتظار احمد خاں، سہرسا، بہار

الجواب

جہاں نجاست لگی ہو وہاں اور استنجا کی جگہوں پر کپڑے کے اوپر خوب پانی ڈالے جس سے ظن غالب ہو جائے کہ نجاست بہ گئی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

[۵] لائف بوائے صابن کا حکم

مسئلہ کیا لائف بوائے صابن سے نہانے کے لیے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ منع فرماتے تھے؟

محمد اسرافیل قادری، امام صدر مسجد دلائی باڑہ، ضلع سمبلپور

الجواب

میرے علم میں نہیں۔ جہاں تک میرا گمان ہے یہ کسی نے حضرت مفتی اعظم ہند پر افترا کیا ہے۔ میرے سامنے کئی بار ایسا ہوا کہ لوگوں نے کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لیے لائف بوائے صابن پیش کیا، اسے استعمال نہیں کیا، یہ فرمایا کہ لوگ کھانا لذیذ سے لذیذ کھلاتے ہیں اور ہاتھ دھونے کے لیے بدبودار صابن لاتے ہیں۔ میں خود اور دیگر حاضرین نے حضرت کے سامنے اسے استعمال کیا مگر منع نہیں فرمایا۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ لائف بوائے صابن کو بدبودار ہونے کی وجہ سے ناپسند فرمایا لیکن نہ اسے حرام جانا نہ کسی کو اس کے استعمال سے منع فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۶] نماز کے آخری وقت میں بیدار ہوا تو کیا کرے

مسئلہ ایک شخص سو کر اٹھا یہاں تک کہ نماز قضا ہو گئی تب وضو کر کے نماز پڑھ لیا اب بتلائیے کہ ایسے

شخص کو شریعت کیا کہے گی۔
نیز کوئی سو کر نماز کے آخری وقت میں اٹھا اور اس کو غسل کی ضرورت ہے وہ غسل کرنے لگا، یا پاخانہ کی حاجت ہے اور رفع حاجت کے لیے گیا دونوں حالت میں نماز قضا ہو گئی کیا ایسے شخص پر گنہ گار کا فتویٰ عائد ہو گا شرعا بیان کر دیا جائے۔

الجواب

پہلی صورت میں اگر اتفاقیہ کبھی ایسا ہو گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں مگر اس کی عادت ڈالنا ضرور حرام و گناہ ہے۔ (۱)
دوسری صورت میں غسل کے بجائے تیمم کر کے نماز پڑھ لے بعد میں غسل کر کے نماز دہرائے۔
تیسری صورت میں پہلے نماز پڑھے پھر پاخانہ جائے اور اگر اس کا اندیشہ ہو کہ نماز پڑھتے پڑھتے کپڑے خراب ہو جائیں گے تو نماز مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۷] سہواً احتلام کی حالت میں نماز پڑھنے والے کا حکم

مسئلہ ایک شخص کو رات میں احتلام ہو گیا لیکن اس کو کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ احتلام ہو گیا ہے، صبح کو اس نے اٹھ کر وضو بنا کر فجر کی نماز ادا کر لی بعد فجر کے دن میں کپڑے پر نشان دیکھ کر سمجھا کہ مجھ کو احتلام ہو گیا تو اس نے غسل کر کے پھر سے دوبارہ فجر کی نماز قضا پڑھی۔ اب بتلائیے کہ فجر کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی اور قضا پڑھنا اس کا بیجا ہوا یا نہیں؟

محمد علی امام مسجد پنچوا پانڈ ٹولہ، جلال پور، ضلع گوپال گنج (بہار)

الجواب

اس شخص پر کوئی گناہ نہیں، ضرور اس پر فرض تھا کہ غسل کرنے کے بعد دوبارہ فجر پڑھتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- اس کی صورت یہ ہے کہ کبھی اتفاق سے سونے میں زیادہ دیر ہو گئی اس وجہ سے وہ اتنی دیر سے اٹھا کہ نماز کا وقت گزر چکا تھا، یا گزر رہا تھا تو اس کی وجہ سے گناہ گار نہ ہو گا کہ نیند کے عذر کی وجہ سے تاخیر تقصیر نہیں۔ ہاں! اگر وہ دیر سے سونے کی عادت بنالے اور وہ جانتا ہے کہ جب دیر سے سوتا ہے تو نماز عموماً فوت ہو جاتی ہے تو اسے سونے میں اتنی دیر کرنا حرام و گناہ ہے کہ اگر وہ سونے میں دیر نہ کرتا تو اس کی نماز فوت نہ ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم - ۱۲ محمد نظام الدین رضوی

[۸] نسیان کا مریض وضو، غسل اور نماز میں کیا صورت اپنائے

مسئلہ زید کو نسیان کا مرض ہے کبھی غسل میں بھول جاتا ہے کہ آیا ہم نے کلی کیا اور ناک میں پانی ڈالا یا نہیں ؟ اور ڈالا تو ایک بار یا تین بار یوں ہی وضو میں نیز نماز میں بھی شک ہو جاتا ہے کہ فلاں رکن ادا کیا یا نہیں ایسی صورت میں زید کیا کرے ؟

اظہار احمد، مقام منہارہ، پوسٹ زمانیہ، غازی پور

الجواب

کلی کرے اور ناک میں دوبارہ پانی چڑھا لے۔ نماز میں شک ہو تو خوب غور کر کے جتنے پر دل جمے اس کے مطابق عمل کرے مگر اس کی متعدد فرع ہیں۔ کسی عالم سے پوچھ لے کبھی اس کو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔ مثلا اس کو شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھیں یا دو۔ دو پر دل جما تو اپنے مطابق تیسری پر قعدہ کرے اور چوتھی پر بھی۔ یہ حکم اس وقت ہے جب غلبۂ ظن حاصل ہو اور اس پر عمل کیا تو سجدہ نہیں لیکن کسی طرف دل نہیں جما تو کم سمجھ کر نماز پڑھے اور بعد میں سجدۂ سہو کرے اور اگر پہلی بار ایسا شک ہو تو نماز دوبارہ پڑھے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶ر جمادی الاولی ۱۴۱۲ھ

[۹] مرض کی حالت میں ناپاک ہو جائے تو غسل کیسے کرے

مسئلہ مرض کی حالت میں ناپاکی ہو تو غسل کرنا کیا اس کے لیے ضروری ہے ؟

جناب این، اے مجاور ریٹائرڈ ٹیچر گوراوار پیٹھ، ۵۹۱۳۰۷

مورخہ ار صفر ۱۴۰۸ھ

الجواب

اگر غسل کرنا مضر نہ ہو تو غسل کرنا فرض ہوگا اور اگر مضر ہو مثلا جان جانے کا اندیشہ ہو، یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، یا دیر میں اچھا ہونے کا اندیشہ ہو تو غسل ہرگز نہ کرے تیمم کرے یہی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- بہار شریعت میں در مختار ورد المحتار کے حوالے سے ہے: اگر درمیان وضو میں کسی عضو کے دھونے میں شک واقع ہوا اور یہ زندگی کا پہلا واقعہ ہے تو اس کو دھو لے اور اگر شک پڑا کرتا ہے تو اس کی طرف التفات نہ کرے، یوں ہی اگر بعد وضو کے شک ہو تو اس کا کچھ خیال نہ کرے۔ (کتاب الطہارۃ، وضو کا بیان، وضو کے متفرق مسائل، حصہ دوم، ص: ۳۱۲، دعوت اسلامی) محمود علی مشاہدی

[۱۰-۱۳] برہنہ اور بغیر سلی ہوئی لنگی پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ ❶ غسل خانہ کے اندر ننگے غسل کرنا کیسا ہے؟

❷ اگر کوئی بغیر جوڑی ہوئی لنگی پہن کر نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

❸ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر جاکر ڈائرکٹ نیک مراد مانگ سکتے ہیں؟ نیز اگر کوئی ڈائرکٹ مانگنے سے انکار کرے تو شرع متین کا منکر ہے؟ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

❹ کسی بزرگ کے مزار پاک پر جاکر نماز نفل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا و توجروا

انوار الحق انصاری، سعودیہ عربیہ

الجواب

❶ غسل خانے یا گھر کے اندر تنہائی میں ننگے نہانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اگر بدن پر کوئی نجاست ظاہری لگی ہو تو ننگے نہانا تجربہ کی رو سے تقریباً ضروری ہے ورنہ اس کا اندیشہ قوی ہے کہ بدن پر لگی ہوئی نجاست سے طہارت نہ ہوگی۔ فرض کیجیے ران پر نجاست لگی ہوئی ہے یا پیڑو پر لگی ہے تہبند باندھ کر جب نہائیں گے تو وہ نجاست پھیل کر تہبند میں لگ جائے گی جس سے تہبند نجس ہو جائے گا اور تہبند بغیر تین بار دھوئے و نچوڑے پاک نہ ہوگا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ نجاست ایک جگہ سے پھیل کر کہاں کہاں پہنچے گی۔ واللہ تعالی اعلم

❷ بلا شبہ نماز بلا کراہت درست ہوگی صحابۂ کرام بلا جوڑی ہوئی لنگی باندھا کرتے تھے اُس زمانے میں لنگی سل کر پہننے کا رواج نہ تھا۔ واللہ تعالی اعلم

❸ بلا شبہہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے یہ عرض کر سکتے ہیں کہ سرکار ہماری فلاں مراد پوری فرمادیں۔ اللہ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اپنا نائب بنایا ہے، انھیں اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ جسے چاہیں عطا فرمائیں۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ میں فرماتے ہیں:

کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم، ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود می دہد۔ (۱)

تمام کام حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے قبضہ میں ہیں، جو چاہیں جس کو چاہیں اللہ تعالی کے اذن

(۱)- أشعة اللمعات، جلد: اول، ص: ۲۷٤، باب هشتم وصل در تفضيل آں حضرت بشفاعت و مقام محمود.

سے عطا فرمائیں۔

مسلم شریف میں ہے: "بينما أنا نائم أوتيت بمفاتيح خزائن الأرض".[1] مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں دی گئیں۔

دوسری روایت میں "بمفاتيح خزائن الدنيا" بھی آیا ہے۔ اس زمانے میں انبیاے کرام و اولیاے عظام سے استعانت کو حرام کہنے والے وہابی ہیں اور یہ لوگ ضرور گمراہ بد دین ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

(۲) کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر مزار کے سرہانے، (یا) پائنتی کھڑے ہو کر دو رکعت نماز نفل پڑھنی یا اور زیادہ پڑھنی بلا شبہہ جائز و مستحسن ہے اس میں قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ ہاں! یہ جائز نہیں کہ قبر نمازی کے سامنے ہو اور یہ بھی منع ہے کہ قبر کی طرف پیٹھ کر کے نماز پڑھے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۴] برہنہ غسل کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا حکم

مسئلہ غسل خانہ میں یا تالاب میں غسل کرتے وقت لنگی اتارنے کے بعد قبلہ رخ ہونا منع ہے یا گھر کے اندر قبلہ رخ کھڑے ہو کر کسی ضرورت سے لنگی اتاری جا سکتی ہے یا نہیں؟

محمد لیس اشرفی، پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ

الجواب

(۱) نہاتے وقت قبلہ رو ہونا منع ہے اگر چہ تالاب میں نہائے۔ اسی طرح تنہائی میں بھی ننگے ہونے کی حالت میں قبلے کی جانب منہ یا پیٹھ کرنی ممنوع ہے۔[2] قبلہ رو ہو کر لنگی بدلنے میں حرج نہیں جب کہ بطریق معہود لنگی بدل رہا ہو۔ عادت یہ ہے کہ ایک لنگی اوپر کر کے نیچے والی لنگی کھولتے ہیں۔ ہاں! لا ابالیوں کی طرح اگر اس طرح بدلے کہ پہلے لنگی کھول کر، پھینک کر مادر زاد ننگا ہو جائے پھر دوسری لنگی پہنے تو ننگے ہونے کی حالت میں قبلہ رو ہونا ممنوع ہے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۱۹۹، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، مجلس البركات، مبارك پور-

(۲)- بہار شریعت میں ہے:

اگر غسل خانے کی چھت نہ ہو، یا ننگے بدن نہائے بشرطے کہ موضع احتیاط ہو تو کوئی حرج نہیں، ہاں! عورتوں کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے... وضو کے سنن و مستحبات، غسل کے سنن و مستحبات ہیں مگر ستر کھلا ہو تو قبلہ کو منہ نہ کرنا چاہیے اور تہبند باندھے ہو تو حرج نہیں۔ (حصہ:۲، ص:۳۲۲، غسل کی سنتیں، دعوت اسلامی) محمود علی مشاہدی

[۱۵] حدیث میں عورتوں کو حمّام میں جانے سے منع فرمایا گیا ہے، اس سے کون سا حمام مراد ہے

مسئلہ غسل کے مسائل میں حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حمام میں جانے کا سوال کیا۔ فرمایا: عورتوں کے لیے حمام میں خیر نہیں اگر چہ تہبند اوڑھنی اور کرتے کے ساتھ جائیں۔ محمد مصعب خان گونڈوی، خطیب مدینہ مسجد

الجواب

لوگ حمام کے معنی غسل خانہ سمجھتے ہیں، یہی غلطی ہے۔ پرانے زمانے میں شہروں میں حمام نام کی کچھ عمارتیں ہوتی تھیں جس میں لوگ پیسہ دے کر نہاتے تھے، اس میں مرد بھی جاتے تھے اور عورتیں بھی جاتی تھیں۔ نہلانے کے لیے اس میں ملازمین ہوتے تھے، اس عمارت میں جانا عورتوں کو منع فرمایا کہ وہاں مرد وعورت کے اختلاط کا اندیشہ ہے۔ رہ گیا گھر کے اندر کوئی غسل خانہ ہے تو اس میں عورتوں کو نہانا بلا شبہہ جائز اور وہ اس حمام کے حکم میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۶] غسل کرنے کے لیے مصنوعی دانتوں کو نکالنا ضروری نہیں

مسئلہ آصف مصنوعی دانت لگایا ہے اور اس طریقے سے ڈاکٹر نے اس کو لگایا کہ وہ کسی وقت کھلتا ہی نہیں اگر کھولے گا تو اس کو توڑ کر ہی کھولنا پڑے گا لہٰذا از روے شرع فتوی عنایت فرمائیں کہ آصف کے لیے غسل و وضو میں کیا حکم ہے؟

محمد عبد السلام، کیراف محمد مفیض الحق، مقام و پوسٹ بیگم گنج، ضلع صاحب گنج، جھارکھنڈ

۲۶/ ذو قعدہ ۱۴۱۲ھ

الجواب

ان مصنوعی دانتوں کے اپنی جگہ رہتے ہوئے بھی وضو اور غسل ہو جائے گا۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- فتاوی رضویہ میں ہے: ہلتا ہوا دانت اگر تار سے جکڑا ہے معافی ہونی چاہیے اگر چہ پانی تار کے نیچے نہ بہے کہ بار بار کھولنا ضرر دے گا، نہ اس سے ہر وقت بندش ہو سکے گی، یوں ہی اگر اکھڑا ہوا دانت کسی مسالے مثلا برادۂ آہن و مقناطیس وغیرہ سے جمایا گیا ہے جمے ہوئے چونے کی مثل اس کی بھی معافی چاہیے ہاں! اگر کمانی چڑھی ہو جس کے اتارنے چڑھانے میں حرج نہیں اور پانی بہنے کو روکے گی تو اتارنا لازم ہے۔ (ج:۱، ص:۹۹، ۱۰۰، کتاب الطہارۃ، باب الغسل، رضا اکیڈمی) محمود علی مشاہدی

[۱۷] جنبی نے نجس لنگی وغیرہ پہن کر غسل کیا اس کا غسل ہوا یا نہیں

مسئلہ جنبی شخص نے غسل کیا اسی کپڑے کو پہن کر جو نجس تھا اچھی طرح غسل کر لیا فرائض وغیرہ کے ساتھ، اب اگر اس لنگی یا کپڑے کو الگ سے نہ دھلا جائے تو کیا استعمال کرنا جائز ہوگا اور جنبی کا غسل کرنا اس کے ازار وغیرہ کے پاکی کو کافی ہوگا اگر کافی نہ ہوگا تو کیا اس کا غسل ہوا یا نہیں؟

فضل امام، جامع مسجد لکھنورہ، پوسٹ کشن پورہ، سیوان (بہار)

۲۸ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

اس کا غسل تو ہو جائے گا جنابت اتر جائے گی مگر اس کے کپڑے میں جو نجاست لگی تھی اس کی وجہ سے اس کے جسم کا وہ حصہ جس سے وہ نجاست متّصل ہوئی، یا اس نجاست سے پانی ناپاک ہو کر ناپاک پانی جہاں جہاں لگا جسم کا وہ حصہ ناپاک رہا اور یہ کپڑا ابھی ناپاک رہا، اس لیے جب تک ناپاک کپڑے کو اتار کر جسم کے ان حصوں کو دھو نہ لے نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا۔ یہ کپڑا ناپاک ہی رہا اس کو بعد میں دھونا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۸] غیر فطری طریقے سے مباشرت کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں

مسئلہ زید اپنی بیوی سے مباشرت پر قادر نہیں ہے۔ یعنی اس کا آلۂ تناسل بے کار ہے تو وہ کسی نلی وغیرہ کے ذریعے اپنی بیوی سے مباشرت کرتا ہے تو کیا ایسی صورت میں اس پر غسل کرنا واجب اور بغیر انزال کے اس کی بیوی پر بھی غسل واجب ہوگا یا نہیں۔ مع حوالہ کتب ارسال فرمائیں۔ بینوا توجروا

عبد الغفار خاں، نرعین گاؤں، چندیر، ضلع پونہ، مہاراشٹر

الجواب

اس صورت میں اگر انزال نہ ہو تو نہ مرد پر غسل واجب ہے اور نہ عورت پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ر رجب ۱۴۱۰ھ

[۱۹-۲۰] منی خارج ہونے سے غسل کب واجب نہیں

مسئلہ ❶ زید کو کسی لڑکی یا لڑکا کو دیکھ کر یا یوں ہی سوچ کر جوش آیا لیکن اس وقت منی خارج نہیں ہوئی کچھ دیر کے بعد پانچ منٹ یا دس منٹ کے بعد خارج ہوئی تو کیا غسل واجب ہوگا یا جوش آنے کے بعد

پیشاب کیا اس کے پہلے منی خارج نہیں ہوئی لیکن پیشاب دھوتے وقت چکنا معلوم ہوا تو کیا غسل واجب ہوا؟

(۲) زید کو پیشاب کرنے کے بعد پیشاب ٹپکنے کا مرض ہے قریب دس پندرہ منٹ تک جس میں کبھی پیشاب کا قطرہ یا کبھی منی کا قطرہ ٹپکتا ہے بغیر جوش کے لیکن پیشاب کرنے کے بعد جوش آیا اور اس کا مرض ہے کہ کبھی منی ٹپکتی ہے کبھی پیشاب، تو پیشاب کرنے کے بعد جوش آیا تو منی کا قطرہ ٹپکنے پر کیا حکم ہے؟ پیشاب کا قطرہ ٹپکنے پر کیا ہے؟ اور بغیر جوش کے ٹپکنے پر کیا حکم ہے؟

غلام قادر صاحب، رفیع احمد قدوائی روڈ کلکتہ ۷۰۰۰۱۶

مورخہ ۲۳ر جمادی الاولیٰ

الجواب

(۱) دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں غسل واجب نہیں۔ غسل واجب ہونے کے لیے شرط ہے کہ منی دفق کے ساتھ خارج ہو۔ یعنی نکلتے وقت کود کر نکلے یعنی اپنی جگہ سے اس طرح خارج ہو۔ البتہ پہلی صورت میں احتیاطاً غسل کا حکم ہے (۱) پھر منی اور مذی میں فرق ضروری ہے۔ سائل اس فرق کو نہیں سمجھ رہا منی گاڑھی اور غلیظ ہوتی ہے اور مذی پتلی ہوتی ہے۔ پیشاب کے قبل یا بعد جو نکلتی ہے وہ ودی ہوتی ہے مذی اور ودی میں غسل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ظاہر یہی ہے کہ ان تمام صورتوں میں مذی نکلتی ہے جس کے نکلنے پر غسل نہیں [البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے] لیکن اگر حقیقت میں منی نکلی ہے جو دفق اور شہوت کے ساتھ نکلی ہے تو غسل واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۱] جانگھیا پہن کر مجمع عام میں غسل کرنا حرام ہے

مسئلہ ہمارے ضلع کی جامع مسجد میں ایک مولانا غلام رسول صاحب جو کہ خطیب وامام جمعہ کے فرائض عرصہ تقریباً آٹھ سال سے انجام دے رہے ہیں۔ ایک دینی سفر کے دوران ایک اسٹیشن پر نماز عصر ادا

---

(۱)- مسئلہ دائرہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔ رد المحتار میں ہے:

لو احتلم أو نظر بشهوة أمسك ذكره حتى سكنت شهوته ثم أرسله فإنزل وجب عندهما، لا عنده [كتاب الطهارة، ج:١، ص: ١٦٠]

اور اگر کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے تو اختلاف کی رعایت کرنا مندوب ہے۔

رد المحتار میں ہی ہے: ندب مراعاة الخلاف إذا لم يرتكب مكروه مذهبه [كتاب الطهارة، ج:۱، ص:۱۴۷]

اسی لیے شارح بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں احتیاطاً غسل کا حکم دیا ہے۔ [محمود علی مشاہدی]

کرنے کے لیے تمام مسافروں نے غسل و وضو کیا تو مولانا نے بھی غسل کیا مگر انھوں نے ستر عورت کا کوئی خیال نہ رکھا۔ مولانا نے جانگھیا پہن کر غسل کیا جو کہ صرف ان کی شرم گاہ کو ہی چھپا سکتا تھا باقی ناف اور گھٹنوں سے اوپر کا کافی حصہ ننگا نظر آتا تھا جس کو دیکھ کر بہت سارے مسافروں نے شرم محسوس کی اور طعن آمیز الفاظ کہے۔ کیا ایسے مولانا کو جامع مسجد کا خطیب بنے رہنے کا حق حاصل ہے جب کہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے بہت سارے پرہیز گار باشرع سنی علما بھی موجود ہوتے ہیں۔

محمد یوسف لون، کالا کوٹ، راجوری، جموں وکشمیر

الجواب

یقیناً کھلے میدان میں وہ بھی ایسی جگہ پر جہاں مجمع کثیر ہو صرف جانگھیا پہن کر نہانا اس طرح کہ ران گھٹنے پیڑو کا کچھ حصہ کھلا رہے حرام وگناہ ہے اور بے حیائی ہے، امام مذکور فوراً بلا تاخیر علانیہ توبہ کریں اگر وہ علانیہ توبہ کر لیں تو انھیں منصب امامت پر برقرار رکھا جائے اور اگر توبہ سے انکار کریں تو انھیں فوراً بلا تاخیر امامت کے منصب سے علاحدہ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ر صفر ۱۴۱۴ھ

[۲۲] ناپاک جانگھیا پہن کر غسل کرنے والا پاک ہو گا یا نہیں

مسئلہ زید مولوی ہے مدرس کا کام اور امامت بھی کرتا ہے ایک مسجد میں جس کا صحن دو گز چوڑا ہے، اسی میں پانی کا پائپ بھی ہے اور وضو کرنے کی جگہ بھی، زید اسی مسجد میں پائپ پر غسل کرتا ہے بغیر ستر کیے ہوئے صرف جانگھیا پہن کر۔ کیا اس طرح غسل کرنے والا پاک ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدی کی نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ مسجد اور پائپ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے لہٰذا شریعت کی روشنی میں جواب عنایت کریں۔

بکر کہتا ہے زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ اس کے اعمال اس کے ساتھ ہیں ہماری نماز ہو جاتی ہے۔ کیا بکر کا قول صحیح ہے، یا جو نماز پڑھی گئی ہے وہ مقتدی کے ذمہ قضا ہے؟

محمد اسماعیل نقشبندی، مہورا چھپرہ پوسٹ نبوا نور نگیا، ضلع دیوریا، یوپی

الجواب

اگر جانگھیے میں اور جہاں تک جانگھیا ہے وہاں تک جسم میں کوئی نجاست نہیں لگی ہے تو پھر نہانے سے پاک ہو جائے گا اگرچہ جنبی ہو۔ ہاں! اگر جانگھیے میں نجاست لگی ہے، یا جہاں تک جانگھیا ہے وہاں تک جسم کے

حصے میں کوئی نجاست لگی ہے (اور اس نے نہانے سے پہلے اسے دور نہیں کیا) تو نہانے سے جنابت تو دور ہو جائے گی مگر جانگھیے یا بدن کے حصے میں جو نجاست ہے وہ دور نہ ہوئی بلکہ پانی لگنے سے پھیل کر جہاں نجاست تھی وہاں سے نیچے تمام جسم کو ناپاک کر دیا، پھر جانگھیا کے بعد فوراً جو کپڑا بدلا وہ بھی ناپاک ہو گیا اس حالت میں جو نماز پڑھائی وہ نہ ہوئی، ان سب نمازوں کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ علاوہ ازیں کھلی ہوئی جگہ ران اور پنڈلی کا کچھ حصہ کھول کر نہانا حرام ہے جب کہ وہاں دوسرے لوگ موجود ہوں۔ جو اس طرح نہانے کا عادی ہو وہ فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ واللہ تعالی اعلم۔

بکر نے قطعاً غلط کہا، یہ صحیح ہے کہ زید کا عمل زید کے ساتھ ہے لیکن آپ نے اس کی اقتدا کی یہ آپ کا عمل ہے یہ آپ کے ساتھ رہے گا۔ فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ یہ سب بکر کا فعل ہے اور جب معلوم ہو کہ امام ناپاک جسم، یا کپڑے کے ساتھ نماز پڑھا رہا ہے تو اس کی اقتدا درست نہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنی نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ جب امام کی نماز ہوئی ہی نہیں تو کیسی اقتدا اور کیسی نماز۔ اقتدا مقتدی کا فعل ہے، اس کا عمل ہے اس کے ساتھ رہے گا۔ واللہ تعالی اعلم

الباب الثالث في المياه

پانی کا بیان

[۱] دھلا ہوا ہاتھ بالٹی یا لوٹے میں ڈالا تو وہ پانی مستعمل ہوا یا نہیں

مسئلہ پانی مستعمل کب ہوتا ہے، کسی نے غسل شدہ ہاتھ بغیر کسی مجبوری کے بھری بالٹی یا لوٹا میں ڈالا تو کیا وہ مستعمل ہوا، یا نہیں؟

فضل امام، جامع مسجد لکھنورہ، پوسٹ کشن پورہ، سیوان بہار

۲۸ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

جس پانی سے حدث دور کیا گیا ہو خواہ اصغر ہو یا اکبر، یا جسے عبادت کی نیت سے استعمال کیا گیا ہو وہ پانی جسم سے علاحدہ ہونے کے بعد مستعمل ہو جاتا ہے۔ دھلا ہوا ہاتھ پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا(۱) بشرطے کہ ہاتھ دھونے کے بعد حدث نہ لاحق ہوا ہو اور اگر ہاتھ دھونے کے بعد حدث لاحق ہوا ہو اور پھر ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲] ماے مستعمل کو قابل استعمال بنانے کا طریقہ

مسئلہ ایک لوٹا پانی بھرا ہوا تھا، اس میں کسی نے ہاتھ کی انگلیاں ڈال دیں تو آیا وہ پانی مستعمل ہوگا یا نہیں۔ اگر مستعمل ہوا تو اسے مطہر کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ بینوا توجروا

محمد ضیاء الدین اعظمی، گھوسی، اعظم گڑھ

۲۱ر مئی ۱۹۹۰ء

---

(۱)- واضح ہو کہ پانی میں ہاتھ ڈالنا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے، یا پانی نکالنے کے لیے، عبادت کے لیے عموماً کوئی پانی میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ محمد نظام الدین رضوی

الجواب

اگر یہ شخص بلا وضو ہے یا باوضو ہے مگر پانی میں انگلیاں بہ نیت قربت ڈالیں بلا شبہہ یہ پانی مستعمل ہو گیا اس لیے کہ ماے مستعمل کی تعریف کتب فقہ حتی کہ نور الایضاح، قدوری وغیرہ تک میں یہ ہے:

الماء المستعمل كل ما أزيل به حدث أو استعمل في البدن على وجه القربة. (۱)

ماے مستعمل ہر وہ پانی ہے جس سے حدث زائل کیا گیا ہو، یا بہ نیت قربت بدن پر استعمال کیا گیا۔

اس کے مطہر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں طاہر و مطہر پانی اتنا ڈالا جائے کہ وہ بہہ جائے، یہ وہ طریقہ ہے کہ اس سے ناپاک پانی بھی پاک ہو جاتا ہے پھر ماے مستعمل اس طریقہ سے بدرجہ اولیٰ پاک ہو جائے گا۔ در مختار میں ہے:

طهارة المتنجس بمجرد جريانه. (۲)

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس آب مستعمل میں ماے غیر مستعمل طاہر و مطہر اس سے زائد ملا دیں، در مختار میں ہے:

وإما بغلبة المخالط (إلى أن قال) أو مما ثلا كمستعمل فبالأجزاء فإن المطلق أكثر من النصف جاز التطهير بالكل وإلا لا. (۳) والله تعالیٰ اعلم

[۳] ندی میں جہاں تک ناپاک پانی کا اثر ہو وضو و غسل نہ کرے

مسئلہ گنگا ندی کے جنوبی کنارے پر پٹنہ شہر واقع ہے پورے شہر کا غلیظ و ناپاک پانی نالوں سے بہتا ہوا گنگا ندی میں گرتا ہے یہ سارے نالے ایک دوسرے سے لگ بھگ پچیس ہاتھ سے لے کر چالیس ہاتھ کے فاصلہ میں گنگا ندی کے کنارے پر گرتے ہیں ندی کا بہاؤ مشرق کی جانب ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نالہ گرنے کی جگہ سے کم از کم کتنے ہاتھوں کی دوری پر غسل وغیرہ کیا جائے کہ کسی قسم کی کراہت نہ ہو۔ اور نالہ گرنے کی جگہ سے بہاو کی طرف کتنے دور تک کا پانی ناپاک مانا جائے گا؟

قاضی محمد منیر نظامی، پنڈھال، سالماڑی، کٹیہار، بہار

الجواب

اس کی حد ہاتھ یا گز سے متعین نہیں کی جا سکتی، گنگا کے پانی میں جہاں تک نجس پانی کے رنگ، یا بو، یا مزہ کا

(۱)- مختصر القدوري، ص:۹، كتاب الطهارة، مجلس البركات، مبارك پور.
(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۱، ص:۳۴۵، كتاب الطهارة، باب المياه، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.
(۳)- الدر المختار مع رد المحتار، باب المياه- ج:۱، ص:۳۲۷، كتاب الطهارة، باب المياه، دار الكتب العلمية، بيروت.

اثر ہواتنی دور تک کا پانی ناپاک ہے، وہاں وضو وغسل جائز نہیں بلکہ وہ پانی جس چیز پر لگے گا اسے بھی ناپاک کردے گا اور جس پانی کے حصہ میں گندے نالے کے نجس پانی کے تینوں اثرات میں سے کوئی نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے اس سے وضو بھی جائز ہے اور اس میں غسل بھی جائز خواہ بہاو کی طرف ہو یا اس کے مخالف سمت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ

[۴] پانی میں کچھوا رہنے سے پانی ناپاک نہ ہوگا

مسئلہ ایک حوض میں پانچ کوئنٹل پانی ہے اس میں ایک کچھوا ڈال دیا ہے اس پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟

الجواب

پانی میں رہنے والے کچھوے کے پانی میں ڈالنے سے پانی ناپاک نہ ہوگا اگر چہ پانی میں مرجائے، عامۂ کتب فقہ میں پانی میں رہنے والے بغیر خون کے جانوروں کا یہی حکم مذکور ہے۔ چناں چہ تنویر الابصار میں ہے:

وإن مات فيه غير دموي كزنبور ومائي المولد كسمك وسرطان.

اس کے تحت شامی میں ہے: أي ما يكون توالده و مثواه في الماء سواء كانت له نفس سائلة أو لا في ظاهر الرواية، بحر عن السراج.[1] واللہ تعالیٰ اعلم

[۵] نابالغ بچے اگر حوض صغیر میں غسل کرلیں تو اس پانی سے وضو کرنا کیسا ہے

مسئلہ پانی کا ایک چھوٹا سا حوض ہے جس کی لمبائی پانچ ہاتھ اور چوڑائی ساڑھے تین ہاتھ اور گہرائی ایک گز کے قریب ہے، اس حوض کے اندر دو بچے ننگے نہاتے ہیں تو کیا اس حوض کا پانی وضو اور غسل کے لائق رہتا ہے یا نہیں، اور جو نمازیں اس پانی کے وضو سے اور غسل سے پڑھی گئی ہیں تو وہ نمازیں ہو جائیں گی یا لوٹانی پڑیں گی، مذکورہ حوض کے پانی سے امام نے وضو وغسل کر کے نماز پڑھائی ہے تو کیا امام اور مقتدی دونوں کو نماز لوٹانی پڑے گی یا نہیں؟ شافعی وحنفی دونوں مسلک کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

محمد شاکر، دار العلوم محمدیہ، محلہ مغلان، فتح پور، شیخ واڑی، سیکر، راجستھان

الجواب

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ پانی بہر صورت وضو وغسل کے قابل ہے اگر چہ ان بچوں کے جسم پر نجاست لگی ہو۔ بچے ہی نہیں اگر بڑے بھی نہائیں تو پانی پاک اور پاک کرنے والا ہی رہے گا؛ اس

---

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۱، ص:۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱. كتاب الطهارة، باب المياه، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

لیے کہ حوض کی مقدار جو بتائی گئی ہے وہ دو قلے سے بہت زیادہ ہے اور ان کے یہاں اگر پانی دو قلہ ہو اور اس میں نجاست بھی پڑ جائے اور نجاست کا رنگ و بو یا مزہ پانی میں ظاہر نہ ہو تو وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔

اور ہم احناف کے نزدیک اگر ان بچوں کے جسم پر کوئی نجاست حقیقی نہ لگی ہو تو وہ پانی وضو اور غسل کے قابل ہے، پاک اور پاک کرنے والا ہے، اس لیے کہ ان بچوں کے نہانے سے اگر کچھ اثر ہوتا تو یہ ہوتا کہ ان بچوں کے نہانے سے اس حوض کا پانی مستعمل ہو جاتا لیکن چوں کہ بچوں پر نہ وضو ہے نہ غسل؛ اس لیے ان کے نہانے سے ازالۂ حدث نہیں ہوا اور پانی اپنی اصلی حالت پر رہا۔ مستعمل اس وقت ہوتا جب کہ اس پانی سے حدث زائل ہوتا اور بچوں پر نہ حدث ہے اور نہ اس کا ازالہ۔ (بچے احکام شرعیہ کے مخاطب و مکلف نہیں)

ہاں! اگر بچوں کے جسم پر نجاست حقیقی لگی ہو (جو یقین کے ساتھ معلوم ہو، صرف ظن و شک نہ ہو) تو ضرور وہ پانی ناپاک ہو جائے گا، نہ اس سے وضو جائز ہے اور نہ غسل بلکہ یہ پانی اگر کسی کے جسم یا کپڑے پر بقدر درہم لگ جائے تو بدن اور کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔ ہمارے یہاں اتنے چھوٹے حوض سے وضو اور غسل اسی وقت جائز ہے جب (کسی برتن میں) حوض سے پانی لے کر اس طرح کہ اس میں ہاتھ نہ پڑے حوض کے باہر وضو یا غسل کیا جائے اور اگر حوض میں ہاتھ ڈال کر وضو یا غسل کیا تو ہاتھ ڈالتے ہی سارا پانی مستعمل ہو جائے گا پھر نہ وضو کے لائق ہو گا نہ غسل کے۔ یہ حکم بالغ لوگوں کے لیے ہے نابالغ اگر اس میں ہاتھ ڈال کر وضو یا غسل کریں تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲ر صفر ۱۴۲۰ھ

[۶] نابالغ بچوں کا لایا ہوا پانی معلمین کن صورتوں میں استعمال کر سکتے ہیں

مسئلہ مدرسہ میں پڑھنے والے نابالغ بچوں سے مدرسین کام لے سکتے ہیں کہ نہیں جیسے کہ وضو کے لیے پانی منگانے میں کیا قباحت ہے۔ حوالے سے جواب عنایت فرمائیں۔

محمد ریاض الدین، مقام منجری، ضلع گیا، بہار

الجواب

نابالغ بچوں سے ان کی طاقت کے مناسب کام لینے میں حرج نہیں جب کہ باپ یا ولی کو اعتراض نہیں جیسا کہ معروف و معتاد ہے، پانی منگانے میں تفصیل ہے جس کی سترہ[۱] صورتیں ہیں جن سب کا

(۱)- یہ تمام صورتیں فتاوی رضویہ جلد اول، باب المیاہ، رسالہ: "عطاء النبی" میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں، ملاحظہ ہو، ص: ۴۲۱ تا ص: ۴۴۰۔
اس رسالے میں اعلی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک ضابطہ کلیہ وضع فرمایا ہے، پھر نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کی سترہ صورتیں اور ان کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ محمد نظام الدین رضوی

حاصل یہ ہے کہ اگر بچے نے پانی کنویں سے بھرا، یا ہاتھ والے نل سے بھر کر اپنے برتن میں جمع کیا تو یہ اس کی ملک ہے، اس پانی سے معلمین کو وضو کرنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ نابالغ اپنی کوئی بھی چیز بلا عوض ہبہ نہیں کر سکتا۔ ہاں! بیچ سکتا ہے جب کہ ماذون بالبیع ہو۔

اور اگر صورت یہ ہو کہ پانی کسی برتن یا گھڑے میں رکھا تھا تو اس گھڑے یا برتن سے پانی منگا سکتا ہے۔

اسی طرح آج کل میونسپلٹیوں کی جانب سے بذریعہ پائپ بازاروں میں، گھروں میں پانی پہنچایا جاتا ہے۔ ایسا نل اگر کسی کے گھر میں لگا ہو کہ وہ اس کا معاوضہ ادا کرتا ہو جیسا کہ عام دستور ہے، ایسے نل سے بھی پانی نابالغ کے ذریعہ منگایا جا سکتا ہے؛ اس لیے کہ یہ پانی جتنا بھی آئے گا نل لگانے والے کی ملک ہے نابالغ اگر لے گا تو اس کی ملک نہ ہوگی۔

سڑکوں اور بازاوں میں جو نل لگے ہوں ان سے اگر نابالغ پانی لے گا تو وہ نابالغ کی ملک ہو جائے گا ایسے نل سے بھی لائے ہوئے پانی کو معلمین استعمال نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالی اعلم

۶/ ذو القعدہ ۱۴۰۳ھ

[۷] نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کو کب استعمال کرنا جائز ہے

مسئلہ اگر نماز کے وضو کے لیے کسی نابالغ بچے سے پانی مانگ لیا جائے تو ہینڈ پائپ پر بچے کھڑے ہوں اور ان سے کہہ دیا جائے کہ پانی پائپ سے چلا کر دے دو اگر وہ دے دیں تو اس پانی سے وضو درست ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وضو درست نہیں ہوتا ہے۔

جناب اطیع الرسول، اسلام پورہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

الجواب

نابالغ بچے کے بھرے ہوئے پانی سے وضو تو بہر حال درست ہو جاتا ہے اور اس وضو سے نماز بھی صحیح ہو جاتی ہے، البتہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں پانی اس شخص کی ملک ہو جاتا ہے جو پانی بھرتا ہے۔ اب اگر پانی بھرنے والا عاقل بالغ ہے اور پانی اس کی ملک ہو گیا تو اسے اختیار ہے کسی کو بلا قیمت دے دے، لیکن اگر پانی نابالغ بچے نے بھرا اور وہ اس کی ملک ہو گیا تو وہ ماں باپ کے علاوہ کسی کو بغیر قیمت نہیں دے سکتا، اگر دے گا بھی تو جسے دے گا اسے اس پانی کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ نابالغ اپنی چیز کو بلا عوض ہبہ نہیں کر سکتا،

وہ اپنی ملک کا مالک ہوتا ہے مگر اس میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار نہیں رکھتا۔ ہمارے دیار میں چوں کہ پانی بافراط ہے اس لیے لوگ یہی جانتے ہیں کہ اس کی کوئی قیمت نہیں لیکن حقیقت میں پانی مال ہے اور اس کی قیمت ہے۔ اب نابالغ نے جو پانی بھرا اور اس کی ملک ہو گیا تو وہ کسی کو ماں باپ کے علاوہ بلا قیمت نہیں دے سکتا۔ اس لیے نابالغ کے ایسے بھرے ہوئے پانی سے جو اس کی ملک ہو جائے بلا قیمت لے کر وضو کرنا یا پینا یا کسی بھی مصرف میں صرف کرنا جائز نہیں۔ ہاں! قیمت دے کر استعمال کرنا جائز ہے جب کہ وہ بچہ اتنا سمجھ دار ہو کہ اسے خرید و فروخت کی اجازت ہو ورنہ پیسے دے کر بھی استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔[1]

پانی بچے کی کب ملک ہوگا کب نہیں یہ بہت تفصیل طلب بات ہے۔ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاوی رضویہ جلد اول میں، ص:۴۲۱ سے لے کر ص:۴۴۰ تک اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔

ہینڈ پائپ دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک ذاتی کسی کی ملک جس میں یہ اجازت نہیں ہوتی کہ جس کا جی چاہے پانی بھر کے لے جائے۔ دوسرے وہ جو بازاروں اور مساجد وغیرہ میں لگے ہوئے ہیں جس میں اذن عام ہوتا ہے جس کا جی چاہے پانی بھرے۔ اس دوسرے قسم کے ہینڈ پائپ سے اگر نابالغ بچہ پانی بھرے گا اور کسی برتن میں جمع کر لے گا تو وہ اس کی ملک ہو جائے گا۔ اس پانی کو وہ والدین کے علاوہ کسی کو بلا قیمت نہیں دے سکتا۔ بھرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ پانی برتن میں جمع کر دے اور اگر وہ ہینڈ پائپ چلا رہا ہے اور دوسرے نے اپنے برتن میں لے لیا تو وہ نابالغ کی ملک نہ ہوا۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے پانی پر بچے کی ملک ثابت ہونے کی آٹھ صورتیں بیان فرمائی ہیں، پھر ان کے احکام تحقیق کے ساتھ قلم بند فرمائے ہیں، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

آٹھ صورتوں میں وہ پانی اُس نابالغ کی مِلک ہے اور اُس میں غیر والدین کو تصرف مطلقاً حرام حقیقی بھائی اُس پانی سے نہ پی سکتا ہے نہ وضو کر سکتا ہے ہاں طہارت ہو جائے گی اور ناجائز تصرف کا گناہ اور اُتنے پانی کا اس پر تاوان رہے گا مگر یہ کہ اس کے ولی سے، یا بچہ ماذون ہو جس کے ولی نے اسے خرید فروخت کا اذن دیا ہے تو خود اس سے پُورے داموں خرید لے ورنہ مفت یا غبن فاحش کے ساتھ نابالغ کی مِلک دوسرے کو نہ خود وہ دے سکتا ہے نہ اُس کا ولی۔ رہے والدین وہ بحالت حاجت مطلقاً اور بے حاجت حسبِ روایت امام محمد اُن کو جائز ہے کہ اُس سے بھروائیں اور اپنے صرف میں لائیں، باقی صورتوں میں اُن کو بھی رواہ نہیں مگر وہی بعد شراء۔

تنبیہ: یہاں سے اُستاد سبق لیں معلموں کی عادت ہے کہ بچے جو اُن کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں اُن سے خدمت لیتے ہیں، یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچّے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ اُن سے پانی بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں نہ اُن کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں ...

تنبیہ: بہشتیوں کے بچے اکثر کنویں پر پانی بھرتے ہیں لوگوں کی عادت ہے کہ ان سے وضو یا پینے کو لے لیتے ہیں یہ حرام ہے اور عوام کو اس میں ابتلاے عام ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ [فتاوی رضویہ، ج:۱، ص:۴۳۳، ۴۳۴، باب المیاہ، رضا اکیڈمی] محمد نظام الدین رضوی

[۸] ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے

مسئلہ ہاتھ دھوئے بغیر اگر پانی میں ڈبوئے جائیں تو پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور مطہر نہیں رہتا۔ آیا یہ حکم آب دست کے لیے جو پانی لیا جاتا ہے اس کے بارے میں بھی ہے؟

ایم اے صدیقی، اسلام پور، مالے گاؤں، ناسک

الجواب

پہلی بات یہ کہ آب دست لینے کا عام طریقہ یہ ہے کہ لوٹے وغیرہ سے پانی داہنے ہاتھ سے گراتے ہیں۔ پہلی بار پانی ہاتھ پر پڑا تو وہ مستعمل ہو گیا مگر اس پانی سے حدث جس کی وجہ سے پانی مستعمل ہوتا ہے دور ہو گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس پانی کو مستعمل اور غیر مطہر مانا جائے تو طہارت کی پھر کوئی صورت ہی نہیں ہوگی؛ اس لیے ضرورتاً اس کی اجازت دی گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الآبار والحیاض
کنویں کا بیان

[۹-۱۰] شرعًا کنویں کا طول و عرض

مسئلہ ① کنواں کیسا ہونا چاہیے اس کی چوڑائی اور لمبائی کی شرعا کوئی مقدار ہے؟

② دہ در دہ حوض میں کوئی کافر ہاتھ ڈال دے تو وہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ اور جس شخص پر غسل فرض ہے وہ شخص اگر دہ در دہ حوض میں ہاتھ ڈال دے تو کیا پانی پاک ہے یا نہیں؟

خادم سنیت سرمد پاشاہ قادری، ہاسپیٹ، ضلع بلاری، کرناٹک

الجواب

① کنویں کے طول و عرض کے لیے کوئی مقدار شرعی نہیں جتنا مناسب ہو رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

② دہ در دہ حوض جنابت والے، یا کافر کے ہاتھ ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا بلکہ وہ وقوع نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ نجاست کی وجہ سے حوض کے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدل جائے۔ در مختار میں ہے:

و بتغیر أحد أوصافه من لون أو طعم أو ریح ینجس الکثیر ولو جار یا إجماعاً.(۱)

لہٰذا اس دہ در دہ حوض کا پانی جنابت والے، یا کافر کے ہاتھ ڈال دینے سے پاک ہی رہے گا، اس سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (واضح ہو کہ کنواں اگر ۳۵ $\frac{1}{2}$ ہاتھ گولائی میں ہو تو وہ دہ در دہ کے حکم میں ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم

۲؍ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

[۱۱] کنویں کی گولائی کتنی ہو تو وہ دہ در دہ کے حکم میں ہوگا

مسئلہ ہمارے شہر میں ایک مسجد کے احاطے میں ایک کنواں ہے اس کی گولائی ۳۵ $\frac{1}{2}$ ہاتھ نہیں ہے

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطهارة، ج:۱، ص:۳۳۲، دار الکتب العلمیة، بیروت.

اس کنویں کا پانی بذریعہ بجلی ایک چھوٹے حوض میں پہنچاتے ہیں اور وضو کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ محلہ کے لوگ اس کنویں کے پانی کو رسی سے کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح کنویں کا پانی باہر سے لوگوں کے لے جانے سے پانی اب وضو کے قابل نہ رہا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کنویں کی گولائی کی حد شرع میں کیا ہے؟

باہر کے لوگوں کے کنویں کے پانی کو رسی سے کھینچ کر لے جانے سے پانی وضو کے قابل رہا یا نہیں؟ کنویں کے پانی کو بجلی کے ذریعہ کھینچ کر باہر کے لوگوں کو دینا کیسا ہے؟ کنویں کا پانی کب نجس ہوتا ہے، ۳۵ ½ ہاتھ سے کم جس کی گولائی ہو اس کنویں کا پانی کوئی بے وضو آدمی رسی سے کھینچ رہا ہے اس کے ہاتھ سے پانی کے قطرے کنویں میں گر گئے کیا وہ پانی وضو کے قابل رہا، ایسے وقت میں کتنے ڈول پانی نکالا جائے گا؟

محمد سرمد پاشا قادری، ہاپیسٹ، کرناٹک

الجواب

وہ کنواں جس کا دور ساڑھے پینتیس ہاتھ ہو وہ کنواں دہ در دہ ہے اس کنویں کا حکم ماے جاری کا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس میں نجاست گرنے سے پانی ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ پانی میں نجاست کا رنگ، یا بو، یا مزہ نہ ظاہر ہو۔ تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:

ويجوز بجار وقعت فيه نجاسة إن لم ير يعلم أثره فلو فيه جيفة أو بال فيه رجال فتوضأ آخر من أسفله جاز مالم ير في الجرية أثره وهو إما طعم أو لون أو ريح.(۱)

اسی میں ہے: وأنت خبير بأن اعتبار العشر أضبط لا سيما في حق من لا رأي له من العوام فلذا أفتى به المتاخرون الأعلام أي في المربع بأربعين وفي المدور بستة وثلاثين.(۲)

أقول: لكن حقق الإمام أحمد رضا قدس سره أنه خمسة وثلاثون ذراعا ونصف تقريبا.

نجاست کے اثر سے مراد اس کا رنگ یا بو یا مزہ ہے۔ اور اگر کنواں ۳۵ ½ ہاتھ سے کم گولائی میں ہے تو اس میں اگر کوئی نجاست گر جائے گی تو وہ ناپاک ہو جائے گا جس کی پوری تفصیل بہار شریعت حصہ دوم میں موجود ہے، پانی کھینچنے میں بھیگی ہوئی رسی سے جو قطرے، یا فرض کر لیجیے پانی کنویں میں گرتا ہے اس سے کنواں ناپاک نہ ہوگا؛ اگرچہ پانی کھینچنے والا بے وضو ہو یہی نہیں بلکہ وضو کا پانی کنویں میں کوئی قصداً ڈال بھی دے تو کنواں

(۱)- الدر المختار، كتاب الطهارة، باب المياه، ج:۱، ص:٣٣٤، ٣٣٥، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۲)- أيضا، ج:۱ ص:٣٤١.

ناپاک نہ ہوگا؛ اس لیے کہ ماے مستعمل پاک ہے جیسا کہ تمام فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے، اس لیے مسجد کے اس کنویں سے لوگوں کو پانی لے جانے سے منع نہ کیا جائے اور نہ اس پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج ہے۔ کنویں میں اگر ماے مستعمل ڈال بھی دیا جائے جب بھی کنویں کا پانی مستعمل نہ ہوگا جب تک کہ ماے مستعمل جو ڈالا گیا ہے کنویں میں موجود پانی سے زیادہ نہ ہو اور ظاہر ہے کہ پانی کھینچتے وقت بے وضو شخص کے ہاتھ سے جو پانی کنویں میں گرے گا وہ کسی حال میں بھی کنویں کے اندر موجود پانی سے زیادہ نہیں ہو سکتا یہ پانی بہت زیادہ ہوگا تو آدھا یا ایک چلو ہوگا اس لیے اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اس کنویں سے وضو کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ر صفر ۱۴۰۳ھ

[۱۲] غسل کا پانی کنویں میں گرے تو کنویں کا پانی پاک ہوگا یا ناپاک

مسئلہ بے نمازی کے غسل کا پانی کنواں میں گرے تو کنواں پاک ہے کہ ناپاک، اگر ناپاک ہے تو کتنا پانی نکالا جائے گا؟

محمد نذیر احمد، موضع مٹھولی، پوسٹ نہولی، ضلع سلطان پور، یوپی

الجواب

غسل کرنے والے کے جسم یا کپڑے پر اگر کوئی نجاست حقیقی نہیں تھی اور غسل کا پانی کنویں میں گرا تو بیس ڈول پانی کنویں سے نکالا جائے، اور اگر اس کے جسم یا کپڑے پر نجاست حقیقی تھی اور نجس پانی کنویں میں گیا تو کنویں کا کل پانی ناپاک ہو گیا، کل پانی نکالا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۳] کنویں میں خنزیر گرنے پر کتنا پانی نکالا جائے

مسئلہ زید جس کنویں سے پانی پیتا ہے اس میں خنزیر گر گیا تو زید نے ایک دو مزدور سے دن بھر پانی نکلوا کر کنویں کو پاک سمجھ کر استعمال کرنا شروع کر دیا جب کہ خنزیر گرنے پر پورا پانی نکالا جائے گا۔ لیکن بتانے پر بھی کہتا ہے کہ میں بھی پڑھا لکھا ہوں۔ ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے۔ کیا اس صورت میں کنواں پاک ہوگا، یا نہیں۔ اگر نہیں تو جو پیتا ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

محمد الیاس رضوی، مقام برواڈیہ، چکر گھٹا، بنارس، یوپی

الجواب

کنویں دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جن کا سوتا تیز جاری ہوتا ہے، پانی نکالتے جائیے نیچے سے پانی بڑھتا جاتا ہے، اس کا پانی ختم نہیں ہوتا، ایسے کنویں اگر ناپاک ہوجائیں اور کل پانی نکالنا ضروری ہو تو حکم یہ ہے کہ کنویں میں جتنا پانی ہو مثلاً ہزار ڈول، دو ہزار ڈول وہ سب نکال دیا جائے۔ اگر چہ کنواں خشک نہ ہو۔ اگر یہ کنواں ایسا ہی تھا اور دن بھر پانی کھنچوانے کے بعد اس کا ظن غالب ہوگیا کہ کنویں میں جتنا پانی موجود تھا اتنا نکل گیا تو کنواں پاک ہوگیا۔

کنویں میں کتنا پانی موجود ہے اس کا اندازہ کرنے کے لیے فقہا نے تین طریقے لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے: جن لوگوں کو پانی کی مقدار معلوم کرنے کی مہارت ہے ایسے لوگ جتنا بتائیں اتنا پانی نکالا جائے گا، کم از کم ایسے دو مسلمان پرہیز گار کا اندازہ ضروری ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے: اس پانی کی گہرائی کسی لکڑی یا رسی سے صحیح طور پر ناپ لیں اور چند شخص بہت پھرتی سے سو ڈول مثلاً نکالیں پھر پانی ناپیں جتنا کم ہوا اسی حساب سے پانی نکالیں، کنواں پاک ہوجائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ پہلی مرتبہ ناپنے سے معلوم ہوا کہ پانی مثلاً دس ہاتھ ہے، پھر سو ڈول نکالنے کے بعد ناپا تو نو ہاتھ رہا اس سے معلوم ہوا کہ جب سو ڈول نکالنے میں ایک ہاتھ پانی کم ہوا تو کل پانی ایک ہزار ڈول ہے۔ ایک ہزار ڈول پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہوجائے گا۔ یہ ایک مثال ہے اگر اس شخص نے ان دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر عمل کر کے پانی نکلوایا ہے اور کنواں واقعی ایسا ہی ہے کہ ٹوٹتا نہیں تو کنواں پاک ہوگیا۔

دوسری قسم کنویں کی وہ ہے کہ اس کا سوتا کمزور ہوتا ہے اگر اس میں سے پانی زیادہ مقدار میں جلدی جلدی نکالیں تو سوکھ جاتا ہے، ایسے کنویں کا حکم یہ ہے کہ جب تک کنویں کا کل پانی اس طرح نہ نکالیں کہ پانی ختم ہوجائے یعنی اتنا کم ہوجائے کہ ڈول یا گھڑا آدھا بھی نہ بھرے اس وقت تک کنواں پاک نہ ہوگا۔ اگر کنواں اس دوسری قسم کا ہے تو پاک نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۴] کنویں میں چوہا گر کر سڑ جانے سے ۱۰۰/ ڈول نکالنے سے کیا پانی پاک ہوجائے گا

مسئلہ ایک مسجد کے پختہ کنواں میں سڑا ہوا چوہا نکلا کچھ لوگوں نے سو، یا پچاس گھڑا پانی نکال کر پانی پینا شروع کر دیا، بعدہ ایک مولوی صاحب پہنچے اور کہا کہ پورا پانی نکالو، چناں چہ پورا پانی نکالا گیا، تو جن لوگوں نے

اپنی رائے اور ضد کی بنیاد پر اس ناپاک پانی کو استعمال کیا ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

سعید احمد، خطیب جامع مسجد، پورا امام اللہ، کھنڈ اسا دیو گاؤں، فیض آباد

الجواب

ان لوگوں نے ناپاک پانی استعمال کیا، اس پانی سے وضو یا غسل کر کے جتنی نمازیں پڑھیں سب کی قضا پڑھیں، جن کپڑوں کو پانی لگا اور بدن میں جہاں جہاں پانی پہنچا سب دھوئیں۔ جن جن لوگوں نے یہ پانی پیا، اس میں کھانا پکا کر کھانا کھایا وہ سب لوگ توبہ کریں، جن لوگوں نے سو، یا پچاس ڈول پانی نکال کر کنویں کو پاک سمجھا یہ سب لوگ یوں بھی گنہ گار ہوئے کہ بے علم فتوی دیا، بے علم فتوی دینا حرام ہے، حدیث میں ایسے لوگوں پر لعنت آئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۵] کنویں میں چوہا اور کبوتر مر کر پھول جائے تو کب سے ناپاک مانا جائے گا

مسئلہ کنویں میں بلی، یا چوہا، یا کبوتر گر کر پھول گیا، پھٹا نہیں اور نکال لیا۔ ایسی حالت میں تین دن کی نماز فرض دہرانے کا حکم اور اس کی وجہ تحریر فرمائیں۔

محمد سرور خادم جامع مسجد بھوپال گنج، پھلواڑاہ (راجستھان)

الجواب

اس سلسلے میں مفتٰی بہ صاحبین کا قول ہے کہ جس وقت یہ جانور اس حالت میں کنویں میں دیکھے گئے اس وقت سے کنویں کے ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ (۱) اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے کہ: علم کے وقت سے لے کر تین دن پہلے سے کنویں کے ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ اس میں احتیاط زیادہ ہے؛ اس لیے کہ یہ طے ہے کہ جب وہ جانور پھولا ہوا ہے تو بہت پہلے کا گرا ہوا ہے، کوئی جانور پانی میں گرتے ہی نہیں پھولتا۔ واضح رہے کہ پھولنے سے یہ مراد نہیں کہ اس کا پیٹ پھولا ہوا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ پانی اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا ہو اور اس کے گوشت پوست کمزور ہو گئے ہوں۔ اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب ایک مدت تک پانی میں گر کر پڑا رہتا ہے تو پھولتا ہے، اور یہ موسم اور پانی اور جانور کی قوت کے اعتبار سے مختلف مدت چاہتا ہے۔ گرم پانی میں جلدی پھولے گا، اسی طرح کھاری پانی میں، اسی طرح گرم موسم خصوصاً برسات میں، ٹھنڈے میٹھے پانی میں جاڑوں میں دیر سے پھولے گا۔

---

(۱)- بہار شریعت، حصہ دوم، ص: ۳۴۰، کوئیں کا بیان، مسئلہ: ۲۸، مکتبۃ المدینہ۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے تجربہ کے مطابق یہ فرمایا کہ تین دن تک ضرور پھول جائے گا؛ اس لیے اس کی مقدار تین دن رکھی۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ جانور پہلے سے گرا ہوا ہو مگر اس کا معلوم کرنا متعذر ہے، اس پر بھی تجربہ شاہد ہے کہ کوئی بھی جاندار پانی میں نیچے تین دن سے زیادہ نہیں رہ سکتا ہے اور جب کنویں سے پانی برابر کھینچا جا رہا ہے تو اغلب یہ ہے کہ کسی نہ کسی کے برتن میں اسے آنا چاہیے، پانی کی سطح پر دکھائی دینا چاہیے۔ ان سب پر نظر کرتے ہوئے حضرت امام اعظم نے تین دن فرمایا مگر اس میں بھی لوگوں کے لیے حرج ہے۔ (۱) اس لیے تیسیراً صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۶] جس کنویں کا پانی جاری ہو وہ کیسے پاک ہو گا

مسئلہ کنواں کا پانی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

تفصیل کنواں: کنواں تقریباً چالیس فٹ گہرا ہے، تقریباً بائیس فٹ کے بعد پانی شروع ہوتا ہے جو اٹھارہ فٹ ہے، کنواں سے صرف ڈول کو رسی سے باندھ کر پانی نکال سکتے ہیں کیوں کہ اندر کنواں میں سیڑھیاں وغیرہ نہیں ہیں جو کہ پانی تک اتر کر پہنچ سکیں۔ ہمارے یہاں ایک جامع مسجد عادل پور کے کنویں میں بتاریخ ۱۳ ربیع الاول

---

(۱)- اور حرج کو شریعت طاہرہ نے دور کیا ہے، ارشاد باری ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ [الحج، آیت: ۷۸]

اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہ رکھی۔

اور حدیث میں ہے:

یسروا ولا تعسروا. [صحیح البخاری، کتاب العلم، باب قول النبی یسروا ولا یعسروا، رقم الحدیث: ۶۱۲۴] آسانی لاؤ اور دشواری نہ پیدا کرو۔

اس بنا پر آسان حکم کے بارے میں یہاں یہ غور ہوا کہ اس کا بین امکان ہے کہ چوہا کہیں آس پاس میں مر کر پھول گیا ہو، پھر کسی پرندے نے اسے اٹھا کر کنویں میں ڈال دیا، اسے دیکھنے والا تو یہی محسوس کرے گا کہ پیٹ میں پانی بھر جانے سے وہ پھول گیا ہے، مگر اس سے ہرگز یہ متعین نہیں ہوتا کہ وہ کنویں کے پانی سے ہی پھولا ہے۔ غرض جب اس کا امکان ہے کہ وہ کنویں کے باہر کہیں پانی میں گر کر مرا ہو اور وہیں پھول بھی گیا ہو بعد میں اسی حال میں وہ کسی وجہ سے کنویں میں آگیا ہو تو آسانی کے لیے یہی مانا جائے گا کہ وہ کنویں میں اسی وقت گرا جب وہ دیکھا گیا، لہٰذا کنواں اسی وقت ناپاک قرار دیا جائے گا اور اس سے پہلے اس کنویں کے پانی سے وضو یا غسل کر کے جو نمازیں پڑھی گئیں وہ صحیح ہوئیں، ان کے دہرانے کا حکم نہ ہوگا۔ امت کی آسانی کے لیے فتویٰ اسی پر ہے۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہار شریعت، حصہ دوم، ص: ۳۴۲ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ مگر چوں کہ پہلے والے احتمال کا بھی امکان ہے جو اصل فتوے میں مذکور ہے؛ اس لیے اس کے پیش نظر احتیاط اسی میں ہے کہ تین دن تین رات پہلے کی نمازیں دہرالی جائیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاوی رضویہ جلد اول غیر مترجم، ص: ۵۷۸ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

بہار شریعت کا قول مختار اوسع ہے، اور فتاوی رضویہ کا احوط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد نظام الدین رضوی

۱۴۰۴ھ شب میں کتا گر گیا تقریباً چار بجے صبح کچھ مصلیان مسجد نماز فجر کے لیے جمع ہونا شروع ہوئے تو کنویں میں سے کتے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ تاریکی تھی روشنی کا بر وقت انتظام نہ ہو سکا بعد فراغ نماز فجر کنویں میں دیکھا گیا سطح آب پر کتا تیرتا ہوا زندہ موجود تھا۔ فوری ڈول رسی سے باندھ کر کنویں میں چھوڑ دیا گیا تاکہ کتے کو جو کہ زندہ تھا کنویں سے نکال دیا جائے مگر ڈول سے کتا کو زندہ نکالنے کی کوشش سود مند ثابت نہ ہوئی چوں کہ کتا بڑا تھا۔ بعد میں جھولا پایا گیا جھولے کو رسی سے باندھ کر کنویں میں چھوڑنا ہی چاہتے تھے کہ کتا کنویں ہی میں دم توڑ دیا اور کنویں میں غرق ہو گیا اور تہ تک پہنچ گیا وقت تقریباً صبح سات بجے تھے اس کے بعد تقریباً دس بجے صبح یعنی تین گھنٹے وقفہ کے بعد غوطہ زن نے اس مردہ کتے کو کنویں سے باہر نکال دیا۔ اس کے بعد مصلیان مسجد اپنی معمولی معلومات کے لحاظ سے کہ کنویں کا پانی ناپاک و نجس ہو گیا ہے لہذا کنویں کا تمام پانی خالی کرنے کی کوشش میں پہلے واٹر پمپ سیٹ (ڈیزل انجن) لایا گیا اس پمپ سیٹ سے مسلسل چار پانچ یوم تک کوشش کی گئی مگر کچھ ٹیکنیکل وجوہات کی بنا پر پمپ سیٹ پچیس فٹ کی گہرائی سے زیادہ پانی نہیں کھینچ سکتا وغیرہ۔ الغرض اس پمپ سیٹ سے بہ مشکل تمام پانچ فٹ پانی کنویں سے نکالا جاسکا اس کے بعد کنویں میں پانی کی سطح اندرون چھ سات گھنٹے بعد یعنی پھر پہلے ہی کی طرح سطح آب دوبارہ پرانے نشانے پر آگئی۔ اس کے بعد مزدوروں کے ذریعہ ڈول سے کنویں کا پانی نکالنا شروع کیا گیا، پانچ چھ گھنٹے میں پانچ چھ فٹ پانی کنوئیں سے نکالا گیا۔ مزدوروں کے تھک جانے کے بعد پانچ چھ گھنٹے توقف کے بعد دیکھا گیا کنوئیں میں پھر پانی کی سطح چار فٹ بھرتی ہوگئی۔ اس کے بعد پھر پندرہ سولہ یوم کے بعد زیادہ تعداد میں مزدور فراہم کر کے بہ ذریعہ ڈول کنوئیں سے پانی نکالا گیا یعنی صبح نو بجے سے شام چار بجے تک کنویں کا پانی جو اٹھارہ فٹ تھا اس میں سے دس بارہ فٹ پانی نکالا گیا مابقی پانی چھ سے آٹھ فٹ نکالا نہ جاسکا کیوں کہ کنوئیں کا جھرہ کافی تیز اور بڑا ہے مزدور جو صبح نو بجے سے شام چار بجے تک مسلسل بلا توقف دس بارہ فٹ پانی کنویں سے نکالے وہ تقریباً چار ہزار ڈول سے زائد ہوگا۔ غرض مزدور بہت تھک گئے مگر کنویں کا پانی خالی نہ ہو سکا۔ اور کنویں کے پانی کا استعمال مورخہ ۱۳ر ربیع الاول ۱۴۰۴ھ سے اب تک بند ہے جس کی وجہ سے مسجد مذکور میں وضو وغیرہ کے لیے پانی کی تکلیف ہے۔ ساتھ ہی اہل محلہ کے لیے بھی پانی کے استعمال کی تکلیف ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ کنویں کا پانی از روے شرع استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو کس طور سے جائز ہونے کا جواز ہو۔ براے کرم جواب سے مطلع فرمائیں۔

محمد حسین محی الدین برادر قاضی، محلہ ولید پور، ضلع گلبرگہ، کرناٹک

۶ر ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

الجواب

اب یہ کنواں پاک ہو گیا۔ بلا کسی جھجک کے اس کا پانی وضو، غسل، کھانے پینے میں صرف کریں۔ جب کنواں ایسا ہو کہ اس کا پانی ٹوٹتا نہ ہو تو اس کی پاکی کے لیے یہ کافی ہے کہ نکالتے وقت جتنا پانی کنویں میں ہو اتنا نکال دیا جائے۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

وإن تعذر نزح كلها لكونها معينا فبقدر ما فيها وقت ابتداء النزح۔ (۱)

اور اگر کنویں کے کل پانی کا نکالنا دشوار ہو تو پانی نکالنا شروع کرتے وقت اس کا اندازہ کر کے نکال دیا جائے۔

آپ کے بیان کے مطابق کنویں میں کل اٹھارہ فٹ پانی تھا۔ تین بار میں تقریباً بیس بائیس فٹ پانی نکالا جا چکا؛ اس لیے اب یہ کنواں پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶ / ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

[۱۷] سیپ کا چونا اگر کنویں میں گر جائے تو پانی پاک رہے گا یا ناپاک ہو جائے گا

مسئلہ سیپ کا چونا حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو یہ چونا کنواں میں گر جائے یا ڈالا جائے تو پانی نجس ہوگا یا نہیں؟ اگر نجس ہے تو جو شخص اس پانی سے وضو کر کے نماز ادا کیا ہے اعادہ کرے گا یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ نجس نہ ہوگا اور نماز واجب الاعادہ نہیں ہے جیسے مٹی تو کیا زید کا کہنا درست ہے، اور زید گنہ گار نہ ہوگا؟

محمد شمس الدین، نیپالی

الجواب

سیپ کا چونا کھانا جائز نہیں جیسے سیپ کا کھانا جائز نہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں تصریح فرمائی ہے (۲)۔ مگر ناپاک نہیں، حرام ہونے کے لیے ناپاک ہونا لازم نہیں جیسے مینڈک ——— خود سیپ ان کا کھانا حرام ہے مگر یہ ناپاک نہیں مائی المولد ہے؟ اس لیے اگر سیپ کا چونا کنواں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ / جمادی الآخرہ ۱۴۰۰ھ

---

(۱)- الدر المختار، ج: ۱، ص: ۳۷۰، ۳۷۱، كتاب الطهارة، باب المياه، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان.

(۲)- فتاوی رضویہ ج: ۱، ص: ۷۰۱، کتاب الطہارۃ، رضا اکیڈمی، ممبئی

[۱۸] تالاب میں اگر خنزیر مر کر پھٹ جائے تو اس کے پانی کا کیا حکم ہے

مسئلہ ایک تالاب میں خنزیر مر گیا ہے، اس کی لمبائی ۵۰ فٹ ہے اور چوڑائی پندرہ فٹ ہے۔ گہرائی دس فٹ ہے اس میں خنزیر گر کر مر گیا ہے اس میں پھول کر پھٹ گیا ہے ہمارا پورا گاؤں جاہل طبقہ ہے، اور اس تالاب میں مچھلی بہت زیادہ ہیں مچھلیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ہمارے گاؤں کے لوگ بولتے ہیں کہ اس تالاب میں کیا لگا ہے، ہوا لگنے سے پانی پاک مانا جاتا ہے ہمارے گاؤں میں کوئی خاص پڑھے لکھے آدمی نہیں ہیں، ہم دو آدمی پڑھے ہیں تو ہم لوگوں کی بات کا یقین نہیں لاتے ہیں۔

جناب محمد اسلام شاہ صاحب، بھٹوری، ضلع گونڈہ، یوپی
مورخہ ۵ / ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ

الجواب

اتنے بڑے تالاب میں خنزیر یا کسی بھی جانور کے گر کر مرنے پھولنے پھٹنے سے کل پانی ناپاک نہ ہوگا، جہاں جہاں اس کا اثر یعنی رنگ و بو و مزہ پہنچے گا اتنا ناپاک ہوگا؛ اس لیے اس تالاب کی مچھلیاں کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرام ایک ایسے تالاب پر پہنچے جس میں گدھا گر کر مر گیا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا: پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ (۱) ہدایہ میں ہے:

والغدير العظيم الذي لا يتحرك أحد طرفيه بتحريك الطرف الآخر إذا وقعت نجاسة في أحد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۹] حوض میں خنزیر کا بچہ گر جائے تو پانی قابل استعمال ہے یا نہیں

مسئلہ مکرمی جناب مفتی صاحب قبلہ سلام مسنون، خدمت عالیہ میں ایک مسئلہ حاضر ہے جواب از روئے شرع دیا جائے۔

---

(۱)- عن جابر رضی اللہ تعالی عنه قال: انتهيت إلى غدير فإذا فيه حمار ميت فكففنا عنه حتى انتهى إلينا رسول الله ﷺ فقال: إن الماء لا ينجسه شئ فاستقينا وأروينا وحملنا. رواه ابن ماجه والطحاوی . [ابن ماجه ، باب الحياض - شرح معانی الآثار، باب الماء يقع فيه النجاسة، واللفظ لابن ماجه] مشاہدی

(۲)- الهداية، ج:۱ ، ص:۲۰ ، كتاب الطهارات، باب الماء الذي يجوز به الوضو وما لا يجوز به، مجلس البركات، مبارک پور.

مسجد میں حوض ہے جس کی لمبائی چوڑائی سب ملا کر سو ہاتھ ہے، اس لیے حوض میں ایک سؤر کا بچہ گر کر ادھر ادھر پھرتا رہا کچھ دیر بعد زندہ نکالا گیا، کیا یہ حوض کا پانی پاک ہے اور اس پانی سے وضو کرنا درست ہے، جو نمازیں پڑھی گئیں ان کا کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے کہ سؤر نجس العین ہے لہذا پانی نکلوا دیا جائے۔ بکر کہتا ہے کہ حوض دہ در دہ ہے اس لیے جائز ہے۔ شریعت کیا کہتی ہے اس کے متعلق۔ جس وقت سور حوض میں پڑا ہے اس وقت شہر میں جہاں پانی کا سپلائی یعنی گورنمنٹ کا پائپ کھلا ہوا تھا اور حوض بھر کر اس کا پانی نالی میں گر رہا تھا۔ یہ پانی بہتا پانی ہے کہ نہیں۔ امام صاحب مسجد کے یہ حکم دیے کہ پانی نکال دیا جائے احتیاطاً لیکن کمیٹی یہ کہتی ہے کہ ہرگز نہیں نکلے گا پانی، اس لیے کہ جائز ہے تو کمیٹی کے اوپر ذمہ داری ہے یا نہیں، جب کہ عوام میں سے کچھ لوگ اس پانی سے وضو کرنے میں نفرت محسوس کرتے ہیں۔

محمد قیصر، سکریٹری سیرت کمیٹی، کاکیناره

الجواب

جب یہ حوض دہ در دہ سو ہاتھ مربع ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا پانی ابل کر بہہ بھی رہا تھا تو خنزیر کے گرنے کے باوجود حوض پاک ہی رہا (کیوں کہ ایک تو وہ) دہ در دہ ہے اور دہ در دہ حوض ماے جاری کے حکم میں ہے۔ (دوسرے یہاں پانی حقیقۃً بھی جاری ہے) تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:

وكذا يجوز براكد كثير كذلك، أي: وقع فيه نجس لم ير أثره ولو في موضع وقوع المرئية، به يفتى بحر ... ولكن في النهر وأنت خبير بأن اعتبار العشر أضبط لاسيما في حق من لا رأي له من العوام فلذا أفتى به المتأخرون الأعلام ... ثم المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه وكذا البئر وحوض الحمام.(1)

ہاں اگر خنزیر کے بدن کا کوئی اثر پانی میں موجود ہو یعنی رنگ یا بو یا مزہ تو ناپاک ہے۔ انھیں دونوں میں ہے:

إن لم ير أي يعلم أثره فلو فيه جيفة أو بال فيه رجال فتوضأ آخر من أسفله جاز مالم ير في الجرية أثره وهو إما طعم أو لون أو ريح ظاهره يعم الجيفة وغيرها وهو ما رجحه الكمال وقال تلميذه قاسم: إنه المختار، وقواه في النهر.(2)

(1)- الدر المختار، كتاب الطهارة، باب المياه، ج ١، ص: ٣٣٩ تا ٣٤٥. دار الكتب العلمية، بيروت-
(2)- الدر المختار، كتاب الطهارة، باب المياه، ج ١، ص: ٣٣٥، ٣٣٦، مطبع دار الكتب العلمية، بيروت-

خلاصہ یہ کہ حوض جب دہ در دہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس میں نل سے پانی گر رہا ہے اور دوسری طرف سے بہہ رہا ہے تو خنزیر کے بچے کے گرنے سے حوض کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ ہاں! اگر اس کا رنگ یا بو یا مزہ پانی میں ہو تو ضرور ناپاک ہے اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ حوض میں پاک پانی ڈال کر بہا دیا جائے کہ اس کا اثر ختم ہو جائے، حوض کو خالی کر کے حوض کی دیواروں کو دھونا، مانجنا پھر تین بار بھرنا اور خالی کرنا ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰ر صفر ۱۴۰۳ھ

[۲۰] کنویں میں اگر جوتا گر جائے تو پانی پاک رہے گا یا ناپاک ہو جائے گا

مسئلہ کنواں میں ایک استعمال شدہ جوتا (چمڑا یا پلاسٹک کا) گر کر ڈوب گیا ہمارے یہاں کے مولوی صاحب نے صرف چالیس پچاس بالٹی پانی نکلوا دیا اور جوتا نہیں نکلوایا، کہتے ہیں کہ پانی پینے کے قابل اور پاک ہے، تو کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر نہیں تو کتنا بالٹی پانی نکالا جائے اور جوتا نکالنے کی حاجت ہے کہ نہیں، اور مولوی صاحب کا مسئلہ غلط ہونے کی صورت میں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

رمضان علی، علی آباد، بارہ بنکی

الجواب

اگر یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ جوتے میں کوئی نجاست لگی ہوئی تھی تو یہ فرض ہے کہ پہلے جوتا نکالا جائے پھر کنویں کا کل پانی نکالا جائے کہ اگر جوتا نہیں نکالا گیا تو اگرچہ کل پانی نکال دیا جائے کنواں ناپاک ہی رہے گا، اور اگر یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ جوتے میں نجاست لگی ہوئی تھی تو کنویں کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا، احتیاطاً بیس ڈول پانی نکال دیا جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۱، ص ۵۷۱ پر ہے:

جب کہ اس (جوتے) کی نجاست معلوم نہیں پانی ناپاک نہ ہوا "فإن اليقين لا يزول بالشك"[1]۔ تاتارخانیہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے: "سُئِلَ الْإِمَامُ الْخُجَنْدِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تعالى عَنْ رَكِيَّةٍ وهي الْبِئْرُ وُجِدَ فِيهَا خُفٌّ أو نعل تلبس ويمشي بها صاحبها في الطرقات لَا يَدْرِي مَتَى وَقَعَ فِيهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِ أَثَرُ النَّجَاسَة هَلْ يُحْكَمُ بِنَجَاسَةِ الْمَاءِ؟ قَالَ:

(۱)- الأشباه والنظائر، الفن الاول: القواعد الكليه، ج:۱، ص:۱۸۳، إدارة القران، كراچی پاکستان.

لَا ''۔ ہاں تسکین قلب کے لیے بیس ڈول نکال لینا مستحب ہے۔ (۱)

جب جوتا میں نجاست کا لگا ہوا ہونا تحقیقی طور پر معلوم نہ ہو جب بھی بہتر یہی ہے کہ جوتے کو ضرور نکال دیا جائے، عوام کو تشویش میں ڈالنے سے بچنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۴؍ صفر ۱۴۰۰ھ

[۲۱] گوبر لگے ہوئے گھڑے کو کنویں میں ڈالنے سے پانی پاک رہے گا یا ناپاک

مسئلہ زید جو ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہے ایک اسکول کا ٹیچر ہے، اس اسکول میں اس کے علاوہ تمام مدرسین و طلبہ ہندو ہیں، اس اسکول میں ایک کنواں ہے، اسکول کے کمرے کچے ہیں، کمروں کو گوبر سے لیپا جاتا ہے، جس بالٹی میں گوبر لاتے ہیں اور لیپتے ہیں اسے صاف کیے بغیر اس کنویں میں ڈال کر پانی نکالتے ہیں یعنی اس بالٹی کے ارد گرد گوبر لگا رہتا ہے ایسی صورت میں اس پانی کے بارے میں شرعا کیا حکم ہے، پانی پاک رہا یا ناپاک؟ اب زید اس پانی سے وضو کر سکتا ہے یا نہیں، اس پانی سے زید نے وضو کر کے جتنی نمازیں پڑھیں اس پر شرعا کیا حکم ہے، جس کمرے کو گوبر سے لیپا جاتا ہے اس میں جاے نماز بچھا کر نماز پڑھنا شرعا کیسا ہے؟

فضل رسول حبیبی، سید منزل، مرزاپور، بھدرک، ضلع بالیسر (اڑیسہ)

الجواب

جب کہ وہ عام کنواں ہے اسی سے کفار گنوار وغیرہ پانی بھرتے ہیں اور اس کے علاوہ وہاں دوسرا کنواں بھی نہیں تو عموم بلوی (۲) کے وجہ سے اس کا پانی پاک رہے گا۔ اس سے وضو کرنا درست اور اس وضو سے جو نمازیں ادا کی گئیں وہ بھی صحیح۔ اور اگر ایسا نہیں یعنی وہ کنواں عام نہیں، یا وہاں دوسرا کنواں بھی ہے جس میں مذکورہ باتوں سے پرہیز کیا جاتا ہے تو اس کا پانی پاک نہیں اس سے وضو درست نہیں ہوگا، اس سے جو نمازیں ادا کی گئیں ان کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے، فتاوی رضویہ میں ہے:

---

(۱)- فتاوی رضویہ، ج:۱، ص:۵۷۱، کتاب الطهارة، رضا اکیڈمی، ممبئی.

(۲)- اس بے مایہ، عاجز کے خیال میں یہاں عموم بلوی کے بجاے "حرج و ضرورت" ہونا چاہیے۔ یعنی حرج و ضرورت کی وجہ سے پانی پاک رہے گا؛ کیوں کہ سوال میں کنویں کا جو محل وقوع بتایا گیا ہے اس کے پیش نظر اس میں ابتلاے عوام تو ہے لیکن عموم بلوی یا ابتلاے عام نہیں۔ عموم بلوی وہاں صادق آتا ہے جہاں عوام و خواص دونوں مبتلا ہوں اور گناہ سے بچنا دشوار ہو، اسی کو ابتلاے عام بھی کہا جاتا ہے۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں کسی خاص جگہ کے کنویں کے بارے میں ابتلاے عام کا ذکر نہیں ہے تو وہاں ایسا کنواں مراد ہوگا جس سے عوام و خواص سبھی پانی لیتے ہوں، اور کچھ لوگ ناپاک ڈول ڈالتے ہوں، مگر یہاں ایک خاص کنویں کا ذکر ہے اور اس میں ابتلاے عوام ہے نہ کہ ابتلاے عام۔ تو یہاں تخفیف کا سبب دفع حرج و ضرورت ہے۔ لئاٰل۔ محمد نظام الدین الرضوی

"گوبر کا سنا ہوا گھڑا کوئی شخص کنویں میں ڈال دے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا جب کہ اس میں ابتلائے عام نہ ہو، ہاں اگر عام کنواں ہے جس کی بندش نہیں ہو سکتی اور کفار و گنوار بھرتے اور اکثر گوبر کے سنے ہوئے گھڑے ڈالتے ہیں تو یہ بھی محل ضرورت و حرج میں آگیا جب کہ اور وہاں نہ ہو ورنہ گندوں کا کنواں گندوں پر چھوڑ دیں"[1]۔

گوبر ناپاک ہے اور جو زمین لیپی جائے گی وہ بھی ناپاک ہوگی لیکن اس پر پاک جانماز بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں جب کہ جانماز خوب دبیز ہو نجاست کا رنگ اور اس کی بو محسوس نہ ہو۔ غنیہ میں ہے:

وَكَذَا الثَّوْبُ إِذَا فُرِشَ عَلَى النَّجَاسَةِ الْيَابِسَةِ ؛ فَإِنْ كَانَ رَقِيقًا يَشِفُّ مَا تَحْتَهُ أَوْ تُوجَدُ مِنْهُ رَائِحَةُ النَّجَاسَةِ عَلَى تَقْدِيرِ أَنَّ لَهَا رَائِحَةً لَا يَجُوزُ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ ، وَإِنْ كَانَ غَلِيظًا بِحَيْثُ لَا يَكُونُ كَذَلِكَ جَازَتْ [2]. واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰/ ذو قعدہ ۱۴۰۲ھ

[۲۲-۲۳] مسجد کے حوض یا کنویں سے غیر نمازیوں کا پانی بھرنا کیسا ہے

مسئلہ حضرت مولانا مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

❶ ہمارے شہر میں مسجد کے احاطے میں کنواں ہے اس کا پانی وضو کے لیے استعمال کرتے ہیں، شہر کے لوگ اندر آکر پانی لے جاتے ہیں، منع کرنے سے وہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ثواب کا کام ہے، پانی لے جانے سے وضو کے پانی میں کوئی کمی بھی نہیں ہوتی، اس لیے کوئی بھی روک نہیں سکتا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح باہر سے لوگوں کو پانی لے جانے سے کوئی روک سکتا ہے یا نہیں؟ کنویں کا پانی اب وضو کے قابل ہے یا نہیں، اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھے یا پڑھائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

❷ اسی طرح دوسری مسجد میں بھی ایک کنواں ہے اس کنویں کو اوپر سے دروازہ بنا کر بند کر دیے ہیں اور اس میں پائپ لگا دیے ہیں۔ بجلی سے پانی کو پائپ کے ذریعہ سے چھوٹے حوض میں لاتے ہیں اور ایک پائپ کو مسجد کے باہر لگا دیے ہیں وہاں سے لوگ پانی بھر کر لے جاتے ہیں، اس طرح سے مسجد کے کنویں کا پانی باہر کے لوگ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

خادم سنیت سرمد پاشاہ قادری، ہاسپیٹ ضلع بلاری، کرناٹک

---

(۱)- فوائد فتاوی رضویہ، ج ۱، ص: ۵۷۳، مطبوعہ رضا اکیڈمی۔

(۲)- غنية المستملي شرح منية المصلي، فرائض الوضو، الشرط الثاني، قبيل فروع شتى، ص: ۲۰۲، سهيل اكيڈمی، لاهور

الجواب

❶ کنویں سے پانی بھرنے کے لیے آنے میں اگر مسجد کو راستہ نہ بنایا جاتا ہو تو اس سے پانی بھرنے سے لوگوں کو منع نہیں کیا جائے گا، ہاں! مسجد کے رسی اور ڈول کو غیر نمازی کے لیے استعمال نہ کرنے دیا جائے۔ کنویں میں جب تک کسی نجاست کے واقع ہونے کا یقین نہ ہو اس کا پانی پاک رہے گا، محض اس وجہ سے کہ باہر کے لوگ کنویں سے پانی بھرتے ہیں اسے ناپاک نہیں قرار دیا جائے گا، اس سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی اس وضو سے نماز ادا کرنے میں کوئی حرج۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❷ اس حوض اور پائپ کی تعمیر اگر مسجد کی آمدنی سے ہوئی ہو، یا خاص ان کی تعمیر کے لیے الگ سے لوگوں نے روپے دیے ہوں مگر بجلی مسجد ہی کی خرچ ہوئی ہو تو اس سے محلہ والوں کو اپنے گھر کی ضروریات کے لیے پانی لینا جائز نہیں اگرچہ باہر والے پائپ سے پانی لیں، اور وہ اسی لیے لگایا بھی گیا ہو کہ محلہ کے لوگ اس سے پانی بھریں، اس صورت میں پانی لینے والے اور متولی دونوں گنہ گار ہوں گے۔

اور اگر ایسا نہیں بلکہ خاص اس پائپ کے لیے لوگوں نے اس نیت سے روپے دیے ہوں کہ اس سے نمازی اور غیر نمازی دونوں پانی لیں گے اور مسجد کی بجلی بھی اس میں صرف نہیں ہوتی یا مسجد کی بجلی تو صرف ہوتی ہو مگر اس کا بل محلہ والے بھرتے ہوں تو لوگوں کو اپنے گھر کی ضروریات کے لیے اس نل سے پانی بھرنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲؍ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

[۲۴]　انسان کے گر کر مرجانے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک چشمہ جاری ہے یعنی ایک چھوٹی سی نہر کے ذریعہ اس کنویں میں پانی آتا ہے، اس کنویں کا قطر بشمولیت ڈیڑھ فٹ کی دیوار ۱۳؍ فٹ ہے اور پانی کی گہرائی ۲۴؍ فٹ ہے اس کنویں میں ایک لڑکا گر کر مر گیا اور فوراً اس کی نعش کو نکالا گیا، نعش کو نکالنے کے بعد سے ہندو و مسلمان اور ہر قوم کے لوگ اس پانی کو استعمال کر رہے ہیں؛ کیوں کہ یہ کنواں سرکاری ہے تقریباً پانی کا استعمال تین ماہ سے ہو رہا ہے، زید کہتا ہے کہ جب تک اس کنویں کا پانی نہیں نکالتے تب تک مسلمان کو یہ پانی استعمال کرنا ناجائز ہے۔ اس پانی سے وضو یا کپڑے وغیرہ صاف کر کے جو نمازیں پڑھی گئیں وہ نمازیں ادا نہیں ہوئیں کیوں کہ وہ پانی ناپاک ہے، بکر کہتا ہے کہ جتنا پانی نکالنا تھا اس سے زیادہ پانی نکل

چکا ہے۔ اس لیے کہ یہ پانی تین مہینے سے استعمال کر رہے ہیں اب پانی نکالنے کی ضرورت نہیں اگر مسئلے کی باریکیوں کے مطابق عمل کرنا یا چلنا ہے تو اس زمین پر پیر رکھ کر چلنا بھی مشکل ہے۔ (۱)

جواب طلب بات یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا کہنا صحیح ہے؟ اس پانی کا حکم کیا ہے اور پانی کب استعمال کر سکتے ہیں؟ اس کنویں کے پانی کو استعمال کر کے مثلاً وضو، بدن یا کپڑے صاف کر کے جو نمازیں ادا کی ہیں وہ درست ہیں یا نہیں؟ اور فاتحہ و نیاز وغیرہ ادا ہوئی یا نہیں؟

نوٹ: اگر شہر میں اس کے علاوہ دوسرا کنواں یا پانی کا انتظام نہیں ہے تو کیا کرنا چاہیے؟

محبوب صاحب گنلی، ہلتھ انسپکٹر، بنگا پور

الجواب

یقیناً لڑکے کے گر کر مر جانے سے یہ کنواں ناپاک ہو گیا تھا اور یہ فرض تھا کہ جس وقت لڑکا گرا تھا اس وقت جتنا پانی کنویں میں تھا سب نکالا جائے خواہ یک بارگی، خواہ رفتہ رفتہ، تھوڑا تھوڑا۔ اب اگر اس وقت تک اتنا پانی نکل چکا جتنا لڑکے کے کنویں میں گر کر مرنے کے وقت تھا تو اب کنواں پاک ہے، اور اگر اس سے کم نکالا ہو تو اب بھی کنواں ناپاک ہے۔ اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس نہر سے پانی آتا ہے اس کو بند کر دیں اور جلدی جلدی چار پانچ آدمی اس کنویں سے پانی کھینچ لیں مثلاً سو ڈول، اب دیکھیں کہ سو ڈول کھینچنے پر پانی کتنا کم ہوا فرض کرو کہ سو ڈول نکالنے پر کنویں میں ایک فٹ پانی کم ہوا اور کل پانی دس فٹ ہے تو معلوم ہوا کہ کنویں میں ہزار ڈول پانی ہے اب اگر اس کنویں سے ہزار ڈول پانی نکل گیا تو کنواں پاک ہے کم نکالا ہے تو ناپاک۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۸؍ جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ

---

(۱)- بکر نے بڑی بے باکی کے ساتھ جو یہ کہا کہ "اگر مسئلے کی باریکیوں کے مطابق عمل کرنا، یا چلنا ہے تو اس زمین پر پیر رکھ کر چلنا بھی مشکل ہے"۔ یہ شریعت طاہرہ کے خلاف اور بالکل غلط ہے، دین کے احکام آسان ہیں، اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ" [الحج، آیت:۷۸] اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ نیز قرآن حکیم میں ہے:

"لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" [البقرۃ، آیت:۲۸۶] اللہ کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: أحب الدين إلى الله الحنيفية السمحة. [صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر] اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان دین بہت پسند ہے۔ لہٰذا بکر کتاب و سنت کے خلاف بکواس کرنے کی وجہ سے توبہ و رجوع کرے اور آئندہ ہرگز ہرگز ایسی بے باکی نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد نظام الدین الرضوی

[۲۵] کنویں کے اندر مرے ہوئے انسان کا کپڑا رہ گیا تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں

مسئلہ بنکاپور شہر کے اندر جامع مسجد کے کنویں میں ایک انسان کا چار دن پہلے حادثہ ہو چکا تھا جمعرات کے دن وہ کنویں میں گر گیا، مسجد کے اراکین میں سے کسی کو بھی معلوم نہ ہوا، اتوار کے دن، دن کے ٹھیک دس بجے اس انسان کو کنویں سے باہر نکالا گیا، نکالتے وقت انسان کے ہاتھ کا چمڑا کنویں میں پھٹ کر گر گیا۔ اور کنویں سے نکالتے وقت پیشانی سے خون کی دھار جاری تھی، اس کے کپڑے پھٹ کر کنویں میں گر گئے۔ کنواں تقریبا ۸۰ ؍ یا ۹۰ ؍ گز ڈونگا ہے، اس کی گہرائی دس فٹ ہے۔ میت کو باہر نکالتے وقت پانی کنویں میں ۲۰ ؍ گز تھا، ۸ ؍ دن کے بعد بیچ میں پھر حادثہ گزر گیا۔ کنویں سے مشین لگا کر پورا پانی نکال دیے۔ کنویں کے اندر ۲ ؍ یا ۳ ؍ بکیٹ پانی تھا، کنویں میں پلاسٹک اور کپڑا ایسا ہی رہ گیا، کنواں پانی سے دوبارہ بھر گیا۔ اب یہ پانی وضو اور استنجا کے لائق ہے یا نہیں، گاؤں کے اراکین فرماتے ہیں کہ پانی پاک ہو گیا۔ پاک ہوا یا ناپاک؟

محمد صدیق، مقام و پوسٹ بنکاپور، کوٹی گیری، ضلع دھارواڑ، کرناٹک

الجواب

اب اس کنویں کا پانی پاک ہے، اس سے وضو اور طہارت جائز ہے، کنویں میں گرنے والے انسان کا جو کپڑا کنویں میں رہ گیا چاہیے تو یہی تھا کہ اسے نکال دیا جاتا اگر نہیں نکالا تو اس سے دوبارہ آنے والا پانی ناپاک نہ ہوا؛ اس لیے کہ یہ یقینی نہیں کہ وہ کپڑا ناپاک تھا یعنی جس وقت یہ شخص کنویں میں گرا تھا اس وقت وہ کپڑا ناپاک تھا، کنویں میں گر کر مرنے سے وہ شخص ناپاک ضرور ہوا مگر اس کی یہ ناپاکی نجاست حکمیہ ہے اور نجاست حکمیہ کپڑے پر سرایت نہیں کرتی؛ اس لیے اس کے مرنے سے کپڑا ناپاک نہ ہوا۔

کنویں کے معاملے میں عوام کی آسانی کے لیے تخفیف ہے۔ آپ غور کریں اس شخص کے مرنے پر کنویں کا بیس فٹ پانی ناپاک ہوا، پانی کے ساتھ کنویں کی دیواریں بھی ناپاک ہوئیں، ناپاک پانی نکالنے کے بعد بھی کنویں کی دیواریں ناپاک ہی رہیں اب دوبارہ پانی آیا تو دیواروں کے ناپاک ہونے سے اس پانی کو بھی ناپاک ہونا چاہیے لیکن اس پر اجماع ہے کہ دوبارہ آنے والا پانی ناپاک نہیں۔ اس لیے کہ اس کو ناپاک ہونے کا حکم دینے میں حرج ہے، اسی طرح یہاں بھی اس شک کی بنا پر کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کپڑا ناپاک رہا ہو، کنویں کے ناپاک ہونے کا حکم دینے میں حرج ہے اس لیے یہاں پر کنویں کے پاک ہونے ہی کا حکم دیا جائے گا۔ واللہ تعالی اعلم

یکم ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

[۲۶] ناپاک کنویں سے کتنا پانی نکالیں کہ کنواں پاک ہوجائے

مسئلہ جاری کنویں میں اگر کوئی دموی (بہتے خون والا) جانور مثلاً چوہا گر کر مرجائے اور پھول جائے، یا پھٹ جائے یا کنویں میں نجس چیز گر جائے تو ایسی صورت میں کنویں کو پاک کرنے کے لیے شریعت مطہرہ نے کیا صورت متعین کی ہے اور کیا صورت مذکورہ میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) ڈول پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا؟ جب کہ کنویں میں اس سے کہیں زیادہ پانی ہو، اور کیا اس پانی سے وضو کرنے والوں پر نمازوں کا اعادہ بھی واجب ہے اور اگر مسجد کا امام تین سو ساٹھ ڈول پانی نکال دینے کے بعد کنویں کی طہارت کا حکم دے دے تو کیا کنواں پاک ہوجائے گا اور اگر خلاف شریعت امام نے لوگوں سے عمل کرادیا تو ایسے امام کے متعلق کیا حکم ہے؟

محمد موسیٰ نظامی، ریڈی میڈ اسٹور، سہسرام، رہتاس، بہار

الجواب

ایسے کنویں سے تین سو ساٹھ ۳۶۰/ ڈول پانی نکالنے سے کنواں بدستور ناپاک ہی رہے گا، امام نے غلط مسئلہ بتایا، اس پانی سے وضو کرکے یا غسل کرکے جتنی نمازیں پڑھی گئیں ہیں ایک بھی نہیں ہوئی۔ سب کو دوبارہ پڑھنا فرض، امام پر واجب ہے کہ توبہ کرے۔ ایسے کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ: پہلے پانی ناپ لیں کہ کتنا ہے پھر تین چار پانچ جتنے ہوسکیں قوی پھرتیلے آدمی پچاس یا سو ڈول پانی کھینچ لیں، مثلاً پانچ آدمی پانی کھینچ رہے ہیں تو ہر شخص بیس ڈول کھینچ لے پھر فوراً بلا تاخیر ناپیں اس میں کچھ پانی ضرور کم ہوگا جتنا کم ہوا اسی تناسب سے حساب لگاکر مثلاً ابتدا میں ناپا تھا تو کل پانی پانچ ہاتھ تھا، سو ڈول نکالنے پر ایک ہاتھ کم ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ ناپاکی کے وقت اس کنویں میں کل پانچ سو ڈول پانی تھا سو ڈول نکل گیا چار سو ڈول پانی اور نکال دیں کنواں پاک ہوجائے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ لگاتار نکالیں کچھ وقفے کے بعد نکالیں جب بھی پاک ہوجائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۳/ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

[۲۷] کوڑھی اگر کنویں میں گرجائے تو پانی پاک ہے یا ناپاک

مسئلہ کوڑھی اگر کنویں میں گرجائے تو کیا ہوگا؟

مولوی محمد ریاض اللہ خاں، امام مسجد چھوٹی زیارت، بدایوں، یوپی ۲۴۳۶۰۱

الجواب

اگر اس کوڑھی کے زخم کھلے ہوئے ہیں جن سے رطوبت بہتی رہتی ہے تو کنویں کا سارا پانی ناپاک ہوجائے گا اور اگر یہ کوڑھی ایسا ہے کہ ابھی اس کا کوڑھ پھوٹا نہیں ہے، سب زخم بند ہیں کہیں سے کوئی رطوبت نہیں بہتی اور اس کے جسم پر بھی نجاست نہ ہو اور کنویں سے زندہ نکل آئے تو کنواں پاک ہے لیکن اگر اس کے جسم پر اور کوئی نجاست تھی مثلا پیشاب کر کے استنجا نہیں کرتا تھا، پیشاب اس کے بدن اور کپڑوں میں لگا ہوا تھا تو کنواں ناپاک ہو جائے گا، کل پانی نکالا جائے گا۔ اور اگر کنویں میں گر کر مرگیا تو بہر حال کنویں کا کل پانی ناپاک ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۱۹/ صفر ۱۴۱۳ھ

[۲۸] ہینڈ پائپ (نل) میں اگر نجاست پڑ جائے تو پانی کا کیا حکم ہے

مسئلہ ہینڈ پائپ (نل) میں نجاست پڑ جانے پر اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہوگا جب کہ نیچے کا وائسر بھی پھٹا ہوا اور نجس پانی تہ تک پہنچ جائے؟

محمد رضوان، مقام و پوسٹ ہردوئی، ضلع باندہ، یوپی

الجواب

نجاست پڑتے وقت نل میں جتنا پانی ہوا سے نکال دیا جائے[1]، ماہر حساب داں نل کی لمبائی اور موٹائی سے یہ حساب لگا سکتا ہے کہ اس میں کتنا پانی تھا، اور اگر کوئی ایسا حساب داں نہ ہو تو اندازہ کر کے اندازے سے کچھ زائد پانی نکال دیا جائے۔ واللہ تعالی اعلم

۲۸/ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

[۲۹] دہ در دہ کا حساب انچ و فٹ کے اعتبار سے

مسئلہ دہ در دہ حوض کی لمبائی اور چوڑائی کا حساب کرنے کے لیے ہاتھ کا حساب ہے، وہ ہاتھ کی لمبائی

(۱)- اور احتیاط یہ ہے کہ کچھ پانی اور بھی نکالا جائے؛ کیوں کہ نجاست سطح آب تک پہنچ سکتی ہے بلکہ اغلب یہی ہے کہ جب نجاست پائپ کے اندر سرایت کر گئی تو وہ پانی ناپاک ہوگیا اور یہ ناپاک پانی زمین کے پانی سے متصل ہے اس لیے کچھ وہ پانی بھی فی الواقع ناپاک ہونا چاہیے، یہ الگ بات ہے کہ دفع حرج کے لیے ہم اس کی ناپاکی کا حکم نہ دیں مگر کچھ مزید پانی احتیاطا نکال کر بہا دینا چاہیے تاکہ سطح آب کا جو حصہ ناپاک ہوا ہو وہ بھی نکل جائے۔ واللہ تعالی اعلم۔ محمد نظام الدین الرضوی

شرعی حساب سے کتنی ہے اور شرعی گز کتنے انچ کا ہوتا ہے؟ اور حوض کی صرف لمبائی اور چوڑائی کا حساب لیا جائے یا گہرائی کا بھی لیں اگر حوض گول ہو تو اس کا کیا حساب ہے؟

محمد سرمد شاہ، مومن مسجد، ہاسپیٹ، بلاری، کرناٹک

الجواب

دہ در دہ میں جس ہاتھ کا اعتبار ہے وہ چوبیس ۲۴ر انگل ہے جو اٹھارہ انچ کا ہوتا ہے یعنی ڈیڑھ فٹ اب دہ در دہ کا مطلب ہوا پندرہ فٹ لمبا، پندرہ فٹ چوڑا۔ گہرائی اتنی کافی ہے کہ پانی لینے میں زمین نہ کھلے اور اگر گول ہو تو اس کی گولائی ساڑھے پینتیس ہاتھ ہو یعنی سوا ترپن فٹ۔ واللہ تعالی اعلم

۲۲ر رجب ۱۴۱۳ھ

[۳۰] استنجا خانے کے قریب کنواں کھودا گیا استنجا خانہ بند کر دیا گیا تو اس کے پانی کا کیا حکم ہے

مسئلہ ایک مسجد میں عارضی طور پر ایک استنجا خانہ تھا اس سے تین فٹ ہٹ کر ایک کنواں کھودا گیا اور استنجا خانہ ختم کر دیا گیا، ایسی صورت میں اس کنویں کے پانی سے وضو، غسل اور دیگر استعمال جائز ہے کہ نہیں؟ کچھ لوگ اس کنویں سے وضو وغیرہ نہیں بناتے ہیں، اسے ناپاک سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ اس پانی کا استعمال وضو وغسل وغیرہ میں کرتے ہیں تو اس میں حق بجانب کون لوگ ہیں؟ کیا اس کنویں کا پانی پاک نہیں ہے؟

محمد کلیم فدائی، مقام پٹکی کوئلری، ضلع دھنباد، بہار

الجواب

اس کنویں کا پانی بلاشبہہ پاک ہے، استنجا خانہ کبھی تھا اب تو نہیں ہے اگر سابقہ استنجا خانے کا لحاظ کر کے کنویں کو ناپاک قرار دیا جائے تو سخت دشواری پیدا ہو جائے گی، کیا معلوم کہاں کہاں استنجا خانہ تھا جہاں بھی کنواں کھودیں تو وہاں احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے یہاں استنجا خانہ رہا ہو۔ اس کنویں کا پانی بلاشبہہ پاک ہے، وضو اور غسل پینے اور نہانے دھونے سب کے لائق ہے، جو لوگ اسے ناپاک بتاتے ہیں وہ لوگ غلطی پر ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۱-۳۳] حوض صغیر و کبیر کی تفصیل اور اس کے احکام

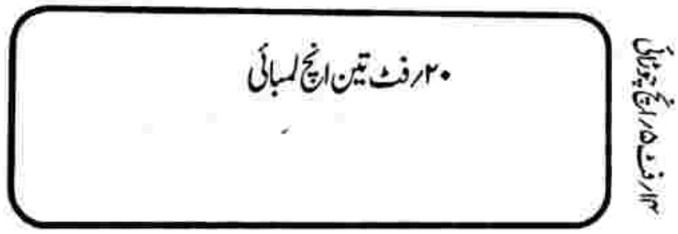
مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں:

❶ حوض کتنی طرح کا ہوتا ہے باعتبار شرع وضاحت کریں۔

❷ بہار شریعت حصہ دوم ص:۳۷ پر مرقوم ہے کہ حوض کی مربع پیمائش دہ در دہ یعنی کل لمبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو جائے تو یہ بڑا حوض ہے اور اگر مذکورہ پیمائش سے کم ہو تو چھوٹا حوض ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ باعتبار شرع ہاتھ کا شمار کہاں تک ہے؟ نیز حوض کبیر و حوض صغیر سے غسل و وضو جائز ہے یا نہیں؟

❸ ہمارے یہاں کی ایک چھوٹی مسجد ہے جس کی جگہ تنگ ہے، بایں سبب مندرجہ ذیل شکل کا حوض ہے:



لیاقت حسین قادری، جامع مسجد ضلع سابر کانٹھا، گجرات

الجواب

❶ باعتبار حکم حوض کی دو قسمیں ہیں۔ حوض صغیر اور حوض کبیر۔

حوض کبیر وہ ہے جو سو ہاتھ مربع ہو اس سے کم ہے تو حوض صغیر ہے۔ حوض کبیر میں وضو یا غسل کرنے سے پانی مستعمل نہ ہوگا، اور نجاست گرنے سے پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطے کہ نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ پانی میں ظاہر نہ ہو۔ حوض کی مقدار میں کس ہاتھ کا اعتبار ہے اس میں فقہا کے تین اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ: معتبر ذراع کرباس ہے۔ یعنی کپڑوں کا گز۔ اسی کو درر، ظہیریہ، خلاصہ، خزانہ، مراقی الفلاح اور عالمگیری وغیرہ میں اختیار کیا۔ اور شرح زاہدی تجنیس، فتاوی کبری پھر قہستانی، پھر در مختار میں اسے مختار اور نہایہ میں صحیح اور ہدایہ میں مفتی بہ اور ولوالجیہ میں اَلیق اور اَوسع کہا ہے۔ ذراع کرباس کتنا بڑا ہے اس میں بھی اختلاف ہے، امام ولوالجی نے سات مشت بتایا اور ہر مشت چار انگل۔ اس طرح ایک ہاتھ، اٹھائیس انگل کا ہوا۔ اس قول پر نہایہ و جامع الرموز پھر در مختار اور باتباع ولوالجی فاضل ابراہیم حلبی نے شرح منیہ میں اقتصار کیا۔ مگر جمہور علما کے

نزدیک ذراعِ کرباس چھ مشت کا ہے۔ ہر مشت چار ملی ہوئی انگلیاں۔ اسی طرف امام ابن الہمام کا رجحان ہے اور یہی عالمگیری، تبیین اور بحر الرائق میں کتب کثیرہ سے نقل فرمایا، اس قول راجح کی بنا پر یہ گز چوبیس انگل کا ہوا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: اعتبار ذراع مساحت کا ہے اسے امام فقیہ النفس قاضی خان نے صحیح کہا۔ یہ گز کتنا بڑا ہے اس میں بھی مختلف اقوال ہیں: مضمرات میں ہے سات مشت اور ہر مشت کے ساتھ ایک انگل۔ یعنی پینتیس انگل۔ علامہ کرمانی نے سات مشت اور ایک انگوٹھے کی چوڑائی بتایا۔ مگر یہ دونوں قول شاذ ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ: جس شہر جس جگہ جو گز رائج ہو اسی کا اعتبار ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ قوی دو پہلے والے اقوال ہیں۔ زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ ذراع مساحت کا اعتبار کیا جائے اور بوجہ تنگی گنجائش نہ ہو تو ذراع کرباس کا لحاظ کیا جائے یعنی چوبیس انگل کا گز۔ یہ چوبیس انگل کا گز انگریزی گز سے چھتیس انچ کا ہوتا ہے اسی طرح دہ در دہ کی مقدار پچیس گز مربع ہوئی آپ کے یہاں چوں کہ جگہ تنگ ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ یہ حوض بیس فٹ تین انچ لمبا اور چودہ فٹ پانچ انچ چوڑا ہے تو یہ حتماً دہ در دہ ہے، اس میں وضو کرنا بلا شبہہ جائز و درست ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ جد الممتار حاشیہ رد المحتار میں فرماتے ہیں:

"وعلى المفتى به أعني ذراع الكرباس الذي هو ستّ قبضات عند الأكثرين أي نصف الذراع الافرنجي تكون عشر في عشر خمسا وعشرين ذراعا أفرنجيا"۔ (۱)

فتاوی رضویہ جلد اول ص:۳۱۵ پر ہے: ورنہ وہی چوبیس انگل کا گز خود معتمد و ماخوذ ہے جس کا دہ در دہ ہمارے گز سے پچیس ہی گز ہوا اور اس کے اعتبار میں اصلاً دغدغہ نہیں کہ وہی مفتی بہ ہے اور وہی قول اکثر اور اسی میں یسر و آسانی بیش تر اور مقدار دہ در دہ کا اعتبار بھی خود رفق و تیسیر کی بنا پر، کما لا یخفی۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

حوض صغیر جو دہ در دہ سے کم ہو اس میں وضو یا غسل کرنے سے کل پانی مستعمل ہو جائے گا اور نجاست گرنے سے کل پانی ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۸ / رجب ۱۴۰۴ھ

[۳۴-۳۵] حوض کی لمبائی، چوڑائی کی مقدار

مسئلہ ۱ حوض (جو ماء جاری کے حکم میں ہوتا ہے) کتنا لمبا چوڑا ہو عرض و طول فٹ کے اعتبار

(۱)- جد الممتار، کتاب الطهارة، ج:۱، ص:۱۳۹، المجمع الاسلامی، مبارک پور۔

(۲)- فتاوی رضویہ، ج:۱، ص:۳۱۵، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

سے ارشاد فرمائیں اور کم از کم گہرا کتنا ہو؟

❷ دس فٹ چوڑا اور دس فٹ لمبا کیا یہ مقدار حوض مذکورہ کے لیے کافی ہو سکتی ہے؟

عبد السلام رضوی، مدرسہ مدینہ، پوسٹ چورو، راج

الجواب

❶ دہ در دہ ہونے کے لیے حوض کو کم از کم سو ہاتھ مربع ہونا ضروری ہے۔ مثلا دس ہاتھ لمبا دس ہاتھ چوڑا، یا بیس ہاتھ لمبا پانچ ہاتھ چوڑا۔ گہرائی اتنی کافی ہے کہ پانی لینے میں زمین نہ کھلے۔ فٹ سے پندرہ فٹ لمبا پندرہ فٹ چوڑا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اعتبار ذراع کرباس کا ہے جو بربنائے قول مختار مفتی بہ چھ گرہ یعنی چوبیس انگل ہے اور فٹ سے ڈیڑھ فٹ تو دس ہاتھ کے پندرہ فٹ ہوئے۔ اب دہ در دہ کی مقدار پندرہ فٹ لمبی پندرہ فٹ چوڑی ہوئی۔ یعنی دو سو پچیس فٹ مربع۔ مجدد اعظم قدس سرہ جد الممتار حاشیہ رد المحتار میں لکھتے ہیں:

”وعلى المفتى به أعني ذراع الكرباس الذي هو ستّ قبضات عند الأكثرين أي نصف الذراع الأفرنجي تكون عشر في عشر خمسا وعشرين ذراعا أفرنجيا.“ (۱)

فتاوی رضویہ جلد اول ص:۳۱۵ میں لکھتے ہیں ”ورنہ وہی چوبیس انگل کا گز خود معتمد وماخوذ ہے جس کا دہ در دہ ہمارے (دو ہاتھ والے) گز سے پچیس ہی گز ہوا اور اس کے اعتبار میں اصلا دغدغہ نہیں کہ یہی مفتی بہ ہے اور قول اکثر اور اسی میں یسر وآسانی بیش تر اور مقدار دہ در دہ کا اعتبار بھی خود رفق وتیسیر کی بنا پر۔ کما لا یخفی۔ (۲)

گہرائی کے بارے میں شامی میں ہے: وصحح في الهداية أن يكون بحال لا ينحسر بالاغتراف أي لا ينكشف وعليه الفتوى. (۳)

جد الممتار میں ہے: أي بالكفين كما في القهستاني وفي الجوهرة وعليه الفتوى. (۴) یعنی اتنا گہرا ہو کہ لپ سے پانی لیں تو زمین نہ کھلے۔

دس فٹ لمبا چوڑا حوض دہ در دہ نہیں ہوتا کم از کم پندرہ فٹ لمبا چوڑا ضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- جد الممتار، كتاب الطهارة، ج:۱، ص:۱۲۹، مجمع الاسلامی، مبارك پور.

(۲)- فتاوی رضویہ، ج:۱، ص:۳۱۵، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

(۳)- رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب: لو أدخل الماء من أعلى الحوض وخرج من أسفله فليس بجار، ج:۱، ص:۳۳۹، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۴)- جد الممتار، كتاب الطهارة، ج:۱، ص:۱۲۷، المجمع الاسلامی، مبارك پور.

الباب الرابع في التيمم

تیمم کا بیان

جس کا وضو نہ ہو، یا نہانے کی ضرورت ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو وضو و غسل کی جگہ تیمم کرے۔ پانی پر قدرت نہ ہونے کی چند صورتیں ہیں:

(۱) ایسی بیماری ہو کہ وضو یا غسل سے اس کے زیادہ ہونے، یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو خواہ یوں کہ اس نے خود آزمایا ہو کہ جب وضو یا غسل کرتا ہے تو بیماری بڑھتی ہے، یا یوں کہ کسی مسلمان اچھے لائق حکیم نے جو ظاہرا فاسق نہ ہو کہہ دیا ہو کہ پانی نقصان کرے گا۔

(۲) وہاں چاروں طرف ایک ایک میل تک پانی کا پتا نہیں۔

(۳) اتنی سردی ہو کہ نہانے سے مرجانے، یا بیمار ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز اس کے پاس نہیں جسے نہانے کے بعد اوڑھے اور سردی کے ضرر سے بچے، نہ آگ ہے جسے تاپ سکے۔

(۴) دشمن کا خوف کہ اگر اس نے دیکھ لیا تو مار ڈالے گا، یا مال چھین لے گا، یا اس غریب نادار کا قرض خواہ ہے کہ اسے قید کرادے گا، یا اس طرف سانپ ہے وہ کاٹ کھائے گا، یا شیر ہے کہ پھاڑ کھائے، یا کوئی بد کار شخص ہے اور یہ عورت یا مرد ہے جس کو اپنی بے آب روئی کا گمان صحیح ہے تو تیمم جائز ہے۔

(۵) جنگل میں ڈول رسی نہیں کہ پانی بھرے تو تیمم جائز ہے۔

(۶) پیاس کا خوف یعنی اس کے پاس پانی ہے مگر وضو یا غسل کے صرف میں لائے تو خود، یا دوسرا مسلمان، یا اپنا، یا اس کا جانور اگرچہ وہ کتا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا اور اپنی یا ان میں کسی کی پیاس فی الحال موجود ہو یا آئندہ اس کا صحیح اندیشہ ہو کہ وہ راہ ایسی ہے کہ دور تک پانی کا پتا نہیں تو تیمم جائز ہے۔

(۷) پانی گراں ہونا یعنی وہاں کے حساب سے جو قیمت ہونی چاہیے اس سے دو چند مانگتا ہے تو تیمم جائز ہے اور اگر قیمت میں اتنا فرق نہیں تو تیمم جائز نہیں۔

(۸) یہ گمان کہ پانی تلاش کرنے میں قافلہ نظروں سے غائب ہو جائے گا یا ریل چھوٹ جائے گی۔

(۹) یہ گمان کہ وضو یا غسل کرنے میں عیدین کی نماز جاتی رہے گی خواہ یوں کہ امام پڑھ کر فارغ ہو جائے گا یا زوال کا وقت آجائے گا دونوں صورتوں میں تیمم جائز ہے۔

(۱۰) غیر ولی کو نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔ (بہار شریعت، حصہ:۲، از ص:۳۴۸ تا ص:۳۵۳، دعوت اسلامی) محمود علی مشاہدی

[۱] تیمم کی اجازت کسے اور کب

مسئلہ جنب کے بارے میں زید کا کہنا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں اگر یہ اندیشہ ہے کہ رات کی نماز پڑھنے سے ٹھنڈی لگ جائے گی اور طبیعت خراب ہو جائے گی تو اس حالت میں جنبی شخص تیمم کر کے نماز فجر پڑھ سکتا ہے؟ بیان فرمائیں۔

شبیر احمد، پلاموں، بہار

الجواب

اگر واقعی اس کا پختہ گمان ہو کہ اگر نہاؤں گا تو بیمار پڑ جاؤں گا تو اسے تیمم کی اجازت ہے، کما فی عامۃ الکتب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الباب الخامس في الدماء المختصة بالنساء

حیض ونفاس کا بیان

[۱] حیض ونفاس کی حالت میں نمازوں کی قضا کیوں نہیں

مسئلہ عورت کے لیے حیض ونفاس کی حالت میں نماز کا حکم معافی کا ہے اگر چہ اس عبادت کی سب سے زیادہ اہمیت ہے اور رمضان کے روزہ کی قضار کھنے کا حکم ہے۔ سمجھائیے، تحریر فرمائیے۔

محمد حسین قادری، شیر پور کلاں، ضلع پیلی بھیت، یوپی

الجواب

احکام کی علت جاننا ضروری نہیں، یہ بہت اہم کام ہے۔ علما اس میں سرگرداں رہتے ہیں پھر بعض علتیں اتنی دقیق ہوتی ہیں کہ عوام کے سمجھ میں نہیں آتیں۔ ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے۔ سب سے قوی علت یہی ہے۔ حاکم کو اختیار ہے اپنے محکوم کو جو چاہے حکم دے۔ اور جب حاکم حکیم (حکمت والا) ہو تو کوئی لغو حکم نہیں دے گا۔ مریض اگر طبیب سے بحث شروع کرے کہ جناب آپ نے یہ دوا کیوں دی، یہ پرہیز کیوں بتایا، تو اچھا ہو چکا۔

اس کی علت یہ ہے کہ عورتوں کو حیض ہر مہینہ آتا ہے اور نمازیں پانچ ہیں اور عموماً حیض پانچ دن ضرور آتا ہے اور بعض عورتوں کو دس دن آتا ہے۔ تو گویا ہر مہینہ کم از کم پانچ دن کی پچیس نمازیں ہوئیں۔ ہر مہینے پچیس وقت کی قضا پڑھنا دشوار ہوگا اور دس دن کی پچاس اور دشوار۔ بخلاف روزے کے کہ وہ سال میں صرف پانچ دن یا دس دن کے قضا ہوں گے ان کا ادا کرنا آسان ہے۔ نفاس میں یہ ہے کہ بعض عورتوں کو چالیس دن آتا ہے چالیس دن کی نمازیں دو سو ہوئیں ان کی قضا کتنی دشوار ہے وہ بھی بچوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ بخلاف روزوں کے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نفاس رمضان میں آئے ہی نہیں اور اگر آئے تو سال دو سال میں ایک

مہینے کا روزہ رمضان میں نہیں رکھا کبھی رکھ لے۔ نہ طہارت کی ضرورت نہ وضو کی، بخلاف نماز کے کہ بچے کی پرورش کرنے والی عورت کو پاک رہنا کتنا دشوار ہوتا ہے، اور فرصت کتنی کم ہوتی ہے۔ عورت کو آسانی کے لیے حیض و نفاس کی حالت میں نمازیں مطلقاً معاف کر دیں اور روزوں کی قضا رکھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

[۲] حائضہ عورت کے ہاتھ سے پکائی ہوئی چیز پر فاتحہ دینا درست ہے

مسئلہ ہندہ حائض ہے، ہندہ حیض کی حالت میں طہارت حاصل کرنے سے قبل شب برات کے موقع پر یا کسی اور موقع پر فاتحہ کے لیے حلوہ یا اور کوئی دیگر چیز جس پر فاتحہ دلائی جا سکے اپنے ہاتھوں سے بنا سکتی ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ ہندہ حیض کی حالت میں نیاز و فاتحہ کے لیے کوئی چیز نہیں بنا سکتی جب تک کہ حیض کی مدت پوری کر کے طہارت حاصل نہ کرے۔ بکر کا کہنا ہے کہ حیض کی حالت میں اپنی اوپری صاف صفائی کر کے فاتحہ کے لیے کچھ بھی بنا سکتی ہے۔ اور حائض ہندہ کی بنائی ہوئی چیز پر بلا کراہت فاتحہ پڑھنا جائز ہے۔ اس سلسلے میں بکر اپنے قول کی پختگی کے لیے دلیل پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ صحیح مسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نے مجھ سے فرمایا کہ ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلے اٹھا دینا۔ عرض کی میں حائض ہوں۔ فرمایا تیرا حیض تیرے ہاتھوں میں نہیں۔

دوسری دلیل دیتے ہوئے بکر کہتا ہے کہ جزدان میں قران مجید ہو تو اس جزدان کے چھونے میں (حائض کے لیے) حرج نہیں۔

تیسری دلیل دیتے ہوئے بکر کہتا ہے: حیض والی عورت کے لیے حیض کے دنوں میں نمازیں معاف ہیں لیکن یہ بھی مسئلہ ہے کہ نماز کے وقت میں وضو کر کے اتنی دیر تک ذکر الٰہی، درود شریف اور دیگر وظائف پڑھ لیا کرے جتنی دیر تک نماز پڑھا کرتی تھی کہ عادت رہے، مندرجہ بالا دلیلیں پیش کرتے ہوئے بکر کہتا ہے کہ حیض کی حالت میں جب مندرجہ بالا باتیں جائز ہیں تو ہندہ حیض کی حالت میں ہاتھوں کو دھو کر یا وضو کر کے نیاز و فاتحہ کے لیے کوئی بھی چیز بنا سکتی ہے اور حائض کی بنائی ہوئی چیز پر فاتحہ بلا کراہت جائز ہے مگر زید بکر کے خیال سے متفق نہیں ہے۔

شفیق رائے پوری، گول بازار، جگدل پور سیز، ایم پی

الجواب

حیض کی حالت میں حائضہ عورت جس طریقہ سے عام کھانا پکا سکتی ہے اسی طریقہ سے نیاز فاتحہ کے لیے بھی کھانا شیرنی پکا سکتی ہے۔ حیض کی وجہ سے جو نجاست عورت پر طاری ہوتی ہے وہ حکمی ہے حقیقی نہیں اس کا ظاہر جسم پاک اور صاف رہتا ہے اسی کو حدیث میں فرمایا گیا:

"إن حيضتك ليست في يدك"[1]. تمھارا حیض تمھارے ہاتھ میں نہیں۔

اس کا مفاد یہی ہے کہ ہاتھ پاک ہے تو جیسے ہاتھ پاک ہے اسی طرح اس کا سارا ظاہر جسم پاک ہے البتہ موضع نجاست خون لگنے سے ناپاک ہے پھر اگر اسے دھولیا جائے کہ خون زائل ہو جائے تو وہ بھی پاک۔ بکر کا قول صحیح ہے اور اس کی پہلی دلیل بھی صحیح ہے بقیہ دو دلیلیں تام نہیں۔ فرض کیجیے کہ ایسا کوئی گندہ ہے جس کے ہاتھ میں کوئی نجاست لگی مثلاً وہ شراب بیچتا ہے، کسی کو انڈیل کر شراب دی اس کے ہاتھ میں لگ گئی ہاتھ ناپاک ہو گیا اس نے دھویا نہیں اس حالت میں وہ زبانی قرآن مجید تک پڑھ سکتا ہے اور جزدان کے ساتھ قرآن مجید بھی چھو سکتا ہے۔ (حالاں کہ اس کا ہاتھ یقیناً ناپاک ہے) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰؍ ذو قعدہ ۱۴۱۳ھ

[۳ - ۵] فتاوی رضویہ کے چند مسائل پر دیوبندیوں کے اعتراض کا جواب

مسئلہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاوی رضویہ سے چند حوالے ایک کتاب آئینہ بریلویت نام کی ہے جسے مولوی مستقیم قاسمی سلطان پوری نے لکھا ہے اس میں دیے گئے ہیں جس کو پڑھ کر کافی حیرانی وذہنی پریشانی ہوئی۔ اس لیے کہ ہماری سمجھ اتنی نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت کے پیش کردہ ہر مسئلہ کو سمجھ لیں لہٰذا دو تین مسئلے اس کتاب کے مع حوالہ مندرجہ ذیل ہیں امید کہ آسان لفظوں کے ساتھ جواب دے کر مطمئن کریں گے۔

(۱) فتاوی رضویہ جلد اول ص:۴۵۶ کے حوالے سے مصنف کتاب ہذا نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ حائض ونفسا نے خون بند ہونے سے پہلے بغیر نیت کے غسل کیا یہ پانی بھی قابل وضو ہے یعنی حیض ونفاس والی عورت نے خون بند ہونے سے پہلے بغیر نیت کے غسل کیا اس کے دھوون سے وضو

(۱)- الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، ج:۱، ص:۱٤۳، مجلس البركات، مبارك پور.

جائز ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حیض ونفاس والی کے غسل کے اس پانی سے وضو کیسے جائز ہے؟

❷ کتاب ہذا کے مصنف نے فتاوی رضویہ جلد اول ص:۵۶۳ کے حوالے سے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ گائے، بکری کسی پاک جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اس تری کی حالت جو وقت پیدائش اس کے بدن پر ہوتی ہے کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے پانی پاک رہے گا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچے کے بدن پر وقت پیدائش جو تری لگی رہتی ہے کیا وہ پاک ہے نجس نہیں؟ اس سے پانی ناپاک نہ ہوگا؟

❸ کتاب ہذا میں فتاوی رضویہ جلد اول ۵۷۶ کے حوالے سے یہ مسئلہ مذکور ہے۔ بکری کا بچہ اسی وقت پیدا ہو کہ ابھی اس کا بدن رطوبت رحم سے گیلا ہے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی کچھ حرج نہیں اور اگر پانی میں گرا پانی ناپاک نہ ہوگا کہ شرم گاہ کی رطوبت پاک ہے۔ اب سمجھنا یہ ہے کہ شرم گاہ کی رطوبت کیسے پاک ہے؟

جناب مولوی حکیم نثار احمد رونق مدرس بیگاپور، پلپی پور، سلطان پور

الجواب

دیوبندیوں نے اپنے اکابر کے کفریات سے عوام کے ذہن کو ہٹانے کے لیے یہ طریقہ ایجاد کیا ہے کہ ایسے مسائل جن کی تہ تک عوام کا ذہن نہ پہنچ سکے اعلی حضرت قدس سرہ کی کتابوں سے چھانٹ چھانٹ کر عوام میں پھیلائے جائیں جس سے عوام حیرت میں پڑیں اور کچے دماغ کے لوگ متنفر ہو جائیں، اگر چہ وہ مسائل حق اور صحیح ہوں اور خود دیوبندیوں کا بھی وہی مذہب ہو۔ یہی ان مسائل کے سلسلے میں بھی جذبہ کار فرما ہے۔ آپ فتاوی رضویہ کا حوالہ دیے بغیر ان مسائل کو لکھ کر دیوبند سے پوچھ لیں وہی جواب ملے گا جو اعلی حضرت قدس سرہ نے لکھا ہے۔

❶ یہ مسئلہ اعلی حضرت نے از خود نہیں لکھا ہے بلکہ تمام فقہاے احناف نے لکھا ہے سر دست آپ چند کتابوں کے حوالے سن لیں۔ غنیہ میں علامہ حلبی نے، البحر الرائق میں علامہ ابن نجیم نے، رد المحتار میں علامہ شامی نے، عالمگیری، قاضی خاں، خلاصہ وغیرہ سب میں ہے۔ سر دست شامی کی عبارت نقل کر دیتا ہوں:

قَوْلُهُ فِي مُحْدِثٍ أَيْ حَدَثًا أَصْغَرَ أَوْ أَكْبَرَ جَنَابَةً أَوْ حَيْضًا أَوْ نِفَاسًا بَعْدَ انْقِطَاعِهِمَا، أَمَّا قَبْلَ الِانْقِطَاعِ وَلَيْسَ عَلَى أَعْضَائِهِمَا نَجَاسَةٌ فَهُمَا كَالطَّاهِرِ إذَا انْغَمَسَ لِلتَّبَرُّدِ لِعَدَمِ خُرُوجِهَا مِنْ الْحَيْضِ، فَلَا يَصِيرُ الْمَاءُ مُسْتَعْمَلًا بَحْرٌ عَنْ الْخَانِيَّةِ وَالْخُلَاصَةِ، وَتَمَامُهُ فِي ح أَيْ الْحَموي.(۱)

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الطهارة، ص:۳۵۳، ۳۵٤، مطلب: مسألة البئر جحط، دار الكتب العلمية، بيروت.

یعنی اگر کوئی مُحدِث کنویں میں گیا خواہ اسے حدث اصغر ہو یا اکبر، جنابت ہو یا حیض ونفاس خون بند ہونے کے بعد۔ تو کنویں کے بارے میں اختلاف ہے کہ کنواں پاک رہا کہ ناپاک ہو گیا، پانی مستعمل ہو گیا کہ طاہر و مطہر رہا۔ لیکن اگر حائضہ اور نفاس والی خون بند ہونے سے پہلے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے کنویں میں غوطہ لگائے اور ان کے اعضا پر کوئی ظاہری نجاست نہ ہو تو وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔

جواب اتنے ہی سے ہو گیا کہ اعلی حضرت قدس سرہ نے جو کچھ لکھا ہے اپنے گھر سے نہیں لکھا ہے بلکہ علماے احناف کا متفقہ فیصلہ لکھا ہے مگر آپ کو الجھن ہوگی اس لیے باوجود عدیم الفرصتی کے بقدر ضرورت اس کی توضیح کر دیتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔ اس مسئلے کی بنیاد دو اور دوسرے مسائل پر قائم ہے۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ پانی مستعمل کب ہوتا ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ: انسان کے بدن سے جو پانی حدث دور کرنے یا قربت یعنی عبادت کی نیت سے استعمال کیا جائے وہ پانی مستعمل ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حائضہ اور نفسا کے ظاہر بدن پر کوئی نجاست نہیں۔ حدیث میں ہے: إن حیضتك لیست في یدك "[1]۔ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں۔

حیض ونفاس والی کی نجاست حقیقی نہیں حکمی ہے قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ جہاں سے خون نکلا ہے صرف اس جگہ کو دھودیں اور عورت پاک ہو جائے مگر شریعت نے غسل یعنی پورے بدن کے دھونے کا حکم دیا ہے اسے نجاست حکمی کہتے ہیں، حیض ونفاس والی لاکھ نہائے پاک نہ ہوگی جب تک خون آتا رہتا ہے، اس لیے علما نے فرمایا حیض ونفاس والی پر غسل خون بند ہونے پر واجب ہے یہ مسئلہ بھی فقہ کی تمام کتابوں میں مصرح ہے تنویر الابصار اور در مختار میں موجبات غسل کے بیان میں ہے:

وعند انقطاع حیض ونفاس [2]۔ حیض ونفاس والی پر غسل حیض ونفاس ختم ہونے پر واجب ہے۔ اس کے پہلے واجب نہیں۔

اس کا صاف وصریح مطلب یہ ہوا کہ اگر خون بند ہونے سے پہلے خون آنے کی حالت میں نہائے گی تو اس سے حدث دور نہ ہوگا، اب اصل مسئلہ کو لیجیے حیض ونفاس والی عورت نے خون جاری رہنے کی حالت میں غسل کیا اور اس غسل سے اس کی نیت یہ نہیں کہ وہ کوئی فرض یا سنت ادا کر رہی ہے بلکہ اس کا مقصود صرف یہ ہے کہ گرمی بہت ہے نہانے سے ٹھنڈک حاصل ہو جائے گی اس لیے اس نے غسل کیا تو اس کے جسم سے حدث دور

(۱)- الصحیح لمسلم، ص:۱۴۳، ج:۱، کتاب الطهارة، مجلس البرکات، مبارك پور.
(۲)- الدر المختار، کتاب الطهارة، بیان فرض الغسل، ج:۱، ص:۳۰۳، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان.

ہوا نہیں اور اس نے کسی قربت یا عبادت کی نیت سے پانی استعمال کیا نہیں تو یہ پانی مستعمل ہوا نہیں اور جب مستعمل نہیں ہوا تو یہ پانی وضو کے لائق رہا، (یہ حکم اس وقت ہے جب کہ پانی میں حیض کا خون نہ لگے) اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ ان سب نکات کو ہو سکتا ہے یہ قاسمی جاہل نہ جانتا ہو مگر دیوبندی مفتی ضرور جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ حق ہے مگر یہ بھی جانتے ہیں کہ عوام ان دقائق کو کیا جانیں اور کیا سمجھیں اور نہ انھیں یہ معلوم ہے کہ یہ فقہ حنفی کا مسلمہ مسئلہ ہے، اسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ایجاد کردہ جانیں گے اور سمجھ نہ پائیں گے اور اعلی حضرت سے متنفر ہو جائیں گے[1]، شیطانوں کا اتنے ہی سے کام نکل جائے گا۔ واللہ تعالی اعلم

❷، ❸ یہ دونوں مسئلے بھی اعلی حضرت قدس سرہ نے اپنے جی سے نہیں لکھے ہیں، یہ بھی کتب فقہ میں بصراحت مذکور ہے۔

در مختار میں ہے "رطوبة الفرج طاهرة"[2]۔

اس کے تحت شامی میں ہے:

"وَلِذَا نُقِلَ فِي التَّتَارْخَانِيَّة أَنَّ رُطُوبَةَ الْوَلَدِ عِنْدَ الْوِلَادَةِ طَاهِرَةٌ، وَكَذَا السَّخْلَةُ إِذَا خَرَجَتْ مِنْ أُمِّهَا، وَكَذَا الْبَيْضَةُ فَلَا يَتَنَجَّسُ بِهَا الثَّوْبُ وَلَا الْمَاءُ إِذَا وَقَعَتْ فِيهِ"[3]۔

یعنی شرم گاہ کی رطوبت پاک ہے اسی وجہ سے فتاوی تاتارخانیہ میں نقل کیا کہ پیدائش کے وقت بچے کے جسم پر جو رطوبت ہوتی ہے پاک ہے اسی طرح بکری کا بچہ جب پیدا ہوا اور ایسے ہی انڈا اس سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا اور اگر پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔

اس جاہل قاسمی سے پوچھیے کہ وہ ان علمائے احناف کو کیا کہتا ہے جنھوں نے وہی لکھا جو اعلی حضرت قدس سرہ نے لکھا، یا تو وہ حنفیت سے توبہ کرے اور اعلان کردے کہ میں غیر مقلد ہوں تو پھر اس سے دوسری طرح گفتگو ہوگی اس مسئلہ کی بنیاد دو جزوں پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ: انسان کے بدن کا خون جو بہنے والا ہو۔ پتہ، اور پیشاب پاخانہ اور جو چیزیں ان سے ملی ہیں جیسے پیٹ کا پانی اور غذا کہ یہ پائخانہ سے متصل رہتا ہے معدے اور آنتوں میں کوئی حائل نہیں ناپاک ہیں، ان کے علاوہ گوشت پوست ہڈی مغز اور رطوبتیں پاک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تھوک رال کھنکھار میل ناپاک نہیں۔ انھیں کی طرح رحم کی رطوبت بھی ہے جیسا کہ علامہ شامی نے

(۱)- یہ اور اس طرح کے مسائل کی تحقیق راقم الحروف کی کتاب "امام احمد رضا پر اعتراضات ایک تحقیقی جائزہ" مطبوعہ مکتبہ برہان ملت، مبارک پور میں ہے۔ ۱۲ محمد نظام الدین الرضوی

(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، فصل الاستنجاء، ج:١، ص:٥٦٤، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الطهارة، ج:١، ص:٥٦٤، دار الكتب العلمية، بيروت.

تاتار خانیہ سے نقل فرمایا۔

دوسرے یہ کہ: نجاست اپنے معدن میں نجس نہیں ورنہ لازم کہ انسان کبھی پاک نہ ہو اس لیے کہ اس کے جسم میں ہمیشہ نجاست بھری رہتی ہے مثلاً خون، پتہ، پیشاب، پائخانہ۔

بکری کے بچے پر یا انڈے پر جو رطوبت ہے وہ اپنے معدن میں ہے اس لیے وہ پاک ہے، علامہ ابن نجیم نے اسی پر اس مسئلے کی بنیاد رکھی اس کا ماحصل یہ ہے کہ بچے دانی رحم کی رطوبت پاک ہے یا ناپاک ہے اس میں اختلاف ہے حضرت امام اعظم صاحب مذہب کے نزدیک پاک ہے، اور صاحبین حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک ناپاک۔ حضرت امام اعظم کے قول پر دونوں مسئلے بے غبار ہیں، البتہ صاحبین کے قول پر اس کی بنیاد دوسرے کلیہ پر ہے کہ نجاست اپنے معدن میں پاک ہے۔ اس جاہل نے اگر فتاوی رضویہ دیکھا ہوتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ ان مسائل کی نوعیت کیا ہے اعلی حضرت نے حوالے بھی دیے ہیں ص: ۵۶۳ پر غنیہ۔ شرح منیہ کا حوالہ ہے اس کی عبارت بھی نقل فرمائی: السخلة إذا وقعت من أمها رطبة في الماء لا تفسد كذا في كتب الفتاوى، وهذا لأن الرطوبة التي عليها ليست بنجسة لكونها في محلها[1]. بکری کا بچہ گیلا پیدا ہوتے ہی پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا جیسا کہ کتب فتاوی میں ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جو تری بچے کے اوپر ہے ناپاک نہیں اس لیے کہ وہ اپنے محل میں ہے۔

ص: ۵۷۶ پر مفصل فرمایا: اس کی تائید بدائع امام ملک العلما میں دیکھی بکری کا بچہ اسی وقت پیدا ہوا جب تک اس کا بدن رطوبت رحم سے گیلا ہے ناپاک ہے خشک ہو کر پاک ہو جائے گا۔ یعنی صاحبین کے نزدیک جن کے نزدیک رطوبت رحم نجس ہے ورنہ امام کے نزدیک بحال تری بھی پاک ہے۔ وهذا الفقه.

اور اس کے بعد بدائع کی عربی عبارت ہے اور اس مفتری نے یہ افترا کیا ہے کہ اس پانی سے وضو جائز ہے۔ یہ ان دونوں صفحوں میں سے کسی میں نہیں۔ یہ اس نے اپنی طرف سے جڑ دیا ہے۔ پانی کے پاک ہونے سے یہ لازم نہیں کہ اس سے وضو بھی جائز ہو۔ ماے مستعمل پاک ہے مگر اس سے وضو جائز نہیں مگر دھوکا اور فریب دینے والے کیا نہیں کرتے ہیں ایسے پانی سے وضو کرنا ممنوع ہے جیسا کہ شامی میں ہے۔[2] واللہ تعالی اعلم

۳۰ر محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

---

(۱)- غنية المستملى شرح منية المصلى، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۰، سهيل اكيڈمي، لاهور.

(۲)- یہ اور اس طرح کے مسائل کی تحقیق راقم الحروف کی کتاب "امام احمد رضا پر اعتراضات ایک تحقیقی جائزہ" مطبوعہ مکتبہ برہان ملت، مبارک پور میں ہے۔ ۱۲ محمد نظام الدین الرضوی

[۶] بچہ نصف سے زائد باہر آجائے تب جو خون نکلے وہ نفاس ہو گا

مسئلہ ایک صاحب نے نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک عورت جو زچگی کی حالت میں ہے اور نومولود بچہ کچھ ماں کے پیٹ سے باہر ہے اور کچھ بچہ ماں کے پیٹ میں ہے ایسی صورت میں بھی اس پر نماز فرض ہے کیا یہ درست ہے؟ جب کہ عورت کو زچگی کی حالت میں خون نفاس جاری رہتا ہے تو پھر اس عورت پر نماز کیسے فرض ہوئی، معلوم کرائیں۔ یا ایسی عورت جو زچگی کی حالت میں ہو اس کی مثال دی جاسکتی ہے، ایسے وقت میں تو عورت کو نماز معاف ہے یا وہ قضا میں پڑھ سکتی ہے۔ یہ مسئلہ دلیل کی روشنی میں مجھے سمجھائیں تاکہ قطعی سکون حاصل ہو۔　　کشفی موٹر میٹر ہاؤس، بجریا روڈ، نانڈیڑ

الجواب

یا تو بیان کرنے والے سے کمی ہو گئی یا آپ نے مسئلہ کو کما حقہ یاد نہیں رکھا۔ مسئلہ یہ ہے کہ (ابھی) نصف یا اس سے کم بچہ باہر (نکلا ہو) اور نماز کا وقت جارہا ہو تو اس عورت پر نماز فرض ہے۔ ابھی اسے نفاس نہیں آیا ہے۔ نصف سے زائد بچہ جب باہر ہو جائے تو جو خون نکلے وہ نفاس ہے۔ نصف یا اس سے کم نکلنے پر جو خون آئے وہ نفاس نہیں، عالمگیری میں ہے:

لو خرج أکثر الولد تکون نفساء وإلا فلا۔ (۱)

ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کا اندیشہ قویہ نہ ہو کہ نماز پڑھے گی تو بچہ مرجائے گا۔ (۲)

---

(۱)- الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب السادس في الدماء المختصة بالنساء، الفصل الثانی فی النفاس، ج:۱، ص.٤٢، دار الکتب العلمیة، بیروت.

(۲)- یہ مسئلہ بہار شریعت میں اس طرح ہے:

بچہ ابھی آدھے سے زیادہ پیدا نہیں ہوا اور نماز کا وقت جارہا ہے اور یہ گمان ہے کہ آدھے سے زیادہ باہر ہونے سے پیشتر وقت ختم ہو جائے گا تو اس وقت کی نماز جس طرح ممکن ہو پڑھے، اگر قیام، رکوع، سجود نہ ہو سکے، اشارے سے پڑھے، وضو نہ کر سکے، تیمم سے پڑھے اور اگر نہ پڑھی تو گناہ گار ہوئی توبہ کرے اور بعد طہارت قضا پڑھے۔ (حصہ دوم، حیض و نفاس کے متعلق احکام، ص:۹۲، قادری کتاب گھر)

در مختار و رد المحتار بحوالہ بحر، ظہیریہ، منیۃ المصلی میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جو دوسری شرط ذکر کی ہے، اس کا حل وہی ہے جو شامی و بہار شریعت میں ہے کہ ممکن نہ ہو تو تیمم کرکے اشارے سے نماز پڑھے، اس صورت میں بچہ کے مرنے کا اندیشہ نہیں لہذا معمول کے مطابق نماز پڑھنے کی صورت میں بچے کے مرنے کا قوی اندیشہ ہو تو بچے کو بچائے اور اشارے سے رکوع و سجود کرکے نماز مکمل کرے۔
واللہ تعالی اعلم۔ محمد نظام الدین الرضوی

[۷] حالت حیض ونفاس میں وطی حرام ہے

مسئلہ اپنی بیوی کس حالت میں حرام ہوتی ہے، اور اگر کسی نے نادانی میں حیض کی حالت میں شہوت کیا ہو تو کیا حکم ہے؟

جناب عبدالمجید صاحب، پوسٹ باکس ۱۵۴۸۹، ریاض، سعودی عرب

الجواب

حیض اور نفاس کے دنوں میں عورت سے صحبت حرام ہے اگر کسی نے صحبت کرلی وہ گنہ گار ہوا، اس پر توبہ کرنا فرض ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى لا فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ (۱)

اگر ابتدائی ایام میں صحبت کی تو ایک دینار اور اختتام کے قریب کیا تو آدھے دینار کا تصدق مستحب ہے۔ ایک دینار ساڑھے تین ماشے سونا ہوتا ہے، صحبت کے علاوہ دیگر افعال جائز ہیں مثلا بوس وکنار۔ البتہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک جسم کا کوئی حصہ بغیر ایسے موٹے کپڑے کے حائل کے جائز نہیں جس سے جسم کی گرمی محسوس نہ ہو اور اگر بہت باریک کپڑا ہے کہ جسم کی گرمی محسوس ہوئی تو جائز نہ ہوگا، بقیہ جسم کے ہر حصہ کو جیسے چاہے چھو سکتا ہے اگر چہ کوئی کپڑا بھی حائل نہ ہو۔ واللہ تعالی اعلم

۴ ر رجب المرجب، ۱۴۰۸ء

---

(۱)- القرآن المجيد، الجزء: ۲، سورة البقرہ، الآية: ۲۲۲.

فصل فی المعذورین

معذور کا بیان

[۸] جس کو قطرہ آنے کی شکایت ہے اتنی دیر رکا رہے کہ قطرہ آنا بند ہو جائے

مسئلہ زید جب استنجا کرتا ہے تو استنجا کرنے کے بعد تقریباً آدھا گھنٹہ تک بول (پیشاب) کے کچھ قطرات ٹپکتے رہتے ہیں جب کہ استبرا بھی کرتا ہے تو کیا زید اسی کپڑے میں جس میں بول کے قطرات ٹپکتے ہیں نماز پڑھ سکتا ہے؟ اور زید نے استنجا کرنے کے فوراً بعد وضو بھی کر لیا تو زید کا وضو باقی رہا یا نہیں؟ ایسی صورت میں زید کیا کرے؟ اور زید احتیاطاً مندرجہ ذیل فعل بھی کر لیتا ہے:

استنجا کرنے کے وقت جانگھیا پہن لیتا ہے تاکہ بول (پیشاب) کے قطرات ٹپکیں تو اسی جانگھیا میں ٹپکیں اور پھر جب اطمینان ہو جاتا ہے کہ اب قطرات نہیں ٹپکیں گے تو جانگھیا اتار کر وضو کر کے نماز پڑھتا ہے اور پھر جب دوبارہ استنجا کا قصد کرتا ہے تو اسی جانگھیا کو پہن کر اطمینان ہو جانے کے بعد جانگھیا اتار کر وضو کرتا ہے کیا مذکورہ طریقہ اپنانا درست ہے؟ یا نہیں؟

محمد اظہار علی برکاتی، مقام و پوسٹ جگور، ضلع لکھنؤ

الجواب

زید پر واجب ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد اتنی دیر تک رُکا رہے کہ قطرے آنے بالکل بند ہو جائیں، پھر کپڑا بدل کر تازہ وضو کر کے نماز پڑھے۔ جانگھیا پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن وضو کے بعد

اگر قطرہ آجائے گا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اس قطرہ سے کپڑا اور بدن ناپاک ہو جائے گا۔ ابھی یہ معذور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ر رجب ۱۴۱۳ھ

[۹] استبرا کی ایک مخصوص صورت

مسئلہ زید کو فراغت استنجا کے بعد قطرہ آتا ہے مگر فوری صرف استعمال کلوخ سے خروج قطرہ نہیں ہو پاتا ہے جب تک کہ اپنی لنگی ہی میں آلہ کو پکڑ کر مسل نہ دے اور اگر استبرا کرتا ہے تو بعد استبرا پھر بھی ضرورت ہے کہ آلہ کو کسی کپڑے میں مسل دے تاکہ اگر خروج قطرہ ہو تو کپڑے ہی میں جذب ہو جائے اور نماز کے لیے لنگی علاحدہ رکھتا ہے جو نماز پڑھنے کے وقت بدل کر نماز پڑھ لیتا ہے۔ صرف استبرا سے اگر مکمل طور پر خروج قطرہ ہو جائے تو استبرا سے فائدہ بھی ہوا کہ کوئی بھی قطرہ نکلا اور کلوخ نے جذب کر لیا۔ مگر یہ بھی تو نہیں بعد استبرا آلہ کو کپڑے میں مسلنے سے یا کچھ وقفہ کے بعد بے خیالی میں آلہ کی ساری پیشاب کی تری آجانے سے اس کے سوا اور کیا بہتر ہو سکتا ہے کہ جس کپڑے میں ہے اسی میں اسی کی تری یا قطرہ کو جذب کر لیا جائے۔ اگر ایسا زندگی میں ایک بار دو بار ہو تو بعدہ پھر استنجا کرنا آسان ہے اور اگر یہ ایک مرض کی شکل اختیار کر چکا ہے تو استنجا سے فراغت کے بعد پھر استنجا کرتے رہنا وہ بھی نماز میں کم وقت باقی ہے اور دوسرے استنجا کے انتظار میں وقت کو کھو دینا اور نماز قضا کر دینا کہاں تک درست ہے۔ آیا زید کا استبرا نہ کر کے لنگی ہی میں قطرات کو جذب کر دینا اور لنگی بدل کر نماز پڑھ لینا از روے شرع درست ہے یا نہیں جب کہ یہ متحقق نہیں کہ بعد استنجا اول قطرہ ضرور آوے، یا کبھی نہ آوے، اور ایسا شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

ماسٹر کلیم ستمل پوری، مدرسہ تبلیغیہ تحفۃ الرسول، گوپال پور، سمستی پور، بہار

الجواب

سائل نے جو تفصیل لکھی ہے اگر صحیح ہے تو وہ لنگی میں پیشاب کے قطرے کو جذب کر سکتا ہے۔ البتہ یہ خیال ضروری ہے کہ پیشاب مخرج سے اتنے دور تک نہ پھیلا ہو جو ایک درہم کی مقدار ہے، اور اگر اس کا

اندیشہ ہو کہ ایک درہم کی مقدار پھیل گیا ہے یا اس سے زائد، تو لنگی میں لے لینے کے بعد پھر پانی سے دھولے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

[۱۰] استبرا کے لیے کیا چالیس قدم چلنا ضروری ہے

مسئلہ کیا صرف ڈھیلے سے بھی طہارت و پاکی حاصل ہو سکتی ہے یا پانی لینا ضروری ہے؟ کیا یہ بھی صحیح ہے کہ چالیس قدم چلنے کے بعد پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں؟

محمد متین احمد دیوڑی بازار، درگاہ حضرت غریب اللہ شاہ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

توضیح و تکمیل

(۱)- اس استفتا میں تین سوالات قائم کیے گئے ہیں:

(۱)- لنگی میں استنجا سکھانا۔

(۲)- معذور ہے یا نہیں؟

(۳)- امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

ہم یہاں سوالات کی اہمیت کے پیش نظر ہر ایک کا حکم ارقام کرتے ہیں۔

الجواب

(۱)- کپڑے کو ناپاک کرنا حرام ہے مگر جب وہ کپڑا نماز کے لیے نہیں استبرا کے لیے ہے جو مریض کی ضرورت ہے تو ایک ضرورت و مجبوری کی وجہ سے استبرا کے واسطے مخصوص لنگی میں استبرا کرنا مباح ہے۔ فقہا فرماتے ہیں: "الضرورات تبيح المحظورات"۔ استبرا سے مراد یہ ہے کہ استنجا کے بعد کوئی ایسا طریقہ اپنایا جائے جس سے قطرہ ٹپکنا بند ہو جائے، نیز یہ اطمینان حاصل ہو جائے کہ اب قطرہ نہیں آئے گا جب قطرہ مسلنے ہی سے آتا ہے تو الگ الگ کپڑے وغیرہ کے ٹکڑے بھی اس کے لیے استعمال کر سکتا ہے مگر روزانہ کپڑے وغیرہ کے زیادہ ٹکڑے اکٹھا کرنے پھر پھینکنے سے آسان یہ ہے کہ ایک لنگی ہی اس کام کے لیے خاص کر لی جائے اسی لیے حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اختصار کے ساتھ حکم جواز صادر فرمایا۔

(۲) - زید صورت مسئولہ میں معذور نہیں ہے کیوں کہ مخصوص طور پر استبرا کے بعد اسے قطرہ آنا بند ہو جاتا ہے اور کامل وضو کے ساتھ وہ نمازیں ادا کرتا ہے۔ معذور تو وہ ہوتا ہے جو وضو کے ساتھ ایک فرض نماز بھی ادا نہ کر سکے اور قطرہ آجائے۔ زید کو ہرگز ایسا کوئی عذر لاحق نہیں اس لیے وہ شرعی اصطلاح کے مطابق معذور نہیں قرار پائے گا جس کے احکام عام لوگوں سے کچھ جدا ہوا کرتے ہیں۔

(۳) - یہ تو واضح ہو چکا کہ زید معذور نہیں، اب اگر وہ قرآن صحیح پڑھتا ہو اور مسائل طہارت و نماز سے بخوبی واقف ہو یعنی قاری و عالم ہو، یا صحیح خواں حافظ ہو تو وہ امامت کا اہل ہے اور اس کی اقتدا میں غیر معذورین کی نمازیں صحیح و درست ہیں۔ محمد نظام الدین رضوی غفرلہ۔

الجواب

اگر نجاست اپنے مخرج[1] کے علاوہ بقدر درہم[2] پھیلی نہیں ہے تو ڈھیلا کافی ہے، احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام عام طور پر ڈھیلے ہی پر اکتفا کرتے تھے ہاں اگر نجاست مخرج سے بقدر درہم زائد پھیل گئی ہے تو پانی سے دھونا واجب ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ چالیس قدم چلنے کے بعد پیشاب کے قطرے نہ ٹپکیں۔ ایسا کچھ کمزور لوگوں کے اندر ہوتا ہے کہ پیشاب راستے میں اٹکا رہ جاتا ہے چلنے پھرنے سے وہ پھر باہر آجاتا ہے اس لیے از راہ احتیاط ڈھیلا لے کر کچھ چل پھر لینا چاہیے۔ علما نے اس کی مقدار چالیس قدم رکھی ہے لیکن یہ کوئی حد نہیں جتنا چلنے سے اطمینان ہو جائے کہ اب قطرہ نہیں آئے گا اتنا کافی ہے اگرچہ دس ہی قدم ہو اور اگر چالیس قدم چلنے پر بھی اطمینان نہ ہو تو اس سے زیادہ چلنا واجب مگر یہ اسی شخص کے لیے ہے جسے یہ عارضہ ہو کہ پیشاب راستہ میں اٹک جاتا ہو پھر کچھ دیر کے بعد نکلتا ہو لیکن اگر یہ عارضہ نہیں اطمینان ہے کہ پیشاب کہیں رکا ہوا نہیں، قطرہ نہیں آئے گا اس کے لیے چلنا ضروری نہیں، مستحب سب کے لیے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۱] قطرہ کا مریض لوپ لگا کر نماز پڑھ سکتا ہے

مسئلہ مکرمی و معظمی عالی جناب مفتی صاحب قبلہ تسلیم!

مزاج گرامی امید کہ بخیر ہوں گے، دیگر یہ کہ مجھے ہر وقت طہارت لینے کے بعد پیشاب کے قطرے جاری رہتے ہیں، پیشاب کے ساتھ مذی کے قطرے بھی جاری رہتے ہیں میں اس مجبوری کے تحت لوپ لگا کر نماز پنج گانہ ادا کر رہا ہوں لیکن یہاں چند مولوی صاحبان کا کہنا ہے کہ نماز میں لوپ لگا کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی، یہ عادت حالت نماز میں بھی ہے مجھے کہنا یہ ہے کہ قطرے اور مذی کے قطرے جاری رہنے میں کیا لوپ لگا کر پڑھنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

سید اسماعیل باپو، سائیکل شاپ، کامن بازار، اے پی

الجواب

اگر لوپ لگانے سے پیشاب اور مذی کے قطرات باہر نہیں آتے تو آپ بلا شبہہ لوپ لگا کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ نماز بلا کراہت ہو جائے گی، جس نے یہ بتایا کہ نماز نہیں ہوگی اس نے غلط بتایا، اس پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴؍ جمادی الآخرہ، ۱۴۱۳ھ

---

(۱)- مخرج: پیشاب، یا پاخانہ نکلنے کی جگہ یعنی پیشاب کا مقام، پاخانے کا مقام۔

(۲)- بقدر درہم: ایک روپے کی مقدار، انگریزوں کے دور حکومت میں چاندی کا جو روپیہ رائج تھا اس کی مقدار۔

[۱۲] بواسیر کے مریض کی پاکی کا مسئلہ

مسئلہ کسی کو بواسیر کا مرض ہو اور پائخانہ کے وقت بواسیر باہر نکل آئی ہو تو آب دست کرتے وقت بواسیر کو اندر کیے بغیر یعنی بواسیر کو اندر نہ کرے اور آب دست کر لے تو پاکی ہو جائے گی یا نہیں؟

محمد لیث اشرفی، پورہ صوفی مبارک پور، اعظم گڑھ

الجواب

ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵؍ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

[۱۳] جس کو قطرہ آنے کی شکایت ہے وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں

مسئلہ جب میں پیشاب کر کے فارغ ہوتا ہوں تو کچھ دیر کے بعد ایک دو قطرہ آجاتا ہے اگر میں بہت احتیاط کروں پھر بھی آجاتا ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں اور یہاں مجبوری یہ ہے کہ میں شہر سے کچھ دور ہوں اور مزارع میں کام کرتا ہوں اور یہاں کچھ کشمیر اور پاکستان کے لوگ ہیں جو کبھی کبھی میرے پاس آتے ہیں تو نماز پڑھانے کے لیے ضد کرتے ہیں کیوں کہ میں آپ کے مدرسہ میں جماعت ثالثہ تک پڑھا ہوں اور داڑھی وغیرہ ماشاء اللہ سنت کے مطابق ہے لوگ مجھے پڑھا لکھا اور امامت کے لائق سمجھتے ہیں جب کہ میں معذور ہوں یہ کہنے پر بھی کبھی کبھی لوگ امامت کے لیے مجبور کر دیتے ہیں اور یہی بات جب میں گھر چھٹی پر جاتا ہوں تو گاؤں والے بھی امامت کے لیے مجبور کرتے ہیں اور میرے ساتھ یہاں پر دو آدمی اور کام کرتے ہیں جو اپنے ضلع اعظم گڑھ کے ہیں لیکن وہ امامت بالکل نہیں کر سکتے کیوں کہ ان کے پاس کچھ بھی علم نہیں ہے اگر میں امامت نہ کروں تو سب لوگ الگ الگ نماز پڑھیں گے تو حضور والا سے گذارش ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں بندۂ مجبور و معذور کی رہنمائی فرمائیں۔

محمد آصف اعظمی سعودی عرب

الجواب

آپ نے یہ تفصیل نہیں لکھی کہ پیشاب کے بعد قطرہ صرف ایک بار آتا ہے یا بار بار آتا ہے اگر صرف ایک بار آتا ہے تو کوئی بات ہی نہیں پیشاب کر کے اتنی دیر انتظار کر لیں کہ قطرہ آجائے پھر دھو کر کپڑا بدل کر شوق سے نماز پڑھیں، اور اگر بار بار آتا ہے تو کتنے وقفے کے بعد آتا ہے اگر اتنا وقفہ مل جاتا ہے کہ وضو کر کے فرض

پڑھ سکیں تو بھی آپ معذور نہیں۔اب بھی آپ امامت کر سکتے ہیں اور اگر اتنے کم وقفے میں آتا ہے کہ آپ وضو کر کے فرض نماز نہیں پڑھ سکتے، جب بھی آپ وضو کر کے کھڑے ہوتے ہیں تو قطرہ آجاتا ہے۔اسی طرح جب ایک نماز کا وقت گذر گیا اور اس پر قادر نہیں ہو سکے کہ وضو کر کے نماز فرض پڑھ سکیں تو آپ ضرور معذور ہوں گے اس کے بعد پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر نماز کے بعد یہی شدت ہو بلکہ کسی بھی نماز کے بعد ایک بار قطرے کا آجانا معذور ہونے کے لیے کافی ہے ایسی صورت میں آپ امامت نہیں کر سکتے جو لوگ معذور نہیں ان کی نماز آپ کے پیچھے درست نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲ر صفر ۱۴۲۱ھ

[۱۴] جس کی ریاح بار بار خارج ہوتی ہو وہ کیسے نماز پڑھے

مسئلہ زید کا آپریشن ہوا ہے جس کی وجہ سے پیچھے سے ہر ایک دو منٹ میں بار بار ہوا خارج ہوتی ہے جس میں آواز نہیں ہوتی مگر بدبو ہوتی ہے ایسی حالت میں زید نماز ادا کرے یا نہ کرے کیا باجماعت مسجد میں نماز ادا کرے گا یا گھر میں تنہا پڑھے۔بار بار ہوا نکلنے سے کیا وضو باقی رہے گا، اگر نماز ادا کرے تو کیا نماز ہو جائے گی۔

محمد فضل الرحیم مولانا شاہ مقام کمپنی بکھاری، کرناٹک اسٹیٹ

الجواب

زید معذور ہے وہ اسی حالت میں نماز پڑھے اس کا وضو ریاح خارج ہونے سے نہیں ٹوٹے گا البتہ اسے ضروری ہے کہ جس نماز کے وقت میں وضو کیا جب اس نماز کا وقت نکل جائے گا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، دوسرے وقت کی نماز کے لیے پھر وقت ہونے پر وضو کرے، اس کے لیے نماز کے وقت کا نکلنا ناقض وضو ہے۔اور کسی نماز کے وقت میں وضو کیا تو جب تک نماز کا وقت نہ نکلے اس وضو سے جتنی نمازیں چاہے پڑھے۔البتہ اسے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں اس لیے کہ وہ کہتا ہے کہ ریاح میں بدبو ہوتی ہے اور بدبو سے مسجد کو بچانا واجب۔اس پر یہ واجب ہے کہ کوشش کرے روئی رکھ کر لنگوٹ باندھ کر اگر اتنا موقع مل سکے کہ وضو کر کے فرض نماز پڑھ سکے اور ریاح خارج نہ ہو تو ایسا ہی کرے اور اگر روئی وغیرہ رکھنے کے باوجود لنگوٹ باندھنے کے باوجود بھی ریاح نکلے یا اس سے کسی ضرر کا صحیح اندیشہ ہے تو اس تکلف کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵ر رجب ۱۴۰۰ھ

الباب السادس في النجاسة وأحكامها

تطہیر انجاس کا بیان

[۱] ناپاک کپڑا پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ کپڑا سوتی ہو یا ٹیریکاٹ، کپڑے میں ظاہری نجاست لگی ہو یا باطنی، یا پیشاب لگا ہو، یا احتلام، یا ہم بستری کی نجاست لگی ہو، یا کسی قسم کی نجاست لگی ہو کپڑا بھگا کر مل کر پھر کپڑا چن کر ایک ہاتھ سے پکڑ کر کپڑا لٹکا کر دوسرے ہاتھ میں پانی لوٹا میں لے کر کپڑے کے اوپر سے یعنی ہاتھ پر سے پانی ایک لوٹا گرا دینے پر کپڑا کیا پاک ہو جائے گا؟ اس لیے کہ پانی کپڑے پر سے بہ کر گرے گا۔

محمد لیس اشرفی، پورہ صوفی، مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

الجواب

اس میں تفصیل ہے اگر وہ نجاست دَل دار ہے جیسے پائخانہ یا منی تو کوئی کپڑا ہو خواہ سوتی ہو یا ٹیریکاٹ اس وقت تک پاک نہ ہو گا جب تک کہ اس نجاست کا جرم چھوٹ نہ جائے خواہ پانی بہانے ہی سے چھوٹ جائے یا پانی کے ساتھ ساتھ ملنا پڑے اس کے لیے کوئی تعداد نہیں، اور اگر دَل دار نہیں جیسے پیشاب تو ضروری ہے کہ اسے تین بار دھوئیں اور ہر بار اس زور سے نچوڑیں کہ پانی کا ٹپکنا بند ہو جائے[1]۔ واللہ تعالی اعلم

۲۵ / ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

(۱)- ہاں! کپڑا اگر ایسا ہو کہ نچوڑنے کے باوجود پانی زیادہ رہ جائے اور ٹپکنا بند نہ ہو جیسے ٹیری کاٹ وغیرہ کے کپڑے تو ان کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نچوڑنے کے بعد رسی وغیرہ پر لٹکا دیں اور جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تب دوبارہ دھو کر یوں ہی رسی وغیرہ پر ڈالیں، اس طرح تین بار کریں، تیسری بار جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تب وہ کپڑا پاک ہو جائے گا۔ یہی طریقہ کمزور اور بوسیدہ کپڑوں کے پاک کرنے کا بھی ہے۔ محمد نظام الدین الرضوی۔

[۲-۳] ٹیریکاٹ کپڑا پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ ❶ نجس کپڑا سوتی ہو یا ٹیریکاٹ کا نجاست جسم دار لگی ہو یا پائخانہ لگا ہو اس کو ملنے کے بعد ہاتھ میں لٹکا کر ایک دو لوٹا اوپر سے پانی بہادیں تو پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

❷ نجس کپڑا سوتی ہو یا ٹیریکاٹ کپڑا بھگو کر مل کر بالٹی میں پانی ڈال کر کپڑا بالٹی میں ڈال کر نکال لیں پھر بالٹی کا پانی گرا کر پھر دوسرا پانی ڈال کر پھر کپڑا ڈال کر نکال لیں اس طرح سے تین بار کرنے پر کپڑا پاک ہو جائے گا کہ نہیں، تینوں بار نچوڑنا ضروری ہو تو ٹیری کاٹ کا کپڑا نچوڑنے کے بعد بھی اس میں پانی رہ جاتا ہے تو اس کو پاک کرنے کی کیا صورت ہے؟

محمد لیٰس اشرفی، پورہ صوفی، مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

الجواب

❶ پائخانہ یا اس قسم کی کوئی ایسی نجاست جس میں جرم ہو وہ جب دور ہو جائے تو کپڑا پاک ہو گیا خواہ ایک دفعہ میں دور ہو یا اس سے زیادہ میں۔ البتہ اگر ایک دو دفعہ میں دور ہو تو تین کا عدد پورا کرلینا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تین بار خوب نچوڑا جائے یا لٹکایا جائے تو اتنی دیر لٹکایا جائے کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے اور اگر وہ نجاست ایسی ہے جس میں جرم یا دَل نہیں تو تین بار اچھی طرح نچوڑ کر دھونا ضروری ہے۔ بغیر اس کے پاک نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

❷ اس کے پہلے والے جواب میں اس کا حکم واضح ہو گیا اگر نجاست دَل دار ہے تو جب تک نجاست دور نہ ہوگی کپڑا پاک نہ ہوگا اور اگر دَل دار نہیں تو تین بار نچوڑنا ضروری ہے۔ ٹیریکاٹ کے کپڑے کو لٹکا کر چھوڑ دیں جب اس سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر پانی میں ڈالیں پھر لٹکا دیں اسی طرح تین بار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷؍ جمادی الآخرہ ۱۴۰۸ھ

[۴] کپڑے میں منی لگ جائے تو کپڑا کیسے پاک کیا جائے

مسئلہ منی کے بارے میں بہار شریعت حصہ دوم میں مسئلہ تحریر ہے کہ اگر کپڑے پر لگی ہو سوکھ جانے پر جھاڑنے اور رگڑنے سے پاک ہو جائے گی۔ اس مسئلہ میں کچھ اشکال معلوم ہوتا ہے، ایسا نہیں کہ کتاب کے

مسئلہ میں شک ہے۔ (معاذ اللہ) ایسی صورت میں اس کی وضاحت فرمائی جائے۔

محمد ذکی رحمانی، دار العلوم برکاتیہ مگھر، شیرپور، بستی، یوپی

الجواب

نجاستوں کے پاک کرنے کے مختلف طریقے ہیں، وہ منی جو کپڑے پر لگی ہو اس کے پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے اور یہ خود حدیث میں وارد ہے۔ کیا چیز پاک ہے اور کیا ناپاک ہے، اور ناپاک چیز کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ یہ عقل سے نہیں جانا جاسکتا اس کے بارے میں جو کچھ اللہ ورسول نے ارشاد فرمایا ہے اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ر ربیع الآخرہ ۱۴۰۷ھ

[۵] خشک اور تر منی کے احکام

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں بہار شریعت میں ہے ص:۱۰۶ر طبع الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ،

مسئلہ: منی کپڑے میں لگ کر خشک ہوگئی تو فقط مل کر جھاڑنے سے اور صاف کرنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اگرچہ بعد ملنے کے کچھ اثر کپڑے میں باقی رہ جائے، اس مسئلہ میں عورت و مرد اور انسان، حیوان تندرست و مریض جریان سب کی منی کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ: بدن میں اگر منی لگ جائے تو بھی اسی طرح پاک ہوجائے گا۔ اس کے بعد دو مسئلے اور ہیں پھر ہے:

مسئلہ: اگر منی کپڑے میں لگی ہے اور اب تک تر ہے تو دھونے سے پاک ہوگا، ملنا کافی نہیں۔

کیا ملنے کے لیے سوکھنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ دونوں مسئلوں میں تناقض کس طرح سے دور کیا جاسکتا ہے اور کیا اس طرح سوکھی کو رگڑ کر پاک کر کے تنگی وقت میں یا دوسری وجہوں کے تحت تیمم کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

محمد ظفر، مدن لال پارک، گیان پور، وارانسی

الجواب

پہلے خود کچھ غور کرنا چاہیے پھر کسی مصروف آدمی کا وقت لینے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر منی تر ہوگی تو ملنے پر یا رگڑنے سے دور نہیں ہوگی، اس لیے جب تک منی گیلی رہے دھونے کا حکم ہے اور سوکھی منی

ملنے، رگڑنے سے دور ہوجاتی ہے اس لیے اس میں ملنا کافی ہے۔ [1] وقت میں تنگی نہ ہو، فراخی ہو جب بھی کپڑے میں لگی ہوئی منی (سوکھی) کو مل کر رگڑ کر آپ کپڑے کو پاک کر سکتے ہیں، اور اگر نہانے کے لیے پانی نہ ملے یا پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (یہ حکم کپڑے کا ہے اور اگر منی بدن میں لگ جائے تو اسے بہر حال دھو کر ہی پاک کیا جائے گا، احادیث کریمہ میں یہی مذکور ہے۔ محمد نظام الدین رضوی) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ر شوال، ۱۴۱۲ھ

[۶] بلی اگر کھانے کی چیز میں منہ ڈال دے تو اس کا کھانا کیسا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

دودھ میں یا کسی کھانے کی چیز میں بلی منہ ڈال دے تو کیا کرنا چاہیے؟

اختر الاسلام قادری، مقام پختہ چوک، چریا کوٹ

الجواب

بلی کا جوٹھا مکروہ ہے [2] بہتر یہ ہے کہ اسے خود نہ کھائے لیکن اگر کھالے تو گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۷] پرند کی بیٹ کا حکم

مسئلہ ہم پاخانہ میں لوٹا میں پانی لے کر گئے اور پاخانہ میں پرند اور کرونہ ہیں پھر دیکھا کہ پانی میں لوٹے کے اندر ایک چلا گیا ہے تو وہ پانی پاک رہا یا ناپاک؟

جناب محمد لیٰسٓ اشرفی مبارک پور، اعظم گڑھ

---

(۱)- الفتاوی الہندیہ میں ہے:

المني إذا أصاب الثوب فإن كان رطبا يجب غسله، وإن جف على الثوب أجزأ فيه الفرك استحسانا كذا في العناية، جلد اول، ص:٤٩، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، دار الكتب العلمية، بيروت. محمد نسیم مصباحی.

(۲)- الفتاوی الہندیہ میں ہے:

وسور حشرات البيت كالحية والفارة والسنور مكروه كراهية تنزيه. الباب الثالث في المياه، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضو ومما يتصل بذلك مسائل، ج:١، ص:٢٧، دار الكتب العلمية، بيروت.

بلی کا جوٹھا مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم. محمد نسیم مصباحی

الجواب

اس پانی کے پاک ہی ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ بضرورت اتنی اقل قلیل نجاست معاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ر محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

[۸] مکھی کی بیٹ پاک ہے یا ناپاک

مسئلہ بجلی کا تار گھر میں لگا ہو یا کوئی پٹی ٹین یا لکڑی کی ہو اس پر مکھیاں بیٹھتے بیٹھتے اتنا زیادہ پائخانہ کر دیں کہ پائخانہ ہی پائخانہ دکھائی دے تو وہ تار یا پٹی پاک رہے گی یا ناپاک؟

جناب محمد یٰسٓ اشرفی صاحب، مبارک پور، اعظم گڑھ

الجواب

مکھی کے بیٹ کے بارے میں کہیں کوئی تصریح نہیں ملی کہ پاک ہے یا ناپاک لیکن حدیث میں فرمایا گیا کہ مکھی اگر سالن میں گر جائے اسے ڈبو کر پھینک دو اور سالن کھاؤ، اگر مکھی کی بیٹ ناپاک ہوتی تو یہ حکم ہرگز نہ ہوتا، اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی بیٹ ناپاک نہیں اس لیے جس تار یا پٹی پر مکھیوں کی بیٹ ہو وہ ناپاک نہیں۔ البتہ اس کو یوں ہی استعمال کرنا نظافت کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ر محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

[۹] کتا نجس العین نہیں

مسئلہ زید کہتا ہے کہ اگر کتے کو "بسم الله الله أكبر" پڑھ کر ذبح کر دیا جائے تو اس کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جائے گا، جب کہ بکر یہ کہتا ہے کہ کتا نجس العین ہے اس لیے خنزیر کی طرح اس کا بھی چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوگا، کس کا قول صحیح ہے مع حوالہ درج فرمائیں۔

جناب سید اقبال احمد رضوی، خطیب جامع مسجد، کیسا، ضلع دیوریا

الجواب

زید کا قول صحیح ہے کتا نجس العین نہیں (۱) البتہ اس کا گوشت کھانا حرام ہے، کتے کو جب بطریق شرعی ذبح کر دیا جائے تو اس کا چمڑا اور گوشت دونوں طاہر ہیں اگرچہ اس کا کھانا اب بھی حرام ہے، ہدایہ میں ہے: ليس الكلب بنجس العين، (۲)

اسی میں ہے: كل إهاب دبغ فقد طهر (۳)،

نیز اسی میں ہے: ثم ما يطهر جلده بالدباغ يطهر بالذكاة يعمل عمل الدباغ في إزالة الرطوبات النجسة، وكذلك يطهر لحمه وهو الصحيح وإن لم يكن ماكولا۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۰-۱۲] ناپاک لنگی پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ ❶ لنگی میں ظاہری و باطنی نجاست لگی ہو اور غسل کر کے وہی لنگی پہن کر نکل آئے اب دوسری لنگی پہن کر بدلا، اب نجس لنگی کو پاک کرنے کے طریقہ پر دھو لیا تو کیا درست ہو گیا۔

❷ کسی کو قطرہ کی بیماری ہو۔ بیماری ہونے کی وجہ سے نماز پڑھتا ہو مگر جب غسل کرنا ہو تو لنگی کو پاک کرنے کے طریقہ پر دھونا ہو گا یا ناپاک کے طریقہ پر، جب کہ لنگی میں کوئی نجاست نہ لگی ہو صرف پیشاب کا قطرہ لگا ہو۔

❸ کسی کا کان بہتا ہو اور کان بہ کر گال پر آجائے تو کیا گال نجس ہو جائے گا اور کان بہنا بند ہو جانے پر کان میں تیل ڈالے اور تیل اندر سے بہ کر گال پر آجائے تو کیا گال نجس ہو جائے گا؟

محمد لیث اشرفی مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

---

(۱)- عین کا معنی ذات، بدن۔ مراد یہ ہے کہ کتے کا بدن ناپاک نہیں لہذا اس کے بدن سے کسی کا کپڑا یا بدن چھو جائے تو کپڑا یا بدن ناپاک نہ ہوگا، اسی کی دوسری تعبیر طاہر العین سے بھی کی جاتی ہے یعنی کتے کا بدن پاک ہے، ہاں! اس کا لعاب ناپاک ہے، یہ مذہب حنفیہ اور دوسرے ائمہ کا ہے جو بہت باقوت ہے۔ اس کی پوری تحقیق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ "سلب الثلب عن القائلين بطهارة الكلب" مشمولہ فتاوی رضویہ، جلد دوم میں ہے۔ محمد نظام الدین رضوی

(۲)- الهداية، ج:۱، ص:۲٤، كتاب الطهارات، مجلس البركات، مبارك پور.

(۳)- الهداية، ج:۱، ص:۲٤، كتاب الطهارات، مجلس البركات، مبارك پور.

(۴)- الهداية، ج:۱، ص:۲٤، كتاب الطهارات، مجلس البركات، مبارك پور.

الجواب

❶ لنگی میں باطنی نجاست کوئی نہیں وہ جب ناپاک ہوگی ظاہری نجاست سے ناپاک ہوگی، ظاہری نجاست منی کے علاوہ کوئی بھی بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی اگر وہ نجاست مرئی ہے اور دَل دار ہے تو اتنا دھوئے کہ نجاست ختم ہوجائے، اس کے لیے کوئی عدد مقرر نہیں البتہ اگر تین بار سے کم میں وہ نجاست دور ہوجائے تو تین کا عدد پورا کرلینا بہتر ہے۔

اور اگر وہ نجاست غیر مرئی ہے تو یہ ضروری ہے کہ ہربار اچھی طرح مل کر تین بار دھوئیں اور ہربار خوب اچھی طرح نچوڑیں اتنا کہ پانی کے قطرات گرنا بند ہوجائیں۔ منی البتہ اگر خوب اچھی طرح سے مل دی جائے کہ اس کا جرم باقی نہ رہے تو کپڑا پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے، یہ حکم صرف کپڑے کے لیے ہے، منی اگر بدن میں لگی ہو تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی اگر نہاکر فوراً نجس لنگی پہنا اور لنگی کا وہ حصہ جہاں نجاست ہے اتنا بھیگ گیا کہ اگر اسے کسی دوسری خشک چیز سے ملائیں تو وہ بھی بھیگ جائے گا تو بدن لنگی کی نجاست سے ناپاک ہوگیا۔ اب اگر بعد میں پاک لنگی پہنی تو بھی نماز نہ ہوگی کیوں کہ بدن ناپاک ہے۔ اور اگر منی کپڑے میں لگی تھی اسے خوب اچھی طرح مل دیا کہ منی بالکل چھوٹ گئی تو کپڑا پاک ہوگیا پاک کرنے کے لیے اسے دھونا ضروری نہیں ایسی لنگی نہانے کے بعد فوراً باندھ لی تو بدن ناپاک نہ ہوگا کتنی ہی بھیگ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❷ یہ مسئلہ بہت تفصیل طلب ہے اگر پیشاب کے قطرے اتنے جلد جلد آتے ہیں کہ ایک بار تجربہ کرچکا ہو کہ وضو کے بعد فرض بھی نہیں پڑھ سکتا تو ایسا شخص معذور ہے اور اس کے پیشاب کے قطرے ناپاک نہیں [یعنی عذر کی بنا پر حکماً وہ قطرے پاک ہیں۔ نظام] ان قطروں سے لنگی ناپاک نہ ہوگی، پاک رہے گی۔ اسی لنگی کو پہن کر اسے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر پیشاب کے قطرے اتنے زیادہ نہیں آتے جتنے اوپر مذکور ہوئے ہیں تو اس کے پیشاب کے یہ قطرے ناپاک ہیں اس سے لنگی نجس ہوجائے گی اسے پہن کر نماز صحیح نہ ہوگی۔ معذور ہونے کے لیے پیشاب یا کسی حدث کی وہ کثرت جو اوپر مذکور ہوئی ایک بار کافی ہے۔ اگر کسی کو کسی بھی نماز کے وقت اتنے زیادہ قطرے آئے کہ وہ وضو کرکے فرض نہ پڑھ سکا تو وہ معذور ہوگیا۔ ہر نماز کے وقت اتنی کثرت ضروری نہیں بلکہ نماز کے وقت میں ایک دوبار اس حدث کا واقع ہوجانا معذور باقی رہنے کے لیے کافی ہے اور اگر کسی ایسے معذور پر کسی بھی نماز کا ایسا وقت گزرا کہ وہ حدث پایا نہ گیا تو اب وہ معذور نہ رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❸ کان سے جو رطوبت بہ کر کان سے باہر آجائے وہ نجس ہے اور وہ گال پر آجائے تو گال بھی نجس ہو جائے گا۔ کان کا بہنا اس کی دلیل ہے کہ کان میں کوئی زخم ہے، اس لیے کان میں تیل ڈالا تو زخم کی نجاست سے وہ نجس ہو جائے گا اور بہ کر باہر نکلا تو نجس ہی ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۳] تالاب میں اگر نجاست پڑی ہو تو پانی بھرنے سے وہ تالاب ناپاک رہے گا

مسئلہ سوکھے ہوئے تالاب میں نجاست پڑی ہوئی ہو اور کھیتوں، نالیوں کا پانی برسات کے موسم میں کہ جن میں نجاست پڑی ہوئی ہو اسی سوکھے تالاب میں بہ کر آتا ہو اور پہلی ہی بارش میں وہ دہ در دہ ہو گیا ہو (بھرا نہ ہو) تو اب اس صورت میں اس تالاب کا پانی پاک ہو گا یا نہیں؟

محمد نظام الدین رضوی، ضلع سیتاپور، یوپی

الجواب

تالاب کے اندر جب نجاست ہے تو اس میں ناپاک تو ناپاک اگر پاک پانی بھی آئے گا تو تالاب کے اندر کی نجاست سے ناپاک ہو جائے گا اگرچہ وہ پہلے ہی بارش میں دہ در دہ ہو جائے یا اس سے بھی زائد ہو جائے جب تک تالاب بھرنے کے بعد اس کا کچھ پانی بہ کر تالاب سے باہر نہ چلا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۴] ناپاک پانی سے سیمنٹ بنائی گئی اور کڑھائی میں کچھ سیمنٹ جم گئی وہ کیسے پاک ہو گی

مسئلہ لوہے کی کڑھائی میں نجس پانی میں سیمنٹ بنائی جائے کام ختم ہونے کے بعد کڑھائی دھوتے وقت سیمنٹ کڑھائی میں پکڑ لیے ہو، پاک کرنے کے طریقہ پر کڑھائی دھو لیے، پکڑی ہوئی سیمنٹ لگی رہ جانے پر کڑھائی پاک ہو جائے گی یا نہیں؟

محمد لیٰس اشرفی، پورہ صوفی مبارک پور، اعظم گڑھ

الجواب

پاک ہوجائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ اسے سوکھالیاجائے کہ اس کے اندر جو تری ہے وہ ختم ہوجائے پھر دھویاجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶ / ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

[۱۵] کبوتر کی بیٹ اگر مسجد کے فرش پر گرجائے تو کیا حکم ہے

مسئلہ زید نے کہاکہ مسجد کی صف پر کبوتروں کی بیٹ متعدد مقام پر ہو اور کچھ خشک ہو اور کچھ تر بھی ہو تو کیا یہ فرش دھویاجاوے یا خشک کو کھرچ کر پھینک دیاجائے۔ اور تر بیٹ پونچھ کر پھینک دی جائے اور نماز اسی پر پڑھ لی جائے یا کیسا کرنا درست ہوگا، مفصل تحریر فرمائیں۔

امام مسجد ریاض اللہ خاں، چھوٹی زیارت بدایوں، یوپی

الجواب

کبوتر کی بیٹ اگر چٹائی یا فرش پر پڑجائے اگر سوکھی ہو تو جھاڑ دیں اور گیلی ہو تو کسی چیز سے پونچھ کر پھینک دیں، دھونا ضروری نہیں اگرچہ بہتر یہ ہے کہ دھولے۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۶] بچے کے پیشاب کردینے کے بعد اگر زمین پر پانی بہاکر صاف کردیں تو زمین پاک ہوجائے گی

مسئلہ مکان کا آنگن کچا ہے یا اینٹ بچھایا ہوا اور دو اینٹوں کے درمیان مٹی ہو اور بچہ پیشاب کردے تو پیشاب کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر اوپر سے پانی گرائے اور زمین کا چھتے (۲) ہوئے نابدان تک لے جاکر نابدان میں گرا گرادینے پر کیا پیشاب کی جگہ کا آنگن پاک ہوجائے گا؟

محمد لیٰس اشرفی، پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

---

(۱)- جو پرند حلال اوپر اڑتے ہیں جیسے، کبوتر، مینا، مرغابی، قازان کی بیٹ پاک ہے، بہار شریعت حصہ دوم، ص:۳۹۱، نجاستوں کا بیان، مکتبۃ المدینہ۔ مشاہدی

(۲)- کانچھنا سے، کاچھتے ہوئے یعنی پوچھتے ہوئے۔

الجواب

اگر اتنا کاچھا کہ اس کا ظن غالب ہو جائے کہ مٹی کے جوذرات پیشاب سے نجس ہوئے تھے وہ سب بہ گئے تو زمین پاک ہو جائے گی (1)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸؍ ذو الحجہ ۱۴۱۵ھ

[۱۷] ناپاک تیل سے زمین کے پاک ہونے کی ایک صورت

مسئلہ نجس تیل زمین پر گر جائے اور زمین تیل کو جذب کر جائے مگر ظاہر ہو تو کیا وہ زمین نجس رہے گی؟

محمد یٰسین اشرفی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

الجواب

اگر تیل بالکل زمین میں جذب ہو جائے، (اور زمین اس قدر خشک ہو جائے) اس طرح کہ اگر ہاتھ یا کپڑا رکھا جائے تو تیل بدن یا کپڑے میں نہ لگے تو زمین پا ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۸] کپڑے سے ناپاک صابن کی مہک آنے کا حکم

مسئلہ نجس کپڑے میں صابن لگا کر پاک کرنے کے طریقے پر دھو لینے کے بعد کپڑے میں صابن کا جز باقی رہ جائے تو کپڑا پاک ہوا یا نہیں؟

محمد یٰسین اشرفی، مبارک پور اعظم گڑھ، یوپی ر

الجواب

اگر کپڑے میں صابن کا جز باقی رہ جائے تو کپڑا پاک نہ ہوگا اس لیے کہ کپڑا بھگو کر جب صابن لگایا گیا تو

(۱)- جیسے پانی بہادینے سے زمین پاک ہو جاتی ہے، حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی شریف میں پیشاب کر دیا تو حضور سید عالم ﷺ کے حکم سے پانی کا بھرا ڈول اس پر بہادیا گیا، پوری حدیث یوں ہے:

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں حاضر تھے اسی دوران ایک اعرابی (عرب دیہاتی) آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اسے روکنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، تو صحابہ کرام نے چھوڑ دیا یہاں تک کہ اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لائق نہیں، یہ تو ذکر الٰہی، نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں، پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا تو انھوں نے پانی سے بھرا ڈول اس پر بہادیا، (الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۱۳۸، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات اذا حصلت فی المسجد، مجلس البرکات، مبارک پور)

زمین سوکھ جانے سے بھی پاک ہو جاتی ہے اور اس کی تطہیر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نجس مٹی کھود کر پھینک دی جائے اور گڈھے کو پاک مٹی سے پاٹ دیا جائے۔ محمد نظام الدین رضوی

بھگونے کی وجہ سے پورا کپڑا ناپاک ہوگیا۔ اب اس پر صابن لگایا گیا تو صابن بھی ناپاک ہوگیا اور ناپاک صابن کا جز کپڑے میں رہ گیا تو کپڑا ناپاک ہی رہا جز سے مراد صابن کا جرم ہے اور اگر کپڑے پر صابن کا جرم کچھ نہ رہا صرف مہک رہ گئی تو کپڑا پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۹] پٹرول سے کپڑا دھونے کا حکم

مسئلہ زری والے کپڑوں کو بجائے پانی کے پٹرول سے صاف کیا جاتا ہے کہ پانی سے خراب ہوجاتے ہیں، آیا اس طرح سے وہ پاک ہوسکتے ہیں؟ بیان فرمائیں۔

عبدالجلیل، عبدالرحمٰن، اسٹریٹ ۳۲۸، ممبئی

الجواب

پاک ہوجائیں گے۔ ہر ایسی پاک بہنے والی چیز سے کپڑے کو دھونا جائز ہے جو بہنے والی اور نجاست کو چھڑانے والی ہو اور ایسی نہ ہو کہ خود چپک کر رہ جائے جیسے سرسوں کا تیل۔ مونگ پھلی کا تیل کہ جہاں لگتا ہے خود چپک کر رہ جاتا ہے۔ بخلاف پٹرول کے کہ وہ نجاست اور میل چھڑاتا بھی ہے اور چپکتا بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳/رجب ۱۴۱۰ھ

[۲۰] پاخانے کا مقام صاف کرنے کی مختلف صورتوں کا حکم

مسئلہ بوری سے پاخانہ کی جگہ کو صاف کیا اور پھر ایک گھنٹہ یا آدھا گھنٹہ بیٹھ کر کام کیا پھر پانی سے استنجا کیا اور وضو کر کے نماز پڑھی اس صورت میں نماز میں کوئی کراہت ہے یا نہیں ہر حال میں پانی موجود ہے۔

محمد الیاس اشرفی کیراف جیو سورس کمپنی لمٹیڈ

الجواب

اگر نجاست مخرج سے بقدر درہم ارد گرد پھیلی نہ تھی اور بوری سے استنجا کرلیا اگرچہ پانی نہ استعمال کرے نماز صحیح ہے، اور اگر مخرج سے قدر درہم سے زائد پھیلی ہوئی تھی اور صرف بوری سے صاف کر کے نماز پڑھی تو نماز نہ ہوئی، پانی سے دھونا فرض تھا۔

صورت مسئولہ میں اگر بوری سے استنجا ایسا کیا تھا کہ نجاست کا کوئی اثر باقی نہ تھا، (نجاست) بالکلیہ زائل ہو چکی تھی کہ بیٹھنے کے بعد کپڑے میں لگنے کا اندیشہ نہ ہو پھر اس نے پانی بھی استعمال کر لیا تو اب اس کی نماز بہر صورت بلا کراہت ہو گئی لیکن اگر نجاست کو اچھی طرح صاف نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے بیٹھنے کے بعد کپڑے میں نجاست لگنے کا ظن غالب ہو جو قدر درہم سے زائد ہو تو نماز نہ ہوئی اور اگر وہ قدر درہم تھی تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی اور اس سے کم تھی تو معاف۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۱] جس خوش بو میں اسپرٹ کی آمیزش ہو اس کا استعمال جائز نہیں

مسئلہ اسپرٹ شراب کی قسموں سے اگر ہے تو جس چیز میں اسپرٹ کی آمیزش ہو تو اس کا استعمال از روے شرع کیسا ہے؟ اور اسپرے سینٹ جس میں اسپرٹ کا استعمال کیا جاتا ہے اس کا لگانا درست ہے یا نہیں اور اسپرے سینٹ لگا کر نماز مکمل ہو جاتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو حضور سیدنا اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی اس عبارت کا مفہوم کیا ہوگا: صرف کپڑوں میں فقیر کے نزدیک عموم بلوی حکم طہارت ہے۔ فتاوی رضویہ جلد یازدہم، ص:۸۹۔ (مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفات بریلوی) واضح فرمائیں۔

محمد فاروق، مدرسہ گلشن محمدیہ، دیلواڑہ، ضلع جوناگڑھ، سوراشٹر

الجواب

اسپرٹ بلاشبہہ شراب ہے بلکہ شراب کی بدترین قسم، فتاوی رضویہ جلد دوم میں ہے:

”ان اسبارتو هي روح النبيذ خمر قطعا بل من أخبث الخمور فهي حرام ورجس نجس نجاسة غليظة كالبول“(۱)۔

یہ جس چیز میں ایک قطرہ بھی پڑے وہ سب کا سب ناپاک نجاست غلیظہ کے ساتھ، جس خوش بو میں اسپرٹ ہو اس کا خواہ ملنا بدن میں ہو یا کپڑے میں اب بھی حرام و گناہ۔ اس سے بدن اور کپڑا بلاشبہہ ناپاک ہو جائے گا اور درم کی مقدار سے زائد ہو تو ایسے کپڑے کے ساتھ یا بدن میں لگنے سے نماز صحیح نہ ہوگی۔ آپ نے فتاوی رضویہ جلد یازدہم کی عبارت نقل کرنے میں بہت خطرناک کام کیا ہے آیندہ اس سے احتراز کریں یہ دیانت کے خلاف

(۱)- فتاوی رضویہ، ج ۲، ص: ۱۲۰، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، رضا اکیڈمی.

ہے۔ جلد یازدہم کے فتوی میں مطلقا کپڑے میں اسپرٹ لگانے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ جس رنگ میں اسپرٹ پڑی ہو اور اس سے کپڑا رنگا گیا ہو تو عموم بلوی کی وجہ سے یہ رنگین کپڑا پاک ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تخفیف عموم بلوی کی وجہ سے ہے اور یہ عموم بلوی صرف اس رنگ میں ہے جس سے کپڑا رنگا جاتا ہے۔ اس لیے یہ کپڑے کے ساتھ خاص ہے، خوش بو میں نہ عموم بلوی ہے نہ تخفیف کی ضرورت نہ وہاں اجازت۔ واللہ تعالی اعلم

۲۳ر محرم ۱۴۱۴ھ

[۲۲] رحم کی رطوبت پاک ہے

مسئلہ ضروری گزارش یہ ہے کہ بدنام زمانہ وہابی دیوبندی ایک مسئلہ بہار شریعت کا اچھالتے ہیں جس سے بھولے بھالے سنی مسلمان پریشان ہیں، اور میری بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے حضرت مولانا مفتی رضوان الرحمن مفتی مالوہ سے دریافت کیا اور مولانا رجب علی نانپاروی بھی موجود تھے۔ میرے یہاں جلسہ میں آئے ہوئے تھے، لیکن وہ بھی اس مسئلہ کو نہ سمجھا سکے یہ کہا کہ رطوبت رحم تو ناپاک ہے۔ میرے یہاں مدرسہ میں جناب مولانا شمس اللہ صاحب بستوی پڑھاتے ہیں جو اس وقت چھٹی پر پیلی بھیت تشریف فرما ہیں، ان کو بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ حضور والا سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ کو تفصیل سے تحریر فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی اور اس مسئلہ کو فتاوی رضویہ کا مسئلہ بتاتے ہیں۔ فتاوی رضویہ میں نے دیکھا بھی نہیں، لیکن بہار شریعت حصہ دوم، ص:۵۰، پر مجھے یہ مسئلہ ملا ہے، مسئلہ حسب ذیل ہے:

مسئلہ: مرغی کا تازہ انڈا جس پر ہنوز رطوبت لگی ہو پانی میں پڑ جائے تو نجس نہ ہوگا، یوں ہی بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں گرا اور مرا نہیں جب بھی ناپاک نہ ہوگا۔

محمد حسین انصاری، بارہ بنکی

الجواب

بہار شریعت کا مسئلہ بالکل صحیح اور حق ہے، غنیہ میں ہے:

السخلة إذا وقعت أمها رطبة في الماء لا تفسده كذا في كتب الفتاوى وهذا لأن الرطوبة التي عليها ليس بنجس لكونها في محلها. (۱)

(۱)- غنية المستملى شرح منية المصلى، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۰، سهيل اكيڈمى، لاهور.

ردالمحتار میں ہے:

ولذا نقل في التاتارخانية: أن رطوبة الولد عند الولادة طاهرة، وكذا السخلة إذا خرجت من أمها، وكذا البيضة. فلا يتنجس بها الثوب ولا الماء إذا وقعت فيه.(۱)

اشکال اس وجہ سے پیدا ہو گیا کہ آپ نے یہ خیال کر لیا کہ رحم کی رطوبت ناپاک ہے حالاں کہ یہی غلط ہے۔ (یہ رطوبت دراصل شرم گاہ کی تری ہے جو ایک طرح کا سفید پانی ہے اور) یہ پاک ہے اور بچے کے ساتھ یہی رطوبت لگی رہتی ہے۔ در مختار میں ہے: رطوبة الفرج طاهرة، خلافا لهما.(۲)

ردالمحتار میں قول امام کو مختار و معتمد فرمایا اور یہی مفتی بہ ہے۔ خود اعلی حضرت قدس سرہ نے فتاوی رضویہ شریف کے فوائد میں غنیہ کے مذکورہ بالا جزئیہ پر تفریع فرمائی ہے، ارشاد ہے کہ: ”رحم کی رطوبت پاک ہے۔“ حاشیہ ص: ۵۶۳، جلد اول، اور اسی صفحہ پر بہار شریعت کا مذکورہ بالا مسئلہ بھی درج ہے۔

بہر حال اشکال اس پر قائم تھا کہ رطوبت ناپاک ہے اب جب کہ ہم بتا آئے مذہب امام یہ ہے کہ رحم کی رطوبت پاک ہے اور یہ بھی بتا آئے کہ یہی مفتی بہ و معتمد و مختار ہے تو اشکال ختم ہو گیا۔ دیوبندیوں کی چیخ و پکار بند کرنے کے لیے غنیہ، در مختار، ردالمحتار کی عبارات کافی ہیں، اگر وہ اب بھی بڑبڑائیں تو غنیہ کی عبارت لکھ کر دیوبند سے پوچھ لیں کہ یہ عبارت صحیح ہے یا نہیں اور مسئلہ کی نوعیت کیا ہے۔ ان شاء اللہ المولی وہاں سے بھی یہی جواب آئے گا جو بہار شریعت میں ہے، علماے اہل سنت کا زخم کھاتے کھاتے اب دیوبندیوں میں اتنی جرأت باقی نہیں کہ اہل سنت کا اشکال جدید اپنے سر مول لیں، ان کے رؤس جہال سے جو غلطیاں ہو چکی ہیں وہی ان کی رسوائی کے لیے بہت ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ

[۲۳] صرف پانی بہانے سے لوٹا پاک ہو جاتا ہے

مسئلہ گھر کا لوٹا جو پیشاب خانہ میں لے جا کر رکھا جاتا ہو جہاں پیشاب بھی بچے کرتے ہوں اور وہی لوٹا پائخانہ کے لیے کھیت میں لے جا کر وہیں پر رکھا جاتا ہو تو اس لوٹے کی پینڈی پاک رہے گی یا ناپاک اور

(۱)- ردالمحتار مع الدر المختار، ج:۱، ص:٥٦٤، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، فصول الاستنجاء، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- الدر المختار، مع رد المحتار، ج:۱، ص:٥٦٤، باب الأنجاس، فصول الاستنجاء، دار الكتب العلمية، بيروت.

ناپاک رہے گی تو ہمارے گھروں کی عورتیں لوٹے کو صاف کرنے کے لیے راکھی لگا کر لوٹا صاف کرتی ہیں ہاتھ سے رگڑتی ہیں، کبھی پینیدی کو رگڑتی ہیں کبھی اوپر کے حصہ کو رگڑتی ہیں۔ اس طرح سے صاف کرنے پر پورا لوٹا ناپاک ہو جائے گا یا نہیں؟

محمد لیس اشرفی، محلہ پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

الجواب

ناپاک جگہ رکھنے سے لوٹے کی پینیدی ضرور ناپاک ہوگی عورتوں کے مانجھنے سے ضرور سب لوٹا ناپاک ہو جائے گا لیکن اخیر میں جب پانی بہا کر راکھ دور کر دی جائے گی تو لوٹا پاک ہو جائے گا۔ لوٹا صرف پانی بہانے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (البتہ عورتوں کو چاہیے کہ پہلے لوٹے کا ناپاک حصہ پاک کر لیں، اس کے بعد راکھی یا مٹی وغیرہ سے پورے لوٹے کو صاف کریں کہ بلا وجہ پاک حصے کو ناپاک کرنا ناجائز ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ر محرم ۱۴۱۲ھ

[۲۴] بہتا ہوا کان کب پاک ہوگا

مسئلہ زید کا کان کسی وجہ سے بہ رہا تھا یعنی کان کے اندر سے مواد جیسی رطوبت آرہی تھی، اب بند ہو گئی ہے تو اب کان کو زید کس طرح سے پاک کرے کہ کان میں تیل چھوڑنے کے بعد تیل اندر سے لوٹ کر باہر آئے تو تیل پاک رہے۔

محمد لیس اشرفی، محلہ پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

الجواب

جب پیپ آنی بند ہوگئی ہے تو اب تیل ڈالنے سے تیل یا دوا ناپاک نہ ہوں گے، ہاں اگر اس کا شبہہ ہو کہ پہلے کی پیپ کے کچھ اجزا کان کے پردے کے باہر چپکے ہوئے ہیں تو کسی طبیب کے مشورے سے کسی بہنے والی چیز کو کان میں ڈالے اور جب وہ پیپ کے اجزا بھیگ کر چھوٹنے کے لائق ہو جائیں تو کسی لکڑی میں پاک روئی کا پھاہا بنا کر انھیں چھڑا لے، اس کے لیے کوئی تعداد مقرر نہیں اگر ایک ہی بار میں صاف ہو جائے تو ایک ہی بار کافی ہے ورنہ جتنی بار میں صاف ہو جائے صاف کر ڈالے۔ اور اگر طبیب اس سے منع کرے تو اپنے حال پر چھوڑ دے ایسی صورت میں معاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

[۲۵] شراب پی کر دیوار رنگنے سے دیوار ناپاک نہ ہوگی

مسئلہ مکان بنانے والے یا مکان رنگنے والے نشہ استعمال کر کے آئیں اور ان کے منہ سے بدبو آتی ہو اور مکان میں رنگ لگائیں تو کیا برتن رنگنے والا نجس ہو جائے گا یا دیوار ناپاک؟

محمد لیٰسین اشرفی، محلہ پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

الجواب

صرف بو سے نہ برتن ناپاک ہوگا نہ دیوار [۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۶] شہید کا خون جب تک شہید کے جسم پر ہے پاک ہے

مسئلہ شہید کا خون ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟

اکبر علی القادری، جامعہ عربیہ عزیز العلوم، راج گھاٹ،، بلرام پور

الجواب

شہید کے جسم پر جو خون ہے وہ پاک ہے۔ ہاں جو خون اس کے جسم سے بہ کر دوسرے کو لگے دوسرے کے جسم اور کپڑے کو ناپاک کر دے گا۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے: دم الشهيد ما دام عليه طاهر، وإذا أبين منه كان نجسا. [۲] واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۷] اپلے جلا کر کھانا بنانا جائز ہے۔

مسئلہ گوبر، لید وغیرہ سکھا کر بطور ایندھن کھانا پکانے کے کام میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، مدلل جواب دیں۔

محمد احمد، مقام اسٹیشن روڈ، ضلع ناگور، راجستھان

---

(۱)- ہاں! اگر کسی ہاتھ میں شراب لگی ہو اور ہاتھ کا وہ حصہ رنگ میں پڑ جائے تو وہ رنگ ناپاک ہوگا پھر دیوار میں جتنی جگہ وہ رنگ لگے گا وہ جگہ بھی ناپاک ہو جائے گی جو بعد میں سوکھ کر پاک ہو جائے گی، بہار شریعت میں فتاویٰ ہندیہ کے حوالے سے ہے: "درخت اور گھاس اور دیوار اور ایسی اینٹ جو دیوار میں جڑی ہو یہ سب خشک ہو جانے سے پاک ہو گئے اور اگر اینٹ جڑی ہوئی نہ ہو تو خشک ہونے سے پاک نہ ہوگی بلکہ دھونا ضروری ہے۔ (ج:۱، حصہ:۲، ص:۴۰۱، نجس چیزوں کے پاک کرنے کرنے کا طریقہ، مکتبۃ المدینہ۔) محمد نظام الدین رضوی

(۲)- كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، ج:۱، ص:۵۱، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

الجواب

سوکھے ہوئے گوبر اور لید کو جلا کر کھانا بنانا بلا کراہت درست ہے، اصل اشیا میں اباحت ہے، مباح کہنے والے کے ذمہ دلیل نہیں ہے، دلیل اس کے ذمہ ہے جو اسے ناجائز و حرام کہتا ہو(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ جمادی الأخری ۱۴۱۲ء

[۲۸] گوبر گیس پر کھانا پکانا کیسا ہے؟

مسئلہ گورنمنٹ نے ایک اسکیم نکالی ہے وہ یہ ہے کہ گوبر گیس کے لیے روپے دیتی ہے، لوگ گوبر گیس بنا کر اس سے کھانا بناتے ہیں، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

محمد شاکر حسین، بڑی مسجد، بھوانی وارڈ، برہم پوری، ضلع چاندپور، مہاراشٹر

الجواب

اس میں کوئی حرج نہیں، جب گوبر پر کھانا پکانا جائز ہے اور کھانا پکانے کے لیے گوبر گھر میں رکھنا جائز ہے تو گوبر کی گیس بنانے اور اس گیس سے کھانا پکانے میں کیا حرج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۹] کیا احتلام ہو جانے سے جسم کے سارے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں

مسئلہ زید کو احتلام ہو گیا، صبح اٹھنے کے بعد غسل کر لیا اور تہ بند بدل ڈالا۔ اچھی طرح سے غسل کیا لیکن سوئٹر یا بنیائن جو پہنے ہوئے تھا وہ چوں کہ صاف تھیں صرف لنگی ہی ناپاک ہوئی تھی، اس لیے بغیر دھلے ہوئے وہ سوئٹر اور بنیائن پہن سکتا ہے اور نماز پڑھ سکتا ہے؟ ایسی صورت میں اگر سوئٹر نہ بدلی جائے تو کیا زید پاک ہے،

(۱)- بہار شریعت میں ہے: اپلے جلا کر کھانا پکانا جائز ہے، حصہ دوم، ص:۹۲- فتاویٰ عالم گیری میں ہے: السرقين إذا أحرق حتى صار رمادا فعند محمد يحكم بطهارته وعليه الفتوى، هكذا في الخلاصة. جلد اول، ص:۴۹، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها الفصل الأول في تطهير الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت- محمد نسیم مصباحی

اس کے کپڑے پاک ہیں اور اس کپڑے میں نماز ہو جائے گی؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔
جمیل احمد قادری، ریسٹورنٹ ۲۷، روڈویز بس اسٹینڈ، سیویل لائن، فیض آباد، یوپی

الجواب

احتلام سے صرف وہی کپڑا ناپاک ہوگا، وہ بھی کپڑے کا صرف وہ حصہ جس پر منی لگی ہو، کپڑے کا بقیہ حصہ اور دوسرے کپڑے پاک ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ: حضور کے کپڑے میں جہاں جہاں منی لگی ہوتی میں اس کو دھو دیتی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اسی کپڑے کو پہن کر نماز پڑھتے اور دھونے کا نشان حضور کے کپڑوں میں ہوتا۔ (۱)

اس لیے احتلام سے سوئٹر یا بنیائن وغیرہ ناپاک نہیں ہوں گے، اس کو بغیر دھوئے ہوئے پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے البتہ تہبند اور پاجامہ میں چوں کہ یہ شبہہ رہتا ہے معلوم نہیں کہاں کہاں نجاست لگی ہو اس کو پورا دھولینا چاہیے یا بدل دینا چاہیے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- عن سليمان بن يسار قال: سألت عائشة عن المني يصيب الثوب، فقالت: كنت أغسله من ثوب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فيخرج إلى الصلاة وأثر الغسل في ثوبه. (صحيح البخاري، ج:۱، ص:۵۵، رقم الحديث: ۲۳۰، كتاب الوضوء، باب غسل المني وفركه) محمود علی مشاہدی

فصل في الاستنجاء

استنجے کا بیان

- استنجا اور پاخانہ دونوں کی دعا ایک ہے۔
داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے:
بسم الله اللهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث.
نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھے:
غفرانك الحمد لله الذي أذهب عني ما يؤذيني وأمسك علي ما ينفعني.
- آگے یا پیچھے سے جب نجاست نکلے تو ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنت ہے اور اگر صرف پانی ہی سے طہارت کرلی تو بھی جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے طہارت کرے۔ (بہار شریعت، حصہ دوم، ص:۴۱۲، بحوالہ فتاوی عالم گیری) مشاہدی

[۳۰] کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کیسا ہے

مسئلہ زید مسجد میں آیا نماز پڑھنے کی غرض سے۔ مسجد کے پیشاب خانے میں جاکر زید نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، زید کے اس فعل پر تمام مقتدیوں نے اعتراض کیا تو زید نے کہا کہ کھڑے ہو کر استنجا کرنا رسول اللہ کی سنت ہے (ﷺ) لوگوں نے دریافت کیا کہ کہاں لکھا ہے؟ تو زید نے بخاری شریف کا حوالہ دیا۔ لہذا اکرم فرما سے التماس ہے کہ مستند جواب عنایت فرمائیں اور زید کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے اس کا بھی اظہار کریں۔

محمد بادل خاں، کاشی پور، کلکتہ

الجواب

یہ کہنا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، شریعت پر بھی افترا ہے اور رسول اللہ ﷺ پر بھی۔ ایک بار حضور اقدس ﷺ نے بدرجۂ مجبوری کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا ہے، وہی بخاری میں مروی ہے۔ ایک بار کا کوئی فعل وہ بھی عذر کی وجہ سے سنت نہیں۔ ترمذی شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:

من حدثكم أن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- كان يبول قائما فلا تصدقوه ما كان يبول إلا قاعدا.[1]

اگر تم سے کوئی یہ کہے کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو اس کی بات سچ نہ ماننا، حضور ہمیشہ بیٹھ ہی کر پیشاب کرتے تھے۔

مسند بزار میں ہے: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

من الجفاء أن يبول الرجل قائما.[2] کھڑے ہو کر پیشاب کرنا گنوار پن ہے۔

بلکہ ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی میں ہے کہ ارشاد فرمایا:

لا تبل قائما[3]۔ کھڑے ہو کر پیشاب مت کرو۔ واللہ تعالی اعلم

۱۴ر شوال ۱۴۱۰ھ

[۳۱] استنجا کے لیے بے کار کپڑے یا کاغذ کا استعمال

مسئلہ کپڑے سے یا کاغذ سے یا بوری سے پاخانہ کرنے کے بعد پاخانہ کی جگہ کو صاف کر سکتے ہیں یا نہیں جب کہ پانی موجود ہے اور مٹی بھی ریت کی شکل میں موجود ہے۔

محمد الیاس اشرفی کیراف جیوسورس کمپنی لیمٹیڈ پوسٹ باکس ۹۸۷، الخوبر، سعودی عربیہ

الجواب

ایسا کپڑا جو کام کے لائق نہ ہو یوں ہی بوری کا ایسا ٹکڑا جو کام کا نہ رہا ان دونوں سے استنجا کر سکتے ہیں۔ کاغذ

---

(۱)- جامع الترمذی، ج:۱، ص:۳، ٤، باب النهي عن البول قائما، مجلس البركات، مبارك پور.
(۲)- مسند البزار، ج:۱، ص:۳.
(۳)- جامع الترمذی، ج:۱، ص:٤، باب النهي عن البول قائما، مجلس البركات، مبارك پور.

سے استنجا کرنا منع ہے یوں ہی ایسا کپڑا یا بوری کا ٹکڑا جو کام کے لائق ہو اس سے استنجا کرنا منع ہے بلکہ علامہ شامی نے رد المحتار میں فرمایا: ایسا کاغذ جو بالکل بے قیمت ہو اور اس پر کچھ لکھا ہوا نہ ہو تو اس سے استنجا کر سکتے ہیں، در مختار میں فرمایا:

وكره تحريما بعظم وشيء محترم[1]. ملخصا.

اس کے تحت رد المحتار میں فرمایا:

أي ما له احترام واعتبار شرعا فيدخل فيه كل متقوم إلا الماء كما قدمناه والظاهر أنه يصدق بما يساوي فلسا لكراهة إتلافه كما مر-[2]

پھر لکھتے ہیں:

وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه وله احترام أيضا لكونه آلة لكتابة العلم ولذا علله في التاترخانية بأن تعظيمه من أدب الدين-[3]

اس کے بعد ہے:

وإذا كانت العلة في الأبيض كونه آلة الكتابة كما ذكرناه يؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها[4] إذا كان قالعا للنجاسة غير متقوم كما قدمناه من جوازه بالخرق البوالي-[5]

ریت سے استنجا کرنے میں نجاست کے مزید پھیل جانے کا اندیشہ ہے اس لیے ریت سے استنجا نہ کرے صورت مسئولہ میں صرف پانی استعمال کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء ج:۱، ص:۵۵۱، ۵۵۲، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء ج:۱، ص: ۵۵۲، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء ج:۱، ص: ۵۵۲، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۴)- ورق الكتابة اور آلة الكتابة کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ جو کاغذ کتابت کے لیے نہ ہو بلفظ دیگر آلہ کتابت نہ ہو جیسے ٹیشو پیپر وغیرہ ان سے استنجا مکروہ نہیں کہ یہ پیپر ناک صاف کرنے یا استنجا کے لیے ہی تیار کیے جاتے ہیں اور قطعا اس لائق نہیں ہوتے کہ ان کو کتابت کے لیے استعمال کیا جائے۔ رد المحتار کی عبارت: "و يوخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها" بھی اس پر شاہد ہے۔
محمد نظام الدین رضوی

(۵)- رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء ج:۱، ص: ۵۵۲، دار الكتب العلمية، بيروت.

[۳۲] "تنجیس الطاهر حرام" کا مطلب

مسئلہ: پیشاب اور پاخانہ سے طہارت کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کلوخ استعمال کریں، پھر پانی ڈال کر صاف کریں۔ عالم گیری وغیرہ تک میں یہی طریقۂ استعمال لکھا ہے اور اگر منقول فقہ کو نہ لیں گے تو بلا استعمال ڈھیلوں کے صرف پانی سے دھولینے میں پہلے ہاتھ نجاست غلیظہ سے آلودہ ہوں گے جو شرعاً ناجائز ہے جیسا کہ حکم ہے:

"تنجیس الطاهر حرام".

ورنہ پیشاب پاخانے میں نہ تھوکنا کیا علت رکھتا ہے، اس حلت کی کون دلیل ہے؟

محمد محبوب مقبولی رضوی، مدرسہ رضائے مقبول، محلہ اسلام پور، ہانگل شریف

الجواب

فقہا جہاں یہ تصریح فرماتے ہیں وہیں یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ صرف پانی سے استنجا کر لینے میں کوئی حرج نہیں اور "تنجیس الطاهر حرام" یہاں پیش کرنا بے محل ہے، اور آپ کی تقریر کے بموجب ڈھیلے اور پتھر پر بھی صادق۔ آخر جن ڈھیلوں سے استنجا کرے گا وہ پاک ہی تو ہوں گے اور استنجا کرنے کے بعد ناپاک ہو جائیں گے پھر اس سے کہاں کہاں بچیے گا۔ کپڑے میں پیشاب لگا اسے بغیر ہاتھ لگائے کیسے پاک کیا جائے، پھر فقہا تصریح فرماتے ہیں کہ اگر نجاست مخرج سے قدر درہم سے زائد متجاوز ہو تو صرف ڈھیلوں سے استنجا کافی نہ ہوگا، پانی سے استنجا کرنا واجب ہے، اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مخرج سے باہر کی یہ جگہ ناپاک ہی رہی ڈھیلوں سے استنجا کرنے کے بعد بھی۔ اب پھر یہاں ہاتھ لگا اور بقول آپ کے تنجیس طاہر ہوا۔ کیا پاک زمین پر پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے، وہاں بھی تو تنجیس طاہر لازم آئے گی جو جواب ان باتوں کا آپ دیں گے وہی جواب، صرف پانی سے استنجا کرنے والے آپ کو دیں گے۔

فقہا کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے: کہ بلا ضرورت کسی پاک چیز کو ناپاک کرنا منع ہے اور جہاں ناپاک چیز کو پاک کرنے کی ضرورت ہو خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ نجاست سے طہارت اس پر موقوف ہو تو قطعاً منع نہیں۔ مثلاً پاک پانی میں نجاست ڈالنا حرام ہے مگر بدن یا کپڑے کی نجاست دور کرنے کے لیے پانی کا استعمال جائز ہے حالاں کہ جو پاک پانی نجاست کی جگہ پڑے گا ابتداءً وہ ضرور ناپاک ہوگا۔ پھر جہاں مقصود پاک کو ناپاک کرنا نہیں بلکہ تھوڑی دیر کے لیے طہارت حاصل کرنے کی غرض سے نجاست سے آلودگی ہوتی

ہے پھر طہارت ہو جاتی ہے وہاں تنجیس الطاہر حرام کا اطلاق نہ ہوگا۔ نیز اس "تنجیس الطاہر حرام" کا محمل یہ بھی ہے کہ مقصود یہ ہو یا بلا قصد یہ بات حاصل ہو جائے کہ وہ چیز ناپاک ہو جائے اور قابل انتفاع نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/ر جمادی الآخرہ ۱۴۰۱ھ

[۳۳] کیا استنجا کے لیے ڈھیلا لینا عورتوں کے لیے بھی مستحب ہے

مسئلہ یہاں پر ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ عورت بھی مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا کرے یہی سنت ہے، پانی سے استنجا صرف مستحب ہے، سنت ادا نہ ہوگی۔ دوسرے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ عورت کو مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا نہیں کرنا چاہیے صرف پانی کافی ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ عورت استنجا ڈھیلوں سے کر سکتی ہے یا نہیں؟ صرف پانی سے دھولے تو سنت ادا ہو جائے گی؟ استنجا صرف پیشاب کرنے کو کہتے ہیں یا پاخانہ اور پیشاب دونوں سے پاک ہونے کو کہتے ہیں، شرع کے صحیح مسئلہ کا مذاق اڑانے والے پر کیا حکم ہے؟

مدار شاہ، ہوسپیٹ، ضلع بلاری، کرناٹک

الجواب

استنجے کے لیے ڈھیلا لینا عورتوں کے لیے بھی مستحب ہے اور ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجا کرنا بھی۔ (۱) استنجا کے معنی ہیں پاکی حاصل کرنا، پیشاب و پاخانہ دونوں سے پاکی حاصل کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ شریعت کا مذاق اڑانے والے پر توبہ و تجدید ایمان اور بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- در مختار میں ہے:

(وهو سنة) مؤكدة مطلقا (بنحو حجر منق، والغسل بعده) أي الحجر (بلا كشف عورة سنة) مطلقا، به يفتى، سراج.

اس کے تحت رد المحتار میں ہے:

كان الجمع سنة على الإطلاق في كل زمان، وهو الصحيح، وعليه الفتوى، وقيل ذلك في زماننا؛ لأنهم كانوا يبعرون إه امداد.

ثم اعلم أن الجمع بين الماء والحجر أفضل، و يليه في الفضل الاقتصار على الماء، و يليه الاقتصار على الحجر، وتحصل السنة بالكل وإن تفاوت كما أفاده في الإمداد. (ج:۱، ص:۵۴۹، ۵۵۰، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء، دار الكتب العلمية، بيروت) محمود على المشاهدى

[۳۴] بیت الخلا کا رخ کس طرف ہونا چاہیے

مسئلہ بیت الخلا کا رخ کس طرف ہونا چاہیے؟

نبی احمد امام جنرل اسپسٹ، بیچین سیلشن، پی جی شاہجہاں پور، یوپی

الجواب

اتریاد کھن (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۵] شمال مغرب سمت میں بیت الخلا بنانا جائز ہے

مسئلہ ایک مسجد ہے پہلے سے اس میں بیت الخلا نہیں ہے اب اس میں بیت الخلا بنانا چاہتے ہیں اور اس میں برائے استنجا جانب شمال و مغرب پیشاب خانہ بنا ہوا ہے اور وہیں پر تھوڑی سی جگہ خالی ہے اسی جگہ بیت الخلا بنانا چاہتے ہیں لیکن زید کا کہنا ہے کہ جانب شمال بیت الخلا بنانا جائز نہیں ہے لہذا یہ جگہ بھی جانب شمال و مغرب ہے اس بنا پر یہاں بیت الخلا بنانا جائز نہیں ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ جانب شمال و مغرب جو جگہ خالی ہے وہاں از روے شرع بیت الخلا بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

عبد الحفیظ ۲۱، حسن علی، بھیونڈی، ضلع تھانہ، مہاراشٹر

الجواب

اس متعین جگہ بیت الخلا بنانے میں کوئی حرج نہیں اگر چہ وہ جانب شمال و مغرب ہے جس نے یہ کہا کہ جانب شمال بیت الخلا بنانا جائز نہیں اس نے غلط کہا شریعت پر افترا کیا یہ بہت بڑی جسارت ہے (۲) حدیث میں فرمایا گیا: "من أفتى بغير علم لعنته ملائكة السموات والأرض" (۳) جو شخص بے علم ہوتے

---

(۱)- یہ حکم ان جگہوں کے لیے ہے جہاں قبلہ پچھم یا پورب جانب ہو لیکن جہاں قبلہ اتریا دکھن جانب ہو وہاں بیت الخلا پورب یا پچھم رخ پر بنانا چاہیے۔ چوں کہ سائل ہندوستانی ہے اس لیے ہندوستان کے مطابق جواب عنایت فرمایا۔ محمد نسیم مصباحی

(۲)- مطلب یہ کہ زمین کا شمال مغرب میں ہونا ناجائز ہونے کی بنیاد ہرگز نہیں اس لیے اس بنیاد پر ناجائز ہونے کا حکم صادر کرنا غلط مسئلہ بتانا ہے۔ زمین کسی سمت میں ہو یا اس طور پر نہیں بٹھانی چاہیے کہ اس پر بیٹھنے میں منہ یا پیٹھ قبلہ کی طرف ہو۔ محمد نظام الدین رضوی عفی عنہ

(۳)- الجامع الصغير، ج: ۲، ص: ۱۷۲.

ہوئے فتویٰ دے گا اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴؍ ذو قعدہ ۱۴۱۲ھ

[۳۶-۳۷] ایک حدیث کی تشریح

مسئلہ ❶ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جو پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرے گا وہ عذاب قبر میں مبتلا ہوگا۔ اس میں دریافت طلب یہ ہے کہ چھینٹا پڑنے پر اگر پیشاب کی چھینٹوں کو پانی سے دھوڈالا تین بار اور نماز پڑھ لیا۔

❷ یا پیشاب کی چھینٹ پڑنا معلوم نہ ہوا حالاں کہ پیشاب پڑگیا تھا تو کیا ان صورتوں میں بھی عذاب قبر ہوگا۔

اس بارے میں حدیث میں کیا ارشاد ہے شرعاً صاف صاف بیان کیا جائے۔

الجواب

❶ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں کو دھوتا نہیں تھا ویسے ناپاک ہی رہتا تھا۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

❷ دھونے کا آدمی مکلف اس وقت ہے جب اسے معلوم ہو کہ بدن یا کپڑے پر چھینٹے پڑے ہیں اور جب معلوم ہی نہیں تو معاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- احادیث میں پیشاب سے نہ بچنے کو عذاب قبر کا سبب بتایا گیا ہے۔ أكثر عذاب القبر من البول رواه ابن ماجه. (رقم الحديث: ٣٤٨، باب التشديد فی البول)

نیز حدیث میں ہے: كان لا يستتر من بوله (رواه البخاری عن ابن عباس رضی الله تعالى عنه، كتاب الادب، باب الغيبة، رقم الحديث: ٦٠٥٢)

اس سے ظاہر یہی ہے کہ عذاب قبر کا سبب پیشاب سے نہ بچنا ہے خواہ یوں کہ پیشاب کے بعد استنجا نہ کرے اور قطرے بدن وکپڑے پر لگیں، یا یوں کہ بے احتیاطی سے پیشاب کرے اور چھینٹے اڑ کر بدن وکپڑے پر لگیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ پیشاب بلاشبہ نجاست غلیظہ ہے جس سے بچنا فرض ہے اور اس سے نہ بچنا اپنے بدن وکپڑے کو ناپاک کرنا ہے جو بالاجماع حرام وگناہ کبیرہ ہے اس لیے یہ بجائے خود عذاب قبر کا سبب ہے اگرچہ بعد میں بدن وکپڑے کو دھولے اور اگر بدن وکپڑے کو یوں ہی ناپاک چھوڑ دے تو بدرجہ اولیٰ وہ عذاب قبر کا سبب ہوگا کہ اس صورت میں پیشاب کی مقدار زیادہ ہونے پر نماز نہ ہوگی اور ترک نماز یقیناً عذاب قبر کا باعث ہے۔ فتویٰ میں اسی آخری صورت کا ذکر ہے۔ محمد نظام الدین رضوی عفی عنہ

[۳۸] غلطی سے استنجاخانہ پچھّم اور پورب رخ پر بنادیا گیا تو کیا کریں

مسئلہ استنجاخانہ اگر کسی مسجد یا مکان میں غلطی سے پچھم، پورب رخ بنادیا گیا ہو تو کیا اسے توڑ دینا ضروری ہے اگر جگہ کی تنگی کے باعث رخ کو ٹیڑھا ترچھا پچھّم یا پورب کی طرف کر دیا جائے تو ایسا کرنا جائز ہوگا یا نہیں۔

محمد وقار الدین، مقام و پوسٹ جنگوہا، بیدار، کرناٹک

الجواب

ضرور ایسے پائخانے توڑ دیے جائیں اگر سیدھے اتر دکھن نہ ہو سکے تو اس کو اتر دکھن کونے کے مطابق اتنا ترچھا بنائیں کہ قبلہ کی سمت کی طرف نہ پیٹھ ہو اور نہ منہ۔ واللہ تعالی اعلم

۱۰/ رجب ۱۴۱۳ھ

[۳۹] صرف پانی سے استنجا کافی ہے

مسئلہ وہابیہ و کفار استنجا کے لیے ڈھیلا یا پتھر کا استعمال نہیں کرتے بلکہ وہابیہ تو اس کا مذاق و ٹھٹھا کرتے ہیں کہ یہ ڈھیلے کی یا ڈھیلے والوں کی مسجد نہیں الغرض یہ فعل طریقہ اہل سنت ہے تو اس کا ترک "من تشبه بقوم فهو منهم" کی وعید اطلاق کرے گی یا نہیں؟

محمد محبوب مقبولی رضوی، مدرسہ رضائے مقبولی، محلہ اسلام پور، ہانگل شریف

الجواب

"من تشبه بقوم فهو منهم"[1] سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کا شعار اختیار کرے گا تو وہ ان میں سے ہوگا۔ شعار ایسی عادت یا وضع کو کہتے ہیں جو اس قوم کے ساتھ خاص ہو دوسرے میں نہ پائی جاتی ہو جس سے وہ قوم پہچانی جاتی ہو۔ ڈھیلے سے استنجانہ کرنا صرف وہابیوں اور ہندؤں کے ساتھ خاص نہیں اکثر اہل سنت بھی اس کے عادی ہیں اس لیے ڈھیلے سے استنجانہ کرنے والے اس حدیث کے مصداق نہیں اگر ایسا ہوتا تو فقہا اس کی تصریح نہیں فرماتے کہ صرف پانی سے استنجا کافی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۲۴/ جمادی الآخرہ ۱۴۰۱ھ

(۱)- مشکاة المصابیح، ص:۳۷۵، کتاب اللباس، مجلس البرکات، مبارک پور.

کتابُ الصَّلاۃ

(فتاوی کی تعداد : ۷۲۰)

ابواب	فتاوی کی تعداد
الباب الأول في مواقيت الصلاة	٤٨
الباب الثاني في الأذان	١٤٥
الباب الثالث في فضائل الصلاة وشروطها	١٧
الباب الرابع في صفة الصلاة وفرائضها	٤٢
الباب الخامس في الإمامة	٣٩٠
الباب السادس فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ومالايكره	٢٩
الباب السابع في صلاة الوتر	٤
الباب الثامن في النوافل	١٦
الباب التاسع في قضاء الفوائت	١٤
الباب العاشر في سجود السهو	١٥
میزان	٧٢٠

الباب الأول فی مواقیت الصلاۃ

اوقات نماز کا بیان

[۱] جن بلاد میں عشا کا وقت نہیں آتا وہاں عشا و تراویح کیسے پڑھیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ: جہاں سال کی چند راتوں میں عشا کا وقت نہیں آتا وہاں ان ایام میں عوامی رفع فتن کے لیے نماز عشا اور تراویح کی جماعت کرائی جائے تو کیا حکم ہے جب کہ تقدیر وقت کے لیے علامہ شامی فرماتے ہیں:

وبقي الكلام في معنى التقدير والذي يظهر من عبارة الفيض أن المراد يجب قضاء العشاء بأن يقدر أن الوقت الحسن سبب الوجوب قد وجد (إلى) ويحتمل أن المراد بالتقدير المذكور هو ما قاله الشافعية من أنه يكون وقت العشاء في حقهم بقدر ما يغيب فيه الشفق في أقرب البلاد إليهم إهـ-

(رد المحتار، ج۲، ص:۱۸، ۱۹، کتاب الصلاۃ)

اس دوسرے احتمال کو علامہ شامی نے مرجوح قرار دیا ہے لیکن رفع فتن کے لیے اگر احتمال مرجوح پر عمل کیا جائے تو کیا حکم ہوگا۔ بینوا و توجروا۔

حضرت مولانا بدر القادری صاحب، ہالینڈ

الجواب

جن بلاد میں سال کے کچھ دنوں میں شفق ڈوبتے ہی صبح صادق طلوع کر آتی ہے اور عشا کا وقت متحقق نہیں ہوتا ان بلاد کے باشندوں پر ان دنوں کی نماز عشا کی قضا مذہب مختار پر واجب ہے اسی طرح وتر کی بھی، سنن و نوافل کی چوں کہ قضا نہیں اس لیے اگر کوئی پڑھے گا بھی تو وقتیہ سنن و نوافل نہ ہوں گے بلکہ نفل محض ہوں

گے۔ نماز تراویح چوں کہ سنت مؤکدہ ہے اس لیے اس کی بھی قضا نہیں اگر کوئی وقت گزرنے کے بعد بہ نیت قضا تراویح پڑھے گا تو وہ نماز تراویح نہ ہوگی محض نفل ہوگی۔ اگر بغیر تداعی کے (باجماعت) پڑھے گا تو کوئی حرج نہیں اور اگر تداعی کے ساتھ (باجماعت) پڑھے گا تو مکروہ ہے۔ تداعی کے معنی یہ ہیں کہ ایسی جماعت کے ساتھ پڑھے جس میں امام کے علاوہ چار (یا زیادہ) مقتدی ہوں اور اگر مقتدی تین یا اس سے کم ہوں تو کوئی کراہت نہیں، در مختار میں ہے:

(ولا تقضى إذا فاتت أصلا) ولا وحده في الأصح (فإن قضاها كانت نفلا مستحبا وليس بتراويح) كسنة مغرب وعشاء- إلخ-(۱)

اس کے تحت شامی میں ہے:

أَيْ حُكْمُ التَّرَاوِيحِ فِي أَنَّهَا لَا تُقْضَى إِذَا فَاتَتْ كَحُكْمِ بَقِيَّةِ رَوَاتِبِ اللَّيْلِ لِأَنَّهَا مِنْهَا لِأَنَّ الْقَضَاءَ مِنْ خَوَاصِّ الْفَرْضِ وَسُنَّةِ الْفَجْرِ بِشَرْطِهَا- إلخ-(۲)

نیز در مختار میں ہے:

لَا التَّطَوُّعَ بِجَمَاعَةٍ خَارِجَ رَمَضَانَ أَيْ يُكْرَهُ ذَلِكَ لو عَلَى السَّبِيلِ التَّدَاعِي بِأَنْ يَقْتَدِيَ أَرْبَعَةٌ بِوَاحِدٍ.(۳)

شامی میں ہے:

وَهُوَ كَالصَّرِيحِ فِي أَنَّهَا كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ.(۴)

ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ آپ کے یہاں جن دنوں میں عشا کا وقت نہیں ہوتا ان دنوں میں تراویح ایسی جماعت کے ساتھ پڑھنی جس میں چار یا چار سے زائد مقتدی ہوں مکروہ تنزیہی ہے۔ اس خادم کے نزدیک فتنہ اور شورش ختم کرنے اور عوام کے دین کی صیانت کے لیے مکروہ تنزیہی پر عمل کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ آپ نے شامی سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول نقل کیا ہے اس پر خود علامہ شامی نے یہ اعتراض کیا ہے:

---

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص:٤٩٤-٤٩٥، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.
(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج۲، ص:٤٩٥، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.
(۳)- رد المحتار مع الدر المختار، ج۲، ص:٥٠٠، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.
(۴)- الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص:٥٠٠، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

وَأَيْضًا لَوْ فُرِضَ أَنَّ فَجْرَهُمْ يَطْلُعُ بِقَدْرِ مَا يَغِيبُ الشَّفَقُ فِي أَقْرَبِ الْبِلَادِ إِلَيْهِمْ لَزِمَ اتِّحَادُ وَقْتَيْ الْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ فِي حَقِّهِمْ ، أَوْ أَنَّ الصُّبْحَ لَا يَدْخُلُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ إِنْ قُلْنَا إِنَّ الْوَقْتَ لِلْعِشَاءِ فَقَطْ وَلَزِمَ أَنْ تَكُونَ الْعِشَاءُ نَهَارِيَّةً لَا يَدْخُلُ وَقْتُهَا إِلَّا بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، وَقَدْ يُؤَدِّي أَيْضًا إِلَى أَنَّ الصُّبْحَ إِنَّمَا يَدْخُلُ وَقْتُهُ بَعْدَ طُلُوعِ شَمْسِهِمْ وَكُلُّ ذَلِكَ لَا يُعْقَلُ- إلخ. (۱)

اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات متحقق ہے کہ طلوع صبح صادق سے فجر کا وقت متحقق ہو جاتا ہے اس میں کوئی شک نہیں، اب اقرب بلاد میں جو عشا کا وقت ہے اس کو یہاں کے لیے عشا کا وقت مانا جائے تو:

- پہلی خرابی یہ لازم آئے گی کہ ایک ہی وقت عشا کی نماز کا بھی ہے اور فجر کا بھی ہے۔
- اور اگر یہ کہیں کہ اتنی دیر تک فجر کا وقت نہیں ہوگا صرف عشا کا ہوگا تو بھی یہ لازم آئے گا کہ طلوع فجر سے فجر کا وقت نہ ہو۔
- تیسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ وہاں عشا کی نماز رات کی نمازوں میں سے نہ ہو بلکہ دن کی نمازوں میں سے ہو جائے اس لیے کہ صبح صادق کے طلوع سے نہار شرعی موجود ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ ہوگا کہ فجر کی نماز اپنے وقت میں پڑھنی جائز نہ ہو اور وقت نکلنے کے بعد پڑھنی لازم ہو یہ "فر من المطر و قام عند المیزاب" بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہو گیا" کے مصداق ہوگا کہ عشا کی نماز کو ادا بنانے کے لیے فجر قضا کر بیٹھے۔

أقول: اور آپ کے اس خصوص میں یہ دشواری پیدا ہو سکتی ہے کہ اقرب بلاد میں جو عشا کا وقت ہو یہ کیا ضروری ہے کہ وہ اتنا ہو کہ اس میں آپ تراویح پڑھ سکیں، اپنا مذہب بھی چھوڑا اور کام بھی نہیں بنا۔ اس سے کیا حاصل، اس لیے یہ خادم بھی اس کو پسند نہیں کرتا کہ امام شافعی کے اس مسلک پر عمل کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲،ص۱۹، کتاب الصلاۃ، مطلب: لوردت الشمس بعد غروبها، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

[۲] وقت عشا کے بارے میں مذہب امام اعظم کی تحقیق اور ایک فتوے کی خامیوں کی اصلاح

مسئلہ ذوالمجد والکرم حضرت مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ سال گزشتہ ہم نے کوشش کر کے حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین صاحب فیصل آباد، پاکستان کے ذریعہ اور دیگر علمائے متبحرین کی نگرانی میں امسٹرڈم (ہالینڈ) کا نقشہ اوقات الصلاۃ تیار کرایا تھا، شائع ہونے کے بعد گرمی کے چند ایام جن میں حنفیہ کے نزدیک عشا کا وقت نہیں ہوتا اس کے بارے میں یہاں کچھ انتشار پیدا ہو گیا ہے مسلمانوں کے انتشار اور فتنہ فساد کو دفع کرنے کے لیے جن ایام میں شفق ابیض غروب نہیں ہوتی، کیا اگر صرف شفق احمر کے غروب کا ثبوت مل جائے تو صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے نماز عشا ادا کی جا سکتی ہے۔ جواب باصواب سے جلد از جلد نوازیں۔

محمد فیروز عبد الجبار، گمان

۱۲؍ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

مفتی امداد حسین پیرزادہ صاحب کا جواب

الجواب

ہالینڈ میں اوقات نماز سے متعلق حضرت مفتی سید محمد افضل حسین صاحب کا فتوی نگاہوں سے گزرا جس میں آپ رقم طراز ہیں کہ ”گرمیوں کی بعض راتوں میں ہالینڈ کے اندر افق مغرب پر سفیدی موجزن رہتی ہے تاریکی نہیں آتی اور جب تک تاریکی نہ ہو حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک عشا کی نماز کا وقت نہیں آتا۔ لہٰذا ان ایام میں عشا کی نماز قضا کی جائے“ چناں چہ ہالینڈ میں ایک جماعت اس فتوی پر عمل پیرا ہے دیگر تنظیمیں اس کی مخالفت کر رہی ہیں اور عوام انتہائی تشویش کا شکار ہیں، چند دن ہوئے ہالینڈ اسلامک مومنٹ نے عید میلاد النبی ﷺ کے جلسہ میں اس ناچیز کو حاضری کا شرف بخشا۔ بندہ نے حالات کا تفصیلی جائزہ لیا۔ وہاں اپنی جماعت کے نوجوان فاضل اور محقق عالم حضرت علامہ بدر القادری صاحب سے ملاقات کی، ان کی زبانی ان کا مشاہدہ معلوم ہوا کہ

گرمیوں کی چند راتوں میں واقعی یہاں سفیدی قائم رہتی ہے۔ البتہ صرف سرخی غائب ہو جاتی ہے۔ اب اس سے پہلے کہ میں اپنی رائے پیش کروں عشا کے وقت سے متعلق فقہاے اسلام کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیں:

جملہ فقہاے اسلام اور چاروں ائمہ مذہب کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ نماز عشا کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ البتہ شفق کی تعریف اور تعیین میں اختلاف ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ:

غروب آفتاب کے بعد افق مغرب کو تین حالات پیش آتے ہیں: احمرار، بیاض، سواد۔ یعنی پہلے سرخی پھر سفیدی اور پھر تاریکی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے۔ لہٰذا جب تک وہ سفیدی غائب ہو کر تاریکی نہ چھا جائے امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز عشا کا وقت نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے حضرت مفتی صاحب کا فتوی درست اور قابل قدر ہے مگر ائمہ ثلاثہ (حضرت امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی) اور صاحبین (حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالی) کے نزدیک شفق سے مراد سرخی ہے جس کے غائب ہوتے ہی عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اس تحقیق سے متعلق فقہ کی معتبر ترین کتب کے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمالیں۔ تو فیصلہ کرنے میں بہت آسانی ہو جائے گی۔

(۱) الفتاوی عالم گیریہ، جلد اول، ص:۵۹

وقت المغرب منه إلى غيبوبة الشفق وهو الحمرة عندهما به يفتى هكذا في شرح الوقاية.

یعنی مغرب کا وقت شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے اور شفق سے مراد صاحبین کے نزدیک سرخی ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے۔

(۲) فتح القدیر جلد اول ص:۲۲۲

الشَّفَقُ هُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي فِي الْأُفُقِ بَعْدَ الْحُمْرَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ، وَقَالَا : هُوَ الْحُمْرَةُ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تعالى. رَوَى الدَّارَقُطْنِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ: الشَّفَقُ الْحُمْرَةُ ، فَإِذَا غَابَ وَجَبَتِ الصَّلَاةُ.

یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے اور صاحبین فرماتے ہیں: شفق سے مراد سرخی ہے، اور امام شافعی علیہ الرحمہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ شفق سے مراد سرخی ہے کیوں کہ دار قطنی نے ابن عمر سے آں حضرت ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ آں حضور نبی آخر الزماں ﷺ

نے فرمایا: شفق سے مراد سرخی ہے جب یہ سرخی غائب ہو جائے تو نماز عشا واجب ہو جاتی ہے۔

(۳) المبسوط شمس الدین السرخسی جلد اول، ص:۱۴۵

وفي قول أبي يوسف ومحمد والشافعي -رحمهم الله تعالى- الحمرة التي قبل البياض وهو قول عمر وعلي وابن مسعود -رضي الله تعالى عنهم- واحدى الروايتين عن ابن عباس -رضي الله تعالى عنهما-، وهكذا روى أسد بن عمرو عن أبي حنيفة -رحمه الله تعالى- ... فكذلك في الغوارب المعتبر لدخول الوقت الوسط وهو الحمرة فبذهابها يدخل وقت العشاء وهذا؛ لأن في اعتبار البياض معنى الحرج فإنه لا يذهب إلا قريبا من ثلث الليل.

وقال الخليل بن أحمد: رأيت البياض بمكة فما ذهب إلا بعد نصف الليل. وقيل لا يذهب البياض في ليالي الصيف أصلا بل يتفرق في الأفق ثم يجتمع عند الصبح فلدفع الحرج جعلنا الشفق الحمرة. ملخصاً[1]

یعنی امام ابو یوسف امام محمد اور امام شافعی علیہم الرحمہ نے شفق سے مراد سفیدی سے پہلے کی سرخی کو لیا ہے اور حضرت عمر، علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ارشاد بھی یہی ہے کہ سرخی کے جاتے ہی وقت عشا شروع ہو جاتا ہے اگر شفق سے مراد سفیدی لیا جائے تو حرج واقع ہوتا ہے کیوں کہ بعض دفع سفیدی رات کے تیسرے حصہ تک رہتی ہے اور کبھی آدھی رات تک اور کبھی موسم گرما میں پوری رات سفیدی رہتی ہے لہذا اس حرج کو ختم کرنے کے لیے ہم شفق سے مراد سرخی لیتے ہیں۔

مذکورہ بالا کتاب علامہ سرخسی کی ہے جس کے متعلق رد المحتار جلد اول ص:۷۰ پر مرقوم ہے: علامہ سرخسی اماموں کے سورج ہیں، آپ کا فتویٰ آجائے وہاں دوسرے فتویٰ جات کو ترک کر دینا چاہیے۔

(۴) در مختار و رد المحتار میں ہے:

وقت المغرب إلى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما و به قالت الثلاثة وإليه رجع الإمام في شرح المجمع وغيرها فكان هو المذهب (قوله إليه رجع الإمام) أي إلى قولهما الذي هو رواية عنه أيضا وصرح في المجمع بأن عليه الفتوى.[2]

---

(۱)- المبسوط للسرخسي، ج:۱، ص:۱٤٥، دار المعرفة، بيروت، لبنان.
(۲)- رد المحتار، ج:۱، ص:۱۷، كتاب الصلاة، مطلب: في الصلاة الوسطى، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

یعنی در مختار کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد سرخی ہے، ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل علیہم الرحمہ) کا ارشاد بھی یہی ہے اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے۔

پس مذہب یہی ہو گیا کہ شفق سے مراد سرخی ہے اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شامی علیہ الرحمہ رد المحتار میں رقم طراز ہیں کہ:

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا، کیوں کہ خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت ایسی ہی ہے، اور اس بات کی تصریح ہوگئی کہ فتوی اسی پر ہے یعنی سرخی کے بعد عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ ائمہ اربعہ کا مختار مذہب یہی ہے (کیوں کہ در مختار اور رد المحتار میں حضرت امام ابو حنیفہ کا رجوع بھی ثابت ہے) کہ شفق سے مراد سرخی ہے جس کے غائب ہوتے ہی عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور حضرت علامہ بدر القادری کے مشاہدہ کی رو سے وہاں سرخی غائب ہو جاتی ہے لہذا اس مشاہدہ اور مذکورہ فقہی تصریحات کی روشنی میں نماز عشا کا وقت پایا گیا اور نماز عشا پڑھنی چاہیے۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو نماز پنج گانہ کی توفیق سے سرفراز فرمائے آمین ثم آمین

نوٹ: رہا یہ سوال کہ شفق کب غائب ہوتا ہے اور نماز عشا کتنے بجے پڑھی جائے اس سلسلے میں حضرت علامہ بدر القادری کی خدمت میں گزارش کی جائے چوں کہ آپ وہاں قیام فرما ہیں اگر آپ مختلف تنظیموں کے چند ذمہ دار افراد کو ساتھ لے کر خود مشاہدہ کر کے اوقات نماز کا تعین فرما دیں تو اس علاقے کے جملہ مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کے ساتھ اس کے مطابق نماز عشا کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ھذا ما عندی و اللہ تعالی أعلم بالصواب

علمائے دین کا ادنی خادم

محمد امداد حسین پیرزادہ

۱۶؍ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب

اس پر تمام ائمہ کا اجماع ہے کہ مغرب کا وقت غروب شفق تک ہے، اختلاف اس میں ہے کہ شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو جاتی ہے، یا وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد مغرب میں جنوباً وشمالاً پھیلی رہتی ہے۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس سفیدی کے

غروب کے بعد معاً صبح کاذب کی طرح افق سے کچھ اوپر پورب پچھم لمبی جو سفیدی پیدا ہوتی ہے جو صبح کاذب کے مثل ہے یہ ہرگز مراد نہیں اور اس اخیر سفیدی کے وقت بہر حال مغرب کا وقت نکل جاتا ہے اور عشا کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا مذہب یہ ہے کہ: شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد فوراً پیدا ہوتی ہے وہ جنوباً و شمالاً افق کی جڑ تک رہتی ہے یہ سفیدی صبح صادق کے مقابل ہے اور یہی قول امام مفتی بہ اور راجح اور مختار ہے۔

ہدایہ میں ہے:

ثم الشفق هو البياض الذي في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفة وعندهما هو الحمرة وهو رواية عن أبي حنيفة وهو قول الشافعي لقوله عليه السلام: الشفق الحمرة. ولأبي حنيفة قوله عليه السلام: وأخر وقت المغرب إذا اسود الأفق وما رواه موقوف على ابن عمر ذكره مالك في المؤطا.(1)

شفق وہ سفیدی ہے جو افق میں سرخی کے بعد ہوتی ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، اور صاحبین کے نزدیک وہ سرخی ہے۔ امام اعظم سے ایک روایت یہ بھی ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: شفق سرخی ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی دلیل حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: مغرب کا آخر وقت یہ ہے کہ افق سیاہ ہو جائے۔

اور جو امام شافعی نے روایت کیا ہے یہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نہیں حضرت عبد اللہ بن عمر کا قول ہے جسے امام مالک نے مؤطا میں ذکر فرمایا۔

أقول: امام صاحب سے جو ایک روایت ہے کہ شفق سرخی کا نام ہے یہ روایت نادرہ شاذہ ہے جو اسد بن عمرو سے مروی ہے۔ کتب ظاہر روایت میں اس کا کہیں پتہ نہیں، ظاہر روایت کے خلاف روایت نادرہ شاذہ پر فتوی دینا اصول افتا کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ عامۂ متون میں امام صاحب کا قول صرف یہی ذکر کیا کہ شفق امام صاحب کے نزدیک سفیدی کا نام ہے۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے:

قال أبو يوسف ومحمد والشافعي: هي الحمرة، وقال أبو حنيفة رحمه الله تعالى:

---

(۱)- الهداية، ج ۱، ص: ٦٦، كتاب الصلاة، باب المواقيت، مجلس البركات، مبارك فور.

هو البياض الذي يلي الحمرة حتى لو صلى العشا بعد ما غابت الحمرة ولم يغب البياض المعترض الذي يكون بعد الحمرة لا تجوز عنده.(۱)

امام ابو یوسف و محمد و شافعی نے فرمایا شفق سرخی ہی کا نام ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی سے ملی رہتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے عشا کی نماز ایسے وقت میں پڑھی کہ سرخی غائب تھی اور وہ پھیلی ہوئی سفیدی غائب نہیں ہوئی تھی تو امام صاحب کے نزدیک اس کی نماز عشا نہ ہوئی۔

در مختار میں جو یہ قول کیا کہ امام صاحب نے اس کی طرف رجوع فرمایا لہذا یہی مذہب ہوا اور جو شرح وقایہ میں فرمایا اسی پر فتوی ہے اس کا رد امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں بڑے شد و مد سے فرمایا، لکھتے ہیں:

روى الدارقطني عن ابن عمر أن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال: { الشفق الحمرة ، فإذا غاب وجبت الصلاة } قال البيهقي والنووي : الصحيح أنه موقوف على ابن عمر ، ومن المشايخ من اختار الفتوى على رواية أسد بن عمرو عن أبي حنيفة رحمه الله كقولهما ولا تساعده رواية ولا دراية ، أما الأول فلأنه خلاف الرواية الظاهرة عنه ، وأما الثاني فلما قدمنا في حديث ابن فضيل وأن آخر وقتها حين يغيب الأفق ، وغيبوبته بسقوط البياض الذي يعقب الحمرة وإلا كان باديا ، ويجيء ما تقدم : أعني إذا تعارضت الأخبار لم ينقض الوقت بالشك .

وقد نقل عن أبي بكر الصديق ومعاذ بن جبل وعائشة وابن عباس -رضي الله عنهم- في رواية وأبي هريرة ، وبه قال عمر بن عبد العزيز والأوزاعي والمزني وابن المنذر والخطابي ، واختاره المبرد وثعلب ، (إلى أن قال) أن النظر عند الترجيح أفاد ترجيح أنه البياض هنا ، وأقرب الأمر أنه إذا تردد في أنه الحمرة أو البياض لا ينقضي بالشك ، ولأن الاحتياط في إبقاء الوقت إلى البياض؛ لأنه لا وقت مهمل بينهما فبخروج وقت المغرب يدخل وقت العشاء اتفاقا ، ولا صحة لصلاة قبل الوقت ، فالاحتياط في التأخير.(۲)

دار قطنی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی، نبی ﷺ نے فرمایا شفق سرخی ہے، جب

---

(۱)- فتاوی قاضی خان، ج:۱، ص:۳۵.

(۲)- فتح القدير، ج:۱، ص:۸۲۲٤، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت، برکات رضا، پور بندر.

سرخی غائب ہو جائے تو نماز واجب ہوگی۔ اس کا جواب محقق علی الاطلاق یہ ارشاد فرماتے ہیں، بیہقی و نووی نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر پر موقوف ہے (یعنی حضور کا ارشاد نہیں، عبداللہ بن عمر کا قول ہے) بعض مشائخ نے اسد بن عمرو کی روایت پر فتوی دینا پسند فرمایا جو امام ابو حنیفہ سے صاحبین کے قول کے مثل ہے۔ (صاحب فتح القدیر اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔) اس کی موافقت نہ روایت کرتی ہے نہ درایت۔ روایت یوں موافقت نہیں کرتی کہ امام سے جو ظاہر روایت ہے کہ شفق سفیدی کا نام ہے اس کے خلاف ہے۔ (اور ظاہر روایت کے خلاف فتوی دینا اصول افتا کے خلاف ہے) درایت یوں موافقت نہیں کرتی کہ ہم پہلے ابن فضیل کی روایت نقل کر آئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مغرب کا آخر وقت وہ ہے کہ افق نظروں سے غائب ہو جائے۔ اور افق کا نظروں سے غائب ہونا اسی وقت ہوگا جب کہ سرخی کے بعد والی سفیدی ختم ہو جائے جب تک یہ سفیدی باقی رہے گی افق نظر آتا رہے گا، نیز جب حدیثیں متعارض ہیں تو وقت شک سے نہیں ختم ہوگا۔

ان کے تلمیذ قاسم نے بھی اپنی کتاب تصحیح القدوری میں اسی کو ترجیح دیا اور اس کے آخر میں کہا: ثابت ہو گیا کہ امام کا قول ہی زیادہ صحیح ہے شفق سفیدی ہی کو کہتے ہیں یہی حضرت صدیق اکبر اور معاذ بن جبل اور حضرت عائشہ اور ابن عباس کا ایک روایت میں اور ابو ہریرہ کا قول ہے، اور یہی عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا قول ہے اور اس کو مبرد اور ثعلب نے اختیار کیا، علاوہ اس کے جب ترجیح پر غور کیا جاتا ہے تو یہاں بیاض ہی کا قول ترجیح پاتا ہے، اور بہت آسان بات یہ ہے کہ جب اس میں تردد ہو گیا کہ شفق سرخی کا نام ہے یا سفیدی کا تو شک سے وقت نہیں نکلے گا۔ نیز احتیاط سفیدی تک مغرب کا وقت باقی رکھنے میں ہے اس لیے کہ سرخی اور سفیدی غائب ہونے کے درمیان باتفاق ائمہ کسی نماز کا وقت نہیں تو مغرب کا وقت نکلتے ہی عشا کا وقت داخل ہو جائے گا بالاتفاق، اور قبل وقت کوئی نماز صحیح نہیں اس لیے احتیاط نماز عشا مؤخر کرنے میں ہے۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ فتح القدیر کی ابتدائی عبارت نقل کی اس سے دھوکا ہو گیا کہ صاحب فتح القدیر کا مذہب یہی ہے کہ شفق سرخی کا نام ہے اب ہم نے پوری عبارت سامنے رکھ دی، اب ہر منصف فیصلہ کرے کہ دیانتاً امام ابن ہمام کا مذہب کیا ثابت ہوتا ہے، سابقہ فتوی میں در مختار کی عبارت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ در مختار کے اسی قول کے تحت خاص تصریح ہے کہ امام صاحب کا صاحبین کے قول کی طرف رجوع ثابت نہیں، علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

وقال تلميذه العلامة القاسم في تصحيح القدوري: إن رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن الأئمة الثلاثة إلى اليوم من حكاية القولين.(۱)

شارح مجمع کے تلمیذ علامہ قاسم نے اپنی کتاب تصحیح القدوری میں فرمایا کہ امام کا صاحبین کے قول کی طرف رجوع ثابت نہیں؛ اس لیے کہ تینوں ائمہ حنفیہ کے زمانہ سے آج تک سب کے سب دونوں قول نقل کرتے چلے آئے ہیں۔

یعنی یہ کہ امام صاحب کا قول یہ ہے کہ شفق سفیدی کا نام ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ شفق سرخی کا نام ہے اگر واقعی امام نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہوتا تو دو قول منقول نہ ہوتے کہ امام صاحب یہ کہہ رہے ہیں اور صاحبین یہ کہہ رہے ہیں اگر رجوع صحیح ہوتا تو یوں منقول ہوتا کہ شفق سرخی کا نام ہے یہی تمام ائمہ احناف کا مذہب ہے۔ علامہ زین بن نجیم فتح القدیر اور علامہ قاسم کی مذکورہ بالا ابحاث کو نقل کرنے کے بعد اپنا فیصلہ سناتے ہیں۔

وبهذا ظهر أنه لا يفتى ويعمل إلا بقول الإمام الأعظم ولا يعدل عنه إلى قولهما أو قول أحدهما أو غيرهما إلا لضرورة من ضعف دليل أو تعامل بخلافه كالمزارعة وإن صرح المشايخ بأن الفتوى على قولهما كما في هذه المسألة.(۲)

اس سے ظاہر ہو گیا کہ صرف امام اعظم ہی کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور صرف اسی پر عمل کیا جائے گا اور امام صاحب کے قول کو چھوڑ کر صاحبین یا ان میں سے کسی ایک یا ان کے علاوہ کسی اور کے قول کو نہیں اختیار کیا جائے گا مگر بالضرورۃ، مثلاً امام صاحب کے قول کی دلیل کمزور ہے یا تعامل اس کے خلاف ہے اگرچہ مشائخ تصریح کریں کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ اس مسئلہ میں ہے۔

نیز علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں علامہ قاسم کے قول کو نقل کر کے باقی رکھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھی اسی کو مختار سمجھتے ہیں۔ سب سے زیادہ تعجب خیز بلکہ تکلیف دہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی کی ناقص عبارت پیش کر کے وہ بھی عبارت کا وہ حصہ جو امام ابو یوسف وغیرہ کے بیان مذہب اور ان کے دلیل کی نقل پر مشتمل تھا۔ اسے امام موصوف کا فتویٰ قرار دے دیا گیا۔ امام سرخسی کی پوری عبارت یہ ہے:

---

(۱)- رد المحتار، ج:۲، ص:۱۷، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۲)- البحر الرائق، ج۱، ص:۴۲۷، كتاب الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

والشفق البياض الذي بعد الحمرة في قول أبي حنيفة -رحمه الله تعالى- وهو قول أبي بكر وعائشة -رضي الله تعالى عنهما- وإحدى الروايتين عن ابن عباس -رضي الله تعالى عنهما-. وفي قول أبي يوسف ومحمد والشافعي -رحمهم الله تعالى- الحمرة التي قبل البياض وهو قول عمر وعلي وابن مسعود -رضي الله تعالى عنهم- وإحدي الروايتين عن ابن عباس -رضي الله تعالى عنهما- وهكذا روى أسد بن عمرو عن أبي حنيفة -رحمه الله تعالى-. ووجه هذا أن الطوالع ثلاثة والغوارب ثلاثة ثم المعتبر لدخول الوقت الوسط من الطوالع وهو الفجر الثاني-(١)

ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ صاحبین اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ طلوع کرنے والی تین چیزیں ہیں اور غروب ہونے والی بھی تین چیزیں ہیں، سورج، سرخی، اور سفیدی۔ فجر کے وقت کے داخل ہونے کے لیے طلوع کرنے والوں میں سے بیچ معتبر ہے اور یہ فجر ثانی ہے تو اسی طرح عشا کا وقت داخل ہونے کے لیے غروب ہونے والوں میں بیچ کا متعبر ہونا چاہیے اس لیے اس کے جانے سے عشا کا وقت داخل ہونا چاہیے اور یہ اس لیے کہ بیاض کے اعتبار میں حرج ہے اس لیے کہ یہ تہائی رات کے قریب تک جاتی ہے۔ خلیل بن احمد نے کہا: میں نے مکہ میں دیکھا کہ سفیدی آدھی رات کے بعد گئی، اور یہ بھی کہا گیا کہ گرمیوں کی راتوں میں سفیدی بالکل نہیں جاتی بلکہ افق میں متفرق رہتی ہے پھر صبح کے وقت مجتمع ہو جاتی ہے اور حرج کے دفع کرنے کے لیے ہم نے شفق سرخی کو مانا۔ یہاں تک امام سرخسی نے صاحبین اور امام شافعی کے قول کو نقل فرمایا اور ان کی دلیل ذکر کی۔

اب اس کے بعد کی عبارت کے متّصل بغیر فصل کے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وہ دلیل قاطع اور ساطع نقل فرماتے ہیں جس کے بعد کسی منصف کو شک نہیں رہ جاتا کہ شفق سرخی نہیں، سفیدی کا نام ہے۔ فرماتے ہیں:

وأبو حنيفة -رحمه الله تعالى- قال : الحمرة أثر الشمس والبياض أثر النهار فما لم يذهب كل ذلك لا يصير إلى الليل مطلقا وصلاة العشاء صلاة الليل كيف وقد جاء في الحديث { وقت العشاء إذا ملأ الظلام الظراب } وفي رواية: { إذا إدْلَـهَمَّ الليل} أي استوى الأفق في الظلام وذلك لا يكون إلا بعد ذهاب البياض، فبذهابه يخرج وقت المغرب ويدخل وقت العشاء (٢).

---

(١)- المبسوط للسرخسي، ج:١، ص:١٤٤-١٤٥، باب مواقيت الصلاة، دار المعرفة، بيروت، لبنان.

(٢)- المبسوط للسرخسي، ج:١، ص:١٤٥، باب مواقيت الصلاة، دار المعرفة، بيروت، لبنان.

امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دعوی پر کہ شفق سفیدی کا نام ہے دلیل پیش کی کہ سرخی سورج کا اثر ہے اور سفیدی دن کا، تو جب تک یہ سب ختم نہ ہو جائیں مطلقارات نہ ہوگی اور عشا کی نماز رات کی نماز ہے، کیسے حالاں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب تک تاریکی، اور ایک روایت میں ہے جب رات نیچے تک لٹک جائے یعنی افق تک اندھیرا چھا جائے اور یہ سفیدی جانے کے بعد ہی ہوگا، اس لیے سفیدی ختم ہونے پر مغرب کا وقت نکلے گا اور عشا کا وقت داخل ہوگا۔

کتنا بڑا ظلم ہے جو حرکت فتح القدیر کی عبارت کے ساتھ کی گئی اس سے بدتر یہاں کی گئی۔ یہاں امام شمس الائمہ نے دونوں کے اقوال اور دونوں کے دلائل ذکر کیے ہیں صراحۃً اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں فرمائی پھر یہ کہنا کہ امام شمس الائمہ سرخسی نے یہ فتوی دیا ہے کہ شفق سرخی کا نام ہے کیسے درست ہوگا بلکہ علما کے طرز بیان سے جو واقف ہے وہ یہی کہے گا کہ امام سرخسی کے نزدیک راجح یہی ہے کہ شفق سفیدی کا نام ہے اس لیے کہ عادت یہی ہے کہ جو قول مصنف کے نزدیک راجح ہوتا ہے اس کی دلیل بعد میں ذکر کرتے ہیں اور یہاں حضرت شمس الائمہ نے امام صاحب کے قول کی دلیل اخیر میں ذکر فرمائی ہے اس سے مستفاد ہوا کہ ان کے نزدیک مختار یہی قول ہے۔

لہذا جیسا کہ مفتی صاحب نے تحریر فرمایا ہے مذکورہ بالا کتاب علامہ سرخسی کی ہے اس کے متعلق ردالمحتار جلد اول ص:۵۷ پر مرقوم ہے کہ: علامہ سرخسی اماموں کے سورج ہیں، آپ کا فتوی آجائے تو وہاں دوسرے فتوی جات کو ترک کر دینا چاہیے۔

اس لیے مفتی صاحب کے تسلیم کردہ قاعدہ کی رو سے صاحبین کا قول واجب الترک اور امام صاحب کا قول واجب القبول۔ حضرت امام سرخسی نے جو صاحبین وغیرہ کے قول کی دلیل میں ان لوگوں کا یہ قول نقل کیا کہ سفیدی تہائی رات سے پہلے نہیں جاتی، یہ آدھی رات کے بعد تک مکہ میں دیکھی گئی یا گرمیوں میں رات رات بھر رہتی ہے یہ بھی امام سرخسی کی تحقیق نہیں بلکہ امام شافعی وغیرہ کے مویدین کا قول ہے اور یہ صحیح نہیں، ان لوگوں کو اشتباہ لگا جس طرح طلوع آفتاب سے پہلے دو سفیدیاں آسمان پر نمودار ہوتی ہیں: **ایک** صبح کاذب جو افق کے اوپر شرقاً غرباً لمبی بھیڑیے کے دم کی طرح ہوتی ہے جس کے نیچے افق سیاہ ہوتا ہے۔ **دوسری** صبح صادق جو کنارۂ افق سے سورج طلوع ہونے کی جگہ سے ابھرنا شروع ہوتی ہے اور جنوباً شمالاً پھیلتی ہے۔ اسی طرح غروب آفتاب کے بعد دو سفیدیاں پیدا ہوتی ہیں: **پہلی** وہ افق کے کنارے سے لے کر اوپر تک ہوتی ہے اور

جنوباً شمالاً پھیلی ہوتی ہے یہی شفق ہے۔ **دوسری** اس کے ختم ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے جو کنارۂ افق سے اوپر ہوتی ہے جس کے نیچے کنارۂ افق سیاہ ہوتا اور یہ بھیڑیے کی دم کی طرح گچھے دار شرقاً و غرباً لمبائی میں پھیلی ہوتی ہے۔ اس سفیدی کا کہیں اعتبار نہیں، نہ مغرب کے وقت میں اس کو دخل ہے نہ فجر کے وقت میں دخل ہے۔ جس طرح طلوع صبح صادق سے وقت فجر شروع ہوتا ہے اس کے پہلے صبح کاذب تک عشا کا وقت رہتا ہے اسی طرح بعد غروب پہلی سفیدی تک مغرب کا وقت رہتا ہے اس کے ڈوبنے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشا کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔

امام شافعی وغیرہ کے مویدین نے جو یہ کہا تھا کہ طوالع بھی تین ہیں اور غوارب بھی تین ہیں اور فجر کا وقت داخل ہونے میں بیچ کا طالع یعنی فجر ثانی معتبر ہے لہذا ایسے ہی عشا کے وقت کے داخل ہونے میں بیچ کے غارب یعنی سرخی کا اعتبار ہونا چاہیے کسی طرح درست نہیں؛ اس لیے کہ تین طوالع میں اگر صبح کاذب بھی داخل ہو تو طوالع تین نہیں چار ہوئے صبح کاذب، صبح صادق، قبل طلوع کی سرخی و سورج لہذا اعتبار دخول وقت میں وسط کا نہ ہوا بلکہ دوسرے کا ہوا اس کے بعد دو طوالع باقی رہ جاتے ہیں۔ اور اگر تین طوالع سے مراد سورج، سرخی، صبح صادق ہے تو بھی دخول وقت میں وسط کا اعتبار نہ ہوا۔ اسی طرح گھپلا غوارب میں بھی ہے اگر تین غوارب سے مراد سورج، سرخی، پہلی سفیدی ہے اس سے ان کا استدلال یوں ساقط ہو جاتا ہے کہ مقیس علیہ طوالع تھے طوالع میں کیوں سرخی کو چھوڑ دیا اور اگر سرخی کو شمار کیا تو اعتبار وسط کا نہ ہوا آخر کا ہوا پھر اسی طرح غوارب میں بھی چاہیے کہ اعتبار تیسرے غارب یعنی سفیدی کا کریں۔ اور اگر غوارب سے ان کی مراد کچھ اور ہے تو اسے ظاہر کرنا چاہیے، لازم تو تھا کہ جب طوالع میں فجر اول یعنی صبح کاذب کو شمار کیا اور سرخی کو چھوڑ دیا اسی طرح ان کو چاہیے تھا کہ غوارب میں بیاض ثانی کو بھی شمار کرتے اور سرخی کو چھوڑ دیتے تاکہ تناسب باقی رہتا، ایک جگہ فجر اول کو لینا اور سرخی کو چھوڑ دینا اور دوسری جگہ سرخی کو لینا اور بیاض ثانی کو چھوڑنا غیر مناسب بات ہے۔

مناسب بات یہ ہے کہ طوالع بھی چار ہیں۔ فجر اول، فجر ثانی، سرخی، آفتاب۔ اور غوارب بھی چار ہیں: سورج، سرخی، بیاض اول، بیاض ثانی، جیسے فجر کے وقت کی ابتدا میں اعتبار فجر ثانی کا ہے اسی طرح عشا کے دخول میں اعتبار بیاض ثانی کے غروب کا ہونا چاہیے، امام شافعی وغیرہ کے مویدین نے جس سفیدی کو تہائی رات کے بعد تک یا آدھی رات کے بعد تک بتایا ہے وہ وہی بیاض ثانی ہے ورنہ از روے قواعد ہیئت کم از کم مکہ

معظمہ میں پہلی سفیدی آدھی رات تک باقی نہیں رہ سکتی اور جہاں آدھی رات کے بعد تک باقی رہتی ہے وہاں صبح صادق آدھی رات کے پہلے ہی چمک آئے گی تو پھر عشا کا وقت ہی نہیں پایا جائے گا حالاں کہ مکہ معظمہ کے بارے میں کسی کا یہ قول نہیں کہ وہاں سال میں کبھی ایسی رات آتی ہے جس میں حضرت امام اعظم کے قول کے بموجب عشا کا وقت نہ پایا جائے، بات وہی ہے کہ دیکھنے والے نے بیاض ثانی کو دیکھا، اور یہ بات ہم بتا آئے کہ یہ مثل صبح کاذب ہے جیسے صبح کاذب کا فجر کے وقت اعتبار نہیں اسی طرح اس بیاض ثانی کا مغرب کے وقت کے خارج ہونے اور عشا کے وقت کے داخل ہونے میں اعتبار نہیں۔

خلاصۂ ابحاث یہ ہوا صحیح وراجح اور مختار اور مفتی بہ قول امام ہی ہے کہ شفق اس سفیدی کا نام ہے جو سرخی کے بعد پیدا ہوتی ہے اس لیے کہ یہی قول امام ہے، اور قول امام سے عدول بلا عذر شرعی جائز نہیں۔ جیسا کہ صاحب بحر کا قول گزرا اور یہاں کوئی ضرورت نہیں عوام کا خلفشار اگر عدول کی علت قرار دی جائے تو پھر دین کا خدا حافظ، یہاں تعامل بھی نہیں اور اگر ہو بھی تو جب دلائل شرعیہ سے قول امام کی ترجیح ثابت، یہی ظاہر روایت ہے اور ظاہر روایت کے مقابلہ میں روایت نادرہ پر فتوی درست نہیں، اسی میں احتیاط ہے صاحب بحر اور علامہ شامی نے سراج وہاج سے نقل فرمایا: "قول الإمام أحوط"

اور اختلاف میں احتیاط پر عمل مستحب وپسندیدہ ہے غروب آفتاب سے مغرب کا وقت داخل ہو گیا، غروب حمرۃ سے وقت نکلا کہ نہیں دلائل میں تعارض کی وجہ سے اس میں شک پیدا ہو گیا اور شک یقین کو زائل نہیں کرتا۔ لہذا بیاض اول تک مغرب کا وقت باقی، اس پر سارے ائمہ کا اجماع کہ مغرب وعشا کے مابین کسی نماز کا وقت نہیں، نیز اس پر بھی اجماع کہ وقت سے پہلے نماز درست نہیں، نہ قضا نہ ادا، اگر غروب حمرۃ کے معًا بیاض اول کے بقا کے وقت عشا کی نماز پڑھیں تو قول امام پر جو مختار و مرجح ہے عشا کی نماز نہ قضا ہوگی نہ ادا اور بیاض اول کے غروب کے بعد پڑھیں تو بالاتفاق نماز بلا کراہت درست، قول امام یہی ہے اور اس سے صاحبین کے قول کی طرف رجوع صحیح نہیں۔ اس لیے یہ بات بلا کسی شبہہ کے ثابت ہو گئی کہ مغرب کا وقت بیاض اول کے غروب تک ہے۔

عوام میں انتشار صرف اس لیے ہے کہ ان کو صحیح مسئلہ نہیں بتایا گیا۔ سوال کے ساتھ جو فتوی آپ نے بھیجا اس کا جو حال ہے وہ میں نے تحریر کر دیا انتشار کا سبب اسی قسم کے فتاوی ہیں۔ نیز عوام پر یہ بار محسوس ہوتا ہے کہ

عشا کی نماز قضا کر کے پڑھیں حالاں کہ یہ کوئی بار کی بات نہیں نہ اس میں کوئی گناہ ہے، گناہ اس صورت میں ہے کہ وقت عشا ہوتے ہوئے بالقصد چھوڑی جائے اور جہاں نماز کا وقت ہی نہیں ہوتا وہاں اگر قضا پڑھی جائے تو کوئی گناہ نہیں بلکہ وہاں قضا پر بھی وہی ثواب ملے گا جو ادا کا ہے۔ سرخی ختم ہونے کے بعد سفیدی باقی رہتے ہوئے اگر عشا کی نماز پڑھیں گے تو نہ ادا ہوگی نہ قضا اس صورت میں ضرور نماز عشا چھوڑنے کا وبال سر پر رہے گا۔[1] هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وعلمه جل مجده أتم وأحكم وهو تعالى أعلم

[۳] جن علاقوں میں شفق ابیض غائب نہ ہو وہاں صاحبین کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ وقت عشا کے لیے ائمہ ثلثہ اور صاحبین رضوان اللہ تعالی علیہم کے نزدیک شفق سے مراد احمر ہے (كتاب الفقه على مذاهب الاربعہ، ۱۸/۴۱) تو جن آبادیوں میں شفق ابیض غائب نہ ہو، یا غیر معمولی تاخیر سے غائب ہوتی ہو وہاں نماز عشا کے لیے شفق احمر کا غائب ہونا کافی ہے کہ نہیں؟ اور ایسی صورت میں صاحبین کے قول پر فتوی درست ہے کہ نہیں؟ جب کہ بعض مسائل میں ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے مذہب پر عمل ہوتا ہے مثلاً مفقود الزوج وغیرہ۔ سفر حج سے متعلق اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ اپنی تصنیف فتاوی رضویہ جلد چہارم، ص: ۶۸۴ میں تحریر فرماتے ہیں:

”اگر ثقہ معتمدہ عورتیں واپسی کے لیے ملیں تو ان کے ساتھ جائے اور انھیں کے ساتھ واپس آئے کہ تقلید غیر عند الضرورہ بلا شبہہ جائز ہے۔ کمافی الدر المختار وغیرہ۔ بینوا وتوجروا۔

محمد اسرار الحق اشرفی، خادم فیض الاسلام

ڈین ہاگ، ہالینڈ، ۲۵ر شوال ۱۴۰۴ھ

---

(۱)- اس فتوے میں وقت عشا کے بارے میں مذہب امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کی تحقیق کی گئی ہے اور بعض عبارات سے کچھ علما کو جو غلط فہمی ہوئی اس کی مناسب اصلاح کی گئی ہے اور یہ امر بجائے خود بہت اہم ہے تاکہ مذہب صاحبین کو مذہب امام اعظم بتا کر لوگوں کی غلط رہنمائی نہ کی جا سکے۔ رہ گئی یہ بات کہ ہالینڈ میں مذہب امام اعظم پر وقت عشا نہ پایا جائے تو کیا کیا جائے؟

اس بارے میں اصل مذہب تو یہی ہے کہ ان دنوں کی نماز عشا قضا کی جائے جیسا کہ اس فتوے میں صراحت ہے اور بربنائے حاجت اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب صاحبین کے مطابق نماز عشا پڑھ لی جائے جیسا کہ اس کے بعد والے فتووں میں اس کی صراحت ہے۔ نظام الدین رضوی غفرلہ

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کا جواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

الجواب:

وقت عشا کے تعلق سے تین احتمالات سامنے آتے ہیں:

(۱) حضرت امام اعظم اور حضرات صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے مسلک پر عشا کا وقت آتا ہو۔

(۲) ان میں سے کسی کے بھی مسلک پر عشا کا وقت نہ آتا ہو۔

(۳) حضرات صاحبین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مسلک پر عشا کا وقت آتا ہو، لیکن حضرت امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مذہب پر عشا کا وقت آتا ہی نہ ہو۔

پہلی صورت میں امام اعظم کے مسلک سے عدول جائز نہیں اس لیے کہ مسلک امام سے عدول کے لیے چار باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے ان میں سے کوئی بھی بات یہاں نہیں پائی جاتی۔ اس لیے جن لوگوں نے صاحبین کے مسلک پر فتوی دیا ہے علماے محققین نے ان کے فتوی کو رد کر دیا ہے، کیوں کہ مسلک امام ہی احوط ہے۔

دوسری صورت میں وقت مقدر مان کر نماز عشا بہ نیت قضا ادا کی جائے گی، اس لیے جن علما کا خیال یہ ہے کہ اس صورت میں وجوب ادا کی شرط کے فقدان کے سبب عشا کی نماز ساقط ہو جائے گی صحیح نہیں۔ علماے محققین نے اس خیال کی بھی تردید فرمائی ہے۔

تیسری صورت میں صاحبین کے مسلک پر فتوی دینا بالکل درست ہے اس لیے کہ جب پہلی صورت میں بھی جب کہ امام کے مسلک پر عشا کا وقت آتا ہو یہ گنجائش تھی کہ اگر بالفرض ضعف دلیل یا ضرورت داعیہ، تعامل الناس، یا اختلاف زمان میں سے کوئی چیز موجود ہوتی تو پھر مسلک امام سے عدول جائز ہو جاتا۔ تو اس صورت میں جب کہ ان کے مسلک پر نماز عشا کا وقت آتا ہی نہ ہو بدرجۂ اولی ان کے مسلک سے عدول جائز ہونا چاہیے اور جس مسلک پر نماز قضا نہ کرنی پڑے اسے اختیار کر لینا درست قرار دینا چاہیے۔ ادا کو قضا سے بچانے والی ضرورت بھی قابل لحاظ ضرورت ہے اور عند الضرورت مسلک غیر پر فتوی دینا فقہا میں معمول و مروج ہے جس میں سے ایک مثال فاضل مستفتی نے بھی پیش کی ہے۔ هذا ما عندي والله تعالى أعلم وعلمه جل مجده أتم وأحكم فقط.

أنا الفقير إلى حضرة الرب الغني السيد محمد مدني الأشرفي الجيلاني

حضرت شارح بخاری قدس سرہ کا جواب

الجواب

جہاں کچھ دنوں میں شفق ابیض کے غروب اور صبح صادق کے طلوع میں اتنا وقت نہ رہتا ہو کہ عشا کی نماز اور وتر پڑھی جا سکے ان دنوں (میں) صاحبین کے مذہب کے مطابق "شفق احمر" کے غروب ہوتے ہی عشا اور وتر پڑھی جا سکتی ہے اگرچہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ پر عشا کا وقت "شفق ابیض" کے غروب کے بعد شروع ہوتا ہے ہر اعتبار سے قوی اور مختار للفتوی ہے، مگر صاحبین کا مذہب بھی ضعیف اور ساقط الاعتبار نہیں۔ بلکہ باقوت ہے حتی کہ اس کے بارے میں بھی "علیہ الفتوی" وارد ہے۔ جو ترجیح کا سب سے قوی لفظ ہے۔ تنویر الابصار و در مختار وغیرہ میں اسی پر اقتصار فرمایا، لکھتے ہیں:

وقت المغرب منه إلى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما، وبه قالت الثلاثة، وإليه رجع الإمام كما في شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب. (۱)

اس کے تحت شامی میں ہے:

لكن تعامل الناس اليوم في عامة البلاد على قولهما وقد أيده في النهر تبعا للنقاية والوقاية والدرر والإصلاح ودرر البحار والإمداد والمواهب وشرحه البرهان وغيرهم مصرحين بأن عليه الفتوى وفي السراج قولهما أوسع وقوله أحوط. (۲)

اگرچہ یہ صحیح نہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اس مسئلہ میں صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرمایا ہے، جیسا کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ مگر جب یہ اجلہ فقہا صاحبین کے اصل مذہب کو "علیہ الفتوی" سے مؤکد فرما رہے ہیں تو مذکورہ بالا بلاد کے مذکورہ اوقات میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں صاحب مدظلہ العالی نے تحریر فرمایا ہے۔ میں نے ہالینڈ کے ایک سوال۔ کے جواب میں اسے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۴] برطانیہ کی بہت چھوٹی راتوں میں نماز عشا اور طلوع صبح صادق کی شرعی تحقیق

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورت مسئولہ میں۔۔۔

(۱)- تنویر الأبصار والدر المختار، ج:۲، ص:۱۷، کتاب الصلاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان.
(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص۱۷، کتاب الصلاۃ، مطلب: في الصلاۃ الوسطی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

لندن سے ۱۰۰ر میل جانب شمال لیسٹر شہر آباد ہے۔ اس شہر کا عرض البلد ۳۸ء۵۲ شمالی ہے۔ یہاں موسم گرما میں (۱۸ر مئی سے ۲۶ر جولائی تک) تقریبا دو ماہ نو دن ایسے آتے ہیں جب آفتاب غروب ہوکر مغرب کی جانب ۱۸ر درجہ زیر افق نہیں پہنچتا ہے بلکہ ۱۲ر درجہ ہی نیچے جاکر دوبارہ طلوع ہوجاتا ہے۔

برطانیہ کی مشہور زمانہ رصد گاہ ”رائل گرنیچ آبزرویٹری“ نے بھی اس کی تصدیق کردی ہے۔ ان کی اصطلاح میں اس خاص لمحہ کو جب سورج زیر افق شرعی ۱۸ر درجہ تک آجاتا ہے اسٹرونومیکل ٹوائی لائٹ کا آغاز (Beginning of Astronomical Twitight) کہتے ہیں۔ اور جب سورج زیر افق غربی ۱۸ر درجہ تک چلا جاتا ہے تو اسے اسٹرونومیکل ٹوائی لائٹ کا اختتام کہتے ہیں۔ گرنیچ کی رصد گاہ نے اس سلسلہ میں لیسٹر کے لیے اسٹرونومیکل ٹوائی لائٹ کے آغاز واختتام کا جو نقشہ مرتب کرکے دیا ہے وہ اس استفتا کے ساتھ منسلک ہے جسے دیکھ کر لیسٹر میں موسم گرما میں پیدا ہونے والی زیر بحث مخصوص صورت حال کی مزید وضاحت ہوجائے گی۔

مذکورہ بالا صورت حال، یہاں آباد ہزاروں مسلمانوں کے لیے اس وقت بڑی پیچیدہ ہے جب ہم بہت سے متقدمین ومعاصرین علما کی یہ آرا پڑھتے ہیں:

(۱) انحطاط الشمس تحت أفق حتى كان ثمانية عشر جزءا كان ذلك وقت طلوع الفجر في المشرق. (أبو ريحان البيروني. القانون المسعودي)

(۲) وقد عرف بالتجربة أن أول الصبح وآخر الشفق إنما يكون إذا كان انحطاط الشمس ثمانية عشر جزءا. (شرح چغمینی)

(۳) وقد ذكر صاحب التصريح في الفصل الخامس وشارح الملخص الشغميني في الباب الثالث من المقالة الثانية أن أول الصبح وأخر الشفق إنما يكون إذا كان انحطاط الشمس (أي من الأفق) ثمانية عشر جزءا. (مولانا يوسف بنودي، معارف السنن جلد ثانی)

(٤) أما الفجر والشفق فإن خطيهما هو مقنطرة ثمانية عشر في كل عرض وفي كل مكان وزمان. (أبو علي الحسن بن عيسى بن المجامي. تذكرة أولي الألباب في عمل صنعة الأسطرلاب)

(٥) وإن ابتداء طلوع الفجر وانتهاء غروب الشفق يكونان عند انحطاء

الشمس عن الأفق ثمانية عشر درجة. (سيد محمد بن عبد الوهاب مراكشي، إيضاح القول الحق في مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق)

(٦) إن بداية وقت الفجر، وهو صلاة الصبح، يبدأ عندما تكون الشمس تحت الأفق الشرعي بمقدار ١٨´ وإن وقت العشا يبدأ عندما تصير الشمس تحت الأفق الغربي بمقدار ١٨/ كذلك.

(ڈاکٹر حسین کمال الدین، پروفیسر محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی ریاض، تعين مواقيت في زمان ومكان على سطح الأرض.)

(۷) امام احمد رضاخاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اپنے رسالہ "درء القبح عن درك وقت الصبح" میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے بھی مذکورہ بالا تمام اقوال کی تائید و تصدیق ہی ہوتی ہے۔

مذکورہ اقتباسات کی روشنی میں گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر برطانوی رصد گاہ کی اصطلاحات کو شرعی اصطلاحات پر منطبق کیا جائے تو اسٹرونومیکل ٹوائی لائٹ کا آغاز، صبح صادق کا آغاز ہے۔ اور اسٹرونومیکل ٹوائی لائٹ کا اختتام عشا کے وقت کا آغاز ہے۔

اس صورت میں یہ بات لازم آتی ہے کہ موسم گرما کے مذکورہ بالا ایام (۱۸؍ مئی تا ۲۶؍ جولائی) میں لیسٹر میں شفق ابیض (بقول امام اعظم ابوحنیفہ) غائب نہیں ہوتی ہے اور شرعی رات کا تحقق نہیں ہوتا ہے کیوں کہ شرعی رات کی ابتدا شفق ابیض کے غروب کے بعد ہوتی ہے اور شفق ابیض کا غروب قواعد ہیئت کی روشنی میں آفتاب غروب ہونے کے بعد اس وقت ہوتا ہے جب آفتاب غروب ہو کر جانب مغرب ۱۸؍ درجہ زیر افق چلا جاتا ہے، اسی طرح یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ لیسٹر میں مذکورہ بالا ایام میں شرعی صبح صادق کے آغاز کا بھی تحقق نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے صبح صادق کا ابتدائی وقت وہ ہوتا ہے جب سورج جانب مشرق ۱۸؍ درجہ زیر افق ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام تفصیلات و گزارشات کی روشنی میں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

۱۸؍ مئی سے ۲۶؍ جولائی تک کے درمیانی عرصہ میں لیسٹر میں وقت عشا کے آغاز اور صبح صادق کے آغاز کا تعین کس طرح کیا جائے، چوں کہ آج کل ماہ رمضان المبارک جون و جولائی میں آرہا ہے اس لیے ختم سحری کے وقت کا تعین بھی ایک مسئلہ ہے۔

اس سلسلہ میں آپ جو طریقہ بھی تجویز فرمائیں اس کی تائید میں باحوالہ عبارتوں کا اور متعلقہ کتب

ومصنفین کے اسما کا بھی ضرور ذکر فرمائیں، تاکہ فقہاے کرام وعلماے اسلام کے اقوال کی روشنی میں آپ کے مجوزہ طریقہ کو سندِ عام حاصل ہو جائے۔ اگر چہ یہ مسئلہ ایک خاص مقام وشہر کے بارے میں دریافت کیا جارہا ہے لیکن برطانیہ کے متعدّد شہروں کے مسلمان اسی طرح کی پریشانی سے دوچار ہیں اس لیے امید کی جاتی ہے کہ آپ کے مدلل ومفصل جواب سے دیگر شہروں کے مسلمان بھی مستفید ہو سکیں گے۔

مستفتی

شاہد رضا نعیمی

ممبر اسلامی تحقیقات کونسل (برطانیہ) ۲۱؍ چانڈوس اسٹریٹ، لیسٹر، انگلینڈ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جن بلاد میں کچھ ایام میں سورج اٹھارہ درجے تک زیر افق نہیں پہنچتا ان بلاد کے ان ایام میں شفق ابیض غروب نہیں ہوتی۔ شفق ابیض کے غروب ہونے سے پہلے پہلے صبح صادق طلوع کر آتی ہے۔ ان بلاد کے ان ایام میں بربنائے مذہب امام اعظم عشا کا وقت نہیں پایا جاتا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک عشا کا وقت شفق ابیض کے غروب کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع صبح صادق تک رہتا ہے۔ اگر چہ یہی قول مختار ومعمول بہ ہے اور حدیث صحیح سے مؤید بھی۔ مگر ائمہ ثلاثہ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل کے علاوہ خود صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف وحضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ مغرب کا وقت شفق احمر تک ہے۔ شفق احمر کے غروب ہوتے ہی عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے، صاحبین کے اس قول کو ہمارے کثیر علماے احناف نے اختیار فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ "علیه الفتوی" علامہ ابن عابدین شامی کی مشہور کتاب رد المحتار میں ہے:

لكن تعامل الناس اليوم في عامة البلاد على قولهما وقد أيده في النهر تبعا للنقاية، والوقاية والدرر والإصلاح، ودرر البحار، والإمداد، والمواهب، وشرحه البرهان وغيرهم مصرحين بأن عليه الفتوى.[1]

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲،ص ۱۷-۱۸، کتاب الصلاۃ، مطلب: في الصلاة الوسطى، دار الكتب العلمية، بيروت.

حتی کہ تنویر الابصار میں علامہ غزی تمرتاشی اور علامہ حصکفی نے اس کی شرح در مختار میں صرف صاحبین ہی کے قول کو ذکر فرمایا، لکھتے ہیں:

ووقت المغرب منه إلى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما، وبه قالت الثلثة، وإليه رجع الإمام كما في شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب.(۱)

نیز نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں صاحبین ہی کے قول پر اقتصار فرمایا، لکھتے ہیں:

وأول وقت (المغرب منه) أي غروب الشمس (إلى) قبيل غروب الشفق الأحمر على المفتى به، وهو رواية عن الإمام، وعليها الفتوى.(۲)

بضرورت اس خادم نے بھی ہالینڈ کے ایک استفتا کے جواب میں ان دیار کے ان ایام میں صاحبین کے اس قول پر فتوی دیا ہے، اس طرح عشا کے وقت کا مسئلہ حل ہوگیا۔ رہ گیا فجر کا معاملہ تو یہ ان دیار کے لیے بالکل واضح ہے۔ اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ فجر کا وقت اس وقت شروع ہوگا جب سورج اٹھارہ درجے زیر افق پہنچ جائے بلکہ فجر کا وقت صبح صادق کے طلوع سے رکھا ہے، امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے یہ حدیث روایت کی:

إن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- قال: أمني جبرئيل عند البيت مرتين (إلى أن قال) ثم صلى الفجر حين برق الفجر وحرم الطعام على الصائم.(۳)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: جبرئیل نے بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ میری امامت کی (یہاں تک کہ فرمایا) کہ پہلے دن فجر اس وقت پڑھی جب فجر چمکی جس وقت روزہ دار پر کھانا حرام ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

”وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ“

ترجمہ: کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔(۴)

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام احمد بن حنبل، امام ابن ماجہ بالفاظ متقاربہ واتحاد معنی روایت کرتے

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص۱۷، كتاب الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۲)- نور الإيضاح، مع مراقي الفلاح، ص:۱۱، المكتبة المدينة، دهلي.
(۳)- جامع الترمذي، ج:۱، ص:۲۱، ابواب الصلاة، باب ما جاء في مواقيت الصلاة، مجلس البركات، مبارك فور.
(۴)- القرآن المجيد، الجزء:۲، سورة البقرة، الآية: ۱۸۷.

ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

لا يمنعكم من سحور كم أذان بلال ولا الفجر المستطيل ولكن الفجر المستطير في الأفق. (۱)

ترجمہ: تم لوگوں کو سحری کھانے سے بلال کی اذان اور لمبی لمبی پھیلی ہوئی فجر نہ روکے، ہاں! جب وہ فجر چمک جائے جو افق میں پھیلی ہوئی ہو تو سحری کھانا چھوڑ دو۔

علاوہ ازیں فقہ کی تمام کتابوں میں یہ تصریح ہے کہ فجر کا وقت صبح صادق کے طلوع سے شروع ہوتا ہے اور صبح صادق وہ سفیدی ہے جو افق میں یعنی کنارۂ آسمان میں پھیلی ہوئی ہو۔

ہدایہ میں ہے:

أول وقت الفجر إذا طلع الفجر الثاني وهو المعترض في الأفق. (۲)

ترجمہ: فجر کا شروع وقت وہ ہے جب فجر ثانی طلوع کر آئے یہ وہ ہے جو افق میں پھیلی ہوئی ہو۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

وقت صلاة الفجر من أول طلوع الفجر الثاني وهو البياض المنتشر المستطير لا المستطيل. (۳)

اس کے تحت شامی میں ہے:

وهو الفجر المستطير في الأفق أي الذي ينتشر ضوءه في أطراف السماء. (۴)

ترجمہ: صبح صادق وہ ہے جس کی روشنی آسمان کے کناروں میں پھیلے۔

غرضے کہ قرآن مجید اور احادیث کریمہ اور فقہ کی تمام کتابوں میں فجر کا ابتداے وقت یہ بتایا "جب صبح صادق طلوع کر آئے"، کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ فجر کا وقت اس وقت شروع ہوگا جب سورج ۱۸ر درجے زیر افق پہنچے۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ان دیار کے ان دنوں میں بھی طلوع سے پہلے یہ سفیدی جانب مشرق کنارہ آسمان پر چمکتی ہے؛ اس لیے ان دیار کے ان دنوں میں بھی ختم سحری اور ابتداے وقت فجر میں اعتبار اسی سفیدی کے طلوع کا ہوگا جو کنارۂ آسمان پر جانب شرق طلوع آفتاب سے پہلے نمودار ہوتی ہے۔ خواہ سورج کہیں بھی ہو، علماے ہیئت کا یہ کہنا کہ صبح صادق اس وقت طلوع ہوتی ہے جب سورج ۱۸ر درجے زیر افق

(۱)- جامع الترمذي، ص:۸۹، ابواب الصوم، باب ما جاء في بيان الفجر، مجلس البركات، مبارك فور.
(۲)- الهداية، ج:۱، ص:٦٤، كتاب الصلاة، باب المواقيت، مجلس البركات، مبارك فور.
(۳)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۱۲-۱٤، كتاب الصلاة، در الكتب العلمية، بيروت، لبنان.
(۴)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۱۲-۱٤، كتاب الصلاة، در الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

ہو یہ ان کے اپنے بلاد کے اعتبار سے ہے یا زیادہ سے زیادہ عامہ بلاد کے اعتبار سے۔ نیز ان کی مراد یہ ہے کہ اگر سورج ۱۸؍ درجے سے زائد نیچے ہوگا تو صبح صادق طلوع نہ کرے گی۔ ۱۸؍ درجے پہنچنے کے بعد صبح صادق ضرور طلوع کر آئے گی۔ رہ گیا گرینچ رصد گاہ کا یہ کہنا کہ ان دنوں میں اسٹرونومیکل ٹوائی لائٹ کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ ان کی کوئی خاص اصطلاح ہوگی۔ اس کو خواہ مخواہ صبح صادق پر چسپاں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قرآن واحادیث وارشادات فقہ کی روشنی میں صبح صادق اس سفیدی کا نام ہے جو طلوع آفتاب سے قبل جانب مشرق آسمان کی جڑ میں جنوباً وشمالاً پھیلے اور ان بلاد کے ان دنوں میں بھی یہ روشنی پائی جاتی ہے۔ یہی منتہاے وقت عشا و منتہاے سحر اور ابتداے وقت فجر ہے، فقہا نے انھیں بلاد کے بارے میں فرمایا:

وفاقد وقتهما كبلغار فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينية الشتاء.[1]

صاف تصریح ہے کہ ان بلاد میں ان دنوں میں بھی فجر طلوع کرتی ہے اس پر بعض لوگوں نے یہ کہا تھا کہ ان دنوں میں وہاں عشا و وتر کا وقت ہی نہیں پایا جاتا بلکہ فجر کا وقت بھی نہیں پایا جاتا اس لیے کہ صبح صادق کے وقت کی ابتدا طلوع فجر چاہتی ہے۔ اور طلوع فجر کے لیے اندھیری کا پہلے ہونا لازم ہے اور ان دیار میں ان دنوں میں شفق کے باقی رہتے ہوئے اندھیرا رہتا ہی نہیں۔ اس خیال کا رد کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں:

أقول: الخلاف المنقول بين مشايخ المذهب إنما هو في وجوب العشاء و الوتر فقط ولم نر أحداً منهم تعرض لقضاء الفجر في هذه الصورة وإنما الواقع في كلامهم تسميته فجرا؛ لأن الفجر عندهم اسم للبياض المنتشر في الأفق موافقا للحديث الصحيح كما مر بلا تقييد بسبق ظلام، على أنا لا نسلم عدم الظلام هنا ثم رأيته ذكر نحوه.[2]

ترجمہ: مشائخ مذہب کے مابین جو اختلاف منقول ہے وہ صرف عشا اور وتر کے وجوب میں ہے۔ ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں پایا کہ اس نے اس صورت میں فجر کی قضا کی بات کی ہو، اس کے برخلاف ان سب کے کلام میں اس کو فجر کہا گیا؛ اس لیے کہ فجر ان کے نزدیک اس سفیدی کا نام ہے جو کنارہ آسمان میں پھیلی ہوئی ہو حدیث صحیح کے موافق سبقت ظلام کی قید کے بغیر۔ علاوہ اس کے ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہاں اندھیری نہیں ہوئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ طحطاوی نے بھی اسی کے مثل ذکر کیا ہے۔

---

(۱)- تنوير الأبصار والدر المختار، ج:۲،ص:۱۸، كتاب الصلاة، مطلب: في فاقد وقت العشا كأهل "بلغار"، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۲)- رد المحتار، ج:۲،ص:۱۸، كتاب الصلاة، مطلب: في فاقد وقت العشا كأهل "بلغار"، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

علامہ شامی کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان دیار میں ان دنوں صبح صادق نہ ہوتی تو مشائخ مذہب عشا و وتر کی طرح یہ بھی بحث کرتے کہ نماز فجر واجب ہے یا نہیں جیسا کہ وتر و عشا کے بارے میں ہوا، مگر فجر کے بارے میں کسی ایک نے بھی کبھی یہ بحث نہیں چھیڑی تو ثابت ہو گیا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ان دیار میں ان دنوں میں بھی فجر اس سفیدی کا نام ہے جو افق میں پھیلی ہوئی ہو۔ حدیث میں اور مشائخ کے کلام میں یہ کہیں نہیں کہ صبح صادق سے پہلے اندھیرا ہونا ضروری ہو، پھر اخیر میں فرمایا کہ یہی صحیح نہیں کہ اندھیری کی سبقت صبح صادق کے طلوع پر نہیں اس لیے کہ سبقت ظلام صبح صادق کے مطلع میں ہونی چاہیے اور صبح صادق کے مطلع میں صبح صادق کے طلوع سے پہلے تاریکی ہوتی ہے یعنی شفق ہے جانب مغرب، اور صبح صادق کا طلوع ہونا ہے جانب مشرق، تو وجود شفق صبح صادق کے مطلع میں نہ ہوا۔ صبح صادق کے طلوع سے پہلے تاریکی ہوتی ہے غرض یہ ہے کہ سارے فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ ان دیار کے ان دنوں میں بھی صبح صادق کا طلوع ہوتا ہے، اس لیے حسب تصریح قرآن واحادیث وعبارات فقہ ان بلاد کے ان دنوں میں بھی منتہاے سحر و وقت عشا و ابتداے وقت فجر اس سفیدی کے طلوع ہونے پر ہے جو قبل طلوع آفتاب جانب مشرق کنارۂ آسمان پر چمکتی ہے۔ یہ کہنا کہ ان بلاد کے ان دنوں میں شرعی رات کا وجود نہیں ہوتا بہت ہی تعجب خیز ہے۔ شریعت نے رات کی ابتدا غروب سے مانی ہے، قرآن مجید میں ہے: ”ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ“(۱)

پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔

اور باجماع مسلمین یہاں لیل سے مراد غروب آفتاب ہے۔ امام بخاری و امام مسلم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

”إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.“(۲) (واللفظ للبخاري)

ترجمہ: جب رات ادھر سے (مشرق کی جانب سے) آگے بڑھے اور دن یہاں سے (مغرب کی جانب سے) چلا جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو گیا۔

---

(۱)- القرآن المجيد، الجزء:۲، سورة البقرة، الآية: ۱۸۷.

(۲)- صحيح البخاري، ج:۱، ص:۲۶۲، كتاب الصوم، باب متى يحل فطر الصائم، رقم الحديث: ۱۹۵۴، مجلس البركات، مبارك فور. • الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۳۵۱، مجلس البركات، مبارك فور.

ثابت ہو گیا کہ شرعی رات کی ابتدا سورج ڈوبنے سے ہے، اور ان دیار کے ان دنوں میں بھی سورج ضرور غروب ہوتا ہے تو شرعی رات کی ابتدا ضرور ہوئی۔ شرعی رات کی انتہا طلوع صبح صادق ہے اب ثابت ہو گیا کہ ان دیار کے ان دنوں میں بھی شرعی رات ضرور پائی جاتی ہے، اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ ان دیار میں ان دنوں میں شرعی رات نہیں پائی جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۵-۹] بعض یورپی ممالک میں عصر، عشا اور روزے کے وقت کے متعلق سوال

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے محققین و مفتیان شرع متین زاد اللہ تعالیٰ اکرامہم والطافہم علی المسلمین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

① یورپ کے بعض ملکوں میں ایام سرما کی مخصوص تاریخوں کے اندر نماز عصر کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا۔ نہ سیدنا امام اعظم کے نزدیک، نہ صاحبین وائمہ ثلاثہ کے نزدیک (رحمهم الله تعالى) یعنی کسی چیز کا سایہ، سایہ اصلی کے علاوہ ایک مثل نہیں ہو پاتا ہے کہ سورج غروب ہو جاتا ہے، دریں صورت غروب آفتاب کے بعد نماز عصر پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کی ادائگی بہ نیت قضا ہو گی یا ادا؟ یا پھر وہ نماز فرض ہی نہیں ہوئی، یا ہوئی؟ اگر اس میں ائمہ اسلام کا اختلاف ہو تو اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔

② ہر سال یہاں کم و بیش پینسٹھ راتیں ایسی آتی ہیں کہ سیدنا امام اعظم کے مسلک میں نماز عشا کا وقت ہی داخل نہیں ہوتا ہے کیوں کہ افق غربی سے شفق ابیض زائل ہوتا ہے، نہ سورج ساری رات اٹھارہ درجے سے نیچے جاتا ہے (بارہ اور اٹھارہ کے درمیان گردش کرتا ہے) ایسی صورت میں احناف کے لیے نماز عشا کی ادائگی کی کیا صورت ہو گی؟ کیا اس خاص مسئلہ میں قول صاحبین کی طرف امام اعظم علیہ الرحمہ کا رجوع صحیح ہے جیسا کہ فتح القدیر اور رد المحتار وغیرہما میں ہے؟ اگر صحیح ہے تو مذکورہ راتوں کے علاوہ بھی ضرورت صحیح (جو بہت کم پائی جاتی ہے) و مصلحت شرعیہ (ارتفاع نزاع بین المسلمین الحنیفین) وغیرہا کے پیش نظر قول صاحبین پر حنفیوں کو عمل جائز ہے؟

③ مذکورہ راتوں میں جب ساری رات سورج اٹھارہ درجہ سے نیچے نہیں ہوتا (صبح کاذب ہوتی ہی نہیں) تو امساك عن الاكل والشرب للصوم کا کیا ہو گا؟ کھا پی سکتے ہیں یا نہیں؟

❹ یورپ کے اندر بیش تر ممالک میں جہاں کبھی اسلامی حکومت ہوئی ہی نہیں وہاں جمعہ واعیاد نیز سکونت مسلمین کا شرعی حکم کیا ہے؟

❺ ہالینڈ کی "مجلس علما" نے مقامی موسمی تبدیلیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ستمبر کے آخر ہفتہ سے مارچ کے آخر ہفتہ تک شفق ابیض کے غائب ہونے پر بالاتفاق ابتداے عشا کا وقت تسلیم کیا ہے، اور ابتداے اپریل سے ستمبر کے تیسرے ہفتہ تک شفق احمر کے غائب ہونے کے بعد وقت عشا کی ابتدا تسلیم کیا ہے۔ ایسا نہ کرنے پر نزاع شدید و حرج مزید ہے۔ کیا مجلس علما کا یہ فیصلہ قابل عمل ہے؟ بینوا توجروا۔

فیروز احمد سکریٹری نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی

۱۱ر جمادی الاولی ۱۴۰۶ھ

الجواب

❶ حامدا و مصلیا. یہ میری سمجھ سے باہر ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں مثل اول ہونے سے پہلے سورج ڈوب جائے، میں توقیت و حساب کا ماہر نہیں ورنہ قواعد سے ثابت کر دیتا۔ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ سورج جانب مغرب جتنا جھکتا جائے گا ہر چیز کا سایہ بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ غروب آفتاب کے وقت اس کا سایہ افق شرعی تک ممتد (دراز) ہوگا، اگر آپ علم توقیت و علم المرایا والمناظر کے ماہرین سے تحقیق کریں گے تو میری بات کی تصدیق کریں گے جب سورج کنارۂ افق پر پہنچے گا تو ہر چیز کا سایہ اتنا ہی لمبا ہوگا جتنی دوری سورج اور اس چیز میں ہے (اس لیے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کہیں مثل اول کے اندر ہی اندر سورج ڈوب جاتا ہے) اگر دنیا کے کسی بھی حصہ میں ایسا ہوتا تو ہمارے علما عشا کی طرح عصر کے بارے میں بھی یہ ضرور ذکر کرتے مگر ہمارے علما تو ہمارے علما کسی بھی مذہب کے کسی عالم نے عصر کے بارے میں یہ ذکر نہیں فرمایا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہ وقت بہت ہی قلیل ہو اس لیے عصر کے بارے میں جس نے بھی یہ سوال اٹھایا ہے اس نے غلط اٹھایا ہے واللہ تعالی اعلم

❷ اس خصوص میں اس خادم نے متعدد بار دلائل قاہرہ کے ساتھ یہ فتوی دیا ہے کہ اگر چہ راجح و مختار حضرت امام اعظم کا قول ہے کہ مغرب کا وقت شفق ابیض تک ہے مگر ان بلاد میں بوجہ ضرورت شرعیہ صاحبین کے مذہب پر عمل جائز ہے اور یہ مذہب بھی کمزور نہیں۔ خود ہمارے ائمہ احناف میں سے اجلہ فقہا نے اسے اختیار فرمایا۔ اس کی تائید کی، اسی پر عمل بتایا۔ علامہ شامی نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید وتقویت و تصحیح کے بعد ارشاد فرمایا:

لكن تعامل الناس اليوم في عامة البلاد على قولهما وقد أيده في النهر تبعا للنقاية والوقاية والدرر والإصلاح ودرر البحار والإمداد والمواهب وشرحه البرهان وغيرهم مصرحين بأن عليه الفتوى وفي السراج: قولهم أوسع وقوله أحوط.[1]

جب صاحبین کا قول بھی ہمارے بہت سے علمائے احناف نے اختیار فرمایا حتی کہ سب سے زیادہ قوی لفظ ترجیح "عليه الفتوى" تک فرمایا اور صورت مذکورہ بالا میں ضرورت بھی ہے تو اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ دفع فتنہ کے لیے اس پر عمل ضروری ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت امام اعظم نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا صحیح نہیں۔ آپ نے اس کی نسبت امام ابن ہمام کی طرف کی ہے یہ بھی صحیح نہیں۔ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا ہے:

ولا تساعده رواية ولا دراية ، أما الأول فلأنه خلاف الرواية الظاهرة عنه ، وأما الثاني فلما قدمنا في حديث ابن فضيل وأن آخر وقتها حين يغيب الأفق ، وغيبوبته بسقوط البياض الذي يعقب الحمرة وإلا كان باديا ، ويجيء ما تقدم : أعني إذا تعارضت الأخبار لم ينقض الوقت بالشك.[2]

(ورجحه أيضا تلميذه قاسم في تصحيح القدوري، وقال في آخره: فثبت أن قول الإمام هو الأصح.)

پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ امام ابن ہمام نے فرمایا کہ حضرت امام اعظم نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرما لیا۔ ہاں صاحب در مختار نے شرح مجمع وغیرہ کی تبعیت میں یہ ضرور لکھا ہے مگر علامہ شامی نے اس کے تحت تحریر فرمایا:

وقال تلميذه العلامة قاسم في تصحيح القدوري: إن رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن الائمة الثلاثة إلى اليوم من حكاية القولين[3].

آپ نے رد المحتار کی طرف امام کے رجوع کے قول کو منسوب کر دیا یہ بھی غلط ہے، رد المحتار میں رجوع کا

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲،ص: ۱۷-۱۸، كتاب الصلاة،مطلب: في الصلاة الوسطى، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۲)- فتح القدير، ج:۱ ،ص: ۲۲٤، كتاب الصلاة، باب المواقيت، بركات رضا، پور بندر.

(۳)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲،ص:۱۷، كتاب الصلاة، مطلب: في الصلاة الوسطى، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

رد فرمایا ہے جیساکہ ابھی عبارت گزری شاید آپ کو رد المحتار اور در مختار میں دھوکا لگا رد المحتار در مختار کا حاشیہ ہے جو علامہ شامی کی تصنیف ہے، رد المحتار کو شامی بھی کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

③ صبح کاذب کے ساتھ کوئی حکم شرعی (روزے کا) متعلق نہیں، صبح صادق کے ساتھ متعلق ہے۔ ان راتوں میں ان بلاد میں بھی حکم روزے کے لیے وہی ہوگا کہ صبح صادق کے طلوع سے لے کر غروب آفتاب تک امساك عن الاكل والشرب فرض ہوگا، اس میں روزہ داروں پر تھوڑی سی مشقت ضرور ہے لیکن روزے کی مشروعیت ہی مشقت کے لیے ہے، کیا ایسا نہیں ہوتا کہ لوگ اپنے نجی کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے چوبیس چوبیس گھنٹے کچھ نہیں کھاتے پیتے پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے ثواب کے لیے تھوڑی سی مشقت نہ اٹھائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

④ یہ سارے بلاد دار الحرب ہیں اور دار الحرب میں جمعہ صحیح نہیں کسی ملک کے دار الاسلام ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے اگر کوئی ملک ایسا ہے جس پر کبھی بھی مسلمانوں کا قبضہ نہیں ہوا تو وہ دار الحرب ہی رہے گا اگرچہ مسلمان وہاں بود و باش اختیار کریں، انھیں اجازت ہو کہ وہ اپنے مذہبی معمولات جیسے چاہیں ادا کریں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاوی رضویہ جلد سوم میں فرماتے ہیں:

”جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی نہ اب ہے وہ اسلامی شہر نہیں ہو سکتے، نہ وہاں جمعہ وعیدین جائز ہوں اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شعائر اسلامیہ کو نہ روکتے ہوں، اگرچہ وہاں مساجد بکثرت ہوں اذان واقامت جماعت علی الاعلان ہوتی ہو، اگرچہ عوام اپنے جہل کے باعث جمعہ وعیدین بلا مزاحمت ادا کرتے ہوں جیسے کہ روس، جرمن، فرانس، پرتگال وغیرہا اکثر بلکہ شاید کل سلطنت ہائے یورپ کا یہی حال ہے۔(1)

اسی میں ہے: شرح نقایہ میں کافی سے ہے: ”دار الإسلام ما يجري فيه حكم إمام المسلمين“(2)

اس سے ظاہر ہو گیا ہے کہ ہالینڈ وغیرہ میں جمعہ وعیدین صحیح نہیں اس لیے کہ وہ دار الحرب ہیں۔ لیکن جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہو وہاں عوام کو منع نہ کیا جائے جیسا کہ دیہات میں جمعہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت عظیم

---

(1)- فتاوی رضویہ، ج۳، ص: ۷۱۶، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

(2)- فتاوی رضویہ، ج۳، ص: ۷۱۶، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

البرکت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ رہ گیا بود و باش کا معاملہ اگر حکومت مسلمانوں کو ان کے مذہب کے خلاف کسی کام کے کرنے پر مجبور نہیں کرتی، وہاں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے تو وہاں مسلمانوں کے رہنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حبشہ میں صحابۂ کرام نیز لنکا اور مالا بار میں تابعین نے آکر سکونت اختیار کی اور چین میں چھٹی صدی سے مسلمان رہ رہے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

⑤ مجلس علما کا یہ فیصلہ صحیح اور حق ہے کہ اس میں احناف کا مختار اصل مذہب امام اعظم پر عمل ہے اور ضرورتاً بقدر ضرورت صاحبین کے مذہب پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۰] وارثی حضرات عقیدۃً سنی ہیں

مسئلہ فی الوقت دیوا شریف کے معتقدین مریدین کو علماے اہل سنت کیا سمجھتے ہیں، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

محمد منصور عالم ضیائی، امام مسجد لایاباد، پاور ہاوس، دھنباد، بہار

الجواب

وارثی حضرات عقیدۃً سنی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۱] جہاں چھ مہینے کا دن ہوتا ہے اور چھ مہینے کی رات، وہاں نماز کیسے پڑھیں؟

مسئلہ جہاں پر چھ ماہ کے دن اور رات ہوتے ہیں وہاں کے مسلمانوں پر روزہ، نماز، حج اور زکاۃ فرض ہے؟ اگر ہے تو کس طرح؟

مولوی نثار احمد، پیگاپور، سلطان پور

---

(۱)- مجلس شرعی کے فیصلے میں ہے:

یورپ اور امریکہ وغیرہ کے بلاد میں جہاں عوام وخواص جمعہ وعیدین ادا کر رہے ہیں اور غیر مسلم حکومتوں کی طرف سے انھیں اجازت ہے، وہاں جمعہ وعیدین سے انھیں روکنا سخت مفاسد کا باعث ہوگا، جن کی تفصیل مقالات میں موجود ہے۔ اس لیے بالاتفاق دفع فساد مظنون بظن غالب کی خاطر اور اکثر مندوبین کے نزدیک بوجہ عموم بلوی بھی امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک پر عمل کرنے اور جمعہ وعیدین ادا کرنے کی اجازت ہوگی، ساتھ ہی خواص کو ظہر ادا کرنے کا بھی حکم ہوگا۔ (مجلس شرعی کے فیصلے، فیصلہ:۱۵، ص:۲۱۰، ناشر مجلس شرعی) محمود علی مشاہدی

الجواب

وہاں آبادی ہی نہیں، نہ مسلمان ہیں نہ کافر، وہاں زمین پر صرف برف ہی برف بارہ مہینے جمی رہتی ہے، نہ مکان بن سکتا ہے، نہ زراعت ہو سکتی ہے، نہ آدمی وہاں زیادہ دن تک جی سکتا ہے، پینے کو پانی بھی میسر نہیں ہوگا، جم کر برف ہو جائے گا۔ نہ جب وہاں آبادی ہے، نہ آبادی ممکن تو اس سوال سے کیا فائدہ؟

آدمی جس واقعے میں مبتلا نہ ہو اس کے بارے میں سوال کرنے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے، لیکن شریعت مطہرہ کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں ---اگر وہاں کوئی مسلمان پہنچ جائے تو وہ ہر چوبیس گھنٹے کا ایک دن رات فرض کرے۔ بارہ گھنٹے کی رات، بارہ گھنٹے کا دن اور اسے تقسیم کرکے پانچوں وقت کی نمازوں کا حساب بنالے جیسا کہ حدیث میں دجال کے خروج کے ایام کے بارے میں آیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷/۳/۱۴۱۸ھ

[۱۲] نصف النہار شرعی و حقیقی جاننے کا طریقہ

مسئلہ ہماری مسجد میں جمعہ کی اذان دوپہر ۱۲:۳۰ بجے دی جاتی ہے۔ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ دوپہر ۱۲:۳۰ بجے زوال آفتاب کا وقت ہوتا ہے، اس لیے زوال کے بعد اذان جمعہ دی جانی چاہیے اور اس دوران کوئی بھی نماز نہیں پڑھی جانی چاہیے۔ ایک صاحب نے اکسیر ہدایت ص:۸۶، پر جمعہ کی فضیلت میں بیان فرمایا ہوا یہ اقتباس پیش کیا: دوپہر ڈھلے آتش دوزخ بھڑکائی جاتی ہے مگر جمعہ کے دن نہیں بھڑکاتے۔ اس اقتباس کی روشنی میں دوسرے صاحب کا کہنا ہے کہ زوال آفتاب کے وقت بھی جمعہ کی اذان دی جا سکتی ہے اور نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ مسئلہ کی رو سے جواب مرحمت فرمائیں۔

محمد انور خطیب مدینہ مسجد، ہبلی، کرناٹک

الجواب

اندازہ ہے کہ ساڑھے بارہ بجے آپ کے یہاں بعض موسموں میں ظہر کا وقت نہیں ہوتا ہوگا، طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک جو وقت ہے اس کے نصف کے بعد اگرچہ ایک ہی منٹ بعد سہی ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے کسی نماز کا وقت نہیں بلکہ وقت مکروہ ہے جس میں کوئی بھی نماز پڑھنی جائز نہیں، دوپہر سے پہلے وقت مکروہ نصف النہار شرعی سے شروع ہوتا ہے اور نصف النہار حقیقی تک رہتا ہے۔ صبح صادق سے غروب

آفتاب تک جو وقت ہے یہ نہار شرعی ہے اور اس کے نصف کا جو وقت ہے وہ نصف النہار شرعی اور ضحوہ کبری ہے۔ فرض کیجیے کہیں ۶ / بجے دن نکلتا ہو اور ۶ / بجے ڈوبتا ہو تو دوپہر میں ٹھیک بارہ بجے نصف النہار حقیقی ہے اور اس کے بعد ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اب اگر وہاں صبح صادق ۴ ½ (ساڑھے چار) بجے ہوتی ہے تو نہار شرعی ساڑھے تیرہ گھنٹے کا ہوا اس کا نصف سوا گیارہ بجے شروع ہوگا یہ نصف النہار شرعی اور ضحوہ کبری ہے۔ اس جگہ سوا گیارہ بجے سے بارہ بجے تک وقت مکروہ ہے، (اس وقت) کوئی بھی نماز پڑھنی جائز نہیں نہ جمعہ کو، نہ دوسرے دنوں میں، جس نے یہ کہا کہ دوسرے دنوں میں جائز نہیں صرف جمعہ کو جائز ہے اس نے غلط فتوی دیا جو حدیث کے بھی خلاف ہے اور احناف کے مذہب مفتی بہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کے بھی خلاف ہے۔

مسلم شریف وغیرہ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: "ثلاث ساعات كان رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- ينهانا أن نصلي فيهن (إلى أن قال) وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس"(۱).

تین وقتوں میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھنے سے منع فرمایا (یہاں تک فرمایا) اور دوپہر کو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے۔

اس حدیث میں جمعہ کا استثنا نہیں لہذا یہ جمعہ کو بھی شامل۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: وكره تحريما صلاة ولو قضاء مع شروق و استواء و غروب إلا عصر يومه"(۲).

استوا کے تحت شامی میں ہے: أو المراد بالنهار هو النهار الشرعي، وهو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به"(۳).

جمعہ کے دن وقت زوال نماز نفل کے بارے میں فرمایا کہ یہ خلاف متون و شروح ہے۔(۴) اس لیے جمعہ کے دن بھی اس وقت نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ هو الله تعالى اعلم

---

(۱)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۲۷٦، كتاب الصلاة، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۳۰-۳۲، كتاب الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۳۰، كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۴)- در مختار میں ہے: كره تحريما صلاة مطلقا ولو على جنازه وسجدة تلاوة وسهو مع شروق و استواء إلا يوم الجمعة على القول الثاني الصحيح المعتمد، كذا في الأشباه.
علامہ شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:
قوله: "المصحح المعتمد" اعترض بأن المتون والشروح على خلافه. [ج:۱، ص:۳۷۲، كتاب الصلاة] مشاہدی

[۱۳] وقت مکروہ جاننے کا آسان طریقہ

مسئلہ جمعہ کے دن زوال کے وقت اذان دینا، یا نماز تحیۃ المسجد، یا نماز تحیۃ الوضو، یا اور کوئی دوسری نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟ چوں کہ یہاں پر بعض کہتے ہیں کہ جمعہ کی فضیلت کی بنا پر وقت زوال نماز جائز ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وقت زوال کسی دن میں کوئی نماز جائز نہیں ہے جس کی بنا پر اختلاف واقع ہے تفصیلی جواب عنایت فرمائیں اور شکریہ کا موقع دیں۔

محمد آیت، جامع مسجد بلو حسن کرناٹک

الجواب

زوال کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ سورج نصف النہار سے ڈھل جائے اس وقت ہر نماز بلا کسی کراہت کے جائز ہے مگر عوام اپنے عرف میں زوال سے مراد استوا لیتے ہیں یعنی ٹھیک دوپہر جب کہ سورج ٹھیک خط استوا پر پہنچے یہ وقت بمشکل ایک سکنڈ ہوتا ہے نماز کا ارادہ کرتے کرتے نکل جائے گا شریعت میں جس وقت نماز مکروہ ہے اس سے مراد ضحوۂ کبری سے لے کر نصف النہار حقیقی یعنی استوا تک مراد ہے۔ ضحوہ کبری وقت استوا سے تقریباً ۴۰ / ۴۵ منٹ پہلے شروع ہوتا ہے اس کے استخراج کا سب سے آسان صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس دن کا ضحوۂ کبری نکالنا ہو اس دن فجر کے وقت کا نصف وقت استوا سے گھٹا دیں۔ یہی ضحوی کبری کی ابتدا کا وقت ہوگا۔ اس کو یوں سمجھیں کہ کسی دن فجر کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہو اور سورج چھ بجے طلوع کرتا ہو اور چھ بجے غروب ہوتا ہو تو وقت استوا یعنی نصف النہار حقیقی ٹھیک بارہ بجے ہوگا اور ضحوۂ کبری سوا گیارہ بجے شروع ہو جائے گا۔ سوا گیارہ بجے سے لے کر ٹھیک بارہ بجے تک وقت مکروہ ہے۔ بربنائے مذہب امام اعظم صحیح و معتمد مختار للفتوی جمعہ کے دن بھی اس وقت کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ نفل۔ تنویر الابصار میں ہے:

(وكره) تحريما وكل ما لا يجوز مكروه (صلاة) مطلقا (ولو) قضاء أو واجبة أو نفلا أو (على جنازة وسجدة تلاوة وسهو مع شروق واستواء).(۱)

شامی میں ہے:

أو المراد بالنهار الشرعي وهو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس وعلى

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج:۲، ص:۳۰-۳۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به ... لكن شراح الهداية انتصروا لقول الإمام. لكن لم يعول عليه في شرح المنية والإمداد ولذا منع علماؤنا عن سنة الوضوء وتحية المسجد وركعتي الطواف ونحو ذلك فإن الحاظر مقدم على المبيح.(۱) ملخصا۔

لیکن امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ خاص جمعہ کے دن اس وقت نماز پڑھنا جائز ہے مکروہ نہیں۔ در مختار میں ہے:

إلا يوم الجمعة على قول الثاني المصحح المعتمد كذا في الأشباه، ونقل الحلبي عن الحاوي أن عليه الفتوى.(۲)

اگرچہ صحیح و معتمد مختار للفتوی والعمل حضرت امام اعظم ہی کا مذہب ہے کہ جمعہ کے دن بھی اس وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اس وقت جمعہ کی اذان بالاتفاق ممنوع ہے اس لیے کہ وقت سے پہلے اذان جائز نہیں اور استوا سے پہلے بلکہ استوا کے وقت تک ظہر یا جمعہ کا وقت ہی نہیں ہوتا اور اگر اس وقت اذان دی جائے گی تو وقت سے پہلے ہوگی، عالم گیری میں ہے:

تقديم الأذان على الوقت في غير الصبح لا يجوز اتفاقا، وكذا في الصبح عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وإن قدم يعاد في الوقت هكذا في شرح مجمع البحرين لابن الملك وعليه الفتوى.(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۰۴ھ

[۱۴] اگر کوئی حنفی مثل دوم میں عصر کی نماز پڑھ لے تو وہ نماز ہوگی یا نہیں

مسئلہ شافعی مسجد میں حنفی امام عصر کی نماز اس وقت پڑھتا ہے جب کہ حنفیہ میں موخر کرکے نماز پڑھنا افضل ہے، اگر اس وقت نماز پڑھے تو نماز ہوگی؟ مجھے قوی امید ہے کہ پہلی فرصت میں جواب دیں گے۔

آصف منصور، کلیان، اندھیری، مہاراشٹر

---

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، ج:۲، ص:۳۱، ۳۲، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، ج:۲، ص:۳۱، ۳۲، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۰، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، دار الكتب العلمية، بيروت.

الجواب

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں مثل ثانی شروع ہوتے ہی عصر کا وقت ہوجاتا ہے جب کہ ہمارے یہاں مثل ثانی ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ مثل ثانی تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ اب اگر کسی حنفی نے مثل ثانی میں عصر کی نماز پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ یہی صحیح اور مختار ہے۔ لیکن حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہما اس خصوص میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مطابق ہیں کہ مثل ثانی شروع ہوتے ہی عصر کا وقت ہوجاتا ہے۔ اب اگر یہ امام صاحبین کے اس مذہب کو مختار اور راجح سمجھتا ہے تو اس کی نماز مثل دوم میں ہوجائے گی[1]۔ واللہ تعالی اعلم

۹ ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ

[۱۵] مغرب اور عشا کی اذانوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے

مسئلہ مغرب اور عشا کی نمازوں کے لیے اذانوں کے درمیان چھوٹی بڑی راتوں میں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنے وقت کا فاصلہ ہونا چاہیے؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مغرب اور عشا کی نمازوں کے لیے اذانوں کے درمیان چھوٹی راتوں میں ایک گھنٹہ سترہ منٹ اور بڑی راتوں میں ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ کا فاصلہ ہونا چاہیے، کیا یہ قول صحیح ہے؟

عبد الرشید، مدرسہ قادریہ، چشتیہ، پوسٹ کپتان گنج، ضلع بستی

الجواب

مغرب اور عشا کی اذانوں کے درمیان کا فاصلہ گھنٹوں سے متعین کرنا درست نہیں۔ حکم یہ ہے کہ وقت سے پہلے اذان کہنا جائز نہیں جب وقت ہوجائے تو بلا تاخیر اذان کہی جاسکتی ہے بعض بلاد میں غروب آفتاب کے بعد عشا کا وقت ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ پر ہوتا ہے وہ بھی بعض موسم میں، وہیں دوسرے موسم میں مغرب کا وقت ایک گھنٹہ پینتیس منٹ رہتا ہے اور یہ جاڑے گرمی پر موقوف نہیں اس کا مدار طول البلد و عرض البلد پر ہے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- ملفوظات اعلی حضرت میں ہے:
عرض: اگر قبل دو مثل کے عصر کی نماز پڑھ لی جائے تو ہوجائے گی؟
ارشاد: ہاں قول صاحبین کے نزدیک ہوجائے گی۔
عرض: کیا اعادہ واجب نہ ہوگا؟
ارشاد: فرض نہ ہوگا کہ اس قول پر بھی فتوی دیا گیا ہے اگرچہ صحیح و معتمد قول امام ہے۔ (حصہ اول، ص: ۸۳، ۸۴، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) محمد نسیم مصباحی

[۱۶] بریلی ومضافات اور اترپردیش کے اوقات صلات کا ذکر فتاوی رضویہ وبہار شریعت سے

مسئلہ حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض یہ ہے کہ اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاوی رضویہ جلد دوم میں اوقات نماز کے بیان میں کئی مقام پر لکھا ہے: ان بلاد میں فلاں نماز کا وقت اتنے بجے سے اتنے بجے تک ہے تو "ان بلاد" سے کون شہر مراد ہیں؟

عبد الرشید، مدرسہ قادریہ، چشتیہ، پوسٹ کپتان گنج، ضلع بستی

الجواب

فتاوی رضویہ میں بریلی شریف اور اس کے عرض البلد وطول البلد میں واقع مقامات مراد ہیں جس کو آپ آسانی سے یوں سمجھیں کہ بریلی شریف اور اس کے قرب وجوار کے مقامات مراد ہیں جو اوقات اس موقع پر لکھے گئے ہیں وہ تقریبی ہیں صحیح وقت بہ تعین منٹ نہیں اس کے لیے کسی ماہر توقیت کی طرف رجوع لازم ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۷] ***************

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

بہار شریعت میں نماز کے اول وقت اور آخر وقت کا جو بیان ہے اس میں یہ ہے کہ مغرب اور فجر کی نماز کا وقت کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ اور زیادہ ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ ہے، کیا یہ وقت ہندوستان کے ہر حصہ کے لیے ہے؟

عبد الرشید، مدرسہ قادریہ، ضلع بستی

الجواب

بہار شریعت میں ان بلاد کا جو لفظ ہے وہ یوپی پر صادق ہے۔ ہندوستان کے ہر حصہ کے لیے نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۸] مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے

مسئلہ مغرب کی نماز کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے؟ مغرب کی جماعت کسی مجبوری کی بنا پر چھوٹ گئی تو کوئی شخص اپنی نماز جو پڑھے گا تو یہ نماز اس کی ادا ہوئی یا قضا ہوئی تحریر فرمائیں، اور کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرمائیں۔

منصور علی رضوی، سیڈاولی، پوسٹ: جہاں گیر پور، ضلع: مراد آباد، یوپی

الجواب

مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر شفق ابیض کے غروب تک ہے، مقدار ہمارے ان دیار میں کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ چھتیس منٹ ہے، لیکن بلا عذر دیر کرنا مکروہ ہے اگر کسی نے جماعت کے بعد فوراً اپنی نماز پڑھی تو بلا شبہہ اس کی نماز ادا ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰ر ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

[۱۹-۲۲] جماعت کے مقررہ وقت میں بلا وجہ تاخیر کرنا کیسا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں نماز جمعہ کے لیے اذان اول ار بجے اور اذان ثانی ار بج کر ۴۰ر منٹ پر ہونے کا ہمیشہ سے وقت مقرر ہے، نمازی حضرات جن میں اکثر ملازم وغیرہ ہوتے ہیں اسی مقررہ وقت کے حساب سے شریک نماز جمعہ ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک سنی واعظ تشریف لائے جو دو بجے تک تقریر فرماتے رہے۔ دو بجے امام مسجد نے مزید تقریر شروع کر دی۔ تمام مقتدی پریشان تھے کہ یہ تقریر جانے کب ختم ہوگی۔ بالآخر ۲ر بج کر ۲۰ر منٹ پر ایک مقتدی نے کہا کہ امام صاحب گھڑی دیکھیے اب تقریر کا ٹائم ہے کیا؟ ۲ر بج کر ۴۰ر منٹ پر تقریر ختم ہوئی۔ بعد جمعہ امام صاحب نے مقتدی مذکور کو ڈانتے ہوئے کہا کہ تو منافق ہے تو کافر ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ

❶ بلا ضرورت تقریر لمبی کرنا اور وقت مقررہ سے ۴۵ر منٹ تاخیر کر کے اذان ثانی دلوا کر مقتدیوں کو پریشان کرنا کیسا ہے؟

❷ حدیث پاک کے مطابق کسی مسلمان کو کافر و منافق کہنے والا خود کیا ہے؟

❸ کسی مسلمان کو مجمع عام میں منافق و کافر کہنے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

❹ یہ کہنا کیسا ہے کہ کسی کی پیشانی پر تو مومن یا منافق لکھا ہوا ہے نہیں، جو بار بار گھوپا گھاپی کرے وہ منافق ہی ہے۔

یہاں لوگ بڑی تشویش میں مبتلا ہیں، اس لیے حکم شریعت جاری فرما کر جواب سے جلد نوازیں۔

مشتاق علی قاضی، سجان گڑھ

۲۴ر شوال المکرم ۱۴۰۷ھ

الجواب

(۱-۴) نماز اور اذان کے اوقات جو مقرر کر دیے جاتے ہیں وہ لوگوں کی آسانی کے لیے ہے، اگر سارے نمازی جو اس مسجد میں نماز پڑھنے کے عادی ہیں جمع ہو جائیں تو امام کو خطبہ اور نماز شروع کر دینی چاہیے یہی بہتر ہے، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ نمازیوں میں ملازم بھی ہوں جنھیں محدود وقت کے لیے نماز پڑھنے کی اجازت ملتی ہے لیکن اگر کسی اہم ضرورت کی بنا پر تاخیر ہو جائے تو گناہ بھی نہیں۔ واعظ اور امام کو لازم ہے کہ وہ حاضرین کی ضرورتوں اور ان کے احوال کا خیال کریں، نماز میں قدر مسنون سے زائد قراءت کرنے پر حضور ﷺ نے صحابۂ کرام پر عتاب فرمایا اور ارشاد فرمایا ہے: إذا صلی أحدکم للناس فلیخفف فإن منهم الضعیف والسقیم وإذا صلی أحدکم لنفسه فلیطول ما شاء"[۱].

امام نے ایک مسلمان کو منافق کہا، امام پر فرض ہے کہ اس مسلمان سے معافی مانگے اور توبہ کرے، اگر امام اس مسلمان سے معافی نہ مانگے توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، اسے امامت سے معزول کرنا واجب ہے۔

حدیث میں ہے: "سباب المسلم فسوق"[۲]۔

غنیہ میں ہے: "لو قدموا فاسقا یأثمون بناءً علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم"[۳].

در مختار میں ہے: "کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها"[۴]. واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۳] امام کو چاہیے کہ وقت مقررہ کی پابندی کرے

مسئلہ راجہ مبارک شاہ بابا کی جامع مسجد میں مختلف اوقات میں نماز جمعہ پڑھائی جاتی ہے۔ نماز جمعہ کا کوئی وقت متعیّن نہیں ہے جس کی وجہ سے عوام و خواص و مصلیان نماز جمعہ میں بہت بے چینی پائی جاتی ہے ایسی صورت میں نماز جمعہ کے لیے کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب صادر فرمائیں۔

شاہد حسین، پرانی بستی لال چوک، مبارک پور، اعظم گڑھ

---

(۱)- صحیح البخاري، ج:۱، ص:۹۷، کتاب الأذان، باب إذا صلی أحدکم لنفسه فلیطول ماشاء، مجلس البرکات، مبارك فور.

(۲)- صحیح البخاري، ج:۲، ص:۸۹۳، کتاب الأدب، باب ما ینهی عن السباب واللعن، مجلس البرکات، مبارك فور.

(۳)- غنیة المستملي شرح منیة المصلي، ص:۵۱۳، فصل الإمامة، سهیل اکیڈمي، لاهور.

(۴)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۱٤۷-۱٤۸، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

الجواب

امام کو چاہیے کہ نماز کے لیے جو وقت مقرر ہے اس کی پابندی کرے نمازیوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، بیمار، کمزور، بوڑھے، ضرورت مند، وہ مقررہ وقت کا لحاظ کر کے مسجد میں حاضر ہوتے ہیں، تاخیر سے انھیں اذیت ہوتی ہے اور الجھن، اس کا امام کو لحاظ کرنا ضروری ہے، ہاں کبھی بوقت ضرورت پانچ دس منٹ کی تاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ عند الضرورت زیادہ تاخیر بھی کی جا سکتی ہے، نماز بہر حال ہو جائے گی خواہ تاخیر تھوڑی ہو یا زیادہ بضرورت ہو یا بلا ضرورت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/ ذوالحجہ، ۱۴۱۴ھ

[۲۴] جماعت کے وقت مقررہ سے بلا وجہ تاخیر کرنا ناپسندیدہ ہے

مسئلہ ہمارے امام صاحب جو خیر سے عالم بھی ہیں نماز میں تاخیر کرتے ہیں خاص طور سے جمعہ کی نماز میں وقت نماز سے آدھے آدھے گھنٹے لیٹ ہو جاتے ہیں، ہمارے یہاں جمعہ کی اذان ۱۲/ ۵۵ پر ہوتی ہے اور خطبہ کا ٹائم ڈیڑھ بجے کا ہے، قبلہ امام صاحب سوا ایک بجے مسجد میں رونق افروز ہوتے ہیں اور پھر تقریر شروع کرتے ہیں۔ اب وہ کب تقریر ختم کر کے خطبۂ جمعہ پڑھیں گے کچھ کہا نہیں جا سکتا، غرض یہ کہ نماز کا ٹائم مقرر نہیں ہونے سے نمازیوں کو پریشانی ہوتی ہے جب کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو قراءت مختصر کرے کیوں کہ تم میں مریض بھی ہیں اور بوڑھے بھی ہیں۔ کیا ایسے مریض اور بوڑھے جو زیادہ دیر نہ وضو رکھ سکتے ہوں اور نہ بیٹھ سکتے ہوں وہ اس حدیث سے باہر ہیں اور پھر آج کل کے اس زمانے میں لوگوں کو نماز میں وقت دینا ویسے بھی بھاری ہے، سیکڑوں بہانے مجبوری کے موجود ہیں اس حالت کو دیکھتے ہوئے کچھ لوگ دوسری مسجدوں میں جانے لگے ہیں جہاں امام غلط عقائد کے ہیں تو ان کی نماز بوجہ مجبوری ہوگی یا نہیں اور اگر نہیں تو اس کا ذمہ دار کون؟ کیا نماز کے لیے پابندی وقت صرف مقتدیوں کے لیے ہی ہے اور ائمہ وعلما حضرات اس سے بری ہیں؟

شکیل احمد، تکیہ عالم شاہ، جے پور، راجستھان

الجواب

آسانی کے لیے ضروری ہے کہ نماز کا وقت مقرر کر دیا جائے اور امام کو اس کی پابندی کرنی چاہیے، جب مسجد میں جماعت کے پابند نمازی جمع ہو جائیں تو صرف تقریر سنانے کے شوق میں تاخیر کرنا وہ بھی اتنی تاخیر کہ لوگ گھبرا جائیں حتی کہ دوسری مسجدوں میں چلے جائیں سخت ناپسندیدہ ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ

تعالی عنہ ایک مسجد میں امام تھے عشا کی نماز میں بہت لمبی قراءت پڑھتے تھے جس سے لوگ گھبراتے تھے، حضور ﷺ کی خدمت میں شکایت کی گئی تو حضور اقدس ﷺ نے انھیں سرزنش فرمائی، فرمایا: "یا معاذ أ فتان أنت"[1] امام پر اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے مگر اس کی وجہ سے بدمذہب کی اقتدا کی اجازت نہیں جو لوگ بدمذہب کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں وہ نمازیں ضائع کرتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

۱۵ / رجب ۱۴۱۴ھ

[۲۵] جس نے فجر کی سنت جماعت سے پہلے نہیں پڑھی وہ سنت کب پڑھے

مسئلہ زید آیا اور فجر کی نماز ہو رہی تھی وہ بغیر سنت پڑھے ہوئے جماعت میں شریک ہو گیا پھر اس کے بعد سنت ادا کی، کیا اس کا ادا کرنا صحیح ہے؟

محمد الیاس خاں نوری، پوسٹ مقام گائڈ، تحصیل، بائیڈ، ضلع ساور کانٹھا (گجرات)

الجواب

فجر کی جماعت کے بعد سے طلوع آفتاب تک سنن ونوافل پڑھنا مکروہ ہے، زید کو آفتاب نکلنے سے پہلے سنت نہیں پڑھنی چاہیے تھی آفتاب نکلنے کے بیس منٹ بعد زوال سے پہلے پڑھے۔[2] واللہ تعالی اعلم

[۲۶] عصر کے بعد قضا نماز پڑھنا بلا کراہت جائز

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید نے اول وقت میں منفرداً یا جماعت سے نماز عصر ادا کرلی۔ بعد ادائگی نماز عصر نماز نفل پڑھنا تو منع ہے تو کیا کسی وقت کی مثلاً ظہر کی قضا نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ مفصل و مدلل تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

جعفر حسین مقام اسلام نگر ضلع بریلی، یوپی

۳ / جمادی الاولی ۱۴۱۲ھ

الجواب

عصر کے فرض کے بعد نوافل مکروہ ہیں مگر قضا پڑھ سکتا ہے، قضا بلا کراہت درست ہے، تنویر الابصار

(۱)- الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۱۸۷، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی العشاء، مجلس البرکات، مبارک فور.

(۲)- بہار شریعت میں ہے:
نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اگرچہ وقت وسیع باقی ہو اگرچہ سنت فجر فرض سے پہلے نہ پڑھی تھی اور اب پڑھنا چاہتا ہو جائز نہیں۔ [عالم گیری، رد المحتار۔ بہار شریعت، حصہ سوم، ص:۴۵۷، نماز کے وقتوں کا بیان۔ اوقات مکروہہ کا بیان] مشاہدی

ودر مختار میں ہے: وكره نفل (إلى أن قال) بعد صلاة فجر وصلاة عصر لا يكره قضاء فائتة لو وترا۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۷] صبح صادق اور فجر کے فرض کے مابین سنت فجر کے علاوہ نماز نفل مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ نماز فجر کی اذان کے بعد سے ادائے فجر فرض نماز تک سوائے سنت کے اور کوئی نفل نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب معتبرہ ارقام فرمائیں۔ وعند اللہ ماجور ہوں۔ بینوا توجروا

عبد الغفار خاں، نرعین گاؤں، چندیر، ضلع پونہ، مہاراشٹر

الجواب

صبح صادق کے طلوع اور فجر کے فرض کے مابین سنت فجر کے علاوہ نفل نماز مکروہ ہے اور یہ مکروہ مکروہ تحریمی ہے۔ تنویر الابصار اور در مختار میں ہے: وكره نفل قصدا ... بعد صلاة فجر و صلاة عصر و بعد طلوع فجر سوى سنته اهـ[2].

اس کے تحت شامی میں ہے: والكراهة ههنا تحريمية أيضا كما صرح به في الحلية، ولذا عبر في الخانية والخلاصة بعدم الجواز، والمراد عدم الحل لا عدم الصحة كما لا يخفى[3]. واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳؍ رجب ۱۴۱۰ھ

[۲۸] تہجد کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ تہجد کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے؟ بالتفصیل تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

کرم حسین حشمتی، مقام یاصف جوٹ، پوسٹ ٹنڈولا، بستی، یوپی

---

(۱)- تنوير الأبصار والدر المختار، كتاب الصلاة، ج:۲، ص:۳٦، ۳۷، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص:۳٦، ۳۷، كتاب الصلاة دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- رد المحتار مع الدر المختار، ج۲، ص:۳٦، كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، دار الكتب العلمية، بيروت.

الجواب

عشا کی نماز پڑھ کر کچھ دیر سو کر اٹھنے کے بعد تہجد کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے۔ صبح صادق طلوع ہوتے ہی تہجد کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ صبح صادق طلوع ہونے کے بعد تہجد پڑھنا مکروہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۶ر جمادی الاولی ۱۴۰۰ھ

[۲۹] فجر و عصر کی نماز اگر واجب الاعادہ ہو تو اس کا اعادہ کب کریں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ: فجر یا عصر کی نماز باجماعت میں کوئی کراہت (تحریمی یا تنزیہی) آجائے تو اس کا اعادہ اسی وقت کیا جائے گا یا سورج طلوع و غروب کے بعد؟

عبد النبی محمد اعجاز احمد، بیگم پور، سمستی پور، بہار

۳ر جمادی الاولی، ۱۴۰۴ھ

الجواب

فجر میں سورج طلوع ہونے سے پہلے اور عصر میں سورج غروب ہونے سے پہلے اعادہ کرے وقت نکلنے کے بعد اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۰] نماز فجر پڑھتے وقت اگر سورج نکل آئے تو نماز باطل ہو جائے گی

مسئلہ زید کہتا ہے کہ اگر کسی شخص نے طلوع آفتاب سے پہلے نماز شروع کی اور ایک رکعت کے بعد سورج نکل آیا تو نماز فجر ادا ہو جائے گی اور اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ بکر کہتا ہے کہ نماز قطعی نہیں ہوگی اعادہ کی ضرورت ہے۔ بکر اپنے قول کی تائید میں شرح الوقایہ، جلد اول، ص:۱۳۱ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے: لا یجوز صلاة وسجدة تلاوة وصلاة جنازة عند طلوعها وقیامها وغروبها إلا عصر یومه" اور زید یہ بھی پوچھنا چاہتا ہے کہ اگر طلوع آفتاب کے وقت نیند ٹوٹی ہے تو نماز کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے اور اپنے قول کی تائید میں بخاری شریف کی اس حدیث کو پیش کرتا ہے: (حدیث) عن أبی هریرة إذا أدرك أحدكم سجدة من صلاة العصر قبل أن تغرب الشمس فلیتم صلاته وإذا أدرك سجدة عن صلاة الصبح قبل أن تطلع الشمس فلیتم صلاته". صورت مسئولہ میں کون حق پر ہے مدلل مع حوالہ جواب دیں۔

محمد نعیم خاں، دار العلوم فیض النبی، مقام کونڈر، پوسٹ کلواری، ضلع بستی، یوپی

الجواب

ہمارا مذہب یہی ہے کہ اگر نماز فجر کے اثنا میں سورج طلوع کر آئے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ بعد میں اس کی قضا پڑھنا فرض ہے، وجہ یہ ہے کہ فجر کا پورا وقت وقت کامل ہے۔ فجر کے اخیر وقت میں نماز شروع کی تو بھی کامل وقت میں شروع کی۔ اب اس نماز کا کامل طور سے پڑھنا واجب ہے اور طلوع آفتاب کے بعد وقت ناقص آگیا اور اس وقت میں جو نماز پڑھی جائے گی وہ ناقص ہوگی۔ تو نماز واجب ہوئی تھی کامل اور اس کا کچھ جز ناقص ہوا۔ اور نقصانِ جزء نقصانِ کل کو مستلزم تو جیسے واجب ہوئی تھی ویسے ادا نہ ہوئی اس لیے نماز فاسد۔ اور عصر میں غروب آفتاب کے ۲۰ر منٹ پہلے سے وقت مکروہ شروع ہو جاتا ہے اس وقت میں جس نماز کا تحریمہ باندھا وہ ناقص ہی کا ہوگا اس لیے سورج ڈوبنے سے نماز میں جو نقصان پیدا ہوا وہ حارج نہیں کہ ناقص واجب ہوئی اور ناقص ادا کیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ خبر واحد ان کثیر احادیث کے معارض ہے جن میں طلوع آفتاب کے وقت نماز سے ممانعت آئی ہے اور جب دو حدیثوں میں تعارض ہو اور تطبیق کی کوئی صورت نہ ہو تو ان دو میں سے ایک کو قیاس سے ترجیح دی جائے گی، جیسا کہ اصول فقہ میں دلائل سے ثابت ہے اور نماز فجر کے بارے میں قیاس سے ممانعت والی حدیثوں کو ترجیح دی جائے گی اور نماز عصر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث کو ترجیح دی جائے گی، جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۱] صبح صادق سے طلوع آفتاب تک قضا نمازیں پڑھنا مکروہ نہیں

مسئلہ صبح صادق شروع ہونے کے بعد فجر کی سنت سے پہلے اور سنت و فرض کے درمیان قضا نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں کہ نہیں؟ جنتی زیور، ص:۱۹۷ میں درج ہے کہ صبح صادق سے سورج نکلنے تک فجر کی دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض کے سوا دوسری کوئی بھی نماز نفل پڑھنی منع ہے۔

ناظر احمد رضوی، مقام: بلڈیہری، کسیارا، پلاموں، بہار

الجواب

صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے لے کر آفتاب نکلنے تک نماز فجر سے پہلے بھی اور نماز فجر کے بعد بھی قضا نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں اس لیے کہ قضا نمازیں فرض ہیں نفل نہیں اور اس وقت نفل نماز ممنوع ہے فرض ممنوع نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

۱۵ر رجب ۱۴۲۰ھ

[۳۲-۳۵] عصر و فجر کے بعد سجدۂ تلاوت کرنا کیسا ہے

مسئلہ ① عصر اور فجر کے بعد سجدۂ تلاوت ادا کرنا چاہیے کہ نہیں؟ بہت سے لوگ یہ فرماتے ہیں کہ عصر کے بعد قرآن شریف کی تلاوت نہ کرنی چاہیے۔

② اشراق کی نماز کے لیے صبح کی نماز کے بعد کیا اسی جگہ بیٹھا رہنا ضروری ہے جہاں صبح کی نماز پڑھا تھا، یا سورج طلوع ہونے کے بعد دوسری جگہ اشراق کی نماز ادا کی جا سکتی ہے؟

③ سورج کے طلوع و غروب اور زوال کے وقت قرآن شریف کی تلاوت یا تسبیح وغیرہ پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

④ راستہ چلتے ہوئے، کسی سواری پر بیٹھے ہوئے تسبیحات کا پڑھنا اور درود شریف کا پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟

محمد فصیح خاں، معرفت صغیر احمد، زردہ دوکان، ڈالٹین گنج، بہار

الجواب

① فجر کی نماز کے بعد آفتاب طلوع ہونے تک سجدۂ تلاوت کر سکتا ہے اسی طرح عصر کی نماز کے بعد آفتاب کے غروب ہونے سے ۲۰ر منٹ پہلے تک بھی سجدۂ تلاوت کر سکتا ہے اور ان اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت بھی کر سکتے ہیں، البتہ طلوع آفتاب اور زوال[(۱)] کے وقت اور غروب آفتاب کے وقت سجدۂ تلاوت جائز نہیں مکروہ تحریمی ہے اگر ان اوقات کے پہلے آیت سجدہ تلاوت کی ہو جب۔ اور اگر انھیں اوقات میں آیت سجدہ تلاوت کی تو مکروہ نہیں، تنویر الابصار اور در مختار میں ہے: کره تحريما وكل مالا يجوز مكروه صلاة مطلقا ولو قضاء أو واجبة أو نفلا أو على جنازة وسجدة تلاوة وسهو مع شروق واستواء وغروب إلا عصر يومه.[(۲)]

شامی میں ہے: وتبطل إن طرأ عليها إلا صلاة جنازة حضرت فيها وسجدة تليت آيتها فيها.[(۳)]

ان تینوں اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت سے افضل یہ ہے کہ درود شریف پڑھے، یا دوسری دعائیں پڑھے مگر تلاوت ممنوع نہیں۔ افضل یہ ہے کہ دوسرے اذکار کرے بحر الرائق میں بغیہ سے ہے: الصلاۃ

---

(۱)- زوال سے مراد نصف النہار ہے۔ عرف میں زوال وال کر نصف النہار مراد لیتے ہیں، یہاں اسی کے پیش نظر زوال کہا گیا ہے۔ محمد نظام الدین رضوی غفرلہ

(۲)- تنویر الأبصار والدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، ج: ۲، ص: ۳۰ تا ۳۲، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- رد المحتار، كتاب الصلاة، ج: ۲، ص: ۳۰، دار الكتب العلمية، بيروت.

فیها علی النبي صلی الله تعالی علیه وسلم أفضل من قراءة القران". [1]

شامی میں ہے: أي في الأوقات الثلاثة وكالصلاة الدعاء والتسبيح... مفاده أنه لا كراهة أصلا؛ لأن ترك الفاضل لا كراهة فيه." [2]

طلوع آفتاب سے مراد یہ ہے کہ آفتاب کی پہلی کرن چمکنے سے لے کر بیس منٹ ہو جائیں اور غروب سے مراد یہ ہے کہ آفتاب کی اخیر کرن ڈوبنے کے بیس منٹ پہلے اور زوال سے مراد یہ ہے نہار شرعی کے نصف اور نہار عرفی کے نصف کا درمیانی وقت اس کو ضحوۂ کبری کہتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

❷ اشراق کے لیے وہاں بیٹھا رہنا ضروری نہیں اگر کہیں اور جاکر پڑھے تو بھی اشراق کی نماز ہو جائے گی۔ البتہ وہیں اشراق تک بیٹھے رہنے میں ثواب بہت زیادہ ہے، حدیث میں فرمایا گیا اسے پورے عمرے اور حج کا ثواب ملے گا۔ رواه الترمذي. [3] واللہ تعالی اعلم

❸ قرآن کی تلاوت بھی کر سکتے ہیں بلا کراہت جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ دوسرے اذکار کرے۔ واللہ تعالی اعلم

❹ جائز ہے، حدیث میں ہے: كان رسول الله ﷺ يذكر الله في كل حين. واللہ تعالی اعلم

۲۴ر محرم ۱۴۱۲ھ

[۳۶-۳۷] نماز عصر کے بعد قضا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں

مسئلہ ❶ زید عصر کی نماز کے بعد قضا نماز ادا کرتا ہے چاہے کسی روز کی قضا ہو بکر بضد ہے کہ عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز جائز نہیں، زید کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے عصر کی نماز کے بعد سوا نفل نماز کے قضا وغیرہ پڑھ لینا شرعاً جائز ہے، ناجائز نہیں ہے۔ اب بتلائیے کہ شرعا کیا حکم ہے؟ کیا واقعی عصر کی نماز کے بعد قضا نماز ناجائز ہے، اگر ناجائز ہے تو کتاب کا حوالہ دیا جائے تاکہ عوام الناس کرنے سے بچیں۔

❷ بعض لوگ نماز پڑھ لینے کے بعد مصلے کے ایک کونے کو پلٹ دیتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ

---

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، ج:۲، ص:۳۵، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- رد المحتار، ج:۲، ص:۳۵، كتاب الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- عن أنس قال: قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- "من صلى الغداة في جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة. (جامع الترمذي، أبواب السفر، باب ما ذكر مما يستحب من الجلوس في المسجد بعد صلاة الصبح، ج:۱، ص:۷٦، رقم الحديث: ۵۸٦، مجلس البركات، مبارك پور) المشاهدي.

ایسا نہ کرنے سے اس پر یعنی مصلیٰ پر شیطان نماز پڑھیں گے، کیا یہ بات واقعی صحیح ہے؟ صاف بیان فرمائیں کیوں کہ یہ بات اکثر جاہلوں میں مشہور ہے اور بہار شریعت حصہ سولہ میں ہے کہ یہ بے اصل ہے، آپ بھی بیان فرما دیں کہ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

محمد علی، امام مسجد نیچوا پانڈے ٹولہ، خلال پور، گوپال گنج، بہار

۱۶ر ربیع النور، ۱۴۰۹ھ

الجواب

❶ عصر کے بعد نفل مکروہ ہے قضا نمازیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہاں سورج ڈوبنے سے ۲۰ر منٹ پہلے تک کسی بھی نماز کے پڑھنے کی اجازت نہیں (بہار شریعت حصہ سوم) واللہ تعالیٰ اعلم

❷ اس میں کوئی حرج نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ پورا مصلیٰ لپیٹ دیا جائے یا کم از کم آدھے آدھ تہ کر دیا جائے، البتہ اس کو ضروری سمجھنا غلطی ہے۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۸] کیا رات میں بھی زوال ہوتا ہے

مسئلہ سنا ہے رات میں بھی بارہ ساڑھے بارہ بجے رات کا زوال رہتا ہے اور اس وقت بھی کوئی نماز جائز نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اور اس وقت نماز عشا و قضائے عمری وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

سکریٹری ہاشمی لائبریری، پی بی روڈ، کول پیٹھ، ہبلی

۱۸ر صفر ۱۴۰۷ھ

الجواب

رات میں کوئی وقت زوال نہیں بلکہ عشا کا وقت پوری رات ہے جس میں آدھی رات بھی داخل ہے۔ کسی نے اگر عشا نہیں پڑھی ہے اور اس نے آدھی رات کو عشا پڑھی تو نماز ہو گئی البتہ آدھی رات کے بعد عشا کی نماز مکروہ ہے بقیہ قضائے عمری اور نوافل وغیرہ پڑھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- فتاوی رضویہ میں ہے: ابن ابی الدنیا نے قیس بن ابی حازم سے روایت کی، قال: ما من فراش یکون مفروشا لا ینام علیه أحد إلا نام علیه الشیطان. جہاں کوئی بچھونا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے۔ اس حدیث سے اس کی اصل نکل سکتی ہے۔ اور پورا لپیٹ دینا بہتر ہے (جلد سوم، ص: ۵۷۰ رضا اکیڈمی) محمد نسیم مصباحی

[۳۹] رمضان المبارک میں فجر کی جماعت اول وقت میں کرنے میں کوئی حرج نہیں

مسئلہ ملاوی، افریقہ میں صبح صادق ۴؍ بج کر ۳۶؍ منٹ پر ہے، سحری کا وقت ۴؍ بج کر ۳۱؍ منٹ پر ہے، فجر کی اذان ۴؍ بج کر پچاس منٹ پر ہے، فجر کی جماعت ۵؍ بج کر ۵؍ منٹ پر ہے۔ طلوع آفتاب ۶؍ بج کر ۵؍ منٹ پر ہے، زوال ۱۱؍ بج کر ۳۷؍ منٹ پر ہے، غروب آفتاب ۵؍ بج کر ۱۷؍ منٹ پر ہے۔ یہاں پر لوگ کاروباری رہتے ہیں جو کہ صبح سات بجے اپنی دکانیں کھول دیتے ہیں پھر انھیں آرام نہیں ملتا۔ ۵؍ بج کر ۵؍ منٹ پر فجر کا وقت رکھتے ہیں تاکہ سبھی لوگ شریک ہو سکیں مزید وقت بڑھانے سے تین حصہ لوگ سحری کھا کر سو جاتے ہیں جماعت کثیر کرنے کی غرض سے ۵؍ بج کر ۵؍ منٹ پر فجر کا وقت رکھتے ہیں تاکہ ثواب زیادہ ملے یہ عمرو کا قول ہے۔

زید کا قول ہے کہ فجر کی نماز کا ثواب صحیح اس وقت ملتا ہے جب کہ ہر چیز اپنی اصلیت پر نظر آنے لگے۔ عمرو کا قول ہے کہ ایسا کرنے سے بہت سے لوگ فجر کی نماز ضائع کر دیتے ہیں اس لیے ہم مجبوراً فجر کا وقت رمضان میں جلدی رکھتے ہیں تاکہ سبھی لوگ شریک ہو سکیں۔ زید کا قول ہے چاہے لوگ شریک ہوں یا نہ ہوں فجر کی جماعت اس وقت کی جائے جب خوب سویرا ہو جائے۔ فجر کی جماعت میں عجلت صرف ہم رمضان شریف میں کرتے ہیں۔ زید کے اصرار پر عمرو نے فجر کا وقت بڑھایا تو لوگوں کی شرکت کثیر تعداد میں کم ہو گئی۔ کثیر جماعت کرنے کی غرض سے فجر کا وقت جلدی رکھنا بہتر ہے یا کہ سویرا ہو جائے اور قلیل جماعت ہو ان مجبوریوں کے تحت شرعی حکم کیا ہے؟

نقلو داؤد ابراہیم پٹیل، ملاوی

الجواب

یہ صحیح ہے کہ فجر کی جماعت اس وقت پڑھی جائے جب خوب اجالا ہو جائے، حدیث شریف میں فرمایا گیا: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر.(۱)

(۱)- جامع الترمذي، ج:۱، ص:۲۲، باب ما جاء في الإسفار بالفجر، مجلس البركات مبارك پور.

یہی عامہ متون میں ہے: ویستحب الإسفار بالفجر.(1)

لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھ لی جائے اور رمضان شریف میں لوگوں کی نماز فجر کو قضا سے بچانے کے لیے اور جماعت میں شریک کرنے کی نیت سے اگر فجر کی نماز اول وقت میں پڑھ لی جائے تو زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ اس میں اعانت علی الطاعت ہے اور ترک صلاۃ وترک جماعت سے صیانت ہے۔ اس فقیر کا بھی اسی پر عمل ہے کہ ماہ رمضان شریف میں فجر کی نماز اول وقت ہی با جماعت پڑھ لیتا ہے، رمضان المبارک میں اول وقت نماز فجر خود آں حضور ﷺ سے مروی ہے۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:

عن أنس بن مالك أن نبي الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- وزيد بن ثابت تسحرا فلما فرغا من سحورهما [قال نبي الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- إلى الصلاة، فصلى، قلنا لأنس: كم كان بين فراغهما من سحورهما] ودخولهما في الصلاة قال قدر ما يقرء الرجل خمسين آية.(2)

ترجمہ: زید بن ثابت اور حضور اقدس ﷺ نے سحری کھائی اور اتنی دیر کے بعد کہ کوئی قاری پچاس یا ساٹھ آیتیں پڑھ لیتا فجر کی نماز پڑھی۔

ایک حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

كنت أتسحر في أهلي ثم تكون سرعة بي أن أدرك صلاة الفجر مع رسول الله ﷺ.(3)

حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں ہے میں سحری کھا کر بہت تیزی سے مسجد اقدس میں حاضر ہوتا تاکہ نبی ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پالوں۔ واللہ تعالی اعلم

۱۶/ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

[۴۰] جمعہ کے دن زوال کے وقت ہر نماز ممنوع ہے

مسئلہ زید پیری مریدی کے علاوہ مفتی اور شیخ الہند ہونے کا دعوی کرتا ہے اور کیمیاے سعادت کا حوالہ

(۱)- الهداية، ج:۱، ص:٦٦، باب المواقيت، مجلس البركات، مبارك پور.
(۲)- صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۸۲، باب وقت الفجر، مجلس البركات، مبارك پور.
(۳)- صحيح البخاري، ج:۱، ص:۸۲، باب فی وقت الفجر، مجلس البركات، مبارك پور.

دیتے ہوئے ایک فتوی دیا ہے کہ جمعہ کے دن زوال نہیں ہوتا ہے حالاں کہ کتاب مذکورہ منگا کر، ص:۸۴ پر دیکھا گیا تو امام غزالی علیہ الرحمہ نے صراحۃ لکھا ہے کہ اس وقت نماز مت پڑھو لیکن مفتی صاحب نے اپنی طرف سے اضافہ کر کے لکھ دیا کہ لیکن جمعہ کے دن پڑھو جمعہ اس سے بری ہے۔ نیز مشکات، باب اوقات النہی فصل ثانی میں مروی ہے: قال أبو داؤد أبو الخليل لم يلق أبو قتادة. نیز امام صاحب علیہ الرحمہ کی دوسری تصنیف مکاشفۃ القلوب، ص:۶۱۰ پر عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اس پر عمل نہیں ہے۔ مرآۃ المناجیح میں مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ نے بھی کچھ اشارہ کیا ہے۔ آیا مسلک حنفی میں روز جمعہ زوال ہوتا ہے؟ اگر ہے تو شیخ الہند صاحب نے جو اپنی طرف سے بڑھا کر کہ "لیکن جمعہ کے دن پڑھو جمعہ اس سے بری ہے" فتوی دے کر قوم کے اندر انتشار پیدا کر دیا ہے۔ شخص مذکور مفتی بن سکتا ہے؟ اور شریعت سے اس قدر بے خبر پیر سے بیعت جائز ہے؟

نیز جناب کا یہ بھی فرمان ہے کہ حدیث کا جواب حدیث سے چاہیے ورنہ سب کچھ غلط۔ کیا ایک حنفی مفتی اور پیر کہلانے والے شخص کے لیے یہ قول قیاس سے انکار نہیں ہے۔ اور علمائے کرام وائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ اصول شرع چار ہیں تو مذکورہ قول کے تحت ضروریات دین کا منکر ہوئے کہ نہیں اگر ہوئے تو اس پر کیا حکم ہے؟

دوسری طرف مفتی صاحب شریعت مطہرہ کا مذاق اڑاتے ہوئے رمضان المبارک میں دوزخ بند رہنے کا انکار کرتے ہیں اور چڑھاتے ہوئے مولوی کلیم الدین صاحب کو لکھتے ہیں کہ پورے ماہ رمضان کے دوزخی اور ہزاروں برس والے دوزخی اس بند دوزخ کی حالت میں ادوارہ اسٹیشن لائن پر کلیم صاحب پاتے ہیں، آیا حدیث مشہورہ کا انکار کر کے ضروریات دین کا منکر ہو کر خارج از اسلام ہوئے یا نہیں؟ اور جو حضرات مذکورہ تینوں اقوال کے بے جا حمایت میں اول فول بکتے ہوئے لوگوں کو پریشان کریں ان کے لیے کیا حکم ہے بلا کسی رعایت کے مسئلہ حقہ کا واضح بیان فرما کر احسان فرمائیں، ممنون و مشکور ہوں گے۔

شاکر عالم نوری، کلیم الدین، دار العلوم غریب نواز، سلواس، داؤد نگر حویلی، گجرات

الجواب

جمعہ کے دن بھی زوال کے وقت ہر نماز ممنوع ہے جیسا کہ متعدد صحیح حدیثوں میں مروی ہے کہ زوال کے وقت نماز نہ پڑھو اور یہی مذہب حنفی میں مختار و مفتی بہ ہے۔ ہدایہ میں ہے:

لا تجوز الصلاة عند طلوع الشمس و لا عند قيامها في الظهيرة و لا عند غروبها[1].

(۱)- الهداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت، ج:۱، ص:۶۸، مجلس البركات، مبارك پور.

سورج نکلتے وقت اور ٹھیک دوپہر کو اور سورج ڈوبتے وقت نماز جائز نہیں۔

عالم گیری میں ہے: ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة وسجدة التلاوة إذا طلعت الشمس حتى ترتفع وعند الانتصاف إلى أن تزول وعند احمرارها إلى أن تغيب إلا عصر يومه ذلك[1].

(ان جزئیات کی اصل وہ احادیث صحیحہ ہیں جن میں تینوں اوقات میں نماز پڑھنے سے صراحۃ ممانعت فرمائی گئی ہے اور روز جمعہ کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا، لہذا نصف النہار کے وقت نماز کی ممانعت کا یہ حکم روز جمعہ کو بھی عام ہوگا۔ ن م)

ہاں ہمارے ائمہ میں حضرت امام ابو یوسف نے جمعہ کے دن زوال کا استثنا فرمایا، لیکن وہ قول مرجوح ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا مذہب یہی ہے کہ جمعہ کے دن زوال کے وقت بھی نماز مکروہ ہے۔ اور فتوی مطلقا امام کے قول پر ہوتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(۲) غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں کہ براہ راست احادیث سے مسائل کا استخراج کرے، غیر مجتہد پر واجب ہے کہ وہ کسی مجتہد کی تقلید کرے۔ اس شخص پر حیرت ہے کہ وہ ایسی باتیں کرتا ہے۔ کیمیاے سعادت حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے جو مسلکاً شافعی تھے؛ اس لیے حنفی کو یہ جائز نہیں کہ احناف کے خلاف جو مسائل اس میں مذکور ہیں ان پر فتوی دے، یا ان پر عمل کرے اگر یہ شخص قیاس مجتہدین کا منکر ہے تو یقیناً گمراہ بد دین ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(۳) یہ حدیث کہ رمضان کے ایام میں جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں متواتر یا مشہور نہیں اور نہ یہ ضروریات دین سے ہے۔ اس لیے اس کا انکار کفر نہیں البتہ گمراہی ضرور ہے اس لیے کہ حدیث صحیح ہے اور حدیث صحیح کا انکار اگرچہ وہ خبر واحد ہو یقیناً گمراہی ہے اور اس کا تمسخر مستلزم کفر ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۱۵ر شوال ۱۴۱۹ھ

[۴۱] نماز اشراق کب پڑھیں

مسئلہ فجر کی نماز کے بعد اشراق تک اگر تلاوت کی جائے نماز اشراق کا وقت ہو جانے کے بعد اشراق

---

(۱)- الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، ج:۱، ص:۵۸، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

کی نماز سورج نکلنے کے کتنی دیر بعد ادا کرنا چاہیے۔ فقط　　جواب جلد دیجیے گا۔

اسرار احمد، موضع بہاء الدین، ڈاک خانہ پھول پور، اعظم گڑھ، یوپی

الجواب

سورج کی پہلی کرن چمکنے کے کم از کم ۲۰ منٹ بعد اشراق پڑھیں۔ اس اثنا میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳/ جمادی الآخرہ، ۱۴۱۱ھ

[۴۲] نماز عشا کا وقت کب شروع ہوتا ہے

مسئلہ ہمارے علاقے میں نماز مغرب اور نماز عشا کے درمیان صرف ایک گھنٹہ یا اس سے کم کا فرق رکھتے ہیں تو کیا اس وقت عشا کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر پڑھی تو کیا اعادہ ضروری ہے، یا نہیں؟

محمد امین کشمیری، متعلم مدرسہ ہذا، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

الجواب

صحیح یہ ہے کہ عشا کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب غروب آفتاب کے بعد جانب مغرب افق پر جو سفیدی ہوتی ہے وہ ڈوب جائے اگر آپ کے یہاں آفتاب ڈوبنے کے ایک گھنٹہ کے اندر اندر یا ایک گھنٹہ پر یہ سفیدی ختم ہوجاتی ہو تو عشا پڑھنا صحیح ورنہ نماز ہی نہ ہوگی۔ جب عشا کا وقت ہو جائے اس وقت پڑھیے۔ جماعت کا ثواب اس وقت ملے گا جب نماز صحیح ہوگی۔ وقت کے اندر پڑھی جائے وقت کے پہلے نماز پڑھنے کی وجہ سے جب جماعت ہی نہیں ہوگی تو نماز کیسی؟ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۲ھ

[۴۳-۴۷] صبح کاذب میں اذان و نماز ہوئی اس کا کیا حکم ہے

مسئلہ ① صبح صادق سے قبل جو اذان اور نماز ادا کی جائے گی کیا وہ ادا ہوگی؟

② صبح صادق میں سحری کرنی چاہیے یا صبح کاذب میں اور صبح صادق و کاذب کسے کہتے ہیں؟

③ صبح کاذب میں سحری ختم کی گئی اور فوراً ہی اذان بھی دے دی گئے اور ۱۰/ ۱۵/ منٹ بعد نماز بھی ادا

کی گئی جب کہ صبح صادق ہونے میں ۲۰؍ منٹ باقی رہتا ہے ایسی اذان و نماز ہوئی یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

❹ جن مسجدوں میں صبح صادق سے قبل اذان و جماعت ادا کی جاتی ہو کیا ان مسجدوں میں اذان و نماز دہرائی جائے گی یا نہیں؟

❺ دوامی نقشہ اور ظہور الاوقات ان دونوں میں سے کون سا نقشہ از روے شریعت صحیح ہے؟ غور و فکر کر کے جواب دیں۔

محمد سیف اللہ خاں، امام مسجد فردوس، بھٹیا بستی، ضلع جے پور، راجستھان

الجواب

(۱ و ۴) صبح صادق سے پہلے جو اذان کہی گئی وہ کالعدم ہے اور جو نماز پڑھی گئی وہ فجر کی نماز نہ ہوئی نفل ہوئی بالفرض کسی نے صبح صادق سے پہلے اذان فجر کہی تو ضروری ہے کہ وقت کے بعد دوبارہ اذان کہی جائے۔ تنویر الابصار میں ہے: فيعاد أذان وقع بعضه قبله[۱]. اس کے تحت شامی میں ہے: وكذا كله بالأولى[۲].

وقت سے پہلے جو نماز پڑھی گئی وہ قطعاً نہ ہوئی اس لیے کہ دخول وقت نماز کے شرائط میں سے ہے اور جب شرط نہیں پائی جائے گی مشروط بھی نہیں پایا جائے گا۔ در مختار میں ہے: شرط انعقاد: كنية وتحريمة ووقت[۳].

یہاں تک کہ علما نے تصریح فرمائی کہ اگر کسی نے سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا اور کسی نماز کو وقت سے پہلے پڑھا مثلاً عصر ظہر کے وقت میں پڑھا تو عصر کی نماز فاسد ہے۔ تنویر الابصار اور در مختار میں ہے: فإن جمع فسد لو قدم الفرض على وقته[۴].

اور خود قرآن میں ارشاد ہے: إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا[۵]. بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔

اس سے ثابت کہ مقررہ وقت سے پہلے پڑھی تو نماز نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۵۰، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۲)- رد المختار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۵۰، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۳)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۷۲، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۴)- تنوير الأبصار والدر المختار، ج:۲، ص:۴۶، كتاب الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۵)- القرآن المجيد، الجزء:۵، سورة النساء، الآية:۱۰۳.

(۲و۳) صبح صادق طلوع ہونے کے بعد جو سحری کھائے گا اس کا روزہ نہ ہوگا۔ صبح کاذب کے وقت سحری کھا سکتے ہیں اس لیے کہ صبح صادق طلوع ہونے کے بعد روزے کا وقت شروع ہو جاتا ہے، علما نے یہاں تک لکھا کہ اگر کسی کے منہ میں لقمہ تھا کہ صبح صادق طلوع کر آئی پھر اس نے نگل لیا تو قضا بھی واجب ہے اور کفارہ بھی۔ اسی میں ہے: أو رمى اللقمة من فيه عند ذكره أو طلوع الفجر ولو ابتلعها إن قبل إخراجِها كَفَّرَ[۱].

صبح صادق وہ سفیدی ہے جو افق میں چوڑائی میں پھیلی رہتی ہے۔ نیچے آسمان کے کنارے تک رہتی ہے۔ اور صبح کاذب وہ سفیدی ہے جو افق کے اوپر لمبی لمبی پھیلی ہوتی ہے اس کے نیچے افق میں اندھیرا ہوتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

وقت الفجر من أول طلوع الفجر الثاني وهو البياض المنتشر المستطير لا المستطيل[۲].

ہدایہ میں ہے: الفجر الثاني وهو المعترض في الأفق ... ولا معتبر بالفجر الكاذب وهو البياض الذي يبدو طولا ثم يُعقّبه الظلام، ملخصا[۳].

اس کے حاشیہ میں ہے: تصريح بأن الفجر الأول بعد طلوعه يغيب و يطلع الثاني بعد غيبوبته حيث قال: ثم يعقبه الظلام وليس كذلك عند المشاهدة فإنا نشاهد أنه لا يغيب بل يبقى إلى أن يطلع الفجر الثاني من تحت الأفق المظلم الشبيه بالخيط الأسود[۴]. واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) میں نے پہلے ہی معذرت کر دی ہے کہ میں توقیت کا ماہر نہیں اس لیے تحقیقی طور پر میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا البتہ اتنا ضرور ہے کہ دوامی نقشہ کے مرتب حکیم احمد حسن خاں کو میں نہیں جانتا طرز تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سنی نہیں وہابی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ البتہ ظہور الاوقات کے مرتب جناب حاجی ظہور احمد نعیمی سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں یہ بہت ماہر ثقہ معتمد توقیت داں ہیں اور ان پر اس سلسلے میں اکابر علماے اہل سنت کو اعتماد تھا۔ بریلی شریف میں حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اپنے مدرسہ کے لیے انھیں سے اوقات کا استخراج کرا کے شائع فرماتے تھے۔ اس لیے ظہور الاوقات پر اعتماد

---

(۱)- تنوير الأبصار والدر المختار، ج:۳، ص:۳۷۰، باب ما يفسد الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۱۲-۱٤، كتاب الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۳)- الهداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت، ج:۱، ص:٦٤، مجلس البركات، مبارك پور.
(۴)- الهداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت، ج:۱، ص:٦٥، مجلس البركات، مبارك پور.

کرنا ضروری ہے اور دوامی نقشہ کے مرتب اگر واقعی وہابی مذہب کے ہیں تو ان پر یوں بھی اعتماد نہیں کہ وہ غیر مذہب کے آدمی ہیں۔ ہمارا مذہب اور ان کا مذہب اور۔ اس لیے کسی سنی کو مذہبی معاملات میں وہابیوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

۱۷ر ذوقعدہ ۱۴۱۲ھ

[۴۸] نماز عیدین سے پہلے نفل نماز پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ نماز فجر کے بعد (بروز عید الفطر) نماز عید الفطر کے قبل عید گاہ میں کسی قسم کی نماز نفلی وغیر نفلی کا ادا کرنا جائز ہے؟ زید کہتا ہے کہ عید گاہ میں نماز فجر کے بعد کسی قسم کی نماز نماز عید سے قبل پڑھنا ناجائز و حرام ہے، کیا زید صحیح کہتا ہے؟

مولوی نثار احمد، مکتب اسلامیہ پیگاپور، پلہی پور، سلطان پور، یوپی

الجواب

عیدین کے دن نماز فجر کے بعد عیدین کی نماز ہونے تک نفل نماز مطلقا مکروہ ہے۔ گھر میں بھی، مسجد میں بھی اور عید گاہ میں بھی حتی کہ عورتوں کو بھی۔ تنویر الابصار میں ہے: ولا يتنفل قبلها مطلقا[1]. اس کے تحت شامی میں ہے: فمعنى الإطلاق في التنفل سواء كان في المصلى اتفاقا أو في البيت في الأصح وسواء كان ممن يصلي العيد أولا حتى أن المرأة إذا أرادت صلاة الضحى يوم العيد تصليها بعد ما يصلي الإمام في الجبانة[2]. واللہ تعالی اعلم

(۱)- تنویر الابصار مع رد المحتار، ج:۳، ص:۵۰، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۳، ص:۵۰، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، مطلب: يطلق المستحب على السنة و بالعكس، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

الباب الثاني في الأذان

اذان کا بیان

- نابالغ بچہ اگر سمجھ والا ہے ایسا کہ لوگ اس کی اذان کو سمجھیں، اذان کی نقل نہ سمجھیں تو اس کی اذان میں کوئی حرج نہیں اور تکبیر کا بھی یہی حکم ہے۔
- یکے بعد دیگرے اگر کئی مسجدوں سے اذان کی آواز آئے تو پہلی اذان کا جواب دینا واجب ہے، ہاں اگر سب کا جواب دے تو بہتر ہے۔
- حدیث کے خلاف جو عمل ہو وہ سواد اعظم کا عمل نہیں بلکہ واجب الترک ہے۔
- احیاے سنت کے لیے کسی کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔
- اذان خطبہ کے باہر ہونے کے دلائل جو نہ مانے وہ ہٹ دھرم، معاند اور خاطی ہے۔
- جماعت ثانیہ میں اقامت کہہ لینے میں حرج نہیں۔ مشاہدی

[۱] حضور ﷺ نے اذان دی ہے یا نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ: حضور ﷺ نے کبھی اذان دی ہے یا نہیں؟ اگر حضور نہیں دیتے تھے تو کیا وجہ تھی براے کرم قدرے تفصیل فرمائی جائے۔ بینوا توجروا

عظیم اللہ، بھونزاڈیہ، بلیا، یوپی

الجواب

حضور اقدس ﷺ نے ایک بار حالت سفر میں اذان دی ہے۔ (اس کی مختصر تحقیق فتاوی رضویہ جلد دوم میں ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۹ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

[۲-۳] جو اذان صحیح نہ دیتا ہو اسے علاحدہ کر دیں

مسئلہ ❶ ہمارے گاؤں کی مسجد میں ایک مؤذن ہے جو اذان کے کلمات اس طرح ادا کرتا ہے اعتراض کے باوجود ہٹ دھرمی پر قائم ہے الفاظ بعینہ تحریر ہیں: الله كبر، الله كبارك، اشهد ان لا اله اللّيهِ، اشهد ان محمد رسولُ اللِيهِ، اىّ على الصليهِ، اىّ على الفليهِ، لا اله الا لِليهِ۔ اگر حکم دیں تو اذان ٹیپ کر کے بھیجا جا سکتا ہے۔

❷ مؤذن صرف اذان دیتا ہے اور چلا جاتا ہے نماز سے سروکار نہیں اگر کبھی اقامت کہنی پڑی تو بعد اقامت صف سے نکل کر گھر یا کسی کام سے چلا جاتا ہے۔ لوگوں کے اعتراض پر جواب دیتا ہے کہ اذان میں دیتا ہوں نماز کی ذمہ داری آپ کی، نہیں دل میں آئے گا نہیں پڑھوں گا، جس چیز کی نوکری ہے ادا کرتا ہوں۔

جواب سے نوازیں اذان سے جماعت کا حکم ہے، اور بے نمازی مؤذن کے اذان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

محمد حنیف رضوی، دھرول، جام نگر، گجرات

الجواب

(۱-۲) اس مؤذن کی اذان صحیح نہیں، اس کی اذان پر نماز پڑھنا ایسا ہے گویا بغیر اذان کے نماز پڑھی، پھر یہ مؤذن جب نماز نہیں پڑھتا یا پڑھتا ہے مگر جماعت سے نہیں پڑھتا تو فاسق معلن ہے، اس کی اذان کا دہرانا واجب۔ یہ اس وقت ہے جب صحیح اذان کہتا جب وہ صحیح اذان نہیں کہتا اور اس طرح کہتا ہے جس طرح سوال میں مذکور ہے تو اس کی اذان اذان ہی نہیں، مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس مؤذن کو علاحدہ کر دیں اور اگر یہ نہ مانے ضد کرے تو اس کی اذان کے بعد یا پہلے کسی صحیح خواں مؤذن سے اذان کہلائیں ورنہ سب کے سب اذان چھوڑنے کے وبال میں ماخوذ ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی

عنہ کے سامنے ایک شخص نے اذان دی اس نے بیجا کھینچ تان کی تو فرمایا: "أذن أذانا سمحا وإلا فاعتزلنا". (۱) واللہ تعالی اعلم

۲۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ

[۴] جس شخص کا تلفظ درست نہ ہو اسے مؤذن بنانا گناہ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے اسلام ومفتیان دین اس مسئلہ میں کہ: زید ہمارے یہاں مسجد میں کافی عرصہ سے مؤذن ہے لیکن اذان کے الفاظ صحیح ادا نہیں کرپاتا ہے۔ أشهد أن لا إله کو أشهد أن لا إلح" بڑی حا سے پڑھتا ہے۔ علاوہ ازیں غین وغیرہ بھی ادا نہیں ہوتی ہے اور اس کا متعدد بار جھوٹ بولنا بھی ثابت ہو چکا ہے، امام مسجد کا کھانا محلہ سے آتا ہے، زید ایک وقت میں کئی جگہ امام کی دعوت لوگوں کے گھر جا کر کہہ دیتا ہے اور ایک جگہ کا کھانا امام کو لاکر دیتا ہے بقیہ جگہوں سے خفیہ طور پر اپنے گھر پہنچاتا ہے، یہ باتیں شرعی طور پر ثابت ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کو منصب مؤذن سنبھالنے دیا جائے یا معزول کر دیا جائے؟ اور اگر یہ خرابیاں زید دور نہ کرے اور کچھ لوگوں کو اپنا حمایتی سفارشی بنالے تو اراکین اس سلسلے میں کیا کریں؟ اور اگر اراکین مسجد زید ہی سے اذان دلوائیں تو نماز میں کیا خرابی آئے گی؟ جو خدا اور رسول کا فرمان ہو آگاہ فرماکر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

مسلمانان اہل سنت، کملا رامن نگر، بیگن واڑی، گوونڈی، ممبئی
یکم ربیع الاول، ۱۴۱۰ھ

الجواب

اس مؤذن کو علاحدہ کر دینا واجب ہے اور اس کو مؤذن کے عہدے پر باقی رکھنا گناہ وناجائز ہے اور یہ گناہ منتظمین کے سر بھی ہے اور تمام مسلمانوں کے سر بھی۔ سوال میں جس طرح اس کی اذان کو لکھا گیا اور اس کے تلفظ کی جو غلطیاں تحریر ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اس کی اذان اذان ہی نہیں، اور اس کی اذان پر اکتفا کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ بغیر اذان کے نماز پڑھی گئی علاوہ ازیں جب وہ جھوٹ بولتا ہے اور فریب دے کر کھانا وصول کرتا ہے تو کئی طرح سے فاسق بھی ہوا۔ جھوٹ بولنے کی وجہ سے اور فریب دینے کی وجہ سے،

---

(۱)- صحیح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالنداء، ج:۱، ص:۸۵، مجلس البرکات، مبارک پور۔

اور فریب سے لیا ہوا کھانا اس کے لیے (مال) حرام ہے اسے کھانے کی وجہ سے۔ اور فاسق کو مؤذن بنانا ناجائز و گناہ، اس کی اذان کے اعادہ کا حکم ہے۔ اگر زید جھوٹ بولنے، فریب دینے، مال حرام کھانے سے توبہ صحیح کرے تو بھی اسے مؤذن رکھنا جائز نہ ہوگا کہ وہ اذان صحیح طریقہ سے نہیں دیتا، جب تک کہ وہ اذان کے کلمات کا تلفظ صحیح نہ کرلے اس کی اذان درست ہی نہ ہوگی؛ اس لیے فی الحال ضروری ہے کہ اسے علاحدہ کیا جائے جب وہ جھوٹ بولنے، فریب دینے، مال حرام کھانے سے توبہ کرے اور توبہ کے آثار ظاہر ہوجائیں نیز اذان کے کلمات کا تلفظ درست کرلے تب یہ جائز ہوگا کہ اسے مؤذن رکھا جائے۔ جو لوگ اس کی سفارش کریں انھیں سمجھا دیا جائے کہ جب اس کی اذان ہی صحیح نہیں تو اس کو مؤذن رکھنا کیسے صحیح ہوگا۔ اس کی اذان صحیح نہیں۔ مگر اس کے باوجود نماز بلا کراہت درست۔ جیسے اگر بالفرض بغیر اذان نماز پڑھی گئی تو بھی نماز صحیح ہے۔ البتہ اذان چھوڑنے کا وبال ہوگا۔ اسی طرح یہاں بھی نماز صحیح ہے البتہ تمام لوگوں پر اس کا وبال ہوگا کہ صحیح اذان کے بغیر نماز پڑھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴ر ربیع الاول شریف ۱۴۱۰ھ

[۵] جس کے منہ میں دانت نہ ہوں اس کی اذان کا حکم

مسئلہ اگر منہ میں دانت نہ ہوں تو ایسے شخص کا اذان دینا درست نہیں۔ اور دوسرا یہ کہ منہ میں دانت نہ ہوں تو ایسے شخص کا ذبح درست نہیں۔ یہ دونوں مسائل بڑی الجھن میں ڈالے ہوئے ہیں۔ از راہ کرم آپ سے گزارش ہے کہ ان دونوں مسائل کو شرعی نقطہ نظر سے قرآن و حدیث کی روشنی میں حل کریں، عین نوازش ہوگی۔

محمد اسماعیل، کرناٹک

الجواب

منہ میں دانت نہ ہونے کی صورت میں تلفظ صحیح نہیں ہوتا۔ لیکن بہت سے لوگ منہ میں دانت نہ ہوتے ہوئے بھی کوشش کر کے ایسی مشق کر لیتے ہیں کہ تلفظ صحیح ادا ہوتا ہے اگر یہ شخص اذان کے کلمات صحیح ادا کرتا ہے تو اس کی اذان صحیح ہے اور ذبیحہ بھی۔ ذبح کے وقت صرف بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہے۔ اگر یہ صرف بسم اللہ صحیح پڑھتا ہے اور اغلب یہ ہے کہ صحیح پڑھتا ہوگا تو ذبیحہ صحیح اور اگر اذان کے کلمات صحیح نہ ادا کرتا ہو تو اس کی اذان درست نہیں۔ (اس کا حل یہ ہے کہ وہ مصنوعی دانت لگوالے۔ن) واللہ تعالیٰ اعلم

[۶] اذان کے کلمات میں ترمیم وتبدیل جائز نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید کا انتقال ہو گیا ان کے دفنانے کے بعد جب سب لوگ جانے لگے تب ایک مولوی صاحب نے اذان پکارا لیکن "حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح" کی جگہ "یا حل المشکلات" و"یا دافع البلیات" پکارا۔ بنابریں ناچیز سمجھنا چاہتا ہے کہ یہ امر مستحسن ہے یا امر قبیح مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

محمد ضیاء الدین احمد، ضلع کٹک، اڑیسہ

الجواب

بعد دفن قبر پر اذان دینا مستحسن ہے مگر اذان کے کلمات میں ترمیم وتبدیل کرنا جائز نہیں۔

"حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح" کی جگہ "یا حل المشکلات" و "یا دافع البلیات" یا کچھ اور کہنا اذان میں ترمیم ہوئی اس کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

[۷] دوبارہ اذان دینا کیسا ہے

مسئلہ اگر کسی مسجد میں اذان ہو چکی ہے لیکن بعد میں کسی آنے والے نے یہ سمجھا کہ ابھی اذان نہیں دی گئی ہے، اذان دینا شروع کر دیا۔ تو اب جن کو پہلی اذان کی خبر ہے اس کو اطلاع کریں یا اس کو اذان دینے دیں اور اگر مؤذن ثانی کو کسی کے کہنے سے علم ہو گیا کہ اذان ہو چکی ہے تو اب اس کو اذان کو روک دینا چاہیے یا پوری کر لینا چاہیے؟

الجواب

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص:۴۷۸ میں تحریر فرمایا ہے کہ: اگر مسجد میں جماعت ہو چکی ہے تو اس دوسری بار اذان کہنے والے کو روک دینا لازم ہے اور اگر جماعت نہیں ہوئی ہے خواہ روک دیں یا اذان دینے دیں بشرطے کہ وہ مسجد شارع نہ ہو۔ دیگر کتب فقہ میں اس جزئیہ کا کہیں تذکرہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۸] اذان کے بعد کی دعا میں بھی ہاتھ اٹھانا مسنون ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں: اذان کے بعد کی دعا

ہاتھ اٹھاکر پڑھنی چاہیے یاہاتھ گراکر۔ زید کا کہنا ہے کہ اذان کے بعد کی دعا ہاتھ اٹھاکر نہیں پڑھنا چاہیے۔ مستحب اور بہتر طریقہ کیا ہے؟

حافظ رفیع اللہ، پیش امام مسجد دال منڈی، پڈرونہ، دیوریا، یوپی

الجواب

اذان کے بعد کی دعا بھی ہاتھ اٹھاکر پڑھیں، یہی سنت ہے ہر دعا کے لیے مطلقا ہاتھ اٹھانا مسنون ہے اس عموم میں اذان کے بعد کی دعا بھی داخل ہے اور اسی پر مسلمانوں کا تعامل ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۹] جمعہ کے دن اقامت کے وقت صحابہ کرام بیٹھے رہتے تھے یا کھڑے رہتے تھے

مسئلہ نماز پنج گانہ کی جماعت کی اقامت کے وقت "حي على الصلاة" یا "حی علی الفلاح" کے وقت اٹھنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ثابت ہے، دلائل طلب کرنے پر علما دلیل دیتے ہیں کہ "تم جب تک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے مت ہو" اس حدیث شریف کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ جب ابو بکر "حي على الصلاة" یا "حي على الفلاح" پر پہنچتے تھے تو سرکار اقدس ﷺ حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لاتے تھے۔ لیکن غور طلب سوال یہ ہے کہ بروز جمعہ جب کہ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے اس کے بعد نماز قائم ہوتی تو اقامت ضرور ہوتی ہوگی تو اس وقت آپ ﷺ مع صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین کے کیا عمل تھا؟ کیا اقامت کے وقت کھڑے رہتے یا بیٹھے رہتے؟ جواب باصواب عنایت فرماکر احسان کریں۔

محمد رضوان عالم، پلاٹ نمبر ۱۳۴، نیو سوراج نگر، پونہ، مہاراشٹر

الجواب

جن لوگوں نے حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے یہ آپ ان لوگوں سے پوچھیے، ہماری دلیل قول امام ہے، ہم مقلد ہیں مقلد کے لیے امام کا قول کافی ہے، فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ شروع اقامت میں بیٹھے رہیں اور "حي على الصلاة"، "حي على الفلاح" پر کھڑے ہوں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی دلیل کیا ہے نہ اس کی حاجت نہ اس کے ہم مکلف، ہاں اگر کوئی صاحب کوئی ایسی روایت دکھا دیں گے کہ شروع اقامت سے حضور اقدس ﷺ مسجد میں جلوہ فرما ہوں اور صحابۂ کرام نے کھڑے ہو کر

اقامت سنی ہو تو پھر ہم اسے گھر تک پہنچادیں گے۔ جمعہ کی اقامت کے وقت صحابہ کرام بیٹھے رہتے تھے کہ کھڑے رہتے تھے اس بارے میں اب تک کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۱۶/ ذو قعدہ ۱۴۱۴ھ

[۱۰] مسجد کے داہنی جانب اذان ہونی چاہیے یا بائیں جانب

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ: مسجد کے داہنے طرف اذان کہنا کیسا ہے اور داہنی طرف اگر اذان ہو جائے تو کیا اذان ہو جائے گی؟

محمد ضامن علی قادری رضوی، مقام و پوسٹ پچھی پور خورد، گورکھپور، یوپی

۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۰۶ھ

الجواب

اذان کے لیے دائیں بائیں کی کوئی تخصیص نہیں، عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ اذان بائیں طرف ہی سے دی جائے، یہ بے اصل ہے، داہنے جانب اذان دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ ایسی جگہ سے اذان ہو جو محلے والوں کو خوب سنائی دے خواہ داہنے ہو یا بائیں یا آگے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۱] رشوت کے پیسے سے خریدے ہوئے لاؤڈ اسپیکر میں اذان دینا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام زادفیوضہم المولی تعالی مسئلہ ذیل میں کہ:

کیا رشوت کے پیسے سے خریدے ہوئے لاؤڈ اسپیکر سے اذان دینا درست ہے؟

قاضی سراج

الجواب

رشوت خوری کے پیسے سے جو لاؤڈ اسپیکر خریدا گیا اس پر اذان کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

۶/ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

[۱۲] نماز کا وقت شروع ہو جانے کے کتنی دیر بعد اذان پڑھی جائے

مسئلہ نماز کا وقت جس وقت شروع ہو اسی وقت اذان ہونی چاہیے یا کتنی دیر بعد جیسے آج کل عشا کا

وقت آٹھ بج کر گیارہ منٹ پر شروع ہوجاتا ہے تو اذان اسی وقت ہویا کچھ دیر بعد اور جماعت کا وقت اذان سے کتنی دیر بعد رکھا جائے۔ کہیں ۱۵؍منٹ، کہیں ۳۰؍منٹ اذان ہونے کے بعد سے جماعت کا وقت ہوتا ہے آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

الطاف حسین نوری مدرسہ فیض المصطفیٰ، نئی بستی کھیڑہ رودر پور، اودھم سنگھ نگر، یوپی

الجواب

جماعت کے لیے جو وقت مقرر ہے اس سے اتنے پہلے اذان کہی جائے کہ نمازی ضروریات سے فارغ ہوکر وضو کر کے سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہوسکیں۔ اس کے لیے ۱۵؍منٹ بھی کافی ہے لیکن اگر مسجد کا حلقہ وسیع ہے، لوگ کچھ دور سے نماز پڑھنے آتے ہیں اس کے لیے کچھ اور پہلے کہا جائے لیکن یہ زیادہ سے زیادہ ۳۰؍منٹ کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷؍محرم ۱۴۱۸ھ

[۱۳-۱۴] وقت کے اندر اگر اذان دے دی جائے تو اعادہ کی حاجت نہیں

مسئلہ ❶ کیا ٹکڑوں میں یعنی کہ تین یا زیادہ حصوں میں اذان کے کسی کلمہ کی ادائگی درست ہے یا پھر اذان دہرائی جائے، یا کیا؟

❷ کیا ظہر کی اذان ۱؍بجے اگر بھول سے دیدی گئی ہو تو کیا پھر اذان دہرانی چاہیے یا نہیں؟

عبدالتواب خاں، محلہ افغاز، اسلام پور، جھنجھنو، راجستھان

الجواب

❶ اگر کبھی کبھار غلطی سے یا کسی عذر کی وجہ سے اذان کا ایک کلمہ ادا نہ ہو تو معاف ہے لیکن سنت متوارثہ یہی ہے کہ ہر کلمہ ایک ایک سانس میں ادا کیا جائے ورنہ لوگ اذان کو اذان نہ سمجھیں گے جو اذان کے کلمات ٹکڑے ٹکڑے کر کے ادا کرتا ہو اس کو مؤذن کے عہدے سے ہٹا دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❷ ہمارے دیار میں بلکہ پورے ہندوستان میں ایک بجے ظہر کا وقت ہوجاتا ہے اس لیے ایک بجے اگر ظہر کی اذان دی گئی تو اعادہ کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲؍محرم ۱۴۱۹ھ

[۱۵] بیک وقت دو اذان دینا کیسا ہے

مسئلہ عرض خدمت اقدس حسب ذیل استفتاار سال ہے جواب سے نواز کر مشکور فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ابھی رمضان المبارک چل رہا تھا، ہماری مسجد میں اذان کے لیے مائک لگا ہوا ہے ایک دن عین افطار کے وقت لائٹ چلی گئی یہاں کے امام صاحب نے بیک وقت دو اذانیں کہلوائیں ایک تو نیچے اور دوسری مسجد کی چھت سے اس فعل پر باہم لوگوں میں تنازع پیدا ہو گیا ہے لہذا براے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ فعل صحیح ہے یا غلط اور امام صاحب کے بارے میں شرعی حکم کیا صادر ہوتا ہے، مدلل جواب سے نواز کر مشکور فرمائیں۔

عبد القادر رضوی ولد عبد الرحیم قادری، کنگار واڑی، بوسباڑہ، راجستھان

الجواب

عند الضرورۃ بیک وقت دو یا دو سے زائد اذانیں کہلوانا جائز ہے، شامی میں ہے:

قال في العناية: ذكر المؤذنين بلفظ الجمع إخراجا للكلام مخرج العادة فإن المتوارث فيه اجتماعهم لتبلغ أصواتهم إلى أطراف المصر الجامع" [1] إه .

اگر واقعی دونوں مؤذنوں سے اذانیں کہلانے کی ضرورت تھی اس بنا پر امام نے دو اذانیں کہلائیں تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۶] نابالغ کی اذان کا حکم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ: بلا داڑھی والا اگر اذان پڑھے جب کہ ابھی نماز نہیں پڑھتا ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟

حاجی رمضان علی، دھور پور، گونڈہ

۱۶ ربیع الآخر

الجواب

ابھی نماز نہیں پڑھ رہا ہے اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ سوال صاف صاف غیر مبہم کرنا چاہیے اس

(۱)- رد المحتار، ج: ۲، ص ۵۷، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب: في أذان الجوق، دار الكتب العلمية، بيروت.

کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے ابھی وہ نابالغ ہے اس پر نماز فرض نہیں اس لیے وہ نماز کا عادی نہیں اگر آپ کی یہی مراد ہے تو اس کی اذان بلا شبہہ درست کہ سمجھ دار بچہ جس کی اذان کو لوگ اذان سمجھیں اذان دے سکتا ہے۔ اس کی اذان صحیح ہے۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

ویجوز بلا کراھة أذان صبي مراھق.(۱)

اور اگر آپ کی یہ مراد ہے کہ وہ بالغ ہے مگر نماز نہیں پڑھتا تو وہ فاسق ہے اور فاسق معلن کو اذان دینا مکروہ ہے۔ اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ اسی طرح آپ نے ایک گول مول بات "بلا داڑھی والا" لکھی ہے اس سے اگر یہ مراد ہے کہ اس کی داڑھی ابھی نہیں نکلی ہے تو اس کی اذان میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ وہ داڑھی منڈاتا ہے تو وہ فاسق معلن ہے اور اس کی اذان مکروہ ہے جس کا اعادہ واجب۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

و یکرہ أذان جنب و إقامته و أذان امرأة و فاسق ولو عالما و یعاد أذان جنب.(۲)

اس کے تحت شامی میں ہے:

زاد القھستاني: والفاجر.(۳)

جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر یہ نابالغ ہے سمجھ دار بچہ ہے تو اس کی اذان بلا کراہت درست اور اگر بالغ فاسق معلن ہے خواہ اس لیے کہ وہ نماز نہیں پڑھتا خواہ اس وجہ سے کہ وہ داڑھی منڈواتا ہو تو اس کی اذان مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ آپ کے مبہم سوال کرنے کی وجہ سے جواب اتنا طویل ہوا۔ واللہ تعالی اعلم

۲۵ / ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

[۱۷] داڑھی منڈے کی اذان مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ علماے کرام حضرات و مفتیان دین مسئلہ ہذا میں کیا فرماتے ہیں:

زید کا مکان مسجد سے ملحق ہے، مسجد کی دیکھ بھال بھی زید ہی کرتا ہے۔ وقت پر باجماعت نماز کی ادائگی کے لیے مستقل امام بھی مقرر ہے، لیکن مؤذن مستقل کوئی نہیں ہے چناں چہ کبھی کبھی زید بھی اذان دیا کرتا ہے اگرچہ زید بغیر داڑھی کا ہے اور اب تک زید کے بغیر داڑھی کے ہونے کے باوجود اذان دینے پر کسی نے کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں کیا اور بحسن و خوبی نماز پنج گانہ باجماعت ادا ہوتی رہی۔ بکر بھی اسی مسجد میں برابر نماز

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۵۹، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، دار الکتب العلمیة، بیروت.
(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۶۰، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، دار الکتب العلمیة، بیروت.
(۳)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۶۱، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، دار الکتب العلمیة، بیروت.

اداکرتا ہے اور زید کے اذان دینے پر کبھی بھی معترض نہیں ہوا۔

مورخہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ عصر کی نماز کے لیے بھی زید نے ہی اذان دی۔ بکر مسجد میں آیا تو اچانک معترض ہوکر یہ کہتے ہوئے دوبارہ اذان دی کہ بغیر داڑھی والے مؤذن کی اذان پر نماز ادا نہیں ہوگی۔ اور خود اذان دوبارہ دی جب کہ بکر کو بتایا گیا کہ اذان ہو چکی ہے۔ اس سے کچھ دن قبل یہی بکر ایک داڑھی والے شخص جس نے مسجد کو آباد کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے کے اذان دینے پر یہ کہہ کر اعتراض کیا کہ تم داڑھی کو تراشتے ہو لہٰذا تمھاری اذان بھی شرعا درست نہیں ہے حالاں کہ اس شخص کی داڑھی بظاہر ایک مشت معلوم ہوتی ہے بکر بالکل ان پڑھ اور جاہل ہے اس کی اس طرح کی باتوں سے عوام خصوصا نمازیوں کو سخت تکلیف ہے۔ محلہ کا ماحول خراب ہوتا ہے جو فتنہ کا سبب بنتا جارہا ہے۔ براہ کرم مذکورہ مسئلہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں درست کیا ہے بتانے کی زحمت فرمائیں تاکہ ملت میں انتشار نہ پیدا ہو سکے اور یہ بھی بتائیں کہ فتوی کو نہ ماننے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

محمد حسین (متولی) مسجد لٹ دھاری میاں، قصبہ کانٹھ

الجواب

جو شخص داڑھی منڈا ہو اس کو اذان دینا مکروہ تحریمی ہے اور اس کی اذان دہرانے کا حکم ہے۔ تنویر الابصار در مختار میں ہے:

و يكره أذان جنب و إقامته و أذان امرأة و فاسق.(۱)

اور شامی میں ہے: و يعاد أذان جنب، زاد القهستاني: والفاجر والراكب.(۲)

اس لحاظ سے بکر نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا پہلے کچھ نہیں کہتا تھا اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ اسے معلوم نہ رہا ہو اب کسی عالم نے بتایا ہو تو معلوم ہوا، بے پڑھے لکھے ضدی عوام کے بے جا اعتراضات کی وجہ سے حکم شرعی نہ چھپانا جائز، نہ بدلنا جائز اور عوام پر لازم کہ حکم شرعی کو مانیں اور اس پر عمل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ

[۱۸] اجنبی عورت کو اپنے ساتھ رکھنے والے کی اذان کا حکم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلہ میں کہ: ہماری مسجد کے مؤذن صاحب نے ایک عورت

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۶۰، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۶۱، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

سے شادی کی اور تھوڑے دنوں کے بعد اس عورت کو انھوں نے طلاق دیدی، اس عورت نے کسی دوسرے آدمی سے شادی کرلی۔ بعد میں اس شخص نے بھی چھوڑ دیا پھر مؤذن صاحب نے اس عورت کو اپنی پناہ میں لے لیا اور ابھی وہ عورت مؤذن صاحب کے پاس ہی رہتی ہے وہ عورت نہ پہلے پردہ کرتی تھی نہ آج پردہ کرتی ہے۔ ایسی حالت میں آپ مطلع کریں کہ آیا وہ مؤذن کے فرائض انجام دینے کے لائق ہے یا نہیں؟ کیوں کہ انھوں نے اب تک اس عورت سے نکاح نہیں کیا ہے۔ جس پر بیش تر لوگوں کی شکایتیں وصول ہوتی رہتی ہیں لہذا ایسی حالت میں کمیٹی کو کیا کرنا چاہیے۔ چناں چہ کمیٹی آپ کے مشورے کی متمنّی ہے۔

شمشیر عالم، سکریٹری کیلالگان، پکی مسجد، روشن گلزار لین، ہوڑہ

الجواب

صورت مذکورہ میں مؤذن اس لائق نہیں کہ اسے مؤذن رکھا جائے اجنبی عورت کو اپنے ساتھ رکھ کر یہ فاسق معلن ہو گیا اور فاسق معلن کو مؤذن رکھنا جائز نہیں، حکم شریعت یہ ہے کہ اگر فاسق اذان کہہ بھی دے تو اسے لوٹایا جائے، مؤذن کو پہلے حکم دیا جائے کہ یا تو اس عورت سے نکاح کرے یا اسے علاحدہ کرے اور علانیہ توبہ بھی کرے اگر مؤذن مان لے تو اسے اس کے عہدہ پر باقی رکھ سکتے ہیں اور اگر نہ مانے تو فورا بلا تاخیر اسے معزول کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۱؍ ربیع الآخرہ ۱۴۰۰ھ

[۱۹] جس کی نس بندی ہو گئی اسے اذان دینا کیسا ہے

مسئلہ کیا وہ شخص اذان دے سکتا ہے جس کا آپریشن (نس بندی) ہوا ہو یا زبردستی اس کا آپریشن کر دیا گیا ہو۔ بکر کہتا ہے کہ میرا آپریشن تو گورنمنٹ نے کیا ہے، میں خود نہیں کروایا ہوں۔ بینوا توجروا

مصباح القادری، پیش امام باکانیر، ضلع دھار، ایم پی

۲۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

الجواب

جس نے برضا و خوشی نس بندی کرائی ہو اسے اذان دینا مکروہ ہے اگر کوئی ایسا شخص اذان دے دے تو

دوبارہ پھر اذان کہی جائے اس لیے کہ وہ فاسق معلن ہے اور اگر بالجبر کسی کی نس بندی کی گئی ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۰] جس کی داڑھی نہ نکلی ہو اس کی اذان کا حکم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص زید ہے ہر جمعہ کو مسجد میں نماز پڑھنے آتا ہے اور اذان دیتا ہے اور زید کے داڑھی بھی نہیں ہے حالاں کہ اور داڑھی والے ہیں۔ زید کا اذان دینا کیسا ہے؟ اس مسئلہ کے بارے میں تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں۔ اس کے بارے میں جواب تحریر فرمائیں۔

حاجی رمضان علی، رونی پور، گونڈہ، یوپی

الجواب

داڑھی نہیں، اس کا کیا مطلب۔ داڑھی نکلی ہی نہیں یا منڈاتا ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ اس کے داڑھی نکلی ہی نہیں تو اس کو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ وہ داڑھی منڈاتا ہے جب تو وہ فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔ حتیٰ کہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ فاسق کی اذان کا اعتبار نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

و یکرہ أذان جنب و فاسق. (۱)

در مختار میں ہے:

وجزم المصنف بعدم صحة أذان مجنون ومعتوه وصبي لا يعقل. قلت: وكافر وفاسق لعدم قبول قوله في الديانات. (۲)

اگرچہ یہ صحیح ہے کہ فاسق کی اذان اس معنی کر صحیح ہے کہ اس سے شعار اسلام ادا ہو جائے گا۔ لیکن اس کا اعادہ کیا جائے۔ ہاں اگر فتنہ، فساد کا اندیشہ ہو تو صبر کرے اعادہ نہ کرے۔ وہو تعالیٰ اعلم

[۲۱] شراب کی بھٹی پر ملازمت کرنے والے سے اذان نہ دلوائیں

مسئلہ میرے یہاں ایک شخص سنی صحیح العقیدہ ہے نماز، روزہ کا پابند ہے تسبیح و تہلیل کی کثرت کرتا ہے، نماز

(۱)- تنویر الأبصار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۶۰، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۶۱، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

کی پابندی کا عالم یہ ہے کہ وقت سے آدھ گھنٹہ پیش تر ہی آکر مسجد میں بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے مگر وہ شراب کی بھٹی پر ملازمت کیے ہوئے ہے، شراب کی بوتلوں کا شمار کرنا، لکھنا پڑھنا، بل بنانا، شام کو کُل بکری کا حساب وکتاب کرنا سب اس کے ذمہ ہے۔ شراب بھٹی پر بنتی بھی ہے اور کھلی ہوئی نیز بند بوتلیں بھی بکتی ہیں۔ دریافت کا اصل مقصد یہ ہے کہ کبھی کبھی مسجد میں امام صاحب کے نہ رہنے پر وہ شخص نماز بھی پڑھا دیتا ہے اور اذان بھی دے دیتا ہے آیا اس کی امامت جائز ہے کہ نہیں، اور جتنی نمازیں اس کی اقتدا میں پڑھی گئیں واجب الاعادہ ہیں کہ نہیں، نیز مسئلہ معلوم ہونے کے بعد اس کی اقتدا جائز ہے کہ نہیں، اس سے چندہ لے کر مسجد مدرسہ یا دیگر دینی کاموں میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ شرعاً جواب جلد مرحمت فرمائیں۔

معروف احمد قادری، مقام لوکاہی، پوسٹ ٹیپی کلاہ، ضلع بہرائچ شریف یوپی

الجواب

اس شخص کو نہ امام بنانا جائز نہ اس سے اذان کہلوانا درست اور تقاضاے احتیاط یہی ہے کہ اس کا چندہ بھی نہ لیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۲] سٹے باز سے اذان دلوانا ناجائز

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

ایک مؤذن زید پانچوں وقت کی اذان مسجد میں دیتا ہے ظاہر میں کوئی کام نہیں کرتا ہے مسجد ہی میں پڑا رہتا ہے جب مسجد سے باہر لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے تو لوگ اس سے کام دھندھے کے لیے کہتے ہیں تو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے: میں نے ہفتہ بھر پہلے ہی سٹہ لگایا تھا یہ (نوٹ دکھاتے ہوئے) سوڈیڑھ سو روپے مل گئے، میاں سب اللہ دیتا ہے میں کسی کی پروا نہیں کرتا ہوں۔

ایسے مؤذن کو مسجد میں اذان دینی چاہیے یا نہیں اور مسلمانوں کو اس معاملے میں کیا صورت اختیار کرنی چاہیے، اور ایک مؤذن کے لیے کیا خوبیاں ہونی چاہیے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

عبد العزیز مستری، بجلی گھر نمبر ۲، ہاتھرس، ضلع علی گڑھ

الجواب

سٹہ حرام ہے، سٹہ کے ذریعہ حاصل کی ہوئی رقم سود اور مال حرام ہے، سٹہ بازی کی وجہ سے یہ مؤذن

فاسق معلن ہو گیا اور اس سے اذان دلانا ناجائز ہے۔ در مختار میں ہے: و یکره أذان جنب (إلى أن قال) و فاسق و لو عالماً [1] ۔ اس لیے اس مؤذن کو امامت سے علاحدہ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵ ر محرم الحرام ۱۴۰۴ھ

[۲۴] تارک نماز کا اذان دینا کیسا ہے

مسئلہ: غلام حبیب احمد ایک مزدور آدمی ہے، ایک چائے کی دوکان چلا کر اپنی زندگی گزارہ کرتا ہے، اس سے محلہ کی مسجد میں پیش امام صاحب نے اور دیگر اشخاص نے کہا کہ ہماری مسجد کے پیش امام بہت سست ہیں تم ایک ماہ رمضان المبارک میں اذان دے دیا کرو۔ غلام حبیب نے جواب دیا کہ آپ حضرات اپنی جماعت کے مسجد کے نمازیوں سے مشورہ کر لیں مجھے اذان دینے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ مسجد کے پیش امام صاحب نے اور ایک دیگر شخص صدیق نے جواب دیے کہ ہم نے سب سے مشورہ کر لیا ہے ہم مسجد کے پیش امام کی حیثیت سے اجازت دیتے ہیں موجودہ مؤذن نے بھی اجازت دے دی ہے۔ پیش امام کے اس حکم کو پاکر غلام حبیب احمد اذان دینے کے لیے تیار ہو گئے، اس نے یہ پیش کش بھی کی کہ وہ بلا اجرت و بلا تنخواہ یہ دینی خدمت انجام دیں گے۔ جمعہ کے دن مسجد کے پیش امام صاحب غلام حبیب احمد کی دکان پر قریب ۹ ربجے آئے اور کہا کہ جلد تیار ہو جاؤ تمھیں آج اذان دینا ہے۔ غلام حبیب احمد وقت پر مسجد پہنچا اور اس نے مسجد کے مؤذن سے اجازت حاصل کر کے جمعہ کی اذان کہی۔ غلام حبیب کے اذان کہنے پر اسی محلہ کے ایک بااثر بزرگ معترض ہوئے کہ اس مسجد میں مؤذن مقرر ہے تم نے اذان کیوں کہی؟

مسئلہ یہ ہے کہ "جو نماز نہ پڑھتا ہو وہ اذان دینے کا حق نہیں رکھتا"۔ ان بزرگ کا رخ دیکھتے ہی امام صاحب بھی بدل گئے۔ مجھے پیش امام کے طرز عمل سے بہت تکلیف پہنچی اور میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا۔ اگر میرا یہ طرز عمل خلاف شرع ہو تو میں توبہ کرنے کو تیار ہوں نیز پیش امام نے ان تمام اشخاص سے سلام و کلام بالکل ترک کر دیا جو میرے ہم خیال ہیں اس لیے براے کرم ان بالا حالات کی روشنی میں مجھے شرعی فیصلے سے مطلع فرمائیں۔

غلام حبیب چھترپور، بھاری گیٹ چھترپور، ضلع چھترپور، مدھیہ پردیش

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، ج: ۲، ص: ۶۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

الجواب

جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ فاسق معلن ہے اس کو اذان دینا جائز نہیں، علما نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی فاسق اذان دے دے تو اس کا اعادہ کیا جائے۔ اب اگر لوگوں کا اس چائے والے پر یہ اعتراض ہے کہ نماز نہیں پڑھتا تو صحیح ہے۔ البتہ امام کو ایسا ہرگز نہیں چاہیے تھا کہ اس کو اذان کے لیے مسجد میں لاتا اور اس سے اذان کہلواتا اور جب کہہ چکا تھا تو اس سے مکرنا جائز نہیں تھا۔ امام نے دو گناہ کیا: ایک فاسق کو اذان دینے کے لیے مسجد میں لایا۔ دوسرے جھوٹ بولا۔ امام پر ان دونوں باتوں سے توبہ لازم ہے۔ یہ توبہ کر لے تو بہتر ہے ورنہ اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے، جس نے بھی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑا ہے اس نے ٹھیک کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ / ذی قعدہ

[۲۴] بدمذہب کو مؤذن مقرر کرنا کیسا ہے

مسئلہ مدینہ مسجد میں ایک مؤذن رکھا گیا ہے جو جماعت اسلامی سے یا جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھتا ہے اور سب متولیان جانتے ہیں کہ مؤذن ہمارے عقیدہ یعنی سنی نہیں ہے۔ مذکورہ مؤذن پانچوں وقت اذان واقامت پڑھتا ہے اور کبھی کبھی تمام اہل سنت کی امامت بھی کرتا ہے۔ کیا از روے شریعت اس کی اذان واقامت درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اذان واقامت سے جو نماز پڑھی گئی ہوئی یا نہیں؟ کیا اس کا دہرانا لازم ہے، جو نماز اس کے پیچھے پڑھی اس کا کیا حکم ہے، جو یہ جانتے ہوئے نماز ان کے پیچھے پڑھی کہ مؤذن صاحب جماعت اسلامی یا دیوبندی سے تعلق رکھتے ہیں کیا وہ ایمان سے خالی ہو گیا؟ کیا اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی؟ کیا پھر سے اسلام لانا پڑے گا؟ متولیان مسجد سب جانتے ہیں کہ مؤذن سنی نہیں ہے ان سب پر شریعت کا کیا فتویٰ ہے؟

عبد المجید جیبی، بھارت نگر، اسرائیل سوناپور، ڈی سی روڈ، ورلی

الجواب

کسی مودودی یا غیر مقلد کو مؤذن مقرر کرنا جائز نہیں۔ مودودی اور غیر مقلد دونوں فرقے گستاخ رسول اور کافر ہیں ان کی اذان واقامت بالکل ایسی ہی ہے جیسے کسی ہندو یا پارسی کو مؤذن مقرر کیا جائے۔ اس کی اذان نہ اذان ہے نہ اس کی اقامت اقامت، ان کی اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھنا ایسا ہے جیسے بلا اذان واقامت نماز پڑھی گئی۔ ٹرسٹیوں پر فرض ہے کہ فوراً مؤذن کو معزول کریں اور کسی سنی صحیح العقیدہ کو

مؤذن مقرر کریں۔ پھر یہ بڑا بھاری ظلم ہے کہ یہ کبھی کبھی نماز بھی پڑھاتا ہے۔ نہ اس کی نماز نماز ہے نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی نہ پڑھنے کے برابر بلکہ اس سے بدتر۔ جو لوگ اس کو مسلمان جانیں اور مسلمان اعتقاد کر کے اس کی اقتدا کریں ضرور یہ لوگ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۵] کتا بھونکنے کے وقت کیا اذان دینا منع ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین کہ: زید اذان دے رہا تھا اسی وقت کتا بھونک رہا تھا۔ تو بکر نے کہا کہ تمھارا عقیدہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب تم مغرب کی اذان دے رہا تھا تو کتا تمھارے اوپر لعنت پھینک دیا۔ تو میرا یہ کہنا ہے کہ جب کتا بھونکے تو اذان دینا کیسا ہے؟ اس وقت اذان دینا چاہیے کہ رک جانا چاہیے؟ کیا بکر کا یہ کہنا صحیح ہے کہ کتا تمھارے اوپر لعنت پھیک رہا ہے۔ یہ بات بکر نے صحیح کہا یا غلط کہا اور اگر غلط کہا تو کیا فتویٰ لاگو کیا جائے گا۔

نصیر الدین احمد تاج، بالا پوکھر دیو، اورنگ آباد

الجواب

اس کی کہیں کوئی ممانعت نہیں کہ جب کتا بھونک رہا ہو تو اذان نہ کہی جائے۔ بکر نے یقیناً بدتمیزی، بے ہودگی کی۔ زید کو ایذا پہنچایا بکر پر فرض ہے کہ اپنے اس قول سے توبہ کرے اور زید سے معافی مانگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶/ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

[۲۶] جماعت خانہ کے اندر اذان دینا کیسا ہے

مسئلہ صلاۃ خمسہ کے لیے اگر اذان جماعت خانہ کے اندر سے دیں تو کیسا ہے؟ نیز اذان کہاں سے دینا شریعت کے نقطۂ نظر سے صحیح ہے؟ بینوا توجروا

محمد ابراہیم، پوسٹ بکس: ۵۰۸۵، لمبے، ملاوی، افریقہ

الجواب

اذان کے لیے یہ ضروری ہے کہ مسجد کے باہر کسی ایسی جگہ سے دیں جہاں سے پڑوسیوں کو خوب اچھی طرح سنائی دے۔ عالمگیری میں ہے:

والسنة أن يؤذن في موضع عال أسمع لجيرانه.(۱)

اور اگر کوئی مئذنہ بنا ہو تو اس پر سے بھی اذان دے سکتا ہے، جماعت خانے کے اندر اگر اذان دے گا تو اذان کی آواز باہر اچھی طرح نہیں جائے گی۔ اس لیے جماعت خانہ کے اندر اذان نہ دیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۷-۲۸] نماز کے علاوہ دوسرے مواقع پر جو اذان دی جاتی ہے اس میں "حی علی الصلاۃ"، "حی علی الفلاح" پڑھا جائے یا نہیں

مسئلہ ❶ آندھی، طوفان، اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جو اذان دی جاتی ہے اس میں "حی علی الصلاۃ" و "حی علی الفلاح" پڑھا جائے گا یا ان کلموں کی جگہ دوسرے کلمات استعمال ہوں گے؟

❷ نابالغ بچہ صف کے بیچ میں اگر کھڑا ہو جائے تو اس کو ہٹا دیا جائے گا یا نہیں، اگر ہٹا دیا جائے تو کیا نماز پڑھتے وقت بھی اس کو ہٹایا جا سکتا ہے، اگر نہ ہٹائے اس کے بغل میں بالغ آدمی رہے تو کیا کسی کی نماز میں کوئی خرابی لازم آئے گی یا نہیں؟

محمد حیات علی، مدرسہ شاہ رحمانیہ اسلامیہ، نیم گرام، مرشد آباد، بنگال

الجواب

❶ اس میں بھی "حی علی الصلاۃ" اور "حی علی الفلاح" پڑھا جائے۔ واللہ تعالی اعلم

❷ نابالغ سمجھ دار بچہ ہے تو اسے نہ ہٹایا جائے، اس کے بیچ صف میں رہنے سے کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

۲۶ر صفر ۱۴۱۴ھ

[۲۹] مسجد سے متّصل مکان سے اذان درست ہے

مسئلہ کیا اذان مسجد کے پیچھے دی جا سکتی ہے۔ مسجد کے بائیں جانب ایک مکان ہے جو مسجد کے تھوڑے پیچھے ہے اس مکان میں لاؤڈ اسپیکر رکھنے میں سہولت اور لاؤڈ اسپیکر کی حفاظت ہوتی ہے۔ تو کیا اس مکان یعنی مسجد کے پیچھے اذان دی جا سکتی ہے؟

محمد علاؤ الدین انصاری، مقام و پوسٹ بیلا مچکوئی، ضلع سیتامڑھی، بہار

(۱)- الفتاوی الهندية، ج:۱، ص:٦٢، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

الجواب

یہ مکان جب مسجد کے بالکل قریب ہے کہ اس کی اذان مسجد کی اذان سمجھی جائے تو وہاں اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ عہد رسالت میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے مسجد نبوی شریف کے متصل مکان کی چھت پر سے اذان دی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۱۸/ صفر ۱۴۱۱ھ

[۳۰] دیوبندی کی اذان وتکبیر پر اکتفا صحیح نہیں

مسئلہ اذان، تکبیر کبھی کبھی تبلیغی جماعت کے لوگ کہتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

عبدالجید، محلہ باز بہادر، اعظم گڑھ، یوپی

الجواب

دیوبندی کی اذان وتکبیر نہ اذان ہے اور نہ تکبیر۔ ان کی اذان یا تکبیر پر اکتفا کرنا ایسا ہے گویا بغیر اذان کے نماز پڑھ لی۔ واللہ تعالی اعلم

۲۳/ ذوالحجہ، ۱۴۱۳ھ

[۳۱] جمعہ و پنج گانہ کے علاوہ دیگر نمازوں میں اذان واقامت کیوں نہیں

مسئلہ پنج گانہ نماز قائم کرتے وقت مؤذن ہر بار تکبیر کہتا ہے اس طرح سے نماز جنازہ، نماز تراویح، نماز وتر، نماز عید ودیگر قسم کی باجماعت نمازیں جن میں امام کی اقتدا کی جاتی ہے، مؤذن تکبیر کیوں نہیں کہتا ہے؟ نماز کے آداب اور احکام کی روشنی میں اس کا فلسفہ کیا ہے؟

حضرات اہلیان کشمیر، بذریعہ خورشید جان قریشی، جواہر نگر، ۱۹۰۰۰۸، کشمیر

الجواب

شریعت نے جہاں اذان واقامت کا حکم دیا ہے وہاں اذان واقامت کہی جاتی ہے اور جہاں نہیں حکم دیا ہے نہیں کہی جاتی ہے۔ اس کا فلسفہ کیا ہے اللہ عزوجل ورسول اللہ ﷺ جانیں۔ بندے کا کام تعمیل ارشاد ہے نہ کہ بادشاہوں کے راز کی تفتیش۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۲] ریڈیو سے اذان کی آواز سننے پر جواب دینا چاہیے یا نہیں

مسئلہ ریڈیو سے تلاوت قرآن واذان ہوتی ہے توکیا اذان کا جواب دینا اور تلاوت قرآن کو سننا واجب ہے یا نہیں؟

محمد سجاد حسین، جامعہ کلیمیہ سراج العلوم، اُتردریا، کلیاچک، مالدہ، بنگال

الجواب

احتراماً اذان کا جواب بھی دے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی سنے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱/ ذوقعدہ، ۱۴۱۴ھ

[۳۳] جہاں اذان سنائی دے وہاں جماعت کے لیے اذان دینا ضروری نہیں

مسئلہ ہم کچھ لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں اور وہاں نماز باجماعت پڑھتے ہیں مگر اذان نہیں کرتے ہیں جب کہ مسجد کی اذان سنائی پڑتی ہے توکیا اذان جماعت کے لیے ضروری ہے؟

نہال احمد واپولی
۲۴/ محرم ۱۴۱۵ھ

الجواب

بہتر یہی ہے کہ آپ لوگ بھی اذان کہہ لیں لیکن جب مسجد میں اذان ہوتی ہے اور وہ سنائی بھی دیتی ہے تو اذان نہ کہنے پر کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/ صفر، ۱۴۱۵ھ

[۳۴] رمضان شریف کی آخری رات میں متعدّد بار اذان کہنا کیسا ہے

مسئلہ ضلع لکھیم پور (گاؤں بھیرا) میں رمضان شریف کی آخری رات یعنی چاندرات کی شب کی عشا کی اذان کی صدا یکے بعد دیگرے لوگ دیتے ہیں یعنی ایک شخص وضو کر کے اذان کہتا ہے پھر دوسرا شخص باوضو اذان کہا اسی

طرح سات یا گیارہ مرتبہ اذان کہی جاتی ہے۔ عالم صاحب نے چند بار اذان کہنے سے منع کیا لیکن بھیرا کے باشندے عالم کی شان میں مکروہ الفاظ نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے آباو اجداد کرتے چلے آرہے ہیں اور کئی بار اذان کہنے کا رواج ہے؟ صورت مسئولہ میں چند بار اذان دینے کی شرعا ممانعت فرمائی گئی ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا

محمد شاہد رضا، مقام کہمارہ، پوسٹ ماکھپور، جریلی، سیتاپور، یوپی

۱۵/ اگست ۱۹۹۹ء

الجواب

بضرورت اذان کی تکرار مشروع ہے لیکن یہاں سوال میں جو صورت لکھی ہوئی ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے بار بار اذان دینے سے احتراز کریں۔ حکم شرعی بتانے پر جن لوگوں نے عالم کو برا بھلا کہا وہ اپنے ایمان کی خیر منائیں یہ کفر ہے۔ یہ لوگ توبہ کریں۔ عالم سے معافی مانگیں، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہوں۔ واللہ تعالی اعلم

۲۵/ جمادی الاولی، ۱۴۱۸ھ

[۳۵] نماز تہجد کے لیے اذان دینا کیسا ہے

مسئلہ تہجد کی نماز کے لیے اذان دینا اور تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا کہاں تک صحیح ہے، کیا یہ درست ہے؟

محمد اسماعیل احمد، وارثیہ مسجد، بالوثار، بارمیر، راجستھان

الجواب

تہجد کے لیے اذان کہنا جائز نہیں۔ تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار وغیرہ میں ہے:

لا يسن لغيرها أي من الصلوات. (۱)

اگر جماعت میں تین سے زیادہ آدمی ہوں تو تہجد جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے اور اگر تین یا دو ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

ولا يصلى الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أي يكره ذلك لو على سبيل

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۵۰، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

التداعی، بأن یقتدی أربعة بواحد. [1] واللہ تعالیٰ اعلم

۷ / ذو قعدہ ۱۴۱۹ھ

[۳۶-۴۳] جہاں متعدّد اذانیں ہوں وہاں کتنی اذانوں کا جواب دینے کا حکم ہے

مسئلہ ❶ غیر مذہب کی اذان دوہرانا چاہیے یا نہیں اور اذان میں محمد رسول اللہ پر انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں میں لگانا اور درود شریف پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

❷ زید کے مکان سے کئی مسجدوں کی اذان سنائی دیتی ہو اور زید اذان کے وقت نہ وظیفہ میں ہو نہ کسی کام میں ہو تو ہر مسجد کی اذان کو دہرانا ضروری ہے یا صرف پہلی؟

❸ زید مسجد میں کسی وقت کی اذان پڑھنے ہی والا تھا کہ دوسری مسجد کی اذان سنائی دینے لگی تو اب زید اذان کو دہرائے یا خود اذان پڑھنا شروع کرے؟

❹ کیا اس طرح دعا کی جا سکتی ہے کہ: یا اللہ تمام مسلمانوں کو بخش دے، جو بیمار ہوں شفا دے، جو پریشان ہوں ان کی پریشانیاں دور کر دے وغیرہ وغیرہ۔

❺ چار رکعت والی نماز میں پہلی یا تیسری رکعت میں بیٹھ گئے تو یاد آیا، یا "التحیات" تھوڑا پڑھنے پر یاد آیا تو کھڑے ہو گئے تو کیا سجدۂ سہوہ لازم ہو جائے گا؟

❻ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ ملانے سے پہلے رکوع میں جانے لگے، یا رکوع میں پہنچا تو یاد آیا تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔

❼ تراویح نہ پڑھنے والا گنہ گار ہو گا یا نہیں؟

❽ تراویح تنہا پڑھنے والا وتر آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے؟

لیس اشرفی، پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ

---

(۱)- تنویر الأبصار و الدر المختار، ج: ۲، ص: ۵۰۰، کتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، دار الکتب العلمیة، بیروت.

الجواب

❶ ایسا غیر مذہب والا جس پر حکم کفر ہو اس کی اذان کا جواب نہیں۔ اذان میں نام نامی سن کر انگوٹھا اور کلمے کی انگلی چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ یہ حدیثوں سے بھی ثابت ہے اور فقہاے احناف نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے مثلاً علامہ سید احمد طحطاوی مصری، علامہ ابن عابدین شامی وغیرہ نے۔ اسی طرح اس وقت درود شریف پڑھنا بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❷ صرف پہلی اذان کا جواب دے یہ ضروری ہے بقیہ کا جواب دینا ضروری نہیں لیکن اگر سب کا جواب دے سکے تو بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❸ خود اذان کہے اس لیے کہ دوسری اذان کا جواب دینے میں ہو سکتا ہے کہ کافی دیر ہو جائے، مثلاً ایک کا جواب دیا پھر دوسری شروع ہوگئی پھر تیسری شروع ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❹ اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❺ اگر تین تسبیح کی تعداد بیٹھا رہا خواہ کچھ پڑھے یا نہ پڑھے تو سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر اس سے کم بیٹھا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❻ اگر سورت ملائے بغیر رکوع میں جا رہا تھا یا رکوع کر لیا رکوع میں یاد آیا تو ان دونوں صورتوں میں لوٹ جائے سورت پڑھے پھر رکوع کرے اور بعد میں سجدۂ سہو کر لے۔ اور اگر سورت ملانا بھول کر رکوع کر دیا یاد نہ آیا تو اگر نماز ختم ہوتے ہوتے یاد آگیا اگرچہ سلام کے بعد متّصل تو سجدۂ سہو کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❼ تراویح سنت مؤکدہ ہے اگر کبھی کبھار چھوڑ دے، مستحق عتاب ہے اور اگر اس کا عادی ہو کہ بالکل نہ پڑھے مستحق عذاب ہے، ان کا حاصل ہوا کہ گنہ گار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❽ اس کو وتر آہستہ پڑھنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳/ صفر ۱۴۱۴ھ

[۴۴] اذان میں ترنم جائز ہے یا نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں ترنم جائز ہے کہ نہیں اور ترنم کی کیا تعریف

ہے اور اذان دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جناب عبد الستار میسوری، کیراف دار العلوم قادریہ چریاکوٹ، اعظم گڑھ یوپی

۲۹ر محرم

الجواب

❶ ترنم کا مادہ "رنم" ہے جو سمع یسمع سے آتا ہے اس کے معنی ہیں خوش آوازی سے گایا۔ "ترنم" باب تفعل سے ہے اس کا معنی ہے بہ تکلف آواز اچھی بنا کر گانا۔ اردو میں اس کا معنی اچھی لَے کے ساتھ گانا۔ اذان میں قواعد موسیقی کی پابندی کے ساتھ ترنم ممنوع ہے۔ بخاری میں ہے حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفۂ راشد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مؤذن کو لَے اور نغمے کے ساتھ اذان دیتے ہوئے سنا تو فرمایا:

أذن أذانا سمحا و إلا فاعتزلنا[1]. سیدھی سادھی اذان دے ورنہ ہم سے الگ ہوجا۔

مگر قواعد موسیقی کی پابندی کے بغیر اپنے نفس پر مشقت ڈالے بغیر جہاں تک ہو سکے بلند آواز سے اذان دینا مسنون ہے۔ حدیث میں ہے:

فارفع صوتك بالنداء[2]. اذان میں اپنی آواز بلند کر۔

آواز بلند کرنے میں ضرور کوئی نہ کوئی لہجہ پیدا ہو جائے گا اور مؤذن خوش آواز ہوگا تو بھلا معلوم ہوگا، اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اہل حجاز جس لہجے میں اذان دیں اس کی پابندی کرے، اسی کو فرمایا گیا:

ز ینوا القران بأصواتكم[3]. قرآن کو اپنی آواز سے زینت دو۔

اور فرمایا: ليس منا من لم يتغنّ بالقرآن[4]. جو قرآن کو اچھی طرح سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ بہت ہی خوش آواز تھے ان کی تلاوت سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

لقد أوتي أبو موسى مزماراً من مزامير آل داؤد[1].

---

(۱)- صحيح البخاري، ج:١، ص:٨٥، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- شعب الإيمان، ج:٤، ص:٤٤٨، فصل الأذان والإقامة.

(۳)- سنن أبي داود، باب استحباب الترتيل في القراءة ج:٢، ص:٧٤، رقم الحديث:١٤٦٨.

(۴)- صحيح البخاري، ج:٢، ص:١١٢٣، باب قول الله تعالى: وأسروا قولكم أو جهروا به الآية، مجلس البركات، مبارك پور.

مزمار کے معنی بانسری اور سر کے ہیں، یہاں مراد عمدہ لہجہ اور طرز ہے۔ مراد یہ کہ انھیں داؤد علیہ السلام کی طرزیں سے ایک طرز، ان کے لہجوں میں سے ایک لہجہ عطا کیا گیا۔ واللہ تعالی اعلم

[۴۵] لڑکی کی پہلی رخصتی کے وقت اذان دینا کیسا ہے؟

مسئلہ لڑکی کی رخصتی اولین کے وقت وہاں اذان دینا کیسا ہے؟

محمد طیب حسین، اسلام پور، گیا، بہار

الجواب

اس میں کوئی حرج نہیں نماز کے علاوہ جہاں جہاں اذان مشروع ہے اس کے بیان میں شامی میں ہے:

وزاد ابن حجر في التحفة الأذان والإقامة خلف المسافر[۲]. واللہ تعالی اعلم

[۴۶] مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اذان کے علاوہ کوئی اور اعلان جائز ہے یا نہیں

مسئلہ یہاں جامع مسجد کا جو مائک اذان دینے کے لیے لگا ہوا ہے اذان کے علاوہ کوئی مرجاتا ہے تو اعلان کرتے ہیں، شادی کا اور دعوت کا اعلان اسی مائک سے ہوتا ہے اور میلاد و وعظ کا اعلان ہوتا ہے۔ عمر کا کہنا ہے کہ مسجد سے میلاد شریف کے اعلان کے علاوہ شادی موت اور دوسرا اعلان نہیں ہونا چاہیے۔ شرعا مسجد کا مائک دوسروں کی ضرورت پر استعمال نہیں ہونا چاہیے۔ شرعا اذان کے علاوہ مسجد کا مائک کن صورتوں میں استعمال ہو سکتا ہے، آگاہ فرمائیں؟

محمد انوار الحق

الجواب

اگر یہ مائک جامع مسجد کی آمدنی سے خریدا گیا ہے تو اس پر سوائے اذان کے اور کوئی اعلان کرنا جائز نہیں

(۱)- شعب الإيمان، ج:۳، ص:٤٦٧، فصل في تحصيل الصوت بالقراءة والقرآن.

(۲)- الدر المختار، ج:۲، ص:۵۰، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

نہ خوشی کا نہ غمی کا؛اس لیے کہ مسجد کی آمدنی صرف مسجد کی عمارت، روشنی، فروش اور امام و مؤذن کی تنخواہ اور نماز سے متعلق ضروریات ہی میں صرف کرنا جائز ہے۔ اذان، نماز کے متعلقات میں سے ہے اس لیے اذان کہنا جائز ہے۔ علمانے فرمایا: "مراعاة غرض الواقفين واجبة"[1]۔

اور اگر کسی شخص نے خرید کر دیا ہے تو اس نے جس مقصد کے لیے دیا ہے تو یہ مائک صرف اسی میں استعمال کرنا جائز ہے اس کے علاوہ میں جائز نہیں اب اگر اس نے صرف اذان کے لیے دیا ہے تو دوسرے اعلان جائز نہیں اور اگر دوسرے اعلانات کے لیے بھی دیا ہے تو جن جن اعلانات کے لیے دیا ہے وہ جائز بقیہ ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۴۷] جو اپنی لڑکی ہندو کے گھر رکھے اس سے اذان نہ دلوائیں

مسئلہ نجف علی ایک برادر اسلام ہے اس نے اپنی ایک لڑکی کی شادی کی، لڑکی سسرال گئی۔ کچھ دنوں بعد لڑکی نجف علی کے پاس گھر واپس آگئی۔ وہی لڑکی ایک ہندو کے گھر میں رات دن رہتی ہے۔ اس کے یہاں کھانا، پینا، بنانا اور اس کے گھر میں کام کاج میں لگی رہتی ہے۔ رات میں بھی اسی کے گھر میں سوتی ہے، وہی لڑکی نجف علی کے گھر میں ماں باپ کے پاس آتی جاتی ہے، نجف علی کی بیوی بھی اس کے (ہندو کے گھر) آتی جاتی رہتی ہے۔ نجف علی کو چند مسلمانوں نے، جناب صدر عبد القیوم صاحب نے اسے بہت سمجھایا کہ اپنی لڑکی کو جو کہ رات دن ہندو کے گھر میں رہتی ہے پھر تمھارے یہاں بھی آتی جاتی رہتی ہے یہ اچھی چیز نہیں ہے، اپنی لڑکی کو گھر میں اپنے پاس رکھو۔ اگر تم سے نہیں ہو سکتا تو اپنی لڑکی ہمارے گھر کر دو ہم سے کھانا کپڑا لے گی۔ عزت کے ساتھ ہمارے پاس رہے گی۔ پھر بعد میں جیسا ہوگا دیکھا جائے گا۔ مگر نجف علی کسی کی بات نہیں مانا وہی کام چلتا رہا۔ اس وجہ سے نارتھ جھگڑا کھانڈ کاری کی جماعت نے نجف علی کو جماعت سے ترک (الگ) کر دیا ہے۔

علمائے دین بذریعہ شریعت اطلاع فرمائیں کہ:

(۱) نجف علی مسجد میں اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) نجف علی مسجد میں تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱)- رد المحتار، ج:٦، ص:٦٦٥، كتاب الوقف، مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳) نجف علی مسجد میں پیش امامت کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(۴) نجف علی مسجد میں بھرے ہوئے پانی کی ٹنکی سے پانی نکال سکتا ہے یا نہیں ؟

(۵) نجف علی میلاد میت میں، قبرستان جاسکتا ہے یا نہیں ؟

(۶) نجف علی سے سلام کرنا کیسا ہے ؟ یا سلام کا جواب دینا کیسا ہے ؟

(۷) نجف علی کو جماعت سے ترک کردینے کے بعد نجف علی کو یا اس کی بیوی بچوں کو کھانا پینا کھلانا، کچھ امداد کرنا کیسا ہے ؟ علماے دین بذریعہ شریعت اطلاع فرمائیں کہ ایسے شخص (نجف علی) کے لیے شریعت کیا حکم فرماتی ہے ؟

زماں خاں، سبزی والا، پوسٹ جھگڑا کھانڈ کاری ضلع سرگجہ

الجواب

یہ شخص نہ اذان کہہ سکتا ہے، نہ تکبیر کہہ سکتا ہے، نہ امام بنایا جاسکتا ہے۔ مسجد میں آسکتا ہے، مسجد کی ٹنکی سے وضو کر سکتا ہے۔ اس کی کسی طرح کی کوئی امداد ہرگز ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ اسے اور اس کے گھر والوں کو کھانا ہرگز نہ کھلائیں۔ جب تک کہ یہ توبہ نہ کرے اور جب تک کہ اپنی اس لڑکی کو ہندو کے گھر سے واپس نہ لائے، اور اس کے گھر جانے سے نہ روکے۔ یا پھر اس لڑکی سے قطع تعلق نہ کرلے۔ واللہ تعالی اعلم

۱۳ / جمادی الآخرہ

[۴۸] ”حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح“ کہتے وقت جو دائیں بائیں رخ نہ کرے اس کی اذان کا حکم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ: جو حی علی الفلاح، و حی علی الصلاۃ پر چپ وراست رخ نہ کرے تو اذان ہوگی ؟

محمد سراج الدین قادری، کیراف ڈاکٹر ایم اے صدیقی، مانک پور گڑھی، پرتاپ گڑھ، یوپی

الجواب

اذان ہوگئی مگر ترک سنت کا وبال رہا۔ واللہ تعالی اعلم

۳۰ / ربیع الآخر ۱۴۰۹ھ

[۴۹] ٹی وی دیکھنے والے کی اذان کا حکم

مسئلہ ایک شخص گھر میں ٹی وی رکھ کر دیکھتا ہے اور بیوی بچوں کو بھی دکھاتا ہے۔ پڑوسی بھی دیکھتے ہیں منع کرنے پر کہتا ہے: میں مسجد سے اذان دینا چھوڑ سکتا ہوں یا مسجد کو چھوڑ سکتا ہوں مگر ٹی وی نہیں چھوڑ سکتا، مجھے بچوں کی مار نہیں کھانی ہے۔ شخص مذکور لاٹری بھی کھیلتا ہے۔ تو اس شخص سے اذان دلانا کیسا؟

صفیر احمد عزیزی متصل جامع مسجد رسول پور، گورکھپور، یوپی

الجواب

ٹی وی دیکھنا دکھلانا حرام و گناہ ہے، ٹی وی رکھنے والا، دیکھنے والا، دکھانے والا فاسق۔ اس کو اذان دینا جائز نہیں۔ اس کو اذان دینے سے روک دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳/ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ

[۵۰] اذان واقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ مندرجہ ذیل گزارش یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومشائخ عظام: یہاں چند مختلف خیالات رکھنے والے مسلمان بھائی اعتراضات وانکار کرتے ہیں کہ قبل اذان اور قبل اقامت بلند آواز سے درود شریف پڑھنا اور پڑھ کر اذان واقامت بولنا درست نہیں۔ مگر مسجد میں روزانہ بلند آواز سے درود شریف پڑھ کر مائک میں اذان بولی جاتی ہے اور پست آواز سے درود شریف پڑھ کر اقامت بولی جاتی ہے۔ اس کو روکنے کے لیے روزانہ تحقیقات مخالفانہ مسلمان بھائی کر رہے ہیں امید رکھتا ہوں کہ براہ کرم اس کا درست طور سے دلیل کے ساتھ تفصیل سے آقائے نامدار تاجدار حرم سرکار مدینہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کے صدقہ وطفیل سے مکمل طور سے جواب تحریر کریں تاکہ اطمینان ہو۔ براہ کرم اس پرچہ پر آپ کا مہر لگا کر اور دستخط کر کے جواب تحریر کریں۔ میرے پتہ کے جوابی کارڈ میں رکھ کر روانہ کریں۔

سید شاہ محمد محمد الحسینی الحسنی گنتگل

الجواب

قبل اذان واقامت درود شریف پڑھنا خواہ بلند آواز سے خواہ پست آواز سے بلاشبہہ جائز ومستحسن باعث

ثواب ہے۔ درود شریف پڑھنے کے لیے اللہ عزوجل نے مطلقا حکم فرمایا ہے، اس کے لیے کسی وقت کسی جگہ کسی ہیئت کی تقیید نہیں فرمائی۔ اسی طرح احادیث میں بھی مطلق درود شریف پڑھنے کا حکم وارد ہے۔ مطلق کے بارے میں اصول فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے۔

حكم المطلق أن يكون الآتي بأي فرد كان آتيا بالمأمور به [1].

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو احکام مطلق ہیں ان کو جس طرح اور جس وقت آدمی ادا کرے گا مامور بہ کی ادائگی ہوگی۔ مثلا درود شریف کو ہی لے لیجیے ایک شخص بالالتزام بعد نماز عشا بیٹھ کر پست آواز سے درود شریف پڑھتا ہے یہ بلا شبہہ مستحسن اور ثواب کا کام ہے لیکن کہیں قرآن میں تخصیص وتقیید کا حکم وارد نہیں مگر اس کے استحسان اور باعث ثواب ہونے پر اسی آیت اور انھیں احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جن میں درود شریف مطلقا پڑھنے کا حکم ہے، اسی طرح قبل اذان واقامت بھی درود شریف پڑھنا اسی حکم مطلق میں داخل ہے اور بلا کسی شک وشبہہ کے باعث اجر وثواب۔ علاوہ ازیں حضرت امام مسلم حضرت زید بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من سَن في الإسلام سنة حسنة يكون له أجرها وأجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شئ. [2]

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا۔ بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی ہو۔

اور یہ چیز ہر شبہہ سے بالاتر ہے کہ درود شریف پڑھنا ہر وقت اچھی چیز ہے، قبل اذان واقامت پڑھنا بھی اچھا ہی کام ہے لہذا یہ اگر چہ نو ایجاد مگر حدیث مذکور کے مطابق باعث اجر وثواب ہے۔ بلکہ اس زمانے میں اہل سنت کو لازم ہے کہ اذان واقامت سے پہلے درود شریف پڑھ لیا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ مسجد اہل سنت کی ہے دیوبندیوں کی نہیں، کوئی نو وارد آئے تو اسے اشتباہ نہ رہے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- أصول الشاشي، ص: ۱۲، فصل في المطلق والمقيد، مجلس البركات مبارك پور

(۲)- الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۳۲۷، باب الحث على الصدقة، مجلس البركات، مبارك پور.

[۵۱-۵۵] اذان واقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے پر اعتراض کا الزامی جواب

مسئلہ ہمارے قصبہ کی مسجد میں اگست ۱۹۹۷ء سے اذان واقامت کے پہلے مؤذن صاحب باواز بلند درود شریف اور الصلاة والسلام عليك يا رسول الله، الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله کہتے ہیں۔ حاصل طلب چند سوالات ہیں:

❶ مؤذن کا یہ عمل شریعت (قرآن وحدیث کی روشنی میں) صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو اسے اگست ۹۷ء کے پہلے کیوں نہیں کیا گیا، اگر صحیح ہے تو دیگر مقامات پر اہل سنت وجماعت کی مساجد میں کیوں نہیں کیا جاتا؟

❷ مؤذن کی غیر حاضری میں کوئی شخص اس عمل کے بغیر اذان اور اقامت کہتا ہے تو اسے غلط مانا جاتا ہے، یا ایسے شخص کو اذان واقامت کے لیے نہیں کہا جاتا؟

❸ اگر یہ عمل صحیح نہیں ہے تو اسے کیسے روکا جائے کیوں کہ منع کرنے والے کا وہابی کہہ کر مذاق اڑا دیا جاتا ہے، یا اس کی بات سنی ہی نہیں جاتی ہے۔

❹ اگر یہ عمل غلط ہے تو اس کو شروع کرنے والے اور ساتھ دینے والوں کے ساتھ کیا عمل کیا جائے اور یہ کس طرح رد کیا جائے۔

❺ کیا یہ بدعت ہے؟

ایم اے حق، بنجر کالونی، بیہر، بالاگھاٹ، ایم پی

الجواب

(۱-۵) مؤذن کا یہ فعل صحیح ومستحسن ہے کہ وہ اذان، واقامت سے پہلے درود شریف پڑھتا ہے۔ اللہ عزوجل نے ہمیں مطلقاً حکم دیا ہے کہ ہم درود وسلام پڑھیں، ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝" (۱)

اس میں کسی وقت کی تخصیص نہیں اور نہ کسی خاص طریقہ کا بیان ہے۔ جس میں اذان واقامت کے پہلے بھی داخل ہے؟ ہم جس وقت بھی جیسے بھی درود وسلام پڑھیں گے اس حکم خداوندی کی تعمیل ہوگی اور پڑھنے والا ثواب کا مستحق ہوگا۔ چوں کہ اذان واقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے سے کہیں کوئی ممانعت نہیں اس لیے یہ جائز، نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور باعث ثواب ہوگا۔

---

(۱)- القرآن المجيد، الجزء: ۲۲، سورة الأحزاب، الآية: ۵۶.

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص نماز فجر کے بعد بیٹھ کر قرآن مجید دیکھ کر بلاناغہ تلاوت کرتا ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ کار ثواب ہے حالاں کہ قرآن وحدیث میں کہیں اس کا حکم نہیں کہ نماز فجر کے بعد بیٹھ کر قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرے اور نہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ سے منقول ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ اللہ تعالی نے ہمیں مطلقاً حکم دیا ہے کہ "فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ"(۱) یہ حکم مطلق ہے کسی وقت کی تخصیص نہیں اور نہ کسی ہیئت کی تخصیص ہے، ہم جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کریں گے جیسے بھی کریں گے اس حکم خداوندی کی تعمیل ہوگی اور ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اسی طرح درود وسلام کا معاملہ ہے اگر لوگ اس سے منع کرنے والے کو وہابی کہتے ہیں تو غلط نہیں کہتے۔ وہابیوں ہی کا طریقہ ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی تعظیم وتکریم سے جلتے ہیں اور دوسرے بند کرنے کے لیے جی جان سے کوشش کرتے ہیں۔ اور ہر بات کو بدعت کہہ کر روکتے ہیں فساد مچاتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

۲۰ر شوال ۱۴۱۸ھ

[۵۶] نومولود لڑکی کے کان میں بھی اذان دینا چاہیے

مسئلہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس کے کان میں اذان دیا جاتا ہے اور جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اذان نہیں دیا جاتا، دونوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

محمد شمشاد، نچلول، مہراج گنج، یوپی

الجواب

لڑکی کے کان میں بھی اذان دینا چاہیے جو لوگ لڑکی کے کان میں اذان نہیں دیتے یہ ان سے پوچھیے کہ کیوں نہیں دیتے؟ واللہ تعالی اعلم

[۵۷] فجر کے وقت اٹھنے کے لیے وظیفہ

مسئلہ برائے وظیفہ: کافی عرصہ سے زید کی یہ خواہش رہی ہے کہ صبح سویرے اٹھ کر نماز فجر باجماعت ادا کرے، لیکن اس میں ہرگز کامیاب نہیں ہو پا رہا ہے۔ چناں چہ زید ہر روز سوتے وقت آیۃ الکرسی، چار قل، سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور سورۂ کہف کی آخری آیات بھی پڑھتا ہے پھر بھی نماز فجر وقت پر ادا نہیں کر پاتا ہے بلکہ دیر سے نیند سے اٹھتا ہے۔ اگر کبھی کبھار سویرے اٹھتا بھی ہے تو دن کو نیند کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ دوسرے دن پورے دن غنودگی طاری رہتی ہے۔ حالاں کہ بستر میں اکثر وبیشتر نماز فجر کی اذان اپنے کانوں سے سنتا

---

(۱)- القرآن المجید، الجزء: ۲۲، سورۃ المزمل، الآیۃ: ۲۰.

ہے لیکن شیطان عین وقت پر ایسا مسلط ہوتا ہے کہ کئی سالوں سے زید کی صبح سویرے اٹھنے کی خواہش کبھی پوری نہیں ہو پائی۔ آج تک زید کی یہ دیرینہ خواہش کوئی بھی پیر یا مولوی پوری نہ کر سکا۔ بمہربانی اپنے روحانی خزانہ سے ایسا سہل وآسان اور مختصر نسخہ تجویز فرمائیں جس سے زید کی برسوں کی خواہش پوری ہو سکے۔

خورشید جاں قریشی، ایم اے، علیگ، جواہر نگر، سری نگر، کشمیر

الجواب

اذان کی آواز سننے کے باوجود زید نہیں اٹھتا یہ خود اس کی ذاتی کمزوری ہے۔ رہ گیا یہ عذر کہ اگر کسی دن نماز پڑھتا ہے تو دن بھر غنودگی طاری رہتی ہے یہ عادت کی بنا پر ہے۔ اگر زید چند دن اذان فجر سنتے ہی اٹھ بیٹھے اور نماز پڑھے پھر نماز کے بعد سو جائے تو یہ حالت ختم ہو سکتی ہے۔

شیطان کے دخل کو دور کرنے کے لیے سوتے وقت سو بار "لا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم" پڑھا کرے۔ اذان فجر سننے کے بعد اٹھنے میں کسل معلوم ہو تو بھی لاحول شریف پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کاہلی دور ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷/۱۲/۱۴۱۷ھ

[۵۸] اذان میں تکبیر کے کلمات چار مرتبہ اور بقیہ دو، دو مرتبہ کیوں ہیں

مسئلہ ابتدائے اذان میں اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر چار بار اور وسط اذان میں ہر ہر جملہ دو دو بار اور اخیر اذان میں لا إله إلّا الله ایک بار کیوں؟ جواب مع حوالہ دیا جائے۔

محمد مہتاب، مقام گوسائیں پور، پوسٹ کرند پگھتی، مغربی دیناج پور، بنگال

۲۳/ ذوالحجہ، ۱۴۱۱ھ

الجواب

ایسا ہی حضور اقدس ﷺ سے مروی ہے۔ فرشتے نے خواب میں حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلقین کی انھوں نے صبح کو خدمت اقدس میں عرض کیا۔ ارشاد فرمایا یہ خواب حق ہے۔ بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور انھیں بتاؤ۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- عن عبد الله بن زيد قال: لما أمر رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- بالناقوس يعمل ليضرب به للناس لجمع الصلاة طاف بي وأنا نائم رجل يحمل ناقوسا في يده، فقلت: يا عبد الله! أتبيع الناقوس؟ قال: وما تصنع به؟ فقلت: ندعو به إلى الصلاة، قال: أفلا أدلك على ما هو خير من ذلك؟ فقلت له: بلى! قال: تقول: الله أكبر، الله أكبر... فلما أصبحت، أتيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأخبرته بما رأيت، فقال: إنها لرؤيا حق إن شاء الله فقم مع بلال فألق عليه ما رأيت فليؤذن به. (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب كيف الأذان، ج:١، ص:١٣٥، رقم الحديث:٤٩٩) محمود علي المشاهدي

فصل في أذان الخطبة

اذان ثانی کا بیان

- احیاے سنت کے لیے کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔
- مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔
- مسجد کے اندر اذان دینا بدعت ہے مگر اس سے نماز پر اثر نہیں پڑتا۔
- اذان خطبہ کے باہر ہونے کے دلائل جو نہ مانے وہ ہٹ دھرم، معاند اور خاطی ہے۔ مشاہدی

[۵۹-۶۰] اذان ثانی کے خارج مسجد ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

مسئلہ ① ہمارے یہاں خطبہ کی اذان باہر سے دی جاتی ہے لیکن مؤذن جب اذان کے لیے باہر جاتا ہے اور پھر اقامت کے لیے صف اول میں جاتا ہے تو اس کے آنے اور جانے کی بنا پر لوگوں کی گردن کو پھلانگنا پڑتا ہے (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے) جو کہ تکلیف دینا ہوا، اب اس صورت میں بھی ایک سنت کو ادا کرنے کی غرض سے کیا لوگوں کو تکلیف ہوتی رہے؟ یا یہ مؤذن اس وعید سے مستثنیٰ ہے جواب سے نوازیں گے۔ مزید اذان ثانی کہاں سے دی جائے وضاحت کریں۔

② نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں خطبہ کی اذان کہاں سے ہوتی تھی؟

(الف) اذان ثانی کب شروع ہوئی اور کس زمانے میں اذان ثانی ہوئی نیز اس وقت اذان ثانی کہاں سے ہوتی تھی؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں دوسری اذان کا

اضافہ کیا ہے۔ ایک اذان نماز پنج وقتہ کی اذان کی طرح سے مقام "زوراء" سے دلوایا اور خطبہ کی اذان اپنے منبر کے قریب سے دلوایا جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ پہلی اذان مینارہ سے اور دوسری خطبہ والی اذان منبر کے قریب سے ہونی چاہیے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

وعن الحسن بن زياد عن أبي حنيفة هو أذان المنارة؛ لأنه لو اشترط الأذان عند المنبر لفوته أداء السنة وسماع الخطبة.

حسن بن زیاد امام ابو حنیفہ سے ناقل ہیں کہ کاروبار بند کرنے میں پہلی مینارہ والی اذان کا اعتبار ہوگا کیوں کہ اگر منبر والی اذان کی شرط لگائی جائے تو سنت کی ادائگی اور خطبہ کا سننا چھوٹ جائے گا۔

(بنایہ شرح ہدایہ، جلد اول، ص:۱۰۱۴)

اس عبارت میں امام ابو حنیفہ نے پہلی اذان کو "اذان المنارۃ" اور دوسری خطبہ والی اذان کو "اذان عند المنبر" فرمایا ہے جس سے واضح طریقہ پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک خطبہ کی اذان منبر کے قریب سے ہی دی جاتی تھی۔

نوٹ: منبر کے قریب سے اذان ہونے کی دلیل بعض حضرات بہت پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کی اذان منبر کے قریب سے ہی ہونی چاہیے۔ اب حقیقت کیا ہے، آپ براے کرم قرآن وحدیث نیز ائمۂ اربعہ کے اقوال کو پیش کریں گے۔

خورشید عالم،، امہتا، بہدیا، غازی پور، یوپی

الجواب

(۱-۲) خطبے کی اذان حضور اقدس ﷺ کے زمانے سے ہوتی آرہی ہے اور یہ اذان اسی زمانے سے مسجد کے باہر مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ ابوداؤد میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:

كان يؤذن بين يدي رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- إذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وأبي بكر وعمر[1]. وفي رواية وعلي بالكوفة۔

(۱)- سنن أبي داؤد، ج:١، ص:٤٠٥، رقم الحديث:١٠٨٨، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.

رسول اللہ ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی، اور ایسا ہی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانے میں ہوتا تھا، اور ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کوفہ میں کیا۔

جب حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد مبارک میں مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی انھوں نے خطبے کی اذان سے پہلے ایک اذان بازار کے مقام "زوراء" پر دلوانی شروع کی، جب مسجد نبوی میں مینارے بن گئے تو ہشام بن عبد الملک مروانی بادشاہ نے وہاں سے منتقل کر کے مینارے پر دلوانی شروع کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے خطبے سے پہلے مقام "زوراء" پر پہلی اذان کا اضافہ کیا۔ مگر خطبے کی اذان وہیں رہنے دی، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہوتی آئی تھی۔ اس لیے اذان خطبہ میں سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے ہو۔

رہ گیا اذان کہہ کر مؤذن اقامت کہنے کے لیے پہلی صف میں جائے گا تو گردنیں پھلانگنا پڑے گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ گردن پھلانگنا بلا ضرورت منع ہے اور بضرورت اس کی اجازت ہے۔ مثلاً ایک شخص صف اول میں بیٹھا ہے اس کا وضو ٹوٹ گیا تو گردنیں پھلانگ کر مسجد کے باہر جائے گا پھر وضو کر کے اپنی جگہ پر جائے تو کوئی حرج نہیں، یا فرض کیجیے کہ امام دیر میں آیا، مسجد بھر چکی ہے تو امام لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر محراب میں جائے گا تو (امام کا) یہ جانا بضرورت ہے اس لیے گردن پھلانگ کر جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مؤذن کا اقامت کہنے کے لیے جانا بضرورت ہے، اس لیے جائز ہے۔ اسی طرح بنایہ کی عبارت "عند المنبر" کا مطلب یہ لینا کہ یہ اذان منبر کے متصل خطیب کے سر پر ہو جہالت ہے ورنہ لازم آئے گا کہ حنفی مذہب حدیث کے خلاف ہے۔ نیز حضرت امام اعظم نے فرمایا: إذا صح الحديث فهو مذهبي۔ اور جب حدیث سے ثابت کہ اذان مسجد کے باہر ہونی چاہیے تو بنایہ کا قول ساقط۔

جب دیوبندی لغت میں "عند" کے معنی یہ ہے کہ متصل ہو تو بخاری کی اس عبارت کا کیا مطلب ہو گا؟ حتى وضعها عند البيت عند دوحة، فوق زمزم۔(1) کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو بیت اللہ کے پاس زم زم کے اوپر ایک بڑے لنڈ منڈ درخت کے پاس

---

(1)- صحيح البخاري، ج:۱، ص:۴۷۴، رقم الحديث: ۳۳۶۴، كتاب الأنبياء، باب يزفون النسلان في المشي، مجلس البركات، مبارك پور.

رکھا۔ بولیے اگر آپ کو حج کی توفیق نہیں ہوئی ہے تو حاجیوں سے پوچھ لیجیے کہ زم زم شریف بیت اللہ شریف کے کتنے فاصلے پر ہے پھر بھی اس کو "عند البیت" کہا، اور اگر ان ابحاث کی سیر کرنا چاہتے ہیں اور دیوبندیوں کی جہالت کے نمونے دیکھنا چاہتے ہیں تو جناب مولانا عبد الحق صاحب کی دو کتابیں مطالعہ کرلیجیے۔

"اذان خطبہ کہاں ہو؟" اور "تنقید بر محل" طبیعت ہری بھری ہوجائے گی۔ آپ دیوبندی ہیں دیوبندی مذہب پر عمل کریں۔ ہمیں چھیڑیں نہیں ہم آپ کے گھر جاکر دیوبندی مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتے اور نہ آپ کے گھر جاکر یا خط بھیج کر دیوبندی مذہب پر اعتراض کرتے ہیں۔ پھر آپ کیوں بلا وجہ ہمیں چھیڑتے ہیں آپ کو آپ کا مذہب مبارک ہو ہم کو ہمارا مذہب مبارک۔ آپ اپنے مذہب پر رہیں ہم اپنے مذہب پر رہیں۔ "لکم دینکم ولي دین"۔ آپ کو توفیق ہو تو حرمین طیبین جاکر دیکھ لیں وہ خطبے کی اذان منبر کے متصل خطیب کے سر پر نہیں ہوتی مسجد حرام میں کنارہ مطاف پر ہوتی ہے اور عہد نبوی میں مطاف ہی تک مسجد حرام تھی اور مسجد نبوی شریف میں مکبرہ پر ہوتی ہے جو منبر سے کافی فاصلہ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ ربیع الاول، ۱۴۱۹ھ

[۶۱] اذان اول سب سے پہلے ہشام بن عبد الملک نے مینار پر دلوائی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور دور خلفائے راشدین میں کتنی اذانیں تھیں اور کہاں ہوتی تھیں، نیز اذان خطبہ کہاں ہوتی تھی، اگر رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اس پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر۔ اور جو رسم و رواج حدیث شریف اور احکام فقہ سب کے خلاف پڑجائے وہاں مسلمانوں پر پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا۔ علما پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں۔ اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہوسکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر یہ اعتراض ہوسکے گا تو سنت زندہ کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ مع دلائل بالتفصیل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

حضور مفتی صاحب قبلہ۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ ایک بہت ضروری فتوی ہے۔ سامنے کے جمعہ میں لوگوں کو پڑھ کر سنانا ہے، اس لیے برائے کرام دو تین دن میں جواب مرحمت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

فضل اللہ اعظمی، سنو ٹیلر، خالق شاہ کٹرہ چوک، اعظم گڑھ

الجواب

صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابو داؤد شریف جلد اول ص:۱۵۵ میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ. ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ يُونُسَ. (يعنى) فلما كان خلافة عثمان وكثر الناس أمر عثمان، يوم الجمعة بالأذان الثالث ، فأذن به على الزوراء فثبت الأمر على ذلك.[1]

اور ایک روایت میں ہے: "وعلي بالكوفة"۔

جمعہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی، اور ایسا ہی حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانے میں ہوتا تھا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت ہوئی اور لوگ زیادہ ہو گئے تو انھوں نے "زوراء" پر ایک اور اذان دینے کا حکم دیا پھر اسی پر عمل در آمد رہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کوفہ میں بھی خطبہ کی اذان مسجد کے دروازے پر دلوائی۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس ﷺ اور خلفاے راشدین نے اپنے عہد مبارک میں خطبہ کی اذان مسجد کے باہر کے دروازے پر دلوائی اور کبھی بھی ایک بار بھی یہ اذان مسجد کے اندر نہیں دلوائی۔ ہمیشہ مسجد کے باہر مسجد کے دروازے پر دلوائی، ایسی پابندی جس کے خلاف ایک بار بھی عمل نہ ہوا ہو اس چیز کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ تو اب ثابت ہوا کہ مسجد کے باہر اذان دینا واجب ہے اور واجب کا خلاف گناہ تو اس سے لازم کہ مسجد کے اندر اذان دینا ناجائز۔ اسی وجہ سے مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی نے عمدۃ الرعایۃ میں لکھا:

---

(۱)- سنن أبي داود، ج:۱، ص: ٤٠٤، ٤٠٥، رقم الحديث: ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.

قوله "بين يديه" أي مستقبل الإمام في المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثاني[1].

"بين يديه" کے معنی سامنے کے ہیں جو مسجد کے اندر یا باہر دونوں کو شامل اور مسنون یہی ہے کہ مسجد کے باہر دلوائی جائے۔

اور سب کو معلوم کہ سنت کا ترک اور اس کے خلاف پر عمل بدعت سیئہ اور گناہ، تمام فقہائے کرام مطلق فرماتے ہیں کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ خزانۃ الروایۃ، خلاصۃ الفتاوی، البحر الرائق، عالمگیری، فتح القدیر، شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے: لا يؤذن في المسجد[2]. مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

غنیہ شرح منیہ میں ہے: الأذان إنما يكون على المئذنة أو خارج المسجد والإقامة في داخله[3].

اذان مینارے پر دی جائے یا مسجد کے باہر اور اقامت مسجد کے اندر۔

بلکہ فتح القدیر خاص باب جمعہ بیان خطبہ میں ہے:

لكراهة الأذان في داخله[4]. مسجد میں اذان مکروہ ہونے کی وجہ سے۔

نظم امام زندویستی، پھر قہستانی پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے:

يكره أن يؤذن في المسجد[5]. مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

ان ارشادات میں نہ اذان پنج گانہ کی تخصیص ہے نہ اذان جمعہ کا استثنا؛ اس لیے یہ ارشادات اپنے اطلاق اور عموم کی بنا پر اذان خطبہ کو بھی شامل۔

اس لیے یہ جو رواج پڑ گیا ہے کہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر منبر کے متصل خطیب کے سر پر دی جاتی ہے سنت کے خلاف مکروہ اور بدعت ہے۔ سنت یہی ہے کہ یہ اذان مسجد کے باہر خطیب کے سامنے دی جائے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں ہوتا تھا۔ آج بھی مکہ معظمہ میں مسجد حرام شریف میں منبر سے بہت دور قدیم مطاف کی حد کے کنارے ہوتی ہے [جو عہد نبوی میں خارج

---

(۱)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:١، ص:٢٤٧، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- البحر الرائق، ج:١، ص:٤٤٤، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- غنية المستملى شرح منية المصلى، ص:٣٧٧، فصل فى السنن، سہیل اکیڈمی، لاہور.

(۴)- فتح القدير، ج:٢، ص:٥٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، بركات رضا، پور بندر.

(۵)- حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح، ج١، ص:١٩٧، كتاب الصلاة، باب الأذان.

مسجد تھا۔[1]] جیسا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ہوتی تھی۔ اور مسجد نبوی شریف میں منبر سے کافی فاصلے پر بنے ہوئے مکبرہ پر ہوتی ہے منبر کے متّصل نہیں ہوتی ہے۔

دلائل شرعیہ کی روشنی میں حق واضح ہوجانے کے بعد صرف یہ بہانہ بناکر کہ کیا پہلے علما نہیں تھے سنت کے خلاف عمل کرنے پر اڑے رہنا جہالت ہے۔ احیاے سنت کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ جب لوگ سنت چھوڑ کر خلاف سنت کام کرنے لگیں تو لوگوں کی پروا کیے بغیر سنت پر عمل کرنا چاہیے اور لوگوں کو سنت کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دینی چاہیے، جس طرح آج کے علما یہ بہانہ کر رہے ہیں کیا پہلے علما نہیں تھے ہوسکتا ہے یہی بہانہ ہم سے پہلے علما کو رہا ہو ابتدا میں بے توجہی کی وجہ سے یہ رواج پڑ گیا اور بعد کے علما یہی بہانہ بنا کر خاموش رہے۔

جامع مسجد شاہ جہانی دہلی میں یہ اذان منبر کے متّصل نہیں ہوتی بلکہ صحن میں اس کے لیے ایک بلند مکبرہ بنا ہوا ہے وہاں ہوتی ہے۔ شاہ جہاں مرحوم خود عالم تھے اور ان کے عہد میں دہلی میں اجلہ علماے کرام کا اجتماع تھا انھوں نے جو کام کیا ہوگا علما کے مشورے سے کیا ہوگا، اگر اذان خطبہ کو منبر کے متّصل دینا ضروری ہوتا تو ان کو صحن میں مکبرہ بنانے کی کیا حاجت تھی؟ پھر ان کے صاحب زادے سلطان محی الدین عالم گیر زبردست فقیہ تھے، دین کے احیا میں کوشاں۔ اگر یہ بات خلاف شرع ہوتی تو وہ یہ اذان مکبرہ سے ہٹاکر منبر سے متّصل کر دیتے۔ اس وقت سے آج تک ہر دور میں اجلہ علماے کرام دہلی میں ہوئے کسی نے بھی اس اذان کو مکبرہ سے ہٹاکر منبر کے متّصل نہیں کیا۔ فتح پوری، آگرہ کی شاہی مسجدوں میں بھی یہ اذان منبر کے متّصل نہیں ہوتی بلکہ مسجد کے صحن میں بنے ہوئے مکبرے پر ہوتی ہے حتی کہ سہارن پور کی جامع مسجد میں بھی مکبرہ ہی پر ہوتی ہے جو صحن مسجد میں بنا ہوا ہے۔

یہ بہانے بنانے والے علما اس کا کیا جواب دیں گے۔ سب علما پر واجب ہے کہ اس مردہ سنت کو زندہ کریں اور اذان منبر کے متّصل سے ہٹاکر مسجد سے باہر کریں۔ احیاے سنت کے حدیث میں بڑے عظیم ثواب وارد ہیں۔ ایک حدیث میں فرمایا: جو میری کسی سنت کو زندہ کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

---

(۱)- یہ اذان آج کے دور میں خارج مسجد مطاف کے کنارے ہوتی ہے یا نہیں اس بارے میں حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے فتاوی میں بظاہر اختلاف پایا جاتا ہے، اس فتوے میں تو یہ ہے کہ "آج بھی مکہ معظمہ میں مسجد حرام شریف میں منبر سے بہت دور قدیم مطاف کی حد کے کنارے ہوتی ہے" اور ایک دوسرے فتوے میں یہ ہے کہ "یہ اذان ترکوں کے عہد حکومت تک خارج مسجد کنارہ مطاف پر ہوتی تھی۔"
واقعہ یہ ہے کہ پہلے حضرت کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہابیوں نے سلف صالحین سے چلے آرہے مسنون طریقے کو بدل دیا ہے یا نہیں، اس لیے آپ نے ترکوں کے عہد حکومت تک کا ذکر کیا لیکن بعد میں جب آپ نے حاجیوں کے ذریعہ معلوم کر لیا یا خود وہاں پہنچ کر دیکھ لیا تو وہ صراحت فرمائی جو اس فتوے میں ہے۔ محمد نظام الدین رضوی

قبل تمامیت مسجد اذان کے لیے کوئی جگہ بنالی جائے یا متعین کرلی جائے تو وہ جگہ اذان کے لیے خارج مسجد کے حکم میں ہے۔ اس لیے جن مساجد میں اذان کے لیے مکبرے بنالیے گئے یا پہلے مسجد چھوٹی تھی کسی جگہ مسجد کے باہر اذان ہوتی تھی بعد میں مسجد کی توسیع کی بنا پر وہ جگہ مسجد کے اندر آگئی تو وہاں اذان جائز ہے، وہ جگہ اذان کے لیے خارج مسجد کے حکم میں ہے۔ اس کی مثال وضو کے حوض ہیں۔ تمام شاہی مساجد میں صحن کے وسط میں وضو کے لیے حوض بنائے گئے ہیں مسجد کے اندر وضو کرنا جائز نہیں لیکن پھر بھی ان حوضوں پر جائز ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ قبل مسجدیت بنالیے گئے ہیں۔ اسی طرح جو جگہ یا مکبرے قبل تمامیت مسجد بنالیے گئے ہیں، یا جہاں پہلے سے اذان ہوتی چلی آرہی ہے مگر مسجد کی توسیع کے بعد وہ جگہ اندرون مسجد آگئی تو وہاں اذان جائز ہے۔

عہد رسالت میں جمعہ کے لیے صرف ایک اذان ہوتی تھی۔ جب حضور اقدس ﷺ منبر پر تشریف رکھتے تو مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی۔ یہ دروازہ منبر سے تقریبا ۹۵/۹۶ ہاتھ دوری پر مسجد کے باہر تھا۔ اور سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہما کے عہد خلافت میں بھی صرف یہی ایک اذان تھی اور وہیں ہوتی تھی جہاں عہد رسالت میں ہوتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد خلافت میں جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور جمعہ کی حاضری میں صرف اس اذان پر حاضری دشوار ہوئی توانھوں نے اس سے پہلے بازار میں ایک جگہ جس کا نام ”زوراء“ تھا، ایک اذان کا اضافہ فرمایا۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ عہد رسالت اور عہد شیخین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما میں صرف ایک ہی اذان تھی جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی تھی، جس کو آج کل اذان ثانی کہا جاتا ہے۔ ان تینوں عہدوں میں اذان اول نہیں تھی۔ یہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا اضافہ ہے جسے تمام صحابہ نے بلا انکار پسند فرمایا۔ جس کی صحت پر اجماع صحابہ منعقد ہوگیا نیز حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين“[1]. تم پر میری سنت اور خلفاے راشدین کی سنت پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس لیے تمام امت نے اس اذان کو برقرار رکھا۔

مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خطبہ کی اذان وہیں باقی رکھی جہاں عہد رسالت سے ہوتی آئی

---

(۱)- مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰.

تھی، کسی روایت میں یہ نہیں کہ اذان خطبہ کو وہاں سے ہٹایا ہو اور اصل إبقا ما کان علی ما کان ہے۔ 15
ہشام بن عبد الملک مروانی پہلی اذان کو جو "زوراء" پر ہوتی تھی وہاں سے منتقل کر کے مینارے پر لایا مگر خطبہ کی اذان جہاں ہوتی تھی وہیں باقی رکھی۔ تفصیل کے لیے کتاب "اذان خطبہ کہاں ہو؟" اور "تنقید بر محل" دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ر جمادی الاولیٰ، ۱۴۱۱ھ

[۶۲] خطبہ کی اذان خلفاے راشدین کے زمانے میں کس جگہ سے ہوتی تھی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے اہل سنت اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں منبر کے سامنے ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے باہر؟ خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں کہاں ہوتی تھی۔ فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

محمد عثمان، مقام و پوسٹ بسو، ڈگام، بناس کانٹھا

الجواب

حضور اقدس ﷺ اور اوائل خلافت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف یہی ایک اذان خطبہ ہی تھی جو منبر کے سامنے مسجد سے باہر مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک میں مسلمانوں کی کثرت ہوئی تو انھوں نے پہلی اذان کا اضافہ فرمایا جو بازار میں مقام "زوراء" پر ہوتی تھی۔ اور اذان خطبہ بدستور وہیں ہوتی رہی جہاں عہد رسالت سے ہوتی آئی تھی۔ حضور اقدس ﷺ یا خلفاے راشدین کے عہد میں کبھی بھی کہیں بھی ثابت نہیں کہ اذان خطبہ منبر کے متصل خطیب کے سر پر ہوئی ہو، اور بحمدہ تبارک وتعالیٰ ترکوں کے زمانے تک بھی یہ اذان منبر کے متصل خطیب کے سر پر نہ ہوئی، اسی طرح ترکوں کے عہد تک مسجد حرام شریف میں یہ اذان مطاف کے کنارے پر ہوتی تھی مسجد حرام عہد اقدس میں مطاف ہی تک تھی تو وہاں بھی یہ اذان اس عہد میں خارج مسجد ہی ہوئی۔ ان سب سے یہ ثابت کہ سنت یہی

ہے کہ اذان منبر کے سامنے مسجد کے باہر ہو۔ مسجد کے اندر وہ بھی منبر کے متصل اذان دینا بدعت سیئہ ہے۔
ابوداؤد شریف میں ہے:

عن السائب بن يزيد قال: كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ. ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ يُونُسَ. أي فلما كان خلافة عثمان وكثر الناس أمر عثمان يوم الجمعة بالأذان الثالث فأذن به على الزوراء فثبت الأمر على ذلك.(1)

یقیناً فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مطلقاً منع فرمایا: خلاصہ، خزانہ، ہندیہ، بحر الرائق، شرح نقایہ علامہ برجندی اور فتح القدیر میں ہے:

لا يؤذن في المسجد(2). مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

الأذان إنما يكون في المئذنة أو خارج المسجد والإقامة في داخله(3). اذان صرف مینارے پر ہونی چاہیے یا مسجد سے باہر اور اقامت مسجد کے اندر۔

فتح القدیر کے خاص باب الجمعہ میں ہے:

لكراهة الأذان في داخله(4). مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔

طحطاوی علی المراقی میں: يكره أن يؤذن في المسجد كما في القهستاني من النظم(5). مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔ جیسا کہ نظم امام زندویستی سے قہستانی میں ہے۔

حتیٰ کہ ماضی قریب کے مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی شرح وقایہ کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ میں لکھتے ہیں:

قوله: بين يديه أي مستقبل الإمام في المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثاني.(6)

---

(1)- سنن أبي داؤد، ج:١، ص:٤٠٤، ٤٠٥، رقم الحديث: ١٠٨٧، ١٠٨٨، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.
(2)- البحر الرائق، ج:١، ص:٤٤٤، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.
(3)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص:٣٧٧، فصل في السنن، سهيل اكيڈمی، لاهور.
(4)- فتح القدير، ج:٢، ص:٥٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، بركات رضا پور بندر.
(5)- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص:١٩٧، كتاب الصلاة، باب الأذان، مصطفى البابي، مصر.
(6)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:١، ص:٢٤٧، باب الجمعة، مجلس البركات.

"بين يديه". کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ اذان خطبہ امام کے روبرو ہو۔ روبرو کا معنی مسجد کے اندر پر بھی صادق اور باہر پر بھی۔ سنت یہی ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے باہر ہو۔

فقہاے کرام کے ارشادات میں نہ اذان پنج گانہ کی تخصیص نہ اذان خطبہ کا استثنا۔ اس لیے اس عموم میں اذان خطبہ بھی داخل لہذا دیگر اذانوں کی طرح اذان خطبہ بھی منبر کے سامنے مسجد کے باہر ہونا ہی مسنون ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مسجد کے اندر اذان دینا خلاف سنت و بدعت سیئہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۱۱ر جمادی الاولی، ۱۴۰۲

[۶۳] خطبہ کی اذان امام اعظم کے زمانے میں کس جگہ ہوتی تھی؟

مسئلہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے زمانے میں اذان خطبہ جمعہ کس جگہ ہوتی تھی؟

مولوی محمد یوسف امام مسجد جھمیا ٹولہ، فیروز آباد، آگرہ

الجواب

جب یہ ثابت ہے کہ خلفاے راشدین کے عہد میں خطبہ کی اذان منبر کے متصل نہیں ہوتی تھی بلکہ مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی، اور کہیں سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں اذان خطبہ منبر کے متصل ہونے لگی تھی۔ تو ماننا پڑے گا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں بھی یہ اذان وہیں ہوتی تھی جہاں عہد رسالت و عہد خلفاے راشدین میں ہوتی تھی۔ اس لیے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ تابعی ہیں۔ صحابہ اور تابعین سے یہ بہت بعید ہے کہ جو طریقہ حضور اقدس ﷺ اور خلفاے راشدین کے زمانے سے چلا آرہا ہے اس میں کوئی تبدیلی کریں۔ واللہ تعالی اعلم

[۶۴] کیا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر دی جائے

مسئلہ زید کہتا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے دینی چاہیے اور بکر کہتا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر دینی چاہیے۔ ان دونوں میں سے کس کا کہنا بجا ہے؟ شرع مطہر کی روشنی میں جواب

عنایت فرمائیں۔ اور زید کہتا ہے کہ غوث پاک نے جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر دینے کو جائز لکھا ہے۔ اور حوالے میں کتاب غنیۃ الطالبین کو پیش کرتا ہے اور اس کتاب کے مترجم اپنے کو بریلی شریف منظر اسلام کا مدرس لکھتے ہیں۔ کیا حقیقت میں یہ کتاب غوث اعظم کی ہے؟ اور کیا اس میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ نے ایسا لکھا ہے؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

محمد شعبان عزیزی، دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ، اعظم گڑھ

الجواب

صحیح یہی ہے کہ خطبے کی اذان مسجد کے باہر خطیب کے سامنے دی جائے، صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن ابی داؤد میں ہے:

كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضي الله تعالى عنهما(۱)

رسول اللہ ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانے میں ہوتا تھا۔

جب اذان حضور اقدس ﷺ اور خلفاے راشدین کے مبارک زمانے میں مسجد کے باہر ہوتی تھی تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہی سنت ہے، اس کے خلاف مسجد کے اندر منبر کے متصل دلانا بدعت اور ممنوع ہے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور اقدس ﷺ یا خلفاے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلائی ہو۔ کسی ضعیف سے ضعیف حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں۔ اگر مسجد کے اندر اذان دلانا جائز ہوتا تو بیان جواز ہی کے لیے کبھی مسجد کے اندر اذان دلاتے۔ مگر کبھی ایک بار بھی مسجد کے اندر اذان نہیں دلائی۔ ان حضرات نے ہمیشہ باہر دلائی تو اس سے ثابت ہوا کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر دینا ممنوع ہے اسی لیے فقہاے کرام نے ارشاد فرمایا:

لا يؤذن في المسجد(۲).

جیسا کہ خلاصۃ الفتاوی، خزانۃ المفتیین، البحر الرائق، فتاوی عالمگیری، فتاوی خانیہ، فتح القدیر، شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے۔ فتح القدیر خاص باب الجمعہ میں ہے: لكراهة الأذان في داخله(۳)

---

(۱)- سنن أبي داؤد، ج:۱، ص: ٤٠٥، رقم الحديث: ١٠٨٨، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.

(۲)- البحر الرائق، ج:۱، ص: ٤٤٤، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- فتح القدير، ج:۲، ص:٥٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، بركات رضا پور بندر.

نظم امام زندویستی، قہستانی، پھر مراقی الفلاح میں ہے:

یکره أن یؤذن في المسجد[1]. مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

اس میں نہ تو نماز پنج گانہ کی تخصیص ہے نہ اذان جمعہ کا استثنا مطلق ہے اور یہ اذان خطبہ کو بھی شامل ہے۔اسی لیے علامہ عبدالحی لکھنوی نے عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا:

قوله بين يديه أي مستقبل الإمام في المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثاني.[2]

سنت یہی ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے باہر دی جائے۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے دلائیں۔ مسجد کے اندر منبر کے متصل ہرگز ہرگز نہ دلائیں۔ مسجد کے اندر منبر کے متّصل اذان دلانا بدعت سیئہ اور ممنوع ہے۔

غنیۃ الطالبین سرکار غوث اعظم کی تصنیف کردہ ہے یہی ثابت نہیں، بہت سے علما کو اس سے انکار ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہے۔اور اگر بالفرض حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہے بھی تو اس پر سارے علما کا اتفاق ہے کہ اس میں کافی الحاقات ہیں یعنی کچھ ناخدا ترس لوگوں نے اس میں اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ پہلے مطبع نہیں تھے، کتاب ہاتھ سے نقل کی جاتی تھی، کچھ نقل کرنے والے اغراض فاسدہ کے لیے کتاب میں اپنی طرف سے بڑھا کر لکھ دیتے تھے، بزرگان دین کی بہت سی کتابوں میں ایسا ہوا ہے۔اس لیے یہ قطعی ہے کہ غنیۃ الطالبین سے زید نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو قول نقل کیا ہے وہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہرگز ہرگز نہیں، یہ کسی ناخدا ترس کا الحاق ہے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث صحیح کے خلاف کیسے کوئی حکم تحریر فرما سکتے ہیں؟ سرکار غوث اعظم اپنے عہد میں علم ظاہر کے بھی امام تھے۔

شمس بریلوی صاحب کون ہیں میں نہیں جانتا جب کہ میں بریلی شریف کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے عہد سے لے کر آج تک کے تمام علما سے واقف ہوں ایسا بہت ہوتا ہے کہ لوگ اپنے آپ کو بڑا اور معتمد ظاہر کرنے کے لیے ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ پاکستان جانے والوں میں سے بہت سے لوگوں نے ایسا کیا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ر ربیع الآخر، ۱۴۰۹ھ

---

(۱)- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۹۷، كتاب الصلاة، باب الأذان، مصطفى البابي، مصر.

(۲)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج: ۱، ص: ۲٤۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مجلس البركات، مبارك پور

[۶۵-۷۲] مسجد سے باہر خطبہ کی اذان ہونے پر تفصیلی دلائل

مسئلہ ❶ جمعہ کے دن خطبہ کی اذان از روے معتبر احادیث کریمہ اور فقہاے کرام کے مفتی بہ اقوال زریں وفقہ حنفی کی معتمد کتابوں کی روشنی میں (جو مشہور بریلوی و دیوبندی اختلاف سے پہلے کی ہوں) کہاں دی جائے مدلل و مفصل مع احادیث وکتب فقہ حنفی مرقوم فرمائیں۔

❷ جمعہ کی اذان ثانی اندر دینا جائز ہے یا ناجائز، شق اول کی صورت میں (جائز) سنت یا مستحب وافضل ہے؟ اور شق ثانی کی صورت میں (ناجائز) بھی سنت یا مستحب یا مکروہ؟ جس شق کو اپنائیں براہ کرم مدلل طور پر واضح فرمائیں۔

❸ علماے کرام کیا لوگوں کے مشورے پر چلیں گے یا عوام الناس علما کی باتوں پر پھر ان علما اور عوام دونوں کو کیا کرنا چاہیے؟

❹ غلط رسم ورواج پر اڑا رہنا کیسا ہے؟ بقول ایک فریق کے کسی مستحب امر کے اندر رکاوٹ پیدا کرنے سے اس پر عمل کرنا ایک طرح سے ضروری ولازم ہو جاتا ہے، عند الائمہ بینوا؟

❺ مساجد و مدارس میں خلاف شریعت عام ازیں کہ مستحب وافضلیت کا اختلاف ہو تو اقوام مسلمین کو کیا کرنا چاہیے؟ آیا اکثر واقل کا اس میں بھی خیال رکھنا درست ہے یا نہیں؟

❻ دنیاوی مفاد و منافع کے لیے دینی امور کو ترک کرنا کیسا ہے؟ خواہ مستحب ہی ہوں۔

❼ علما و عوام دونوں کسی سنت کو مل کر زندہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں کہ نہیں یا ان میں سے کوئی ایک بھی اور پھر ان میں سے زیادہ کون حق دار ہیں اور سنت کے زندہ ہونے پر ثواب ہے تو کتنا؟ بینوا

❽ غیر عالم کو وعظ و تقریر اور مسئلہ بتانا کیسا ہے؟

عبد المصطفیٰ شمع پان فروش، لوئی ماتا چوک بڑوانی، ایم پی

الجواب

❶ ابو داؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضی الله تعالى عنهما (1)

---

(1)- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب النداء في الجمعة، ج:١، ص:٤٠٥، رقم الحديث:١٠٨٨، دار الفكر، بيروت.

رسول اللہ ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں بھی ایسا ہوتا تھا۔

تفسیر الفتوحات الالہیہ میں ہے: "وعلي بالكوفة على ذلك" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو انھوں نے بھی اذان خطبہ مسجد کے دروازے پر دلوائی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اذان خطبہ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے دی جائے اور مسجد کے اندر خطیب کے سر پر منبر کے متّصل دینا سنت کے خلاف 'بدعت' ہے۔ ہمارے فقہا نے مطلقاً فرمایا:

لا يؤذن في المسجد (1). مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

خلاصۃ الفتاوی قلمی، خزانۃ المفتیین، فتح القدیر، البحر الرائق، عالمگیری، شرح نقایہ علامہ برجندی، غنیہ میں ہے:

والأذان إنما يكون في المئذنة أو خارج المسجد. (2)

اذان مینارے پر دی جائے یا مسجد کے باہر۔

حتی کہ بہت سے فقہاے احناف نے اس کی تصریح فرمائی کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔ فتح القدیر خاص باب جمعہ بیان خطبہ میں ہے:

لكراهة الأذان في داخله (3).

نظم امام زندویستی، پھر قہستانی، پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے:

يكره أن يؤذن في المسجد (4). مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

یہ فقہ حنفی کی انتہائی معتمد مستند وہ کتابیں ہیں جن کو دیوبندی بھی مانتے ہیں۔ یہ حکم ہر اذان کے لیے عام اور مطلق ہے نہ اذان پنج گانہ کی اس میں تخصیص کی گئی ہے اور نہ اذان جمعہ کا استثنا، اس لیے اس میں اذان خطبہ بھی ضرور بالضرور داخل اور دوسری اذانوں کی طرح اذان خطبہ بھی مسجد کے اندر دینا ممنوع اور مکروہ۔ اسی بنا پر مولانا عبد الحی لکھنوی نے عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا ہے:

---

(1)- البحر الرائق، ج: ١، ص: ٤٤٤، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.
(2)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ٣٧٧، كتاب الصلاة، في السنن، سهيل اكيڈمی، لاهور.
(3)- فتح القدير، ج: ٢، ص: ٥٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، بركات رضا، پور بندر.
(4)- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ١٩٧، كتاب الصلاة، باب الأذان، مصطفى البابي، مصر.

قوله: "بين يديه" أي مستقبل الإمام في المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثاني.(۱)
یعنی "بين يديه" کا معنی یہ ہے کہ امام کے سامنے ہو یہ داخل مسجد اور خارج مسجد دونوں کو شامل۔

مسنون یہ ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو۔
اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ جو چیز سنت کے خلاف ہوگی وہ بدعت ہے۔ (مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی دیوبندیوں کے بھی مستند پیشوا ہیں۔) علاوہ ازیں اذان کا مقصد اعلام غائبین ہے یعنی جو لوگ مسجد میں حاضر نہیں انھیں یہ بتانا کہ نماز کا وقت ہو گیا، جماعت ہونے والی ہے اور اذان خطبہ کا بھی مقصد اعلام غائبین ہی ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

تكراره مشروع كما في أذان الجمعة؛ لأنه لإعلام الغائبين فتكريره مفيد لاحتمال عدم سماع البعض.(۲)

یہی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اسی عمدۃ الرعایہ میں عبارت مذکورہ بالا کے پہلے متّصل لکھا:

وهذا الأذان لاطلاع الحاضرين و إحضار الغائبين عن المسجد(۳).

اور اگر یہ اذان خطیب کے متّصل مسجد میں دی جائے تو اعلام غائبین نہ ہوگا، اس لیے اسے بھی مسجد کے باہر ہونا ضروری ہے البتہ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نمبر ایک کے جواب سے واضح ہو گیا کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر دینا بدعت سیئہ ہے اس لیے کہ سنت کے خلاف ہے اور بدعت سیئہ کا ارتکاب ناجائز و گناہ۔ علاوہ ازیں فقہاے کرام نے اسے مطلقاً مکروہ لکھا۔ عند الاطلاق کراہت سے متبادر کراہت تحریم، اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب بھی ناجائز و گناہ اس لیے مسجد کے اندر اذان خطبہ ناجائز و گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) یہ بات بھی کوئی پوچھنے کی ہے۔ علما پر واجب ہے کہ حکم شرعی عوام کو بتائیں۔ عوام خواہ مانیں یا نہ مانیں، علما کو اس کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ کوئی شخص عوام کو خوش نہیں رکھ سکتا ہے۔ عوام پر واجب ہے کہ مسائل شرعیہ میں علما کی اتباع کریں اور اس میں اپنی من مانی نہ کریں۔ یہ کبھی کبھی آدمی کو ایمان سے بھی محروم

(۱)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:۱، ص:۲٤٧، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مجلس البركات، مبارك پور.
(۲)- البحر الرائق، باب الأذان، ج:۱، ص:۲٧٨.
(۳)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:۱، ص:۲٤٧، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مجلس البركات، مبارك پور.

کردیتی ہے، ارشاد ہے: "اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ"[1] اور اُولِی الْاَمْرِ سے مراد علما ہیں جیسا کہ علما نے تشریح کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

④ غلط رسم و رواج پر اڑا رہنا جاہلیت ہے، اور اڑے رہنے کا حکم اس کے مقابل صحیح حکم شریعت کی حیثیت پر ہے کبھی کفر ہوگا، کبھی گناہ کبیرہ، کبھی گناہ صغیرہ، کبھی مکروہ، کبھی خلاف اولی۔ اتنی فرصت نہیں کہ پوری کتاب اس موضوع پر لکھ سکوں اسی لیے سوال میں اس طرح سے پہیلیاں نہیں بجھانا چاہیے جو صورت ہو اس کو متعیّن طور پر لکھنا چاہیے۔ اگر لوگ کسی امر مستحب کو ناجائز و گناہ کہنے لگیں تو ضرور اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے لیکن مستحب کو مستحب جانتے ہوئے اگر سستی کی وجہ سے اس پر عمل نہ کریں تو واجب نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

⑤ شرعی احکام میں اکثر و اقل کا کوئی اعتبار نہیں اگر بفرض محال سارے کلمہ پڑھنے والے اور ساری دنیا کسی حکم شرعی کے خلاف ایسا کرے تو بھی حکم شرعی اپنی جگہ باقی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

⑥ چوں کہ مستحب کے ترک پر گناہ نہیں اس لیے اگر کوئی شخص کسی وجہ سے یا بلا کسی وجہ کے کسی مستحب کو ترک کردے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

⑦ ایک مردہ سنت زندہ کرنے پر فرمایا گیا: من أحيیٰ سنة من سنتي قد أميتت بعدي فإن له أجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئا[2].

اور فرمایا: من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد[3].

اور احیاے سنت ہر مسلمان پر بقدر وسعت و طاقت واجب ہے اور علما پر زیادہ، علما کا کام ہی یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

⑧ غیر عالم اگر سمجھ دار ہو، باتیں صحیح یاد رکھتا ہو، دین دار اور خدا ترس ہو۔ اپنی طرف سے گڑھ کر مسائل نہ بیان کرتا ہو، صرف وہی بیان کرتا ہو جو اس نے کسی معتمد عالم کی کتاب میں پڑھا ہے یا کسی معتمد عالم سے سنا ہے تو اسے وعظ کی بھی اجازت ہے اور مسائل بتانے کی بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- القرآن المجيد، الجزء: ٥، سورة النساء، الآية: ٥٩.

(۲)- مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ٣٠، مجلس البركات، مبارك بور.

(۳)- المصدر السابق.

[۷۳-۷۶] اندرون مسجد خطبہ کی اذان صحیح ہونے پر استدلال اور اس کا شافی جواب

مسئلہ عن السائب بن یزید قال: كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ۔ اس حدیث سے بظاہر اذان خطبہ مسجد کے دروازے پر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن فقہاے احناف کی تشریحات اور حدیث مذکور میں تضاد معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ذیل میں ہے:

(الف) نور الایضاح میں ہے: والأذان بين يديه كالإقامة (یعنی خطبہ کی اذان امام کے سامنے اقامت کی طرح کہنا سنت ہے۔)

(ب) مراقی الفلاح میں ہے: والأذان بين يديه جرى به التوارث كالإقامة بعد الخطبة. یعنی خطبہ کے بعد اقامت کی طرح خطیب کے سامنے قریب سے خطبہ کی اذان دینے کا معمول چلا آرہا ہے۔

(ج) امداد الفتاح میں ہے: والأذان بين يديه كالإقامة سنة. یعنی خطیب کے سامنے قریب سے اذان دینا اقامت کی طرح سنت ہے۔

(د) "مالا بد منہ" میں ہے: "چوں امام بر منبر بہ نشیند اذان دوم روبروے او گفتہ شود" ذیل میں لفظ "بين يديه" اور "على باب المسجد" پر اشکال ہے۔ اشکال دور فرما کر لفظ "بين يديه" اور "على باب المسجد" کی شرح کیجیے تاکہ مسئلہ بالکل واضح ہو جائے۔

❶ آثار السنن میں مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد تحریر ہے (قال البغوي: على باب المسجد غير محفوظ) على باب المسجد غير محفوظ سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

❷ اگر مذکورہ بالا حدیث معمول بہ ہے تو فقہاے احناف نے اس حدیث سے روگردانی کیوں کی؟

❸ بين يديه سے قریب کا سامنا مراد لیا جائے یا دور کا۔ اگر دور کا مراد لیا جائے تو اس حدیث "خرج علينا رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- بالهاجرة فصلى بالبطحاء الظهر والعصر ركعتين ونصب بين يديه عنزة" میں امام اور سترہ کی دوری کیا ہوگی جیسا کہ علامہ ابن عابدین

شامی فرماتے ہیں: السنة أن لا يزيد ما بين و بينها على ثلثة أذرع". یعنی سنت یہ ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو۔

④ کس علت کی وجہ سے بخاری، نسائی مشکات اور خود ابو داؤد کی ایک روایت میں علی باب المسجد کا لفظ نہیں ہے اگرچہ راوی سائب بن یزید ہی ہیں؟

ہر دو حدیثوں اور فقہاے احناف کی عبارتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسی تحقیق پیش کیجیے تاکہ تضاد رفع ہو جائے اور اشکالات ختم ہو کر مسئلہ بالکل واضح ہو جائے۔

محمد سمیع اللہ، مقام من چھاپر بازار، پوسٹ کھیسیا، ضلع پڈرونہ، یوپی

الجواب

(۱-۴) اذان خطبہ کے سلسلے میں مخالفین کے اس قسم کے سارے شبہات کے جوابات نوے سال پہلے علماے اہل سنت بھرپور دے چکے ہیں جس کے جواب سے مخالفین کے بڑے بڑے چوٹی کے علما عاجز رہے ہیں، آپ کو تحقیق کا شوق ہے تو "وقاية أهل السنة، أذان من الله، سد الفرار" وغیرہ کا مطالعہ کریں، یا چاہیں تو یہ دو کتابیں مطالعہ کر لیں "اذان خطبہ کہاں ہو؟، تنقید بر محل"۔ جن باتوں کا بار بار جواب دیا جا چکا ہے، جس کے جواب سے بڑے بڑے عاجزرہ کر دنیا سے جا چکے ان کو دوبارہ لوٹانا دیانت نہیں، بہر حال صرف اس لیے کہ آپ کی چار آنکھیں ہو جائیں گی اور کہیں گے کہ ہمارے سوالوں کا جواب نہیں دیا، چند باتیں معروض ہیں۔

"بين يديه" کے معنی سامنے کے ہیں اور یہ دور و نزدیک سب پر صادق، قرآن مجید میں ہے: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (۱) اللہ تعالیٰ ان کے آگے پیچھے کی تمام چیزوں کو جانتا ہے۔

کون ایمان دار یہ کہے گا کہ اس آیت میں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے آگے کا دو گز اور پیچھے کا دو گز جانتا ہے۔ ہر مسلمان اس آیت سے یہی سمجھتا ہے کہ یہ "بين يديه" محدود نہیں، خود ابو داؤد کی حدیث میں "بين يديه" بھی ہے "وعلى باب المسجد" بھی ہے۔ مسجد کا دروازہ منبر اقدس سے کم از کم چورانوے ہاتھ دور تھا اس لیے کہ مسجد اقدس حضور ﷺ کے زمانے میں سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی تھی منبر کو فرض کر لیجیے کہ تین یا چار ہاتھ ہو گا منبر اور دیوار قبلہ میں کچھ فاصلہ بھی رہا ہو گا۔ سب ملا کر حد سے حد چھ ہاتھ رہا ہو گا تو جب حدیث میں وارد "بين يديه" چورانوے ہاتھ کی دوری پر صادق تو یہ کہنا کہ "بين يديه" صرف دو تین

(۱)- القرآن المجيد، الجزء۳، سورة البقرة، الآية ۱۱۰.

ہاتھ تک خاص ہے حدیث صحیح کو جھٹلانا ہے۔

آپ نے جو فقہ کی عبارتیں پیش کی ہیں ان میں "بين يديه" ہے۔ جن کا ترجمہ مالا بند منہ میں "روبرو" کیا ہے یعنی سامنے اور جب "بين يديه" حدیث کی نص صریح کے مطابق چورانوے ہاتھ کی دوری، خارج مسجد، دروازہ پر صادق تو ان عبارات کو حدیث کے معارض سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں جب حدیث میں بھی "بين يدي" ہے اور ان عبارات میں بھی "بين يدي" ہے تو تضاد کیسا؟

اگر آپ کو "كالإقامة" سے شبہہ ہوتا ہو تو آپ خود غور کیجیے "امداد الفتاح میں "سنة" کہ کر اس شبہے کو ختم کر دیا، مطلب یہ ہوا کہ اذان خطبہ کی تشبیہ اقامت کے ساتھ صرف اس بات میں ہے کہ دونوں سنت ہیں، اور اگر آپ یہ نہ مانیں بلکہ یہ کہیں کہ یہ تشبیہ بجمیع وجوہ ہے تو لازم آئے گا کہ اذان خطبہ کی طرح اقامت بھی امام کے سامنے کہی جائے نہ کہ امام کے پیچھے۔

نور الایضاح کی عبارت کا مطلب صاف صاف یہ ہوا کہ جمعہ کی اذان خطیب کے سامنے کہی جائے۔ اس اذان کے خطیب کے سامنے ہونے ہی پر توارث ہے یعنی اور اذانوں کے لیے کوئی خاص طرف مخصوص نہیں مگر اذان خطبہ کے لیے سنت یہ ہے کہ خطیب کے سامنے ہو، اسی پر عمل در آمد ہے، یہی سنت ہے جیسے اقامت کا خطبہ کے بعد ہونا سنت ہے۔

آپ نے مراقی الفلاح کے ترجمہ میں بڑی جرأت کی ہے کہ "قريب" کا لفظ بڑھا دیا ہے۔ "بين يديه" کے معنی میں قریب کا ہونا داخل نہیں۔ چلیے آئیے ایک غیر جانب دار عالم کی بات سنیے مولانا عبد الحی لکھنوی عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ میں شارح کے قول "بين يديه" پر لکھا:

في المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثاني (۱). "بين يديه" داخل مسجد پر بھی صادق اور خارج مسجد پر بھی صادق۔ خطبے کی اذان میں سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔

اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

ایک یہ کہ "بين يديه" کے معنی قریب کے نہیں صرف روبرو اور سامنے کے ہیں تو قریب وبعید دونوں پر صادق۔

دوسری بات یہ کہ سنت یہی ہے کہ اذان خطبہ مسجد سے باہر ہو۔

---

(۱)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:۱، ص:۲٤۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مجلس البركات، مبارك پور.

آثار السنن کے دیوبندی مصنف کا اپنے مذہب کی بے جا پاس داری میں یہ کہنا کہ "علی باب المسجد" غیر محفوظ ہے فریب کاری ہے۔ اس کی تائید میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ کی وہ روایتیں پیش کرنا جن میں "علی باب المسجد" نہیں، اصول حدیث سے ناواقفی کی دلیل ہے، محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے، ابوداؤد کی اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اس لیے "علی باب المسجد" کو غیر محفوظ کہنا زیادتی ہے، یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ آثار السنن کا دیوبندی مصنف اس قاعدے کو نہیں جانتا تھا، جان بوجھ کر آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے۔

علاوہ ازیں امام اجل فخر الدین رازی نے "تفسیر کبیر" میں پھر زمخشری نے "کشاف" میں پھر "تفسیر نیشاپوری" میں پھر "فتوحات الہیہ" میں "علی باب المسجد" کا لفظ موجود ہے۔ فتوحات الہیہ میں اتنا زائد ہے: وعلي بالكوفة۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کوفہ میں اذان خطبہ مسجد کے دروازے پر دلواتے۔ امام شعرانی نے "کشف الغمہ" میں فرمایا: وكان الأذان على باب المسجد. یہ اذان مسجد کے دروازے پر تھی۔ اخیر میں دیوبندی مذہب کے امام ثالث مولوی خلیل احمد انبیٹھی کا ایک اعتراف پیش کر رہے ہیں۔

اس حدیث کے تحت بذل المجہود میں ہے:

ولا منافاة بين يدي رسول الله ﷺ وبين على باب المسجد فإن باب المسجد هذا كان في جهة الشمال فإذا جلس رسول الله ﷺ على المنبر للخطبة يكون هذا الباب قدامه فكونه بين يديه عام شامل لما كان في محاذاته أو شيئا منحرفا إلى اليمين أو الشمال أو يكون على الأرض أو الجدار[1].

بين يدي اور على باب المسجد میں منافات نہیں اس لیے کہ مسجد کا دروازہ شمال جانب تھا جب رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبے کے لیے بیٹھتے تو یہ دروازہ حضور کے سامنے ہوتا "بين يديه" عام ہے اسے بھی شامل ہے جو محاذات میں ہو اور اسے بھی جو کچھ دائیں بائیں ہو زمین پر ہو یا دیوار پر۔

یہ تصریح کر رہے ہیں کہ "بين يديه" (روبرو) اور "على باب المسجد" میں منافات نہیں جب کہ یہ فاصلہ ۹۴ ر ہاتھ یعنی ایک سو اکتالیس فٹ کا کم از کم ہے یہ اسی وقت صحیح ہوگا کہ "بين يديه" کا معنی قریب کے نہ لیے جائیں بلکہ عام ہوں خواہ قریب ہو یا دور؛ اس لیے فقہ کی کتابوں میں وارد "بين يديه" سے یہ

(۱)- بذل المجهود، ج:۲، ص:۱۸۰، أبواب الجمعة، باب النداء يوم الجمعة، مظاهر العلوم، سهارن پور.

دلیل لانا کہ یہ اذان منبر کے متصل ہونی چاہیے فاسد ہے۔ مزید دیوبندیوں کے یہی بزرگ اسی کتاب میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

هذا الحديث استدل به على كراهية الأذان في المسجد، وقالوا: إن باب المسجد كان خارجا منه فأذن عليه فيكره الأذان في الداخل.(۱)

اس حدیث سے اس پر دلیل قائم کی گئی ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے؛ اس لیے کہ مسجد کا دروازہ مسجد سے خارج تھا اور یہ اذان دروازے پر ہوتی تھی تو ثابت ہوا کہ اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے۔

نیز دیوبندی جماعت کے دوسرے بہت بڑے بزرگ انور شاہ کشمیری "العرف الشذی" جلد اول ص:۱۱۶ پر لکھتے ہیں:

ولكن في سنن أبي داؤد، ص: ١٥٥، ما يدل أن يكون في خارج المسجد.(۲)

لیکن سنن أبي داود ص:۱۵۵ پر جو حدیث ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے باہر ہونی چاہیے۔

دیوبندی جماعت کے صف اول کے منتخب روزگار دو بزرگوں نے یہ تصریح کردی کہ ابوداؤد کی ص:۱۵۵، والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد کے اندر یہ اذان دینا مکروہ ہے۔ مسجد کے باہر ہونی چاہیے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ان دونوں دیوبندی بزرگوں کے نزدیک ابوداؤد کی یہ حدیث جس میں "علی باب المسجد" مذکور ہے صحیح اور لائق حجت ہے غیر محفوظ اور ساقط الاعتبار نہیں۔ اگر ان دونوں دیوبندی بزرگوں کے نزدیک "علی باب المسجد" کا اضافہ غیر محفوظ ہوتا تو اس سے دلیل نہیں لاتے، بے دھڑک کہہ دیتے کہ یہ دونوں غیر محفوظ ہیں۔

واضح ہو کہ آثار السنن کے دیوبندی مصنف کے مقابلے میں خلیل احمد انبیٹھی صاحب اور انور شاہ کشمیری صاحب کا درجہ خود دیوبندی جماعت میں بہت بلند ہے اور یہ دونوں ان کے مقابلے میں ہر طرح لائق ترجیح ہیں۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ علمائے احناف نے روگردانی کی۔ حدیث میں بھی "بين يديه" ہے اور آپ نے جو فقہائے کرام کی عبارتیں نقل کی ہیں ان میں بھی "بين يديه" ہے یہ روگردانی ہے یا حدیث کی پوری پوری متابعت؟

---

(۱)- بذل المجهود، ج:٢، ص: ١٨٠، أبواب الجمعة، باب النداء يوم الجمعة، مظاهر العلوم، سهارن پور.

(۲)- العرف الشذي على سنن الترمذي، ج:١، ص: ١١٦، أبواب الجمعة، باب ما جاء في أذان الجمعة، مختار اينڈ كمپني، ديو بند.

آپ نے سترے والی حدیث میں وارد لفظ "بين يديه" سے جو معارضہ کیا ہے وہ بھی عجلت میں کر دیا ہے، ہم نے یہ کب کہا کہ "بين يديه" صرف دور ہی پر صادق ہے قریب پر صادق نہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ "بين يديه" کا معنی مطلقا (روبرو) سامنے کے ہیں وہ سامنا خواہ قریب ہو خواہ بعید، حد نظر تک انسان کے پیش نظر جو مسافت ہے وہ سب اس کے سامنے اور بین یدیہ ہے قریب کے بھی اور دور کے بھی۔ کہیں قریب مراد ہوگا کہیں دور، سیاق جہاں جس کو متعین کرے۔ سترہ والی حدیث میں قریب اس بنا پر مراد ہے کہ گزرنے والوں پر دقت نہ ہو۔ سترے کے باہر سے نماز کی حالت میں گزر سکیں، اگر سترہ بہت دور گاڑا جائے گا تو سترے کا مقصد فوت ہو جائے گا اس لیے سترہ والی حدیث میں قریب [مراد۔ ش] ہے اور حدیث ابو داؤد میں "بين يديه" کے ساتھ "على باب المسجد" بھی مذکور ہے اس لیے اس سے مراد دور ہے۔

علاوہ ازیں اذان اعلام غائبین کے لیے ہے مسجد کے اندر کہی جائے گی تو اعلام غائبین حاصل نہ ہوگا۔ اس کو مسجد کے باہر ہونا ضروری ہے تاکہ اذان کا مقصد حاصل ہو جائے۔

علاوہ ازیں خانیہ، خلاصہ قلمی، خزانۃ المفتین قلمی، عالمگیری، البحر الرائق، شرح نقایہ علامہ برجندی، فتح القدیر، غنیہ شرح منیہ، نظم امام زندویستی پھر قہستانی پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے: مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ یہ گیارہ اہم کتب فقہ کی تصریحات ہیں۔ ان ارشادات میں نہ اذان پنج گانہ کی تخصیص ہے نہ اذان خطبہ کا استثنا اس لیے ان ارشادات کے عموم واطلاق میں اذان خطبہ بھی داخل اور دوسری اذانوں کی طرح اسے مسجد میں دینا ممنوع و مکروہ ہے۔

یہ بھی اس پر قرینہ ہے کہ اذان خطبہ کے سلسلے میں جو "بين يديه" وارد ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے دی جائے ورنہ فقہا کے ارشادات میں ایسا تعارض لازم آئے گا کہ اٹھ نہ سکے گا۔ مجھے امید ہے کہ اب آپ کو پورا اطمینان حاصل ہو گیا ہوگا کہ خطبے کی اذان کا مسجد کے باہر خطیب کے سامنے دینا ہی سنت ہے، اسے خطیب کے سر پر مسجد کے اندر دینا سنت کے خلاف بدعت ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے اور اگر بالفرض تسلی نہ ہوئی ہو تو ہم مجبور ہیں۔ فمن لم يجعل الله له نورا فماله من نور. ابو جہل نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا پھر بھی ایمان نہ لایا تو اس سے حضور اقدس ﷺ کی حقانیت پر کیا حرف آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یکم جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ

[۷۷] اذان ثانی کے متعلق ایک فتوے کی کا رد

مسئلہ اذان ثانی جمعہ کی مسجد کے اندر دی جائے یا باہر؟ زید کا کہنا ہے کہ باہر سے دینا ئی بات ہے جب کہ بکر کا کہنا ہے کہ اندر سے اذان دینا ساری حدیثوں اور کتب فقہ کے بالکل خلاف ہے، صحیح کیا ہے؟

محمد صالح، الجامعۃ الاسلامیہ، سکٹھی، مبارک پور، اعظم گڑھ

(ایک مفتی کا جواب)

الجواب

بکر کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ خطبہ کی اذان کا اندرون مسجد دینا ساری احادیث اور کتب فقہ کے خلاف ہے، ہاں اس مسئلہ میں زیادہ صحیح یہی ہے کہ جمعہ کی اذان خارج مسجد منبر کے سامنے ہونی چاہیے۔

صورت مسئولہ میں زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ ان مفتی صاحب کا جواب درست ہے یا نہیں؟

(حضور شارح بخاری قدس سرہ کا جواب)

الجواب

دوسری اذانوں کی طرح سے اذان خطبہ بھی مسجد کے اندر دینا مکروہ اور ممنوع۔ اگر اذان خطبہ اس عموم اور اطلاق سے خارج ہوتی تو فقہاے کرام اسے ضرور بیان فرماتے جیسا کہ انھیں فقہاے کرام نے اذان خطبہ کے بارے میں یہ تصریح کی کہ خطیب کے سامنے ہونی چاہیے۔ دیگر اذانوں کے لیے مسجد کے باہر کوئی جگہ خاص نہیں لیکن اذان خطبہ کے لیے ضروری ہے کہ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے ہو۔ تمام فقہاے کرام اذان خطبہ کے بارے میں جب اذان خطبہ کا ذکر کرتے ہیں تو خطیب کے سامنے کی قید لگاتے ہیں، اسی طرح جب ان کے بارے میں ایک حکم عام بیان فرمادیا کہ مسجد کے اندر دینا ممنوع اور مکروہ ہے تو اگر اذان خطبہ اس سے مستثنیٰ ہوتی تو اسے بھی ضرور ذکر کرتے، یہ اس کی دلیل ہے کہ دیگر اذانوں کے طریقے سے اذان خطبہ بھی مسجد کے اندر ممنوع اور مکروہ ہے۔

کسی حدیث میں یا فقہ کی کتاب میں یہ وارد نہیں کہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر دینا جائز ہے۔ پون صدی (۷۵ر سال) سے اس کا مطالبہ ہو رہا ہے مگر یہ مفتی صاحب تو کیا ہیں ان کے بہت بڑے بڑے اپنے مقر کو پہنچے نہ کوئی حدیث دکھا سکے اور نہ فقہ کی عبارت۔ اگر یہ مفتی صاحب دیوبندی ہیں تو ان سے خطاب ہی بے

کار۔ دیوبندی شان الوہیت ورسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافرو مرتد ہیں۔ پھران کے کسی فتوے کا کیا اعتبار۔ ان کا مذہب اور ہمارا مذہب اور۔ اور اگر سنی ہیں توان کا مطالعہ بہت ناقص ہے۔ عام کتب حدیث وفقہ پرانھیں عبور نہیں اور ایسے کم علم کو فتوی دینا ہی کب جائز؟ وہ بہر حال خاطی ہیں۔ اس مسئلے کی وضاحت بار بار کی جاچکی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۷۸] حدیث سائب بن یزید کو ضعیف اور محمد بن اسحق کو ساقط الاعتبار کہنے والے کا جواب

مسئلہ: حضرت مولانا جمیل احمد صاحب اشرفی تسلیمات

عرض یہ ہے کہ آپ کا پرچہ میری نظر سے گزرا جس کو پڑھ کر بڑا قلق ہوا کہ دانش وروں کے دماغ میں بھی کذب اور عوام الناس کو ورغلانے کا مادہ پیدا ہو چلا ہے۔ سیدھے سادھے مسلم عوام کو بے سروپا کی دلیل دے کر انھیں اپنے حلقہ میں شامل کرنے کی ناپاک کوشش کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے کیا ہے۔ ضعیف روایت بیان کرکے لوگوں کو گمراہی کے دہانے پر لاکھڑا کر دیا اور اس پر بھی یہ لکھنا کہ فقہاے احناف کی کسی معتبر کتاب میں مسجد کے اندر اذان ثانی (خطبہ کی اذان) منبر کے سامنے دینا ثابت نہیں یہ سراسر کذب بیانی ہے۔ لوگوں کو فریب دینے کے لیے ایسا آپ نے کیا ہے لہذا میں آپ کے حوالہ نمبر (ا) کی روایت نقل کر کے اس پر فقہاے احناف کی راے فراہم کرتا ہوں، آیا یہ روایت صحیح ہے یا غلط، ضعیف ہے یا قوی اور اس سے استدلال کرنا درست ہے یا نہیں، ملاحظہ ہو۔

عن السائب بن یز ید قال: كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ. رواه أبو داؤد،ج:١،ص:١٥٥.

سائب بن یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اذان دی جاتی تھی مسجد کے دروازے پر جب آپ منبر پر بیٹھ جاتے اور حضرت ابوبکر وعمر کے زمانے میں بھی ایسا ہی رہا۔

لیکن علامہ جمیل صاحب آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ جو روایت آپ مشتہر کروار ہے ہیں بہت ہی ضعیف روایت ہے، وجہ یہ ہے کہ اس کے راوی میں ایک نام محمد بن اسحاق کا آتا ہے اور محمد بن اسحاق کو

حدیث کے معاملے میں انتہائی ضعیف راوی قرار دیا گیا ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیں محدثین کی رائے۔

امام نسائی فرماتے ہیں: أنه لیس بالقوی. (یعنی یہ قوی نہیں)۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں: لا یحتج به. (اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا)۔

امام مالک نے محمد ابن اسحاق کو "دجال من الدجاجلة" (دجالوں میں سے ایک دجال) قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق محمد ابن اسحاق کا تعلق رفض و تشیع سے تھا۔ (تہذیب التہذیب، ج۹، ص:۴۱، میزان الاعتدال، ج۳، ص:۳۱۰۔)

بعض محدثین نے تعدیل بھی کی ہے مگر محدثین کے مابین محمد ابن اسحاق کی جرح و تعدیل کے متعلق اتنا شدید اختلاف ہے کہ کسی دوسرے راوی کے متعلق اتنا اختلاف نظر نہیں آتا۔ اور اصول حدیث کا یہ متفقہ قاعدہ ہے کہ جرح، تعدیل پر مقدم وراجح ہے۔ لہذا اگر کسی حدیث کے کسی راوی کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل مختلف ہوں تو اس کا کم سے کم یہ اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حدیث ضعیف بن جاتی ہے اور اس سے استدلال درست نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے ابوداؤد شریف کی مندرجہ بالا روایت قابل استدلال نہیں کیوں کہ اس کے سلسلہ رواۃ میں محمد بن اسحاق کی موجودگی نے اسے ضعیف اور نا قابل استدلال بنا دیا۔

اس کے علاوہ ابوداؤد شریف میں اس حدیث کا سلسلہ سند یوں بیان کیا ہے:

ثنا النفيلي حدثنا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحاق عن الزهري عن سائب بن يز يد. (ج اول، ص:۱۵۵) حدیث بیان کی ہم سے نفیلی نے انھوں نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن سلمہ نے انھوں نے محمد بن اسحٰق سے انھوں نے امام زہری سے انھوں نے سائب بن یزید سے۔ یعنی محمد بن اسحٰق نے شہاب زہری سے انھوں نے صحابیِ رسول حضرت سائب بن یزید سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ مگر قابل غور بات یہ ہے کہ اس روایت کو شہاب زہری سے نقل کرنے والے تنہا محمد بن اسحٰق نہیں، شہاب زہری کے اور بھی کئی شاگرد ہیں مگر "على باب المسجد" (مسجد کے دروازہ پر) کے لفظ کسی نے بھی راویت نہیں کیا۔ یہ الفاظ صرف محمد بن اسحاق کی روایت میں ہیں، جب کہ حدیث کے باب میں امام زہری کے دیگر شاگرد محمد بن اسحاق سے کہیں زیادہ ثقہ اور قابل اعتماد مانے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے "على باب المسجد" کے الفاظ میں محمد بن اسحاق کے تفرد نے اس روایت کو غیر محفوظ اور شاذ بنا دیا اور یہ بھی ضعیف روایتوں کی ایک قسم ہے۔

مقدمہ مشکات شریف میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والشاذ في اللغة من تفرد عن الجماعة وخرج منها. وفي الاصطلاح ما روى مخالفا لما رواه الثقات فإن لم يكن رواته ثقة فهو مردود، وإن كان ثقة فسبيله الترجيح بمزيد حفظ وضبط أو كثرة عدد ووجوه آخر من الترجيحات، فالراجح يسمى محفوظا، والمرجوح شاذا. (مشکوۃ شریف، ص:۴)

شاذ لغت میں اسے کہتے ہیں جو ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہو پس اگر شاذ کے راوی غیر ثقہ ہوں تو وہ مردود ہے اور اگر وہ ثقہ ہوں تو حفظ وضبط اور کثرت تعداد اور دیگر وجوہ سے دونوں روایتوں کے درمیان ترجیح ہوگی۔ راجح روایت کو محفوظ اور مرجوح کو شاذ کہا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: فالراجح يقال له المحفوظ ومقابله هو المرجوح يقال له الشاذ. (شرح نخبۃ الفکر، ص:۳۹)

محمد بن اسحق حدیث کے باب میں ثقہ بھی نہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ اپنی روایت کے ذریعے ثقات کی مخالفت کردی، اس لحاظ سے یہ حدیث نہ صرف شاذ ہوئی بلکہ شاذ کی ادنی قسم "مردود" میں شامل ہوئی جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔

اب یہ پتہ لگانے کے لیے کہ محمد بن اسحاق نے الفاظ روایت "على باب المسجد" کے ذریعہ ثقات کی مخالفت کی ہے یا نہیں۔ محدث کبیر علامہ محمد بن علی نیموی کی آثار السنن جزء ثانی ملاحظہ کیجیے: علامہ محمد بن نیموی محمد بن اسحق کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "على باب المسجد" غير محفوظ۔ (آثار السنن ج۲، ص۹۴) علی باب لمسجد غیر محفوظ ہے۔

پھر حاشیہ التعلیق الحسن میں لکھتے ہیں: قوله: غير محفوظ، قلت: تفرد به محمد بن اسحاق عن زهري عن السائب بن يزيد وخالفه غير واحد من أصحاب الزهري يونس، عقيل، الماجشون عند البخاري وغيره، وابن أبي الذئب عند أحمد وأبي داؤد وابن ماجه، وصالح وسليمان التيمي عند النسائي كلهم عن الزهري عن السائب بن يزيد بدون هذا اللفظ، وقد رواه محمد بن اسحاق أيضا عن الزهري بدون هذا اللفظ في رواية عند أحمد بلفظ كان بلال يؤذن إذا جلس رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- على المنبر يوم الجمعة و يقيم إذا نزل ولأبي بكر وعمر رضى الله تعالى عنهما حتى كان عثمان.

میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ کو زہری سے وہ سائب بن یزید سے روایت کرنے میں محمد بن اسحاق تنہا ہے اور زہری کے کئی شاگرد اس کے مخالف ہیں۔ مثلا یونس، عقیل، ماجشون، بخاری وغیرہ میں، اور ابن ابی الذئب مسند احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں، اور صالح اور سلیمان تیمی نسائی میں یہ سب کے سب اس روایت کو زہری سے سائب بن یزید کی سند سے نقل کرتے ہیں۔ مگر ان کی روایتوں میں یہ الفاظ (علی باب المسجد) نہیں ہیں۔ خود محمد بن اسحاق نے بھی مسند احمد میں ایک جگہ ان الفاظ کے بغیر نقل کیا ہے وہ یہ کہ: حضرت بلال اذان دیتے تھے جمعہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھتے، اور اقامت کہتے جب منبر سے اترتے۔ ایسے ہی حضرت ابوبکر و عمر کے زمانے میں بھی رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک اور اذان کا حکم فرمایا۔

علامہ نیموی کہتے ہیں کہ محمد بن اسحق کی اس روایت کا ابتدائی حصہ آخری حصہ کے متعارض ہے کیوں کہ روایت کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں: كان يؤذن بين يدي رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- إذا جلس على المنبر . رسول اللہ ﷺ کے سامنے اذان دی جاتی تھی جب آپ منبر پر بیٹھ جاتے تھے اور آخری الفاظ یہ ہے "على باب المسجد" . مسجد کے دروازے پر۔ ظاہری مفہوم کے اعتبار سے "سامنے" اس حصہ کو کہا جاتا ہے جو منبر کے پاس والی صف کا حصہ ہو اور کئی صفوں کے بعد دروازہ والے حصہ کو سامنے نہیں کہا جاتا۔ (حوالہ مذکورہ)

حقیقت یہ ہے کہ اگر محمد بن اسحق کی یہ روایت اسقام و علل سے خالی اور لائق استناد و قابل استدلال ہوتی تو فقہاے احناف اسے ضرور قبول کرتے لیکن فقہاے احناف کا بالاتفاق اسے رد کر دینا اور مسجد کے دروازے کے بجاے منبر کے پاس خطیب کے سامنے اذان ثانی کی عبارتیں لانا صریح دلیل ہے کہ ائمہ احناف اس روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں اور اس سے استدلال درست نہیں سمجھتے۔ اور پوری امت کا توارث و تعامل بھی یہی ہے جو بجاے خود حجت شرعی ہے۔ مگر مولانا جمیل صاحب اشرفی کو اپنی خود کی اندھی تقلید کی سوجھتی ہے اور جناب اس ضعیف حدیث کا سہارا لے کر استدلال کرتے ہیں جس حدیث کو بالاتفاق فقہاے احناف ضعیف کہتے ہیں۔ علامہ نیموی کا ایک استدلال ملاحظہ ہو۔

اذان ثانی مسجد میں منبر کے سامنے ہونے کے متعلق اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے: عن السائب بن يزيد قال: كَانَ بلال يُؤَذِّنُ إذا جلس رَسُولُ الله -صلى الله عليه وسلم- عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فإذا نزل أقام ثم كان كذلك في

زمن أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ. (نسائی: ج۱، ص:۲۰۷)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دیتے تھے جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے پس جب اترتے تو اقامت کہتے پھر حضرت ابوبکر و عمر کے زمانۂ خلافت میں بھی اسی طرح رہا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کی اذان مسجد میں حضور کے سامنے منبر کے پاس ہوا کرتی تھی۔ ورنہ اگر حضرت بلال مسجد کے باہر دروازے پر اذان دیتے تو اندر آنے اور اقامت کہنے کے لیے لازما لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آنا پڑتا۔ بلکہ جانا پڑتا گردنیں پھلانگ کر، اور آنا بھی پڑتا۔ جب کہ حضور ﷺ نے جمعہ میں بطور خاص گردنوں کو پھلانگ کر آنے جانے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے تو کیا یہ ممکن تھا کہ ایک طرف حضور گردنوں کو پھلانگنے پر غصہ کا اظہار فرمائیں اور سختی سے منع کریں اور دوسری طرف حضرت بلال سے وہی کام کرائیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت بلال منبر کے سامنے اذان دیا کرتے تھے وہیں موجود بھی رہتے تھے اور خطبہ کے بعد اقامت بھی کہہ دیتے تھے۔ کہیں آنے جانے کی نوبت نہیں آتی تھی کہ گردنوں کو پھلانگنا لازم آئے۔ جمعہ کے دن گردنیں پھلانگ کر آنے جانے کی ممانعت بہت سی احادیث میں وارد ہے۔ ایک حدیث درج ذیل ہے:

عن معاذ بن أنس الجهني عن أبيه قال: قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: من تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسرا إلى جهنم. (ترمذی، ج۱، ص۶۷)

معاذ بن انس الجہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم کی جانب پل باندھا (بنایا)۔

اب مولانا جمیل صاحب حتماً وایماناً یہ بتائیں کہ کیا یہ حدیث ثقہ ہے اور اس سے استدلال درست ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ اس سے قطعی استدلال درست نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا روایتوں سے پتہ چلتا ہے، لہٰذا جمیل صاحب فوراً توبہ استغفار کیجیے۔ اس امر پر کہ فقہائے احناف کے یہاں کی معتبر کتابوں میں مسجد کے اندر اذان ثانی دینا مکروہ ہے اور بدعت۔ بدعت اس لیے لکھا کہ آپ کے احمد رضا صاحب مسجد کے اندر خطیب کے سامنے اذان دینا بدعت گردانتے ہیں ورنہ عتاب الٰہی سے ڈریے۔

محمد ایوب، ہاوس نمبر ۴۷۴، خاں سائزنگ، دھوبی تالاب، بھیونڈی، تھانہ

الجواب

اس موضوع پر جناب حضرت مولانا حافظ عبدالحق صاحب زید مجدہم استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا ایک مفصل، مدلل رسالہ چھپ رہا ہے جس کا نام ہے "اذان خطبہ کہاں ہو؟" حضرت امام محمد بن اسحٰق پر جو کچھ اس دیوبندی نے لکھا ہے وہ سب اس سے برسوں پہلے اشرفعلی تھانوی صاحب لکھ چکے ہیں جس کے جوابات حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ۱۳۳۲ھ "وقایۃ اہل السنۃ" میں تحریر فرمادیئے ہیں جو اس رسالہ میں شامل ہے۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ امام ابن اسحٰق حدیث میں بھی ثقہ اور معتمد ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں شواہد اور متابعات ان سے روایت کی ہیں۔ بقیہ اصحاب سنن نے ان کی روائتیں لی ہیں۔ اس جاہل کو اس کی کیا خبر۔ امام ابوداؤد نے اس روایت پر سکوت فرمایا ہے اور ان کا سکوت اس کی دلیل ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک حسن ضرور ہے۔ آثار السنن کا مصنف نیموی غالی، متعصب، دیوبندی ہے اس نے از راہ عناد و تعصب اس حدیث کو شاذ کہا ہے۔ اس نے شاذ ہونے کی جو دلیل دی ہے اسے خود نیموی سے بھی بڑے بوڑھے دیوبندی خلیل احمد انبیٹھی نے بذل المجہود میں رد کردیا ہے۔ لکھا: لا منافاة بين قوله "بين يدي رسول الله ﷺ" و "على باب المسجد"(۱)۔ اور یہ نیموی منافات جانتا ہے "بين يدي" کا معنی یہ بتاتا ہے کہ امام کے قریب پہلی صف میں ہو حالاں کہ "بين يدي" کے معنی نہ قریب کے ہیں نہ متصل کے صرف سامنے کے ہیں قریب ہو یا دور۔

قرآن مجید میں ہے: "أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ"(۲)۔ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے جو ان کے سامنے اور پیچھے آسمان اور زمین ہے۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے: زمین سے آسمان کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ ہے(۳)۔ اور نیموی جاہل چند ہاتھ کے فاصلے کو "بين يدي" کے منافی جانتا ہے، اس حدیث کو شاذ سوائے نیموی کے کسی محدث، یا کسی فقیہ نے نہیں کہا

(۱)- بذل المجهود، ج:۲، ص:۱۸۰، أبواب الجمعة، باب النداء يوم الجمعة، مظاهر العلوم، سهارن پور.

(۲)- القرآن المجيد، الجزء:۲۲، سورة سبا، الآية:۹.

(۳)- عن ابن عباس بن عبد المطلب رضي الله تعالى عنه قال: كنا جلوسا مع رسول الله -صلى الله عليه و سلم- بالبطحاء فمرت سحابة، فقال رسول الله -صلى الله عليه و سلم- "أتدرون ما هذا"؟ قال: قلنا: السحاب، قال: "والمزن"، قلنا: والمزن. قال: "والعنان"، قال: فسكتنا، فقال: "هل تدرون كم بين السماء والأرض"؟ قلنا: الله ورسوله أعلم، قال: بينهما مسيرة خمسمائة سنة. [مسند الإمام أحمد بن حنبل، ۳/۲۹۲، رقم الحديث: ۱۷۷] محمود على المشاهدي

ہے۔ انبیٹھی نے اس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا، یہ دلیل ہے کہ یہ حدیث اس کے نزدیک بھی صحیح ہے، دیوبندیوں کے سب سے بڑے محدث انور صاحب کشمیری نے اس حدیث کو سامنے رکھ کر "العرف الشذی" میں لکھا ہے:

ولكن في سنن أبي داؤد، ص: ١٥٥ ما يدل على أن يكون في خارج المسجد على الباب (١)

لیکن سنن ابو داؤد، ص:۱۵۵ پر جو حدیث ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے باہر مسجد کے دروازے پر ہونی چاہیے۔ اس عبارت سے تین فائدے حاصل ہوئے:

(۱) "بين يدي" کا معنی صرف سامنے کے ہیں- قریب متصل کے نہیں- جو خارج مسجد کے دروازے تک پر صادق۔

(۲) انور کشمیری صاحب کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے ورنہ وہ اس سے استدلال کیوں کرتے۔

(۳) یہ کہ کشمیری صاحب کے نزدیک بھی حق یہ ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہونی چاہیے۔ کشمیری صاحب دیوبندیوں کے سب سے بڑے محدث ہیں ان کے مقابلے میں نیموی طفل مکتب ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

الغرض دیوبندی جماعت کے بڑے بوڑھوں کو یہ تسلیم ہے کہ حدیث صحیح ورنہ حسن ضرور ہے ورنہ اس سے استدلال صحیح نہ ہوتا اور نیموی نے جو کچھ لکھا وہ صرف دیوبندی مذہب کے تعصب میں از راہ عناد لکھا ہے جو سراسر فریب اور دھوکا ہے۔ نیموی جاہل نے گردن پھلانگنے سے جو استدلال کیا ہے وہ بھی اس کی جہالت ہے، گردن پھلانگنا اس وقت منع ہے جب ضرورت نہ ہو۔ اور ضرورت کے وقت بلا شبہہ جائز۔ مثلاً اگلی صف میں جگہ خالی ہے پیچھے مسجد بھر گئی ہے جیسا کہ جاڑوں میں اکثر ہوتا ہے، [یا] امام تاخیر سے آیا مسجد بھری ہوئی ہے تو وہ گردن پھلانگ کر مصلی تک جائے گا اس پر کوئی گناہ نہیں، اسی طرح مؤذن اقامت کہنے کے لیے گردن پھلانگ کر جا سکتا ہے۔

اخیر میں یہ کہنا ہے کہ حدیث پر تو اس نے منہ مارا مگر فقہاے احناف نے جو فرمایا: لا يؤذن في المسجد، و يكره أن يؤذن في المسجد، لكراهة الأذان في المسجد، اور "المسنون هو الثاني" کا کیا جواب؟ اس جاہل پر خود کئی وجہ سے توبہ فرض ہے ایک حدیث صحیح کو شاذ کہا، ایک حدیث صحیح کو رد کیا، لوگوں کو سنت پر عمل کرنے سے روکا، سنت کے خلاف بدعت کی تائید کی، سنت زندہ کرنے والے سے توبہ کا مطالبہ کیا۔ اذان ثانی کی بحث نزہۃ القاری شرح بخاری، جلد ثالث، ص:۳۲۸۔ لغایت، ص:۳۵۲ پر موجود

---

(۱)- العرف الشذي على سنن الترمذي، ج:١، ص:١١٦، أبواب الجمعة، باب ما جاء في آذان الجمعة، مختار اینڈ کمپني، ديو بند.

ہے اسے دیکھ لیں وہی کافی ہوگی اور رسالے کا انتظار کریں۔ واللہ تعالی اعلم

[۷۹] بیرون مسجد جہاں سے اذان ہوتی ہے اگر خطیب نظر نہ آئے تو کیا کریں

مسئلہ ہماری بستی کی مسجد کافی بڑی ہے، ایک اندرونی حصہ ہے، ایک دالان ہے اور ایک صحن ہے۔ اندرونی حصہ کے بعد جو دالان ہے اس میں تین در ہیں۔ دیواروں کے آثار موٹے ہیں اور دروں کے دروازے چھوٹے ہیں جس کی وجہ سے منبر پر بیٹھا ہوا امام باہر سے نظر نہیں آتا۔ مسئلہ اس وقت اس مسجد میں بیرون مسجد اذان ثانی کا ہے۔ خیال رہے کہ اس مسجد میں امام کے بالمقابل پہلی صف میں کھڑے ہو کر تقریباً پچاس ساٹھ سال سے مؤذن اذان پڑھتا ہے۔ اس کے بعد امام خطبہ پڑھتا ہے اس کے بعد نماز ہوتی ہے۔ معلومات کے مطابق بیرون مسجد جو اذان ثانی ہوگی وہ امام کے سامنے ہونی چاہیے لیکن دیوار اور دروازہ درمیان میں حائل ہونے کے باعث اذان بیرون مسجد نہیں ہو سکتی اور پرانے ہی طریقہ سے اندرون مسجد اذان و خطبہ و نماز جمعہ ہوتی ہے۔ کیا ایسا کرنے سے نماز میں کوئی خامی یا کمی ہوتی ہے، یہاں پر بیرون مسجد اذان ہونے پر انتشار بڑھنے کا اندیشہ ہے۔ مہربانی فرما کر از روے شرع قرآن و حدیث کی روشنی میں اس سوال کا جواب مرحمت فرمائیں۔

مسٹر تسلیم رضا، چندوسی، مرادآباد

الجواب

مسجد میں کوئی بھی اذان کہنی مکروہ ہے۔ اس عموم میں اذان خطبہ بھی داخل ہے۔ خاص اذان خطبہ کے بارے میں مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی نے عمدۃ الرعایہ میں لکھا:

قوله: "بين يديه" أي مستقبل الإمام في المسجد أو خارجه والمسنون هو الثاني.[1]

سنت یہی ہے کہ خطبہ کی اذان مسجد کے باہر ہو۔

اس لیے اس مسجد میں بھی اذان منبر کے متّصل مسجد کے اندر نہ دلوائی جائے۔ سنت کے خلاف جو رواج لاعلمی کی وجہ سے پڑ گیا ہے اس کو چھوڑنا اور سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔ ایک لکڑی کا منبر بنوا کر رکھ لیا جائے جو ایسی جگہ رکھا جائے جہاں سے بیرون مسجد اذان سے خطیب کا سامنا رہے۔ پھر جماعت کے وقت منبر ہٹا دیا جائے۔ رہ گیا انتشار کا سوال یہ انتشار پھیلانے والے یا تو وہابی، دیوبندی ہوں گے یا بے علم عوام۔

(۱)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:١، ص:٢٤٧، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مجلس البركات. مبارك پور

دیوبندیوں کی فتنہ پروری کی قطعا پروانہ کی جائے۔ توفتنہ پرور فسادی قوم ہے ہی۔ آج اذان خارج مسجد کرنے پر پھیلائے گی کل میلاد وفاتحہ کے خلاف شورش مچائے گی۔ اگر ان کی فتنہ پروری کا لحاظ کیا جائے تو پھر دین ومذہب کا خدا حافظ۔

رہ گئے سنی بے علم انھیں سمجھایا جائے نہ مانیں توان کی بھی پروانہ کی جائے۔ اگر بے علم اجڈ، ضدی، عوام کو خوش رکھنے کی کوشش کی جائے گی تو پھر اصلاح نہ ہو پائے گی۔ واللہ تعالی اعلم

۲۱/ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

[۸۰-۸۱] یہ کہنا کہ اذان خطبہ باپ دادا کے زمانے سے اندر سے ہو رہی ہے باہر سے نہیں ہونے دوں گا

مسئلہ ① جو شخص اذان ثانی باہر پڑھنے کا سخت مخالف ہو اور یہ کہے کہ اگرچہ خلاف سنت ہے اور اذان ثانی باہر پڑھنا چاہیے لیکن میں باہر نہیں ہونے دوں گا یہ تو باپ دادا کے زمانے سے اندر ہوتی چلی آئی ہے۔ ایسے شخص پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

② جو لوگ کہتے ہیں کہ اذان مسجد کے اندر ہو تب بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اور مسجد کے باہر ہو تب بھی کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جس جگہ جہاں پر ہو رہی ہے وہیں پر ہو تو زیادہ بہتر، ایسے لوگوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

قمر الدین مشاہدی، موضع بنڈیا فارم، جمور، نینی تال

الجواب

(۱-۲) اذان خطبہ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے دینی سنت ہے۔ مسجد میں دینا وہ بھی منبر کے متّصل خطیب کے سر پر سنت کے خلاف، بدعت سیئہ، مکروہ تحریمی ہے۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ شریعت کی اتباع کریں۔ باپ، دادا کی رسم پر نہ اڑے رہیں یہ دین کی بربادی کا سبب بھی ہو سکتا ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا: "اچھا یہ ہے کہ جہاں پہلے اذان ہوتی تھی وہیں ہو" ان کو اپنے ایمان سے پوچھنا چاہیے انھوں نے کیا کہہ دیا؟ حضور اقدس ﷺ اور خلفاے راشدین کی سنت کے خلاف ایک بدعت سیئہ اور مکروہ تحریمی کو اچھا کہا، ان لوگوں پر اس قول سے رجوع لازم ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۸۲] کوئی بھی اذان مسجد کے اندر نہ دی جائے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

میرے یہاں اب تک نماز پنج گانہ کی اذان مسجد کے اندر یعنی پہلی صف والے جہاں سجدہ کرتے ہیں وہاں ہوتی تھی اور نماز جمعہ کے خطبہ کی اذان جب امام منبر پر تشریف فرما ہوتے تو مؤذن منبر کے قریب کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے۔ مگر ایک مولوی ہمارے یہاں عربی مدرسہ میں بچوں کی تعلیم کے غرض سے آئے رفتہ رفتہ انھوں نے نماز پنج گانہ کی اذان صحن کے کنارے مقرر کر دیے، اور خطبہ کی اذان منبر کے سامنے جو مسجد کا دروازہ ہے وہاں مقرر کر دیے۔ یہ ہمارے لیے ہمارے علاقے والوں کے لیے ایک نئی چیز ہے آج تک ایسا نہ ہوا جب مولوی صاحب سے دلیل طلب کیا تو انھوں نے امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فتاوی رضویہ جلد دوم میں سنن ابوداؤد شریف کی دلیل، اور بھی کتب کی دلیل پیش کرتے ہیں لیکن شر کرنے والوں میں سے بعض اپنے ہی جو ہم لوگوں کے ذہن کو خراب کرتے ہیں لہذا شرعی اصول کیا ہے اس سے آگاہ کریں، صد بار شکر گزار ہوں گے۔

مدرسہ عربیہ نور العلوم، مقام سیولائی کیو، کلام نوری، ضلع پربھانی

الجواب

لا عطر بعد الفردوس، اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کے فتوی مبارکہ کے دیکھنے کے بعد جن لوگوں کو یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا ان کے لیے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ عزوجل ان کو ہدایت دے۔ دین کی بنیاد کتاب وسنت ہے جب حدیث میں یہ مذکور ہے کہ خطبہ کی اذان حضور اقدس ﷺ اور خلفاے راشدین کے زمانے میں مسجد کے باہر مسجد کے دروازے پر منبر کے سامنے ہوتی تھی تو مسلمان کو اسے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی بھی اذان ہو مسجد میں دینا منع ہے، اس فتوی میں خلاصہ، خزانہ، خانیہ، ہندیہ، فتح القدیر وغیرہ کے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ "یؤذن على المئذنة أو خارج المسجد، ولا يؤذن في المسجد.[1] اذان مئذنہ پر دی جائے یا مسجد کے باہر

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص۶۲، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

دی جائے، مسجد میں نہ دی جائے۔

فقہاے کرام کے ارشادات کے بعد کوئی شبہہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ مسجد میں اذان دینا منع ہے اور مسجد کے باہر اذان دینا ہی سنت ہے۔ اذان کا مقصد مسجد سے باہر کے لوگوں کو یہ خبر کرنا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا، مسجد کے اندر اذان دینے سے یہ مقصد پورا نہ ہوگا، اس لیے مسجد کے اندر کوئی بھی اذان ہرگز ہرگز نہ دی جائے۔ سب اذانیں مسجد کے باہر دی جائیں حتی کہ اذان خطبہ بھی البتہ اذان خطبہ میں اس کا لحاظ رہے کہ مسجد کے باہر ایسی جگہ ہو جو منبر کے سامنے ہو۔ حج کرنے والوں سے پوچھ لیں پنج گانہ اذانیں مسجد حرام کے میناروں پر دی جاتی ہیں اور خطبہ کی اذان مطاف کے کنارے، زمانۂ اقدس ﷺ میں مطاف ہی تک مسجد کی حد تھی تقریبًا یہی حال مسجد نبوی شریف میں ہے۔ پنج گانہ اذانیں میناروں پر ہوتی ہیں اور خطبہ کی اذان بالکل منبر کے متّصل نہیں ہوتی بلکہ منبر سے کافی دوری پر ہوتی ہے غالبا زمانہ اقدس میں مسجد مبارک کی حد وہیں تک تھی۔ احادیث وکتب فقہ کی تصریح کے ساتھ ساتھ حرمین طیبین کا عمل جو ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے اس کے لیے کافی ثبوت ہے کہ کوئی بھی اذان مسجد کے اندر نہ دی جائے وہ بھی بالکل منبر کے متّصل، بلکہ مسجد کے باہر دی جائے۔ واللہ تعالی اعلم

[۸۳-۸۴] مبارک پور راجہ مبارک شاہ جامع مسجد میں حضور حافظ ملت کے زمانے سے ہی خطبہ کی اذان باہر ہوتی ہے۔

مسئلہ ۱ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین وعلماے کرام امام صاحب کے اس قول پر جو مندرجہ ذیل فتوے کو سن کر ادا کیا۔ فروری ۱۹۷۹ء ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، فتوی حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب کا خطبہ سے متعلق ”جمعہ کی اذان خطبہ خارج مسجد کی جائے اور اندرون مسجد اذان دلوانی یا دینی خلاف سنت ہے“۔ یہ فتوی چند لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ امام صاحب سے کہا کہیے جہاں سے آپ فارغ ہیں یہ وہیں کا فتوی ہے، کہیے کیا کہتے ہیں، کچھ دیر بعد انتہائی نحیف آواز سے بولے ”وہاں بھی تو اندرون مسجد اذان ہوتی ہے، ویسے مفتی صاحب متشدد ہیں“۔ میں نے کہا تعجب ہے، اہل سنت کے مسلک کا ٹھوس ترجمان، انتہائی ذمہ دار ماہنامہ اشرفیہ میں ہمارا ایک مفتی ایسی غلط بات لکھ دے جو عربک یونیورسٹی میں نہ ہو، انتہائی تعجب

خیز بات لگتی ہے۔ امام صاحب! میں دریافت کروں۔ کافی کہنے پر دبی زبان سے کہا پوچھ لیں۔ وہ سوچے کون پوچھا پوچھی کرے گا، بات آئی گئی ہوجائے گی لیکن میں نے آپ تک سوال بھیجا اور یہ فتوی آیا جسے براؤں شریف اور بریلی شریف بھی تصدیق کے لیے بھیجا، سبھوں نے آپ کے دیے فتوی کی تصدیق کی، مفتی صاحب کا فتوی صحیح ہے اسی پر عمل کیا جائے۔ کہیے تو اس کی فوٹو کاپی بھیج دوں تاکہ شک نہ رہے، آپ کے بھیجے ہوئے فتوے کو جب ہم نے امام صاحب سے تخلیہ میں کہا۔ صرف اتنا کہ آپ کا کہنا تھا اذان اندر ہوتی ہے اور جواب یہ آیا: "مبارک پور کی جامع مسجد میں بحمدہ تعالی حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی حیات مبارکہ ہی سے اذان خطبہ مسجد کے باہر ہوتی ہے۔" سنا تو یہ کہتے ہوئے دوسری اور کروٹ بدل لیا کہ "میرے وقت میں نہیں ہوتی تھی اب ہو رہی ہو تو نہیں معلوم۔" امام صاحب کو وہاں سے فارغ ہوئے لگ بھگ ۱۸، ۱۹ برس ہوئے ہوں گے اس سے ایک دو برس زیادہ بھی یا کم۔ اب ہمیں خاموش ہونا پڑا، اس وقت تک کے لیے کہ اصل حقیقت پھر دریافت کرلوں کہ کب سے اذان ثانی باہر ہو رہی ہے، مہربانی فرما کر سال نوٹ فرمائیں۔ اگر پھر امام صاحب کی بات جھوٹ ہو تو ان پر شریعت کیا شرعی فیصلہ نافذ کرتی ہے۔ آپ کا بھیجا ہوا فتوی مندرجہ ذیل ہے:

"امام صریح جھوٹ بولا ہے، مبارک پور کی جامع مسجد میں بحمدہ تعالی حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ ہی سے اذان خطبہ مسجد کے باہر ہوتی ہے"۔ جس کا جی چاہے آکر دیکھ لے۔ امام پر فرض ہے کہ علانیہ توبہ کرے، اور اگر توبہ نہیں کرتا تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو امامت سے علاحدہ کریں۔ وہ علانیہ صریح جھوٹ بولنے کی وجہ سے فاسق معلن ہوگیا۔ لوگوں کی یہ لیپا پوتی کہ امام صاحب نے رو میں کہہ دیا جانے دو، دین میں مداہنت ہے، یہ لوگ امام کی بے جا حمایت کر کے اور دین میں مداہنت کر کے خود گنہ گار ہوئے۔ قرآن مجید میں ہے: "اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ"(۱)۔ واللہ تعالی اعلم ۳ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

❷ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وعلماے ملت: ایک مسجد کے امام جو عالم دین (یعنی نائب رسول) ہیں ان کا عمل مسلمانوں کے لیے قابل نمونہ ہوتا ہے افسوس جب یہی مسائل شرعی کو کوئی خاص اہمیت نہ دیں، تو ظاہر بات ہے مقتدیوں اور شہر کے دوسرے مسلمانوں پر اس کا غلط اثر ہوگا۔

امام کی غلطیاں ملاحظہ ہوں:

تخلیہ میں کئی بار امام صاحب سے ہم نے کہا مسجد عبادت کے لیے ہے نہ کہ سونے، لیٹنے اور پیر پسار کر

(۱)- القرآن المجید، الجزء: ۵، سورۃ النساء، الآیۃ: ۱٤٠.

لیٹنے کے لیے، قہقہہ لگانا مسجد میں۔ پان کھانا مسجد میں، دنیاوی گفتگو کرنی مسجد میں آپ نہ کریں۔ فتوی مسجد میں آپ ہی کا لگایا ہوا ہے پھر بھی آپ ایسا کرتے ہیں، نہ ہی آپ مسجد میں یہ سارے اعمال کریں نہ کسی دوسرے کو کرنے دیں، بلکہ جمعہ میں آداب مساجد کیا ہیں ظاہر کریں۔ کچھ دنوں تک تو یہ سلسلہ بند رہا بعد کو پھر شروع ہو گیا۔ میں نے کہا: آپ کے شاگردان مسجد میں سوتے ہیں جب کہ صحن مسجد اور کمرے میں جگہ ہے وہاں سونے کو کہیں۔ لیکن کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ پہلے چمڑے کا بیلٹ لگاتے تھے اب چین کی گھڑی لگاتے ہیں جب کہا تو جواب ملا دوران نماز اتار دینی چاہیے بعد کو پہن لینے میں حرج نہیں جب کہ ایک عالم دین امام مسجد کو مطلق چین کی گھڑی نہیں پہننی چاہیے۔

سید جاوید اشرف چشتی رضوی نظامی، پیر محمد رضوی عبد العزیز مؤذن اشرفی، محمد الیاس اشرفی
جمیل احمد ٹیلر ماسٹر، محمد ہاشم اشرفی صاحبان، سلی گوڑی، مغربی بنگال
۲۳ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

الجواب

(۱-۲) یہ صحیح ہے کہ حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک پور تشریف لانے کے بعد برسہا برس تک اذان خطبہ اندر ہی ہوتی تھی امامت بھی حضور حافظ ملت نہیں فرماتے تھے۔ امام یہیں کے مقامی ایک عالم تھے، ابتدا میں حضرت حافظ ملت رضی اللہ تعالی عنہ کا اتنا اثر و رسوخ نہیں تھا کہ ان کے فرمانے سے لوگ اذان خطبہ باہر کرنے لگتے۔ حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداے عہد میں بھی منتظمین سے اذان خطبہ باہر کرنے کو فرمایا لیکن لوگ راضی نہ ہوئے پھر کیسے اور کب سے اذان خطبہ باہر ہونے لگی تفصیل مجھے معلوم نہیں مگر میں حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے زمانے میں بھی ایک آدھ بار حاضر ہوا تو دیکھا کہ اذان خطبہ باہر ہو رہی ہے پھر اس سے کوئی فائدہ نہیں کہ کب شروع ہوئی، کیسے شروع ہوئی، کہاں اندر ہوتی ہے، کہاں باہر ہوتی ہے، یہ حکم شرعی کا مدار نہیں، حکم شرعی کا مدار کتاب و سنت کے ارشادات اور فقہاے کرام کے فرمودات ہیں جب حدیث اور فقہاے کرام کے ارشادات سے یہ بات ثابت ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مطلقاً منع ہے اور عہد رسالت وعہد خلفاے راشدین میں یہ اذان بیرون مسجد ہوتی تھی تو مسلمانوں پر واجب کہ اسی پر عمل کریں۔ سوال میں امام صاحب کا یہ جملہ لکھ کر آیا تھا کہ "وہاں بھی تو اذان اندرون مسجد ہوتی ہے" اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اب بھی اندر ہی ہوتی ہے۔ اس کو میں نے لکھا تھا کہ "یہ جھوٹ ہے" لیکن اب امام صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ

"میرے زمانے میں اندر ہوتی تھی اس سے میں نے سمجھا کہ اب بھی اندر ہی ہوتی ہوگی"۔ ان کا یہ عذر قابل قبول ہے اس عذر کے بعد ان پر حکم فسق نہیں رہے گا کہ یہ جھوٹ نہیں غلط فہمی ہے۔

رہ گیا امام کا اور ان کی رضا سے طلبہ کا مسجد میں اٹھنا، بیٹھنا، سونا، پان کھانا وغیرہ وغیرہ اس بارے میں حکم شریعت یہ ہے کہ: مسجد میں مسافر اور معتکف کے علاوہ کسی کو رہنا اور سونا جائز نہیں، امام صاحب اور طلبہ وہاں مسافر تو نہیں لیکن مسلمان وہ بھی عالم کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے۔ اس لیے میرا گمان یہی ہے کہ یہ لوگ بہ نیت اعتکاف مسجد میں رہتے ہوں گے جو بھی مسجد میں جائے جس وقت بھی جائے اعتکاف کی نیت کرلے جیسا کہ بہار شریعت تک میں یہ مسئلہ مصرح لکھا ہوا ہے۔

مسجد میں بلند آواز سے قہقہہ لگانا، یا بلا ضرورت شرعیہ آواز بلند کرنا ضرور منع ہے امام کو بھی ضد نہیں کرنی چاہیے جب سونے کے لیے برآمدہ موجود ہے تو اسی میں سوئیں، اٹھیں بیٹھیں۔ ایسے کام سے بچنا ضروری ہے جس سے عوام میں غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

گھڑی کے ساتھ اسٹیل کی چین باندھنے کے بارے میں علما کا اختلاف ہے، بہت سے علماے اہل سنت اس کو ناجائز کہتے ہیں اور بہت حضرات جائز۔ اس خادم کی بھی یہی راے ہے کہ جائز ہے، یہی اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ اور علامہ شامی کے کلام سے ظاہر ہے۔ ایسی صورت میں اولاً اگر نماز میں بھی چین باندھے رہیں تو نماز میں کوئی کراہت نہ ہوگی اور جب کہ امام صاحب نماز کے وقت اسے کھول لیتے ہیں تو بالاتفاق نماز بلا کراہت درست۔ جن صورتوں میں نماز کے اعادہ کا حکم ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نماز کے وقت کے اندر اندر اعادہ کیا جائے وقت گزرنے کے بعد اعادہ ساقط۔ واللہ تعالی اعلم

۱۹ر ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

[۸۵] اذان خطبہ کے مسجد کے اندر ہونے کے جواز سے متعلق بدر احمد مجیبی پھلواروی کے جواب کا رد بلیغ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ہماری مسجد میں ایک مولانا صاحب نماز جمعہ پڑھانے سے پیش تر خطبہ کی اذان خارج از مسجد دلوایا

کرتے تھے چند ماہ بعد کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر ہونی چاہیے اس پر مولانا مذکور نے کہا کہ از روے شرع خطبہ کی اذان (یعنی جمعہ کے دن اذان ثانی) خارج از مسجد درست ہے۔ مولانا صاحب بار بار کہتے رہے کہ کتاب دکھانے کے لیے تیار ہوں، آپ نماز پڑھ لیجیے۔ اس پر بھی لوگوں نے نہیں مانا اور گڑبڑی مچائی اس روز سے بروز جمعہ مسجد میں دو جماعتیں ہوتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ

الف:　از روے شرع خطبہ کی اذان جمعہ کے دن کہاں دی جائے؟

ب:　خطبہ کی اذان خارج از مسجد دے کر اگر نماز جمعہ پڑھی جائے تو کیا یہ نماز نہ ہوگی؟ شرعی جواب مرحمت فرمائیں۔

جناب اصغر علی حبیبی، منگلا باغ، کٹک، اڈیشہ
۱۹ر صفر، ۱۴۰۸ھ

(بدر احمد مجیبی پھلواروی کا جواب)

الجواب

جمعہ کی اذان ثانی جو خطبہ کے قبل ہوتی ہے وہ داخل مسجد اور منبر کے سامنے ہونی چاہیے یہی سنت خلفا ہے اور اسی پر عمل امت ہے۔

سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اذان کا مقصد کیا ہے؟ فقہا کی تصریحات سے ثابت ہے کہ اذان کا مقصد اعلام غائبین ہے یعنی جو لوگ مسجد میں نہیں ہیں ان کو خبر دینا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے جیسا کہ شرح وقایہ میں ایک جگہ ہے "والأذان لإعلام الغائبين".

اور اقامت اعلام حاضرین کے لیے ہوتی ہے کہ مسجد میں موجود لوگوں کو متنبہ کر دیا جائے کہ نماز شروع ہو رہی ہے، شرح وقایہ میں ہے:

"لأنها لإعلام الحاضرين"۔

نفع المفتی میں ہے:

"ويحول في الأذان؛ لأنه لإعلام الغائبين. وأما الإقامة فهى لتنبيه الحاضرين."

اب دیکھا جائے کہ جمعہ کی اذان ثانی کا مقصد کیا ہے، عہد نبوی میں جمعہ کی اذان اول نہیں تھی صرف یہی اذان تھی جس سے اعلام غائبین کا کام لیا جاتا تھا۔ اس لیے یہ مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ اور ایسا ہی عہد صدیقی و فاروقی میں بھی معمول تھا حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے:

كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِى بَكْرٍ وَعُمَرَ-

پھر عہد عثمانی میں آبادی کی کثرت کی وجہ سے ایک اور اذان کا اضافہ ہوا جو اذان اول کہلائی، یہ اذان زوراء نامی مقام پر دی جانے لگی، بخاری میں ہے: كان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس على المنبر على عهد النبي ﷺ وأبي بكر وعمر فلما كان عثمان وكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء. (بخاری)

اب چوں کہ اذان اول سے اطلاع واخبار عام کا مقصد پورا ہو جاتا ہے اس لیے اذان ثانی کا مقصد حاضرین مسجد کی آگاہی وتنبیہ قرار پایا کہ مسجد میں موجود لوگوں کو خطبہ کے لیے خاموش ومتنبہ کیا جائے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: لما زيد الأذان الأول كان للإعلام والذي بين يدي الخطيب للإنصات. (فتح الباری)

علامہ ابن المنیر نے فرمایا ہے: حكمته إنصات الناس لسماعها وسكونهم أو إحضار الذهن للذكر . (روح التوشیح)

جب اذان ثانی کا مقصد بدل گیا تو یہ اقامت کے مثل ہو گئی جس طرح اقامت اعلام حاضرین کے لیے ہوتی ہے اسی طرح اس کا مقصد بھی اعلام حاضرین اور انصات ناس ہوا۔ اور حاضرین کو خبر کرنے کے لیے اذان کو مسجد کے اندر ہونا چاہیے نہ کہ باہر۔ اسی وجہ سے فقہاے احناف سے کسی نے بھی اس اذان کے لیے "على باب المسجد" یا "خارج المسجد" کے الفاظ استعمال نہیں کیے ہیں سبھی "بين يدي المنبر" لکھتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے: إذا صعد الإمام وجلس أذن المؤذن بين يدي المنبر و بذلك جرى التوارث . بلکہ بعض کتب فقہ میں تصریح ہے کہ یہ اقامت کے مثل ہے اور اس میں زیادہ رفع صوت بھی نہ ہونا چاہیے۔ مراقی الفلاح میں ہے: والأذان بين يديه جرى به التوارث كالإقامة بعد الخطبة. (مراقی الفلاح) سعایہ شرح وقایہ میں ہے: أي أذان لا يستحب رفع الصوت فيه بل هو الأذان الثاني يوم الجمعة الذي يكون بين يدي الخطيب؛ لأنه كالإقامة لإعلام الحاضرين. صرح به جماعة من الفقهاء. (سعایہ)

اتنی تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جمعہ کی اذان ثانی اقامت کے مثل ہے اور اقامت ہی کی طرح اسے بھی مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہونا چاہیے اور اسی پر تعامل امت ہے۔ اب سوال کے جواب بالترتیب

ملاحظہ فرمائیں:

الف:　　از روے شرع خطبہ جمعہ کی اذان منبر کے سامنے داخل مسجد ہونی چاہیے۔

ب:　　اذان نماز کے داخل کی چیز نہیں ہے کہ اس کے غلط جگہ پر ہونے سے نماز فاسد ہو جائے۔ اذان مسجد کے اندر دیں یا مسجد کے باہر نماز تو ہو ہی جائے گی، البتہ جمعہ کی اذان ثانی کا مسجد سے باہر دینا خلاف سنت اور خلاف تعامل ہے اس لیے یہ عمل کراہت سے خالی نہ ہوگا۔

المجیب　　بدر احمد المجیبی ۱۸/ محرم ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح -　　ہلال احمد پھلواری

الجواب حق وصحیح والدلائل قویۃ أنا متفق في هذا الجواب

محمد احسان الحق، مدرس دار العلوم مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ

حضور نائب مفتی اعظم ہند قبلہ زید کرمکم واحترامکم　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمدہ تعالیٰ بخیریت رہ کر امید کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوگا۔ عرض ضروری ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی سے متعلق مفتیان خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ سے استفتا کیا تھا وہاں سے جو جواب آیا ہے وہ معمولات اہل سنت کے برعکس ہے۔ اب حضور سے دست بستہ عرض ہے کہ حضور احادیث کریمہ وفقہ کی روشنی میں ایسا دندان شکن جواب دیں کہ معمولات اہل سنت کے مطابق جمعہ کی اذان ثانی جو خارج مسجد ہوتی ہے حق قرار پائے اور پھلواری علما کا فتوی جو جمعہ کی اذان ثانی کو داخل مسجد ثابت کرتے ہیں باطل قرار پائے۔ احقر کا سوال اور پھلواری علما کے جواب کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ارسال خدمت ہے۔

(حضور شارح بخاری کا جواب)

الجواب

دیگر اذانوں کی طرح جمعہ کے خطبے کی اذان بھی مسجد کے اندر خصوصاً منبر کے متّصل خطیب کے سر پر دینا خلاف سنت اور بدعت ومکروہ ہے۔ فقہاے کرام نے مطلقاً ہر اذان کے بارے میں فرمایا کہ مسجد میں نہ دی جائے مسجد کے باہر دی جائے، مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔ خانیہ، خلاصہ قلمی، خزانۃ المفتیین قلمی، عالمگیری، البحر الرائق، شرح نقایہ برجندی، فتح القدیر میں ہے:

لا يؤذن في المسجد[1]. مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

الأذان إنما يكون في المئذنة أو خارج المسجد والإقامة في داخله[2]. اذان نہ دی جائے مگر مینارے پر یا مسجد سے باہر اور اقامت مسجد کے اندر۔

فتح القدیر خاص باب الجمعہ میں ہے:

لكراهة الأذان في داخله[3]. مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ نظم امام زندویستی پھر قہستانی پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے:

يكره أن يؤذن في المسجد[4]. مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

ان ارشادات میں نہ اذان پنج گانہ کی تخصیص ہے نہ اذان خطبہ کا استثنا اس لیے وہ بھی اس حکم میں داخل اور دوسری اذانوں کی طرح اسے بھی مسجد کے اندر دینا ممنوع و مکروہ۔ حضور اقدس ﷺ اور خلفاے راشدین کے زمانے میں یہ اذان مسجد کے باہر دروازہ مسجد پر ہوتی تھی حتی کہ جب حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے پہلی اذان کا اضافہ فرمایا تو بھی یہ اذان وہیں ہوتی رہی جہاں حضور اقدس ﷺ کے زمانے سے ہو رہی تھی۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ اسے گھسیٹ کر منبر کے سامنے نہیں لائے وہیں رہنے دی، ابوداؤد شریف میں ہے:

كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ. رواه أبو داؤد عن السائب بن يزيد رضى الله تعالى عنه.[5]

جمعہ کے دن حضور ﷺ منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی ایسا ہی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانے میں بھی ہوتا تھا۔

---

(۱)- البحر الرائق، ج:۱، ص: ٤٤٤، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص ۳۷۷، فصل في السنن، سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۳)- فتح القدير، ج:۲، ص: ٥٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، بركات رضا، پور بندر.

(۴)- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۹۷، كتاب الصلاة، باب الأذان، مصطفى البابي، مصر.

(۵)- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب النداء في الجمعة، ج:۱، ص: ٤٠٥، رقم الحديث: ۱۰۸۸، دار الفكر بيروت.

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگوں کی کثرت ہوئی تو انھوں نے مقام زوراء پر ایک اذان کا اضافہ فرمایا جیسا کہ مجیبی مجیب صاحب نے خود نقل کیا ہے مگر یہ چھوڑ دیا کہ اذان خطبہ کہاں رہی اس لیے کہ یہ ان کے مقصد کے خلاف تھا۔ ہم سے سنیئے اذان خطبہ وہیں ہوتی رہی جہاں حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ہوتی آئی تھی۔ زرقانی علی المواہب میں ہے:

"لما كان عثمان وكثروا أمر بالأذان قبله على الزوراء ثم نقله هشام إلى المسجد" أي أمر بفعله فيه "وجعل الأخر" الذي يفعل بعد جلوس الخطيب على المنبر "بين يديه" مرة واحدة بمعنى أنه أبقاه بالمكان الذي يفعل فيه فلم يغيره بخلاف ما كان يفعل بالزوراء فحوله إلى المسجد على المنار. (1)

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اذان خطبہ سے پہلے ایک اذان بازار میں زوراء کی چھت پر دلوائی پھر اس پہلی اذان کو ہشام نے مسجد کی طرف منتقل کر لیا یعنی اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے وہ خطیب کے مواجہہ میں رکھی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی وہیں باقی رکھی۔ اس اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیلی نہ کی بخلاف بازار والی اذان اول کے کہ اسے مسجد کی طرف منارے پر لے آیا۔

اسی سے ان مجیب صاحب کی یہ نکتہ آفرینی باطل ہو گئی کہ اذان اعلام غائبین کے لیے ہے جو پہلی اذان سے حاصل ہو چکا دوسری حاضرین کے چپ کرنے کے لیے ہے انھیں یہ بھی خیال نہ آیا کہ حضور اقدس ﷺ کے عمل اور خلفاے راشدین اور صحابۂ کرام کے اجتماعی عمل کے مقابلہ میں نکتہ آفرینی کر کے حضور اقدس ﷺ کے عمل اور فقہا کے ارشاد کو رد کر رہے ہیں۔ یہ بھی خیال نہ رہا کہ یہ اذان ہے اور ہر اذان غائبین کے اعلام کے لیے ہے۔ آج تک کسی فقیہ نے یہ نہ لکھا کہ یہ حاضرین کے انصات کے لیے ہے اس لیے کہ پھر یہ اذان نہ رہتی جب اذان کو اعلام غائبین کے لیے مانا تو یا تو یہ کہیں کہ یہ اذان ہی نہیں اور جب یہ اذان ہے تو اعلام غائبین ہی کے لیے ہوگی یہ اسی وقت ہو گا جب مسجد کے باہر دی جائے مفتی صاحب یہ بتائیں کہ نص صریح کو قیاس سے رد کرنا دین داری ہے؟ حضور ﷺ تو یہ ارشاد فرمائیں:

(۱)- شرح الزرقاني على المواهب، ج:۱، ص:۴۹، النوع الثاني في ذكر صلاته صلى الله تعالى عليه وسلم.

"عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين"[1] میری اور خلفاے راشدین کی اتباع تم پر لازم ہے۔
اور مفتی صاحب سنت کے خلاف اپنے قیاس تکے کے مطابق عوام کالانعام کو فتوی دیں۔ مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی بھی ان کے نزدیک بہت بڑے معتمد عالم ہیں انھیں کی مان لیں۔ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں:

قوله: "بين يديه" أي مستقبل الإمام داخل المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثاني[2]

یعنی "بين يديه" کے معنی صرف اس قدر ہے کہ امام کے روبرو، اور یہ روبرو مسجد کے اندر پر بھی صادق اور باہر پر بھی۔ اور مسنون دوسرا طریقہ ہے۔

یعنی سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو جب یہ تصریح کر چکے تو اسی سے ثابت کہ مسجد کے اندر اس اذان کا ہونا خلاف سنت اور بدعت ہے۔

رہ گیا سوال تعامل کا تو جب احادیث صحیحہ سے یہ ثابت کہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام کا تعامل یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو تو اس کے خلاف آج کے تعامل کا کیا اعتبار۔ اگر آج کے تعامل کا اعتبار کر لیا جائے تو دین کا خدا حافظ۔ وہ دن دور نہیں کہ مفتی صاحب داڑھی منڈانے کو بھی جائز کہہ دیں، نیز تعامل کا دعوی غلط۔ حرمین طیبین میں کہیں بھی یہ اذان منبر کے متصل خطیب کے سر پر نہیں ہوتی۔ مسجد حرام میں کنارے مطاف پر ہوتی ہے اور عہد نبوی میں مسجد حرام مطاف ہی تک تھی مسلک متقسط میں ہے:

المطاف هو ما كان في زمنه ﷺ مسجدا۔[3]

اور حاشیہ مطاف خارج مسجد تھا اور یہ اپنی جگہ پر طے کہ قبل تمام مسجدیت اذان کے لیے جو جگہ مقرر کر لی جائے وہ خارج مسجد کے حکم میں ہے، اور مسجد نبوی میں مئذنہ پر ہوتی ہے جو منبر سے بہت دور ہے۔

مفتی صاحب نے سوچا ہوگا عوام میں حاجی کتنے ہوتے ہیں اور جو حج کے لیے جاتے ہیں ان میں سب کو اس سے کیا غرض کہ خطبے کی اذان کہاں ہوئی، اس لیے تعامل کا بھانڈا نہ پھوٹے گا دور کیوں جائیے جامع مسجد دہلی اور آگرہ میں یہ اذان منبر کے متصل خطیب کے سر پر نہیں ہوتی مئذنہ پر ہوتی ہے اب کوئی مفتی صاحب سے پوچھے تعامل کہاں رہا۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- سنن ابن ماجه، ج:۱، ص:۱۵، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين.
(۲)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:۱، ص:۲٤۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة. مجلس البركات، مبارك پور
(۳)- المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، فصل في أماكن الإجابة، ص:۳۳۲.

اور صاحب ہدایہ کے اس ارشاد:

أذن المؤذنون بين يدي المنبر بذلك جرى التوارث"[1] سے یہ سمجھنا کہ یہ اذان مسجد کے اندر ہونا چاہیے نری جہالت ہے اس لیے کہ "بين يدي" کے معنی کسی لغت میں اندر کے نہیں بلکہ سامنے کے ہیں جیسا کہ خود مجیبی صاحب کے معتمد و مستند مولانا عبدالحی صاحب کا ارشاد گزرا۔ نیز ابوداؤد شریف کی حدیث میں "بين يدي" کے ساتھ "على باب المسجد" بھی ہے اور مسجد اقدس عہد رسالت میں سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی تھی تو جب "بين يدي" "قریب قریب سو ہاتھ کی دوری پر بھی صادق اس کے باوجود کہ باب مسجد خارج مسجد تھا تو "بين يدی" سے اندرون مسجد پر استدلال فریب نہیں تو اور کیا ہے؟

اور "بذلك" سے اشارہ "بين يدي" کی جانب ہے اس لیے کہ یہی مذکور ہے داخل مسجد پر نہیں کہ نہ یہ مذکور ہے اور نہ مطلوب۔ رہ گیا مولانا عبدالحی کے اس کہنے سے "یہ اعلان حاضرین کے لیے ہے" یہ استدلال کہ مسجد کے اندر ہونی چاہیے سوے فہمی ہے۔ اس لیے کہ پھر مولانا ہی کے کلام میں تعارض لازم آئے گا کہ اس کے اختصار عمدۃ الرعایہ میں وہ لکھ چکے ہیں کہ مسنون یہ ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہونی چاہیے اور تعارض کے وقت منطوق مستفاد پر راجح۔ اس لیے کہ خود مولانا لکھنوی کے کلام سے مسجد کے باہر اس اذان کا راجح ہونا ثابت۔ مفتی صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ تشبیہ کے لیے مشبہ بہ کے تمام اوصاف کا مشبہ میں پایا جانا لازم نہیں ورنہ لازم کہ اگر مفتی صاحب کو کسی نے شیر کہہ دیا تو اس سے ثابت ہو جائے گا کہ مفتی صاحب کے دُم بھی ہے اور وہ چار پیر پر چلتے بھی ہیں، جنگل میں رہتے ہیں، مردار کھاتے ہیں پھر یہاں یہ لازم آئے گا کہ اس اذان میں "قد قامت الصلاة ،قد قامت الصلاة" بھی کہیں اور کانوں میں انگلیاں دینا مسنون نہ ہو ورنہ بات صاف ہے کہ خود مولانا نے وجہ شبہ کی تصریح کر دی ہے اور وہ رفع صوت کا مستحب نہ ہونا اور بس۔

مفتی صاحب نے بہت زور باندھا ہے کہ فقہانے کہیں "على باب المسجد" یا "خارج المسجد" کے الفاظ استعمال نہیں کیے ہیں۔ اس پر عرض ہے:

اولاً: حدیث میں "على باب المسجد" ہے آپ کو وہ نظر نہیں آیا۔

ثانیاً: جب فقہانے تصریح کر دی کہ اذان مسجد کے اندر دینی ممنوع ہے اور اذان خطبہ کا استثنا نہیں فرمایا تو

---

(۱)- الهداية، ج: ۱، ص: ۱۵۱، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، مجلس البركات، مباركپور.

ثابت ہو گیا کہ یہ بھی مسجد کے اندر دینا ممنوع ہے، اب الگ سے خارج مسجد ذکر کرنے کی ضرورت نہیں جیسے نماز کی صفت میں بیان کر دیا جاتا ہے کہ نماز کے یہ فرائض، یہ واجبات، یہ سنن، یہ مستحبات ہیں اسی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نماز خواہ فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل سب کے لیے یہی تفصیل ہے، اب اگر کوئی یہ کہے کہ وتر کے لیے کہیں نہیں کہ اس میں تکبیر تحریمہ یا قراءت یا رکوع سجدہ فرض ہے، فقہانے کہیں نہیں لکھا ہے تو اس کا کیا علاج۔

ثالثاً: آپ ہم سے خارج مسجد کا مطالبہ کر رہے ہیں آپ دکھائیے کہ کہیں کسی فقیہ نے اس اذان کے لیے داخل مسجد کا لفظ استعمال کیا ہے جب کہ آپ لوگوں کے مذہب کے مطابق یہ ضروری تھا، اس لیے کہ جب مطلق اذان کے احکام کے بیان میں یہ فرمادیا کہ "اذان مسجد میں دینا ممنوع ہے" تو فقہا پر لازم تھا کہ اذان خطبہ کے لیے تصریح فرماتے کہ یہ اس سے مستثنیٰ ہے اسے اندر ہونا چاہیے۔

رابعاً: ہم نے تو فقہا کا قاعدۂ کلیہ بیان کر دیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ "مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے"۔ آپ ایسا کوئی قاعدہ بیان کر دیجیے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ اذان مسجد میں دینی چاہیے ہم کہے دیتے ہیں کہ کوئی شخص ایک ایسا لفظ کسی فقیہ کا نہیں دکھا سکتا جس سے اشارۃً بھی یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ اذان مسجد میں ہونی چاہیے۔ عوام پر لازم ہے کہ وہ اس پر عمل کریں جو حدیث صحیح اور فقہا کے ارشادات سے ثابت ہے اور ادھر ادھر کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۸۶] جس مسجد میں دروازہ دکھن جانب ہو وہاں خطبہ کی اذان کہاں سے دی جائے؟

مسئلہ زید ایک مسجد کا امام و خطیب ہے اس سے بکر نے کہا کہ مسجد کے دروازہ پر اذان دی جانی چاہیے اس لیے کہ سنت یہی ہے۔ ثبوت کے طور پر اس نے اعلیٰ حضرت کی کتاب "احکام شریعت" کھول کر دکھایا۔ تو زید نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن اگر میں نے اس سلسلے میں زبان کھولی تو میرے مخالفین اس کا فائدہ اٹھائیں گے، عوام میں انتشار ہو جائے گا اور میری امامت بھی چھن جائے گی۔ روزی، روٹی کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے کہ جب سے یہ مسجد بنی ہے اس میں شروع سے ہی منبر کے پاس ہی اذان دینے کی رسم چلی آ رہی ہے۔
دریافت طلب امر یہ ہے کہ عوام میں انتشار کے خوف سے زید کا کہنا درست ہے یا نہیں؟ یہاں واضح

کردوں کہ مسجد کے اصلی دروازہ کا رخ جنوب کی طرف ہے اور مشرق کی طرف کارخانہ کی فصیل ہے لہٰذا ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

فاروق احمد، ۱/۱۵، ہوسپٹل روڈ، کمرہٹی، کلکتہ، بنگال

الجواب

یہ کہنا غلط ہے کہ خطبہ کی اذان دروازہ پر دی جانی چاہیے۔ خطبہ کی اذان کے لیے ضروری ہے کہ خطیب کے روبرو ہو اور مسجد کے باہر۔ مسجد نبوی شریف میں عہد رسالت اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کے عہد خلافت تک منبر کے سامنے جانب شمال دروازہ تھا جو مسجد کے باہر تھا اس لیے وہاں اذان دی جاتی تھی۔ اس مسجد میں جب دروازہ جانب جنوب ہے تو خطبہ کی اذان دروازہ پر دینا خلاف سنت ہوگا بلکہ ضروری ہے کہ منبر کے سامنے پورب جانب جو جگہ ہو وہاں اذان دی جائے۔ امام صاحب کو ہمت کرنا چاہیے، جب سارے علمائے اہل سنت اور ہمارے سارے دار الافتاان کی حمایت کریں گے تو عوام کی شورش خود ہی ختم ہو جائے گی لیکن اگر وہ اس کی ہمت نہیں کرتے اور اسی کو حق سمجھتے ہیں کہ خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے مسجد کے باہر ہو تو انھیں ملامت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ حدیث میں ہے: وإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان(۱)۔ واللہ تعالی اعلم

۱۹ر شوال، ۱۴۱۸ھ

[۸۷] اذان ثانی کے منبر کے قریب ہونے پر لفظ "عند" سے استدلال کا جواب

مسئلہ فرقۂ ملعونہ وہابیہ اذان کے خطبہ کے متعلق پہلے "خطیب کے آگے اور خطیب کے سامنے" کے لفظوں سے استدلال کرتے کرتے ناک گھستے رہے مگر علمائے اہل سنت کے مبرہن دلائل کے آگے کچھ نہ چلی تو اب پاس، قریب اور نزدیک آواز سے اپنا مقصد باطل اور مطلب فاسد، لوگوں میں پھیلا کر سنت سے دور کر رہے ہیں، چناں چہ اس سلسلے میں گمراہ گروں نے "مہو چھاونی" کا ایک فتوی شائع کیا ہے جس میں اس قسم کی

(۱)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:٦٩، رقم الحديث: ٤٩، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان.

بکواس کی گئی ہے۔ فتوی کی فوٹو کاپی ساتھ میں حاضر خدمت ہے۔ اس فتوی کا علمی تحقیقی اور تفصیلی جائزہ لے کر تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا

محمد اسماعیل، بدھوارہ بازار، کھنڈوہ، ایم پی
۲۹/ ذو قعدہ ۱۴۰۴ھ

الجواب

باطل پرستوں کا یہی حال ہے کہ پہلے وہ اچھلتے کودتے ہیں اور جب ان کی گرفت کی جاتی ہے تو اس گلی سے بھاگ کر دوسری گلی میں جاتے ہیں۔ اب تک ان کا سارا زور "بين يديه" پر تھا اور جب ابو داؤد شریف کی حدیث میں دکھادیا گیا کہ اس میں "بين يديه" بھی ہے اور "على باب المسجد" بھی ہے تو یہ اذان حضور اقدس ﷺ اور خلفاے راشدین کے زمانے میں ان حضرات کے سامنے مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں مسجد کریم سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی تھی تو منبر اور مئذنہ کے ما بین تقریباً ۹۶ ہاتھ کا فاصلہ ضرور تھا تو معلوم ہوا کہ "بين يديه" اور سامنے کا مطلب یہ نہیں کہ منبر کے متصل خطیب کے سر پر ہو تو عاجز آکر "عند" کا سہارا لیا، لیکن ان غریبوں کو معلوم نہیں کہ "بين يديه" کی طرح "عند" بھی کتنا وسیع ہے۔ دوسروں کو تو طعنہ دیتے ہیں کہ وہ شرعی احکام اور حقائق سے ناواقف ہیں مگر ان شرعی حقائق سے واقفیت کے مدعیوں کو قرآن مجید کے ترجمے کی بھی تمیز نہیں ان سے کیا خطاب کریں اپنے ناواقف عوام کی تفہیم کے لیے عرض ہے، ارشاد ہے: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ.(۱)

عرفات سے واپسی کے بعد مشعر حرام کے پاس اللہ کی یاد کرو۔

مشعر حرام مزدلفہ کے آخر میں ایک پہاڑ کا نام ہے جسے قزح کہتے ہیں۔ جلالین میں ہے:

هو جبل في أخر المزدلفة يقال قزح.(۲)

یہ مزدلفہ کے آخر میں ایک پہاڑ ہے جسے قزح کہتے ہیں۔

مدارک میں ہے:

هو قزح وهو جبل الذي يقف عليه الإمام.(۳)

(۱)- القرآن المجيد، الجزء:۲، سورة البقرة، الآية:۱۹۸.
(۲)- تفسير الجلالين، ص:۳۰، پ:۲، زیر آیت: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ. [سورة البقرة، آیت:۱۹۸]
(۳)- مدارك التنزيل، فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ. [سورة البقرة، آیت:۱۹۸]

یہ وہ پہاڑ ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے۔

حالاں کہ خاص مشعر حرام کے متّصل مل کر کھڑا ہونا ضروری نہیں۔ علما فرماتے ہیں: پورا مزدلفہ موقف ہے اب ان حقائق آگاہوں سے پوچھیے یہ کیسا "عند" ہے جو میلوں پھیلا ہوا ہے اور اتنے لمبے چوڑے میدان کو شامل ہے جس میں بیک وقت لاکھوں لاکھ حجاج سما جاتے ہیں۔ اسی سورہ بقرہ میں ایک اور جگہ فرمایا:

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ (۱)

جب تک وہ تم سے مسجد حرام کے نزدیک نہ لڑیں تم بھی ان سے وہاں نہ لڑو۔

مسجد حرام شریف اس مبارک مسجد کا نام ہے جو کعبہ کے ارد گرد بنی ہوئی ہے لیکن ابتدا بقتال یعنی شرعی لڑائی کی ابتدا پورے حرم میں ممنوع ہے۔

مدارک میں ہے:

" فعند المسجد الحرام يقع على الحرم كله". (۲)

اور حرم کی سب سے قریبی مسجد مکہ معظمہ سے تین میل کی دوری پر ہے، ان اللہ والوں سے کوئی پوچھے یہ کیسا "عند" ہے جو میلوں پھیلا ہوا ہے۔ بات اصلی یہ ہے کہ "عند" کے معنی نزدیک کے ضرور ہیں مگر ہر چیز کی نزدیکی اس کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ وقوف مزدلفہ کے لیے پورا میدان مشعر حرام کے نزدیک ہے، اور قتال کے لیے پورا حرم مسجد حرام کے نزدیک ہے۔ ہم یوپی والے کہتے ہیں "برہان پور کھنڈوہ کے قریب ہے، بھیونڈی ممبئی کے نزدیک ہے، گاڑی سنگلر کے باہر ہوتی ہے مگر سب بولتے ہیں کہ اسٹیشن کے قریب ہے۔ اذان کے معاملہ میں خاص رمز یہ ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا منع ہے، تمام فقہا نے تصریح کی ہے۔

لا يؤذن في المسجد. (۳) مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

نظم امام زندویستی، قہستانی پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے:

يكره أن يؤذن في المسجد. (۴) مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

---

(۱)- القرآن المجيد، الجزء:۲، سورة البقرة، الآية:۱۹۸.

(۲)- مدارك التنزيل، تحت آيت: ۱۹۸، سورة البقرة.]

(۳)- الفتاوى الهندية، ج۱، ص۶۲، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني فى كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۴)- حاشية الطحطاوي على مراقى الفلاح، ص:۱۹۷، مصطفى البابى مصر.

توپوری مسجد اذان دیے جانے کی جگہ نہیں اب "عند المنبر" کا مطلب یہ ہوا کہ جو جگہ اذان کی ہے ان جگہوں کے اعتبار سے جو جگہ منبر کے قریب ہو وہاں اذان دی جائے۔ اور آپ ناپ لیں کہ بیرون مسجد میں جو جگہ جہاں تجویز کریں سب سے قریب وہی جگہ ہوگی جو خطیب کے سامنے ہوگی۔ پھر ان اللہ والوں سے پوچھو کہ جب ابوداؤد شریف میں یہ حدیث صحیح موجود ہے:

كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضي الله تعالى عنهما (۱)

حضور اقدس ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی۔ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانے میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔

توکیا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اور یہ فقہا اور خود حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اس حدیث سے واقف نہیں تھے کہ اس کے خلاف فتوی دیں۔ یہ جرأت دیوبندی تو کر سکتے ہیں کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اور اگر بالفرض کوئی فقیہ کوئی ولی حدیث کی نص صریح کے خلاف فتوی دے تو اس کا فتوی قابل قبول نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۸۸] مسجد کے اندر خطبہ کی اذان دینے کے استدلال کا جواب

مسئلہ بعض لوگ خطبہ کی اذان کو منبر کے قریب دینے کو غلط کہتے ہیں اور ساتھ ہی فقہی کتابوں کی دلیل پیش کرتے ہیں کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ لکھا ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خاں، ج۱، فتاوی عالمگیری، ج۱، ص:۵۵ اور بحر الرائق جلد اول، ص:۲۶۸، فتح القدیر، ج۱، ص:۲۱۵ میں اس کی تصریح موجود ہے جیسا - مسجد کے اندر اذان کے مکروہ ہونے کے سلسلے میں فقہ کی کتابوں کے حوالے کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ۔ بعض فقہائے کرام نے پنج وقتہ نماز کی اذان کے لیے کراہت کی تصریح کی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ پانچ وقت کی اذان سے مقصد مسجد سے باہر والے لوگوں کو آگاہ کرنا ہوتا ہے گویا پنج وقتہ اذان کو مسجد کے اندر مکروہ بتایا ہے کسی نے خاص خطبہ کی اذان کے سلسلے میں یہ بات نہیں لکھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے پنج وقتی اذان کا دینا بھی مسجد کے اندر فقہائے احناف کے نزدیک مکروہ نہیں بتاتے جیسا کہ علامہ قہستانی جامع الرموز میں فرماتے ہیں: جلالین میں لکھا ہے "مسجد کے اندر یا اس کا جو حصہ اس

(۱)- سنن أبي داؤد، ج:۱، ص:۴۰۵، رقم الحديث:۱۰۸۸، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.

کے حکم میں آتا ہے اذان دینا بلا کراہت جائز ہے البتہ مسجد سے دور نہ دینا چاہیے۔ (جامع الرموز)

امام سرخسی علیہ الرحمہ مبسوط میں تحریر فرماتے ہیں: "والمعتبر الأذان الأول بعد زوال الشمس سواء كان على المنبر أو على الزوراء." زوال کے بعد کاروبار بند کرنے میں اعتبار پہلی اذان کا ہے خواہ وہ منبر پر دی جائے یا زوراء پر۔ حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: فخرجنا حتى قدمنا بلدنا فكسرنا بيعتنا ثم نضحنا مكانها واتخذناها مسجدا فنادينا فيه بالأذان. (نسائی، ج۱، ص:۸۱)

پھر ہم لوگ بارگاہ نبوت سے چلے اپنے شہر میں داخل ہوئے اس کے بعد اس جگہ پر آپ کا عطا کردہ پانی چھڑکا اس کے بعد مسجد بنایا اور مسجد میں اذان پکارا۔

اس حدیث میں صحابی رسول حضرت طلق بن علی کا مسجد کے اندر اذان دینا جس طرح مذکور ہے اس طرح خاص مسجد نبوی میں بھی مسجد کے اندر اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ خرج رجل من المسجد بعد ما أذن فيه فقال أبو هريرة أما هذا فقد عصى أبا القاسم ﷺ. (رواه مسلم، مشكوة، ج۱، ص:۹۷، ترمذی، ج۱، ص:۳۸)

ایک آدمی مسجد نبوی سے اس وقت نکلا جب کہ اس کے اندر اذان دی گئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے حضور ﷺ کی نافرمانی کی کہ اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکل گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ داؤدی کا بیان نقل فرماتے ہیں، داؤدی نے نقل کیا ہے کہ دور عثمانی سے پہلے اذان مسجد کے فرش سے ہوتی تھی۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں "جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو انھوں نے اپنے قریب سامنے اذان دینے کا حکم فرمایا جیسا کہ آں حضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب سے مؤذن اذان دیتا تھا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی تحریر فرماتے ہیں "حسن بن زیاد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ناقل ہیں کہ کاروبار بند کرنے میں پہلی بار والی اذان کا اعتبار ہوگا کیوں کہ منبر والی اذان کی شرط لگائی جائے تو سنت کی ادائیگی اور خطبہ کا سننا چھوٹ جائے گا بلکہ کبھی جمعہ بھی فوت ہو جائے گا۔

نیز علامہ قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) اپنی تفسیر "الجامع لأحكام القران" ج۱۸، ص:۱۰۱، مطبوعہ دار

التراث العلمی، بیروت میں علامہ ابن عربی (متوفی ۵۴۳ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں ”پہلی اذان نوایجاد ہے۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو جاری کیا ہے مدینہ کے وسیع ہو جانے اور آبادی کے بڑھ جانے کے سبب سے تاکہ لوگ خطبہ کی حاضری کے لیے تیار ہو جائیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ مسجد کی اذان سے پہلے بازار میں آواز لگوادیتے تھے تاکہ لوگ بازار سے اٹھ کر آجائیں تب مسجد میں اذان ہوتی تھی۔

مندرجہ بالا حوالہ سے معلوم ہوتا ہے منبر کے نزدیک مسجد کے اندر اذان دینا جائز ہے۔ تو مسجد میں منبر کے نزدیک خطبے کی اذان دینا کیوں مکروہ ہوا؟ جب کہ مسجد کے اندر اذان دینا متعدد فقہا اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔

علما و مفتیان دین مذکورہ بالا حوالے کو دیکھتے ہوئے خطبہ کی اذان کے لیے کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟ برائے کرم صحیح وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور ملت اسلامیہ کے آپسی اختلاف اور اندرونی کش مکش کو دور کریں۔

امین الدین، محلہ قلعہ، مقام و پوسٹ سہسرام، ضلع روہتاس

الجواب

حضور اقدس ﷺ اور حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ابتدائے خلافت تک جمعہ کے لیے صرف ایک ہی اذان ہوتی تھی جو خطبہ کے وقت خطبہ سے پہلے مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی جیسا کہ ابوداؤد میں ہے:

عن السائب بن يزيد رضى الله تعالى عنه كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ[1]. وفى رواية وعلي بالكوفة.

جب جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی اور ایسے ہی حضرت ابوبکر و عمر کے زمانے میں ہوتا تھا۔ اور ایسے ہی حضرت علی کے زمانے میں تھا۔

اسی میں دوسری روایت میں یہ زائد ہے کہ جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے بازار میں مقام زوراء پر ایک اذان کا اضافہ کیا۔

---

(۱)- سنن أبي داؤد، ج:۱، ص:۴۰۵، رقم الحديث:۱۰۸۸، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.

اس سے ثابت کہ خطبہ کی اذان عہد رسالت و عہد خلافت میں مسجد کے باہر، مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ کہیں کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی مذکور نہیں کہ خطبہ کی اذان عہد رسالت یا عہد خلافت میں کبھی بھی مسجد کے اندر منبر کے متّصل خطیب کے سامنے ہوئی ہو۔ اگر مسجد میں اذان دینا جائز ہوتا تو ایک دو بار ہی سہی بیان جواز کے لیے مسجد کے اندر ان مبارک عہدوں میں اذان دلوائی بھی جاتی۔ ہمیشہ پوری پابندی کے ساتھ عہد رسالت و خلافت میں اذان خطبہ کا مسجد کے باہر ہونا اس کی دلیل ہے کہ اذان خطبہ میں سنت یہی ہے کہ خطیب کے سامنے مسجد کے باہر دی جائے۔ اس کے بر خلاف مسجد کے اندر منبر کے متّصل خطیب کے سر پر خطبہ کی اذان دینا سنت کے خلاف بدعت ہے۔

آپ نے چالاکی سے علامہ عینی وغیرہ کی عبارتیں نقل نہیں کیں۔ ان کا ترجمہ نقل کیا۔ ابوداؤد شریف کی حدیث میں لفظ "بين يديه" ہے اس کے معنی بھی سامنے کے ہیں اور خود اس روایت کے بموجب مسجد کے دروازے پر دی جانے والی اذان کو "بين يديه" اور سامنے کہا گیا۔ جب کہ یہ فاصلہ تقریباً ۹۶ ہاتھ تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ "بين يديه" و سامنے کا مطلب یہ نہیں کہ منبر سے چپکے ہوئے اذان دی جائے۔

آپ نے جو عبارتیں نقل کی ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ "اذان ہوئی" یہ اس کو مستلزم نہیں کہ مسجد کے اندر اذان ہوئی اس معنی کر کے کہ مسجد میں جو جگہ نماز پڑھنے کے لیے مقرر ہے وہاں ہوئی، ممبئی وغیرہ میں جا کر دیکھ لیجیے اذان کے لیے داخلہ کے دروازہ پر مئذنہ بنا ہوتا ہے وہاں اذان ہوتی ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ فلاں مسجد میں اذان ہوئی یہاں بحث اس میں نہیں کہ مسجد کے حدود میں اذان دینا منع ہے بلکہ بحث یہ ہے کہ جو جگہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں معین ہے وہاں اذان دینا مکروہ ہے۔

آپ نے اپنے حریف کی بات بھی نہیں سمجھی اور الٹے سیدھے اعتراضات کرنے لگے۔ آپ نے لکھا ہے مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ لکھا ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خاں، ج۱، ص:۷۸ آخر تک۔

حالاں کہ ہم اہل سنت میں سے کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ فتاوی قاضی خاں یا عالم گیری یا بحر الرائق میں مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ لکھا ہے اور نہ ان کتابوں میں کراہت کی تصریح ہے ہاں ممانعت مذکور ہے ان سب میں ہے: لا يؤذن في المسجد.[1] مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

---

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:٦٢، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني فى كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

ہمارے علما نے یہی فرمایا ہے کہ ان کتابوں میں یہی ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس سے کراہت ثابت ہے کیوں کہ ادنی درجہ ممانعت کراہت ہے۔

ہم نے یہ ضرور کہا ہے، لکھا ہے کہ فتح القدیر خاص باب جمعہ میں لکھا ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔

لكراهة الأذان في داخله.[1]

اور ہم نے یہ ضرور کہا اور لکھا ہے کہ مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

يكره أن يؤذن في المسجد.[2]

اور اسے اذان پنج گانہ کے ساتھ خاص کرنا تخصیص بلا دلیل ہے، یہ ارشادات اپنے عموم واطلاقات کے اعتبار سے اذان خطبہ کو بھی ضرور شامل۔ اس لیے پنج گانہ اذانوں کی طرح [مسجد کے اندر] خطبہ کی اذان دینا بھی مکروہ اور ممنوع ہے۔ زمانۂ ماضی کے مشہور عالم مولوی عبدالحی لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں:

قوله: بين يديه: أي مستقبل الإمام في المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثاني.[3]

"بين يديه" کے معنی سامنے کے ہیں جو داخل وخارج مسجد دونوں کو عام ہے اور اذان میں سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔

بقیہ وسواس اور شبہات اور بے بنیاد استدلال کا سلسلہ نہ کوئی روک سکتا ہے نہ رک سکتا ہے اور اب جب کہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سنیوں کا مذہب الگ ہے دیوبندیوں کا الگ تو آپ کیوں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم آپ کا مذہب اختیار کریں۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿٦﴾[4] تمھیں تمھارا دین اور مجھے میرا دین۔

اور اگر واقعی تسلی وتشفی چاہتے ہیں تو صرف دو کتابیں دیکھ لیجیے (۱) اذان خطبہ کہاں ہو؟ (۲) تنقید برمحل۔

واللہ تعالیٰ اعلم — ۲۲ر ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

---

(۱)- فتح القدير، ج:٢، ص:٥٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، مطبع بركات رضا، پور بندر.

(۲)- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص:١٩٧، باب الأذان، مطبع مصطفى البابي مصر.

(۳)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:١، ص:٢٤٧، كتاب الصلاة باب الجمعة، مجلس البركات.

(۴)- القرآن المجيد، الجزء:٣٠، سورة الكافرون، الآية:٦.

[۸۹] مسجد کے اندر اذان دینے سے نماز کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مسئلہ جناب مفتی صاحب سلام مسنون: عرض ہے مندرجہ ذیل سوالات کا شرعی جواب عنایت فرمائیں۔

اگر اذان ثانی داخل مسجد دی جائے تو نماز کی صحت میں کوئی فرق، کراہت یا نقصان واقع ہوگا؟

اصغر علی، ممبئی

الجواب

یہ سوال ہی بے تکا ہے اگر بالکل ہی اذان نہ دی جائے نہ اندر نہ باہر تو بھی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، نماز بلاشبہہ ہو جائے گی۔ کیا جن ناجائز کاموں کے کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہ پڑے اس کا کرنا جائز ہے، بحث یہ نہیں ہے کہ یہ اذان مسجد کے اندر دینے سے نماز میں کوئی نقص پیدا ہو، بحث یہ ہے کہ یہ اذان مسجد کے اندر دینا سنت ہے یا مسجد کے باہر اور مسجد کے اندر اذان دینے میں سنت کے خلاف فعل کا ارتکاب ہوگا یا نہیں، اگر کسی کام کے مسنون اور غیر مسنون ہونے کا مدار نماز ہونے یا نہ ہونے کو قرار دیا جائے تو پھر اذان بھی بند کر دیں کہ بغیر اذان نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۹۰] مسجد کے اندر اذان دینا گناہ ہے

مسئلہ جمعہ کے خطبہ کی اذان منبر سے متّصل اندرون مسجد دینی سنت ہے یا بدعت اصل حقیقت کیا ہے؟ عوام کا کہنا ہے کہ عرصہ سے اندرون مسجد ہی اذان ہوتی چلی آرہی ہے نہ کسی سے سنا نہ ہی اتنے علماے کرام آئے کبھی بتایا، پہلی بار یہاں آپ سے سن رہے ہیں یہ تو بدعت ہے سنت نہیں۔ بتایا جائے خطبہ کی اذان کہاں دلائی جائے کیا یہ سنت غیر مؤکدہ ہے یا مؤکدہ ہے اور اگر اپنے ہی سنی عالم مہمل تاویلات کریں اس مسئلہ کے حل نہ کرنے میں تو شریعت کا ان پر کیا حکم ہے؟

محمد الیاس اشرفی، سلی گوڑی، مغربی بنگال، سید جاوید اشرفی

الجواب

ابوداؤد شریف میں حدیث مذکور ہے جس سے یہی ثابت ہے کہ خطبے کی اذان مسجد کے باہر دینی سنت ہے حضور اقدس ﷺ اور خلفاے راشدین کے عہد مبارک میں یہ اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی۔ فقہاے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے مکروہ ہے جو سابقہ فتوے میں مفصل مذکور ہے حدیث شریف کی تصریح اور فقہاے کرام کے ارشادات کے بعد اس کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ محض اس بنا پر کہ علما نے حکم نہیں دیا اور ہمارے یہاں پہلے سے ہوتا چلا آرہا ہے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ خلاف سنت مسجد میں اذان دی جائے۔

مسجد کے باہر اذان دینا سنت مؤکدہ تو ضرور ہے اس قدر میں ذرہ برابر شبہہ نہیں بلکہ از روے قواعد مسجد کے باہر اذان دینا واجب ہونا چاہیے۔ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ تحریمی و ناجائز و گناہ ہونا چاہیے؛ اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے ہمیشہ مسجد کے باہر ہی اذان دلوائی کبھی کہیں ثابت نہیں کہ ایک بار بھی مسجد میں دلائی ہو اور یہ دلیل وجوب ہے۔

نیز فقہا نے مسجد میں اذان دینے کو مطلقاً مکروہ فرمایا اور فقہا کی عادت ہے کہ اطلاق سے اکثر مکروہ تحریمی مراد لیتے ہیں جب تک کہ اس کے خلاف پر دلیل نہ ہو اور یہاں خلاف پر دلیل مفقود بلکہ کراہت تحریم پر دلیل موجود۔

مسجد میں اذان دینے کے سلسلے میں فقہاے کرام نے صیغہ نفی ارشاد فرمایا اور صیغہ نفی نہی سے زیادہ مؤکد ان سب سے ظاہر کہ مسجد میں اذان دینا یقیناً ناجائز اور ناجائز کا اقل درجہ مکروہ تحریمی۔ اس سے صاف ظاہر کہ مسجد کے اندر اذان دینا ضرور بدعت سیئہ ہے۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ حدیث کی تصریح اور فقہاے احناف کے ارشادات کے بعد حنفی مسلمان ہوتے ہوئے کیوں لیت و لعل ہے جو عالم اس میں حیلہ حوالہ کرتے ہیں وہ ضرور مداہن ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۹۱] مسجد کے اندر اذان دینے والے پر کیا حکم ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید تمام عمر اذان خطبہ مسجد کے اندر کہلایا یہاں تک کہ اسی حال پر انتقال بھی ہوا۔ اور علماے کرام اور عالم اہل سنت فرماتے ہیں کہ اذان خطبہ جمعہ مسجد کے اندر کہنا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کو پابندی سے

کرنے والا فاسق ہو جاتا ہے اور زید کو اس کے عقیدت مند ولی بزرگ مانتے ہیں۔ لہذا زید اور اس کے عقیدت مندوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

شاکر حسین صاحب، بدایوں

الجواب

جمعہ کی اذان خطبہ بر بنائے مذہب صحیح مسجد کے اندر دینا ضرور مکروہ تحریمی ہے لیکن اس مسئلہ میں علمائے اہل سنت نے اختلاف کیا ہے۔ وہ مسجد کے اندر ہی اذان کو مسنون جانتے تھے اور ان کا یہ قول بعض کتب فقہ کی ظاہری عبارت کی بنا پر تھا۔ اس لیے جس طرح حنفی شافعی پر لعن طعن نہیں کرتا یا شافعی کو حنفی پر لعن طعن کرنا زیبا نہیں اسی طرح اس مسئلہ میں بھی لعن طعن درست نہیں۔ برادرانہ طریقے سے افہام وتفہیم کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ ربیع الآخر، ۱۴۰۰ھ

[۹۲] کیا مسجد کے دروازے پر اذان ثانی دینا جائز نہیں؟

مسئلہ نماز جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے دروازے پر ہوتی ہے لیکن بکر کا کہنا ہے کہ دروازے پر اذان دینا جائز نہیں، نہ کسی کتاب میں نہ اسلاف سے کہیں حکم ملتا ہے آیا بکر کا یہ کہنا غلط ہے یا صحیح؟

ڈاکٹر علی امام قادری، شیخ بیگہ، سون نگر، اورنگ آباد، بہار

الجواب

مسجد کا دروازہ اگر مسجد سے باہر ہے اور منبر کے سامنے ہے تو بلا شبہ دروازے پر اذان دینی درست ہے۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں منبر کے سامنے مسجد سے باہر مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۹۳-۹۴] دیوبندیوں کو خوش کرنے کے لیے اذان خطبہ مسجد کے اندر دلوانے والے امام پر کیا حکم ہے

مسئلہ زید ایک مسجد کا امام ہے جس مسجد میں جمعہ کی اذان ثانی ایک مدت سے اندر ہوتی رہی ہے

حالاں کہ وہاں کے تمام لوگ سنی صحیح العقیدہ ہیں تو عمر جو اسی علاقے کا ہے وہاں کے تمام لوگوں کو اذان ثانی کے مسئلے سے آگاہ کیا کہ اذان ثانی مسجد سے باہر دینا سنت رسول اللہ ﷺ و خلفاے راشدین ہے۔ لہذا اذان باہر سے ہونے لگی لیکن کچھ دنوں کے بعد عمر کے غائبانہ میں پھر امام اذان ثانی کو اندر دلوانا شروع کر دیا تو لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اندر کیوں دلوا رہے ہیں حالاں کہ یہ سنت کے خلاف ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہاں جمعہ میں دیوبندی اور وہابی بھی آیا کرتے ہیں لہذا ایہی مناسب ہے۔ اس کے بعد اس نے جمعہ میں ایک ایسے مولوی سے تقریر کرایا جو مسجد کے اندر اور باہر اذان ثانی کے جواز پر تقریر کی۔ اس کے بعد اگلے جمعہ عمر اور تمام لوگوں نے اظہار کیا اور کہا کہ اذان باہر سے فرمان رسول ﷺ کے مطابق ہو لیکن امام نے اس وقت برجستہ کہا کہ میں ہرگز اذان باہر سے نہیں دلوا سکتا ہوں اس کے لیے جو کچھ بھی ہو۔ لہذا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں ایسے امام کے لیے شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ فرماتی ہے اور عوام کے اوپر کیا لازم ہے؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) اذان ثانی باہر ہونے کے متعلق احادیث کریمہ کی روشنی میں بے شمار کتابیں ہوتے ہوئے بھی امام نے انکار کیا اس کے لیے حکم فرمائیں۔

(۲) ایسے امام کی جو شخص پیروی اور طرف داری کرے اس کے لیے بھی حکم فرمائیں اور عوام پر کیا ضروری ہے؟

محمد قاسم القادری، ہردیاباد، دامدار پور، مشرقی چمپارن، بہار

الجواب

(۱-۲) یہ امام بدترین فاسق معلن ہے، واجب ہے کہ اسے امامت سے فوراً علاحدہ کیا جائے۔ مسجد کے اندر اذان دینا سنت کے خلاف بدعت سیئہ ہے۔ یہ دیوبندیوں کو خوش رکھنے کے لیے ایک ایسے عمل پر ضد کر رہا ہے جو سنت کے خلاف اور سراسر بدعت ہے۔ سنت کے خلاف کسی بدعت پر عمل کرنا ہی کم جرم نہیں اس پر مستزاد یہ کہ وہ دیوبندیوں کو خوش رکھنے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔ دیوبندی گستاخ رسول کافر و مرتد ہیں ان کو خوش رکھنے کے لیے بدعت کو رواج دینا سخت حرام۔ اللہ عزوجل کے غضب اور رسول ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہے۔ امام مسجد کا ملازم ہے اسے یہ حق نہیں کہ سنی مسلمانوں کی مرضی کے خلاف ایک بدعت کو رواج دے۔ امام کو پھر سمجھایا بجھایا جائے، وہ مانے یا نہ مانے اذان باہر دی جائے۔ زیادہ ضد کرے اسے امامت سے الگ

کردیا جائے۔ سنت کے خلاف بدعت پر ضد کرنے والا بدترین فاسق ہے۔ اسے امام بنانا گناہ، علاحدہ کرنا واجب، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب جو اس امام کی طرف داری کرتے ہیں وہ باطل پرست ہیں، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، ارشاد ہے: وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪(1) نیکی اور تقوی پر ایک دوسری کی مدد کرو۔ گناہ اور سرکشی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ واللہ تعالی اعلم

۹/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۴ھ

[۹۵] کیا صحن مسجد میں خطبہ کی اذان دے سکتے ہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

احمد آباد میں ایک مسجد ایسی ہے جہاں پر منبر کے محاذات میں دیوار پڑی ہے، کوئی ایسی جگہ جہاں خارج مسجد واقع ہو منبر کے سامنے نہیں۔ اس صورت میں اذان ثانی جمعہ کے روز صحن میں دے سکتے ہیں؟ کیا صحن خارج مسجد ہے یا داخل مسجد، خلاصہ تحریر فرمائیں۔

(مولانا) محمد اقبال ابراہیم، پوسٹ وراسمنی، ضلع بھڑوچ، گجرات

الجواب

صحن مسجد، مسجد ہے۔ منبر کے محاذی دیوار میں ایک طاق محراب نما بنائیں اس میں اذان پڑھیں۔ واللہ تعالی اعلم

۶/ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

[۹۶] مکروہ تحریمی حرام کی طرح ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: جمعہ میں خطبہ کی اذان اندرون مسجد دینا کیا خلاف سنت ہے اور بدعت سیئہ ہے۔ خارج مسجد دینی اگر سنت ہے تو فقہائے کرام اور حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ عوام کو بتایا جائے کہ حقیقت کیا ہے۔ ایسے تو معلوم ہے کہ یہ سنت ہے ویسے امام صاحب کے حلقہ میں بیٹھنے والے حضرات کو کامل یقین ہوگیا۔ جب ہم نے دکھایا کہ یہ سنت ہے، پھر بھی

(1)- القرآن المجيد، الجزء: ٦، سورة المائدة، الآية: ٢.

مہر شدہ یہ بھی بتایا جائے کہ امام صاحب کسی وجہ سے مسجد سے باہر اذان دلوانا نہیں چاہتے خواہ اپنی سبکی کی وجہ سے یا عوام یا آپس میں انتشار ہونے کی وجہ کر جب کہ متولی میرے والد محترم خود راقم الحروف امام کے ساتھ روزانہ اٹھنے بیٹھنے والے بزرگ اور چند شیروان جاں نثاران اسلام کلی طور پر رضامند کہ امام صاحب کو ایسا کرنا چاہیے جب کہ یہ سنت ہے، ہم سنی ہیں ڈر اور خوف وانتشار کس بات کا یہ خود مختار مسجد وقف شدہ ہے۔ جب متولی راضی ہم بھی ہر پہلو سے تیار پھر خاموش کیوں؟ انھیں ایسا کرنا چاہیے، کچھ ہونے کا سوال نہیں نہ کبھی اس مسجد میں کسی کی دال گلی ہے نہ آج گل سکتی ہے باطل کا گزر یہاں نہیں تو پھر خاموشی کیوں لیکن امام صاحب کبھی تو یہ کہہ گئے بہت دھیمے لہجہ میں کہ ہونی تو باہر ہی چاہیے پھر خاموش، کبھی کہہ گئے بات جب زیادہ بڑھائی گئی وہی پرانی بات آپسی انتشار کا سہارا لیا، کیا معنی رکھتا ہے۔ امام صاحب گھر چلے گئے ہیں چھٹیوں پر۔ بتایا جائے حق ہم پر واضح ہو جانے کے بعد کیا ہم اس کو نافذ نہ کریں اور شریعت کیا فتوی دیتی ہے ایسے امام پر کہ اسے مسئلہ حقیقی معلوم ہو مگر مصلحت پسندی کا خواہ مخواہ سہارا لے۔ یاد رہے میں نے کسی مسئلہ کو اٹھایا حق پسند حضرات نے ساتھ دیا، اللہ انھیں دین ودنیا کی نعمتوں سے سرفراز کرے۔ امام صاحب نے سلسلہ گفتگو مجھ سے منقطع کر دی۔ اگر میری غلطی ہے تو بھری محفل میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے مجھے قطعی شرم کوئی جھجھک محسوس نہیں ہوگی۔ یہ میرے اسلاف کا انمول کردار رہا ہے لیکن اگر میں اس مسئلہ پر غلط نہیں تو قیامت کی صبح تک نہ معافی مانگ سکتا ہوں نہ ہی خود گفتگو میں پہل کر سکتا ہوں۔ خود راقم الحروف نے حق پسندی کی خاطر اپنے حقیقی ماموں کو نہیں چھوڑا پھر دوسرے کے لیے بچیں۔ بہر کیف تفصیل کھول کر رکھ دوں، فیصلہ فتوی شریعت مطہرہ کیا دیتی ہے، دے کر احسان فرمائیں۔

سید جاوید اشرف، بھائی امام الدین رضوی، پیر محمد

الجواب

عامہ کتب فقہ مثلاً فتاوی قاضی خاں، البحر الرائق، فتاوی عالمگیری، فتح القدیر، شرح ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے:

لا يؤذن في المسجد(۱). مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱،ص:٦٢، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

نظم امام زندویستی، پھر قہستانی، پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے:

یکرہ أن یؤذن في المسجد [1]. مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

اور کراہت سے عند الاطلاق وعدم قیام قرینہ خلاف، تحریمی مراد ہونا منصوص، اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب ناجائز و گناہ۔ در مختار میں ہے: كل مكروه حرام أي كالحرام في العقوبة بالنار [2].

مکروہ تحریمی حرام کی طرح ہے کہ اس کی سزا جہنم ہے۔

جس سے ثابت کہ مسجد کے اندر اذان دینی ناجائز و گناہ اور عذاب جہنم کے استحقاق کا موجب ہے یہ ارشادات عام ہیں اس میں نہ کسی اذان کا استثنا ہے اور نہ کسی کی تخصیص۔ اس لیے اپنے عموم کے لحاظ سے اذان خطبہ کو بھی شامل۔ اس لیے دیگر اذانوں کی طرح اذان خطبہ بھی مسجد کے اندر کہنی ناجائز و گناہ ہے۔ اس کی دلیل ابوداؤد شریف کی یہ حدیث ہے جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے ،وہ فرماتے ہیں:

كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضى الله تعالى عنهما. [3]

یعنی حضور اقدس ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی۔ اور ایسا ہی حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانے میں بھی ہوتا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے ابتدائی ایام خلافت میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ انھوں نے پہلی اذان کا اضافہ فرمایا جو بازار میں مقام زوراء پر ہوتی تھی اور اذان خطبہ وہیں ہوتی تھی جہاں عہد رسالت سے ہوتی آئی تھی۔ اور کبھی کہیں منقول نہیں کہ یہ اذان مسجد کے اندر وہ بھی منبر کے متصل خطیب کے سر پر ہوئی اگر مسجد کے اندر اذان جائز ہوتی تو بیان جواز کے لیے ایک دو بار ہی سہی مسجد کے اندر دی گئی ہوتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسجد کے باہر اذان دینے پر مواظبت اور ہیشگی رہی، اور ایسی سنت جس پر مواظبت رہی ہو اس کا خلاف کرنا ضرور بدعت سیئہ ہے۔ بنص حدیث ثابت ہو گیا کہ مسجد کے اندر اذان دینی بدعت سیئہ و ناجائز و گناہ ہے۔ یہی

---

(۱)- حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ۱۹۷، كتاب الصلاة، باب الأذان، مصطفى البابى مصر.

(۲)- الدر المختار، ج: ۹، ص: ٤٨٦، كتاب الحظر والإباحة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- سنن أبي داود، ج: ۱، ص: ٤٠٥، رقم الحديث: ١٠٨٨، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.

وجہ ہے کہ آج تک خصوصًا اس دور میں جب کہ نجدی کا تسلط ہو چکا ہے مسجد نبوی شریف یا مسجد حرام میں اذان خطبہ منبر کے قریب نہیں ہوتی مسجد حرام میں مطاف کے باہر ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مسجد حرام عہد نبوی میں مطاف ہی تک تھی بعد میں اضافہ ہوا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر مسجد کی تعمیر سے پہلے کوئی جگہ اذان کے لیے مقرر ہو تو وہاں اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے مطاف کے باہر خارج مسجد جو جگہ تھی وہاں اذان دلوائی تو بعد میں اضافہ کرنے والوں نے تبرکًا وہ جگہ اذان دینے کے لیے باقی رکھی اور وہیں اذان ہوتی رہی ہے۔

الغرض اذان جمعہ بھی حسب تصریحات فقہا و حسب نص حدیث مسجد کے باہر دلانا ہی سنت ہے۔ دیگر اذانوں کے لیے کوئی قید نہیں مسجد کے باہر جہاں مناسب ہو دلائیں مگر اس اذان کے لیے یہ ضروری ہے کہ مسجد کے باہر اس جگہ دی جائے جو خطیب کے سامنے ہو۔ اگر یہ اذان باہر دلانے میں کچھ بے پڑھے لکھے لوگوں کے شور و شغب کا اندیشہ ہو تو اس کی قطعًا پروا نہ کی جائے۔ مردہ سنت زندہ کرنے پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: من أحيى سنة من سنتي قد أميتت بعدي فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئا[1].

یعنی جس نے میری کوئی ایسی سنت زندہ کی جو مردہ ہو چکی تھی یعنی اس پر عمل کرنا لوگوں نے چھوڑ دیا تھا تو اسے ان سب کے برابر ثواب ملے گا جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے۔

نیز فرمایا: من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مأة شهيد[2]. جو میری کسی سنت پہ عمل کرے گا میری امت کے بگڑنے کے بعد اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

امام کو سمجھایا جائے، مان جائے فبہا، نہ مانے تو اس کی پروا نہ کی جائے۔ اذان باہر دلائی جائے۔ اللہ و رسول کی اطاعت میں کسی مخلوق کی رضامندی یا ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔ یہ سوال پہلے بھی آیا تھا، اس کا جواب ہم نے فوراً ہی بھیج دیا تھا آپ کو نہیں ملا تو مجبوری ہے۔ مبارک پور میں بھی بحمدہ تعالیٰ اذان خطبہ مسجد کے باہر ہی ہوتی ہے۔ جس کا جی چاہے آکر دیکھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، مجلس البركات، مبارك پور.

[۹۷] خطبہ کی اذان کا جواب دینا کیسا ہے

مسئلہ خطبہ کی اذان میں "أشهد أن محمدا رسول الله" پر "صلى الله تعالى عليه وسلم" زور سے کہنا چاہیے یا نہیں اور اس وقت سرکار کا نام سن کر انگوٹھا چومنا درست ہے یا نہیں؟

حافظ رفیع اللہ، پیش امام مسجد دال منڈی، پڈرونہ، ضلع دیوریا، یوپی

الجواب

خطبہ کی اذان میں نام نامی سن کر زبان سے درود شریف پڑھنا خواہ آہستہ یا بلند آواز سے منع ہے۔ یوں ہی انگوٹھا چومنا بھی، یوں ہی اس اذان کا جواب دینا بھی۔ واللہ تعالی اعلم

[۹۸] جمعہ کی اذان اگر وقت سے پہلے دی گئی تو کیا حکم ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

جمعہ کے دن ۱۲:۳۰ بجے اذان کہنا جب کہ زوال آفتاب ۱۲:۴۹ بجے لکھا گیا ہے، جائز ہے یا نہیں۔ ایسی اذان کے بعد نماز پڑھنا جو کہ وقت سے پہلے ہے صحیح ہے یا نہیں؟

ہاشم علی ہاویری پیٹھ، انڈی گلی مرتنجیا نگر، دھارواڑ، کرناٹک

۲؍رجب ۱۴۰۷ھ

الجواب

جمعہ کا وقت بعینہ وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے۔ اس کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے اس لیے جمعہ کی جو اذان زوال سے پہلے ہوئی وہ کالعدم ہے لازم ہے کہ بعد زوال دوبارہ اذان کہی جائے۔ اگر زوال کے بعد دوبارہ اذان نہ کہی گئی تو ایسا ہوا گویا بغیر اذان کے نماز جمعہ پڑھی گئی جس کے سبب سب لوگ گنہ گار ہوئے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: وهو سنة مؤكدة هي كالواجب في لحوق الإثم للفرائض في وقتها ولو قضاء فيعاد أذان وقع بعضه قبله[1].

لیکن اگر وقت سے پہلے اذان ہوئی اور نماز پڑھ لی گئی تو نماز ہوگئی جیسے اگر کوئی بغیر اذان کے نماز پڑھے البتہ سب لوگ گنہ گار ہوئے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- تنوير الأبصار والدر المختار، ج:۲، ص:۴۸-۵۰، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

[۹۹] خطبہ پڑھنے سے پہلے سنت نماز ہے

مسئلہ خطبہ پڑھنے کے بعد سنت نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟

محمد مقبول حسین، مقام سورے ہر، پوسٹ ہری رام پور، دیناج پور

۲ ؍ ربیع الآخر

الجواب

خطبے کے پہلے چار رکعت سنت ہے۔ ترمذی میں ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جمعہ کے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعت نماز پڑھتے۔ (۱)

نیز ابو داؤد شریف میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ سے پہلے والی نماز بھی بہت دراز پڑھتے اور جمعہ کے بعد والی بھی اور کہتے تھے کہ ایسا ہی رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ (۲)

نیز جمع الجوامع میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ: جو جمعہ پڑھے تو جمعہ کے پہلے چار رکعت پڑھے اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھے۔

جامع الاصول میں ہے کہ: لوگ حضرت عمر کے زمانے میں جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ دو رکعت پڑھتے۔

غرضے کہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے سنت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ کسی میں چار رکعت ہے کسی میں دو رکعت ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابن حبان حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ہر فرض نماز سے پہلے دو رکعت ہے۔

اس عموم سے اکثر علما کے نزدیک نماز مغرب مستثنیٰ ہے بقیہ ہر نمازِ فرض سے پہلے کم از کم دو رکعت سنت

---

(۱)- روي عن عبد الله بن مسعود: أنه كان يصلي قبل الجمعة أربعا، و بعدها أربعا (سنن الترمذي، ج:۲، ص:۴۰۱، أبواب الجمعة، باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة) محمود علي المشاهدي

(۲)- عن نافع قال: "كان ابن عمر يطيل الصلاة قبل الجمعة، و يصلي بعدها ركعتين في بيته، و يحدث أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم - كان يفعل ذلك (سنن أبي داود، ج:۱، ص:۲۹۴، رقم الحديث: ۱۱۲۸، كتاب الصلاة، تفريع أبواب الصلاة، باب الصلاة بعد الجمعة) محمود علي المشاهدي

ہے۔اس کے عموم میں جمعہ بھی داخل ہے۔ البتہ جب امام اپنی جگہ سے خطبے کے لیے اٹھے اس وقت سے لے کر فرض پڑھ لینے تک کوئی سنت یا نفل نہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب امام خطبے کے لیے نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام (1)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۰۰] خطبہ سے پہلے یا بعد میں اردو ترجمہ پڑھنے میں حرج نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں:

خطبہ جمعہ میں عربی و فارسی یا اردو اشعار منبر کے اوپر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مع حوالہ ارشاد فرمائیں۔

محمد موسیٰ قادری، تیغی، منیک چوک مسجد کیکری بازار، اجمیر، راجستھان

الجواب

درمیان خطبہ اشعار وغیرہ پڑھنا مکروہ اور خلاف سنت متوارثہ ہے۔ اس سے احتراز چاہیے۔ ہاں! اگر خطبہ سے الگ یعنی اصل عربی خطبہ پڑھنے سے پہلے یا بعد میں پڑھیں تو منبر کے اوپر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

[۱۰۱-۱۰۳] اذان خطبہ مسجد سے باہر دینا سنت ہے
علامہ فضل رسول بدایونی نے اسماعیل دہلوی کو کافر لکھا ہے

مسئلہ ❶ جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟

❷ خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں کہاں ہوتی تھی؟

---

(۱)- نص فتح القدير في كتاب الصلاة، باب الجمعة هكذا:

لأبي حنيفة قوله عليه السلام: إذا اخرج الإمام فلا صلاة ولا كلام" رفعه غريب، والمعروف كونه من كلام الزهري، رواه مالك في المؤطا قال: خروجه يقطع الصلاة، وكلامه يقطع الكلام. وأخرج ابن أبي شيبة في مصنفه عن علي وابن عباس وابن عمر رضي الله تعالى عنهم: كانوا يكرهون الصلاة والكلام بعد خروج الإمام. (محمود علي المشاهدي)

③ ہماری جامع مسجد شہابیہ چشتی جس کے وجود کی عمر اب تک دو سال ہوئی ہے پہلے اذان ثانی اندرون مسجد ہوتی تھی۔ اب امام صاحب نے خارج مسجد منبر کے سامنے کر دیے ہیں جس بنا پر زید خوب کود پھاند کر طرح طرح سے فتنہ پیدا کر دیا اور الٹے سیدھے دلائل کی لمبی فہرست پیش کر دی جس کے اختتام میں زید نے گستاخی نائب رسول اور اولیاے کرام کی کی ہے۔ موصوف کی گستاخانہ تحریر ملاحظہ فرمائیں:

قول زید: اس طویل ریکارڈ پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جو رضا خوانی مولوی اور ان کے بھاڑے کے ٹٹو بات بات پر کفر وارتداد کی توپ لگا دیتے ہیں وہ خود کیا ہیں اور علم و تحقیق کے میدان میں ان کا کیا مقام ہے تمام اہل سنت کو چاہیے کہ وہ ان حوالوں کے معیار پر اپنے عقیدہ کا جائزہ لیں۔ رضا خوانیت کے لاش لادے پھرنے والے لوگوں سے الگ ہو جائیں۔ اخیر میں یوں دستخط ہے۔ (فضل بدایونی)

اذان ثانی خارج مسجد کرا دینے کی بنیاد پر زید جملہ ارکان مسجد شہابیہ چشتیہ کو منافق قرار دیتا ہے جیسا کہ ہماری کمیٹی کے صاحب نے موصوف بدایونی کو سلام کیا جس کا جواب نہ دیا اور یہ کہہ دیا کہ ہم منافقوں کے سلام کا جواب نہیں دیتے ہیں، لہذا زید ان اقوال کے پیش نظر عند الشرع کس مقام کے رہے؟ اور اب ہم اذان ثانی کہاں دلوائیں، خلاصہ جواب عنایت فرمائیں۔

غلام نبی رسول، محلہ برکاتیہ، پل پہلا د پور، نئی دہلی

الجواب

(۱-۳) حضور اقدس ﷺ اور خلفاے راشدین کے عہد مبارک میں یہ اذان مسجد کے باہر مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ ابوداؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضي الله تعالى عنهما[1]. (وفى رواية وعلي بالكوفة).

رسول اللہ ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانے میں ہوتا تھا۔ اور ایسا ہی حضرت علی نے کوفے میں کیا۔

اور کہیں کسی روایت میں یہ نہیں کہ ایک بار بھی حضور اقدس ﷺ و خلفاے راشدین کے عہد مبارک

(۱)- سنن أبي داؤد، ج:۱، ص:۴۰۵، رقم الحديث:۱۰۸۸، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.

میں مسجد کے اندر وہ بھی منبر کے متصل خطیب کے سر پر ہوئی ہو۔ اگر مسجد کے اندر اذان دینے کی اجازت ہوتی تو ایک دو بار ہی سہی بیان جواز کے لیے مسجد کے اندر اذان دلوائی گئی ہوتی مگر ایسی کوئی روایت نہیں ہمیشہ ہمیشہ مسجد کے باہر ہی اذان دلوانا اس کی دلیل ہے کہ سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو مسجد کے اندر دلوانا خلاف سنت وبدعت ہے اس لیے مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم نے عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا:

"قوله بين يديه أي مستقبل الإمام في المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثاني."(۱)

"بین یدی" کے معنی آگے کے ہیں جو داخل مسجد اور خارج مسجد دونوں کو شامل لیکن اذان خطبہ میں سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔

اور ظاہر ہے کہ جو چیز سنت کے خلاف ہوگی وہ بدعت ہوگی اور زید کے جو اقوال آپ نے نقل کیے ہیں اس کی بنا پر وہ بلا شبہہ اسلام سے خارج کافر ومرتد ہے اس لیے کہ اس نے صرف اس جرم پر کہ دیو بندی شاتمان رسول کو علماے اہل سنت نے کافر ومرتد کہا زید نے یہ لکھا: "رضا خانی مولوی اور ان کے بھاڑے کے ٹٹو بات بات پر کفر وارتداد کی توپ لگا دیتے ہیں وہ خود کیا ہیں"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ زید گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی کو کافر نہیں مانتا بلکہ علماے اہل سنت کو کافر جانتا ہے۔ حالاں کہ یہ چاروں انتہائی درجہ کے گستاخ رسول ہیں جس کی بنا پر علماے عرب وعجم، حل وحرم ہندوسندھ نے ان چاروں کو کافر کہا وہ بھی ایسا کافر کے ان کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد جو انھیں کافر نہ جانے وہ بھی کافر۔ حتی کہ علماے بدایوں حضرت مولانا عبد المقتدر، حضرت مولانا عبد القدیر رحمہا اللہ تعالی کا بھی یہی فتوی ہے، تفصیل کے لیے "منصفانہ جائزہ" اور "الصوارم الہندیہ" کا مطالعہ کریں۔ اہل سنت زید کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔ مسئلہ اذان ثانی کی پوری تفصیل وتحقیق مطلوب ہو تو یہ دو کتابیں منگا کر دیکھ لیں: "اذان خطبہ کہاں ہو؟"، تنقید بر محل"۔

اہل سنت اذان خطبہ باہر دلائیں اندر ہرگز نہ ہونے دیں۔ زید نے جوش غضب میں یہ تو کہہ دیا کہ رضا خانی بات بات پر کفر کی توپ داغتے ہیں مگر اسے خبر نہیں کہ سب سے پہلے بقول اس کے کفر کی توپ بدایوں ہی سے دغی ہے۔ سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ نے جو تمام علماے بدایوں کے

---

(۱)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:۱، ص:۲٤۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مجلس البركات، مباركپور.

مورث اعلی ہیں، سیف الجبار میں سارے دیوبندیوں، غیر مقلدین، مودودیوں کے شیخ الکل فی الکل اسماعیل دہلوی کو کافر لکھا ہے۔ سیف الجبار منگا کر آپ لوگ زید کو دکھادیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ر شوال ۱۴۱۴ھ

[۱۰۴-۱۰۵] اذان خطبہ سے متعلق شارح بخاری کے جواب پر اعتراض اور اس کا جواب

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

① آپ نے ابوداؤد شریف کی جو حدیث بطور حوالہ نقل فرمائی ہے اس میں علی باب المسجد کا لفظ موجود ہے، اس کا کیا ترجمہ ہوگا؟ خارج مسجد کا ترجمہ کن الفاظ سے مترشح ہے۔ کیوں کہ علی باب المسجد کا اطلاق اندرون مسجد پر ہوتا ہے نہ کہ بیرون مسجد پر اور اگر اس کو مبہم سمجھا جائے تو اس سے دو مطلب اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ اول یہ کہ عند باب المسجد یعنی مسجد کے دروازے کے قریب۔ یا فوق باب المسجد یعنی مسجد کے دروازے کے اوپر لیکن خارج مسجد کا ترشح کسی کنایہ سے بھی نہیں ہوتا۔

② یہ کہ کتب فقہ میں عند المنبر اور بین یدی الخطیب کے جو الفاظ آئے ہیں اس کی کیا توجیہ ہے؟ بین یدی الخطیب کی توجیہ تو کچھ ہو سکتی ہے کہ اذان خطیب سے دور دی جائے لیکن عند المنبر کی کیا تاویل ہے؟ کیا عند کے معنی لغت میں کچھ اور بھی ہیں۔

محمد شفیق جمال شاہ کی مسجد خرادی ٹولہ، گورکھپور

الجواب

① دار الافتا کو مناظرانہ سوالات سے محفوظ رکھا جائے تو اچھا ہے۔ ان سوالوں کے جوابات متعدّد مسائل میں بار بار دیے جا چکے ہیں۔ آپ اپنی تسکین کے لیے ”اذان من اللہ“ اور ”سد الفرار“ کا مطالعہ کریں یا کم از کم فتاوی رضویہ جلد دوم وسوم کا مطالعہ کرلیں صرف چند باتیں معروض ہیں۔ یہ دروازہ جس پر جمعہ کی اذان ہوتی تھی جمعہ کی مسجد اقدس کا شمالی دروازہ تھا اور مسجد سے باہر تھا۔ عہد نبوی میں اندر کوئی دروازہ نہ تھا۔ ”علی“ بمعنی قرب مجاز ہے اور حقیقت استعلا ہے۔ اور جب معنی حقیقی درست ہوں تو مجازی مراد لینا صحیح نہیں۔ دروازے کی جہت دروازہ نہیں۔ دروازہ وہ خلا ہے جس سے آمد

ورفت ہوتی ہے۔ نیز "بین یدي" اس کی دلیل ہے کہ یہ اذان دروازے پر یعنی اس جگہ ہوتی ہے جو خلا اندر باہر کے لیے تھا۔ واللہ تعالی اعلم

❷ اگر "عند" کے معنی قریب کے متعین ہیں تو فقہا کا یہ ارشاد حدیث کے معارض کہ حدیث میں "علی باب المسجد" مذکور ہے اور دروازہ مسجد نبوی منبر سے لگ بھگ چھیانوے ہاتھ تھا۔ پھر تمام فقہا تصریح کرتے ہیں کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ خانیہ، ہندیہ، البحر الرائق، شرح نقایہ علامہ برجندی، فتح القدیر میں ہے:

لا يؤذن في المسجد[1].

نیز فتح القدیر خاص باب الجمعہ میں ہے:

هو ذكر الله في المسجد أي في حدوده لكراهة الأذان في داخله[2].

طحطاوی علی المراقی میں ہے:

يكره أن يؤذن في المسجد كما في القهستاني عن النظم[3]۔

ان ارشادات میں نہ کسی اذان کی تخصیص ہے نہ کسی کا استثنا۔ اس لیے یہ اذان جمعہ یعنی خطبہ کو ضرور شامل۔ لہذا اذان خطبہ بھی اندرون مسجد ممنوع اور مکروہ اور احناف کے نزدیک عند الاطلاق کراہت سے مراد کراہت تحریم۔ اور ہر مکروہ تحریمی گناہ۔ لہذا ثابت کہ اذان خطبہ بھی مسجد کے اندر منبر کے قریب دینا گناہ۔ اب آپ بتائیں کہ ان عبارات کا کیا جواب ہوگا؟ علاوہ ازیں مسجد حرام میں یہ اذان کنارۂ مطاف پر ہوتی ہے۔ اور یہی معمول قدیم ہے یہاں "عند المنبر" بمعنی قریب منبر کیوں نہیں ہوتی؟ مسجد اقدس میں یہ اذان بھی منبر کے متصل نہیں ہوتی۔ یہاں "عند" کیا صادق؟ دہلی شاہی مسجد میں بھی یہ اذان منبر کے قریب نہیں ہوتی باہر مئذنہ پر ہوتی ہے۔ یہاں "عند" کے کیا معنی؟ اور لیجیے مولانا عبدالحی عمدۃ الرعایہ میں لکھتے ہیں:

قوله بين يديه أي مستقبل الإمام في المسجد كان أو خارجه[4]. یعنی "بین یدیہ"

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:٦٢، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثانی فی كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- فتح القدير، ج:۲، ص:٥٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، بركات رضا، پور بندر.

(۳)- حاشية الطحطاوى على مراقی الفلاح، ص:۱۹۷، كتاب الصلاة، باب الأذان، مصطفى البابی مصر.

(۴)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:۱، ص:۲٤٧، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مجلس البركات، مبارك پور.

کے معنی یہ ہیں کہ اذان امام کے روبرو ہو اور اندرون مسجد پر صادق اور خارج پر بھی اور مسنون ثانی ہے یعنی خارج مسجد، اور خلاف سنت بدعت لہذا اس سے بھی ثابت کہ اندرون مسجد اذان دینا گناہ۔ واللہ تعالی اعلم
۶/ ذو قعدہ ۱۳۹۹ھ

[۱۰۶-۱۰۷] اذان ثانی کے بیرون مسجد ہونے سے متعلق شارح بخاری کے ایک فتوے پر اعتراض کا جواب

مسئلہ بحوالہ آپ کے جواب فتوی ۲۷/ شوال ۱۳۹۹ھ بسلسلہ اذان خطبہ اندرون مسجد یا بیرون مسجد۔ آپ نے اپنے فتوی میں لکھا ہے کہ ”خطبہ کی اذان مسجد کے باہر خطیب کے سامنے ہو۔ یہی سنت ہے“۔

❶ آپ کے فتوے کے یہ الفاظ غور طلب ہیں کہ مسجد کے باہر ہونا اور خطیب کے سامنے ہونا ضروری تو نہیں؟ کیوں کہ خطبہ کے لیے جو منبر مسجدوں میں بنایا جاتا ہے وہ اندرون مسجد ہوتا ہے۔ مؤذن اگر باہر سے اذان دے گا تو خطیب کا سامنا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا واضح مطلب یہ نکلتا ہے کہ اب تک جو مساجد بنائی گئیں ہیں وہ سنت کے موافق نہیں کیوں کہ ان میں اذان خطبہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے اور اب تک اندرون مسجد منبر کے سامنے اذان خطبہ سنت کے خلاف دی جاتی رہی یا یہ کہ آپ کا فتوی غلط ہے۔ دو باتوں میں سے ایک کو ماننا ہی پڑے گا۔ اگر آپ کے فتوے کو مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آج کل جملہ بلاد اسلامیہ، حرمین شریفین میں جو اذان خطبہ اندرون مسجد منبر کے سامنے ہوتی ہے وہ نعوذ باللہ سنت کے خلاف ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہو سکتا جملہ بلاد اسلامیہ، حرمین شریفین کے مسلمان کسی غیر سنت فعل پر عملاً متفق ہوں۔ اور اگر بقول آپ کے فتوی کے اذان خطبہ بیرون مسجد مان لیا جائے تو یہ اعتراض اٹھتا ہے کہ اب تک یہ طریقہ سنت کہاں تھا؟ علما نے کیوں اس پر عمل نہیں کیا اور نہ کرایا؟

❷ آپ نے جو حدیث ابوداؤد شریف کی حوالہ میں نقل کی ہے اس کے راویوں میں ایک راوی ابواسحاق بھی ہیں جو ضعیف راوی ہیں۔ آپ کی پیش کردہ رواۃ کے برعکس علامہ عینی نے قول صاحب ہدایہ ذلك جرى التوارث کے تحت یہ لکھا ہے کہ منبر کے سامنے اذان خطبہ دینا حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے سے توارث کے درجہ میں ہے۔ نیز اکابر فقہاے حنفیہ مثلاً شامی نے اذان خطبہ کے سلسلہ میں بھی یہی لکھا ہے

کہ منبر کے پاس ہونی چاہیے(ص:۸۶۰- طحطاوی،ص:۲۸۲) وقال الطحطاوي : والمعتبر هو الأذان الثاني بين يدي المنبر لأنه كان في زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم والشيخين بعده. علامہ عینی نے توشرح ہدایہ، ص:۱۰۱۴ پریہاں تک لکھ دیاہے کہ اگراذان خطبہ مسجد کے باہر کہیں اور دی جائے، مثلا منارہ یابیرون مسجد وغیرہ تواس سے ادائے سنت کافوت ہوناہوسکتاہے۔ بہر حال آپ کی تحریر کردہ حدیث کے برعکس فقہ حنفیہ کی معتبرکتابوں سے یہی ثابت ہے اذان خطبہ منبر کے پاس خطیب کے سامنے ہونی چاہیے۔ نیزاجماع علمائے حنفیہ بھی اور عمل حرمین شریفین بھی اس پر ہے کہ اذان خطبہ منبر کے پاس خطیب کے سامنے ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر آپ کے فتوے کوسنت کے موافق ماناجائے تواجماع صحابہ اور امت، اقوال جمہور علمائے حنفیہ اور عمل حرمین شریفین کاابطال لازم آئے گا۔آپ کے پاس اس کاکیاجواب ہے۔ برائے کرم جلدازجلد حوالے دیں نیزامام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضاخاں قادری حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے اقوال عالیہ بھی اس کے سلسلے میں تحریرمیں لائیں کہ اطمینان کلی ہواوراس کے موافق عمل کیاجائے۔فقط والسلام

محمد شفیق. جمال شاہ کی مسجد کھرادی ٹولہ، ضلع گورکھپور

الجواب

(۱-۲) اذان خطبہ کے مسجد کے باہر ہونے کے مسنون ہونے پر میں نے حدیث صحیح سے استدلال کیا۔اس کے جواب میں آپ مسجدوں کی ساخت کوپیش کررہے ہیں۔ حدیث کے مقابلے اس قسم کااجتہاد پیش کرناکیسے درست ہے؟ اس کوآپ اپنے ایمان سے پوچھیں۔ میں نے ابوداؤد شریف کی جوحدیث پیش کی ہے اس میں صاف صاف ہے کہ یہ اذان عہدرسالت وعہد خلفائے راشدین میں منبر کے سامنے اور مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ مسجد اقدس عہد مبارک میں سوہاتھ لمبی سوہاتھ چوڑی تھی۔ درمختار میں ہے: وهو مائة في مائة ذراع الخ[1]. اور یہ دروازہ جس پراذان خطبہ ہوتی تھی، دروازہ شمالی تھا۔ منبراقدس کی پیمائش نہیں معلوم پھربھی اندازہ ہے کہ یہ دروازہ تقریبا۹۶/ہاتھ کی دوری پرضرور تھا۔اس کاصاف مطلب یہ ہواکہ اس اذان کامنبر کے متّصل ہوناضروری نہیں۔ نیزیہ کہ منبراقدس دروازے کے سامنے تھا۔ مسجد بنانے والوں کولازم تھاکہ وہ بھی مسجد بنوانے میں اس کالحاظ کرتے۔اور انھوں نے لحاظ نہیں کیاتومسجد بنوانے والوں کی بات کودرست کرنے کے لیے حدیث کوترک نہیں کیاجائے گا۔

(۱)- الدر المختار، كتاب فروع أفضل المساجد، ج:۱،ص:۶۵۸.

اس حدیث کے راویوں میں کوئی ابو اسحاق راوی نہیں البتہ محمد بن اسحاق ہیں اور یہ بلا شبہہ ثقہ ہیں۔ امام بخاری نے بخاری شریف میں ان کا قول بطور دلیل پیش کیا ہے۔ کتاب المغازی میں ہے: قال ابن اسحاق أول ما غزا. إلخ[1]. اور اپنی کتاب جزء القراءت میں ان کی روایت کو درج کیا ہے۔

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

استشهد به البخاري في الصحيح وروى له في كتاب القراءة خلف الإمام وغيره، وروى له مسلم في المتابعات واحتجت به الأربعة.[2]

امام بخاری نے صحیح بخاری میں ان کے قول سے استشہاد کیا ہے اور قراءت خلف الإمام اور اپنی دوسری تصنیفات میں ان سے روایت کی ہے۔ امام مسلم نے متابعات میں ان کی روایت ذکر کی ہے۔ چاروں ائمہ ان کی احادیث سے دلیل لاتے ہیں۔

امام بخاری و مسلم کا ان کی حدیث کو قبول کرنا اور ائمہ اربعہ کو ان کی حدیث کا دلیل بنانا ان کے ثقہ ہونے کے لیے کافی ہے۔

یہ آپ نے غلط کہا ہے کہ آج کل اذان خطبہ حرمین طیبین میں بھی منبر کے متّصل ہوتی ہے۔ مسجد حرام میں کنارۂ مطاف پر ہوتی ہے اور عہد نبوی میں مسجد حرام مطاف ہی تک تھی۔ مسلک متقسط میں ہے:

"المطاف هو ما كان في زمنه -صلى الله تعالى عليه وسلم- مسجدا".

اور مسجد نبوی میں منبر اقدس کے کافی فاصلے پر ہوتی ہے۔ اب نجدیوں نے بدل دیا ہو تو دوسری بات ہے ترکیوں کے عہد تک یہی تھی۔ اور یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ تمامیت مسجد سے قبل جو جگہ اذان یا وضو کے لیے بنائی گئی وہ خارج مسجد ہوگی۔ اور وہاں اذان جائز ہے وہاں وضو کرنا بھی منع نہیں۔ حالاں کہ مسجد میں وضو کرنا منع ہے۔ مسجد شاہ جہانی دہلی میں بھی اس اذان کے لیے ایک مکبرہ بنا ہے وہاں ہوتی ہے منبر کے متّصل نہیں ہوتی جیسے وضو کے لیے حوض بھی بیچ صحن میں ہے۔ حرمین طیبین میں دونوں مقدس مساجد میں اس اذان کا منبر کے متّصل نہ ہونا دلیل ہے کہ اس اذان کو منبر کے متّصل خطیب کے سر پر کہنا تعامل حرمین کے خلاف ہے۔ اب آپ بتائیے کیا کہتے ہیں؟ عینی شرح ہدایہ یہاں نہیں البتہ ہدایہ ہے اس کی عبارت یہ ہے:

---

(۱)- صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة العشيرة أو العسيرة، ج:۲، ص:۵۶۳، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۲)- عمدة القاري، ج:۱۷، ص:۷۳، كتاب المغازي، باب غزوة العشيرة.

إذاصعد الإمام المنبر جلس وأذن المؤذنون بين يدي المنبر بذلك جرى التوارث ولم يكن على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلا هذا الأذان[1].

جب امام منبر پر چڑھے تو بیٹھ جائے اور مؤذن منبر کے سامنے اذان دے اسی پر توارث جاری ہے اور عہد اقدس میں صرف یہی اذان تھی۔

ہدایہ میں منبر کے متّصل ہونے کی تصریح نہیں منبر کے سامنے ہونے کی ہے۔ وہی "بين يديه" کا لفظ جو ابو داؤد میں ہے یہاں بھی ہے۔ وہاں "بين يديه" چھیانوے ہاتھ کی دوری تک ممتد تھا تو ہماری مسجدوں میں بھی ممتد ہوگا۔ غالبا علامہ عینی نے اسی کو فرمایا ہے کہ بقیہ اذانوں کے لیے کوئی سمت مقرر نہیں منبر کے سامنے ہو، در میں ہو، باہر ہو مگر اذان خطبہ میں توارث یہی ہے کہ خطیب کے سامنے ہو۔ یقین کیجیے عینی میں بھی منبر کے متّصل ہونے کی تصریح نہ ہوگی۔ اب عینی کی اصل عبارت نقل کر کے بھیجیں۔ آپ نے جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی "بين يدي المنبر" ہے۔ اور حدیث نے بتایہ "بين يدي" کے معنی منبر کے متّصل ہونا نہیں۔ یہ چھیانوے کی دوری پر صادق ہے بلکہ بنص قرآن ہزاروں ہزار میل کی دوری پر بھی صادق ارشاد ہے: "يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ"[2]. کیا آپ کا ایمان یہ گواہی دے گا کہ صرف متّصل مراد ہے۔ لہذا اس عبارت سے منبر کے قریب ہونے پر دلیل لانا ساقط۔ یوں ہی در مختار میں بھی "بين يديه" ہے۔ شامی میں نہ "بين يديه" ہے نہ یہ مسئلہ مذکور ہے۔ اور نہ آپ کی مذکورہ عبارت ہی ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ نے اتنی بڑی جسارت کیسے کی۔ فرضی عبارت پیش کرنے والے سے اس کی کیا شکایت کہ وہ جھوٹا دعوی کرتا ہے کہ فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں سے یہی ثابت ہوتا ہے، اذان خطبہ منبر کے پاس خطیب کے سامنے ہونی چاہیے۔ نیز اجماع صحابہ اور اقوال جمہور علمائے حنفیہ بھی اور عمل حرمین شریفین بھی اس پر ہے کہ اذان خطبہ منبر کے پاس خطیب کے سامنے ہوتی ہے۔

آپ نے صرف ایک عبارت پیش کی اس میں بھی منبر کے پاس کا کوئی لفظ نہیں ہے تو "بين يدي"۔ اس کے معنی سامنے کے ہیں، پاس کے نہیں، حوالہ شامی کا دیا، صفحہ بھی لکھا مگر شامی میں یہ عبارت نہیں۔ طحطاوی کا حوالہ دیا۔ طحطاوی دو ہیں۔ طحطاوی علی الدر، طحطاوی علی المراقی کس میں ہے یہ آپ کو بھی معلوم

(۱)- الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج:۱، ص:۱۵۰، مجلس البركات، مبارك پور
(۲)- القرآن المجيد، الجزء:۳، سورة البقرة، الآية:۱۱۰.

نہیں۔ اور دعوی اتنا بڑا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں، آخر تک ـ ـ ـ پھر بھی اسی پر بس نہیں، اجماع صحابہ کا دعوی، جمہور علمائے حنفیہ کا دعوی، عمل حرمین طیبین کا دعوی اور سب غلط۔ صحابہ کے اجماع کا دعوی غلط اس پر دلیل حدیث ابوداؤد ہے۔ حرمین طیبین کے عمل کا بھرم آج بھی وہاں جاکر دیکھ کر کھل سکتا ہے۔ رہ گئے اقوال علمائے احناف تو لیجیے احناف بالاتفاق مسجد میں اذان کہنے کو منع فرماتے ہیں۔ خانیہ، خلاصہ قلمی، خزانہ قلمی، عالمگیری، بحر الرائق، شرح نقایہ برجندی میں ہے: لا يؤذن في المسجد.[1] مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

غنیہ میں ہے:

الأذان إنما يكون في المئذنة أو خارج المسجد[2]. اذان مئذنہ پر دی جائے یا مسجد کے باہر۔

البحر الرائق میں ہے:

قالوا لا يؤذن في المسجد[3]. فقہانے فرمایا: مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

طحطاوی علی المراقی میں ہے:

يكره أن يؤذن في المسجد كما في القهستاني عن النظم[4].

نظم امام زندویستی، پھر قہستانی میں ہے: کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔

اور مکروہ سے عندالاطلاق مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے اور ہر مکروہ تحریمی گناہ ہے۔

فتح القدیر خاص باب الجمعہ میں ہے:

لكراهة الأذان في داخله[5].

یہ بارہ کتب فقہ کی عبارات ہیں جن میں تصریح ہے کہ مسجد کے اندر اذان نہ کہی جائے۔ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ اس میں نہ نماز پنج گانہ کی تخصیص ہے اور نہ اذان خطبہ کا استثنا۔ لہذا یہ اذان خطبہ کو بھی شامل کہ یہ بھی مسجد کے اندر ممنوع و مکروہ ہے۔ بناء علیہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا:

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:١، ص:٦٢، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني فى كلمات الأذان و الإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص ٣٧٧، فصل في السنن، سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۳)- البحر الرائق، ج:١، ص: ٤٤٤، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۴)- حاشية الطحطاوى على مراق الفلاح، ص:١٩٧، كتاب الصلاة، باب الأذان، مصطفى البابى مصر.

(۵)- فتح القدير، ج:٢، ص:٥٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، بركات رضا، پور بندر.

قوله بين يديه أي مستقبل الإمام في المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثاني[1].

اس قول "بين يديه" کے معنی امام کے سامنے کے ہیں۔ سامنا اندر بھی ہے اور باہر بھی اور مسنون ثانی ہے۔ یعنی اذان خطبہ کا مسجد کے باہر ہونا۔

دیکھا آپ نے کہ علماے احناف کا اس پر اتفاق ہے کہ مسجد میں کوئی بھی اذان دینے کی اجازت نہیں۔ نہ پنج گانہ نہ خطبے کی۔ اور آپ نے اس کے خلاف کا دعوی کیا ہے۔ جو کس قدر حیرت انگیز ہے۔ اب مزید تشفی کے لیے ابو داؤد شریف کی اس حدیث کو پھر مع توضیح ضرور سن لیں۔ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں صرف اذان خطبہ ہی تھی جو منبر اقدس کے سامنے مسجد کے دروازہ شمال پر ہوتی تھی۔ حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم اور اوائل عہد ذو النورین رضی اللہ تعالی عنہ میں بھی یہی ایک اذان تھی جو منبر اقدس کے سامنے مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ جب مدینہ طیبہ کی آبادی بہت بڑھ گئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے پہلی اذان کا اضافہ کیا۔ جو بازار میں مقام زوراء پر ہوتی اور یہ اذان خطبہ بدستور وہیں ہوتی رہی جہاں عہد رسالت میں ہوتی آئی تھی۔ اور آج کا حال نہیں معلوم مگر ترکیوں کے عہد تک منبر کے متّصل کبھی نہیں ہوئی بلکہ منبر کے کافی فاصلے پر مکبرہ پر ہوتی تھی۔ اور مسجد حرام میں بھی منبر کے قریب متّصل نہیں ہوتی تھی بلکہ مطاف کے کنارے پر ہوتی تھی۔ ترکیوں کے عہد تک اور عہد رسالت میں مطاف ہی تک مسجد حرام تھی لہذا کنارۂ مطاف خارج مسجد ہوا۔ دہلی میں جامع مسجد میں بھی یہ اذان منبر کے متّصل نہیں ہوتی صحن میں مکبرہ پر ہوتی ہے اب ٹھنڈے دل سے ان سب باتوں پر غور کریں گے تو کوئی شک نہیں رہ جائے گا کہ سنت ہے کہ خطبے کی اذان مسجد کے باہر منبر کے سامنے ہو۔ اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کو اپنے متعدّد رسالوں اور فتاوی میں بدلائل قاہرہ ذکر فرمایا ہے۔ آپ ملاحظہ کریں: أذان من الله، أوفى اللمعة، وقاية أهل السنة" اور فتاوی رضویہ جلد دوم وسوم۔ ان سب میں تصریح کی ہے کہ اذان منبر کے متّصل مسجد میں دینا سنت کے خلاف ہے بدعت و مکروہ تحریمی ہے۔ جائز نہیں۔ مسجد کے باہر خطیب کے سامنے دینا سنت ہے۔ نیز یہ بھی تصریح کی ہے کہ سامنے کا مطلب یہ نہیں کہ مسامتت میں ہو بلکہ زاویہ قائمہ کے اندر اندر ہو۔ یہی سامنے ہونے کو کافی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(1)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:۱، ص:۲٤۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مجلس البركات، مبارك پور.

[۱۰۸] مسجد کی کس سمت سے اذان دی جائے

مسئلہ نماز کے لیے اذان مسجد میں کس جانب سے دی جائے اور کہاں سے دی جائے؟

محمد ابراہیم خان، نصوپور، دھرھرا، مئو، یوپی

الجواب

نماز پنج گانہ اور جمعہ کی اذان اول کے لیے کوئی جگہ کوئی سمت مقرر نہیں کسی اونچی جگہ سے دی جائے اور وہ بھی اس جگہ سے جہاں سے پڑوسی زیادہ سے زیادہ سن سکیں۔ در مختار میں ہے:"في مكان عال"[۱]۔

اس کے تحت شامی میں ہے:

وفي السراج و ينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران[۲]. بہت سی مسجدوں میں اذان کے لیے مئذنہ بنا ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ اسی پر اذان دی جائے۔

غنیہ وغیرہ میں ہے: الأذان إنما يكون على المئذنة أو خارج المسجد والإقامة في داخله[۳].

البتہ مسجد کے اندر یعنی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جو جگہ معین ہے اس میں اذان نہ دے مسجد کے اندر مطلقا اذان دینا مکروہ ہے خلاصہ، خانیہ، ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ولا يؤذن في المسجد۔[۴]

نظم امام زندویستی، پھر قہستانی پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے: يكره أن يؤذن في المسجد[۵].

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ر ربیع الآخر ۱۴۱۹

(۱)- الدر المختار، ج:۲،ص:٤٨، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲،ص:٤٨، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص۳۷۷، فصل في السنن، سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۴)- الفتاوى الهندية، ج:۱،ص:٦٢، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثانى فى كلمات الأذان و الإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۵)- حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ج:۱،ص:۱۱۷، مصطفى البابى، مصر.

فصل في الإقامة

اقامت کا بیان

[۱۰۹] اقامت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین، مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

مؤذن یا مکبر جب نماز کے لیے اقامت کہے تو امام اور مقتدیوں کو کس وقت کھڑا ہونا چاہیے آیا ابتداے اقامت یعنی اللہ اکبر کے وقت ہی، یا أشهد أن محمدا رسول الله، یا حي على الفلاح کے وقت - اولیٰ، افضل اور سنت طریقہ کیا ہے۔ احادیث شریفہ اور مستند فقہی حوالاجات کے ساتھ جواب مرحمت فرمایا جائے۔

حکیم حفیظ الرحمٰن قاسمی، حکیمی دواخانہ محلہ کربیگہ پٹنہ
۲۰ / جمادی الاولی، ۱۴۱۳ھ

الجواب

ہمارے ائمۂ احناف کا اس پر اتفاق ہے کہ جب امام محراب میں یا محراب کے قریب ہو تو امام اور سب مقتدیوں کو بیٹھے رہنا چاہیے "حي على الصلاة" یا "حي على الفلاح" پر کھڑے ہونا چاہیے۔ امام حسن بن زیاد اور امام زفر یہ فرماتے ہیں کہ "قد قامت الصلاة" پر کھڑے ہوں۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

"والقيام لإمام ومؤتم حين قيل "حي على الفلاح" خلافا لزفر. إن كان الإمام بقرب المحراب." (۱)

(۱)- الدر المختار، ج:۲، ص:۱۷۷، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

اس کے تحت شامی میں ہے:

كذا في الكنز ونور الإيضاح والإصلاح والظهيرية والبدائع وغيرها. والذي في الدرر متناً وشرحاً عند الحيعلة الأولى يعني حيث يقال ''حي على الصلاة'' إهـ. وعزاه الشيخ إسماعيل في شرحه إلى عيون المذاهب والفيض والوقاية والنقاية والحاوي والمختار ا هـ. قلت واعتمده في متن الملتقى وحكى الأول بـ قيل لكن نقل ابن الكمال تصحيح الأول - ونص عبارته قال في الذخيرة: يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن ''حي على الفلاح'' عند علمائنا الثلاثة. وقال الحسن بن زياد وزفر: إذا قال المؤذن ''قد قامت الصلاة'' قاموا إلى الصف، وإذا قال مرة ثانية كبروا والصحيح قول علمائنا الثلاثة ا هـ.[1]

عالمگیری میں ہے: إن كان المؤذن غير الإمام وكان القوم مع الإمام في المسجد فإنه يقوم الإمام والقوم عند "حي على الفلاح" عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح.[2]

یہ کل بائیس کتابیں ہوئیں ان سب میں یہ تصریح ہے کہ شروع اقامت کے وقت کھڑا نہ رہے بیٹھ جائے "حي على الصلاة" یا "حي على الفلاح" پر کھڑا ہو یا "قد قامت الصلاة" پر کھڑا ہو۔ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ تطبیق دی ہے کہ "حي على الصلاة" پر اٹھنا شروع کرے اور "حي على الفلاح" پر سیدھا کھڑا ہو جائے۔ "أشهد أن محمدا رسول الله" پر بیٹھا رہے اس وقت کھڑے ہونے کا قول نہیں بلکہ مضمرات، عالمگیری اور شامی میں ہے کہ اگر کوئی ایسے وقت مسجد میں آیا کہ اقامت ہو رہی ہو تو بیٹھ جائے کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ شامی میں ہے:

واللفظ للهندية إذا دخل الرجل عند الإقامة يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله "حي على الفلاح"، كذا في المضمرات.[3]

---

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۱۷۷، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۲-۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۲، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

اور کراہت سے عند الاطلاق کراہت تحریمی متبادر اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ ہے۔ احادیث میں اس مخصوص صورت کی کوئی تفصیل میری نظر سے نہیں گزری۔ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب جماعت کا وقت ہوجاتا تو حضرت بلال در اقدس پر حاضر ہوکر اجازت طلب کرتے اجازت کے بعد اقامت کہنا شروع کرتے پھر حضور تشریف لاتے ابتدا میں صحابہ کرام شروع اقامت ہی سے کھڑے ہوجاتے اس پر ارشاد فرمایا کہ: لا تقوموا حتی تروني.[1]

مرقات وغیرہ میں اس کی شرح میں فرمایا: "من الحجرة الشريفة"۔ شروع ہی سے کھڑے مت رہا کرو جب مجھے دیکھ لو کہ حجرہ شریفہ سے باہر نکل چکا تو کھڑے ہو۔

شارحین نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ اس وقت حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لاتے ہوں جب مؤذن "حي على الصلاة ،حي على الفلاح" کہنا شروع کرتا ہو۔ فقہاے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ

اگر امام محراب کے قریب یا محراب میں ہو اور امام کے علاوہ کوئی اور اقامت کہے جیسا کہ ہمارے دیار میں دستور عام ہے بلکہ بعض جگہ تو اس وقت تک اقامت نہیں کہتے جب تک امام مصلے پر آنہ جائے۔ اس وقت حکم یہ ہے کہ "حي على الصلاة" یا "حي على الفلاح" پر کھڑے ہوں۔

لیکن امام اگر مسجد سے باہر ہو اور اقامت کہی جانے لگے اور امام مسجد میں صفوں کے آگے سے داخل ہو تو اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک کہ امام کو دیکھ نہ لیں، امام کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں اگرچہ شروع اقامت ہو۔ جب تک امام کو دیکھ نہ لیں نہ کھڑے ہوں اگرچہ اقامت ختم ہوجائے۔

اور اگر اقامت کے وقت امام مسجد سے باہر ہے اور اقامت کے اثنا میں صف کے پیچھے سے آئے تو جس صف کے پاس پہنچے وہ کھڑی ہوجائے۔ یہاں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر بالفرض اقامت ختم ہوجائے اور امام مسجد میں نہ آئے تو بھی بیٹھے رہیں جب امام مسجد میں آئے تو جس صف کے پاس پہنچے وہ کھڑی ہوجائے۔

حدیث میں جو صورت مذکور ہے وہ یہی ہے۔ حضور اقدس ﷺ اقامت شروع ہونے کے بعد حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لاتے اور صف کے آگے سے مسجد میں داخل ہوتے۔ واللہ تعالی اعلم

۱۰/ رجب ۱۴۱۳ھ

---

(۱)- صحيح البخاري، ج:۱، ص:۸۸، رقم الحديث: ٦٣٨، كتاب الصلاة، باب لا يسعى إلى الصلاة مستعجلا، مجلس البركات، مبارك پور.

[۱۱۰] کھڑے ہوکر اقامت سننا مکروہ ہے

مسئلہ عرض یہ ہے کہ اقامت کے وقت مقتدیوں کا بیٹھنا ضروری ہے؟ اور جب "حي علی الصلاۃ" کہا جائے اس وقت کھڑا ہونا چاہیے اور اگر کوئی بعد میں آئے اور کھڑا ہے تو بیٹھ جانا ضروری ہے؟ کیا نبی علیہ الصلاۃ و السلام اقامت کے وقت بیٹھے رہتے تھے اور جب مکبر "حي علی الصلاۃ" کہتا تھا اس وقت آپ کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کراتے تھے۔ آپ سے التماس ہے کہ نبی کریم ﷺ کا عمل اور احناف کس پر عمل کرنے کو کہتے ہیں اور خلفاے راشدین کا عمل کیا رہا ہے مدلل و مفصل تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔

محمد عمر صاحب، بھیونڈی، تھانہ

۱۹ر مئی ۱۹۸۱ء

الجواب

موجودہ احادیث کا جو سرمایہ موجود ہے ان میں اس کی کوئی تفصیل مذکور نہیں کہ عہد رسالت وعہد خلفاے راشدین میں کیا عمل تھا۔ صرف اتنا ملتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ فرمایا:

إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى تروني قد خرجت[1]. جب اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ میں (حجرے سے) نکل آیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عہد رسالت میں اقامت بیٹھ کر سنتے تھے۔ اور جب حضور اقدس ﷺ حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لاتے کھڑے ہوتے تھے۔ ملا علی قاری وغیرہ شراح حدیث نے تحریر کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ "حي علی الصلاۃ، حي علی الفلاح" کے وقت حجرے سے باہر تشریف لاتے تھے۔

رہ گیا مذہب احناف تو اس بارے میں بالکل بے غبار ہے۔ موطا امام محمد سے لے کر شامی تک میں یہ تصریح موجود ہے کہ اقامت بیٹھ کر سنے اور جب مؤذن "حي علی الفلاح" اور بعض میں یہ ہے: "حي علی الصلاۃ" پر پہنچے تو کھڑا ہو۔ حتی کہ عالمگیری، شامی، مضمرات میں یہ تصریح ہے۔ يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله "حي على الفلاح"[2]. کھڑے ہوکر اقامت سننا مکروہ ہے، بیٹھ جائے جب مؤذن "حي علی الفلاح" پر پہنچے تو کھڑا ہو۔ واللہ تعالی اعلم۔

۱۵ر رمضان ۱۴۰۱ھ

---

(۱)- سنن نسأی، كتاب الصلاة، باب إقامة المؤذن عند خروج الإمام، ج:۱، ص ۱۱۱، رقم الحديث: ٦٨٧.

(۲)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:٦٣، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثانی فی كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت

[۱۱۱] فتاوی رضویہ کی ایک عبارت کی وضاحت

مسئلہ ہمارے یہاں امام صاحب پنج وقتہ نمازوں کی اقامت کے درمیان آتے ہیں اور مصلیٰ پر بیٹھ جاتے ہیں پھر "حي علی الصلاۃ" پر اٹھتے ہیں۔ اسی طرح جمعہ کے خطبہ کے بعد جب اقامت شروع ہوجاتی ہے تو وہ منبر سے اتر کر مصلیٰ پر بیٹھ جاتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے۔ مگر ایک عالم یہاں ہیں جو اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ امام کو اقامت شروع ہونے کے بعد نہیں بیٹھنا چاہیے وہ بھی فتاوی رضویہ کا حوالہ دیتے ہیں جس میں ہے اگر وہ تکبیر ہونے میں چلا تو اسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلی پر جائے اور "حي علی الفلاح" یا ختم تکبیر پر تکبیر تحریمہ کہے یوں ہی بعد خطبہ اسے اختیار ہے۔ کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرما کر تکبیر ہونے تک جلوس فرماتے ہیں۔ بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث یا فقہ کی کسی کتاب میں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ تکبیر کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ فتاوی رضویہ کی دونوں عبارتیں ایک دوسرے کے خلاف ہیں اس کی وضاحت فرمائیں۔

قرآن وحدیث اور فقہ کی کتابوں کے حوالے کے ساتھ جواب مطلوب ہے تاکہ ان عالم صاحب اور بعض دوسرے لوگوں کے سامنے پیش کیا جاسکے۔

شفیق حیدر عثمانی، حسن نگر کالونی، پھلواری شریف، پٹنہ

الجواب

اگر آپ نے ان دونوں مولوی صاحبان کو مجبور کیا ہوتا کہ فتاوی رضویہ دکھاؤ تو آپ کو سوال کرنے کی حاجت ہی نہ ہوتی۔ آپ کے جواب کے لیے اتنا کافی ہے کہ آپ فتاوی رضویہ جلد دوم ص:۱۷، ۲۷، ۴۳، دیکھ لیں۔

مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علما حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ [اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ] بیٹھ جائے یہاں تک کہ مکبر "حي علی الفلاح" تک پہنچے اس وقت کھڑا ہو ــــ تائید میں وقایہ، محیط، ہندیہ، جامع المضمرات، عالمگیری اور رد المحتار کی عبارات ہیں ــــ پھر فرمایا: یہ اس صورت میں ہے کہ امام بھی وقت تکبیر مسجد میں ہو۔ اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اسے آتا نہ دیکھے تکبیر نہ کہے نہ اس وقت تک کوئی کھڑا ہو۔ لقولہ ﷺ: لا تقوموا حتی تروني.[1] پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں

(۱)- صحیح البخاري، ج:۱، ص:۸۸، رقم الحدیث: ۶۳۸، کتاب الصلاۃ، باب لا یسعی إلی الصلاۃ مستعجلا، مجلس البرکات، مبارك پور.

ہیں۔ اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر خود امام ہی تکبیر کہے تو جب تک پوری تکبیر سے فارغ نہ ہولے مقتدی اصلاً نہ کھڑے ہوں۔ بلکہ اگر اس نے تکبیر مسجد سے باہر کہی تو فراغ پر بھی نہ کھڑے ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اس وقت قیام کریں[1]۔ اس کے بعد تائیدی عبارتیں ہیں۔

منقولہ بالا عبارت پر آپ غور کریں گے تو آپ کے سارے سوالات کے جوابات آپ کو مل جائیں گے، آپ کی آسانی کے لیے میں تجزیہ کیے دیتا ہوں اس مسئلہ کی متعدّد صورتیں ہیں:

اول: امام اور مصلی سب مسجد میں ہوں تو دونوں کو کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے امام کو بھی اور مقتدیوں کو بھی۔ جب مؤذن "حي علی الصلاۃ" پر پہنچے تو کھڑے ہونا شروع کریں اور "حي علی الفلاح" پر پہنچے تو سیدھے ہو جائیں۔ اس وقت امام اور مقتدی دونوں کو کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات ہندیہ ردالمحتار میں ہے:

یکرہ له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم إذا بلغ المؤذن قوله "حي علی الفلاح".[2]

فقہ کی تقریباً ہر کتاب میں اس کی تصریح ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ تکبیر امام کے علاوہ کوئی اور کہے۔

دوم: امام مسجد کے باہر ہو تو مؤذن کو حکم یہ ہے کہ جب تک امام کو مسجد میں آتا ہوا نہ دیکھ لے اقامت نہ کہے اس وقت پورے مصلیوں کو بیٹھے رہنا چاہیے۔ اب دو صورت ہے امام اگر صفوں کی جانب سے آرہا ہے تو امام کو دیکھتے ہی سب مصلیوں کو کھڑا ہو جانا چاہیے تکبیر جہاں تک ہوئی ہو۔

سوم: امام مسجد کے باہر ہے اور صفوں کے پیچھے سے مسجد میں آرہا ہے تو جس صف کے پاس پہنچے وہ کھڑی ہو جائے۔ آگے والے بیٹھے رہیں جب ان کے پاس پہنچے تو وہ کھڑے ہو جائیں حتی کہ اگر مسجد بڑی ہو اور درمیان ہی میں تکبیر ختم ہو جائے جب بھی وہ لوگ بیٹھے رہیں جہاں تک امام نہ پہنچا ہو۔

چہارم: امام و مقتدی سب مسجد میں ہیں اور امام خود اقامت کہہ رہا ہے تو امام جب تک اقامت پوری نہ کرلے پوری قوم بیٹھی رہے۔

---

(۱)- الفتاوی الرضویہ، ج:۲، ص:۳۹۱، ۳۹۲، باب الأذان والإقامة، رضا اکیڈمی.

(۲)- الفتاوی الهندیة، ج:۱، ص:۶۳، کتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني فی کلمات الأذان والإقامة، دار الکتب العلمیة، بیروت.

پنجم: امام مسجد کے باہر ہے اور باہر ہی سے اس نے تکبیر کہنا شروع کیا تو جب تک امام مسجد میں نہ داخل ہو پوری قوم بیٹھی رہے۔ کلها مصرحة في الهندية. واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶/ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

[۱۱۲] "قد قامت الصلاة" کے وقت نماز شروع کرنے والا قول مرجوح ہے

مسئلہ فرض نمازوں کے لیے جب تکبیر کہی جاتی ہے امام صاحب کا کہنا ہے کہ تمام مصلی "حي على الفلاح" پر کھڑے ہوں کیوں کہ یہی سنت ہے جب کہ فقہ کی کتابوں میں امام کے لیے یہ بھی ہدایت ہے کہ وہ "قد قامت الصلاة" سے کچھ قبل تکبیر تحریمہ کہے لیکن امام صاحب اس پر عمل نہیں کرتے تو کیا "قد قامت الصلاة" سے کچھ قبل تکبیر کہنا سنت نہیں ہے، اور اگر ہے تو اس پر عمل کیوں نہیں ہے؟

سید عبد الرحمٰن، رام چندرا پورم، آندھرا پردیش

مورخہ ۲۳/اکتوبر ۱۹۹۷ء

الجواب

اقامت کے وقت امام جب مصلی پر ہو یا مصلی کے قریب ہو تو امام اور مقتدی سب کا بیٹھا رہنا سنت ہے، کھڑا رہنا مکروہ ہے جب مؤذن "حي على الفلاح" پر پہنچے تو کھڑے ہونا شروع کریں اور "حي على الفلاح" پر سیدھے کھڑے ہو جائیں، فقہ حنفی کی اکثر کتابوں میں اس کی تصریح ہے، مضمرات، عالمگیری، رد المحتار وغیرہ میں ہے:

يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله "حي على الفلاح".[1]

اور یہ قول کہ جب مکبر "قد قامت الصلاة" کہے تو امام نماز شروع کر دے مرجوح ہے کیوں کہ اقامت کا جواب دینا بھی سنت ہے اور جب "قد قامت الصلاة" کے وقت نماز شروع ہو جائے گی تو جواب کیسے دے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/رجب ۱۴۱۸ھ

---

(۱)- الفتاوی الهندية، ج:۱، ص:۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

[۱۱۳] اقامت کے وقت بیٹھنے کو نئی بات کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ زید کا کہنا ہے کہ اقامت کے وقت کھڑا رہنا چاہیے، بیٹھنا نئی بات ہے جب کہ بکر کا کہنا ہے کہ اقامت کے وقت مقتدی اور امام کا "حي على الصلاة"، "حي على الفلاح" سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ان دونوں مسئلوں میں بکر کا چیلنج ہے کہ کسی بھی حدیث اور فقہ کی کتاب سے اگر زید اپنے دعوے کو ثابت کردے گا تو ہر ایک دعوے کی دلیل پر دس دس ہزار روپیہ انعام دے گا۔ آپ سے گزارش ہے کہ مسئلوں کی تقدیر کو حدیث اور فقہ سے واضح کر کے جواب عنایت فرمائیں۔

محمد صالح، الجامعۃ الاسلامیہ، سکٹھی، مبارک پور، اعظم گڑھ

۸/ ذو قعدہ ۱۴۱۰ھ

ایک مفتی کا جواب

اس مسئلہ میں اصل حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ روایت ہے کہ: قال رسول الله - صلى الله تعالى عليه وسلم -: إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى تروني.[1] جو بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ میں موجود ہے لہذا خلاصہ ما في الباب یہ ہے کہ وقت اقامت مقتدی اور امام کے کھڑے ہونے نہ ہونے کا دار و مدار امام کی حالت پر ہے اگر مصلیٰ کے قریب موجود ہے تو احناف کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ صرف مقیم کھڑے ہو کر اقامت کہے اور جب "حي على الفلاح" پر پہنچے تو سب کھڑے ہو جائیں، اور اگر امام موجود نہ ہو تو جب تک امام کو آتا نہ دیکھیں کوئی کھڑا نہ ہو۔ پھر اگر امام مقتدیوں کی پشت کی طرف سے آئے تو جس صف سے گزرتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے، اور اگر امام مقتدیوں کے سامنے سے آئے تو اسے آتا دیکھ کر تمام مقتدی کھڑے ہو جائیں، اور اگر امام ہی اقامت کہہ رہا ہو تو اگر مسجد میں ہو تب تو کوئی مقتدی اقامت ختم ہونے سے پہلے کھڑا نہ ہو اور اگر امام خارج مسجد اقامت کہہ رہا ہو تو جب تک وہ مسجد میں داخل نہ ہو جائے مقتدی کھڑا نہ ہو۔ عالمگیری جلد اول میں ہے: إن كان المؤذن غير الإمام وكان

(۱)- صحيح البخاري، ج:۱، ص:۸۸، رضا اکیڈمی۔

القوم مع الإمام في المسجد فإنه يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح فأما إذا كان الإمام خارج المسجد فإن دخل المسجد من قبل الصفوف فكلما جاوز صفا قام ذلك الصف وإليه شمس الأئمة الحلواني والسرخسي وشيخ الإسلام خواهر زاده. وإن كان الإمام دخل المسجد من قدامهم يقومون كما رأوا الإمام. فإن كان الإمام والمؤذن واحدا فإن أقام في المسجد فالقوم لا يقومون ما لم يفرغ عن الإقامة وإن كان خارج المسجد فمشائخنا اتفقوا على أنهم لا يقومون ما لم يدخل الإمام المسجد.[1] انتهى

جواب ہذا میں آیا یہ کہ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح ہے یا نہیں۔ اور اگر نہیں تو اس مفتی کے بارے میں شریعت اسلامیہ کے تحت کیا حکم ہے؟ کیا ایسے مفتی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں مدلل تحریر فرمائیں۔

شارح بخاری کا جواب

الجواب

ہمارے دیار میں یہ رائج ہے کہ امام جب مصلّے پر بیٹھ جاتا ہے تو اقامت کہی جاتی ہے اس صورت خاص میں حکم یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں بیٹھے رہیں جب مؤذن "حي على الصلاة"، "حي على الفلاح" کہے تو کھڑے ہوں۔ یہ مسئلہ نیا نہیں امام محمد تلمیذ امام اعظم، محرر مذہب حنفیہ اپنی موطا میں لکھتے ہیں:

ينبغى للقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح أن يقوموا للصلاة فيصفوا ويسووا الصفوف.[2]

قوم کو چاہیے کہ جب مؤذن "حي على الفلاح" کہے تو نماز کے لیے کھڑے ہوں اور صف باندھیں اور صفوں کو سیدھی کریں۔

تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:

والقيام لإمام والمؤتم حين قيل حي على الفلاح إن كان الإمام بقرب المحراب.[3]

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۳-۶٤، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۲)- مؤطا الإمام محمد، ص:۸۹، باب الجمعة، مجلس البركات، مبارك پور.
(۳)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۱۷۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

اگر امام محراب کے قریب ہو تو امام و مقتدی دونوں اس وقت کھڑے ہوں جب "حي على الفلاح" کہا جائے۔

اس کے تحت شامی میں ہے:

كذا في الكنز ونور الإيضاح والإصلاح والظهيرية والبدائع وغيرها والذي في الدرر متنا وشرحا عند الحيعلة الأولى يعني حيث يقال حي على الصلاة اھ وعزاه الشيخ إسماعيل في شرحه إلى عيون المذاهب والفيض والوقاية والنقاية والحاوي والمختار اھ قلت واعتمده في متن الملتقى وحكى الأول بـ قيل لكن نقل ابن الكمال تصحيح الأول ونص عبارته: قال في الذخيرة: يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة۔(۱)

ایسے ہی (یعنی جب "حي على الفلاح" کہا جائے تو کھڑے ہوں) کنز، نور الایضاح، اصلاح، ظہیریہ اور بدائع وغیرہ میں ہے۔ درر کی متن و شرح میں یہ ہے کہ جب "حي على الصلاة" کہا جائے تو کھڑے ہوں۔ شیخ اسماعیل نے اپنی شرح عیون المذاہب میں بھی یہی کہا ہے۔ میں کہتا ہوں ملتقی کے متن میں اسی پر اعتماد کیا اور اول کو قیل سے بیان کیا۔ لیکن ابن کمال نے پہلے کی تصحیح نقل کی۔ ان کی عبارت یہ ہے: ذخیرہ میں فرمایا: ہمارے تینوں علما (امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد) کے نزدیک یہ ہے کہ جب مؤذن "حي على الفلاح" کہے تو امام اور قوم کھڑے ہوں۔

سر دست ۱۹ر کتب فقہ کا حوالہ درج ہے ان سب میں یہ تصریح ہے کہ جب امام محراب کے قریب ہو تو اقامت کے وقت امام اور مقتدی دونوں بیٹھے رہیں جب مؤذن "حي على الصلاة" یا "حي على الفلاح" کہے تو کھڑے ہوں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ابتداے اقامت کے وقت بیٹھے رہیں اختلاف ہے تو اس میں کہ "حي على الصلاة" کہنے کے وقت کھڑے ہوں، یا "حي على الفلاح" کہنے کے وقت۔

مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ان دونوں میں تطبیق یہ دی کہ اقامت کہنے والا جب "حي على الصلاة" کہنے لگے تو کھڑے ہونا شروع کر دیں اور "حي على الفلاح" کے وقت سیدھے کھڑے ہو جائیں۔

---

(۱)-رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۱۷۷، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

کسی فقہ کی کتاب میں نہیں کہ شروع اقامت سے کھڑے ہوں۔ علما نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ اقامت کے وقت کوئی مسجد کے اندر آئے تو وہ بھی بیٹھ جائے اور "حي على الفلاح" پر کھڑا ہو۔ اسے بھی کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے۔ مضمرات پھر عالمگیری، پھر ردالمحتار میں ہے:

يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله "حي على الفلاح"[1]. اسے کھڑا ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ وہ بیٹھ جائے جب مؤذن "حي على الفلاح" پر پہنچے تو کھڑا ہو۔

اس جاہل زید پر حیرت ہے کہ جو حکم شرعی امام محمد رحمة الله تعالى عليه کی کتاب سے لے کر شامی تک میں صراحۃً مذکور ہے اسے نیا مذہب کہہ رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ عوام میں ایک غلط رواج پڑ گیا۔ اس زید کے اکابر کو اتنا علم نہیں تھا کہ کتب فقہ کا مطالعہ کرتے اور یہ حکم شرعی معلوم کرتے۔ یا علم ہوا بھی لیکن ہمت نہ ہوئی کہ غلط رواج کے مقابلے میں حکم شرعی بیان کرتے۔ وہ بھی جاہلوں کی طرح عمل کرتے رہے۔ اب جب کہ علماے اہل سنت نے یہ حکم شرعی بیان فرمایا تو اس میں انھیں اپنے اکابر کی توہین نظر آئی جان بچانے کے لیے جاہلوں کی طرح کہنا شروع کر دیا کہ یہ نیا مسئلہ ہے۔ نہ خدا کا خوف اور نہ رسول سے حیا۔ باپ دادا کی غلط رسم پر اڑے رہنے کا چسکا۔ اللہ عزوجل حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸/ ذوقعدہ ۱۴۱۰ھ

[۱۱۴] اگر شروع اقامت کے وقت بیٹھے رہیں تو صفیں کب درست ہوں

مسئلہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات مصلین جماعت میں شامل ہونے کے لیے اس وقت کھڑے ہوں جب کہ مؤذن اقامت کہتے ہوئے "حي على الفلاح" کو پہنچ جائے اور امام تکبیر اولی اس وقت کہے جب کہ مؤذن "قد قامت الصلاة" کہہ لے، اس کی وجہ علما یہ بیان کرتے ہیں کہ تکبیر کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ بیٹھ کر تکبیر سننا موجب ثواب و برکت ہے، اور ایک طرف حدیث یہ بتلاتی ہے کہ صفوں کو سیدھی کرو بغیر صفوں کے درست کیے ہوئے نماز صحیح نہیں ہوتی تو اب اس جگہ بات سمجھ میں نہیں

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني فی كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

آئی کہ کس طرح عمل کیا جائے، صفوں کو درست کرنے کے لیے تو تکبیر سے پہلے اٹھنا ہوگا یا نہیں تو امام کا تکبیر اولی قد قامت الصلاۃ پر نہیں بلکہ تکبیر کے اتمام پر کہنا ہوگا بہر صورت کسی بھی ایک کا ترک ہوگا جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں۔

محمد مجیب الرحمٰن، نیا ٹولہ حسین آباد، میرجان ہٹ، ضلع بھاگل پور، بہار

الجواب

پہلی بات یہ ہے کہ یہ قول مرجوح ہے کہ قد قامت الصلاۃ کے وقت نماز شروع کردے، تنویر الابصار میں صرف اسی قول کو تحریر کیا لیکن اس کے بعد در مختار میں فرمایا:

ولو أخر حتى أتمها لا بأس به إجماعا وهو قول الثاني والثلاثة وهو أعدل المذاهب كما في شرح المجمع لمصنفه- وفي القهستاني معزيا للخلاصة أنه الأصح.(۱)

اسی کے تحت شامی میں ہے

وهو أي التأخير المفهوم من قوله "أخر" لأن فيه محافظة على فضيلة المؤذن وإعانة له على الشروع مع الإمام(۲).

علاوہ ازیں اقامت کا جواب مستحب، "قد قامت الصلاۃ" پر شروع کرلے گا تو امام اور مقتدی اقامت کے جواب سے محروم رہیں گے نیز مؤذن امام کے ساتھ نماز شروع نہ کرپائے گا؛ اس لیے مختار اور راجح یہ ہے کہ اقامت پوری ہونے کے بعد امام نماز شروع کرے۔ ائمہ مذہب کے صحیح ارشاد کے مقابلے میں بہانہ بازی بہت بڑی خطا ہے۔ صف سیدھی کرنے میں کتنی دیر لگتی ہے کہ صف سیدھی کرنے کو بہانہ بناکر کراہت کا ارتکاب کیا جائے۔ احادیث میں تو یہ بھی مذکور ہے کہ حضور اقدس ﷺ اقامت پوری ہونے کے بعد صفوں کو ملاحظہ فرماتے جب صفیں سیدھی ہو جاتیں تو نماز شروع فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اقامت کہی جاچکی اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ہماری طرف رخ انور پھیرا اور فرمایا اپنی صفوں کو سیدھی کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو، میں تم کو اپنے پیچھے سے دیکھ رہا ہوں(۳)۔

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۱۷۷-۱۷۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۱۷۷-۱۷۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- حدثنا أنس بن مالك قال: أقيمت الصلاة فأقبل علينا رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- بوجهه، فقال: "أقيموا صفوفكم، وتراصوا، فإني أراكم من وراء ظهري". (صحيح البخاري، ج:۱، ص:۱٤٥، رقم الحديث:۷۱۹، كتاب الصلاة، باب إقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف.) محمود علي المشاهدي

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں پہلی یہ کہ اقامت پوری ہونے کے بعد نماز شروع کی جائے۔ دوسری یہ کہ اقامت کے بعد امام اگر یہ دیکھے کہ صفیں درست نہیں تو صفیں درست کرائے، صفیں درست کرنے کے لیے اقامت اور نماز میں اگرچہ تھوڑی سی تاخیر ہو جائے۔ واللہ تعالی اعلم

۲۶ر محرم ۱۴۱۴ھ

[۱۱۵] حدیث "لا تقوموا حتی ترونی" منسوخ نہیں

مسئلہ اقامت بیٹھ کر سننا سنت رسول ہے یا سنت صحابہ؟ مشکوۃ غالباً، ص: ۶۴ پر جو حدیث مبارکہ ہے "ولا تقوموا حتی ترونی إلخ"۔ دیوبندی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہو گئی۔ کیا یہ صحیح ہے لہذا اقامت کے بارے میں عقلی و نقلی دلیل ضرور عنایت فرمائیں۔

محمد جمال الدین مقام و پوسٹ داتانگر، فیض آباد، یوپی

الجواب

اقامت بیٹھ کر سننا مشروع ہے، کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ مضمرات پھر عالمگیری پھر شامی میں ہے: "یکرہ له الانتظار قائما لکن یقعد ثم یقوم إذا بلغ المؤذن قوله حي علی الفلاح"[1]. کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے، بیٹھا رہے جب مؤذن "حي علی الفلاح" پر پہنچے تو کھڑا ہو۔

اور حدیث "لا تقوموا حتی ترونی"[2] منسوخ نہیں اس کی ناسخ کوئی حدیث نہیں۔ اب بھی اس پر عمل ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۲۷ر ذوالحجہ، ۱۴۱۳ھ

[۱۱۶] شروع اقامت سے امام و مقتدی کے کھڑے ہونے کے متعلق دیوبندیوں کے اشتہار کا جواب

مسئلہ لائق صد احترام مکرمی جناب مفتی صاحب قبلہ		سلام مسنون

(۱)- الفتاوی الهندية، ج:۱، ص:٦٣، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- صحيح البخاري، ج:۱، ص:۸۸، رقم الحديث: ٦٣٨، كتاب الصلاة، باب لا يسعى إلى الصلاة مستعجلا وليقم بالسكينة والوقار. رضا اكيڈمي، ممبئي

بعد سلام وآداب وقدم بوسی کے التماس خدمت اقدس میں ایں کہ ایک دیوبندی کا دیوبند کے یہاں سے منگوایا ہوا فتوی کا پرچہ حضور کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اس کا مفصل ومدلل منہ توڑ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرما کر سنیوں کی نگہ بانی فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

ایک یہاں پکا شیطان رہتا ہے جو پہلے سے سبھوں کو شیطانیت میں ڈبو رہا ہے اور آج بھی کوشش میں لگا رہتا ہے مگر اللہ کا شکر ہے، حبیب کا کرم ہے، آپ بزرگوں کی دعا ہے کہ قریب دو سال سے اشرفیہ کا فارغ آپ کا خادم یہاں آیا جیسے سنیت کو جان میں جان آئی اور دیوبندیت مرجھائی۔ اب سنیت حاوی ہے مگر قوم جاہل ہے، شیطان اپنا کام کرتا رہتا ہے پھر بھی اللہ کے حبیب کے صدقے بہت کامیابی ہے، زیادہ دعا چاہیے، تمامی حضرات کو سلام عرض ہو۔

اور ہجڑے کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔ اور دیوبندی یا دیوبندی کے ماننے والے کے یہاں میلاد پاک پڑھنا کیسا ہے اور کچھ لوگ اپنے کو سنی کہتے ہیں اور ظاہر میں دیوبندیت کو اپنا رکھا ہے ان کے یہاں میلاد پاک پڑھنا اور جانا کیسا ہے؟

امام ومقتدی نماز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں؟ جواب تحریر فرمائیں۔ فقط والسلام

مولانا عبد الغفور رضوی امام مسجد مقام وپوسٹ بالے پور وایا سلیم پور، ضلع دیوریا

ایک استفتا اور اس کا جواب

اقامت کے وقت مقتدیوں کو نماز کے لیے کس وقت کھڑا ہونا چاہیے؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب مکبر "حي علی الفلاح" کہے اس وقت امام اور مقتدیوں کو نماز کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔ جو لوگ اس کے خلاف شروع ہی سے کھڑے ہوتے ہیں ان کو یہ لوگ برا سمجھتے ہیں اور ان کو طرح طرح سے ملعون کرتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے؟ المستفتی: قمر الدین انصاری، کان پور

دیوبندی مفتی کا جواب

الجواب

"حي علی الفلاح" پر ہی امام اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو ضروری قرار دینا اور شروع اقامت پر کھڑے ہونے کو غلط اور ناجائز سمجھنا حدیث اور فقہ حنفی کی غلط ترجمانی ہے۔ حدیث وفقہ کی مستند کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لیے "حي علی الفلاح" پر کھڑے ہونے کو کسی وقت بھی ضروری

نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کے برخلاف شروع تکبیر پر کھڑے ہونے کو بہتر سمجھا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری ہے: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ . نیکیوں کی طرف سبقت کرو۔ ایک دوسری آیت میں ہے: إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللهِ . جب جمعہ کی نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ ان آیات کا تقاضا ہے کہ اذان واقامت شروع ہوتے ہی نماز کی طرف بڑھنا اور اس کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔

معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام کا معمول اس کے ہی مطابق تھا۔ مشہور تابعی، امام حدیث، ابن شہاب زہری فرماتے ہیں: إن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله أكبر يقومون إلى الصلاة (بذل المجهود شرح أبي داؤد، ج اول، ص:۲۶۰۔) جیسے مؤذن اللہ اکبر کہتا تمام صحابہ کرام نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: جب اقامت شروع ہوتی تھی تو ہم لوگ کھڑے ہو جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے حجرے سے نکلنے سے پہلے صفوں کی درستگی کر لیتے تھے۔ (مسلم شریف، ج:اول، ص:۲۲۰)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شروع تکبیر پر کھڑا ہونا ناجائز اور غلط ہے اور ''حي على الفلاح'' پر ہی امام ومقتدیوں کو نماز کے لیے کھڑا ہونا چاہیے وہ عہد نبوی اور اس کے بعد بھی صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں سوچیں کہ ان کا یہ طریقہ فکر وعمل کہاں تک درست ہے؟

شروع تکبیر ہی پر کھڑے ہونے کا حکم فقہ حنفی کی مستند ومعتبر کتب فتاوی سے بھی ملتا ہے۔ چناں چہ فقہ حنفی کی مشہور ومستند متداول کتاب در مختار اور شامی جلد اول کے ص:۳۲۲ پر عبارت موجود ہے۔ اگر امام سامنے سے مسجد میں داخل ہو تو امام پر نظر پڑتے ہی سارے مقتدیوں کو کھڑے ہو جانا چاہیے، اور اگر امام مقتدیوں کی پشت کی جانب سے مصلے کی طرف بڑھے تو جس جس صف سے امام گزرتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے۔ حتی کہ امام کے مصلے پر پہنچنے پر تمام صفیں کھڑی ہو چکی ہوں۔ ان صورتوں میں کہیں بھی ''حي على الفلاح'' پر کھڑے ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

اس کے علاوہ شروع ہی سے کھڑے ہونے میں ایک دوسرے انتہائی اہم حکم شرعی کی رعایت پورے طور پر ہو سکتی ہے اور وہ ہے صفوں کو سیدھا اور درست رکھنا۔ حضور اقدس ﷺ اور حضرات صحابہ کو اس کا

بڑا اہتمام تھا اور احادیث سے اس کی بڑی تاکید اور ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اپنی صفوں کو سیدھا کرو اس لیے کہ صفوں کی درستگی تکمیل نماز کا جزو ہے۔ (مسلم شریف ج اول، ص:۱۸۲)

ایک حدیث پاک میں اس کا اہتمام نہ کرنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے، ارشاد نبوی ہے: صفوں کو ضرور سیدھا اور درست رکھو ورنہ تمھارے دلوں کے درمیان ٹیڑھاپن اور کجی یعنی مخالفت پیدا ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس افضلیت کا حاصل کرنا اور اس کے ترک پر جو وعید ہے اس سے بچنا پورے طور پر اسی وقت ممکن ہے جب کہ شروع تکبیر سے ہی کھڑے ہونے کا اہتمام کیا جائے۔ اس لیے کہ اگر "حي على الفلاح" پر کھڑے ہونے کا اہتمام رکھا جائے گا تو اگر اقامت کے ختم ہوتے ہی یا مستحب سمجھتے ہوئے "قد قامت الصلاة" پر نیت باندھ لے گا تو اس کا موقع ہی نہ رہ جائے گا اور اگر اس کے بعد اہتمام کیا جائے گا تو لامحالہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل لازم آئے گا جو خلاف اولی ہے۔ اور ایسی صورت میں ایک فضیلت کے پیچھے دوسری فضیلت کا ترک لازم آئے گا۔

جو حضرات شروع تکبیر سے کھڑے ہونے کو غلط سمجھتے ہیں وہ اپنے طریقہ فکر و عمل کے سلسلے میں در مختار کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں: والقيام للإمام ومؤتم حين قيل: "حي على الفلاح" إن كان الإمام بقرب المحراب۔ (ج:۱، ص:۳۲۲) اگر امام محراب کے پاس ہو تو "حي على الفلاح" کہنے کے وقت امام اور مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیے۔

اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے طحطاوی شرح در مختار میں فرماتے ہیں: یہ حکم اس لیے فرمایا گیا کہ نیکی کے حکم پر عمل کرنے میں جلدی کی جائے اور ظاہر مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے بعد تاخیر سے بچا جائے نہ یہ کہ اس سے پہلے نہ کھڑا ہوا جائے بلکہ اگر ابتدائے اقامت ہی میں کھڑا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (طحطاوی علی الدر مختار، جلد اول، ص:۲۱۵)

علامہ طحطاوی کی اس تشریح کو سامنے رکھ کر ہی کہا جائے گا کہ انھوں نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں ابتدائے اقامت میں کھڑے ہونے کے متعلق جو بحوالہ مضمرات ایک قول کراہت کا نقل کیا ہے وہ معتبر نہیں ہے اس لیے کہ دوسرے مواقع پر خود طحطاوی نے اس کے خلاف لکھا ہے، مزید یہ کہ کسی اور کتاب سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

کراہت کے سلسلے میں حضور کا یہ ارشاد پیش کرنا: لا تقوموا حتی ترونی. جب تک مجھے دیکھ نہ لو مت کھڑے ہو۔ انتہائی بے جا اور غلط استدلال ہے بلکہ بے محل ہے۔ آپ کے ارشاد مبارک کا اس حکم فقہی سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس ارشاد مبارک کا محل تو وہ ہے کہ ایک مرتبہ اقامت پر صحابہ کرام نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور آپ کا ایک معمول مبارک یہ تھا کہ کبھی کبھی اقامت ہونے پر اپنے حجرۂ مبارکہ سے تشریف لاتے۔ اس دن اتفاق سے کسی وجہ سے آپ کو دیر ہو گئی اور اقامت ختم ہو گئی۔ اس پر صحابہ میں تھوڑی سی الجھن پیدا ہو گئی پھر آپ تشریف لائے تو صحابۂ کرام کی بے چینی اور انتظار دیکھ کر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے دیکھ کر ہی نماز کے لیے کھڑا ہوا کرو کہ کبھی کسی ضرورت سے آنے میں دیر ہو جاتی ہے تو اس میں "حي على الفلاح" پر کھڑے ہونے کا کہاں تذکرہ ہے؟

اگر مذکورہ بالا در مختار کی عبارت کا ظاہری مفہوم لیا جائے تب بھی اس عبارت کی رو سے جو در مختار کے علاوہ اور بھی متون فقہ میں ہے اس کو ضروری نہیں کہا جا سکتا اس لیے کہ فقہا نے اور خود صاحب در مختار نے آداب کا عنوان قائم کر کے یہ اور دیگر احکام مثلاً قد قامت الصلاۃ پر بھی نماز شروع کر دینا وغیرہ ذکر کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ "حي على الفلاح" پر نماز کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے وہ بھی صاحب در مختار نے مقید کیا ہے اس بات کے ساتھ کے اگر امام سامنے سے آئے تو سب دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں اور اگر پشت سے آئے تو صف بہ صف لوگ کھڑے ہوتے جائیں۔ اس قول کی شرح میں لکھا ہے یعنی اس وقت جب کہ امام محراب کے پاس نہ ہو بلکہ مسجد کے کسی اور حصے میں ہو یا مسجد کے باہر ہو اور عین اقامت کے وقت مسجد میں آئے۔ شامی جلد اول، ص:۳۲۲۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف ایک صورت میں ہے جب کہ امام محراب کے پاس ہی بیٹھا ہو تو "حي على الفلاح" پر سب کا کھڑا ہونا مستحب ہے۔ حضرات فقہا نے اگر کہیں محض اس صورت کو لکھ دیا ہے تو وہ عام حالت کی رعایت کرتے ہوئے اکثر امام مسجد میں محراب کے پاس موجود ہوتے ہیں اور سب نے اسے مستحب ہی بتایا ہے اور مستحب کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر نہ کوئی سزا نہ ملامت۔ (شامی، جلد اول، ص:۲۴، ص:۳۲۲، ص۳۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایسا کیا جائے تو یہ بھی ایک کار ثواب ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے یعنی ابتداے اقامت میں ہی کھڑا ہو جایا جائے تو یہ بھی جائز و درست ہے نہ اس پر کوئی گناہ اور نہ طعن و تشنیع وغیرہ جائز ہے۔

جب کہ یہاں ایک مستحب کی رعایت سے ایک دوسرے اہم حکم شرعی پر عمل کرنے میں خلل پڑتا ہے یعنی صفوں کی درستگی جیساکہ تفصیل سے عرض کیا جاچکا تو صفوں کی درستگی کا لحاظ کرنا زیادہ مہتم بالشان ہوگا اور شروع سے کھڑا ہونا افضل ہوگا جیسے "قد قامت الصلاة" پر نماز شروع کردینا مستحب ہے۔

تمام کتب فقہ میں اوپر والے مسئلہ کے ذکر کے بعد اسی مسئلہ کا ذکر ہے لیکن فقہانے اولی اور اصح یہ قرار دیا ہے کہ اقامت ختم ہونے پر نماز شروع کی جائے تاکہ مکبر کو امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ مل جائے۔ (در مختار وشامی، ج:۱، ص:۳۲۶)

اور اس حکم پر عمل میں اصرار اس عمل کو کار ثواب تو در کنار عذاب بنادیتا ہے؛ اس لیے کہ فقہا کا مشہور ومسلمہ قاعدہ ہے کہ مستحب کو اگر اس کے درجہ سے بڑھادیا جائے یعنی اس کا حکم یہ ہے کہ کرو تو ثواب نہ کرو تو کوئی حرج نہیں اور معاملہ یہ کردیا جائے کہ اس کے نہ کرنے پر ملامت کی جانے لگے اور اس کا کرنا ضروری سمجھا جانے لگے تو مستحب مکروہ تحریمی بن جاتا ہے۔ اور پھر اس کا ترک کردینا ضروری ہوجاتا ہے۔

مجمع البحار، جلد دوم، ص:۲۴۲ اور عالمگیری وغیرہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ اس وقت جن لوگوں کا "حي على الفلاح" پر کھڑے ہونے کا عمل ہے ان کا اس مسئلہ میں جو حال ہے وہ ظاہر ہے جس کا تقاضایہ ہے کہ اس کو ترک کردیا جائے۔

ان گزارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں جو عمل ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور جو فقہاکی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے اسی کو اختیار کیا جائے اور اس سلسلہ میں کمی زیادتی، زور زبردستی سے کام لے کر کسی ایک صورت پر اصرار نہ کیا جائے جب کہ وہ بوجوہ آج کل کے حالات میں مکروہ تحریمی یعنی حرام کے قریب ہے۔ إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت وما توفيقي إلا بالله فقط والله تعالى اعلم.

منظور احمد مفتی مدرسہ جامع العلوم، کان پور،

۱۴ر محرم الحرام، ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح — محمد نصیر الدین صدر مدرس مدرسہ جامع العلوم، کان پور

الجواب صحیح — انوار احمد جامعی مدرسہ جامع العلوم، کان پور

الجواب صحیح — محمد عبید اللہ الحافظ القاسمی

الجواب صحیح۔ جماعت کھڑی ہونے سے پہلے امام کا مصلے پر پابندی کے ساتھ آکر بیٹھنا بھی خلاف سنت

ہے۔ حضور پہلے سے آکر مصلے پر نہیں بیٹھا کرتے تھے جیسا کہ جواب میں مفصل بیان کیا گیا۔ اللہ تعالی اتباع سنت کی پوری توفیق عطا فرمائے، آمین

احقر ظفر الدین احمد عفی عنہ دار الافتا مدرسہ عربیہ جامعہ اسلامیہ، غل بازار، کان پور۔

فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی قدسرہ کا جواب

الجواب

دیو بندی مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور، کان پور کا ایک فتوی نظر سے گزرا جسے کسی دیو بندی ہی نے بصورت اشتہار چھپوایا ہے یہ فتوی اس سے متعلق ہے کہ اقامت کھڑے ہو کر سننا چاہیے یا بیٹھ کر۔ اس فتوے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اقامت کھڑے ہو کر سننا چاہیے، بیٹھ کر سننا شرعا ممنوع ہے۔ مجھے حیرت اس پر ہے کہ اس فتوے کے لکھنے والے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور فقہ حنفی کی تمام کتابوں کی غیر مبہم واضح تصریحات کے خلاف اپنے غیر مقلد بھائیوں سے سیکھ کر خود مجتہد بن کر براہ راست فقہ حنفی کو رد کرنے کے لیے بے موقع بے محل قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا سہارا لیا گیا ہے۔ ہم ناظرین کے سامنے پہلے فقہ حنفی سے اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: امام خود ہی اقامت کہے۔ اس صورت میں سب مقتدی بیٹھے رہیں جب تک امام پوری اقامت نہ کہہ لے نہ کھڑے ہوں۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ امام محراب کے قریب نہ ہو مسجد ہی میں محراب سے کہیں دور ہو یا مسجد سے باہر ہو۔ اب اگر امام مصلے پر صفوں کے آگے کی طرف سے آئے تو امام کو دیکھتے ہی مقتدی کھڑے ہو جائیں اگرچہ اقامت ختم نہ ہوئی ہو۔ اور اگر صفوں کے پیچھے سے آئے تو جس صف سے گزرے وہ صف کھڑی ہو جائے۔ ہمارے دیار میں یہ صورتیں بہت نادر ہیں۔ اس لیے اس سے بحث کی ضرورت نہیں۔

تیسری صورت: یہ ہے کہ امام محراب کے قریب ہو اور سب مقتدی مسجد میں ہوں۔ ہمارے دیار میں اسی پر عمل ہے اور یہی متنازع ہے اسی سے ہم تفصیلی بحث کریں گے۔

سیدنا امام اعظم کے تلمیذ جلیل محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالی عنہما اپنے موطا میں لکھتے ہیں:

"ينبغي للقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح أن يقوموا إلى الصلاة و يسووا الصفوف"[1]۔
قوم کو چاہیے کہ جب مؤذن "حي على الفلاح" کہے تو کھڑے ہوں اب صف لگائیں اور صفوں کو سیدھی کریں۔
عالمگیری میں ہے:
إن كان المؤذن غير الإمام وكان القوم مع الإمام في المسجد فإنه يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح[2]۔
مؤذن امام کے علاوہ کوئی اور ہو اور قوم امام کے ساتھ مسجد میں ہو تو امام اور قوم اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن "حي على الفلاح" کہے۔
تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:
والقيام للإمام والمؤتم حين قيل حي على الفلاح[3]۔
اس کے تحت شامی میں ہے:
كذا في الكنز ونور الإيضاح والإصلاح والظهيرية والبدائع وغيرها. والذي في الدرر متناً وشرحاً عند الحيعلة الأولى يعني حين يقال حي على الصلاة اه وعزاه الشيخ إسماعيل في شرحه إلى عيون المذاهب والفيض والوقاية والنقاية والحاوي والمختار ا هـ. قلت واعتمده في متن الملتقى وحكى الأول بـ قيل، لكن نقل ابن الكمال. تصحيح الأول- ونص عبارته: قال في الذخيرة يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة . وقال الحسن بن زياد وزفر: إذا قال المؤذن قد قامت الصلاة قاموا إلى الصف[4]۔
اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تنویر الابصار، در مختار، کنز، نور الایضاح، اصلاح، ظہیریہ، بدائع، ذخیرہ، میں یہ ہے کہ جب مؤذن "حي على الفلاح" کہے تو لوگ کھڑے ہوں اور ملتقی، درر، غرر، عیون المذاہب، فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی اور در مختار میں یہ ہے کہ "حي على الصلاة" پر کھڑے ہوں۔ ان

---

(۱)- مؤطا الإمام محمد، ص:۸۹، باب الجمعة، مجلس البركات، مبارك پور.
(۲)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۳)- الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص:۷۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۴)- رد المحتار مع الدر المختار، ج۲، ص:۱۷۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

دونوں میں مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ تطبیق دی کہ "حي علی الصلاۃ" پر کھڑا ہونا شروع کریں اور "حي علی الفلاح" پر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔

یہ سردست بیس علما کے ارشادات ہیں۔ ان سے ظاہر کہ امام اور مقتدی شروع اقامت سے کھڑے نہ رہیں بلکہ بیٹھے رہیں جب مؤذن "حي علی الصلاۃ" یا "حي علی الفلاح" کہے اس وقت کھڑے ہوں، یہ احناف کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ شروع اقامت سے کھڑے نہ ہوں بیٹھے رہیں اس میں کسی ایک امام یا عالم کا کوئی اختلاف نہیں، اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اقامت کے وقت بیٹھنا نہ کسی آیت کے معارض ہے اور نہ کسی حدیث کے، ورنہ لازم آئے گا کہ علماے احناف نے قرآن و حدیث کے خلاف پر اتفاق کر لیا ہے۔ اس کی جرأت وہی کرے گا جو غیر مقلد ہو گا یا حنفیت کا دعوی کرتے ہوئے غیر مقلدین کا ایجنٹ ہو گا۔

جامع العلوم کے مولوی صاحبان نے اس کے ثبوت میں جو دو آیتیں لکھی ہیں ان کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ پہلی آیت کا حاصل یہ ہے کہ "نیکیوں کے ادا کرنے میں جلدی کرو دیر نہ کرو"۔ نیکیاں صرف نماز میں منحصر نہیں نیز ہر نیکی ادا کرنے کے لیے شرائط ہیں ان شرائط کو پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ ان مولوی صاحب کے قول سے یہ لازم آتا ہے کہ اقامت شروع کرتے ہی نماز بھی شروع کر دی جائے ورنہ جب نماز سے پہلے اقامت ہے تو اقامت ختم ہونے تک نماز مؤخر کی جائے گی اس میں بیٹھنا کہاں حارج ہے[1]۔ اور دوسری آیت میں "ذکر اللہ" سے مراد اگر مولوی صاحب خطبہ لیں تو بھی اسے ان کے مدعا سے کوئی لگاؤ نہیں اور اگر "ذکر اللہ" سے مراد جمعہ ہے تو لازم کہ اذان سنتے ہی مسجد میں جا کر نماز جمعہ شروع کر دیں۔ خطبہ بھی نہ سنیں یا پھر لازم کہ خطبہ کھڑے ہو کر سنیں۔

اور مسلم شریف کے حوالے سے جو پہلی حدیث نقل کی ہے اس مولوی نے خیانت کی حد کر دی ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

أقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله –صلى الله

---

(۱)- مطلب یہ ہے کہ جب نماز اقامت کے بعد ہی شروع ہوگی تو اس سے پہلے بیٹھنے کی وجہ سے نماز شروع کرنے میں دیر ہرگز نہ ہوگی۔ مسنون یہ ہے کہ جب مکبر "حی علی الصلاۃ" کہے تو کھڑے ہونا شروع کر دیں اور "حی علی الفلاح" کہنے تک پورے کھڑے ہو جائیں۔ تو اس سنت پر عمل سے شروع نماز میں کہاں حرج پیدا ہوا۔ کیا دیوبندی "حی علی الفلاح" سے پہلے ہی نماز شروع کر لیتے ہیں، نیکی میں جلدی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وقت سنت سے پہلے نماز شروع کر دی جائے اور اگر دیوبندی "حي علی الفلاح" کے بعد نماز شروع کرتے ہیں تو حنفیہ اس میں دیر کہاں کرتے ہیں، حنفیہ تو اسی کے قائل ہیں کہ "حی علی الفلاح" کے بعد نماز شروع ہو اور اس سے پہلے وہ مکمل کھڑے ہو چکے ہوتے ہیں۔ محمد نظام الدین رضوی

تعالى عليه وسلم-[1]۔
اقامت کہی جاچکی تو اس کے بعد ہم کھڑے ہوئے اور ہم نے صفیں درست کیں قبل اس کے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائیں۔

یہ اس پر نص ہے کہ صحابۂ کرام اقامت بیٹھ کر سنتے اور جب اقامت پوری ہو جاتی تو کھڑے ہوتے اور صفیں درست کرتے۔ ابتداءً ایسا ہی تھا کہ اقامت ختم ہوتے ہی صحابۂ کرام کھڑے ہو جاتے خواہ حضور اقدس ﷺ حجرۂ مبارکہ ہی میں ہوتے اس پر صحابۂ کرام کو مشقت تھی اس لیے بعد میں فرمایا: "لا تقوموا حتى تروني"۔[2] جب تک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہو۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام بیٹھ کر اقامت سنا کرتے تھے حتی کہ اقامت ختم ہو جاتی جب بھی بیٹھے رہتے جب [حضور اقدس ﷺ] حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لاتے اور صحابہ کرام دیکھ لیتے تو کھڑے ہوتے مگر اس حدیث کو متنازع فیہ صورت سے علاقہ نہیں —— یہ مسئلہ کی دوسری صورت ہے جب امام مسجد سے باہر ہو اور اقامت کہی جائے۔ یہاں صورت حال یہ ہے کہ امام اور قوم دونوں مسجد میں ہیں اور امام محراب کے قریب میں ہے —— پھر بھی ہمیں مضر نہیں کہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ "حي على الصلاة، حي على الفلاح" پر کھڑے ہوں اور حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام پوری اقامت بیٹھ کر سنا کرتے تھے۔

ضد اور عناد کے جوش میں ان غریبوں کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ جو دلیل ذکر کر رہے ہیں اس سے ہمارا مدعا ثابت ہو رہا ہے یا رد ہو رہا ہے۔ اس مولوی کی ڈھیٹائی دیکھیے کہ حدیث میں تھا: "أقيمت الصلاة فقمنا" اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: "اقامت کہی گئی اس کے بعد ہم کھڑے ہوئے"۔ اور اس مولوی نے یہ ترجمہ کیا: "جب اقامت شروع ہوتی تھی تو لوگ کھڑے ہو جاتے تھے"۔ بے پڑھے لکھے عوام کو گمراہ کرنے کے فن میں دیوبندی جماعت پوری دنیا میں زیادہ ماہر ہے، اس نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا اور اس کے بڑوں نے تو حدیث بھی گڑھ لی۔ اس سے بڑی ڈھیٹائی یہ ہے کہ در مختار وغیرہ کی جو عبارت نقل کی یہ اس صورت کے ساتھ خاص تھی جب امام محراب کے قریب نہ ہو۔ وہیں ابتدا میں ہے:

والقيام حين قيل "حي على الفلاح" إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل

(۱)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۲۲۰، كتاب الصلاة، باب التي يقوم الناس للصلاة.
(۲)- صحيح البخاري، ج:۱، ص:۸۸، كتاب الصلاة، باب لا يسعى إلى الصلاة مستعجلا وليقم بالسكينة والوقار، رضا اكيڈمی.

صف ينتهي إلى الإمام. وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه[1]۔

شامی میں ہے:

أي وإن لم يكن الإمام بقرب المحراب بأن كان في موضع آخر من المسجدأو خارجه ودخل من خلف[2]۔

اور جب "حي على الفلاح" کہاجائے توکھڑے ہوں اگر امام محراب کے قریب ہو۔اور اگر امام محراب کے قریب نہیں مسجد ہی میں کہیں اور ہے یا مسجد کے باہر ہے اور صف کے پیچھے سے آئے توجس صف تک پہنچے وہ صف کھڑی ہوجائے اور اگر آگے سے آئے توامام کو دیکھتے ہی سب لوگ کھڑے ہوجائیں۔

کیابددیانتی وگمراہ گری کی اس سے بدتر مثال کوئی مل سکتی ہے کہ حکم کسی اور صورت کا تھااور اسے چسپاں کیاجائے کسی دوسری صورت پر، خصوصًاجب کہ متنازع صورت کاحکم وہیں مستقلاً مذکور ہو۔پھر دلیری یہ ہے کہ در مختار کی یہ عبارت جومتنازع صورت کا جزئیہ ہے اپنی تحریر کی ابتدامیں خود نقل کی ہے اور چند سطر کے بعد ہی بھول گیا۔سچ فرمایا حضور اقدس ﷺ نے:لوگ جاہلوں کو پیشوابنالیں گے جو بغیر علم فتوی دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے،دوسروں کوبھی گمراہ کریں گے[3]۔

اور اخیر میں تواس مولوی نے اپنی جہالت کے ساتھ ساتھ سفاہت پر رجسٹری کردی کہ ابتداے اقامت میں بیٹھنے کوصفیں سیدھی کرنے کے معارض جانا،اس عقلِ کل سے کوئی پوچھے کہ صف سیدھی کرنے میں کے گھنٹے وقت صرف ہوگا؟ جو مسلمان نماز کے عادی ہیں وہ چند سکینڈ میں صفیں درست کرلیں گے اور اگر بالفرض اقامت ختم ہوتے ہوتے صفیں سیدھی نہ ہوں تواقامت کے بعد صفیں سیدھی کرنے پر کیاقیامت ٹوٹ پڑے گی۔احادیث میں تصریح ہے کہ اگر اقامت کے بعد بھی صفیں سیدھی نہ ہوتیں تو حضور اقدس ﷺ صفوں کوسیدھی فرماتے پھر نماز شروع فرماتے۔

خلاصہ یہ ہواکہ جب امام محراب کے قریب ہوجیساکہ ہمارے دیار میں دستور ہے توامام ومقتدی دونوں بیٹھ کر

---

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲،ص:۱۷۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۱،ص:۱۷۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: سمعت رسول الله -ﷺ- يقول: إن الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد، ولكن يقبض العلم يقبض العلماء حتى إذا لم يبق علما. اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا. [الصحيح البخاری، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم. رقم الحديث: ۹۹. محمود علی المشاهدی]

اقامت سنیں۔ اس پر علماے احناف کا اتفاق ہے۔ اختلاف ہے تو اس میں کہ کس وقت کھڑا ہو "حي على الصلاة" کے وقت، یا "حي على الفلاح" یا "قد قامت الصلاة" کے وقت۔ صحیح یہ ہے کہ "حي على الصلاة" پر کھڑا ہونا شروع کرے اور "حي على الفلاح" پر سیدھا کھڑا ہو جائے، شروع اقامت سے ہرگز نہ کھڑا رہے۔ مضمرات، عالمگیری، شامی میں تصریح ہے کہ اگر اقامت کے وقت کوئی آئے اس پر لازم ہے کہ بیٹھ جائے اسے کھڑا رہنا مکروہ ہے، لکھتے ہیں:

يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله "حي على الفلاح" كذا في المضمرات(۱)۔

اسی سے مفتی دیوبند کی اس نکتہ آفرینی کا قلعہ قمع ہو گیا جو انھوں نے لکھا۔ اور فقہ کی کتابوں میں جو بات یہ آئی ہے کہ "حي على الفلاح" پر کھڑا ہونا مستحب ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک بیٹھے رہنا مکروہ ہے کیوں کہ مذکورہ بالا عبارت میں صاف تصریح ہے کہ "حي على الفلاح" سے پہلے کھڑا رہنا مکروہ ہے اور بیٹھنا ضروری۔ اسے تسویۂ صف کے منافی جاننا فقہاے احناف پر یہ طعن کرنا ہوا کہ انھوں نے ایک ایسے فعل کو مستحب کہا جو ایک سنت کے مزاحم ہے۔ یہ غیر مقلدانہ روش ہے، صف سیدھی کرنے میں کتنے سکنڈ لگتے ہیں۔ جو لوگ نماز اور صف سیدھی کرنے کے عادی ہیں وہ سکنڈ میں صف سیدھی کر لیں گے۔ اور اگر بالفرض اقامت ختم ہونے کے بعد بھی صف سیدھی نہ ہوئی تو اقامت ختم کرنے کے بعد صف سیدھی کرنے میں کیا حرج ہے۔ حدیث میں ہے:

أقيمت الصلاة، فأقبل علينا رسول الله -صلى الله عليه وسلم- بوجهه، فقال: أقيموا صفوفكم وتراصوا، فإني أراكم من وراء ظهري رواه البخاري. وفي المتفق عليه قال: أتموا الصفوف، فإني أراكم من وراء ظهري(۲).

اقامت کہی جا چکی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا چہرہ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا صفیں درست کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۶/ شوال ۱۴۰۹

---

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۲)- مشكاة المصابيح، ج:۱، ص:۹۸، باب تسوية الصفوف، مجلس البركات.

[۱۱۷] اقامت کے وقت بیٹھنے کے خلاف دیوبندی استدلال کا رد بلیغ

مسئلہ زید اس مسئلہ کو درست کہتا ہے لیکن بکر درست نہیں کہتا۔ براے کرم کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

عَن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُول اللّهِ -صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: إِنَّ بِلَالًا كَانَ يُرَاقِبُ خُرُوجَ النَّبِيِّ -صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَأَوَّلَ مَا يَرَاهُ يَشْرَعُ فِي الْإِقَامَةِ قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ غَالِبُ النَّاسِ، ثُمَّ إِذَا رَأَوْهُ قَامُوا فَلَا يَقُومُ فِي مَقَامِهِ حَتَّى تَعْتَدِلَ صُفُوفُهُمْ. قُلْتُ وَيَشْهَدُ لَهُ مَا رَوَاهُ عبد الرَّزَّاق عَن ابن جريج عَن ابن شِهَابٍ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا سَاعَةَ يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ اللّهُ أَكْبَرُ يَقُومُونَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَأْتِي النَّبِيُّ -صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- مَقَامَهُ حَتَّى تَعْتَدِلَ الصُّفُوفُ. (بذل المجهود شرح أبو داؤد، ج:۱ص:۳۰۷)

ترجمہ: بے شک بلال انتظار کرتے تھے نبی ﷺ کے نکلنے کا لہذا جیسے ہی حضور کو دیکھتے اقامت شروع کردیتے تھے اس سے پہلے کہ اکثر لوگ آپ کو دیکھتے پھر جب لوگ حضور کو دیکھ لیتے کھڑے ہوجاتے پس حضور اپنے مقام (مصلی) پر نہیں کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ان کی صفیں سیدھی کردی جاتیں اور اس کی شہادت اس سے بھی ہوتی ہے جسے عبد الرزاق نے ابن جریج سے انھوں نے ابن شہاب سے نقل کی ہے کہ لوگ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن الله اکبر کہتا تھا نماز کے لیے۔ پس نہیں آتے تھے نبی ﷺ اپنے مقام پر (مصلے) یہاں تک کہ صفیں سیدھی کردی جاتی تھیں۔

حضرت انس بن مالک نے روایت بیان کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے حکم اور فرمان سے انکار کیا وہ میرا نہیں (یعنی میرا امتی نہیں)۔ (بخاری شریف، ج۲، ص:۷۵۷)

ایک حدیث میں عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ دو آدمیوں میں پانی پر جھگڑا ہو رہا تھا وہ دونوں حضور کے پاس گئے۔ آپ نے فیصلہ یہودی کے حق میں کردیا تو مسلمان نے آپ کا فیصلہ نہیں مانا اور حضرت عمر کے پاس گئے تو یہودی نے کہا کہ حضور نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے تو حضرت عمر نے اس مسلمان کی گردن اڑادی تب یہ آیت نازل ہوئی: فلا وربك لا یومنون. (پارہ:۵، تفسیر روح البیان، ص:۶۵، رکوع،۹)

جس کا ترجمہ یہ ہے: تیرے رب کی قسم تیرے حکم کو نہیں ماننے والا یعنی تیری بات کو نہیں ماننے والا،

آپ کے فیصلے کو نہیں ماننے والا مومن مسلمان نہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے: أتركوا قولي بخبر رسول الله ﷺ. اگر آپ کی حدیث کے خلاف میرا قول ٹکراتا ہو تو میرا قول چھوڑ دینا۔

بھائیو! آپ نے حضور کے فرمان سے انکار کرنا پڑھ لیا اور اللہ اکبر کی حدیث پڑھ لی اور امام اعظم کا قول بھی پڑھ لیا اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنی ضد پر اڑا رہے وہ اپنی عاقبت خراب کر رہا ہے اور دوسروں کی بھی۔

جو اس حدیث کو، قرآن کو اور قول کو جھٹلائے وہ ہمارے پاس آکر دیکھ سکتا ہے اور جو غلط ثابت کر دے اس کو دس ہزار روپیہ کا انعام دیا جائے گا۔

پتہ: عبد الغنی ولد جعفر، کاغذی محلہ، چمن کالونی، سانگا نیر، جے پور، راجستھان

عبد الصمد مولانا سیف اللہ، شاشتری نگر، بس اسٹیشن، جے پور، راجستھان

الجواب

پہلی بات تو یہ کہ آپ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث نقل کرنے میں فحش غلطی کی ہے آپ نے لکھا ہے: عن جابر بن سمرة قال: قال رسول الله ﷺ: إن بلالا كان يرقب (الحديث) یہ حدیث مسلم شریف کی ہے اس میں قال: قال رسول الله ﷺ نہیں۔ اور بذل المجہود میں بھی نہیں۔

اس میں معنوی سقم یہ ہوا کہ "ان بلالا كان يرقب" پوری حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے، آپ نے قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم کہ کر حضور اقدس ﷺ کا قول بنا دیا جس سے حدیث کا پورا مضمون خبط ہو گیا اس سے ثابت ہوا کہ آپ میں بد دیانتی بھی ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے اسے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بنا دیا جس کی وجہ سے آپ نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لیا جیسا کہ حدیث متواتر میں ہے: من كذب عليّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار(۱).

یہ بد دیانتی اور جہالت اس کے باوجود مجتہد بن کر حدیث سے حکم شرعی نکالنے بیٹھ گئے، سچ فرمایا ہے حضور اقدس ﷺ نے: "فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا"(۲).

---

(۱)- الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۷، رقم الحديث: ۳، باب في التحذير من الكذب على رسول الله ﷺ. مجلس بركات

(۲)- الصحيح لمسلم، رقم الحديث: ۲۶۷۳، كتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه. مجلس بركات

مشكاة المصابيح، ص: ۳۳، كتاب العلم، الفصل الثانی.

اب آپ سے اس کی کیا شکایت کہ جو حدیث آپ پر رد تھی اس کو اپنی دلیل بنایا۔ آپ ہی کے نقل کردہ الفاظ یہ ہیں "ثم إذا رؤه قاموا" جب لوگ حضور کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے۔ اس سے ظاہر کہ اس سے پہلے بیٹھے رہتے۔ آپ نے خود ہی ترجمہ یہ کیا ہے: "بے شک بلال انتظار کرتے تھے نبی ﷺ کے نکلنے کا لہذا جیسے ہی حضور کو دیکھتے اقامت شروع کر دیتے تھے اس سے پہلے کہ اکثر لوگ آپ کو دیکھتے پھر جب لوگو حضور کو دیکھ لیتے کھڑے ہو جاتے۔" اس سے ثابت کہ اقامت ہوتی رہتی، صحابہ کرام بیٹھے رہتے جب تک حضور کو نہیں دیکھتے۔ ہاں! جب حضور کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے اور یہی احناف کا بھی مذہب ہے کہ اگر امام اقامت کے وقت مسجد سے باہر ہو اور لوگ امام کو نہ دیکھ رہے ہوں تو بیٹھے رہیں اور اگر امام کو دیکھ لیں تو کھڑے ہو جائیں۔

رہ گئی عبد الرزاق والی حدیث نیز حضرت ابو ہریرہ کی حدیث اس کا محمل یہ ہے کہ ابتداءً صحابۂ کرام شروع اقامت ہی سے کھڑے رہتے اس لیے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتی تروني"[1]. جب اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہو (بیٹھے رہو) یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو کہ حجرے سے نکلا۔

اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں، شیخین نے اپنی صحیحین میں، ترمذی، نسائی، دارمی نے سیدنا حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے۔ اس کاتب کے دل میں خدا کا خوف اور دین داری تو ہے نہیں اور عقل بھی نہیں، بے پڑھے لکھے عوام کو گمراہ کرنا اس کا کام ہے، عوام اس کی باتوں کو نہ سنیں جو بھی عقل والا حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ والی حدیث پر غور کرے گا اس کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ صحابۂ کرام اقامت کے وقت شروع میں کھڑے رہتے تھے اسی سے حضور نے منع فرمایا اگر لوگ کھڑے نہ رہتے تو منع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ممانعت کے بعد صحابہ کرام کے ان افعال کو جو ممانعت سے پہلے وہ کیا کرتے تھے دلیل بنانا گمراہی ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ یہ کاتب علانیہ شراب پیے گا اور اس کو جائز کہے گا اور دلیل میں شراب سے ممانعت سے پہلے کے وہ واقعات پیش کرے گا جس میں لوگوں کا شراب پینا مذکور ہے۔ یہ دین داری نہیں دین کو ڈھانا ہے۔

حضرات مجتہدین کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین تمام احادیث پر نظر رکھتے تھے، ناسخ،

(۱)- صحيح البخاري، ج:۱، ص:۸۸، کتاب الصلاة، باب لا يسعى إلى الصلاة مستعجلا، رضا اکیڈمی.
الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۲۲۰، باب متى يقوم الناس للصلاة.

منسوخ سے واقف تھے انھوں نے قرآن واحادیث سے استخراج کر کے جو منقح مسائل فقہ کی کتابوں میں تحریر کر دیے ہیں ہم کو انھیں پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور آج کل کے جاہل حدیث کی ایک آدھ کتاب پڑھ کر فقہ کے خلاف بولتے ہیں وہ بھی اس دیدہ دلیری کے ساتھ کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ جھوٹ باندھتے ہیں ان پر کان نہ دھریں۔ اقامت کے وقت عوام بیٹھے رہیں اگر امام مسجد سے باہر ہو تو اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں، احادیث میں یہی صورت مذکور ہے اور اگر امام مصلے پر ہو یا مصلے کے قریب مسجد میں ہو تو امام و مقتدی دونوں بیٹھے بیٹھے اقامت سنیں جب مؤذن ''حي علی الصلاۃ'' پر پہنچے تو کھڑے ہونا شروع کریں، ''حي علی الفلاح'' پر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ر صفر ۱۴۱۷ھ

[۱۱۸] شریعت کے مقابلے ضد پر قائم رہنے والا امامت کے لائق نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں: ایک مسجد اہل سنت کی خود مختار وقف شدہ وہاں جمعہ کے روز شروع تکبیر ہی سے امام صاحب کھڑے ہو جاتے ہیں تو مقتدی حضرات بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب حقیقت معلوم ہوئی کہ جمہور فقہاے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شروع اقامت سے کھڑا ہونا منع ہے۔ صدر الشریعہ نے بھی اپنی کتاب بہار شریعت حصہ سوئم، ص: ۳۴ میں فتویٰ دیا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے، شروع تکبیر سے اٹھنے کا رواج غلط ہے، تو امام صاحب سے کہا گیا جمہور فقہا ــــ جو ہمارے مقدس اسلاف کرام ہیں ــــ کی باتوں کو نظر انداز نہ کیا جائے اور اعلان کیجیے صحیح مسئلہ بیٹھنا ہے اور خود بھی بیٹھیے ہم سبھی آپ کے ساتھ ہیں۔ امام صاحب نے جواب کئی دیے عوام کے لیے نئی چیز ہے، تاویل کو کاٹا تو کہنے لگے آپس میں انتشار ہو جائے گا۔ اس کا بھی جواب دیا تو کہنے لگے اس کے نہ کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا یہ فرض وواجب تو ہے نہیں۔ یہاں تو ابھی فرض ہی پورا ادا نہیں ہوتا، غرض کہ مختلف تاویلات کیا۔ یہ مسئلہ کو ہلکا کرنا نہ ہوا عوام ناواقف کے سامنے، ازراہ کرم بتایا جائے کہ ''حي علی الفلاح'' کے وقت یا ''حي علی الصلاۃ'' کے وقت کھڑا ہونے کے متعلق جمہور فقہاے کرام کا فیصلہ ہے یا نہیں حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ نہیں اگر ہے یقیناً ہے تو دو چار مشہور حوالوں کو پیش کر دیں اور ساتھ ہی ساتھ کہ امام پر شریعت کیا فتویٰ دیتی ہے؟ کیا ایک نائب رسول کا یہی کردار ہونا چاہیے؟

سید جاوید اشرف، بھائی امام الدین، پیر محمد جان

الجواب

جب امام اور مصلی سب مسجد میں موجود ہوں تو اقامت کے وقت شروع ہی سے کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ مضمرات پھر عالمگیری پھر شامی میں ہے:

يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله: "حي على الفلاح"(1).

اقامت کے وقت کھڑا رہنا مکروہ ہے بیٹھ جائے اور جب مؤذن "حي على الفلاح" پر پہنچے تو کھڑا ہو۔

امام انتہائی ضدی معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی کام حرام ہو اور کوئی نماز کے باہر اس کا ارتکاب کرے اور پھر نماز پڑھے تو بھی نماز میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوگی تو کیا امام کے نزدیک نماز کے باہر حرام کا ارتکاب گناہ نہیں؟ کیا ہر وہ کام جس سے نماز میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو امام کے نزدیک جائز ہے؟ بیٹھ کر اقامت سننے ہی کی بات کیوں کرتا ہے، اس ہٹ دھرم سے پوچھیے اگر اذان نہ کہی جائے اور اقامت بھی نہ کہی جائے تو بھی نماز میں کوئی خرابی نہ پیدا ہوگی تو اس ضدی کو چاہیے کہ اذان واقامت بھی بند کر دے۔ شریعت کے ہر حکم پر عمل کرنا لازم ہے خواہ اس سے نماز میں کوئی خرابی پیدا ہو یا نہ ہو۔ امام سمجھانے بجھانے سے مان جائے فبہا، ورنہ اسے معزول کر دیا جائے۔ جو شریعت کے مقابلے میں اپنی ضد اور ہٹ پر اڑا رہے وہ امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۱۹] یہ کہنا کیسا ہے کہ: "آسمان سے کتاب نازل ہونے والی ہے اس میں اقامت کے وقت کھڑے رہنے کا مسئلہ دکھادوں گا"

مسئلہ ایک مرتبہ زید اور بکر کے مابین مسئلہ "حي على الفلاح" پر گفتگو ہوئی زید کا کہنا ہے کہ تکبیر کے وقت "حي على الفلاح" و "حي على الصلاة" پر کھڑا ہونا چاہیے۔ اس سے قبل کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اس کے جواب میں بکر نے کہا یہ کوئی ضروری نہیں اس سے قبل بھی کھڑے ہو سکتے ہیں۔ زید نے "حي على الفلاح" پر کھڑے ہونے کے بارے میں کتب فقہ سے ثبوت پیش کر دیا اور کہا کہ اب آپ کو یہ ماننا ہو گا کہ "حي على الصلاة" پر کھڑا ہونا چاہیے۔ اس کے جواب میں بکر نے یہ کہا میں بھی اس کے عدم جواز کے بارے میں

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

ثبوت دے سکتا ہوں۔ چند دن اس بات کو گزر گئے تو زید نے عدم جواز کا ثبوت مانگا تو بکر طیش میں آکر یہ کہتا ہے دس بارہ آدمیوں کے سامنے کہ "ایک کتاب آسمان سے نازل ہونے والی ہے جب وہ نازل ہو جائے گی تو اس میں ثبوت دکھادوں گا"۔ از روے شرع بکر کا مندرجہ بالا کلمات کہنا کیسا ہے جب کہ بکر اپنے آپ کو دین کا ذمہ دار آدمی سمجھتا ہے نیز مسجد کی امامت اور اپنے آپ کو پیر کہتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

سگ بارگاہ رضویہ نواب علی خاں رضوی، ضلع چورو، راجستھان

الجواب

بکر کا یہ جملہ کہ "آسمان سے کتاب نازل ہونے والی ہے"- آخر تک - صریح کلمۂ کفر ہے اگرچہ بکر نے بطور ہزل کہا ہے مگر کلمۂ کفر بکنے میں جد و ہزل برابر ہے۔ بکر پر فرض ہے کہ اس کلمۂ ملعونہ سے توبہ کرے، تجدید ایمان کرے، بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے، اس کے سابقہ سارے اعمال اکارت گئے۔ اس کی اس کے پیر سے بیعت فسخ ہو گئی، اجازت ختم ہو گئی۔ اگر اس کو پیری مریدی کرنی ہے کسی پیر جامع شرائط سے مرید ہو اس سے اجازت حاصل کرے پھر پیری مریدی کر سکتا ہے۔ جس دن سے اس نے یہ کلمہ بکا اس دن اس وقت کے بعد سے اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی ہیں سب اکارت گئیں۔ جن لوگوں نے پڑھا ہے سب ان نمازوں کی قضا کریں۔ اب تک بکر کے جتنے مرید تھے سب کی بیعت ختم ہو گئی ان سب کو اگر بیعت ہونا ہے تو کسی پیر جامع شرائط سے بیعت ہوں ورنہ بغیر پیر کے رہیں گے۔

اگر بکر ہی توبہ، تجدید ایمان و نکاح کے بعد کسی پیر جامع شرائط سے مرید ہو کر اجازت حاصل کر لے تو اس سے بھی مرید ہو سکتے ہیں اور اگر یہ توبہ، تجدید ایمان اور بیوی والا ہو اور تجدید نکاح نہ کرے تو اسے امام بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی قضا کے حکم میں ہے۔ اس سے ہرگز ہرگز مرید نہ ہوں جو پہلے مرید ہیں وہ سب کسی اور پیر سے مرید ہو جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۲۰-۱۲۱] شروع اقامت سے کھڑے ہونے اور اذان خطبہ کے مسجد کے اندر ہونے کے جواز سے متعلق شاہ بھولے میاں کی اصلاح

مسئلہ ہم لوگ تکبیر کے وقت صف بستہ کھڑے رہتے تھے لیکن کچھ اہل علم کے بتانے کے مطابق اقامت کے وقت بیٹھنے لگے اور "حي علی الصلاۃ" و "حي علی الفلاح" کے وقت کھڑے ہونے

لگے اور انھیں لوگوں کے مطابق جمعہ کی اذان ثانی بھی مسجد سے باہر دینے لگے لیکن ایک خانقاہ کے سجادہ نشین ہمارے یہاں تشریف لائے اور اقامت کے وقت بیٹھنے اور خارج مسجد اذان سے اختلاف کیا کہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے مریدین نے تو اقامت کے وقت بیٹھنا چھوڑ دیا ہے لیکن عام مقتدی ابھی بیٹھنے کے پابند ہیں اور تمام لوگوں کا خیال ہے کہ پہلے ہم لوگ کھڑے ہوتے تھے اور کچھ اہل علم کے بتانے سے بیٹھتے ہیں پھر کچھ لوگوں کے کہنے سے کھڑے ہونے لگیں یہ درست نہیں ہے۔

لہذا ہم لوگوں کو فتوی ملنا چاہیے کہ درست کیا ہے؟ ہم لوگ اسی پر عمل کریں گے اس لیے براے کرم کتاب وسنت کی روشنی میں مفتی بہ قول سے ہم لوگوں کے اس عقدہ کو حل کیا جائے۔ بینوا و توجروا۔

منظور عالم خاں، موضع رتن پورہ، پوسٹ رتن پورہ، ضلع دربھنگہ

۱۰ر ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

مفتی عبد الواجد صاحب ادارہ شرعیہ کا جواب

الجواب

هو الهادي إلى الصواب تکبیر اقامت بیٹھ کر سننا اور "حي على الفلاح" کے وقت قیام ایسا متفق علیہ ہے کہ متون فقہ تک میں مذکور ہے۔ اس کا اختلاف وہی کرے گا جسے حنفیت سے عناد ہے۔ خود امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ، رئیس القضاۃ امام ابو یوسف اور امام المحققین سیدنا امام محمد رحمهم الله تعالى کے اقوال کریمہ اس کے متعلق موجود ہیں۔ ائمۂ احناف میں سے امام حسن اور امام زفر رحمهما الله تعالى نے اگرچہ ائمۂ ثلاثہ کا خلاف کیا مگر وہ بھی یہ نہیں فرماتے ہیں کہ "حي على الصلاة" کے قبل کھڑا ہونا چاہیے بلکہ ان کے نزدیک "قد قامت الصلاة" پر کھڑا ہونا چاہیے۔ رد المحتار میں ہے:

قَالَ فِي الذَّخِيرَةِ : يَقُومُ الْإِمَامُ وَالْقَوْمُ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ . وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ وَزُفَرُ : إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَامُوا إِلَى الصَّفِّ وَإِذَا قَالَ مَرَّةً ثَانِيَةً كَبَّرُوا وَالصَّحِيحُ قَوْلُ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ . اهـ.[1]

جو لوگ ابتداے تکبیر یا اس سے پہلے ہی کھڑے ہونے پر زور دیتے ہیں وہ سنت خور بدعت کو رواج دینے والے اور کراہت کے مرتکب ہیں۔ عالم گیری میں ہے:

---

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۱۷۷، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ عِنْدَ الْإِقَامَةِ يُكْرَهُ لَهُ الِانْتِظَارُ قَائِمًا وَلَكِنْ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُومُ إِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ قَوْلَهُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ.[1]

● ہر اذان کا خارج مسجد ہونا مسنون ہے کہ اہل محلہ اسے سن سکیں، فتاوی عالمگیری میں ہے:

وَالسُّنَّةُ أَنْ يُؤَذِّنَ فِي مَوْضِعٍ عَالٍ يَكُونُ أَسْمَعَ لِجِيرَانِهِ[2]

اور کوئی بھی اذان مسجد میں کہنا مکروہ ہے۔ فتاوی خانیہ، ص:۷۸، فتاوی خلاصہ، ص:۶۲ اور خزانۃ المفتین، ص:۵۵ وغیرہ میں ہے:

لا يؤذن في المسجد.[3]

اور طحطاوی وغیرہ میں ہے:

ويكره أن يؤذن في المسجد.[4]

پھر خاص جمعہ کے اذان خطبہ کے متعلق ابو داؤد شریف میں سیدنا سائب ابن یزید رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت صریحہ صحیحہ میں موجود ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جب خطبہ دینے کے لیے منبر شریف پر رونق افروز ہوتے تو آپ کے سامنے دروازہ مسجد پر اذان ہوتی تھی۔

إذا جلس النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- على المنبر يوم الجمعة كان يوذن بين يديه على باب المسجد إلخ.[5]

پس آپ حضرات کا دونوں عمل سنت کے مطابق اور شریعت مطہرہ کے موافق ہے مولائے کائنات استقامت عطا فرمائے۔ والله تعالى أعلم ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم

فقیر عبد الواجد قادری، خادم دار الافتا، ادارۂ شرعیہ

۱۲ر صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

---

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۲، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- المصدر السابق، ج:۱، ص:۶۲، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۴)- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص:۱۹۷، كتاب الصلاة، باب الأذان، مصطفى البابي مصر.

(۵)- سنن أبي داؤد، ج:۱، ص:۴۰۵، رقم الحديث:۱۰۸۸، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.

شاہ بھولے میاں سے سوال

بخدمت شیخ الاسلام مفتی اکبر علامہ شاہ بھولے میاں صاحب سجادہ نشیں گنجر آباد

سوال نمبر ①: نماز میں تکبیر کے وقت "حي على الفلاح" پر آں حضور ﷺ کا مصلی پر اول سے بیٹھنے پر کس حدیث میں ہے؟ اگر حدیث سے ثابت نہیں تو "حي على الفلاح" پر کھڑا ہونا سنت رسول کیسے ہے؟

② امام جمعہ کے روبرو اذان جمعہ دینا کس طرح صحیح ہے، آں جناب نے جو ہم لوگوں کو بتایا ہے کہ ابتدائے تکبیر سے کھڑا ہونا مسنون اور امام جمعہ کے روبرو اذان دینا متفقہ جائز ہے۔ عبدالواجد صاحب نے ایسے قائل کو بدعت پھیلانے والا، خبیث، باغی لکھا ہے۔ جواب مفصل تحریر فرمائیں۔

المستفتیان: محمد شفیع عالم رحمانی، محمد عقیل احمد رحمانی، احمد حسین خاں رحمانی، رتن پورہ، دربھنگہ

شاہ بھولے میاں کا جواب

الجواب

① سرکار ابد قرار ﷺ مصلے پر اول تشریف رکھ کر پھر "حي على الصلاة" پر کھڑے کسی وقت بھی نہ ہوئے۔ اس کو عمل رسول جو کہتا ہے بے دین ہے حقیقت یہ ہے کہ پہلے سے آں حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کی اقتدا میں لوگ صف میں کھڑے ہو جاتے تھے اس پر آں حضور نے فرمایا: لا تقوموا حتى تروني.

ترجمہ: پہلے سے اقتدا میں کھڑے نہ ہوا کرو بلکہ جب ہم کو آتا دیکھو اس وقت کھڑے ہو۔

یاد رہے کہ عمل رسول کیا ہدایت امت کو کر رہا ہے امام نووی استاد امام مسلم صاحب سے اس کی تشریح سنیے کہ "یہ ممانعت اس لیے فرمائی کہ انتظار تشریف آوری رسول میں پہلے سے کھڑا نہ ہو جاؤ تاکہ یہ نہ تو گراں گزرے نہ تو آں حضور کے سبب طول قیام کرنے کا سبب ہو کیوں کہ کبھی آپ کو بعد تکبیر تاخیر ہو جاتی تھی۔

النهي عن القيام قبل أن يروه لئلا يطول عليهم القيام ولأنه قد يعرض له عارض فيتأخر بسببه.

دوسری حدیث بھی ایسا فیصلہ کر رہی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ آں حضور کو تشریف لاتے دیکھ کر تکبیر شروع کی جاتی اور تکبیر شروع ہونے ہی پر ہم لوگ کھڑے ہو کر صف درست کر لیا کرتے قبل اس کے کہ آں حضور مصلے پر تشریف لا سکیں۔

عن أبي هريرة أن الصلاة كانت تقام لرسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- فيأخذ الناس مصافهم قبل أن يقوم النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- مقامه. (مسلم شریف، جلد اول، ص:۳۲۰)

خود سمجھ لیجیے کہ اس فقیر نے آپ لوگوں سے ایک صحابی جلیل کی شہادت سے جماعت صحابہ کا عمل بتایا ہے۔ اس کا منکر کیا ہے؟ ایسے عمل صحابہ پر عمل کرنے والے کو بدعتی اور حقیقت سے باغی کہنے والا خود کیا ہے؟

تیسرے امام نووی علیہ الرحمہ راقم کہ امام قاضی عیاض نے عامہ علما اور امام مالک علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ جب مؤذن تکبیر شروع کرے تو شروع تکبیر کرتے ہی مقتدی لوگوں کا کھڑا ہو جانا مستحب ہے۔

ونقل قاضی عیاض عن مالك رحمة الله عليه وعامة العلماء أنه يستحب أن يقوموا إذا أخذ المؤذن في الصلاة. (مسلم شریف، کتاب الصلاۃ، جلد اول، ص:۳۲۰)

یہ عامہ علما، یہ امام مالک علیہم الرحمہ کا فتویٰ اجماع ہے کہ تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا ہی مستحب ہے۔ فرمائیے فقیر نے جو کہا اور عامہ علما اور امام مالک کا اجماع بتایا۔

چوتھے۔ فتاویٰ عالمگیری، جلد اول، کتاب الصلاۃ، ص:۳۶ شمس الائمہ امام حلوانی علیہ الرحمہ نے افضلیت کہا ہے اس میں یہ اخبار نقل کیا ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہو جانا افضل ہے اگر کوئی بیٹھ رہا تو یہ جائز ہے کہ "حي على الفلاح" پر اٹھے۔

وذكر الإمام الحلواني الخلاف في الأفضلية حتى أن عند أبي حنيفة رحمه الله إن جلس جاز والأفضل أن لا يجلس.

خود سمجھ لیجیے کہ واجد صاحب کا یہ جملہ کیسے صحابہ، اماموں اور علما پر ہے اور فقیر نے وہی کہا تھا جو میرے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا حکم تھا۔ اس کے منکر پہلے ان اماموں کے فتویٰ غلط کر سکتے تو ہم سے بات کریں۔

الجواب

❷ فتح القدیر میں ہے امام ابن الہمام نے خطیب کے روبرو اذان دوم ہونا جائز لکھا ہے پھر صفحہ ستر فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصلاۃ میں ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھے تو اس کے روبرو اذان دی جائے اور خطبہ ختم کرنے پر تکبیر کہی جائے۔ یہ مذکورہ صورت میراث کے بطور ہم اہل سنت میں معمول چل رہی ہے۔

وإذا جلس على المنبر أذن بين يديه وأقيم بعد تمام الخطبة وبذلك جرى

التوارث كذا في البحر الرائق.

بحرالرائق وعالمگیری کا یہ فتویٰ کہ امام کے روبرو جمعہ کی اذان دوم اہل سنت میں میراث کی طرح موروثی ہے۔ اجماع مومنین کا آئینہ اور اجماع کا منکر کافر متفقہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس جمعہ کی خصوصیت کے علاوہ ہر اذان فنائے مسجد یا اذان دینے کی جگہ دی جائے۔ سوچ لیجیے کہ فقیر نے اہل سنت کی وہ موروثی حقیقت جس کو مفتیان متقدمین فقہا نے میراث بنایا ہے آپ لوگوں کو بتایا کیا غلط بتایا؟ پھر اس کے منکرین فقہا پر حملہ کر کے کب بے دین نہ ہوا۔

③ آخری چیز یہ ہے کہ امام دوراں مولانا شاہ فضل رحمٰن محمدی قادری کے دور میں آپ سے بڑا غوث محقق کوئی نہیں نہ قیوم دوراں مولینا شاہ احمد میاں صاحب سے تھا۔ اسی طرح سیدنا حاجی وارث علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ بھی ہیں۔ کیا یہ رائٹر بتا سکے گا کہ یہ حضرات ایسی شریعت سے معاذ اللہ واقف نہ تھے۔ اسی طرح بابا نظام الدین اولیا، بابا علاء الدین صابر کلیری. حضرت چراغ دہلوی، حضرت خواجہ غریب نواز اور سیدنا خواجہ عبد الباقی اور حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد فاروقی اور فیصل دوم حضرت خواجہ محمد معصوم ایشاں، حضرت خواجہ محمد آفاق شاہ صاحب، محدث دہلوی، حضرت نیاز احمد صاحب، نیاز بے نیازی بریلی سے اس دور میں کوئی بزرگ امام چھٹ کر روبرو اذان دوم جاری رکھی۔ پھر یہ سب نہ جانیں۔

دستخط شاہ بھولے میاں فضلی، مسند نشیں دربار فضل رحمانی

حضرت شارح بخاری قدس سرہ کا جواب

الجواب

① جناب مولانا شاہ بھولے میاں صاحب سے اس فتوی میں کئی لغزشیں ہوئی ہیں:

(ا) ہمارے دیار میں دستور ہے کہ امام جب تک مصلے پر آنہیں جاتا اقامت نہیں کہی جاتی، اس صورت خاص میں احناف کا متفق علیہ یہ حکم ہے کہ بیٹھ کر اقامت سنیں، "حي على الصلاة، حي على الفلاح" پر کھڑے ہوں، مضمرات، عالمگیری، ردالمحتار میں ہے:

و يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن "حي على الفلاح"[1].

ماضی قریب کے مشہور زمانہ عالم مولانا عبدالحی "عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ" میں لکھتے ہیں:

---

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:١، ص:٦٣، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثانى فى كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

قوله: "ويقوم الإمام" الخ أي من مواضعهم إلى الصف، وفيه إشارة إلى أنه إذا دخل المسجد يكره له انتظار الصلاة قائما بل يجلس في موضع ثم يقوم عند "حي على الفلاح".(۱)

ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ اگر امام مسجد میں ہو تو کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے، بیٹھ کر اقامت سنے اور "حي على الفلاح" پر کھڑا ہو۔ کراہت اسی وقت ہوگی جب کہ سنت یا واجب کا ترک ہو تو اس سے ثابت کہ بیٹھ کر اقامت سننا سنت اور کھڑے ہو کر سننا خلاف سنت اور بدعت۔

(۲) شاہ صاحب نے اپنے مدعا کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث پیش کی ہے،

اولاً: اس میں یہ نہیں کہ صحابۂ کرام کھڑے رہتے تھے۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے: "رسول اللہ ﷺ کے لیے یعنی حضور کی امامت کے لیے نماز قائم کی جاتی تو لوگ اپنی صف کی جگہ لے لیتے قبل اس کے کہ نبی ﷺ اپنی جگہ کھڑے ہوں"۔ صف کی جگہ لینے کا ایک مطلب یہ بھی ہے۔ صحابۂ کرام اپنی اپنی جگہ صف میں بیٹھ جاتے۔ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو یہ بتاتا ہو کہ صحابۂ کرام اس وقت کھڑے رہتے تھے۔ اس کے برخلاف حدیث کا اخیر حصہ "قبل اس کے کہ حضور اپنی جگہ پر کھڑے ہوں" یہ بتاتا ہے کہ حضور کھڑے نہیں رہتے تھے، بیٹھے رہتے تھے۔ اب ہر شخص سوچ سکتا ہے کہ کیا صحابۂ کرام اتنی بڑی گستاخی کریں گے کہ حضور بیٹھے ہوں اور صحابۂ کرام کھڑے ہوں۔ جب حضور بیٹھے رہتے تھے تو ثابت یہی کہ اقامت کے وقت بیٹھے رہیں۔

ثانیاً: یہ شاہ صاحب کی فہم کے مطابق کلام تھا۔ ورنہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ ابھی حجرۂ مبارکہ ہی میں رہتے مصلی پر تشریف نہیں لاتے کہ اقامت کہہ دی جاتی اور صحابۂ کرام صف میں اپنی اپنی جگہ لے لیتے تو اب صورت یہ ہوئی کہ امام مسجد میں نہیں اور اقامت کہی جا رہی ہے، اس کا ہمارے دیار کے عمل سے کوئی تعلق ہی نہیں، ہمارے دیار میں کہیں ایسا نہیں ہوتا کہ امام مسجد میں نہ ہو اور اقامت کہی جائے پھر بھی اس حدیث کی دلالت اس پر نہیں کہ صحابۂ کرام کھڑے رہتے۔ حدیث کے لفظ سے جو سمجھ میں آتا ہے کہ صحابۂ کرام صف میں اپنی جگہ لے لیتے یہ بیٹھ کر بھی ہو سکتا ہے۔

ثالثاً: اگر یہ مان بھی لیں کہ اس حدیث کی مراد یہی ہے کہ صحابۂ کرام کھڑے رہتے تو یہ ابتدا کی بات

(۱)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:۱، ص:۱۵۷، كتاب الصلاة، باب الأذان، مجلس البركات، مبارك پور.

ہے۔ امام نووی شرح مسلم میں وہیں جہاں سے شاہ صاحب نے اپنے فتوی میں عبارت نقل کی ہے فرمایا ہے:

لعل قوله -صلى الله تعالى عليه وسلم- فلا تقوموا حتى تروني كان بعد ذلك.[1]

ہو سکتا ہے کہ حضور کا یہ ارشاد کہ جب تک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہو اس کے بعد کا ہے۔

رابعًا: شاہ صاحب بحمدہ تبارک وتعالی حنفی ہیں اور حنفی پر اپنے ائمہ کے ارشادات پر عمل واجب ہے۔ اپنے ائمہ کے ارشادات کے خلاف احادیث سے استدلال کرنا اور اس پر عمل کرنا حنفی کا کام نہیں غیر مقلد کا ہے۔ شاہ صاحب پر حنفی ہونے کی وجہ سے لازم تھا کہ وہ اپنی تائید میں کسی حنفی فقیہ کا کوئی قول پیش کرتے۔ مگر پیش کہاں سے کرتے احناف میں سے کسی کا بھی یہ قول نہیں کہ صورت مذکورہ میں اقامت بیٹھ کر سنی جائے۔

(۳) شاہ صاحب نے عالمگیری کے حوالے سے جو یہ نقل فرمایا ہے کہ امام شمس الدین حلوانی نے فرمایا ہے کہ اختلاف افضلیت میں ہے۔ امام صاحب کے نزدیک شروع تکبیر میں کھڑے ہو جانا افضل ہے، یہ مجھے عالمگیری کے ص:۲۶ میں نہیں ملا۔ یہ قول تمام متون وشروح کے معارض ہے۔ کنز، نور الایضاح، اصلاح، ظہیریہ، بدائع، درر، غرر، عیون المذاہب، فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی، مختار، ملتقی، ذخیرہ، تنویر الابصار، در مختار، عالمگیری، شامی وغیرہ تمام متون وشروح وحواشی میں اس کی تصریح ہے کہ ہمارے علمائے احناف کا اس پر اتفاق ہے کہ اقامت کھڑے ہو کر نہ سنے بیٹھ کر سنے۔ "حي على الصلاة" یا "حي على الفلاح" پر کھڑا ہو۔ امام زفر اور امام حسن بن زیاد نے فرمایا کہ "قد قامت الصلاة" پر کھڑا ہو، پھر یہ امام صاحب کا قول کیسے ہو سکتا ہے کہ شروع اقامت میں کھڑا ہونا افضل ہے۔ اب یا تو عالمگیری میں یہ عبارت سرے سے ہے ہی نہیں یا ہے تو کسی اور مسئلہ سے متعلق ہے یا ہے تو قول شاذ وضعیف ہے۔ قول شاذ وضعیف پر فتوی دینے کو علما نے جہالت وخرق اجماع سے تعبیر فرمایا ہے۔ در مختار میں ہے:

الفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للإجماع.[2]

الفتوى بما هو مرجوح خلاف الإجماع.[3]

(۴) ہمیں افسوس ہے کہ شاہ صاحب موصوف نے حضرت ابو ہریرہ رضي الله تعالى عنه کی

---

(۱)- شرح صحيح مسلم للنووي، ج:۱، ص:۲۲۱، باب متى يقوم الناس للصلاة.

(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۱، ص:۷۳، المقدمة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۵، ص:۴۰۹، مطلب في قضاء القاضي بغير مذهبه.

حدیث کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ حدیث میں ہے: ”فیاخذ الناس مصافهم“[1] اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ”لوگ صفوں میں اپنی جگہ لے لیتے“۔ اور شاہ صاحب نے ترجمہ کیا ہے ”ہم لوگ کھڑے ہو کر صف درست کر لیتے تھے۔“ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا معنی ”کھڑے ہو کر“ ہو۔ یا ”صف درست کر لیا کرتے تھے“ ہو۔ اب یہ شاہ صاحب ہی کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ اپنی اس عنایت کا جو چاہیں نام رکھیں۔

(۵) شاہ صاحب نے امام نووی کو امام مسلم کا استاذ بتایا ہے۔ تعجب ہے امام مسلم کا وصال ۲۶۱ھ میں ہوا ہے اور امام نووی کی ولادت ۶۳۱ھ میں۔ ۶۳۱ھ میں پیدا ہونے والا ۲۶۱ھ میں وفات پانے والے کا استاذ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کرامت میری سمجھ سے بالا تر ہے۔

(۶) سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ حنفی ہوتے ہوئے احناف کے متفقہ مسلک کے خلاف امام مالک کے مذہب پر امام مالک کے قول کو پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی شاہ صاحب ہی سے پوچھتا کہ احناف کے متفقہ مذہب کے خلاف بلا ضرورت شرعیہ کسی حنفی کو امام مالک کے مذہب پر عمل کرنا یا امام مالک کے مذہب پر فتوی دینا جائز ہے یا ناجائز؟ تو مجھے یقین ہے کہ یہ مسئلہ لکھنے سے پہلے وہ بھی یہی فرماتے کہ ناجائز ہے۔ عالمگیری، ص:۲۶ کی طرف منسوب جو عبارت شاہ صاحب نے پیش کی ہے اس میں خود تصریح ہے کہ اقامت کے وقت بیٹھنا بھی جائز ہے۔ اب شاہ صاحب سے ایک سوال یہ ہے کہ جب اقامت بیٹھ کر سننی بھی جائز تو جہاں مسلمانوں میں یہ معمول ہے کہ شروع اقامت میں بیٹھے رہتے ہیں ”حي على الصلاة، حي على الفلاح“ پر کھڑے ہوتے ہیں وہاں یہ فتوی دینا کہ کھڑے ہو کر اقامت سنو یہ مسلمانوں میں انتشار پھیلانا نہیں تو اور کیا ہے وہ بھی جب کہ ہمارے علمائے احناف اس پر متفق ہیں کہ شروع اقامت کے وقت کھڑا رہنا مکروہ ہے۔

(۷) آپ نے امام قاضی عیاض کی پہلی جو عبارت نقل کی ہے وہ اس صورت سے متعلق ہے کہ امام مسجد میں نہ ہو اور اقامت کہی جائے۔ جس حدیث پر امام قاضی عیاض نے وہ عبارت لکھی ہے وہ حدیث یہ ہے:

إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى تروني قد خرجت.[2]

جب اقامت کہی جائے تو تم کھڑے نہ ہو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو کہ میں حجرے سے باہر آگیا۔

---

(۱)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ۲۲۰، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلاة، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ۲۲۰، باب متى يقوم الناس للصلاة.

اس صورت میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر امام آگے سے آرہا ہو تو اسے دیکھتے ہی مقتدی کھڑے ہو جائیں۔ حضور اقدس ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ حجرۂ مبارکہ میں تشریف رکھتے جب اقامت کہی جاتی تو حجرے سے باہر تشریف لاتے، صحابۂ کرام حضور کے تشریف لانے کے پہلے ہی سے کھڑے ہو جاتے اس پر حضور اقدس ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہو بیٹھے رہو جب مجھے دیکھو تو کھڑے ہو۔ اس مسئلے کی صورتیں چار ہیں:

اول: اقامت کہنے والا امام کا غیر ہو، امام اور مقتدی سب مسجد میں حاضر ہوں۔ جیسا کہ ہمارے دیار کا عام دستور ہے۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ امام و مقتدی سب بیٹھ کر اقامت سنیں "حي على الصلاة، حي على الفلاح" پر کھڑے ہوں۔

دوم: امام مسجد کے باہر ہو اور اقامت کہی جائے اور امام نمازیوں کے آگے سے آئے۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ جب مقتدی کی نظر امام پر پڑے تو سب کھڑے ہو جائیں حتی کہ اگر اقامت ختم ہو جائے اور امام نہ آئے تو مقتدی بیٹھے رہیں۔

سوم: جب اقامت کہی جائے اور امام مسجد کے باہر ہو اور صف کے پیچھے سے آئے اس صورت میں حکم یہ ہے کہ امام جس صف تک پہنچے اس صف والے کھڑے ہو جائیں۔

چہارم: امام ہی تکبیر کہہ رہا ہو تو حکم یہ ہے کہ جب تک امام پوری تکبیر نہ کہہ لے مقتدی کھڑے نہ ہوں۔ واللہ تعالی اعلم

❷ خطبے کی اذان حضور اقدس ﷺ اور حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی الله عنه کے دور خلافت میں مسجد کے باہر منبر کے سامنے مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔ ابو داؤد شریف میں ہے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

"كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ الله -صلى الله عليه وسلم- إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ."[1] (وفى رواية فلما كان عثمان وكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء).[2]

---

(۱)-سنن أبي داود، ج:۱، ص:۴۰۵، رقم الحديث:۱۰۸۸، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.
(۲)-المصدر السابق، ج:۱، ص:۴۰۴-۴۰۵، رقم الحديث:۱۰۸۷، كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، دار الفكر، بيروت.

حضور اقدس ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانے میں بھی ہوتا تھا۔ (جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا زمانہ آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو پہلی اذان زوراء پر دلانے لگے۔) رہ گئی اذان خطبہ وہ حسب سابق مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خطبہ کی اذان بھی مسجد کے باہر ہونا چاہیے البتہ اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ خطیب کے سامنے ہو مگر ہو مسجد کے باہر۔ اس لیے حدیث کی نص صریح کے مطابق مسلمانوں پر لازم ہے کہ سنت کے مطابق یہ اذان خطیب کے سامنے مسجد کے باہر دلوائیں۔ منبر کے متّصل خطیب کے سر پر مسجد کے اندر ہرگز ہرگز اذان نہ دیں۔ فقہاے احناف نے مطلقاً مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ فرمایا اور اس سے منع کیا، خانیہ، خلاصہ، خزانہ، ہندیہ، شرح نقایہ، علامہ برجندی، فتح القدیر میں ہے:

لا يؤذن في المسجد. (۱)

فتح القدیر خاص باب جمعہ میں ہے:

لكراهة الأذان في داخله. (۲)

طحطاوی علی المراقی میں قہستانی اور اس میں نظم امام زندویستی سے ہے:

يكره أن يؤذن في المسجد. (۳) مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

اس میں نہ کسی اذان کی تخصیص ہے نہ اذان خطبہ کا استثنا۔ اس لیے اس کے اطلاق میں اذان خطبہ بھی داخل، اس لیے دیگر اذانوں کی طرح اذان خطبہ بھی مسجد میں دینا مکروہ ہے۔ رہ گیا شاہ صاحب کا فقہاے کرام کے اس ارشاد سے کہ انھوں نے فرمایا "خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے دی جائے" یہ استدلال کہ یہ اذان مسجد کے اندر منبر کے متّصل خطیب کے سر پر دی جائے درست نہیں اس لیے کہ سامنے کا معنی کسی لغت میں متّصل نہیں ہیں۔ آپ ابوداؤد شریف کی حدیث ہی دیکھ لیجیے اس میں "بين يديه" (سامنے) بھی ہے اور "علی

---

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:٦٢، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني فی كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- فتح القدير، ج:۲، ص:٥٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، بركات رضا، پور بندر.

(۳)- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص:۱۹۷، كتاب الصلاة، باب الأذان، مصطفى البابي مصر.

باب المسجد" بھی ہے۔ جب کہ اس عہد میں یہ فاصلہ تقریبا چھیانوے ہاتھ ضرور تھا۔ اس لیے مسجد اقدس عہد رسالت میں سو ہاتھ لمبی، ساٹھ ہاتھ چوڑی تھی۔ تو جب حدیث کی نص صریح کے مطابق چھیانوے ہاتھ کے فاصلے پر یہ صادق ہے کہ یہ اذان منبر کے سامنے ہوتی تھی تو اس سے یہ استدلال کہ یہ اذان متصل ہو ساقط۔

مولانا عبدالحی لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں: قوله بين يديه أي مستقبل الإمام داخل المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثاني.[1]

یعنی "بين يديه" کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے سامنے ہو، یہ مسجد کے اندر پر بھی صادق اور باہر پر بھی۔ مسنون یہی ہے کہ یہ اذان مسجد کے باہر دی جائے۔

"بذلك جرى التوارث" سے مراد یہ کسی طرح نہیں کہ "مسجد کے اندر اذان دینے میں توارث ہے" اس لیے کہ اوپر یہ کہیں مذکور ہی نہیں کہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر دی جائے۔ مذکور صرف یہ ہے کہ یہ اذان خطیب کے سامنے دی جائے۔ یعنی خطبے کے علاوہ بقیہ اذانوں کے لیے شریعت کی طرف سے کوئی جگہ مقرر نہیں، مسجد کے باہر جہاں مناسب ہو دیں لیکن اذان خطبہ کے بارے میں یہ توارث ہے کہ خطیب کے سامنے مسجد کے باہر ہونی چاہیے۔ حیرت ہے کہ اقامت کے وقت بیٹھنے والے مسئلے میں شاہ صاحب قبلہ فقہا کے ارشادات کے خلاف حدیث سے اپنی فہم کے مطابق استدلال کر رہے ہیں، وہ بھی توڑ مروڑ کر۔ اور اذان ثانی کے مسئلے میں حدیث کے صحیح ارشاد کو چھوڑ کر فقہا کے ارشادات کے غلط معنی پہنا کر استدلال کر رہے ہیں۔ زیادہ حد ادب۔

رہ گیا اخیر میں شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ تاج العارفین حضرت فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمة الله عليه کو یہ مسئلہ نظر نہ آیا۔ انھوں نے مسجد کے اندر ہی اذان دلوائی باہر نہیں دلوائی۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے وہابی کہتے ہیں کہ میلاد شریف، قیام، عرس، فاتحہ جس ہیئت کے ساتھ آج رائج ہے اگر کوئی اچھا کام ہوتا تو حضور نے بھی کیا ہوتا۔ اور صحابہ نے بھی کیا ہوتا اور تابعین نے بھی کیا ہوتا۔ جو جواب شاہ صاحب اس کا دیں گے وہی جواب ہم شاہ صاحب کے معارضہ کا دیں گے ورنہ بالکل بات واضح ہے جب حدیث اور فقہائے کرام کے ارشادات سے یہ ثابت ہے کہ خطبہ کی اذان مسجد کے باہر ہونی چاہیے تو اس کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی کہ فلاں فلاں بزرگوں نے ایسا نہیں کیا۔ ہمارے لیے سب سے بڑی دلیل قرآن و حدیث و ارشادات فقہا ہیں، بلکہ غور کیجیے کہ اس موقعے پر

(۱)- عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، ج:۱، ص:۲۴۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مجلس البركات، مبارك پور.

ان بزرگوں کو پیش کرنا حقیقت میں ان کی عظمت کو داغ دار کرنا ہے۔ کوئی بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بزرگ اس حدیث اور فقہا کے ارشادات سے واقف نہیں تھے، یا واقف تھے تو انھوں نے جان بوجھ کر حدیث کے خلاف اور فقہا کے ارشادات کے خلاف عمل کیا تو شاہ صاحب کو جواب مشکل ہو جائے گا۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ حدیث اور فقہاے کرام کے ارشادات سے جو حکم ثابت ہے اس پر عمل کریں۔ اسی میں نجات ہے اسی میں فلاح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۲۲] اقامت کے وقت کھڑے ہونے پر دیوبندیوں کے استدلالات کا رد

مسئلہ: ایک جماعت اپنے امام سے یہ کہتی ہے کہ امام صاحب آپ حجرہ شریف سے مکبر کے اللہ اکبر کہنے سے پہلے مصلے پر چلے آئیں۔ اس کی دلیل میں صحیح مسلم شریف مترجم جلد اول، ص: ۵۲۰، کتاب المساجد کی یہ دو عبارتیں پیش کرتے ہیں:

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ الصَّلاَةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَصَافَّهُمْ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- مَقَامَهُ.

(۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ بِلاَلٌ يُؤَذِّنُ إِذَا دَحَضَتْ فَلاَ يُقِيمُ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- فَإِذَا خَرَجَ أَقَامَ الصَّلاَةَ حِينَ يَرَاهُ.

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ امام صاحب آپ حجرے سے مکبر کے "حي على الفلاح" کہنے پر ہی مصلے پر آئیں اس کی دلیل میں بخاری و مسلم و مشکاۃ، ص: ۶۷، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: « إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فَلاَ تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي قَد خَرَجْتُ».

مؤطا شریف، ص: ۸۶، ۸۷ کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں: ینبغي للقوم إذا قال المؤذن "حي على الفلاح" أن يقوموا إلى الصلاة فيصفوا و يسووا الصفوف.

شرح وقایہ اول، ص: ۱۵۵ کی یہ عبارت: يقوم الإمام والقوم عند "حي على الصلاة".

کتاب محیط کی یہ عبارت: يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن "حي على الفلاح" عند

علمائنا الثلاثة هو الصحيح.

کتاب مضمرات کی یہ عبارت بھی پیش کرتے ہیں کہ إذا دخل الرجل عند الإقامة يكره له الانتظار قائما لكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله "حي على الفلاح".

کتاب وسنت کے اعتبار سے امام صاحب کے لیے کیا حکم ہے اور امام کس وقت باہر نکلے؟

نواب علی بن عبد الوحید، قاضیان، سانگانیر، جے پور، راجستھان

الجواب

غیر مقلدین اور دیوبندی اپنی گمراہ گردی کی وجہ سے بے پڑھے لکھے عوام کو خلفشار میں مبتلا کرتے ہیں، ہم احناف پر واجب ہے کہ ہمارے ائمہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر عمل کریں۔ ائمہ کرام نے قرآن مجید اور احادیث کریمہ سے جو مسائل استخراج فرمائے ہیں ہم کو ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ ہر جاہل غبی کو یہ حق حاصل نہیں کہ احادیث کے تراجم دیکھ کر مجتہدوں کی طرح اجتہاد کرنے لگے۔ اجتہاد کے لیے جو شرائط ہیں وہ اردو داں غیر مقلدین میں تو کیا ہوں گے ان کے بڑے بڑے محدث اور مجتہد بننے والوں میں نہیں پائے جاتے۔ غیر مقلدین کے سب سے بڑے مجتہد شیخ الکل فی الکل جناب نذیر حسین دہلوی پر صرف ایک مسئلہ میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے گرفت فرمائی ہے سو (۱۰۰) سال سے زائد ہوئے کوئی غیر مقلد اس کا جواب نہیں دے سکا اور نہ قیامت تک دے سکے گا۔ پہلے حکم شرعی سنیے:

- اگر امام اور مصلی سب مسجد میں ہوں تو سب اقامت بیٹھ کر سنیں۔ "حي على الصلاة، حي على الفلاح" پر کھڑے ہوں، شروع اقامت ہی سے کھڑے ہو جانا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات اور عالمگیری اور شامی میں ہے۔
- اور اگر نمازی مسجد میں ہوں اور امام مسجد کے باہر مثلا حجرے میں اور اقامت کہی جائے تو سب لوگ بیٹھے رہیں۔ امام اگر آگے کی طرف سے آئے تو جس کی نظر امام پر پڑجائے وہ کھڑا ہو جائے خواہ مکبر "حي على الصلاة، حي على الفلاح" تک نہ پہنچا ہو بلکہ اگر اقامت ختم ہو جائے اور امام مسجد میں نہ آئے تو سب بیٹھے رہیں۔
- اور اگر امام مسجد کے باہر ہے اور صف کے پیچھے سے مسجد میں آئے تو جس صف کے پاس پہنچے کھڑی ہو جائے۔

فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں یہ مسئلہ شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہوا ہے، یہ ضروری نہیں کہ اقامت کے

وقت امام مسجد میں ہو یا مصلے پر بیٹھا ہو، امام کو اس کا پابند کرنا کہ اقامت شروع ہوتے ہی مصلے پر آکر بیٹھ جائے شریعت پر زیادتی ہے۔ امام کو اختیار ہے کہ اقامت کے وقت مصلے پر رہے یا اپنے حجرے میں رہے۔

اب رہ گیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہما اور بخاری وغیرہ کی حدیث "لا تقوموا حتی تروني"[1] میں کوئی تعارض نہیں، ان دونوں میں منافات سمجھنا اعلی درجے کی کند ذہنی ہے، ابتدا میں اس بارے میں کوئی حکم نہیں تھا کہ لوگ اقامت کے وقت کھڑے رہیں یا بیٹھے رہیں۔ صحابہ اپنی صواب دید کے مطابق کھڑے رہتے تھے پھر بعد میں ان کو منع کر دیا گیا کہ اقامت کے وقت کھڑے نہ رہو بیٹھے رہو جب مجھے دیکھو تو کھڑے ہو۔ آپ خود غور کریں ممانعت اسی چیز سے ہوتی ہے جو رائج ہو اور شریعت کو ناپسند ہو تو "لا تقوموا" ہی سے سمجھ میں آیا کہ اس ارشاد سے پہلے صحابۂ کرام شروع اقامت ہی سے کھڑے رہتے تھے مگر یہ چیز ناپسند تھی اس لیے منع فرما دیا گیا۔ جس چیز سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا اس پر عمل کرنے کی کوشش ایمان کی بات نہیں۔ وہ دن دور نہیں جب دیوبندی اور غیر مقلدین شراب پینے لگیں اور ثبوت میں شراب کی ممانعت سے پہلے والے واقعات پیش کریں۔ ایمان کے ساتھ اگر عقل ہوتی تو ممانعت کے بعد کبھی اُس فعل کو پسند نہیں کرتے جو صحابۂ کرام کا ممانعت سے پہلے کا تھا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں جو مذکور ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس ارشاد "لا تقوموا حتی تروني" سے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

۲ر صفر ۱۴۱۷ھ

[۱۲۳] نابینا کی اقامت کا حکم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ: ایک لڑکا انیس (۱۹) سال کا ہے، دونوں آنکھ سے معذور ہے، پانچوں وقت اذان دیتا ہے، مگر اقامت نہیں کہتا، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نابینا کی اقامت صحیح نہیں، اس بارے میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ اور مؤذن کی اجازت کے بغیر دوسرے کو اقامت کہنا کیسا ہے؟

محمد اسحاق قادری، نواپورہ، وارانسی، یوپی

---

(۱)- صحیح البخاري، ج:۱، ص:۸۸، کتاب الصلاة، باب لا یسعی إلی الصلاة مستعجلا، رضا اکیڈمی.
الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۲۹۶، باب متی یقوم الناس للصلاة.

الجواب

نابینا کی اقامت میں ادنی سی کراہت نہیں۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ اذان دیتے تھے اور جب یہ اذان دیتے تھے تو یہی اقامت بھی کہتے ہوں گے؛ اس لیے کہ جو اذان کہے وہی اقامت بھی کہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت زیاد بن حارث صدائی نے اذان کہی دوسرے صاحب نے جب اقامت کہنا چاہی تو حضور نے منع فرمادیا۔ مشکاۃ شریف میں ہے:

عن زياد بن الحارث الصُدائي قال: أمرني رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- أن أؤذن في صلاة الفجر فأذنت فأراد بلال أن يقيم فقال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: إن أخا صُداءٍ قد أذن ومن أذن فهو يقيم (۱).

تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

أقام غير من أذّن بغيبته أي المؤذن لا يكره مطلقا وإن بحضوره كره إن لحقه وحشة (۲). مؤذن کی عدم موجودگی میں کوئی دوسرا اقامت کہے تو مکروہ نہیں اور اگر مؤذن کی موجودگی میں دوسرا اقامت کہے اور مؤذن کو اس سے تکدر ہو تو مکروہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ نابینا تھے۔ قرآن کریم میں سورہ "عبس" انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا گیا: عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ (۳) اس لیے نابینا کی اذان میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ اس کے اقامت کہنے میں۔ اور جب نابینا نے اذان کہی ہے بلکہ وہی مستقل مؤذن بھی ہے تو بغیر اس کی اجازت کے دوسرے کو اقامت کہنا ممنوع ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۲۴] شروع اقامت سے کھڑے ہونے پر دار العلوم دیوبند کے فتوے کا رد

مسئلہ ① امام اپنے مقتدیوں کے ساتھ مسجد کے اندر تکبیر کے وقت موجود ہے تو امام اعظم، امام ابویوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک شروع سے کھڑا ہونا مستحب ہے یا "حي على

---

(۱)- مشكاة المصابيح، ص: ٦٤، مجلس البركات، مبارك پور.
(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ٦٤، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۳)- القرآن المجيد، الجزء: ۳۰، سورة عبس، الآية: ۱، ۲.

الصلاۃ،حي علی الفلاح" کے وقت؟

❷ اقامت کے وقت "حي علی الصلاۃ" "حي علی الفلاح" تک بیٹھا رہنا مذہب احناف میں اگر مکروہ ہے توبرائے کرم اس کو اصل عبارت مع ترجمہ و حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

سید اشرف حسین، ۲۲ر نیانگر، پکی گلی، دہرہ دون، یوپی

دار العلوم دیوبند کا جواب

الجواب

❶ سب سے پہلے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس معاملہ میں حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنھم کا معمول کیا تھا؟ چناں چہ مسلم شریف اور دیگر کتب حدیث میں صاف صاف یہ موجود ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ انتظار فرماتے رہتے تھے اور جیسے ہی حضرت نبی اکرم ﷺ حجرہ شریف سے قدم مبارک باہر نکالتے اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ تکبیر شروع فرمادیتے، اور حضرات صحابۂ کرام اسی وقت کھڑے ہوجاتے تھے حتی کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے مصلے شریف تک پہنچنے پر صفیں بالکل درست ہوجاتی تھیں۔ اور جو طریقہ آج کل ہندوستان وغیرہ میں رائج ہوا ہے کہ امام مصلی پر آکر بیٹھتا ہے اور مقتدی سب بیٹھے رہتے ہیں پھر ایک شخص کھڑا ہو کر اقامت کہتا ہے اور "حي علی الصلاۃ" پر سب کھڑے ہوتے ہیں اور جو اس سے پہلے کھڑا ہو جائے اس پر طعن کرتے ہیں یعنی اس کو وجوب کا درجہ دے رکھا ہے۔ یہ شکل تو کہیں بھی ثابت نہیں بالکل خلاف سنت اور سنت قبیح ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنھم کا معمول اور حضرات فقہاے کرام رحمھم اللہ تعالی کے اقوال و مذاہب پر بحث شرح حدیث اعلاء السنن میں چار صفحوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ نقل عبارت کی گنجائش نہیں۔ "جواہر الفقہ" (اردو) میں اس پر عمدہ کلام ہے۔

❷ نمبر ا کے تحت جواب آگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم۔

محمود بلند شہری دار العلوم دیوبند

حضرت شارح بخاری کا جواب

الجواب

❶ دیوبندی مفتی نے اپنے غیر مقلد بھائیوں کی طرح حوالہ دے کر سخت فریب دیا ہے۔ اقامت کے وقت بیٹھے یا کھڑے رہنے کی پانچ صورتیں ہیں:

اول: امام اور مقتدی سب مسجد میں محراب کے قریب موجود ہوں اور تکبیر امام نہ کہتا ہو۔
دوم: مذکورہ بالا صورت میں تکبیر خود امام کہہ رہا ہو۔
سوم: امام مسجد کے باہر ہو اور مقتدی مسجد میں اور امام صفوں کے آگے سے آئے۔
چہارم: اسی صورت میں امام صفوں کے پیچھے سے آئے۔
پنجم: امام مسجد کے باہر ہے اور اثنائے اقامت میں مسجد میں نہ آئے، اقامت ختم ہونے کے بعد مسجد میں آئے۔

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ امام و مقتدی دونوں بیٹھ کر تکبیر سنیں اور جب اقامت کہنے والا "حي على الصلاة" کہنا شروع کرے تو کھڑے ہونا شروع کردیں اور "حي على الفلاح" پر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ ہمارے دیار میں عام طور پر یہی صورت ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ احناف کی بیس، تیس کتابوں میں تصریح کے ساتھ مذکور ہے۔ کسی کتاب میں اس کے خلاف مذکور نہیں۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(والقيام) لإمام ومؤتم (حين قيل حي على الفلاح إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر وإن) دخل من قدام حين يقع بصرهم عليه إلا إذا أقام الإمام بنفسه في مسجد فلا يقفوا حتى يتم إقامته، وإن خارجه قام كل صف ينتهي إليه.(1)

امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب "حي على الفلاح" کہا جائے اور امام محراب کے قریب ہو ورنہ جہاں تک امام پہنچے وہ صف کھڑی ہو جائے اور اگر آگے سے امام آئے تو جس کی نظر امام پر پڑے کھڑا ہو جائے مگر جب کہ امام خود اقامت کہے مسجد میں رہتے ہوئے تو جب تک اقامت پوری نہ ہو جائے لوگ کھڑے نہ ہوں اور اگر امام مسجد سے باہر ہو تو جس صف کے قریب پہنچے وہ کھڑی ہو جائے۔

اس کے تحت علامہ شامی نے انیس کتابوں کے حوالے نقل فرمائے ہیں۔ اور یہ تفصیل تحریر فرمائی کہ کنز، نور الایضاح، اصلاح، ظہیریہ، بدائع وغیرہ میں ہے کہ "حي على الفلاح" کے وقت کھڑا ہو۔ لیکن درر، غرر، شیخ اسماعیل، عیون المذاہب، فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی، مختار، ملتقی وغیرہ نے فرمایا کہ "حي على الصلاة" کے وقت کھڑا ہو۔ پھر فرمایا کہ امام ابن کمال نے پہلے قول کو صحیح کہا۔ ذخیرہ سے اس کی تائید نقل کی۔ مجدد اعظم اعلی

(1)- تنوير الأبصار والدر المختار، ج:۲، ص:۱۷۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

حضرت قدس سرہ نے ان سب اقوال میں تطبیق یہ دی کہ "حي علی الصلاة" پر کھڑا ہونا شروع کرے اور "حي علی الفلاح" پر سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اسی پر بس نہیں مضمرات، ہندیہ میں ہے:

یکره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح[1].

اگر اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر اقامت سننی مکروہ ہے وہ بیٹھ جائے اور جب "حي علی الفلاح" پر مؤذن پہنچے تو کھڑا ہو۔

طحطاوی علی المراقی میں ہے:

و يفهم منه كراهية القيام ابتداء الإقامة والناس عنه غافلون.[2]

مسئلہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ شروع اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

اب آپ ٹھنڈے دل سے سب پڑھ لیں اور فیصلہ کریں کہ دیوبندی مفتی خود گمراہ ہیں اور گمراہ گر ہیں۔ اس دیوبندی مفتی نے جو حدیث سے حوالہ دیا ہے وہ تیسری صورت کا حکم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مسجد کے باہر حجرۂ مبارک میں تشریف رکھتے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ اقامت کہنے لگتے تو سب صحابۂ کرام کھڑے ہو جاتے اس پر فرمایا: لا تقوموا حتى تروني[3]. جب تک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہو۔

اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہے کہ اقامت کے وقت شروع ہی سے کھڑے ہونے کو حضور نے منع فرمایا۔ اور فرمایا بیٹھے رہو اگرچہ اقامت ہو رہی ہو اگرچہ ختم ہو چکی ہو، جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ میں حجرۂ مقدسہ سے باہر آگیا ہوں کھڑے نہ ہو۔

حضرت شیخ محدث عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "اشعۃ اللمعات" میں فرماتے ہیں:

وبرنہ خیزید برائے نماز بمجرد تکبیر تا آں کہ بینید مرا، یعنی بیروں آمد ندا ز درون خانہ۔[4]

محض تکبیر پر نماز کے لیے کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو کہ میں گھر کے اندر سے باہر آگیا۔

یہ حدیث بخاری میں یوں ہے، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

(۱)- الفتاوی الهندية، ج:۱، ص:۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص:۲۷۸، كتاب الصلاة، فصل في آدابها، مصطفى البابي مصر.

(۳)- صحيح البخاري، ج:۱، ص:۸۸، كتاب الصلاة، باب لا يسعى إلى الصلاة مستعجلا، مجلس البركات، مبارك پور.

(۴)- اشعة اللمعات شرح مشكاة.

قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى تروني[1]. رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہو یہاں تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔

"إذا أقيمت الصلاة" سے مراد اقامت ہی ہے۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں: أي إذا ذكرت ألفاظ الإقامة.[2] یعنی جب اقامت کے الفاظ کہے جائیں۔

اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ ضروری نہیں تھا کہ حضور اقدس ﷺ جب حجرۂ مبارکہ سے مسجد میں آجائیں اس وقت اقامت شروع کی جاتی۔ یہ حدیث اس میں صریح ہے کہ حضور اقدس ﷺ حجرۂ مبارکہ میں ہوتے اور اذن لے کر حضرت بلال اقامت شروع فرما دیتے۔ اس لیے علامہ ابن حجر نے اس حدیث کے تحت لکھا: فيه جواز الإقامة والإمام في منزله إذا كان يسمعها وتقدم إذنه في ذلك.[3]

اس سے ثابت ہوا کہ جب امام اپنے گھر میں ہو تو اقامت کہنا جائز ہے جب کہ امام اسے سن رہا ہو اور پہلے اس سے اجازت لے لی گئی ہو۔

خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ امام اگر مسجد کے باہر ہو اور اقامت کہی جائے تو سب لوگ اقامت بیٹھ کر سنیں۔ جب امام اگلی صف سے مسجد میں آئے اور اس پر نظر پڑے تو کھڑے ہوں اس کی تین صورتیں ہیں۔ "حي على الصلاة" کہنے سے پہلے آگیا تو بھی کھڑے ہو جائیں۔ "حي على الصلاة" کہنے کے بعد آیا تو بھی بیٹھے رہیں۔ جب دیکھیں کہ امام مسجد میں آرہا ہے تو کھڑے ہو جائیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اقامت ختم ہو گئی امام نہیں آیا تو بھی بیٹھے رہیں یہاں تک کہ امام کو دیکھ لیں۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ امام مسجد کے باہر ہو، اور اقامت کہی جائے۔ ہمارے دیار میں اس پر عمل نہیں۔

ہمارے دیار میں صرف پہلی صورت پائی جاتی ہے کہ امام مصلے پر بیٹھا رہتا ہے یا مصلے کے قریب رہتا ہے تو اقامت کہی جاتی ہے اس صورت میں احناف کا اس پر اتفاق ہے کہ امام اور مقتدی دونوں بیٹھے رہیں جب "حي على الصلاة، حي على الفلاح" کہا جائے تب کھڑے ہوں۔ اس صورت حدیث میں مذکور صورت سے کوئی تعلق نہیں وہ الگ صورت ہے۔ دونوں صورتوں کو ایک ساتھ ملانا دیانت نہیں خباثت ہے۔

---

(۱)- صحيح البخاري، ج:۱، ص:۸۸، كتاب الصلاة، باب لا يسعى إلى الصلاة مستعجلا، مجلس البركات، مبارك پور.
(۲)- فتح الباري، ج:۲، ص:۱۱۹، كتاب الصلاة، باب متى يقوم الناس الخ.
(۳)- فتح الباري، ج:۲، ص:۱۲۰، باب لا يسعى إلى الصلاة مستعجلا الخ.

رہ گیا یہ الزام کہ اگر لوگ اقامت کے وقت بیٹھتے نہیں توان پر طعن کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے اقامت کے وقت بیٹھنے کو وجوب کا درجہ دے دیا ہے۔ لوگوں کا طعن نہ بیٹھنے اور کھڑے ہونے پر نہیں بلکہ ایک ایسی چیز کو ناجائز کہنے کی بنا پر ہے جو کم از کم مستحب ہے اور کسی مستحب کو، نہیں بلکہ جائز کو حرام کہنا یقیناً موجب طعن ہے اور ایسے وقت اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ اسلام لانے کے بعد بھی اونٹ کا گوشت ناپسند فرماتے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۝ (۱)۔

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نشان قدم کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

اونٹ کا گوشت کھانا مستحب نہیں صرف جائز ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ اس کو جائز جانتے تھے صرف اس کو ناپسند فرمایا تو جو شخص ایک مستحب کو حرام جانے اس کی گوشمالی کتنی ضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

۳۰ر محرم ۱۴۱۹ھ

[۱۲۵] شروع اقامت سے کھڑے ہونے کے متعلق بدر احمد پھلواری کے جواب کا رد

مسئلہ — کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(الف) حضور ﷺ اقامت شروع ہونے کے بعد تشریف لاتے تھے یا پہلے اگر اقامت شروع ہونے کے بعد تشریف لاتے تھے تو تشریف لا کر صفوں کی اصلاح اور اس کی درستگی میں مشغول ہو جاتے تھے یا (ب) تشریف لا کر مصلی پر بیٹھ جاتے تھے اور ”حي علی الصلاۃ“ پر قیام فرماتے تھے۔ (ج) اور اقامت سے پہلے تشریف لاتے تھے تو (د) اقامت کے وقت کھڑے رہتے تھے یا (ہ) مصلے پر بیٹھ جاتے تھے اور ”حي علی الصلاۃ“ کے وقت کھڑے ہوتے تھے۔ (و) لا تقوموا حتی تروني. حضور نے کب اور کیوں ارشاد فرمایا تھا؟ اس کا مطلب کیا ہے؟ (ز) سووا صفوفکم فإن تسویۃ الصفوف من إقامۃ

(۱)- القرآن الکریم، الجزء: ۲، سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۲۰۸.

الصلاۃ. کیا "حي علی الصلاۃ" پر قیام کرنے سے اس حدیث کو معطل کرنا لازم نہیں آتا؟
(ح) "حي علی الصلاۃ" کے وقت یا اس سے پہلے کھڑا ہونا استحبابی مسئلہ ہے یا فرض اور واجب؟
"حي علی الصلاۃ" سے پہلے کھڑا ہونے والا فرض کا تارک ہے یا مستحب کا؟
جناب محمد عبد الرحمن صاحب مدرسہ فدائے خانقاہ رحمانیہ، دربھنگہ، بہار
۵/ جمادی الاولی ۱۴۰۸ھ

بدر احمد مجیبی پھلواری کا جواب

الجواب

رسول اللہ ﷺ عموماً اقامت سے قبل مسجد میں تشریف لے آتے تھے حضرت بلال منتظر رہتے۔ جب آپ حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لاتے تو حضرت بلال آپ کو دیکھ کر اقامت شروع کر دیتے۔ حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے:

قال: كان بلال يوذن ثم يمهل فإذا رأى النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- قد خرج أقام الصلاة. (أبو داؤد، جلد اول، باب في الأذان ينتظر الإمام)
(الف، ب) کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اقامت شروع ہونے کے بعد تشریف آوری ہوتی۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ تشریف لانے سے قبل اقامت شروع ہو چکی تھی اور صفیں درست ہو رہی تھیں اس وقت حضور ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لائے مگر اس حدیث سے بیٹھنے کا ثبوت نہیں ہے بلکہ تعدیل صف کا ذکر ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی الله تعالى عنه سے مروی ہے: أقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- . (مسلم، ص:۲۲۰)
(ج، د، ہ) قبل اقامت یا اقامت کے درمیان آپ کا حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لا کر مصلی پر بیٹھ جانا کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ اقامت شروع کرتے ہی صفیں درست کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ امام ابن شہاب زہری سے مروی ہے: إن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله أكبر الله أكبر يقيم الصلاة يقومون الناس إلى الصلاة فلا ياتي النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- مقامه حتى يعدل الصفوف. (مصنف عبد الرزاق، ص:۵۰۷)
یہ حدیث مرسل ہے یعنی اس میں تابعی براہ راست نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور مرسل

احادیث احناف، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک مطلقاً قابل قبول اور قابل احتجاج ہے۔ ملاعلی قاری فرماتے ہیں: قال مالك في المشهور عنه وأبو حنيفة وأصحابه وغيرهم من أئمة العلماء كأحمد في المشهور عنه: إنه صحيح مجتهد به، بل حكم ابن جرير إجماع التابعين بأثرهم على قبوله.

(و) بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ اقامت شروع ہو گئی اور حجرۂ مبارکہ سے تشریف آوری سے قبل ہی صحابہ کھڑے ہو گئے ایسے ہی کسی موقع پر باہر تشریف آوری سے قبل کھڑے ہو جانے سے منع فرمادیا گیا کہ جب مجھے حجرہ سے نکلتا ہوا دیکھو اس وقت کھڑے ہونا۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی مشہور حدیث ہے: اذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى تروني. (ترمذی شریف، ص:۷۶)

یہ حدیث اس مسئلہ سے متعلق ہے کہ امام مسجد میں موجود نہیں ہے مؤذن نے اقامت شروع کر دی ہے تو اب مقتدی حضرات کب کھڑے ہوں اس حدیث سے وضاحت ہوئی کہ جب تک امام کو آتا ہوا دیکھ نہ لیں کھڑے نہ ہوں اور جب امام کو دیکھ لیں تو پھر بیٹھے نہ رہیں۔ کھڑے ہو جائیں اقامت شروع ہونے کے بعد امام آیا ہے اور اس کو دیکھنے کے باوجود "حي على الصلاة" کے انتظار میں بیٹھے رہنا اس حدیث کے خلاف ہے۔ علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: لابد فيه من التقويم بتقديره لا تقوموا حتى تروني خرجت فإذا رأيتموني خرجت فقوموا. (عمدۃ القاری شرح بخاری، ص:۶۷۶)

تمام شراح حدیث اور فقہاے کرام بھی حدیث ابی قتادہ کو مسجد میں امام کی عدم موجودگی کے مسئلہ ہی سے متعلق مانتے ہیں اور وہیں اس کو ذکر کرتے ہیں اس کو امام کی موجودگی والے مسئلہ سے جوڑنا سراسر ناواقفیت پر مبنی ہے۔

سووا صفوفكم فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلاة. سے صفوں کی درستگی کی سنیت معلوم ہوتی ہے جب "حي على الصلاة" و "حي على الفلاح" پر کھڑے ہو کر لا إله إلا الله کے فوراً بعد نماز شروع کر دی جائے گی تو صراحۃً اس حدیث کی تعطیل لازم آئے گی۔ تسویۂ صفوف کا یہ مطلب کسی فقیہ نے نہیں بیان کیا ہے کہ لوگ آکر صف بستہ بیٹھ جائیں اور "حي على الصلاة" پر کھڑے ہوں بلکہ حدیث میں بھی "فقمنا فعدلنا الصفوف" جیسے الفاظ ملتے ہیں جن سے وضاحت ہوتی ہے کہ صفوں کی درستگی کھڑے ہی ہو کر ہوتی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں: "فقمنا فعدلنا الصفوف" إشارة إلى أن هذه سنة معهودة. (نووی شرح مسلم، ج:۱، ص:۲۲۰)

(ح) ابتداے اقامت ہی میں کھڑے ہو جانا مستحب و مسنون اور ثابت بالسنۃ ہے اور "حي على الصلاة" و"حي على الفلاح" سے قبل تک بیٹھیں اور اس وقت کھڑے ہو جائیں، یہ صرف جواز کی صورت ہے "حي على الصلاة" سے قبل ابتداے اقامت ہی میں کھڑا ہو جانے والا شخص نہ فرض کا تارک ہے اور نہ سنت و مستحب کا بلکہ وہ عامل بالسنۃ ہے چوں کہ جوابات صرف حدیث شریف کے حوالے سے طلب کیے گئے ہیں اس لیے حوالے میں صرف احادیث پیش کی گئی ہیں اور شراح کی عبارتیں ورنہ فقہا سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

المجیب بدر احمد مجیبی، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

۲۷ر ربیع الثانی ۱۴۰۸ء

شارح بخاری قدس سرہ کا جواب

الجواب

ان مجیبی صاحب پر حیرت ہے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور غیر مقلدوں کی طرح احادیث کو توڑ مروڑ کر فقہاے احناف کی تصریحات کے خلاف ڈھالتے ہیں۔ اس مسئلے کی تین صورتوں میں **اول** امام مسجد میں نہ ہو اور اقامت کہی جائے تو سب مقتدی بیٹھے رہیں جب امام کو دیکھ لیں کہ وہ مسجد میں داخل ہو گیا تو کھڑے ہو جائیں اگر چہ ابھی اقامت شروع ہی ہوئی ہو یا فرض کیجیے ختم ہو گئی ہو، اسی پر وہ ساری حدیثیں دلالت کر رہی ہیں جو مجیبی صاحب نے نقل کی ہیں۔ ان سب کا محمل یہی ہے اور یہی ہمارے فقہاے احناف نے فرمایا جیسا کہ ابھی عبارتیں آ رہی ہیں۔

ثانی امام اور قوم سب مسجد میں ہوں تو امام اور قوم کو ابتداے اقامت میں بیٹھے رہنا چاہیے جب مؤذن "حي على الصلاة" کہنا شروع کرے تو لوگ کھڑے ہونا شروع کریں اور "حي على الفلاح" پر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ فقہ حنفی کی تمام کتب میں اس کی تصریح ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ امام مسجد کے باہر ہو اور مصلیوں کے پیچھے سے آئے تو جس صف تک امام پہنچے اس صف والے کھڑے ہو جائیں۔ تنویر الابصار در مختار میں ہے:

والقيام لإمام ومؤتم حين قيل حي على الفلاح إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صف ينتهى إليه الإمام على الأظهر وإن دخل من قدام حين يقع

بصرهم عليه إلا إذا أقام الإمام بنفسه في مسجد فلا يقفوا حتى يتم إقامته، ظهيرية.(۱)

اس کے تحت شامی میں ہے:

قوله حين قيل حي على الفلاح، كذا في الكنز ونور الإيضاح والإصلاح والظهيرية، والبدائع وغيرها والذي في الدرر متنا وشرحا عند الحيعلة الأولى يعنى حين يقال "حي على الصلاة" اه. وعزاه الشيخ إسماعيل في شرحه إلى عيون المذاهب والفيض والوقاية والنهاية والحاوي والمختار اه . قلت واعتمده في متن الملتقى وحكى الأول بـ قيل لكن نقل ابن الكمال تصحيح الأول ونص عبارته: قال في الذخيرة يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلثة(۲).

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اگر امام مسجد کے اندر محراب کے قریب ہو تو امام اور مقتدی دونوں "حي على الفلاح" پر کھڑے ہوں یہی کنز، نور الایضاح، اصلاح، ظہیریہ، بدائع، ذخیرہ وغیرہ میں ہے۔ درر، غرر، میں ہے کہ "حي على الفلاح" پر کھڑا ہو۔ مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس میں یہ تطبیق دی کہ "حي على الصلاة" پر کھڑا ہونا شروع کرے اور "حي على الفلاح" پر سیدھا کھڑا ہو جائے یہ کل چار صورتیں ہوئیں۔

- اقامت کہنے والا امام کے علاوہ کوئی اور ہو اور امام مسجد کے باہر ہو، امام مسجد میں اگلی صف سے آئے اس صورت کا حکم یہ ہے کہ مقتدیوں کی نظر جب امام پر پڑے سب کے سب کھڑے ہو جائیں خواہ تکبیر کے ابتدائی کلمات کہے جارہے ہوں یا اخیر کے حتی کہ اگر تکبیر ختم ہو جائے اور امام مسجد میں نہ آئے تو بھی مقتدی بیٹھے رہیں۔ یہی حکم احادیث میں تصریح کے ساتھ موجود ہے۔ مجیبی صاحب نے جتنی احادیث نقل کی ہیں وہ سب اسی صورت کے ساتھ خاص ہیں۔ ہمارے دیار میں اس پر عمل نہیں بلکہ عمل یہ ہے کہ جب تک امام مصلے پر پہنچ نہیں جاتا اقامت شروع نہیں کی جاتی۔ مذکورہ بالا احادیث کا اس صورت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔
- صورت مذکورہ میں امام مصلیوں کے پیچھے سے آئے اس صورت کا حکم یہ ہے کہ امام جس صف تک پہنچے وہ صف کھڑی ہو جائے ورنہ لوگ بیٹھے رہیں اگرچہ اقامت ختم ہو جائے۔
- امام اور مقتدی سب مسجد میں ہوں اور امام محراب کے قریب ہو جیسا کہ ہمارے دیار میں عام دستور

---

(۱)- تنویر الأبصار والدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۲، ص: ۱۷۷، دار الکتب العلمیة، بیروت.
(۲)- رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۲، ص: ۱۷۷، دار الکتب العلمیة، بیروت.

ہے اس صورت میں حکم یہ ہے کہ امام اور مقتدی تکبیر بیٹھ کر سنیں اور "حي على الصلاة" یا "حي على الفلاح" پر کھڑے ہوں۔ مجیبی صاحب نے جو حدیثیں نقل کی ہیں ان کا تعلق اس صورت سے نہیں، کوئی صاحب کوئی ایسی حدیث نہیں دکھا سکتے اور نہ کسی فقیہ کا قول دکھا سکتے ہیں کہ اس صورت میں امام اور مقتدی شروع تکبیر سے کھڑے رہیں۔ فقہانے تو یہ فرمایا:

يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح(1).

کھڑے ہو کر اقامت کے ختم ہونے کا انتظار کرنا مکروہ ہے بیٹھ جائے اور جب مؤذن "حي على الفلاح" پر پہنچے کھڑا ہو جائے۔

- امام خود تکبیر کہے تو سب مقتدی بیٹھے رہیں تکبیر ختم ہو جائے تو سب مقتدی کھڑے ہو جائیں۔

رہ گیا یہ کہنا کہ صف درست نہ ہو پائے گی انتہائی لچربات ہے صف درست کرنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟ علاوہ ازیں اس میں بھی کوئی حرج نہیں اگر صفیں ٹیڑھی ہوں تو اقامت کے بعد صفیں درست کی جائیں۔ حضرت امام اعظم کے تلمیذ جلیل امام محمد رحمة الله عليه اپنی کتاب مؤطا میں فرماتے ہیں:

ينبغي للقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح أن يقوموا إلى الصلاة فيصفوا و يسووا الصفوف ويحاذوا بين المناكب(2).

قوم کو چاہیے کہ جب مؤذن "حي على الفلاح" کہے تو نماز کے لیے کھڑے ہوں، صف باندھیں، صفوں کو سیدھی کریں۔ مونڈھوں کو برابر کریں۔

حدیث میں ہے:

أقيمت الصلاة فأقبل علينا رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- بوجهه فقال أقيموا صفوفكم وتراصوا(3). اقامت کہی گئی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنا رخ انور ہماری طرف کیا اور ارشاد فرمایا: صفوں کو سیدھی کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ اقامت کے بعد بھی صفیں درست کی جاسکتی ہیں اگر پہلے سے درست نہیں۔

---

(1)- الفتاوى الهندية، ج:١، ص:٦٣، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني فى كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(2)- مؤطا الإمام محمد، باب تسوية الصفوف، ص:٨٩، مجلس البركات، مبارك پور.

(3)- صحيح البخاري، ج:١، ص:١٤٥، رقم الحديث: ٧١٩، كتاب الصلاة، باب إقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف.

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب امام اور مقتدی دونوں مسجد میں ہوں اور امام محراب کے قریب ہو اور تکبیر کہنے والا امام کے علاوہ کوئی اور ہو تو امام اور مقتدی دونوں کو بیٹھے رہنا چاہیے جب مؤذن "حي على الصلاة، حي على الفلاح" کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ یہی تمام فقہ حنفی میں تصریح کے ساتھ مذکور ہے۔ ابتدائے اقامت سے کھڑے رہنا مکروہ ہے اس کے خلاف نہ کوئی حدیث ہے نہ فقہ کا کوئی جزیہ۔ اور مجیبی صاحب نے جو حدیثیں نقل کی ہیں وہ اس صورت کے لیے نہیں بلکہ پہلی صورت کے لیے ہیں جب کہ امام مسجد کے باہر ہو اور اقامت کہی جائے۔ خلط مبحث کر کے عوام کو خلجان میں ڈالنا مفتی کی شان کے لائق نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اقامت کے وقت اس صورت میں بیٹھے رہنا فرض یا واجب نہیں، نہ کسی نے اس کا دعوی کیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ مستحبات پر عمل کرنا اور مکروہ سے بچنا کیا کوئی جرم ہے، کیا اس پر ثواب کا وعدہ نہیں کہ اس مسئلہ کی تعلیم کرنے والوں پر لعن طعن و تشنیع کی جائے اور ایک مکروہ کے ارتکاب پر ضد کی جائے۔ کیا یہ دیانت ہے؟ واللہ تعالی اعلم

[۱۲۶] شروع اقامت کے وقت کھڑے ہونے پر بذل المجہود سے معارضے کا جواب

مسئلہ إن بلالا كان يرقب خروج النبي ﷺ فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالب الناس ثم إذا رأوه قاموا فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم قلت و يشهد له ما رواه عبد الرزاق عن ابن جريح عن ابن شهاب أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله أكبر يقومون إلى الصلاة فلا ياتى النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- مقامه حتى تعتدل الصفوف إه . (بذل المجہود شرح ابوداؤد، ج۱، ص:۳۰۷)

ترجمہ: بے شک بلال انتظار کرتے تھے نبی ﷺ کے نکلنے کا لہذا جیسے ہی حضور کو دیکھتے اقامت شروع کر دیتے تھے اس سے پہلے کہ اکثر لوگ حضور کو دیکھتے۔ پھر جب لوگ حضور کو دیکھ لیتے کھڑے ہو جاتے پس حضور اپنے مقام (مصلی) پر نہیں کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ان کی صفیں سیدھی کر دے جاتی۔ اور اس کی شہادت اس سے بھی ہوتی ہے جسے عبد الرزاق نے ابن جریح سے انھوں نے ابن شہاب سے روایت نقل کی ہے کہ لوگ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن اللہ اکبر کہتا تھا نماز کے لیے، پس نہیں آتے تھے نبی

ﷺ اپنے مقام پر (مصلے) یہاں تک کہ صفیں سیدھی کردی جاتی تھیں۔ (بذل المجہود، ج:۱، ص:۳۰۷)

نوٹ: جو حضرات بھی اس حدیث کو متروک العمل (پورے عرب وعجم میں) باحوالہ غلط ثابت کردیں یا عرب وعجم میں عامل نہ ہونا ثابت کردیں ان حضرات کو دس ہزار روپے نقد انعام دیا جائے گا۔ حوالہ یا ثبوت دے کر اس پتہ پر حاصل کرلیں۔

حافظ عبد الغفار، سانگانیر، جے پور، راجستھان

الجواب

آپ نے جو سوال بھیجا ہے اس میں "إن بلالا کان یراقب" سے لے کر "حتی تعتدل صفوفھم" تک حدیث رسول نہیں۔ ابوداؤد میں یہ حدیث تھی: "جب اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔" اس پر علامہ ابن حجر نے علامہ قرطبی کا یہ شبہہ پیش کیا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے حجرہ سے نکلنے سے پہلے ہی اقامت کہی جاتی تھی لیکن "مسلم" میں حضرت جابر بن سمرہ کی یہ حدیث ہے کہ جب تک نبی ﷺ حجرہ سے نکل نہیں لیتے اقامت نہیں کہی جاتی"۔ یہ ابوداؤد کی اس حدیث کے معارض ہے۔ دونوں میں تطبیق کے لیے خواہ علامہ قرطبی نے خواہ علامہ ابن حجر نے وہ فرمایا جو اس دغاباز نے پہلے حدیث کے نام سے نقل کیا ہے۔ اس کے پہلے خود بذل المجہود میں یہ لفظ ہے: یجمع بینھما أن بلالا۔ اس دغاباز نے اس کو بھی ہضم کرلیا۔ اس نے سوچا ہوگا کس کو پڑی ہے کہ "بذل المجہود" دیکھے گا اور میری یہ خیانت پکڑی جائے گی۔ پھر اس کا کام گمراہ کرنا ہے کتنے لوگ دھوکے میں آجائیں گے۔ سو میں اگر ایک بھی گمراہ ہوا تو شیطان کا کام ہو گیا پھر یہ ہمارے معارض نہیں ہماری کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ اگر اقامت کے وقت امام مسجد سے باہر ہو تو سب لوگ بیٹھے رہیں امام اگر صف کے آگے سے آئے تو امام کو دیکھتے ہی سب لوگ کھڑے ہو جائیں۔ عالمگیری، شامی وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

البتہ "مصنف عبد الرزاق" کے حوالے سے جو حدیث نقل کی گئی ہے وہ "بذل المجہود" میں ہے مگر اس پر پہلی گزارش یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے۔ ابن شہاب ۵۴ھ میں پیدا ہوئے، صغار تابعین میں سے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کا زمانہ نہیں پایا اور جس راوی سے انھوں نے سنا ہے ان کا نام نہیں لیا، یہاں دونوں احتمال ہیں کہ ابن شہاب نے کسی صحابی سے سنا ہو یا ابن شہاب نے کسی تابعی سے سنا ہو اور اس تابعی نے کسی صحابی سے سنا ہو دونوں صورتوں میں سند منقطع ہے، پھر اس کی توضیح ظاہر ہے۔ اس حدیث میں مؤذن کے اللہ اکبر کہنے سے مراد

اخیر میں اللہ اکبر کہنا ہے یہ اس لیے کہ دوسری احادیث سے تعارض نہ رہے۔ اور یہ جو ہے کہ نبی ﷺ اپنی جگہ نہیں آتے جب تک صفیں درست نہ ہو جاتیں اس سے مراد مصلی پر آنا ہے یعنی مسجد میں تشریف لا کر کہیں اور قیام فرماتے صفیں درست کراتے جب صفیں درست ہو جاتی تو مصلی پر تشریف لا کر نماز شروع فرماتے۔

یہ مضمون لکھنے والا انتہائی عیار ہے اور فریب کار، وہ جانتا ہے کہ کس کو پڑی ہے؟ کس کو فرصت ہے کہ پوری دنیا گھوم کر دیکھے کہاں کیا عمل ہو رہا ہے۔ اس لیے اس نے وہ لکھا۔ کیا اس نے سارے دیوبندیوں کی طرح پوری دنیا کے حنفیوں کو یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کے خلاف اپنی ضد پر عمل کرتے ہیں؟ جب احناف کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ امام جب مصلیٰ یا مصلیٰ کے قریب مسجد میں ہو تو بیٹھ کر اقامت سنیں۔ یقیناً دین دار احناف جہاں بھی ہوں گے اس پر عمل کرتے ہوں گے اگر یہ مراد ہے تو اسٹامپ پیپر پر لکھ دے کہ اگر کسی مذہب کی کتاب میں لکھا ہوا ہو کہ جب امام مصلیٰ یا مصلیٰ کے قریب مسجد میں ہو تو امام اور نمازیوں کو اقامت کے وقت بیٹھا رہنا چاہیے "حي علی الصلاۃ، حي علی الفلاح" پر کھڑے ہونا چاہیے تو اس کو دس ہزار انعام۔ اس کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیں۔ الغرض یہ مضمون دجل و فریب ہے اس پر التفات کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

۱۳ر جمادی الآخرہ، ۱۴۱۴ھ

[۱۲۷] شروع اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے

مسئلہ اقامت کے وقت مقتدی نماز کے لیے کس وقت کھڑا ہو؟ زید کا کہنا ہے کہ تکبیر شروع ہوتے ہی مقتدی کو نماز کے لیے کھڑا ہو جانا چاہیے۔ بکر نے کہا یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ مقتدی کو نماز کے لیے اس وقت کھڑا ہونا چاہیے جب مؤذن "حي علی الفلاح" کہے۔ اقامت شروع ہوتے ہی نماز کے لیے کھڑا ہونا یعنی کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ زید نے کہا یہ نیا مسئلہ تمھارے مسلک والوں کا ہے ہم اس کو نہیں مانتے، اس کے لیے کوئی معتبر حدیث کی کتاب دکھاؤ۔ بکر نے زید کے سامنے مالابد منہ، فتاوی برکاتیہ وغیرہ چھ سات کتابوں کو لا کر دکھا دیا۔ زید نے کہا یہ کتابیں تمھارے مسلک والوں کی ایجاد کی ہوئی ہیں ہم ان کو نہیں مانتے۔ مجھے کوئی معتبر حدیث شریف دکھاؤ۔ ادھر زید یہ بھی دعوی کرتا ہے کہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مسلک کو مانتا ہوں اور اسی پر چلتا ہوں۔ (زید کا جملہ غور طلب ہے) اب یہ مسئلہ بڑا سنگین ہو چکا ہے

لہذا حضور والا سے میری التماس ہے کہ تفصیل سے جواب تحریر فرماکر سکون قلب عنایت فرمائیں۔

مشتاق احمد قادری، الجامعۃ الغوثیہ ملحقہ جامع مسجد، ضلع سمستی پور، بہار

الجواب

اہل سنت کی سادگی پر حیرت ہے۔ دیوبندی وہ قوم ہے جو نہ قرآن مانتی ہے نہ احادیث نہ علما کے ارشادات۔ البتہ جب اس کو اسی کے جال میں پھنسایا جائے تو اسکا دماغ صحیح ہوتا ہے۔ آپ کو لازم تھا کہ اس دیوبندی سے پوچھتے جب تو یہ کہتا ہے کہ "شروع اقامت سے کھڑا رہنا سنت ہے" تو تو ہی کسی حدیث کی کتاب میں دکھا کہ اس کا حکم دیا گیا ہو یا صحابہ کرام کا یہ طریقہ رہا ہو، اب بھی وقت نہیں گیا ہے۔ اب بھی آپ اس سے یہ پوچھ سکتے ہیں۔ وہ مرجائے گا کہیں نہیں دکھا پائے گا۔ آپ نے آٹھ، دس کتابوں کا حوالہ دیا تو اس نے نہیں مانا تو اب کیا امید ہے کہ وہ مانے گا؟ اب بھی وہ یہی کہہ دے گا کہ یہ سب کتابیں تمھارے مذہب کی ہیں۔ اس موقع پر آپ کو کم از کم یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ تیرے مذہب کی کون سی کتابوں میں ہے؟ آئندہ کے لیے آپ احتیاط کیجیے، کوئی دیوبندی آپ کو ٹوکے تو اس سے کہہ دیجیے کہ تمھارا مذہب اور، ہمارا مذہب اور، تم کو ہمیں ٹوکنے کا حق نہیں، تم اپنے مذہب کے مطابق عمل کرو ہم اپنے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔ احناف کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ شروع اقامت کے وقت بیٹھا رہے جب کہ امام مصلے پر اور مسجد میں ہو یا امام مصلے کے قریب کہیں ہو۔ والتفصیل فی فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ / ذوالحجہ، ۱۴۰۲ھ

[۱۲۸] جماعت ہوجانے کے بعد منفرد تکبیر نہ کہے

مسئلہ جماعت سے نماز ہوگئی ہے، پھر اکیلا اور نماز فرض پڑھنا ہے تو تکبیر کر کے پڑھنا چاہیے یا بغیر تکبیر کے پڑھنا چاہیے؟

اسرار احمد، موضع بہاء الدین، ڈاک خانہ، پھول پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

۱۳ / جمادی الآخرہ ۱۴۱۱ھ

الجواب

اب اقامت یعنی تکبیر کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ وہ تکبیر نہ کہے اقامت صرف جماعت کے لیے مشروع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی تقبیل الإبهامین

انگوٹھا چومنے کا بیان

[۱۲۹] خطبہ اور تلاوت قرآن میں انگوٹھا چومنا کیسا ہے

مسئلہ زید کا کہنا ہے کہ انگوٹھا چومنا بے شک حکم استحباب کا رکھتا ہے اور خود زید بھی اس کا عامل ہے کہ بوقت اذان و تکبیر کے انگوٹھا چومتا ہے لیکن اس کا یہ کہنا ہے کہ جس وقت خطبہ کی اذان ہو اس وقت اور جس وقت آیت شریفہ: ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ ، الآیۃ ...“ پڑھی جائے اس وقت نہیں چومنا چاہیے کیوں کہ خطبہ کا سننا فرض ہے۔ اور جس وقت قرآن شریف پڑھا جائے اس کا سننا اور خاموش رہنا بھی ضروری ہے۔ اور یہ استدلال پیش کرتا ہے: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝.
لہذا زید کا یہ کہنا کہ ان موقعوں پر اگر استحباب پر عمل کیا جائے گا، یعنی انگوٹھے چومے جائیں گے تو تارک فرض ہوگا۔ تو بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔ لہذا ان موقعوں پر انگوٹھے نہیں چومنا چاہیے۔ بکر کا یہ کہنا ہے کہ نہیں انگوٹھے چومنے پر اس قسم کا حکم صادر نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ علمائے کرام نے ان مقامات پر ایسا فعل کرنے پر گناہ نہیں لکھا ہے۔ لہذا یہ اس چیز کو نہیں پسند کرتا اور نہ ہی اس قسم کا حکم لوگوں کو بتلانا بکر کو پسند ہے۔
اب سوال یہی ہے کہ زید کا قول کہاں تک صحیح ہے اور بکر کا قول کہاں تک صحیح ہے برائے کرم استدلال کے ساتھ جو صحیح حکم ہو وہ تحریر فرمادیں۔ ان شاء اللہ الکریم اس پر عمل ہوگا۔ کیوں کہ ہمارا اصلی مقصد صحیح بات معلوم کرنا ہے۔ بینوا توجروا۔

محمد یوسف خان، دار العلوم فیاضیہ، فتح ساگر روڈ، جودھ پور، راجستھان

الجواب

اذان خطبہ، و خطبے میں یا تلاوت قرآن مجید کے وقت نام نامی سن کر انگوٹھا چومنا حرام و ناجائز نہیں۔ مگر

احتیاط اسی میں ہے کہ نہ چومے۔ حرام وہ چیزیں ہیں جو بغور سننے کے منافی ہوں۔ اور انگوٹھا چومنا اس کے منافی نہیں۔ مگر چوں کہ ذہن کے استماع کی طرف سے غافل ہونے کا موجب ہو سکتا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ نہ چومے۔ واللہ تعالی اعلم

۱۶ / ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

[۱۳۰] خطبہ کی اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھا نہیں چومنا چاہیے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جمعہ کی اذان ثانی میں "أشهد أن محمدا رسول الله" پر انگوٹھا چومنا خلاف سنت ہے کہ نہیں اگر ہے تو کیوں؟ اگر نہیں ہے تو کیوں؟ دونوں کی وجہ قرآن و حدیث کی روشنی میں عبارت و حوالہ نمبر کے مدلل تحریر فرمائیں یوں تو خطیب کو معلوم ہے کہ خطبہ کی اذان ثانی میں انگوٹھا چومنا خلاف سنت ہے اور اس کی زبان سے بھول کر نکل گیا "حرام" اور وہ اپنی اس غلطی کا بھی اعتراف کر رہا ہے اب اس حالت میں خطیب پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے نیز عوام اس پر وہابیت کا فتوی لگائے تو عوام پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

محمد الیاس خاں نوری، پوسٹ مقام گائڈ، تحصیل بائیڈ، ضلع ساورکانٹھا، گجرات

الجواب

خطبہ کی اذان کی حالت میں نام نامی سن کر انگوٹھا نہیں چومنا چاہیے اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے اتنا ہی فرمایا ہے "حدیث" میں ہے:

من قلب الحصىٰ والإمام يخطب فقد لغى.

جن صاحب نے حرام کہا ان کو اپنے قول سے رجوع کرنا چاہیے اور جب وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر رہا ہے تو رجوع ہو گیا۔ اس بنا پر اسے جن لوگوں نے وہابی کہا وہ لوگ توبہ کریں اور امام سے معافی مانگیں، حرام کبھی مکروہ تحریمی پر بھی بولا جاتا ہے کبھی ہر ناجائز کو حرام بول دیتے ہیں، تنویر الابصار میں ہے: كل مكروه حرام. (۱)

اس کی شرح در مختار میں ہے:

كل مكروه أي كراهة تحريم حرام أي كالحرام في العقوبة بالنار. (۲) واللہ تعالی اعلم

(۱)- تنوير الأبصار، كتاب الحظر والإباحة، ج:۹، ص:٤٨٦، دار الكتب العلميه، بيروت.
(۲)- الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، ج:۹، ص:٤٨٦، دار الكتب العلميه، بيروت.

[۱۳۱] خطبے کی اذان میں نام نامی سن کر امام و مقتدی کے لیے انگوٹھا چومنا کیسا ہے

مسئلہ: خطبہ کی اذان میں "أشهد أن محمدا رسول الله" پر انگوٹھا چومنا مقتدی و امام پر واجب ہے کہ نہیں؟ اور بعد اذان دعا مانگنا کیسا ہے؟

جی، آر، محمد صدیق، نور محمد مومنوں کی مسجد کے پاس، پالی، مارواڑ، راجستھان
۵/ ذوالحجہ، ۱۴۰۴ھ

الجواب

نام نامی سن کر انگوٹھا چومنا کسی وقت بھی واجب نہیں۔ خطبے کی حالت میں مقتدی انگوٹھے نہ چومے امام چوم سکتا ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے۔ یوں ہی اذان کے بعد کی دعا میں بھی امام کو اجازت ہے اذان میں یا کسی وقت نام نامی سن کر انگوٹھے چومنا مستحب ہے اور اہل سنت کا شعار بھی۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۳۲] نام نامی سن کر انگوٹھا چومنے کی فضیلت

مسئلہ: اذان میں حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آنے پر انگوٹھا چومنا درست ہے کہ نہیں یہ صرف جمعہ کی نماز ہی میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ کہاں تک درست ہے، مہربانی فرما کر بحوالہ کتب ہماری رہنمائی فرمائیں۔ امید ہے کہ کافی شافی جواب سے ممنون و مشکور فرمائیں گے۔

شاہ محمد خاں، گلی شیر خاں، واسلی گنج، مرزاپور

الجواب

اذان میں نام نامی سن کر انگوٹھے چومنا مستحسن و باعث اجر ہے حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے اذان میں نام نامی سن کر انگوٹھا چوما تو حضور نے ارشاد فرمایا:

من فعل مثل ما فعل خليلي فقد حلت له شفاعتي.[1]

جس نے ایسا کیا جیسے میرے خلیل نے کیا تو اس کی شفاعت میرے لیے حلال ہو گئی۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- المقاصد الحسنة، ص: ۳۸٤، حرف الميم، حديث: ۱۰۲۱، دار الكتب العلمية، بيروت.

فصل فی التثویب

تثویب کا بیان

[۱۳۳-۱۳۴] تثویب مستحسن ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ہر اذان کے بعد جماعت سے کچھ پہلے صلاۃ و سلام حضور سرور عالم پر تین مرتبہ اذان کی جگہ سے پکارنا حدیث کی روشنی میں ٹھیک ہے یا کہ نہیں؟

(۲) ہر فرض نماز کے فوراً بعد تسبیح "حق لا إله إلا الله" تین بار اور "محمد رسول الله" ایک بار امام اور مقتدیوں سمیت پکارنا کہاں تک درست ہے؟ اگر درست ہے تو اس کی مخالفت کرنے والے امام کی اقتدا جائز ہے کہ نہیں؟ حدیث کے حوالے سے مطلع فرمائیں۔

سید عبد النبی صاحب سکریٹری انجمن مجاہدین اہل سنت، جامع مسجد شیموگہ

الجواب

(۱) کسی سوال کے جواب میں یہ قید کہ حدیث سے جواب دیا جائے بہت بڑی غلطی ہے؛ کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حدیث کے علاوہ اور کوئی چیز سائل کے نزدیک معتبر نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سائل کے نزدیک قرآن مجید بھی معتبر نہیں اور یہ صریح کفر ہے علاوہ ازیں امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث و قرآن کے علاوہ اجماع امت اور قیاس بھی دلیل شرعی ہیں۔ ہزارہا مسائل شرعیہ قرآن و حدیث میں صراحۃً مذکور نہیں قیاس سے ثابت ہیں۔ مسلمان کو [اس طرح] سوال کرنا چاہیے کہ یہ کام شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ وہابیوں نے یہ طریقہ نکال رکھا ہے کہ وہ بے پڑھے لکھے سنی مسلمانوں کو ورغلانے کے لیے یہ قید لگاتے ہیں کہ

حدیث سے ثابت کرو، جب کوئی شخص یہ سوال کرے تو اس سے پوچھو: آج کل دینی مدرسوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان کے بارے میں حدیث میں دکھاؤ کہ ان کے پڑھنے کا حکم ہے۔

دوسری بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہابیوں، دیوبندیوں نے ذہنوں میں یہ بیٹھا رکھا ہے کہ جو کام عہد رسالت و عہد صحابہ و عہد تابعین و عہد تبع تابعین میں نہ ہوا ہو وہ ناجائز و حرام ہے۔ ان لوگوں سے پوچھو کہ اور تو اور بخاری شریف تیسری صدی میں لکھی گئی یہ کیسے جائز ہوا۔ وہابیوں کی ان گمراہ کن باتوں کا رد حدیث شریف میں موجود ہے۔ مسلم شریف میں جریر بن عبداللہ رضی الله تعالى عنه سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من سنّ في الإسلام سنة حسنة يكون له أجرها وأجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم[1].

جس نے اسلام میں اچھا نیا طریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

اس حدیث سے یہ چند باتیں معلوم ہوئیں:

- ایک یہ کہ پہلے سے کسی کام کا نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کام ناجائز ہے۔
- کوئی بھی اچھا نیا طریقہ ایجاد کرنا ثواب کا کام ہے۔
- اس پر عمل کرنا بھی باعث ثواب ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر کوئی کام فی نفسہ اچھا ہو تو اگر چہ وہ پہلے سے نہ ہوتا ہو باعث ثواب ہے۔ اسی قبیل سے یہ صلاۃ بھی ہے جو اذان کے بعد جماعت سے پہلے کہی جاتی ہے۔ صاحب ہدایہ سے لے کر آج تک تمام فقہا اسے جائز و مستحسن بتاتے آئے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

والمتأخرون استحسنوا في الصلوات كلها لظهور التواني في الأمور الدينية[2].

فتاوی عالمگیری میں ہے:

والتثويب حسن عند المتأخرين في كل صلاة إلا في المغرب. وهو رجوع المؤذن

(۱)- مشكاة المصابيح، ص: ۳۳، كتاب العلم، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- الهداية، ج: ۱، ص: ۷۲، كتاب الصلاة، باب الأذان، مجلس البركات، مبارك پور.

إلى الإعلام بالصلاة بين الأذان و الإقامة. و تثويب كل بلدة على ما تعارفوا إما التنحنح أو الصلاة الصلاة أوقامت قامت؛ لأنه للمبالغة في الإعلام وإنما يحصل ذلك بما تعارفوه، كذا في الكافي[1].

تثویب ہر نماز کے بعد اچھی چیز ہے سوائے مغرب کے۔ تثویب کے معنی یہ ہیں کہ اذان کے بعد پھر نماز قائم ہونے کی عام اطلاع کی جائے، اس کے لیے لفظ مقرر نہیں جہاں کے لوگ جس لفظ کو تثویب سمجھیں وہاں کے لیے وہی تثویب ہے۔ مثلاً "الصلاۃ الصلاۃ" کہنا، یاقامت قامت کہنا۔

اب جہاں پر یہ متعارف ہو کہ لوگ "الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ" وغیرہ کو تثویب سمجھتے ہوں وہاں یہی صیغہ تثویب ہو گیا کہ اذان کے بعد صلاۃ پکارنا فقہاے احناف کے نزدیک بلا اختلاف جائز و مستحسن ہے۔ اذان عموماً جماعت سے آدھا گھنٹہ پہلے ہوتی ہے۔

اذان سن کر کبھی انسان سوچتا ہے کہ ابھی تو آدھا گھنٹہ باقی ہے۔ کچھ ٹھہر کر چلیں گے یہ کام کرلیں وہ کام کر لیں۔ اس انہماک میں وقت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ درمیان میں اگر صلاۃ کہہ دی جاتی ہے تو نمازی متنبہ ہو جاتا ہے کہ جماعت کا وقت قریب آگیا اسی مصلحت سے تثویب کی ایجاد ہوئی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

❷ امام مسلم، امام ترمذی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا سے روایت کرتے ہیں:

كان النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت ذا الجلال والإكرام[2].

ردالمحتار میں ہے:

وقول عائشة بـ"مقدار" لا يفيد أنه كان يقول ذلك بعينه، بل كان يقعد بقدر ما يسعه ونحوه من القول تقريبا[3].

ام المومنین کا یہ فرمانا کہ حضور اقدس ﷺ اللهم أنت السلام کہنے کے مقدار بیٹھتے تھے اس کا

---

(۱)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:٦٣، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۲۱۸، رقم الحديث:٥٩٢، كتاب الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة، مجلس البركات، مبارك پور.

(۳)- ردالمحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۲٤٦، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

یہ مطلب نہیں کہ بعینہ اسی کو پڑھتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے جتنی دیر میں یہ، یا اس کے مثل اور کچھ پڑھ سکتے تھے تقریبا۔

اس توجیہ پر دلیل یہ لاتے ہیں کہ احادیث میں دوسری اور بھی دعائیں اس موقع پر پڑھنے کی وارد ہیں۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ میں ہے:

باید دانست کہ تقدیم روایت منافی نیست بعدیتے راکہ در باب بعض ادعیہ واذکار در حدیث واقع شدہ است کہ بخواند بعد از نماز فجر ومغرب دہ بار "لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير"(۱).

اس سے ظاہر ہوا کہ نماز فرض کے بعد اور سنتوں سے پہلے کوئی بھی مختصر ذکر سنت ہے۔ لا إله إلا الله کا پڑھنا خود حدیثوں سے ثابت ہے، رہ گیا محمد رسول الله کا پڑھنا جب کہ علما فرما چکے کہ بعینہ اس دعا کا پڑھنا ضروری نہیں جو حدیث میں وارد ہے بلکہ اس کی مقدار کوئی بھی دعا پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں کلمۂ طیبہ کا پڑھنا بھی داخل ہے اس وقت کلمۂ طیبہ پڑھنے سے منع کرنا بے علمی کا نتیجہ ہے۔ امام کو سمجھایا جائے اور اگر تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ بدمذہب یا وہابی ہے تو اسے فوراً امامت سے علاحدہ کر دیا جائے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۳۵] جماعت سے پہلے صلاۃ سے روکنا وہابیوں کا شعار ہے

مسئلہ ہماری مسجد میں آج تقریبًا چار مہینے سے صلاۃ پڑھی جاتی ہے اس پر بعض لوگوں کو اعتراض ہے اور ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ بدعت ہے۔ یہ چیز حضور ﷺ کے زمانۂ مبارکہ میں نہ تھی۔ آیا جو لوگ صلاۃ کے منکر ہیں اور صلاۃ پر پابندی لگاتے ہیں اور صلاۃ کو برا جانتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا صلاۃ پڑھنا باعث ثواب ہے یا نہیں؟ اس کا جواب احادیث اور مسائل فقہ کی معتبر کتابوں سے حوالہ دیتے ہوئے جواب عنایت فرمائیں۔

محمد طیب عالم رضوی، امام مسجد چاندی کا تعزیہ گھاٹ گیٹ جے پور، راجستھان

---

(۱) - اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ۔

الجواب

اذان کے بعد جماعت سے پہلے صلاۃ پڑھنی باتفاق فقہا جائز اور مستحسن ہے، اسے بدعت بتانا دیوبندیوں کا مذہب ہے، ہدایہ میں ہے:

والمتأخرون استحسنوا في الصلوات كلها، [1].

متاخرین نے ہر نماز میں تثویب کو مستحسن قرار دیا ہے۔

صلاۃ کا دوسرا نام تثویب ہے، عالمگیری میں ہے:

التثويب حسن عند المتأخرين في كل صلاة إلا في المغرب وهو رجوع المؤذن إلى الإعلام بالصلاة بين الأذان والإقامة. وتثويب كل بلدة على ما تعارفوا... لأنه للمبالغة في الإعلام وإنما يحصل ذلك بما تعارفوه، كذا في الكافي[2].

ترجمہ: تثویب متاخرین کے نزدیک مستحسن ہے، مغرب کے علاوہ ہر نماز میں اذان اور اقامت کے مابین مؤذن کا دوبارہ نماز کا اعلان ہے۔ ہر شہر کی تثویب وہ ہے جو متعارف ہے اس لیے کہ یہ نماز کے وقت کی خبر دینے کے مبالغہ کے لیے ہے اور یہ متعارف ہی سے حاصل ہوگا۔

اس لیے جہاں تثویب کے لیے صلاۃ مروج ہے اسے باقی رکھا جائے اور وہابیوں کی بات پر دھیان نہ دیا جائے۔ جو لوگ صلاۃ سے منع کرتے ہیں، یقیناً غلطی پر ہیں تحقیق کیجیے تو ثابت ہوگا کہ ضرور وہابی ہیں۔ صلاۃ سے روکنا یہ وہابیوں کا شعار ہوگیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۳۶-۱۳۸] تثویب کب سے شروع ہوئی

مسئلہ - ۱ زید جو عالم و قاری ہیں ہماری مسجد کے امام ہیں اور مدرسے میں خدمت تدریس انجام دیتے ہیں۔ ایک دن وقت عشا قبل جماعت موصوف صلاۃ کہنے کے لیے کھڑے ہوئے فوراً بکر نے انھیں پکڑ لیا اور کہا یہ فضول خرچی ہے بالآخر امام صاحب کو ٹھوکر مار دی جس میں ایک عالم دین کی سخت

(۱)- الهداية، ج:۱، ص:۷۲، كتاب الصلاة، باب الأذان، مجلس البركات مبارك پور.

(۲)- الفتاوى الهندية، ج:۱، ص:۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثانى فى كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

توہین ہوئی لہذا بکر کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے آیا ایسے شخص کی اذان واقامت درست ہے اگر نہیں تو اذان کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں پھر ایسے شخص سے مصلیان کیسا سلوک کریں نیز شرعا مجرم ہے یا نہیں اگر ہے تو اس پر شریعت کیا سزا نافذ کرتی ہے؟

❷ قبل جماعت صلاۃ پڑھنے کی کیا حقیقت ہے اور اس کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی مع السند تحریر کریں۔

❸ أشهد أن لا إله إلا الله پر کلمہ کی انگلی اٹھانا جو عوام میں رائج ہے اس کی کیا سند ہے؟

مذکورہ بالا مسائل کے جوابات بالتفصیل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

محمد اخلاق، مدرسہ مصباح العلوم نظامیہ مقام سراواں وارث نگر، ضلع سلطان پور، یوپی

الجواب

❶ بکر جس نے زید عالم دین امام مسجد کو ایک جائز اور مستحسن کام کرنے پر پکڑا، ٹھوکر ماری وہ فسادی فاسق معلن ہو گیا بلکہ باعتبار ظاہر اس پر کفر بھی لازم؛ اس لیے کہ اس نے ایک عالم دین کی ایک مستحسن کام کے لیے توہین کی۔ پکڑنا اور ٹھوکر مارنا تو بڑی بات ہے علما نے لکھا ہے کہ علما کے ساتھ استہزا اور استخفاف کفر ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:

الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر.[1]

ملتقی میں ہے:

الاستخفاف بالعلماء كفر[2].

بکر وہابی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ صلاۃ سے صرف وہابی ہی چڑھتے ہیں، وہابیوں کے دلوں میں حضور اقدس ﷺ کی عداوت بھری ہوئی ہے۔ وہ اس کو برداشت ہی نہیں کر سکتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پر درود وسلام پڑھا جائے۔

بکر سے نہ اذان کہلائی جائے نہ اقامت۔ سنی مسلمان اس سے میل جول، سلام وکلام بند کر دیں حتی کہ اگر وہ اپنی ضد سے اذان واقامت کہہ دے تو دوبارہ اذان واقامت کہیں۔ واللہ تعالی اعلم

❷ اذان کے بعد جماعت سے پہلے صلاۃ کہنا باتفاق علمائے احناف جائز ومستحسن ہے اور تمام بلاد

(۱)- الأشباه والنظائر، كتاب السير، ج:۲، ص:۸٦.

(۲)- ملتقى.

اسلامیہ میں بلا انکار منکر رائج و معمول ہے۔ ہدایہ میں ہے:

المتأخرون استحسنوه في الصلوات كلها لظهور التواني في الأمور الدينية[1].

فتاوی خانیہ میں ہے:

ولا باس بالتثويب في سائر الصلوات الخمس في زماننا .[2]

عالمگیری میں ہے:

والتثويب حسن عند المتأخرين في كل صلاة إلا في المغرب ، كذا في شرح النقاية للشيخ أبي المكارم. [3]

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

و يثوب بين الأذان والإقامة في الكل للكل بما تعارفوه إلا في المغرب[4].

سر دست پانچ کتابوں کا حوالہ ہے اس کے علاوہ فقہ کی پچاسوں کتابوں میں تصریح ہے کہ تثویب اذان واقامت کے درمیان مستحسن ہے۔ تثویب کے معنی اعلام کے بعد اعلام۔ اس کے لیے کوئی لفظ مقرر نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

معناه العود إلى الإعلام وهو على حسب ما تعارفوه. [5]

خانیہ میں ہے:

تثويب كل بلدة ما تعارفوه[6].

عالمگیری میں ہے:

وهو رجوع المؤذن إلى الإعلام بالصلاة بين الأذان والإقامة وتثويب كل بلدة على ما تعارفوه إما بالتنحنح أو بالصلاة الصلاة أو قامت قامت لأنه للمبالغة

(۱)- الهداية، ج:١،ص:٧٢، كتاب الصلاة، باب الأذان، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- الفتاوى الخانية على هامش الهندية، ج:١، ص:٧٩.

(۳)- الفتاوى الهندية، ج:١، ص:٦٣، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۴)- تنوير الابصار، الدر المختار كتاب الصلاة باب الأذان، ج٢ ص:٥٦، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۵)- الهداية، ج:١، ص:٧٢، كتاب الصلاة، باب الأذان، مجلس البركات، مبارك پور.

(۶)- الفتاوى الخانية على هامش الهندية، ج:١، ص:٧٩.

بالإعلام وإنما يحصل ذلك بما تعارفوه، كذا في الكافي[1].

اب سب باتوں کا حاصل یہ ہے کہ اذان کے بعد دوبارہ نماز کے وقت کی خبر دینے کا نام تثویب ہے اور اس کے لیے کوئی لفظ مقرر نہیں۔ شہر والے جس لفظ کو تثویب سمجھیں وہی تثویب ہے۔ مثلاً "الصلاۃ الصلاۃ" کہنا یا "قامت قامت" کہنا حتی کہ اگر وہاں تثویب کے لیے کھنکھار نا رائج ہو تو وہی تثویب ہے اور ظاہر ہے کہ صلاۃ پڑھنے کو ہر شخص تثویب جانتا ہے۔

میں نے خود بارہا لوگوں سے سنا ہے کہ لوگوں نے صلاۃ سنی تو نماز کے لیے فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ مسجد چلو جماعت تیار ہے صلاۃ ہو چکی۔ اس لیے اذان واقامت کے درمیان صلاۃ کہنا جائز ہے نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔ اس لفظ سے تثویب درست ہے، ہمارے ہندوستان ہی میں نہیں مصر وغیرہ میں "الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ" رائج ہے۔

تثویب کے لیے سلام پڑھنا غازی سلطان صلاح الدین ایوبی کے حکم سے ۷۸۱ھ یا ۷۹۱ ہجری میں رائج ہوا جیسا کہ صاحب در مختار نے لکھا ہے اور صاحب در مختار نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور صرف انھوں نے ہی نہیں بلکہ علامہ ابن عابدین شامی نے البحر الرائق بحوالہ قول البدیع نقل فرمایا کہ ان سب حضرات نے فرمایا کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تثویب یعنی کسی بھی لفظ سے اذان کے بعد دوبارہ اعلام صدیوں پہلے سے رائج تھا خاص اس کے لیے تسلیم یعنی حضور ﷺ پر سلام پڑھنا غازی صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس کے حکم سے ان کے زمانے سے رائج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❸ اس کی کوئی سند میری نظر میں نہیں اور اس سے ممانعت بھی نہیں اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ

---

(۱)- الفتاوی الهندية، ج: ۱، ص: ۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثانی فی كلمات الأذان والإقامة، دار الكتب العلمية، بیروت.

(۲)- عوام کا عمل یہ ہے کہ اذان میں، اقامت میں، خطبے میں، خطیب کی تقریر میں نیز دوسرے مواقع پر بھی جب کلمہ شہادت سنتے ہیں تو "أن لا إله" پر کلمے کی انگلی اٹھاتے ہیں، اس طرح کے مواقع پر انگلی اٹھانا رسول اللہ ﷺ سے معلوم نہیں، فتوے میں عوام کے اسی عمومی عمل کے بارے میں حضرت نے لکھا ہے کہ "اس کی کوئی سند میری نظر میں نہیں" یعنی عام حالات میں کلمہ شہادت پر سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے انگلی اٹھانا میرے علم میں نہیں۔ ہاں! نماز میں التحیات پڑھتے وقت "أن لا إله" پر سرور کائنات ﷺ نے انگلی اٹھائی۔ یہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔
انگلی اٹھانے کا مقصد "لا إله" کی تائید و تصدیق ہے یعنی معبود باطل کی نفی۔ اس مقصد کے پیش نظر اگر تشہد کے دوسرے مقامات پر بھی انگلی اٹھائی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہاں بھی وہی معبود باطل کی نفی ہے، اس طرح دیکھا جائے تو عوام الناس کے موجودہ عمل کی اصل حدیث نبوی میں ملتی ہے۔ اس لیے یہ ناجائز نہیں ہے، کہ جائز قرار دینے کے لیے دلیل منع چاہیے اور وہ یہاں مفقود ہے۔ یہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے مختصر فتوے کی تشریح ہے۔ محمد نظام الدین رضوی۔

[۱۳۹] تثویب کی مخالفت پر ایک الزامی جواب

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین

کیا ہر نماز سے قبل اذان کے بعد صلاۃ کا پکارنا ضروری ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ بدعت ہے اور سرکار نے ہر بدعت کو حرام فرمایا ہے اور ائمۂ متقدمین نے بھی اسے جائز نہیں قرار دیا ہے جب کہ بکر کہتا ہے کہ ائمۂ متاخرین نے اسے جائز فرمایا ہے بقول زید کے ائمۂ متقدمین کے ہوتے ہوئے متاخرین کی اقتدا ضروری نہیں۔ ایسی صورت میں کس کی بات مانی جائے؟

سراج الدین صاحب، سمراٹ کلاتھ اسٹور، ناگ بھیڑ، ضلع چندر پور، ایم پی

الجواب

گالی گلوج اور بدزبانی کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ یہی کہنا گمراہی ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ مسلم شریف میں حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من سن في الإسلام سنة حسنة يكون له أجرها وأجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء[1].

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے برابر ایجاد کرنے والے کو ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

یہ حدیث اس پر نص ہے کہ بہت سی بدعتیں حسنہ ہیں جن کا ایجاد کرنا بھی ثواب ہے اور اس پر عمل کرنا بھی ثواب ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بدعت سیئہ اور حسنہ کے درمیان یہ فرق بتایا کہ جو بدعت قرآن، حدیث اور اجماع امت کے مخالف ہو وہ بدعت مذمومہ اور سیئہ ہے، اور جو ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو اگر وہ خیر ہے تو حسنہ ہے ورنہ مباح۔

اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان صلاۃ پکارنا بدعت سیئہ وضلالت ہے اس پر لازم ہے کہ یہ ثابت کرے کہ یہ صلاۃ [تثویب] قرآن مجید کی فلاں آیت، فلاں حدیث، اجماع امت یا مجتہدین کے

---

(۱) - مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، ص: ۳۳، مجلس البرکات، مبارک پور۔

قیاس کے مخالف ہے۔ اور دعوے سے کہتے ہیں کہ قیامت تک کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ رہ گئی علماے متقدمین و متاخرین کی بات تو زید بڑا قابل ہے تو یہی بتادے کہ کس صدی تک کے علما متقدمین ہیں اور کس صدی کے بعد سے متاخرین۔ وہابیوں کے مذہب میں دھوکا اور فریب سب سے بڑی عبادت ہے۔ وہ متاخرین کے لفظ سے دھوکا دینا چاہتا ہے اس دجال کو بتادیں صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

والمتاخرون استحسنوه[1]. اسے متاخرین نے مستحسن جانا۔

ظاہر ہے کہ صاحب ہدایہ جسے متاخرین کہہ رہے ہیں یہ صاحب ہدایہ کے بھی پہلے کے علما ہیں اور صاحب ہدایہ چھٹی صدی کے علما میں سے ہیں۔ لا محالہ یہ متاخرین اور پہلے کے ہوئے صاحب عنایہ نے اس کے مستحسن ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا:

ما رأه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن[2]. جسے مسلمانوں کے عوام وخواص سب اچھا جانیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

جب صاحب ہدایہ جیسے متبحر عالم نے اسے مستحسن فرمایا تو گمراہ شاتمان رسول وہابیوں کے بدعت سیئہ کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ صحیح بکر کا قول ہے۔ مسلمان اس کو ہرگز نہ چھوڑیں اور وہابی منع کریں تو ان سے کہہ دیں کہ تم سے کیا غرض ہمارا مذہب اور، تمھارا مذہب اور۔ تم اپنے مذہب پر رہو ہم اپنے مذہب پر رہیں گے، ہمارے تم ٹھیکے دار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۴۰- ۱۴۱] تثویب کے لیے کوئی صیغہ مقرر نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین

(۱) ہمارے یہاں بعض مساجد میں فجر کی اذان کے کچھ دیر بعد مؤذن یا کوئی دوسرا شخص جماعت سے دس، پندرہ منٹ پہلے یہ آواز لگاتا ہے: ”حضرات! جماعت میں صرف دس منٹ باقی ہے۔“ (یا پندرہ منٹ) کیا شرعاً اس طرح روزانہ پکارنا جائز ہے؟ جب کہ بلانکیر یہ عمل جاری ہے۔

---

(۱)- الهداية، ج:۱، ص:۷۲، كتاب الصلاة، باب الأذان، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- الجامع الصغير، الجزء الثاني، ص:۸۹.

(۲) زید نے، "پندرہ منٹ باقی ہے" والے اعلان کے بجاے "الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ یا حبیب اللہ وغیرہ" درود شریف کے کلمات کو کہنا شروع کر دیا ہے۔ تو بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ نیا نیا مسئلہ کہاں سے آگیا۔ جب کہ یہ "پندرہ منٹ باقی ہے" میں کوئی نہیں بولتا۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

فیاض الدین رضوی، چھتر پورہ، بنارس

۸ر مئی ۱۹۹۱ء

الجواب

(۱-۲) یہ دونوں صورتیں جائز اور مستحسن ہیں اسے فقہ کی اصطلاح میں تثویب کہا جاتا ہے۔ یہ فقہاے احناف کے یہاں بالاتفاق جائز و مستحسن ہے۔ اس کے لیے الفاظ مخصوص نہیں جو جہاں رائج ہو وہاں وہی استعمال کیا جائے۔ اس لیے یہ بھی جائز ہے کہ یہ پکارا جائے کہ نماز میں دس منٹ باقی ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ صلاۃ و سلام پڑھا جائے، اس میں درود شریف پڑھنے کا ثواب بھی ملے گا۔ عالمگیری میں ہے:

والتثویب حسن عند المتاخرین في کل صلاۃ إلا في المغرب، وهو رجوع المؤذن إلی الإعلام بالصلاۃ بین الأذان والإقامة، وتثویب کل بلدۃ علی ما تعارفوہ إما بالتنحنح أو بالصلاۃ الصلاۃ أو قامت قامت؛ لأنه للمبالغة بالإعلام وإنما یحصل ذلك بما تعارفوہ[1].

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

ویثوب بین الأذان والإقامة في الکل للکل بما تعارفوہ إلا في المغرب. التسلیم بعد الأذان حدث في ربیع الآخر سنة سبع مائة وإحدی وثمانین في عشاء لیلة الإثنین ثم یوم الجمعة، ثم بعد عشر سنین حدث في الکل إلا المغرب وهو بدعة حسنة[2]. واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- الفتاوی الهندیة، ج:۱، ص:۶۳، کتاب الصلاۃ، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة، دار الکتب العلمیة، بیروت.

(۲)- الدر المختار، ج:۲، ص:۵۶، ۵۷، کتاب الصلاۃ باب الأذان، دار الکتب العلمیة، بیروت.

فصل في أذان القبر

اذان قبر کا بیان

[۱۴۲] قبر پر اذان دینا جائز ہے

مسئلہ بخدمت شریف مکرم المقام حضرت مولانا مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سلام ورحمت مؤدبانہ عرض خدمت یہ ہے کہ کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

بعد دفنِ میت قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ سنی قبرستان میں بعد دفن میت اذان دینا جائز ومستحب اور ثواب ہے مگر بکر کہتا ہے کہ بدعت وناجائز ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے جواز میں کوئی حدیث نہیں اور قبر پر اذان دینے سے منع کرتا ہے۔ ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے۔ اسی مسئلہ میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہاں تک معتبر ہے؟ کیا وہ حنفی المسلک تھے؟ مع حوالہ اس پر روشنی ڈال کر رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا

الحاج شاہ عبدالحکیم غفرلہ، شہر سرگپہ، ضلع بلہاری، کرناٹک

الجواب

قبر پر اذان دینا بلاشبہ جائز ومستحسن ہے، اذان ذکر الٰہی ہے اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے نیز نکیرین کے سوالات کے جوابات کی تلقین بھی۔ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ایک حدیث روایت کی ہے کہ: قبر میں نکیرین کے سوال کے وقت شیطان پہنچ جاتا ہے اور جب وہ پوچھتے ہیں "من ربك" تو وہ اپنی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے "میں ہوں، میں ہوں"۔ (۱)

---

(۱)- ونص الحديث هكذا:
روي عن سفيان الثوري أنه قال: إذا سئل الميت "من ربك" تراءى له الشيطان في صورة فيشير إلى نفسه أي أنا ربك. [نوادر الأصول في معرفة أحاديث الرسول، ج:۳، ص:۲۲۷، الأصل التاسع والأربعون والمائتان] محمود علي المشاهدي

بخاری و مسلم وغیرہ میں اذان کے فضائل میں یہ حدیث ہے کہ جب اذان کہی جاتی ہے تو شیطان مقام روحاء تک بھاگتا ہے جو مدینہ طیبہ سے چھتیس میل کی دوری پر ہے۔[1]

اس حدیث کی روشنی میں قبر پر اذان کا یہ فائدہ ہوگا کہ شیطان کی مداخلت نہیں ہو پائے گی۔

یہ بدعت ضرور ہے مگر بدعت حسنہ ہے بدعت سیئہ نہیں کہ ناجائز ہو۔ علامہ ابن حجر دو ہیں ایک عسقلانی، یہ شافعی ہیں۔ دوسرے مکی، یہ حنفی ہیں۔ شامی میں جو یہ فرمایا ہے:

لكن رده ابن حجر في شرح العباب[2].

اس سے یہ مراد نہیں کہ علامہ ابن حجر اس کو ناجائز و حرام بتاتے ہیں، بلکہ شروع میں یہ تھا:

إنه قد يسن الأذان لغير الصلاة. كما في أذان المولود (إلى أن قال) وعند إنزال الميت القبر[3].

یعنی علامہ خیر الدین رملی نے حاشیہ بحر میں یہ فرمایا کہ میں نے شافعی کتابوں میں دیکھا ہے کہ نماز کے علاوہ بعض موقعوں پر بھی اذان سنت ہے جیسا کہ نومولود بچے کے کان میں یہاں تک کہ فرمایا قبر پر۔

اس سے صاف صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض شوافع کی کتابوں میں یہ تھا کہ جس طرح بچے کے کان میں اذان سنت ہے اسی طرح قبر پر بھی اذان سنت ہے۔ علامہ ابن حجر نے یہ فرمایا کہ بچے کے کان میں اذان سنت تو ہے مگر قبر پر سنت نہیں۔ ان کے رد کا تعلق سنیت سے ہے اور کسی فعل کے سنت نہ ہونے سے اس کا ناجائز ہونا ضروری نہیں۔ ہزاروں افعال سنت نہیں ہیں مگر مستحب ہیں۔ قدوری میں وضو کی سنتوں کے بیان میں تھا: وتسمية الله تعالى في ابتداء الوضو. وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

اس پر ہدایہ میں فرمایا:

والأصح إنها مستحبة وإن سماها في الكتاب سنة[4].

---

(۱)- حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن جابر قال سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: إن الشيطان إذا سمع النداء بالصلاة ذهب حتى يكون مكان الروحاء. قال سليمان: فسألته عن الروحاء فقال: هى من المدينة ستة وثلثون ميلا. (الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۱۶۷، رقم الحديث:۳۸۸، كتاب الصلاة، باب إدبار الشيطان إذا سمع النداء وعودته للوسوسة.) محمد نسیم مصباحی

(۲)- رد المحتار، ج ۲، ص: ۵۰، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- رد المحتار، ج ۲، ص: ۵۰، كتاب الصلاة، باب الأذان، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۴)- الهداية، ج:۱، ص:۶، كتاب الطهارة، مجلس البركات، مبارك پور.

اصح یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اگرچہ کتاب میں اس کو سنت کہا۔

اس کا حاصل یہ ہوا کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت نہیں مگر مستحب ہے، اسی طرح علامہ ابن حجر قبر پر اذان کے سنت ہونے کی نفی فرمارہے ہیں اس کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ ناجائز و حرام ہو۔ علاوہ ازیں مدار کار دلیل شرعی ہے علما کا قول نہیں۔ اذان قبر اگرچہ خیر القرون میں نہیں تھی مگر جائز و مستحسن ہے کہ فی نفسہ فعل حسن ہے، حدیث میں ہے۔

من سن في الإسلام سنة حسنة يكون له أجره وأجر من عمل به من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء[1].

یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ہے اور جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اس کو ثواب ملے گا۔ بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔

اس لیے کسی چیز کے ناجائز ہونے کی دلیل میں یہ کہنا کہ یہ خیر القرون میں نہیں تھا اس لیے ناجائز ہے، اس حدیث کا رد ہے۔ اذان قبر کے بارے میں تفصیلی بحث اعلی حضرت قدس سرہ کے رسالہ ”ایذان الاجر“ میں موجود ہے، اس کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم

یکم ذو القعدہ، ۱۴۰۱ھ

[۱۴۳] قبر پر اذان دینا جائز ہے

مسئلہ قبر پر اذان دینا بعد دفن میت درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کس حدیث سے ثابت ہے؟ مدلل و مفصل قرآن و حدیث کی روشنی میں تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

شیخ محمد حنیف، مقام کٹیاں بازار، ضلع گوپال گنج، بہار

الجواب

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینی بلا شبہہ درست ہے بلکہ مستحسن ہے۔ اذان اللہ عز و جل اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر ہے۔ ذکر خدا اور رسول باعث نزول رحمت ہے اور میت قبر میں رحمت خداوندی کا بہت زیادہ محتاج ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ شیطان نکیرین کے سوال کے وقت قبر میں آکر اپنی طرف اشارہ

(۱) - الصحيح لمسلم، ج ۱، ص: ۳۲۷، رقم الحدي: ۱۰۷۷، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة.

کر کے کہتا ہے کہ مجھے خدا بتاؤ۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ اذان کو سن کر شیطان بے تحاشا بھاگتا ہے یہاں تک کہ روحاء تک بھاگتا ہے جو مدینہ طیبہ سے چھتیس میل دور ہے۔ نیز حدیث میں فرمایا کہ:

لقنوا موتاكم لا إله إلا الله[1]. اپنے مردوں کو کلمہ طیبہ سکھاؤ۔

اور اذان میں کلمۂ طیبہ کا دونوں جزء موجود ہے، خاص اذان قبر کا حدیث سے ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اسے ناجائز کہنا جہالت بھی ہے اور حدیث کا رد بھی۔ مسلم شریف میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

من سن في الإسلام سنة حسنة يكون له أجره وأجر من عمل به من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء[2].

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ملے گا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کو اپنے اپنے عمل کا ثواب ملے گا اور سب عمل کرنے والوں کے برابر ایجاد کرنے والے کو ثواب ملے گا۔ بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اچھا طریقہ ایجاد کرنا بھی باعث ثواب ہے اور اس پر عمل کرنا بھی باعث ثواب ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایجاد اسی وقت ہوگی جب پہلے سے وہ موجود نہ ہو۔ اس لیے یہ کہنا کہ چوں کہ یہ طریقہ پہلے سے نہیں تھا اس لیے بدعت و حرام ہے اس حدیث کا رد ہے اور اسے جھٹلانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۴۴] اذان قبر کے فوائد

مسئلہ ہمارے یہاں میت کے دفن کرنے کے بعد حال ہی میں اذان دینے کا رواج شروع کیا گیا ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں، نوازش ہوگی۔

مسٹر کے ایم منیار، تال کھیڈ، پٹریک روڈ، رتناگیری

الجواب

آپ کے یہاں یہ اذان ابھی رائج ہوئی ہے مگر مختلف بلاد اسلامیہ میں بہت پہلے سے رائج ہے حتیٰ کہ

(۱)- مشكاة المصابيح، ص: ١٤٠، باب ما يقال عند من حضره الموت، مجلس البركات اشرفيه مبارك پور.
(۲)- الصحيح لمسلم، ج۱، ص: ۳۲۷، رقم الحديث: ١٠٧٧، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة، مجلس البركات، مبارك پور.

علامہ خیر الدین رملی نے حاشیہ بحر میں اس کے مسنون ہونے کا ایک قول نقل فرمایا۔ بلا شبہہ یہ اذان جائز و مستحسن ہے۔ اذان ذکر الٰہی ہے، ذکر الٰہی موجب نزول رحمت اور مسلمان کے لیے انسیت۔ اس تاریک گھر میں یکہ و تن تنہا رہنے والے مسلمان کے لیے انسیت و رحمت کے اسباب کی شدید حاجت۔ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ: قبر میں نکیرین جب سوال کرتے ہیں: "تیرا رب کون ہے؟" ہے تو شیطان لعین بہکانے کے لیے وہاں بھی پہنچ جاتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرکے مردے سے کہتا ہے کہ مجھے بتا[1]۔

اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اذان سن کر مقام روحاء تک بھاگتا ہے جو مدینہ طیبہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر ہے۔

قبر میں اذان کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ قبر میں اس لعین کی مداخلت نہ ہوگی۔ اذان نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں اذان کے علاوہ اور بہت سے موقعوں پر مشروع ہے۔ مثلاً پیدائش کے وقت بچے کے کان میں۔ مہموم، مصروع، غضب ناک کے کان میں، آگ لگنے کے وقت، سخت لڑائی کے وقت، شیطان کے دفعیہ کے لیے۔ آپ تفصیلی دلائل دیکھنا چاہتے ہیں تو مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے رسالے "إیذان الأجر" کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۴۵] اذان قبر کس طرف رخ کر کے پڑھی جائے؟

مسئلہ ایک پیر کا کہنا ہے کہ اذان قبر کعبہ کی طرف منہ کرکے نہ پڑھی جائے بلکہ کعبہ کی طرف پیٹھ کرکے پڑھی جائے ورنہ صاحب قبر کو سر اٹھا کر دیکھنا ہوگا تو صاحب قبر کو تکلیف ہوگی۔ فقیر نے جواب دیا کہ اذان کعبہ شریف کی طرف منہ کرکے پڑھنا ضروری ہے لیکن پھر بھی اصرار ہے لہذا کیا حکم ہے؟

کیا اذان کے بعد جو صلاۃ پڑھی جاتی ہے وہ بھی خارج مسجد ہی پڑھی جائے، برائے کرم فقیر کا خلجان دور کیجیے، کرم ہوگا۔

جمیل اختر، مقام رضانگر، نئی مسجد بارہ، ضلع، کانپور، یوپی

---

(۱)- نوادر الأصول في معرفة أحاديث الرسول، الأصل التاسع والأربعون والمائتان، ج:۳،ص: ۲۲۷.

الجواب
مطلق اذان کی سنتوں میں یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر پڑھی جائے۔ اس لیے اذان قبر بھی قبلہ رخ ہو کر ہی پڑھی جائے۔ جو احکام مطلق کے ہوتے ہیں وہ اس کے ہر ہر فرد کے لیے ہوتے ہیں۔
صلاۃ بھی اعلام غائبین کے لیے ہے اس لیے اسے بھی مسجد کے اندر پڑھنا ممنوع ہے اور مسجد کے باہر پڑھنا ضروری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶ر جمادی الاولی، ۱۴۱۲ھ

الباب الثالث في فضائل الصلاة وشروطها

فصل في فضائل الصلاة

فضائل نماز

[۱] نماز کی توہین کفر ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک شخص مسلمان ہے، دینی مسائل سے اچھی طرح واقف ہے دوسروں کو مسائل بتاتا ہے مگر خود مسائل پر عمل نہیں کرتا، ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا، اس کے قریب میں مسجد ہے اس میں نماز جمعہ اور پنج وقتہ نماز ہوتی ہے، جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ علمائے کرام اور مولوی حضرات نے مسلمانوں کو نماز پڑھا کر بزدل بنادیا ہے، ایسے شخص کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

محمد سرفراز علی قادری

۲۸ر شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب

یہ شخص بڑا ہی سخت فاسق وفاجر ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی، حاکم اسلام اسے قید کر دیتا جب تک نماز نہ پڑھنے لگتا نہ چھوڑتا۔ بلکہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمهم الله تعالى کے نزدیک واجب القتل ہے۔ اس نے یہ کہا ”علمائے کرام، مولوی حضرات نے مسلمانوں کو نماز پڑھا کر بزدل بنادیا ہے“۔ یہ کلمہ کفر ہے۔ اس میں نماز کی توہین ہے۔ اس پر فرض ہے کہ اس کفری جملے سے توبہ کرے اور تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی واجب ہے۔ اگر یہ ترک صلاۃ اور اس کفری جملے سے توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے تو بہتر ورنہ اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیا جائے۔ واللہ تعالی اعلم

[۲] نماز پڑھنے کے باوجود برائی کرنے والے کا حکم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید کہتا ہے کہ قرآن میں جو دعوی ہے کہ "نماز روک دیتی ہے تمام بے حیائیوں اور بری باتوں سے" ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں، چوری بھی کرتے ہیں، جوا بھی کھیلتے ہیں، شراب بھی پیتے ہیں۔ ایک بھی برائی ان سے دور نہیں ہوتی۔ قرآن کا اعلان جھوٹا ہے۔ اور لوگ ایسی باتوں کو سنتے ہیں، ایسے لوگوں اور زید کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب سے مطلع فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

عبد المصطفیٰ مدرسہ عزیزیہ عین العلوم، لنگر پور، اعظم گڑھ

الجواب

قرآن مجید کے اس ارشاد "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" (۱) کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز کو صحیح طریقے سے اللہ کے لیے اس کے تمام شرائط اور آداب کے ساتھ حضور قلب و خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھے۔ اس کا بارہا تجربہ ہے کہ اگر کوئی نماز کو اس طرح ادا کرے جیسا اس کے ادا کرنے کا حق ہے تو وہ ضرور نیک، پارسا، متقی بن جاتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ بغیر شرائط و آداب کے ریاکاری اور دکھاوے کے لیے جو نماز پڑھے گا اس کو بھی یہ فائدہ حاصل ہوگا۔ مولانا روم فرماتے ہیں

برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

جو لوگ نماز پڑھنے کے باوجود برائیوں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے بارے میں اگر تحقیق کیجیے گا تو یہی ظاہر ہوگا کہ یہ لوگ یا تو شرائط و آداب کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے، یا ریاکاری اور دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا گیا:

"رب قارئ للقرآن والقرآن يلعنه" (۲) بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

---

(۱)- القرآن المجيد، الجزء:۲۱، السورة: العنكبوت:۲۹، الآية:٤٥.
(۲)- القول السديد لمحمد الحسيني، ج:۱، ص:۳۰/ احياء علوم الدين، ج:۱، ص:۲۷٤

دوسری حدیث میں ہے، فرمایا:

كم من صائم ليس له من صيامه إلا الظمأ، وكم من قائم ليس له من قيامه إلا السهر - رواه الدارمي عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.[1]

بہت سے روزہ داروں کو روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے راتوں رات جاگنے والوں کو سوائے شب بیداری کے کچھ نہیں ملتا۔

قرآن کی تلاوت، روزے اور رات میں عبادت کرنے کے فضائل سے کون واقف نہیں لیکن جب اس کو صحیح طریقہ سے اور صحیح نیت کے ساتھ نہیں ادا کیا گیا تو اس کا یہ حال ہے بعینہ یہی معاملہ نماز کا بھی ہے۔ زید جس نے یہ بکا کہ قرآن کا اعلان جھوٹا ہے وہ کافر و مرتد، اسلام سے خارج ہو گیا اگر بیوی والا ہے تو اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ قرآن کے کسی بھی فرمان کو غلط کہنا ایسا کفر ہے جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

”وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝“۔[2] اور وہ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی دوزخ والے ہیں۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

”بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ“.[3] کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں۔

اسی طرح جو لوگ اس کفر میں زید کے حامی ہیں وہ بھی کافر و مرتد ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

”اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ“[4] تم بھی انھیں جیسے ہو۔

اور اگر زید کے ساتھی زید کے اس کفری قول کو کفر سمجھتے ہوں اور زید کو کافر جانتے ہوں مگر زید سے میل

---

(۱)- مشكاة المصابيح، ص: ۱۷۷، كتاب الصوم، باب تنزيه الصوم. مجلس البركات الجامعة الاشرفية، مباركفور

(۲)- القرآن المجيد، سورة المائدة: ۵، آيت: ۱۰.

(۳)- القرآن المجيد، سورة الجمعة: ٦٢، آيت: ۵.

(۴)- القرآن المجيد، سورة النسا: ٤، آيت: ١٤٠.

جو ل رکھتے ہیں یہ لوگ کافر تو نہیں مگر گنہ گار ضرور ہیں۔ حدیث میں فرمایا گیا:

إياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم.[1] بدمذہبوں سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں اور کہیں تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸ر شوال ۱۴۰۴ھ

[۳] یہ کہنا کیسا ہے کہ تم کتنے بڑے نمازی کے بیٹے ہو

مسئلہ: زید نے بکر کو کہا نماز پڑھو اس پر بکر کہتا ہے تم کتنے بڑے نمازی کے بیٹے ہو۔ بکر کی یہ بولی عند الشرع قابل گرفت ہے یا نہیں؟

۱۹ر رجب ۱۴۱۳ھ

مولانا ممتاز حسین، جامعہ رضویہ کلیمیہ، سمتی نگر، ضلع مرشد آباد، بنگال

الجواب

یقینا قابل گرفت ہے، یہ نماز پڑھنے پر طنز اور پڑھنے کے لیے کہنے پر طعن ہے جس میں کفر کا بھی پہلو ہے۔ بکر پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۴] نماز چھوڑنا بعض ائمہ کے نزدیک کفر ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے کرام مفتیان عظام حسب ذیل مسائل کے بارے میں:

اگر خدا نخواستہ آپ بے نمازی ہیں تو قرآن پاک کا فیصلہ ہے کہ آپ مشرک ہیں، آپ کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ آپ ظالم ہیں آپ کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اگر آپ خدا نخواستہ بے نمازی ہیں تو حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ آپ کافر ہیں، آپ مشرک ہیں، آپ جہنم میں فرعون، ہامان، قارون اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر خدا نخواستہ آپ بے نمازی ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک آپ کی سزا یہ ہے کہ آپ کو قید کرلیا جائے یہاں تک کہ قید میں مرجائیں۔ امام شافعی کا حکم یہ ہے کہ تلوار سے آپ کی گردن

(۱)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۱۰، المقدمة، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء إلخ، مجلس البركات.

اڑادی جائے۔ امام احمد بن حنبل کا فتویٰ یہ ہے کہ آپ صریح کافر ہیں، آپ کی سزا یہ ہے کہ آپ کو مرتد کی طرح قتل کیا جائے، آپ کی ساری جائداد بحق بیت المال ضبط کر لی جائے نہ آپ کا جنازہ پڑھا جائے نہ آپ کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ (حوالہ) پیغام مکتبہ رحمانیہ، اسٹیشن روڈ تلسی پور، ضلع گونڈہ

ڈاکٹر محمد رضا انصاری، پٹنہ میڈیکل ہال چوک قصبہ مہنداول، ضلع بستی، یوپی

الجواب

یہ قرآن مجید میں نہیں کہ بے نمازی مشرک ہے، اسے کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بے نمازی کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے۔ ہاں حدیث میں ہے کہ جس نے قصداً نماز چھوڑی وہ کافر ہے۔ اگر چہ علما اس کی تاویل کرتے ہیں کہ یہاں اس حدیث میں کافر کے لغوی معنی ہیں یعنی ناشکرا۔ کسی حدیث میں یہ نہیں کہ بے نمازی مشرک ہے۔ ہاں حدیث میں یہ ہے کہ: بے نمازی کا حشر فرعون، ہامان، قارون، ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمة الله عليه کے یہاں بے نمازی کی سزا یہ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے یہاں تک کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی الله تعالى عنه بے نمازی کو کافر کہتے ہیں اور جب اسے کافر کہتے ہیں تو اس پر وہ سارے احکام جاری ہوں گے جو کافر کے ہیں۔ یہ اور امام شافعی اور امام مالک اسے قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ سوال سے ظاہر یہ ہو رہا ہے کہ آپ کو اس پر حیرت ہے اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں۔ نماز اللہ کا فریضہ ہے اس کی طرف سے عائد کی ہوئی ہے، حکم عدولی کی سزا اسے دینے کا اختیار ہے اللہ عزوجل کے جو انعامات بندوں پر ہیں اس کے مقابلے میں پانچ وقت کی نمازیں کچھ بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۵] یہ کہنا کیسا ہے کہ متقی، زاہد، زیادہ علم والے جہنم میں ڈالے جائیں گے

مسئلہ زید نے بکر سے کہا کہ متقی، زاہد اور زیادہ علم والے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ اس گفتگو پر بکر نے ہاں کہا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ کہنا اور بکر کا ہاں کرنا از روئے شرع درست ہے یا نہیں اور شریعت مطہرہ کا ان دونوں کے لیے کیا حکم ہے؟

مولانا عبد الحکیم صاحب رضوی، مدرسہ بحر العلوم، پر سینڈی پورہ، پر سینڈی سیتاپور، یوپی

الجواب

زید کا یہ کہنا کہ متقی، زاہد اور زیادہ علم والے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ اپنے ظاہر معنی کے اعتبار سے کفر ہے۔ اس لیے کہ یہ قرآن کریم کی کثیر آیات اور احادیث کریمہ کا رد ہے۔ ہاں یہ کہنا صحیح ہے کہ بہت سے بظاہر متقی، زاہد، زیادہ علم والے جہنم میں جائیں گے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ حقیقت میں زاہد، متقی، زیادہ علم والے نہیں۔ زید اور بکر پر اس قول سے توبہ و تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ در مختار میں ہے: وما فيه خلاف يومر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح [1]۔ اس کے تحت شامی میں ہے: أي تجديد الإسلام [2]. واللہ تعالیٰ اعلم

[۶] اتنی رات تک جاگنا حرام ہے کہ صبح کی نماز قضا ہو جائے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید پوری رات اپنی بیوی سے پیار و محبت کی باتوں میں گزارتا ہے اور پھر نماز فجر کے وقت خواب غفلت میں گزارتا ہے۔ اس کی یہ روش از روے شرع کیسی ہے؟ حالاں کہ زید تعلیم یافتہ شخص ہے۔ بیوی سے صحبت کب اور کیسے کیا جائے اور اس کے لیے کون سا وقت افضل ہے۔ اور کتنے دنوں پر جماع کرنا چاہیے؟

بیوی حالت حیض میں ہو اس حالت میں زوجین کا ایک بستر پر رات گزارنا اور نمازیں ضائع کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

عبد الصمد قادری، مقام دیوان بگہ، پوسٹ دیو، ضلع اورنگ آباد، بہار

۸/ ذی قعدہ ۱۴۰۶ھ

الجواب

رات کو اتنی دیر تک جاگنا کہ صبح کی نماز قضا ہو جائے خصوصاً اس کی عادت ڈالنی حرام و گناہ ہے۔ جماع کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں اور نہ کوئی طریقہ، یہ زوجین کی صواب دید پر ہے۔ حیض کی حالت میں مرد

(۱)- رد المحتار على الدر المختار، ج۶، ص: ۳۶۷، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب الاسلام إلخ، دار الكتب العلميه، لبنان.
(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج۶، ص: ۳۶۷، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب الاسلام إلخ، دار الكتب العلميه، لبنان.

وعورت ایک بستر میں سو سکتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس ﷺ ازواج مطہرات کے ساتھ جب کہ وہ اس حالت میں ہوتیں ایک بستر پر آرام فرماتے تھے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے تک مرد وعورت کے مابین اتنا موٹا کپڑا حائل ہو کہ ایک دوسرے کے بدن کی گرمی محسوس نہ ہوتی ہو۔ بقیہ اعضا کے لیے کوئی قید نہیں۔ نماز قضا کرنے کی عادت ڈالنا بہر حال حرام ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۷] بغیر عمامہ کے امام نماز پڑھائے تو نماز ناقص ہوگی یا پوری

مسئلہ بغیر عمامہ یعنی صافہ کے امام نماز پڑھائے نماز میں کمی واقع ہوگی یا نہیں ؟

حافظ عبد المتین خاں وارثی، مدرسہ الجامعۃ الغوثیہ مدینۃ العلوم، بھانٹ گنج، چلوریا بازار، بہرائچ شریف، یوپی

۸/ رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم

فصل فی شروط الصلاۃ

نماز کی شرطوں کا بیان

صحت نماز کی چھ شرطیں ہیں، کہ ان کے بغیر نماز ہوگی ہی نہیں:

(۱) **طہارت:** یعنی مصلی (نماز پڑھنے والے) کے بدن کا حدث اکبر (وہ چیزیں جن سے غسل واجب ہوتا ہے) واصغر (وضو توڑنے والی چیزیں) اور نجاست حقیقیہ قدر مانع سے پاک ہونا، نیز اس کے کپڑے اور اس جگہ کا جس پر نماز پڑھے، نجاست حقیقیہ قدر مانع سے پاک ہونا۔

(۲) **ستر عورت:** یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے، اس کا چھپانا۔

(۳) **استقبال قبلہ:** یعنی نماز میں قبلہ (کعبہ) کی طرف منھ کرنا۔ استقبال قبلہ عام ہے کہ بعینہ کعبۂ معظمہ کی طرف منھ ہو، جیسے مکہ مکرمہ والوں کے لیے، یا اس جہت کو منھ ہو جیسے اوروں کے لیے۔

(۴) **وقت:** اگر کسی نے وقت سے پہلے نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔

(۵) **نیت:** یعنی دل کے پکے ارادے کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری ہے اور زبان سے نیت کے الفاظ کہہ لینا مستحب ہے۔

(۶) **تکبیر تحریمہ:** یعنی نماز کے شروع میں "اللہ اکبر" کہنا شرط ہے۔

طہارت[1]

[۸] قصداً غسل کیے بغیر جنبی شخص کا نماز پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید مسجد میں ملازمت کرتا ہے۔ ایک شب اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کی فارغ ہونے کے بعد تیمم کیا پھر تھوڑی دیر بعد چھوٹا استنجا کیا اور سو گیا صبح سو کر اٹھا تو جماعت کا وقت بالکل قریب تھا اس نے جلدی سے وضو کیا اور دو رکعت سنت پڑھا اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ غسل کرتا اور زید کے علاوہ مسجد میں کوئی آدمی امام بننے کے لائق نہیں تھا۔ اب مجبوراً زید کو نماز پڑھانی پڑی۔ اب شرعاً زید کے لیے کیا حکم ہے؟ نماز ہوگئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو زید نماز کی قضا کس طرح کرے جب کہ مقتدیوں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں۔ مفصل بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا

محمد عباس عالم پھولی گلی مسجد، بالا اسٹیٹ، ممبئی

۲۴ر جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ

الجواب

امام پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اس دن کی فجر کی قضا پڑھے۔ دن اور تاریخ کی نشان دہی کر کے اعلان کرے کہ جو لوگ اس دن نماز میں شریک رہے ہوں سب اس دن کی فجر کی قضا پڑھیں۔ عموماً جماعت طلوع آفتاب کے بیس منٹ آدھے گھنٹے پہلے ہوتی ہے اس پر فرض تھا کہ پہلے غسل کرتا پھر نماز پڑھاتا، مقتدیوں کو بتا دیتا کہ مجھے غسل کرنا ہے۔ ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھانا سخت حرام ہے بعض علما نے کفر تک لکھا ہے۔ شامی میں ہے:

أشار به إلى الرد على بعض المشايخ حيث قال: المختار أنه يكفر بالصلاة بغير طهارة[2]۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر کوئی اہانت یا استخفاف کی نیت سے پڑھے تو ضرور کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)-طہارت سے متعلق فتاوی پہلے ہیں۔ مشاہدی

(۲)- ردالمحتار مع الدر المختار، ج:۱، ص:۱۸۵، کتاب الطہارۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

ستر عورت

[۹] گھٹنا ڈھانکنے کی تاکید پر یہ کہنا کہ ”یہ سب باتیں بالائے طاق رکھو“ کیسا ہے؟

مسئلہ زید کی لنگی گھٹنوں کے اوپر دیکھ کر بکر نے کہا ”گھٹنوں سے نیچی رکھو“ اس پر زید نے کہا: ”وہ سب باتیں بالائے طاق رکھو“۔ اب ارشاد ہو کہ زید پر شریعت کا کون حکم نافذ ہو گا؟

مولانا ممتاز احمد حسین، جامعہ رضویہ کلیمیہ، سنمتی نگر، ضلع مرشد آباد، بنگال

۱۹ / رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

زید فاسق ہے اور جہنم کا مستحق، اس پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالی اعلم

استقبال قبلہ

[۱۰] قطب نما سے ۲۰/ ڈگری انحراف پر نماز صحیح ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق:

مسجد دال منڈی قصبہ پڈرونہ قطب نما سے ۲۰/ ڈگری ٹیڑھی ہے۔ مسجد کے اندرونی حصہ میں ڈھائی صف ہوتی ہے، اگر قطب نما کے موافق عمل کیا جائے تو صرف ایک ہی صف ہوگی۔ مصلیان مذکورہ مسجد کا کہنا ہے کہ پنج وقتہ تو ہم موافق قطب نما نمازیں ادا کریں گے مگر جمعہ کے روز دشواری ہے۔ ایسی صورت میں خواہ کوئی بھی نماز ہو موافق قطب ادا کی جائے گی یا صف ہر صورت سیدھی کی جائے؟ فقہ کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

حافظ رفیع اللہ، پیش امام دال منڈی، پڈرونہ، ضلع دیوریا، یوپی

الجواب

قطب نما سے ۲۰؍ ڈگری انحراف پر بھی نماز بلا شبہہ بلا کراہت درست ہے۔ مسجد جس طرح بنی ہوئی ہے اس کے مطابق صف بندی کریں نماز میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ حکم شرع یہ ہے کہ جو لوگ کعبہ کو دیکھ رہے ہوں ان کا قبلہ عین کعبہ ہے اور جو لوگ کعبہ نہ دیکھ رہے ہوں ان کا قبلہ سمت کعبہ ہے یعنی کعبہ سے پینتالیس ڈگری دائیں بائیں تک۔ علاوہ ازیں پڈرونہ کا قبلہ عین قطب نما کا وسط نہیں بلکہ تقریبا تین ڈگری ہٹا ہوا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۱] کعبہ شریف سے ۴۵؍ درجے دائیں یا بائیں اگر منہ ہو گیا تو نماز ہو گئی۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہم لوگوں نے ایک مسجد تعمیر کی، پہلے وہ ایک پرانی مسجد تھی۔ اب از سر نو بنائی گئی۔ جب مسجد مکمل بن گئی تو زید ایک عالم دین نے قطب نما لگایا تو بتایا مسجد دکھن طرف ایک ڈیڑھ ہاتھ ٹیڑھی ہے یا غالبا دو ہاتھ، فوراً توڑ دو اس میں نماز قطعاً نہیں ہوتی۔

واضح ہو کہ اس بستی کے مسلمانوں میں ایک عجب کش مکش پائی جا رہی ہے تمام مسلمانوں میں دو گروپ سامنے ابھر کر آ گئے ہیں۔ خدارا قرآن و حدیث و فقہ کی رو سے مدلل جواب فرمائیں۔

مولانا ابو الکلام صاحب برکاتی، صدر المدرسین مدرسہ اہل سنت نور الاسلام، انصاری ٹولہ، موتی رام اڈہ، گورکھپور
۱۳؍ ذو قعدہ، ۱۴۰۷ھ

الجواب

مکہ معظمہ کے علاوہ دیگر بلاد کے لوگوں کا قبلہ جہت کعبہ ہے، عین کعبہ نہیں۔ دیگر بلاد کے لوگوں کو عین کعبہ کی طرف منہ کرنا محال ہے۔ جہت کعبہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کعبہ شریف سے پینتالیس درجے دائیں اور ۴۵؍ درجے بائیں اگر منہ ہو گیا تو نماز ہو گئی۔ ڈیڑھ دو ہاتھ دیوار کے دب جانے سے جہت کعبہ سے انحراف نہ ہوگا۔ اس لیے اس مسجد میں نماز بلا کراہت درست ہے پھر قطب نما سے جہت مغرب معلوم ہوگی، عین کعبہ نہیں معلوم ہو سکتا۔ گورکھپور کا قبلہ جہت مغرب سے تقریبا ڈھائی تین درجے مختلف ہے۔ اگر ان ڈھائی تین

درجے کی رعایت کرکے بھی مسجد بنائی جائے تو بھی عین کعبہ کی طرف منہ کرنا مشکل ہوگا اس لیے اس مسجد میں بلا دغدغہ نماز پڑھیں۔ در مختار میں ہے:

ولغير المكي إصابة جهتها[1]. واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۲] کعبہ کے علاوہ کسی اور جانب رخ کرکے نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ جب نمازی نماز پڑھتا ہے تو اپنا رخ سمت کعبہ کرتا ہے۔ کیا کعبہ کے علاوہ کسی سمت رخ کرکے نماز ادا نہیں ہوگی۔ اگر نہیں ہوگی تو پھر کیوں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیا جائے۔

محمد ماہتاب، مقام گوسائیں پور، پوسٹ کرندیگھٹی، مغربی دیناج پور، بنگال

الجواب

کعبہ کے علاوہ کسی اور جانب رخ کرکے نماز پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔ استقبال قبلہ فرض ہے۔ ارشاد ہے: فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ[2]. واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳/ ذوالحجہ ۱۱ھ

[۱۳] سمت قبلہ سے ۴۵/ درجے دائیں اور بائیں انحراف میں نماز کا حکم

مسئلہ علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں: یہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ مسجد کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہے ویسے تحقیق کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اکتیس ڈگری پچھّم کے رخ سے کم ہے۔ کیا اس

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۱۰۹، كتاب الصلاة باب شروط الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- القرآن المجيد، الجزء:۲، سورة البقرة، الآية:۱۴۹.

صورت میں لوگوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں ؟ یہاں کے لوگ ابھی تک مسجد کے رخ ہی سے نماز پڑھتے ہیں اور صحن میں بھی جگہ کافی ہے۔

جناب جمال الدین صاحب پیش امام نوری مسجد، ضلع پلاموں، بہار
۷ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ

الجواب

سوال صحیح طرح سے لکھنا چاہیے کہ مفتی کو سمجھ میں آجائے کہ سائل کیا پوچھنا چاہتا ہے۔ آپ نے صرف یہ لکھا ہے کہ اکتیس ڈگری پچھم کے رخ سے کم ہے۔ یہ آپ نے لکھا ہی نہیں کہ کدھر کو جھکا ہوا ہے، بہر حال حکم یہ ہے کہ ہندوستان کا قبلہ صحیح پچھم نہیں بلکہ کہیں کا کچھ اتر جھکا ہے اور کہیں کا دکھن ہے اور ہمارے یہاں کا قبلہ بلکہ ہر اس جگہ کا جہاں سے کعبہ نظر نہ آئے عین کعبہ نہیں بلکہ سمت کعبہ ہے۔ سمت کعبہ سے مراد یہ ہے کہ جس طرف کعبہ واقع ہو۔ اس کو یوں سمجھیے کہ کعبہ شریف سے ایک خط مستقیم اتر دکھن کھینچا جائے تو کعبہ سے پینتالیس درجے داہنے اور پینتالیس درجے بائیں سمت کعبہ ہے۔ تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

فللمكي إصابة عينها ولغيره أي لغير معاينها إصابة جهتها بأن يبقى شئ من سطح الوجه مسامتا للكعبة أو لهوائها بأن يفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقيقة في بعض البلاد خط على زاوية قائمة إلى الأفق مارّا على الكعبة، وخط آخر يقطعه على زاويتين قائمتين يمنة و يسرة[1].

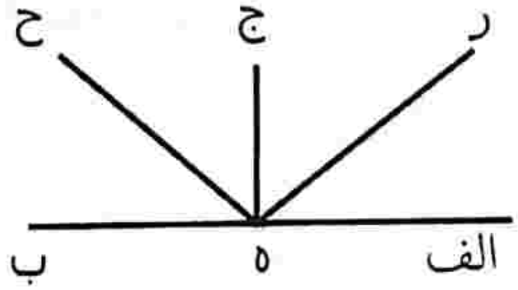
اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کعبہ کو دیکھ نہ رہا ہو اس کا قبلہ جہت کعبہ ہے یعنی منہ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے مگر منہ کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں ہے تو نماز ہو جائے گی۔ اس کی مقدار پینتالیس درجہ رکھی گئی ہے۔ مثلاً "الف، ب" ایک خط ہے اس پر "ہ، ج" اور فرض کرو کہ کعبۂ معظمہ عین نقطہ "ج" کے محاذی ہے۔ دونوں قائمے "الف، ہ، ج، اور ج، ہ، ب" کی تنصیف کرتے ہوئے خطوط ہ، ر، اور ہ، ح، کھینچے تو یہ زاویے پینتالیس درجے کے ہوئے کہ قائمہ نوے درجے ہے۔ اب جو شخص مقام "ہ" پر کھڑا ہے اگر نقطہ "ج" کی طرف منہ کرے تو عین کعبہ کی طرف ہے اور اگر داہنے بائیں

---

(۱) - تنویر الأبصار والدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج: ۲، ص: ۱۰۸، ۱۰۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

"ر"، یا "ح" کی طرف جھکے تو جب تک "ر"، "ج" یا "ج"، "ح" کے اندر ہے جہت کعبہ میں ہے اور جب "ر" سے بڑھ کر "الف" یا "ح" سے گزر کر "ب" کی طرف کچھ بھی قریب ہوگا تو اب جہت سے نکل گیا، نماز نہ ہوگی، پلاموں میں اکتیس درجے پچھم سے دائیں بائیں جھکنے پر بھی سمت کعبہ سے باہر نہ ہوگا اس لیے جس رخ مسجد بنی ہوئی ہے اس رخ نماز پڑھ لینے سے نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نقشہ



[۱۴] کعبۂ مقدسہ کی توہین کفر ہے

مسئلہ ایک دروغ گو جھوٹی گواہی کے ذریعہ یہاں کے حافظ و پیش امام کے اوپر زنا کا بہتان جھوٹے الزام کے ذریعہ ثابت کر رہا تھا جو کہ بعد میں جھوٹ وغلط ہی ثابت ہوا۔ جھوٹی گواہی کے دوران زید نے غصہ میں جب کہ جھوٹا گواہ کعبہ شریف کی قسم کھا کر جھوٹی گواہی دے رہا تھا۔ زید نے کہا کہ جھوٹے تمھارے کعبہ کی ایسی کی تیسی یعنی گالی دے رہا تھا جھوٹے گواہ کو مگر زبان سے کعبہ شریف کا بھی نام نکل گیا جس پر بعد میں زید کو شرمندگی ہے اور توبہ استغفار بھی کر چکا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ زید کو تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا ہوگا۔ اس لیے اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا قانون ہے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔ فقط

محمد گل جان

الجواب

ضرور زید پر تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔ کعبۂ مقدسہ کی تحقیر اور اسے گالی دینی بلاشبہہ کفر ہے اور اس بارے میں زبان کی لغزش کا اعتبار نہیں۔ حضرت ملا علی قاری کی شرح شفا میں ہے:

و لا یعذر بزلة اللسان أو کما قال.

اور کفر صادر ہونے کے بعد نکاح باطل ہوجاتا ہے۔ در مختار میں ہے:

و یبطل منه ما یعتمد الملة و هي خمس النکاح[1]۔

زید پر واجب ہے کہ فورا بلا تاخیر تجدید نکاح کرے اور کلمۂ کفر کے صدور کے بعد سے اب تک جتنی بار اپنی عورت سے ہم بستری وغیرہ کی ہے اس سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نیت

[۱۵] سنت نماز کی نیت کا طریقہ

مسئلہ سنت کی نیت کس طرح کرنی چاہیے ایک طریقہ تو یہ ہے: ”نیت کرتا ہوں میں دو یا چار رکعت نماز سنت رسول اللہ ﷺ کی واسطے اللہ تعالیٰ کے میرا منہ کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر“۔

دوسرا طریقہ یہ ہے: ”نیت کرتا ہوں میں دو یا چار رکعت نماز سنت رسول اللہ ﷺ کی واسطے رسول اللہ ﷺ کے میرا منہ کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر“۔

ان دونوں طریقوں میں سے کون سا طریقہ درست ہے؟ نیز ایک اور طریقہ سے ہم لوگ نیت کرتے ہیں ”نیت کی میں نے چار رکعت نماز سنت ظہر کی واسطے اللہ تعالیٰ کے میرا منہ کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر“۔ ان طریقوں میں کون سا طریقہ درست ہے؟ نیز صحیح طریقہ نیت کیا ہے؟

ماخوذ ماہنامہ اشرفیہ، جولائی ۱۹۹۴ء

(۱)- الدر المختار المطبوعة مع رد المحتار، ج۶، ص: ۳۹۴، کتاب الجهاد، باب المرتد، دار الکتب العلمیه، لبنان.

الجواب

تیسرا اوالا طریقہ بہتر ہے اور دوسرا طریقہ منجر الی الکفر ہے۔ نماز خالص اللہ کی عبادت ہے۔ نیت کے الفاظ میں واسطے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی عبادت کے واسطے پڑھتا ہوں۔ اور ”واسطے رسول اللہ ﷺ کے“، کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے واسطے پڑھتا ہوں۔ قائل کی نیت اگر اس معنی کی ہو تو کافر ہو جائے گا۔ اس لیے دوسرے طریقہ سے ہرگز ہرگز نیت نہ کرے۔ پہلا طریقہ اگرچہ صحیح ہے مگر ناقص ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۶] سنت کی نیت کے متعلق فتوے پر اعتراض اور اس کا جواب

مسئلہ ماہنامہ اشرفیہ بابت ماہ جولائی میں سائل نے سنت کی نیت کا تین طریقہ ذکر کیا تھا۔ (۱) نیت کرتا ہوں میں دو یا چار رکعت نماز سنت رسول اللہ ﷺ کی واسطے اللہ تعالی کے میرا منہ کعبہ شریف کی طرف۔ آپ نے اس طریقہ کو ناقص لکھا ہے۔ چوں کہ عوام ہمیشہ سے اسی طرح نیت کرتے آئے ہیں اس لیے کچھ لوگوں نے عوام کو الجھن میں ڈال دیا ہے۔ خصوصًا دیوبندی برادری اسے بہت اچھال رہی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ ناقص اس لیے کہا کہ اس میں ”سنت رسول اللہ“ کہا گیا ہے اور یہ کہنا جائز نہیں جیسا کہ ہمارا مذہب ہے۔ ہم پہلے سے سنیوں کو منع کرتے تھے۔ مگر سنی اپنی ضد کی وجہ سے نہیں مانتے تھے لیکن اب ان کے مفتی صاحب نے بھی ہماری تائید کر دی کہ ”سنت رسول اللہ“ کہنا ناقص ہے۔

ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، ستمبر ۱۹۹۴ء

الجواب

میں معصوم نہیں ہوں انسان ہی ہوں مجھ سے خطا بھی ہو سکتی ہے اور بھول چوک بھی۔ اس سے سوائے حضرات انبیا کرام و ملائکہ عظام علیہم السلام کے کون بچا ہے؟ لیکن یہ مسئلہ میں نے بالکل صحیح لکھا ہے، اس میں مجھ سے نہ کوئی غلطی ہوئی ہے نہ نسیان، رہ گیا دیوبندیوں یا دیوبندیوں کے در انداز سنی بننے والے بعض مولویوں کا یہ پروپیگنڈہ کہ میں نے اس کو اس بنا پر ناقص کہا ہے کہ اس میں ”سنت رسول اللہ“ ہے یہ گمراہ گری ہے، فریب دہی، ابلہ فریبی ہے۔ دیوبندیوں سے اس کی کوئی شکایت نہیں ان کے بارے میں تو

تجربہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے جتنے بڑے دشمن یہ ہیں دنیا میں کوئی بھی اتنا بڑا دشمن نہیں۔ نہ نصاری، نہ یہود، نہ ہندو، نہ رافضی، فریب اور دھوکا دہی پر ان کے پورے مذہب کی بنیاد ہے۔ حیرت اہل سنت پر ہے کہ اس قسم کے موقع پر مجھ سے رابطہ قائم نہیں کرتے۔

اس مسئلہ پر اعتراض کرنے والے سنیں۔ یہ فتوی مبارک پوری یا بھوج پوری زبان میں نہیں لکھا گیا ہے۔ اردو زبان میں لکھا گیا ہے۔ ناقص کے معنی ہیں وہ جس میں کچھ کمی ہو۔ اگر مجھے "سنت رسول اللہ" کہنے پر اعتراض ہوتا تو میں اسے ناقص نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا کہ اس میں کچھ بھرتی کے الفاظ ہیں۔ (کچھ زائد الفاظ ہیں) ناقص کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔ وہ کمی یہ ہے کہ نیت کرنے والے نے یہ نہیں کہا کہ کس وقت کی سنت پڑھ رہا ہوں ظہر کی، یا مغرب کی۔ اگرچہ یہ سنت کی نیت میں ضروری نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ بغیر اس کے بھی نیت درست ہے لیکن بہت سے علما نے فرمایا کہ سنت موکدہ کی نیت میں وقت کا تعین ضروری ہے۔ یعنی یہ کہ ظہر کی سنت یا مغرب کی سنت اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ " اگر مذہب صحیح و مفتی بہ کے مطابق کسی ناجائز اور مکروہ کا ارتکاب نہ کرنا پڑے تو اختلاف علما سے بچنا چاہیے"۔ یعنی اس طرح عمل کرنا چاہیے کہ سب کے مذہب پر عمل ہو جائے۔ غنیہ میں ہے:

المصلي إذا كان متنفلا سواء كان ذلك النفل سنة موكدة أو غيرها يكفيه مطلق نية الصلاة ولا يشترط تعيين ذلك النفل بأنه سنة الفجر مثلا أو تراويح وغير ذلك، ولكن في التراويح اختلف أي خالف بعض المشائخ المتقدمين أنهم قالوا: الأصح أنه أي فعل التراويح لا يجوز مطلق النية بل لا بد من تعيينها. والمذكور في فتاوى قاضي خان أن الاختلاف في التراويح وفي السنن.(۱)

نمازی اگر نفل پڑھ رہا ہو چاہے یہ سنت موکدہ یا اور کوئی نفل ہو اسے مطلق نماز کی نیت کافی ہے اور اس نفل کے لیے اس تعیین کی ضرورت نہیں کہ یہ فجر کی سنت ہے یا تراویح کی یا کچھ اور، لیکن تراویح میں بعض مشائخ متقدمین نے اختلاف کیا انھوں نے کہا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ تراویح مطلق نیت سے جائز نہیں بلکہ اس کی تعیین ضروری ہے اور "فتاوی قاضی خاں" میں ہے کہ اختلاف تراویح میں بھی ہے اور سنتوں میں بھی۔

تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:

---

(۱)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص:۲۴۷، الشرط السادس، سهيل اكيڈمی، لاهور.

وكفى مطلق نية الصلاة لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد، إذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع والتعيين أحوط.[1]

نفل اور سنت کے لیے اگرچہ وہ موکدہ اور تراویح ہو مذہب معتمد پر مطلق نماز کی نیت کافی ہے اس لیے کہ اس کی تعیین اسی سے ہو جاتی ہے کہ وقت شروع میں ادا ہو رہی ہے اور تعیین میں زیادہ احتیاط ہے۔

اس کے تحت شامی میں ہے:

أي لاختلاف التصحيح. بحر[2]۔ اس لیے کہ تصحیح میں اختلاف ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ افضل یہی ہے کہ سنت موکدہ کی نیت میں وقت کو بھی ذکر کرے۔ مثلاً ظہر کی سنت یا مغرب کی سنت۔ ایک چیز جب دوسرے سے افضل ہوتی ہے تو اس میں بہ نسبت افضل کے کچھ کمی رہتی ہے۔ ورنہ افضل ہونے کے کیا معنی؟ میرے فتوے میں ناقص سے یہی مراد ہے کہ اس میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔ اگر "سنت رسول اللہ" کہنے پر مجھے اعتراض ہوتا تو میں ناقص نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا کہ اس میں کچھ زائد لفظ آ گئے ہیں۔ پھر اگر دیوبندیوں کے مذہب کے مطابق کہتا تو پھر یہ کہتا کہ صحیح نہیں کیوں کہ دیوبندیوں کا مذہب یہی ہے کہ "سنت رسول اللہ" کہنا صحیح نہیں غلط ہے۔ بہر حال نیت میں "سنت رسول اللہ" کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ جب دیوبندی اسے ناجائز کہتے ہیں تو سنیوں کو ضرور کہنا چاہیے جیسا کہ علما نے لکھا ہے کہ چوں کہ بعض گمراہ فرقے یہ کہتے ہیں کہ حوض میں وضو جائز نہیں تو حوض میں وضو افضل ہے۔

اس لیے کہ کسی جائز چیز کو ناجائز کہنا بہت بڑا جرم ہے۔ قرآن مجید میں اسے شیطان کے نشانِ قدم کی پیروی کہا گیا ہے۔ اس صورت میں اس کے جائز ہونے کی تشہیر قولاً و عملاً جتنی زیادہ کی جائے باعث اجر و ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۷] نیت دل کے پختہ ارادے کا نام ہے

مسئلہ امام نماز پڑھاتے وقت نیت کس طرح کرے۔ عربی اور اردو میں نیت لکھیے۔

محمد سرمد پاشاہ، مومن مسجد، ہاسپٹ، ضلع بلاری، کرناٹک

۱۸؍ رجب ۱۴۱۱ھ

---

(۱)- تنویر الابصار والدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص:۹۵، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

(۲)- رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص:۹۵، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

الجواب

دل میں اس کا پختہ ارادہ کرے کہ میں نے فلاں نماز پڑھنے کی نیت کی زبان سے کہہ لینا بہتر ہے۔ جو نماز پڑھنا چاہتا ہے اس کی تعیین بقید یوم ضروری ہے۔ مثلاً آج کے ظہر کا فرض پڑھنا چاہتا ہے تو یوں کہے: نیت کی میں نے آج کے ظہر فرض پڑھنے کی۔ نیت کے لیے اتنا کافی ہے، امام کو امام ہونے کی نیت ضروری نہیں۔ مقتدی کے لیے البتہ ضروری ہے کہ امام کے اقتدا کی نیت کرے۔ جو شخص عربی نہیں جانتا، سمجھتا اسے عربی میں نیت کے الفاظ پڑھنا بیکار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الباب الرابع في صفة الصلاة وفرائضها

فصل في صفة الصلاة

نماز پڑھنے کا طریقہ

نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رُو دونوں پاؤں کے پنجوں میں چار انگل کا فاصلہ کر کے کھڑا ہو اور دونوں ہاتھ کان تک لے جائے کہ انگوٹھے کان کی لَو سے چُھو جائیں اور انگلیاں نہ ملی ہوئی رکھے نہ خوب کھولے ہوئے بلکہ اپنی حالت پر ہوں اور ہتھیلیاں قبلہ کو ہوں، نیت کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے باندھ لے، یوں کہ دہنی ہتھیلی کی گدی بائیں کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیا کلائی کے اغل بغل اور ثنا پڑھے، پھر تعوذ پڑھے، پھر تسمیہ پڑھے، پھر الحمد پڑھے اور ختم پر آمین آہستہ کہے، اس کے بعد کوئی سورت، یا تین آیتیں پڑھے، یا ایک آیت کہ تین کے برابر ہو، اب اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑے، اس طرح کہ ہتھیلیاں گھٹنے پر ہوں اور انگلیاں خوب پھیلی ہوں، نہ یوں کہ سب انگلیاں ایک طرف ہوں اور نہ یوں کہ چار انگلیاں ایک طرف، ایک طرف فقط انگوٹھا اور پیٹھ بچھی ہو اور سر پیٹھ کے برابر ہو اونچا نیچا نہ ہو اور کم سے کم تین بار "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" کہے، پھر "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه" کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور منفرد ہو تو اس کے بعد "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" کہے، پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے، یوں کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے پھر ہاتھ پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں سر رکھے، نہ یوں کہ صرف پیشانی چُھو جائے اور ناک کی نوک لگ جائے، بلکہ پیشانی اور ناک کی ہڈی جمائے اور بازوؤں کو کروٹوں اور پیٹ کو رانوں اور رانوں کو پنڈلیوں سے جُدا رکھے اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے پیٹ قبلہ رُو جمے ہوں اور ہتھیلیاں بچھی ہوں اور انگلیاں قبلہ کو ہوں اور کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہے، پھر سر اوٹھائے، پھر ہاتھ اور داہنا قدم کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رُخ کرے اور بایاں قدم

بچھا کر اس پر خوب سیدھا بیٹھ جائے اور ہتھیلیاں بچھا کر رانوں پر گھٹنوں کے پاس رکھے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں قبلہ کو ہوں، پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے کو جائے اور اسی طرح سجدہ کرے، پھر سر اٹھائے، پھر ہاتھ کو گھٹنے پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے، اب صرف بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر قراءت شروع کردے، پھر اسی طرح رکوع اور سجدے کر کے داہنا قدم کھڑا کر کے بایاں قدم بچھا کر بیٹھ جائے اور "اَلتَّحِیَّات" پڑھے، اور اس میں کوئی حرف کم و بیش نہ کرے، اور جب کلمہ لَا کے قریب پہنچے، دہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لَا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے مگر اس کو جنبش نہ دے اور کلمہ اِلَّا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لے، اگر دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنی ہیں تو اٹھ کھڑا ہو اور اسی طرح پڑھے مگر فرضوں کی ان رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا ضرور نہیں، اب پچھلا قعدہ جس کے بعد نماز ختم کرے گا، اس میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھے، پھر کوئی دعاے ماثور پڑھے، پھر دہنے شانے کی طرف منھ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ کہے، پھر بائیں طرف، یہ طریقہ کہ مذکور ہوا، امام یا تنہا مرد کے پڑھنے کا ہے، مقتدی کے لیے اس میں کی بعض بات جائز نہیں، عورت بھی بعض امور میں مستثنیٰ ہے۔ [ملخصاً از بہار شریعت حصہ:۳، ص:۵۰۶ تا ۵۰۹] محمود علی مشاھدی

[۱] ہجڑوں کی نماز

مسئلہ حنفی طریقہ کے مطابق نماز میں مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں اور عورت سینہ پر تو پھر ہجڑے کو کہاں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا چاہیے۔

قاضی میر احمد علی، گنگاوتی، کرناٹک

۲ر صفر ۱۴۱۲ھ

الجواب

ہجڑے کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو مرد کے حکم میں ہے، یہ مردوں کی طرح ناف کے نیچے ہاتھ باندھے گا۔ دوسرے وہ جو عورت کے حکم میں ہے، یہ عورتوں کی طرح سینے پر ہاتھ باندھے گا۔ تیسرے خنثیٰ مشکل یہ بھی مردوں کی طرح ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲] نماز میں ۲۵ جگہوں میں عورت و مرد میں فرق ہے

مسئلہ در مختار میں ص:۵۷ میں ہے: والمرأة تنخفض فلا تبدي عضديها وتلصق بطنها بفخذيها؛ لأنه أستر. وحررنا في الخزائن أنها تخالف الرجل في خمسة وعشرين۔
مودبانہ گزارش ہے کہ در مختار نے نماز میں عورت جو مرد کی پچیس جگہوں میں مخالفت کرے گی خزائن کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے۔ وہ پچیس جگہیں کون کون ہیں اس کی مکمل تشریح فرمائیں۔ بینوا من الحوالة

عبد الجبار، تھناہی، اٹھری، سہرسا، بہار

۹/ رجب ۱۳۹۹ھ

الجواب

وہ پچیس جگہیں یہ ہیں: (۱) عورت تکبیر تحریمہ میں کندھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ (۲) اپنا ہاتھ آستین سے باہر نہ کرے۔ (۳) اور ہاتھ سینے کے نیچے باندھے۔ (۴) رکوع میں تھوڑا جھکے۔ (۵) گھٹنوں کو مضبوطی سے نہ پکڑے۔ (۶) رکوع میں ہاتھ کی انگلیاں نہ پھیلائے۔ (۷) ان کو ملائے رکھے۔ (۸) رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنے پر صرف رکھے۔ (۹) رکوع میں گھٹنوں کو پھیلائے نہ رکھے۔ (۱۰) یوں ہی سجدے میں ملائے رکھے۔ (۱۱) سجدے میں کلائیوں کو بچھائے رکھے۔ (۱۲) اور قعدہ میں دونوں پاؤں باہر کر کے سرین پر بیٹھے۔ (۱۳) قعدہ میں رانوں پر ہاتھ اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں پر پہنچ جائیں۔ (۱۴) قعدے میں انگلیاں پھیلا کر نہ رکھے انھیں ملا کر رکھے۔ (۱۵) نماز میں بوقت ضرورت تسبیح نہ پڑھے بلکہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارے۔ (۱۶) مرد کی امامت نہیں کر سکتی۔ (۱۷) عورتوں کی تنہا یعنی صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں تو ان کی جماعت مکروہ ہے۔ (۱۸) اگر یہ جماعت کریں تو ان کی امام صف سے آگے نہ کھڑی ہو۔ (۱۹) مردوں کی جماعت میں حاضر ہونا عورتوں کو منع ہے۔ (۲۰) اور اگر آجائیں تو مردوں کے ساتھ صف میں کھڑی نہ ہوں، سب سے پیچھے کھڑی ہوں۔ (۲۱) ان پر جمعہ نہیں۔ (۲۲) تکبیر تشریق ان پر نہیں۔ (۲۳) فجر میں اسفار ان کے لیے مستحب نہیں۔ (۲۴) اور جہری نمازمیں جہر سے قراءت نہ کرے۔ (۲۵) عیدین کی نماز ان پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فصل في فرائض الصلاة

نماز کے فرائض کا بیان

نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں:

۱-قیام، ۲-قراءت، ۳-رکوع، ۴-سجود، ۵-قعدۂ اخیرہ، ۶-خروج بصنعہ

قیام

[۳] نماز کی حالت میں اگر پیر کھسک کر دوسری جگہ چلا جائے تو کیا حکم ہے

مسئلہ نماز پڑھتے پڑھتے اگر دایاں پیر کھسک کر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں، جواب عنایت فرمائیں۔

انوار الحق اشرفی، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، لال باغ، مرادآباد، یوپی

۲۴ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قراءت

[۵-۴] نماز میں قراءت کی مقدار

مسئلہ ① امام جہری نماز میں قراءت میں چھ سات آیتیں پڑھتا ہے اس کے بعد بھی مقتدیوں میں سے ایک کا کہنا ہے کم سے کم ایک رکوع پڑھا کرو تاکہ اگر کوئی آتا ہو تو وہ بھی جماعت میں شامل ہو سکے، تو امام کا ایسا کرنا درست ہے کہ نماز کی حالت میں کسی کا انتظار کرے اور قراءت لمبی کرے۔ حدیث کی روشنی میں مطلع کریں۔

② ظہر اور عصر کی فرض نماز میں قراءت چاروں رکعت میں کی جائے گی یا دو رکعت میں؟ حدیث کی روشنی میں مطلع کریں۔

ایوب بھائی، جمال بھائی، مقام و پوسٹ ڈاکور ٹھاسرا، ضلع کھیڈا، گجرات

الجواب

① نماز میں قراءت کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر نہیں ہے کم از کم تین چھوٹی آیتیں یا ایک اتنی بڑی آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو، واجب ہے۔ زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ البتہ اتنی زیادہ قراءت کرنی کہ مقتدیوں پر شاق ہو ممنوع ہے۔

اور اگر وقت میں گنجائش ہو اور آدمی حضر میں ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھے، عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل۔ اور ان سب صورتوں میں امام و منفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں، اس کے یہ تین حصے ہیں: اول **طوال مفصل** سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک، دوم **اوساط مفصل** سورۂ بروج سے لم یکن تک۔ سوم **قصار مفصل** سورۂ لم یکن سے لے کر آخر تک۔

تفصیل بالا کے مطابق قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ مقتدیوں پر شاق ہو۔ اسی طرح تھوڑی سی زیادتی میں بھی حرج نہیں البتہ بہت زیادہ زیادتی نہ کرے۔ جس نے یہ کہا کہ کم از کم ایک رکوع پڑھے صرف سات آیتیں نہ پڑھے اس نے بے علمی کی وجہ سے ایسا کہا۔ بعض آیتیں ایک ایک رکوع سے بڑی ہیں۔ مثلاً آیت مداینت۔ یعنی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ. (۱) معیار وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا۔ نماز کو

(۱)- القرآن المجید، الجز:۳۰، سورۃ البقرۃ:۷۳، الآیۃ:۲۸۲.

کسی آنے والے کے لیے اس کی خوش نودی حاصل کرنے کے لیے طول دینا حرام وگناہ ہے۔ ہاں اگر نیت یہ ہو کہ زیادہ سے زیادہ لوگ نماز میں شریک ہو جائیں، ان کی خوش نودی مقصود نہ ہو تو جائز ہے۔ بلکہ اعانت علی الخیر کی وجہ سے موجب ثواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صرف پہلے کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورہ کرے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۶] صرف سورۂ فاتحہ پڑھ لینے سے نماز ہوگی یا نہیں

مسئلہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ - لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب. کی توضیح۔ اگر کوئی صرف فاتحہ پڑھ لے تو نماز ہوگی یا نہیں ؟ اگر نہیں تو کیوں حالاں کہ صرف فاتحہ پڑھنے کی صورت میں قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو جا رہا ہے ؟ مکمل وضاحت کریں۔

فضل امام، جامع مسجد لکھنورہ، پوسٹ کشن پورہ، سیوان، بہار

۲۸ / جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

اگر کوئی شخص صرف سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرے تو فرض اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا واجب کے ترک کرنے سے گنہ گار ہوگا اور نماز واجب الاعادہ ہوگی، جیسے اگر کوئی شخص بجائے سورہ فاتحہ کے کوئی چھوٹی سورہ پڑھ لے۔ مطلق قراءت فرض ہے اس کی دلیل "فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ"(۱) ہے۔ اور سورۂ فاتحہ الگ واجب ہے اور اس کے ساتھ سورۂ فاتحہ کے علاوہ اور کوئی سورہ یا بقدر تین چھوٹی آیتوں کے پڑھنا دوسرا واجب ہے۔ "لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب"(۲) سے خاص سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور بکثرت احادیث میں مذکور ہے کہ حضور اقدس ﷺ سورۂ فاتحہ کے علاوہ اور بھی سورتیں پڑھا کرتے تھے ان احادیث سے سورۂ فاتحہ کے علاوہ قرآن کے کچھ اور حصے کے پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- القرآن المجید، سورۃ المزمل: ۷۳، آیت: ۲۰.

(۲)- جامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۳۴، کتاب الصلاة، باب ما جاء أن لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب، مجلس البركات، مبارك پور.

[۷] فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ نماز میں ثنا کے بعد بسم اللہ، بسم اللہ کے بعد سورۂ فاتحہ۔ فاتحہ کے بعد اگر "اَلَمْ تَرَ کَیْفَ" پڑھنا ہے تو بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے کہ نہیں؟ جب کہ کلام پاک میں ہر سورہ میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ مگر میں تو ثنا کے بعد بسم اللہ پڑھتا ہوں اب اگر سورۂ اخلاص پڑھتا ہوں تو بسم اللہ نہیں پڑھتا ہوں نماز ہوئی یا نہیں؟ آگاہ کیا جائے۔

عبدالقدوس، مقام و پوسٹ زنگی پور بازار، ضلع غازی پور، یوپی

الجواب

سورۂ فاتحہ کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور سورۂ فاتحہ کے بعد اگر کوئی سورہ یا شروع سورہ کی آیتیں ملائے تو ان سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب و مستحسن ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری، پڑھ لے تو بہتر ورنہ کوئی حرج نہیں۔ ابتداے سورہ میں بسم اللہ پڑھنا واجب و ضروری نہیں کہ اس کے بغیر نماز ہی نہ ہو۔ اس لیے صورت مذکورہ میں بلا کراہت نماز ہوگئی۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: لا تسن بين الفاتحة والسورة مطلقا ولو سرية ولا تكره إتفاقا[1]۔

اس کے تحت شامی میں ہے: ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سرا أو جهرا كان حسنا عند أبي حنيفة ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي لشبهة الاختلاف في كونها آية من كل سورة. بحر[2]۔ وھو تعالیٰ اعلم

[۸] پہلی رکعت میں "والعصر" اور دوسری رکعت میں سورۂ کافرون پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ کیا پہلی رکعت میں سورہ "والعصر" اور دوسری رکعت میں سورہ کافرون پڑھ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

عبدالرزاق، آزاد نگر، اورئی، جالون، یوپی

۴ر شعبان ۱۴۱۱ھ

---

(۱)- تنویر الأبصار والدر المختار مع رد المحتار، ج:۲،ص:۱۹۲، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، دار الكتب العلمیه، بیروت.

(۲)- رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة باب صفة الصلاة مطلب قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن، ج:۲،ص:۱۹۲، دار الكتب العلمیه، بیروت.

الجواب

پڑھ سکتے ہیں اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوگی البتہ یہ مستحب کے خلاف ہے۔ مستحب یہ ہے کہ دونوں رکعتوں میں قراءت برابر برابر ہو۔ پہلی میں کچھ خفیف زیادہ ہو تو حرج نہیں۔ دوسری میں پہلی سے زیادہ قراءت ہونا مستحب کے خلاف ہے۔

[۹ - ۱۰] کیا ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے

مسئلہ ① امام فرض کی نماز پڑھا رہا ہو تو کیا ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اگر امام نے فاتحہ کے پہلے بسم اللہ پڑھا اور فاتحہ کے بعد بسم اللہ آہستہ سے پڑھنا بھول گیا اور سورہ شروع کر دی تو سجدہ سہو واجب ہوگا؟ جیسا کہ قانون شریعت میں فاتحہ کے بعد آمین اور بسم اللہ پڑھنا واجب میں شمار کیا گیا۔ برائے مہربانی جواب سے نوازیں۔

② کسی شخص کی عادت ہوگئی ہو کہ جب نماز پڑھتا ہے تو سری نماز میں سورۂ فاتحہ کی کوئی آیت مکرر کر دیتا ہے اور التحیات اور درود شریف پڑھنے میں بھی اس کی یہی عادت ہے تو کیا ایسی حالت میں اس شخص پر سجدۂ سہو واجب ہوگا؟ اور اگر یہ شخص امام ہو تو اس کے متعلق فقہا کا کیا حکم ہے؟ یہ عادت اسے شک کی بنیاد پر ہے اور اس عادت کو ختم کرنے کا کیا علاج ہے؟

محمد منصور عالم، قدیم جامع مسجد، شہر کمیل، کرناٹک

الجواب

① - ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور اگر سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ پڑھی تو بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے۔ قانون شریعت میں یہ کہیں نہیں کہ ہر رکعت کی ابتدا میں سورۂ فاتحہ سے پہلے یا سورۂ فاتحہ کے بعد اگر کوئی سورہ پڑھے تو بسم اللہ پڑھنا واجب ہے بلکہ قانون شریعت سے یہ ظاہر ہے کہ یہ سنت ہے یا مستحب۔ فرائض وواجبات کے ذکر کے بعد لکھا:

فرائض وواجبات کے علاوہ جو باتیں طریقہ نماز میں بیان ہوئیں وہ یا سنت ہیں یا مستحب ان کو قصداً نہ

چھوڑا جائے اور اگر غلطی سے چھوٹ جائیں تو نہ سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت ہے نہ نماز دہرانے کی۔ (۱)

نماز کے طریقے میں لکھا: ”یہ ایک رکعت پوری ہوگئی۔ اب پھر صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر الحمد اور سورہ پڑھے“۔ واجبات نماز میں اسے شمار نہیں کیا پھر آپ نے کیسے لکھ دیا کہ قانون شریعت میں لکھا ہے کہ یہ واجب ہے۔ غالباً آپ کو اس عبارت سے شبہہ ہوا ”الحمد اور سورہ کے درمیان آمین اور بسم اللہ کے سوا کچھ اور نہ پڑھنا“۔ اس عبارت میں آمین اور بسم اللہ کو واجب نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے سوا اور کچھ نہ پڑھے۔ اس وقت ان دونوں کے سوا اگر کچھ اور بھول کر پڑھے گا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور قصداً پڑھے گا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ (۲) آمین اور بسم اللہ پڑھنے کا واجب ہونا اور بات ہے اور ان کے سوا کچھ اور نہ پڑھنا واجب ہے یا سنت یا مستحب (اور بات ہے) کوئی ایسا کام کرنا جو نماز میں اس جگہ مشروع نہ ہو مکروہ تحریمی ہے جس کا ترک واجب۔ ہمیں یہ حکم ہے کہ آمین کے بعد اگر کوئی سورہ پڑھیں تو بسم اللہ پڑھ سکتے ہیں اور اس کے بعد بلا کسی فصل کے سورہ پڑھی جائے یہ واجب ہے۔ اب اگر کسی نے اس موقع پر بسم اللہ اور سورہ کے بعد بجائے قرآن مجید کے کچھ اور پڑھا تو یہ واجب کا ترک ہوا۔ اسی کو قانون شریعت میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(۲) سوال سے ظاہر ہے کہ وہ تصحیح قراءت کی نیت سے تکرار کرتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۱] ”ض“ کو ”د“ پڑھنے والے کی نماز کا حکم

مسئلہ تجوید کی کتاب ”فوائد مکیہ“ میں لکھا ہے کہ حافۂ لسان جب ڈاڑھ سے ملتا ہے تو ضاد ادا ہوتا ہے۔ اور کتب فقہ کے جزئیات سے پتہ چلتا ہے کہ حروف کی ادائگی اپنے مخارج سے ضروری ہے ورنہ بعض صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ دریں صورت کوئی شخص سورۂ فاتحہ میں ”ضالین“ کے بجائے ”دالین“ پڑھتا ہے تو اس کے بارے میں شریعت حقہ کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہوگا؟ جب کہ اس کے مقتدیوں میں سے بعض، حروف کو اپنے مخارج سے ادا کرنے پر مکمل قدرت رکھتے ہیں۔ اس کے

---

(۱)- قانون شریعت، حصہ:۱، ص:۹۸، مکتبہ شمسیہ جون پور۔

(۲)- یعنی نماز پڑھنے والا اگر قصداً آمین اور بسم اللہ کے درمیان کچھ پڑھے گا تو سجدۂ سہو سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی ہے۔ محمود علی مشاہدی

مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں "دآلین" پڑھا جائے اور بقیہ جگہوں میں ضاد ہی پڑھیں یہ فرق کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ جواب باصواب سے مع حوالہ کتب فقہ معتبرہ سے نوازیں۔

حافظ محمد ایوب، امام مسجد پنسیر وا، پوسٹ بیلوا، ضلع کٹیہار، بہار

۱۸/ شوال ۱۴۱۲

الجواب

اس مسئلے کی پوری تفصیل مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ "الجام الصاد عن سنن الضاد" میں مذکور ہے، یہ رسالہ علاحدہ بھی چھپا ہے اور فتاوی رضویہ جلد سوم میں بھی چھپ چکا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) تجوید کا سیکھنا واجب ہے، علامہ جزری لکھتے ہیں:

الأخذ بالتجويد حتم لازم من لم يجود القرآن فهو آثم -

ہر شخص پر واجب ہے کہ قرآن مجید کے حروف کو ان کے مخارج کے ساتھ ادا کرے اور جو اس پر قادر نہیں اس پر واجب ہے کہ شب و روز صحیح ادا کرنے کی مشق کرے یعنی قوت لایموت اور ضروریات زندگی کے لیے کسب معاش سے جو وقت فاضل ہو اس میں مشاقی کی کوشش کرے حتی کہ اگر اس میں کمی کرے گا تو اس کی خود اپنی نماز نہ ہوگی اور اگر اس کے لیے کوشش کرے تو بدرجہ مجبوری اس کی نماز صحیح ہوگی۔

(۲) جو شخص کسی بھی حرف کو صحیح ادا کرنے پر قادر نہیں اور جماعت میں کوئی شخص ایسا ہے جو صحیح ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو کسی کی نماز صحیح نہ ہوگی نہ امام کی نہ مقتدیوں کی، فرض ہے کہ امامت وہی شخص کرے جو صحیح خواں ہو۔

(۳) جو شخص کسی حرف کو صحیح ادا کرنے پر قادر نہیں وہ صرف ان لوگوں کی امامت کر سکتا ہے جو اس حرف کو صحیح ادا نہ کر پاتے ہوں۔ لیکن امام کسی حرف کو صحیح ادا نہیں کر پاتا اور مقتدی اس کو صحیح ادا کر لیتے ہیں لیکن مقتدی دوسرے حرف کو صحیح ادا نہیں کر پاتے تو ان کی امامت وہ شخص نہیں کر سکتا۔

(۴) قرآن مجید کے کسی حرف کو بالقصد دوسرے حرف سے بدلنا کفر ہے اس لیے کہ یہ تحریف قرآن ہے۔ اب آپ اپنے سوال کا جواب لیجیے:

"ض" اور "د" دو الگ الگ حرف ہیں جن کے مخارج الگ الگ اور امتیازی صفات الگ الگ اور ان کی آواز بھی الگ الگ اس لیے "ضالین" کو "دالین" پڑھنا اگر بالقصد ہو تو کفر اور پڑھنے والے کی نماز تو نماز اس کا ایمان بھی رخصت، اسی طرح جو یہ کہے "ضالین" کو "دالین" پڑھنا چاہیے وہ بھی کافر۔ ہاں اگر کوئی شخص "ض" کو اس کے صحیح مخرج کے ساتھ ادا کرنے پر قادر نہیں اور وہ بدرجہ مجبوری "ض" کو "د" پڑھتا ہے تو اب دو صورتیں ہیں وہ شخص بقدر وسعت "ض" کو صحیح مخرج اور صفات کے ساتھ ادا کرنے کی جدوجہد کرتا ہے یا نہیں اگر کرتا ہے تو اس کی اپنی نماز صحیح اور اگر نہیں کرتا تو اس کی خود اپنی نماز صحیح نہیں۔ اور اگر نمازیوں میں سب ایسے ہی ہیں جو "ض" کو صحیح مخرج سے ادا نہیں کر پاتے تو ان کی امامت کر سکتا ہے اور اگر نمازیوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو جو "ض" کو صحیح مخرج سے ادا کر سکتا ہے تو کسی کی نماز صحیح نہیں نہ امام کی نہ مقتدیوں کی نہ خود اس شخص کی جو صحیح ادا کرنے پر قادر ہے۔ اس صورت میں فرض ہے کہ وہی امام بنایا جائے جو صحیح ادا کرنے پر قادر ہے یہ مسئلہ غنیہ، تنویر الابصار، در مختار، رد المحتار وغیرہ میں پوری تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

حرف کی ادائگی کی صحت صرف مخرج ہی پر نہیں بلکہ ہر حرف کے لیے کچھ صفات لازمہ ہیں جب تک ان صفات کی بھی پابندی نہیں کی جائے گی حرف صحیح ادا نہ ہوگا۔ آپ نے "ض" کا مخرج فوائد مکیہ کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی مبہم ہے، تفصیل یہ ہے "ض" کا مخرج زبان کی داہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اکثر پہلوے زبان حلق سے نوک کے قریب تر اس جانب کی ان بالائی داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں، قریب ملاحق ہوتا ہوا کیلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لام تک بڑھے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہو باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو مل کر کے تالو سے نزدیکی پائے۔ دانتوں یا زبان کی نوک کا اس میں کچھ حصہ نہیں، وہ ان قوی حرفوں میں سے ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارہ سانس کا ان کے ساتھ جدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک ان کی آواز ختم نہ ہولے سانس بند رہے گی ایسے حرفوں کو مجہورہ کہتے ہیں۔ بخلاف "د" کے کہ اس کا مخرج زبان کی نوک اور اوپر کے اگلے دو دانتوں کی جڑ ہے علاوہ ازیں "ض" میں اطباق ہے اور "د" میں انفتاح۔ مزید اور صفات میں بھی تخالف ہے یہ تو صرف آپ کی معلومات کے لیے لکھا گیا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ بغیر کسی ماہر قاری سے مشق کیے ہوئے صحیح تلفظ ادا کرنا قریب محال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۲] گونگے پر بقدر استطاعت نماز فرض ہے

مسئلہ گونگا پر نماز واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس طرح اس پر نماز کے احکام نافذ کیے جائیں گے، اور اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ کیا سوالات سے بری الذمہ عند اللہ مامون ہو گا؟

محمد مہتاب، مقام گوسائیں پور، پوسٹ کرندیگھی، ضلع مغربی دیناج پور، بنگال

۲۳/ ذوالحجہ، ۱۴۱۱ھ

الجواب

گونگے پر نماز بقدر استطاعت فرض۔ اس پر قراءت فرض نہیں، معاف ہے اسے اشارہ سے وضو اور نماز سکھائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۳] قرآن شریف کی کسی بھی آیت کو الٹا پڑھنا کفر ہے

مسئلہ عرض یہ ہے کہ سورۂ ناس کے بارے میں میں آپ سے اصلاح چاہتا ہوں وہ یہ کہ سورۂ ناس کو الٹا کس طرح پڑھا جاتا ہے لکھ کر روانہ کریں۔ عین نوازش ہوگی، ممنون و مشکور ہوں گا۔

ایس اے خاں، مقام و پوسٹ ملکاپور، ضلع بلدانہ، مہاراشٹر

۱۹/ رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

سورۂ ناس یا قرآن شریف کی کسی بھی آیت کو الٹا پڑھنا کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۴] چھوٹی اور بڑی آیت کی مقدار

مسئلہ کیا فرماتے ہیں ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

نماز مغرب میں پہلی رکعت میں ایک بڑی آیت اور دوسری رکعت میں دو چھوٹی آیت پڑھی۔ بعد نماز کے ایک شخص نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی۔ دوسری رکعت میں بھی تین آیت پڑھنا چاہیے۔ شرعی جواب تحریر فرمائیں۔

نماز میں ایک بڑی آیت اور چھوٹی تین آیت پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ بڑی آیت کتنے حرف والی ہو

جس کو بڑی آیت مانیں۔ زید نے کہا بڑی آیت چالیس حرفوں والی ہے۔ بکر نے کہا نہیں۔ اس سے بھی بڑی آیت پڑھنی چاہیے۔ اس کا شرعی جواب تحریر فرمائیں کہ بڑی آیت کتنے حروف والی ہو؟

حافظ عبد الحکیم صاحب، نور محمد فیئر قصائی واڑہ، محلہ گدری مند سور، ایم پی

الجواب

اس نے غلط بتایا نماز بلا کراہت ہو گئی۔ البتہ اگر بعد والی دو چھوٹی آیتیں مقدار میں پہلی رکعت کی بڑی آیت سے زائد ہوں تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چھوٹی آیت کی مقدار یہ ہے کہ کم از کم اس میں دو کلمے ہوں جیسے "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ①"۔ حرف کی تعداد کا اعتبار نہیں۔ بڑی آیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو مثلا: "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ① قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ② وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ③"۔ تین چھوٹی آیتیں ہو گئیں ان کے برابر جو آیت ہو وہ ایک بڑی آیت ہو گئی۔ زید اور بکر نے غلط کہا بڑی آیت کے لیے چالیس یا اس سے زائد حرف والا ہونا ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۵-۱۷] ظہر و عصر کی نماز میں سری قراءت کیوں ہے

مسئلہ ① نماز ظہر اور نماز عصر میں قراءت سری کیوں ہوتی ہے اور مغرب و عشا و فجر میں قراءت جہری کیوں ہوتی ہے؟

② مغرب و عشا کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت جہری اور بقیہ رکعتوں میں قراءت سری کیوں ہوتی ہے اور یہ عقل و قیاس کے مخالف ہے۔

③ نماز فجر میں دو اور نماز ظہر میں چار، عصر میں چار مغرب میں تین اور عشا میں چار رکعتیں کیوں فرض ہوئیں۔ قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت کی نماز کی رکعتیں برابر برابر ہوں۔

عبد المنان جیلانی، خطیب جامع مسجد رائے پور، مارواڑ، ضلع راجستھان

۱۶/ ذو قعدہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

(۱-۳) ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں یہی وارد ہے، اس میں اسرار و رموز کیا ہیں ہم

اس کے جاننے کے مکلف نہیں، نہ وہ ہماری سمجھ میں آنے کی بات ہے۔ ایسا بہت ہوتا ہے کہ اعلیٰ درجے کا ذہین آدمی کوئی بات کہتا ہے جسے لوگ سمجھ نہیں پاتے مگر وہ صحیح ہوتی ہے۔ جواہر لال نہرو نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لکھا ہے کہ: ”ہم لوگوں کو گاندھی جی کی باتیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں پہلے ہم لوگ بحث کرتے تھے لیکن بار بار تجربہ ہوا کہ وہ جو کہتے ہیں صحیح ہوتا ہے، اس لیے بعد میں ہم لوگ ان کی باتیں بلا چوں وچرا مان لیتے تھے اگرچہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھیں“۔ جواہر لال نہرو کم ذہین وچالاک نہیں تھا۔ جب گاندھی کی باتوں کے بارے میں اس نے ایسا لکھا ہے تو ماوشما اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے احکام وفرامین کے رموز واسرار کو کیا جانیں۔ یہ شیطان کی ایک چال ہے کہ انسان کو اس پر اکساتا ہے کہ وہ یہ معلوم کرے یہ ایسا کیوں، ایسا کیوں ہے؟ پھر انسان کو اس کا خوگر بنا دیتا ہے کہ صرف انھیں باتوں کو مانے جو اس کی ناقص عقل میں آئیں اور جو اس کی ناقص عقل میں نہ آئیں ان سے انکار کرنے لگتا ہے، جس کا نتیجہ گمراہی ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۸] نماز میں بالجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت پڑھی جاتی ہے کیا اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

محمد امین کشمیری، متعلم مدرسہ ہذا، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

۱۶؍ جمادی الآخرہ، ۱۴۱۲ھ

الجواب

بالجہر پڑھنا ممنوع ہے، آہستہ پڑھ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۹] بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کا جز ہے یا جزء قران ہے

مسئلہ بسم اللہ جزو ہر سورت ہے یا جزو قران؟

امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ قراءت میں امام عاصم کوفی تابعی کے تلامذہ میں سے ہیں اور امام عاصم رضی اللہ تعالی عنہ جزو ہر سورت کے قائل ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ جزو قران کے قائل ہیں تو ان دونوں قولوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

ابن حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کردہ یہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور اسے آیت بھی شمار کیا پس یہ سورۂ فاتحہ کی مستقل آیت ہے۔ قرآن کی سات لغتوں میں سے ایک لغت میں جس کے تواتر پر سب کا اتفاق ہے "الخ" اس حدیث کی تشریح اور وضاحت فرمائیں۔ بسملہ قرآن ہے یا غیر قرآن مع حوالاجات مدلل ومفصل طور پر بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا

محمد مدثر احمد، مدرسہ مدینۃ العلوم، چورو، راجستھان

۲۱؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ

الجواب

بسملہ قرآن مجید کا جز ہے مگر سورہ فاتحہ کا جز نہیں یہی صحیح ہے اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے انھوں نے فرمایا:

سمعت النبي ﷺ يقول: قال الله تعالى: قسمت الصلاة (الفاتحة) بيني و بين عبدي نصفين، ولعبدي ما سال فإذا قال العبد: الحمد لله رب العالمين، قال الله تعالى: حمدني عبدي، الحديث[1].

اس حدیث میں سورۂ فاتحہ کی ابتدا الحمد للہ سے کی یہ دلیل ہے اس بات کی کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں۔ نیز غار حرا میں سورۂ علق کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں اس کی ابتدا میں بھی بسم اللہ نہیں اور جب صحیح حدیثوں سے ثابت کہ دو سورتوں کا جز نہیں تو ثابت کسی سورت کا جز نہیں لعدم القائل بالفصل۔

بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے یا نہیں اس کا تعلق قراءت سبعہ متواترہ سے نہیں، قراءت سبعہ متواترہ کا تعلق قرآن مجید کی تلاوت کی مختلف کیفیات سے ہے یا کہیں کہیں بعض حروف کے حذف واثبات یا ابدال سے ہے۔ آپ نے ابن حذیفہ کی جو حدیث نقل کی ہے وہ میری نظر سے نہیں گزری پھر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز ہو۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں بھی سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے یہ ہمارا بھی مذہب ہے۔ ہم آہستہ پڑھتے ہیں اور شوافع بلند آواز سے۔ یہ فرمانے سے کہ آیت ہے یہ لازم نہیں کہ سورہ فاتحہ کا جز ہو۔ ہاں یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا جز ہے اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۱۶۹-۱۷۰، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، مجلس البركات، مبارك پور.

[۲۰] جو آیت پہلی رکعت میں پڑھی وہی دوسری رکعت میں پڑھنے کا حکم

مسئلہ: زید نے جمعہ کی نماز پہلی رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ رحمٰن کی تلاوت کی اور ’’ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ۙ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ‘‘ تک تلاوت کر کے رکوع و سجود کے ذریعہ رکعت پوری کی اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ رب المشرقین و رب پر بھول گیا اور تین مرتبہ اتنا الفاظ دہرایا پھر اوپر کی آیت گذشتہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ سے شروع کی اور اسی آیت پر آکر یعنی ’’ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ‘‘ پر پہنچ کر رکوع و سجود کر کے نماز پوری کی۔ بعد سلام بکر نے کہا کہ امام صاحب کیا نماز ہوگئی جب کہ دوسری رکعت میں آپ بھول گئے اور تین مرتبہ اسی ایک الفاظ ’’ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ رَبُّ ‘‘ کو دہراتے رہے بعدہ یادداشت کے لیے اوپر سے آپ نے تلاوت کی اس حساب سے میرے خیال میں نماز نہیں ہوئی کیوں کہ آپ نے نہ تو تین آیت تلاوت کی اور نہ ہی سجدۂ سہو کیا اس پر زید نے کہا کہ تم کو مسئلہ کیا معلوم نماز ہوگئی۔ اب آپ سے التماس ہے کہ اس مسئلہ میں جو صحیح ہو ارسال فرمائیں۔

مولانا کلیم اللہ، مہندوپار، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

۲۲؍ صفر ۱۴۱۲ھ

الجواب

صورت مسئولہ میں نماز بلا کراہت ہوگئی، نماز میں قرآن مجید کے کلمات کی تکرار سے نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح اگر دوسری رکعت میں پہلی رکعت میں پڑھی ہوئی سورت یا آیتوں کو پڑھ دیا تو اس سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ البتہ بلا کسی عذر کے پہلی رکعت میں پڑھی ہوئی آیت یا سورت کو [دوسری رکعت میں] پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے جس کا حاصل خلاف اولیٰ اور بضرورت ہو تو مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔ جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے کہ امام بھول گیا تھا آگے آیت یاد آنے کے لیے اوپر سے پڑھا قراءتِ واجب کی مقدار سے کچھ زائد ہوگئی۔ اس لیے کہ اس نے ’’ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ ‘‘ سے لے کر ’’ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ‘‘ تک پڑھا۔ یہ چار آیتیں ہوگئیں اور اگر پہلی رکعت میں پڑھی ہوئی دو آیتوں کو شمار نہ کیا جائے تو بھی

بقدر واجب قراءت ہو گئی اس لیے کہ واجب تین چھوٹی آیتوں کا پڑھنا ہے۔

تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:

وضم أقصر سورة كالكوثر أو ماقام مقامها وهو ثلاث آيات قصار نحو "ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝". وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاثا قصارا.[1]

اس کے تحت شامی میں ہے:

وهي ثلاثون حرفا فلو قرأ آية طويلة قدر ثلثين حرفا يكون قد أتى بقدر ثلاث آيات[2]۔

علامہ شامی کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں تیس حرف ہیں تو اگر کسی نے ایک ایسی لمبی آیت پڑھی جس میں تیس حرف ہوں تو اس نے تین آیتوں کی مقدار پڑھ لیا۔ اس پر مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جد الممتار میں فرمایا کہ اگر ان حروف کا اعتبار ہو جو پڑھے جاتے ہیں تو انتیس حرف ہیں اس لیے کہ میم مشدد دو حرف ہیں اور وَاسْتَكْبَرَ کا ہمزہ شمار نہ ہوگا اس لیے اقرب إلی الصواب یہ ہے کہ چھبیس حروف ہیں اس لیے کہ عند التحقیق مشدد ایک حرف ہے اور یہی ظاہر ہے اس لیے کہ یہاں نظر تلاوت پر ہے پھر بعد میں تحقیق فرمائی کہ آیات کریمہ "وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝"[3] میں پچیس حرف ہیں تو حکم یہ ہونا چاہیے کہ اگر ایک یا دو ایسی آیتیں پڑھ دیں جن میں پچیس حروف ہوں تو تین چھوٹی آیتوں کی مقدار ہو گئی۔

اور یہاں دونوں آیتیں ملا کر چالیس حرف ہو گئے اس لیے نماز بلا کراہت ہو گئی۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۱] نماز میں چھوٹی سورہ کے بعد بڑی سورہ پڑھنے کا حکم

مسئلہ نماز میں سورۂ العصر کے بعد، سورۂ فیل یا کوثر جان بوجھ کر پڑھنا کیسا ہے؟ اسی طرح سورۂ قریش کے بعد سورۂ کوثر پڑھنا کیسا ہے؟ کہ سورۂ عصر کے بعد اس سے بڑی سورت ہے، اور سورہ قریش کے بعد بھی اس سے بڑی سورہ ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ چھوٹی سورہ کے بعد بڑی سورہ نہ پڑھی جائے۔

نعیم احمد برکاتی، کالیٹ، ہبلی، کرناٹک۔

---

(۱)- تنوير الأبصار والدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۱٤۹، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۲)- رد المحتار على الدر المختار، ج:۲، ص:۱٤۹، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- القرآن المجيد، الجزء:۳۰، سورة الفجر:۷۳، الآية:۱-۳.

الجواب

اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ البتہ عوام کو خلفشار سے بچانے کے لیے اس طرح کی قراءت نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶/ ذوقعدہ ۱۴۱۴ھ۔

[۲۲] لفظ ''أنا'' پڑھنے کے متعلق سوال

مسئلہ چند دعائیہ کلمات بلی و أنا علی ذلك من الشاهدين، أنا أشهد به ''ان دو کلمات اور اس طرح کے دیگر میں بھی کیا ''أنا'' کی جگہ ''أن'' ہی سے وصل کریں؟

ہاشمی لائبریری، پی، بی روڈ، کاول پیٹھ، ہبلی

الجواب

ہاں ان جگہوں پر بجائے ''أنَا'' کے ''أنَ'' پڑھیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

[۲۳] پہلی رکعت میں سورۂ ناس پڑھ دی توبقیہ رکعتوں میں یہی سورت پڑھے

مسئلہ چار رکعت سنت نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ ناس پڑھ دی اب بقیہ رکعتوں میں کون سی سورت ملا کر پڑھے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

محمد رضوان، مقام و پوسٹ ہردولی، ضلع باندہ، یوپی

الجواب

بقیہ رکعتوں میں بھی یہی سورۂ ناس پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رکوع و سجدہ کا بیان

[۲۴-۲۶] رکوع و سجود میں تسبیح نہ پڑھنے سے نماز ہو جائے گی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں کہ:

❶ نماز میں سنت ترک کرنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر رکوع میں گئے اور اتنی دیر ٹھہرے رہے جیسے کہ ہم نے ایک آیت پڑھ لی ہو لیکن رکوع میں نہ ہی سبحان ربي العظيم کہا اور نہ ہی سجدہ میں سبحان ربي الأعلى تو کیا نماز ہو جائے گی؟

❷ دونوں تسبیح "سبحان ربي العظيم، سبحان ربي الأعلى" یہ سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ اور نماز میں مؤکدہ کو ترک کیا تو کیا نماز ہو جائے گی؟ اور ترک کرنے سے گناہ کی مقدار کیا ہوگی؟

❸ کسی بزرگ کے روضہ پر کوئی عقیدت مند حاضر ہوا اور قبر پر سر رکھ دیا یا بوسہ دیا تو کیا قبر پر سر رکھنے سے سجدہ ہو جائے گا اور ہو گا تو وہ کون سا سجدہ ہے؟

محبت علی، کپڑا والے، کمال گنج، فرخ آباد، یوپی

الجواب

❶ نماز ہو جائے گی مگر سنت ترک کرنے کا وبال ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❷ رکوع و سجدہ میں تسبیح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور اس کے چھوڑنے کی عادت ڈالنے والا مستحق عتاب۔ [عتاب کی] کیا مقدار ہوگی یہ مولیٰ عزوجل جانے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❸ قبروں کا بوسہ نہیں لینا چاہیے۔ اور سجدہ کرنا حرام قطعی ہے۔ قبر پر سر یعنی پیشانی رکھنا ہی سجدہ ہے، کون سجدہ ہو گا؟ یہ سجدہ کرنے والے کی نیت پر ہے۔ اگر بہ نیت عبادت سجدہ کرے گا تو سجدۂ عبادت ہو گا اور سجدہ کرنے والا کافر و مرتد ہو جائے گا۔ اور اگر بہ نیت تعظیم سر رکھے گا تو حرام ہو گا اور سجدہ کرنے والا فاسق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۷-۲۹] سجدے کی کیفیت

مسئلہ ① سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں کی پوری انگلیوں کا لگانا سنت، تین لگانا واجب اور ایک لگانا فرض ہے۔ مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صرف تین بار سجدہ کی تسبیح پڑھنے تک لگانا کافی ہے یا سجدہ سے سر اٹھانے تک بھی لگانا ضروری ہے؟ اگر کسی کی انگلیاں صرف تین بار سجدہ کی تسبیح کہنے تک لگی رہیں اس کے بعد اس کی انگلیاں زمین سے نہ لگیں اور وہ شخص اور بھی سجدہ کی حالت میں ہے۔ تین سے زیادہ تسبیح پڑھ رہا ہے تو کیا ایسے شخص کا سجدہ و نماز ہوئی کہ نہیں؟

② بغیر فرض نماز کے کوئی نفل قبول نہیں کیا یہ حدیث ہے؟ یا مسئلہ ہے یا کیا اور اس کے معنی کیا ہیں؟

③ جن کے ذمہ فرائض ہیں ان کے ذکر، تسبیح، دعا، صدقہ، خیرات قربانی وغیرہ کوئی نیکی بھی قبول ہے کہ نہیں؟ ان سوالوں کے جواب تحریر فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

محمد سرمد پاشاہ، مومن مسجد، ہاسپٹ، ضلع بلاری، کرناٹک

۱۸؍ رجب ۱۴۱۱ھ

الجواب

① جب تک سجدہ میں رہے اس وقت تک سوال میں مذکور تفصیل کے مطابق پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ زمین سے لگے رہنا چاہیے اگر ایک تسبیح پڑھنے کی مقدار انگلیوں کے پیٹ زمین سے ہٹ گئے تو نماز میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ یعنی اگر دسوں میں سے کسی ایک انگلی کا پیٹ ہٹا تو سنت ادا نہ ہوئی۔ اور اگر ہر پاؤں کی تین انگلیوں میں سے دو ہی لگی رہیں تو واجب ترک ہو گیا۔ نماز واجب الاعادہ ہو گی۔ اور اگر سب کے پیٹ ہٹ گئے تو نماز فاسد ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

② یہ مضمون ایک حدیث سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

③ حدیث میں ہے کہ "جن کے ذمہ فرائض یا واجبات ہوں ان کے نوافل اور مستحبات زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں"۔ یعنی بارگاہ قبول تک نہیں پہنچتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۰] عورتیں سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ زمین سے نہ لگائیں

مسئلہ حالت سجدہ میں کم از کم انگوٹھا اور اس سے متصل انگلی کے پیٹ کا حصہ لگنا اگر ضروری ہے تو

عورتیں کس حکم کے تحت مستثنیٰ قرار دی گئیں یا عورتیں بھی مردوں کی طرح سجدہ کریں؟

محمد ضمیر الدین کیراف محمد نعمت حسین امام ہاسٹل مسجد، داکلکتہ، بنگال

۱۷/ ذو قعدہ ۱۴۱۱ھ

الجواب

عورتوں کے لیے سجدہ کرنے میں یہ ضروری ہے کہ پنڈلیاں زمین سے چپکی ہوں اور ران پنڈلیوں سے۔ انگلیوں کے پیٹ زمین پر اسی وقت لگیں گے جب پیر کھڑے ہوں اور جب پیر کھڑے ہوں گے تو پنڈلیاں زمین سے چپک نہیں پائیں گی اس لیے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

شامی میں ہے: وتنضم في ركوعها وسجودها وتفترش ذراعيها(۱).

اسی میں ہے: وذكر في البحر أنها لا تنصب أصابع القدمين(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قعدہ کا بیان

[۳۱] تشہد میں انگلیوں کا حلقہ باندھیں رہیں یا کھول دیں

مسئلہ تشہد پڑھنے کے بعد شہادت کی انگلی کلمہ "لا" پڑھتے ہوئے اٹھا کر گرانے کے بعد سیدھی رکھنی چاہیے یا موڑنا درست ہے؟ تحریر فرمائیں۔

عبد الرحیم مدرسہ عربیہ اشرفیہ بحر العلوم، چٹ بڑاگاوں، ضلع بلیا، یوپی

۵/ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

الجواب

تشہد میں "لا" پر حلقہ باندھے اور انگشت شہادت اوپر اٹھا کر اشارہ کرے "إلا الله" پر انگلی گرا لے اور حلقہ کھول دے۔ غنیہ میں ہے:

المراد من العقد المذكور فى رواية مسلم، العقد عند الإشارة لا فى جميع التشهد ألا يرى ما في الرواية الأخرى لمسلم: "وضع كفه اليمنى على فخذه اليمنى وقبض أصابعه كلها وأشار

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۲۱۱، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج:۲، ص:۲۱۱-۲۱۲، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

بأصبعه التي تلي الإبهام". ولا شك أن وضع الكف لا يتحقق حقيقة مع قبض الأصابع فالمراد وضع الكف ثم قبض الأصابع بعد ذلك عند الإشارة.[1]

اس عبارت میں جو دو جگہ تصریح ہے ایک جگہ فرمایا: العقد عند الإشارة. حلقہ اشارہ کے وقت ہے۔ دوسری جگہ ہے: ثم قبض الأصابع بعد ذلك عند الإشارة. پھر انگلیوں کو سمیٹنا ہے اشارے کے وقت۔ یہ دونوں عبارتیں اس پر نص ہیں کہ انگلیوں کا حلقہ صرف اشارے کے وقت ہوگا نہ پہلے ہوگا نہ بعد میں اس لیے کہ جب کوئی حکم کسی حالت کے ساتھ مقید ہوتا ہے تو اس حالت کے ساتھ خاص ہوتا ہے، اس کے قبل یا اس کے بعد ممنوع ہوتا ہے۔ اس لیے اشارہ کے بعد حلقہ باندھے رہنا جیسا کہ دیوبندیوں میں یہ بدعت پھیلی ہوئی ہے خلاف سنت ہے۔

علما نے قعدہ خواہ اولیٰ ہو یا ثانیہ کی سنتوں میں یہ شمار فرمایا کہ داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے اور ہاتھ کو کھلا رکھے۔ عالمگیری میں ہے:

ووضع يديه على فخذيه وبسط أصابعه، كذا في الهداية.[2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ قعدہ کی اصل سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دونوں رانوں پر کھلی ہوئی رہیں اب اگر تشہد کے بعد تک انگلیوں کا حلقہ باندھے رہیں گے تو اس سنت کا ترک لازم آئے گا اگر تشہد کے بعد تک انگلیوں کا حلقہ باندھے رہنا مشروع ہوتا تو علما یہاں بطور استثنا کے ضرور ذکر فرماتے جیسا کہ اشارے کے وقت حلقہ باندھنے کو ذکر فرمایا باوجود مقتضیٰ ذکر نہ کرنا مشروع نہ ہونے کی دلیل ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ کتب فقہ پر غائر نظر ڈالنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انگلیوں کا حلقہ صرف "لا إله إلا الله" تک رہے گا اس کے بعد کھول دیا جائے گا۔[3] واللہ تعالیٰ اعلم

خروج بصنعہ کا بیان

[۳۲] سلام پھیرے بغیر اگر کوئی نماز ختم کردے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ نماز میں کتنے فرائض ہیں صحیح مسلک میں۔ اور خروج بصنعہ فرض ہے یا واجب اور خروج بصنعہ

(۱)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص:۳۲۸، صفة الصلاة، سهيل اكيڈمي، لاهور.
(۲)- الفتاوى الهندية، ج۱، ص:۸۳، كتاب الصلاة، الباب الاربع في صفة الصلاة، الفصل الثالث، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۳)- حضرت علامہ سید احمد طحطاوی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ "إلا الله" پر انگلی گرانے کے بعد حلقہ کھول دیں۔ والعقد وقت التشهد فقط فلا يعقد قبل ولا بعد وعليه الفتوى۔ (ص:۱۴۷). محمد نسیم مصباحی

میں لفظ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہنا واجب ہے یا کیا؟ اگر کوئی نماز پوری کر کے عمداً یوں ہی چل دے بغیر کلمہ سلام کہے نماز ہو گی یا نہیں؟ تمام صورتوں کو ذکر فرمائیں۔

فضل امام، جامع مسجد لکھنورہ، پوسٹ کشن پورہ، سیوان، بہار

۲۸ر جمادی الآخرہ، ۱۴۱۳ھ

الجواب

نماز میں ۶ر فرائض ہیں: قیام، قراءت، رکوع، سجود، قعدہ اخیرہ، خروج بصنعہ۔ لفظ سلام فرض نہیں واجب ہے۔ اگر کوئی نماز سے باہر آنے کے لیے، لفظ سلام نہ کہے اور بالقصد نماز سے باہر آنے کے لیے کوئی کام کرے تو فرض ذمے سے ساقط ہو جائے گا لیکن واجب کے چھوڑنے سے گنہ گار ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۳] نماز میں سلام کرنا جائز نہیں تو دائیں بائیں کیوں سلام کیا جاتا ہے

مسئلہ حالت نماز میں سلام کرنا کسی کو جائز نہیں ہے تو پھر نمازی نماز کے اخیر میں اپنے دائیں بائیں کیوں سلام کرتا ہے؟ اور سلام اپنے دائیں بائیں فرشتے اور نمازیوں کو سلام کرنا بھی ہے تو سلام کا جواب دینا واجب ہے، کوئی تو سلام کا جواب دیتا بھی نہیں ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

جمن خاں، این ڈیلری وائی بھرلی، مسجد پوسٹ شام نگر، ضلع چوبیس پرگنہ، بنگال

یکم جمادی الاولی ۱۴۰۹ھ

الجواب

نماز میں سلام کرنا منع ہے اور نماز کے اخیر میں جو سلام پڑھتے ہیں وہ نماز سے باہر آنے کے لیے ہے، اس کا جواب کسی پر واجب نہیں، یہ سلام تحیت نہیں، شریعت نے نماز سے باہر آنے کے لیے اس سلام کا حکم دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الدعاء والذکر بعد الصلاۃ

دعا اور ذکر کا بیان

[۳۴] فرض نماز کے بعد فوراً دعا مانگیں یا کچھ ذکر کرنے کے بعد

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

بعد نماز فرض آیۃ الکرسی یا کوئی مختصر سا وظیفہ پڑھ کر دعا مانگنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ سلام کے بعد فوراً دعا مانگنا افضل ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ بینوا توجروا

محمد صدیق رضوی الہ آباد
۲۸ر ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

الجواب

اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرض نمازوں کے بعد دعا مانگتے تھے۔ حدیثوں میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ سلام کے بعد یہ پڑھتے:

لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ ، وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ، لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ، لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ ، لاَ نَعْبُدُ إِلاَّ إِيَّاهُ ، لَهُ النِّعْمَةُ وَ لَهُ الْفَضْلُ وَ لَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ ، لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ ، مُخْلِصٌ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ(۱).

(۱)- الترغیب والترہیب للمنذری، ج:۳،ص:۲۲۶، کتاب الذکر والدعاء۔

اس کے علاوہ اور بھی متعدد دعائیں وارد ہیں۔ اس لیے نماز کے بعد مختصر دعا مانگنا حدیثوں سے ثابت ہوا بلکہ جن نمازوں کے بعد سنت و نفل نہیں ان کے بعد کافی طویل دعائیں مذکور ہیں، مثلاً تسبیح فاطمہ وغیرہ۔ زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ "سرور العید السعید" کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۵] نماز کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنا کیسا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ہذا کے بارے میں:

یہاں پر بعد نماز فجر صلاۃ وسلام کا نذرانہ عقیدت حضور پر نور ﷺ کو پیش کیا جاتا ہے، ساتھ ہی نمازیوں کا خیال بھی رکھا جاتا ہے۔ لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ روزانہ سلام پڑھنا حرام ہے۔ لہٰذا علماے کرام سے عرض ہے شریعت مطہرہ کے تحت قرآن وحدیث کی روشنی میں صاف صاف جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ فقط

انجمن اسلامیہ، انپارہ، ضلع ٹونک، راجستھان

۱۴ر فروری ۱۹۸۴ء

الجواب

نماز فجر کے بعد یا کسی بھی نماز کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنا بلاشبہہ جائز بلکہ مستحسن اور موجب ثواب ہے۔ بلاشبہہ صلاۃ وسلام کے جو فضائل احادیث میں وارد ہیں ان کے مستحق یہ صلاۃ وسلام پڑھنے والے بھی ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شریعت کے احکام دو قسم کے ہیں:

ایک وہ جن کی ہیئت طریقہ شریعت نے مقرر فرمادیا ہے جیسے نماز فرض و واجب یہ اپنے وقت ہی پر اسی طریقہ سے ادا کرنا ضروری ہے جو شریعت نے مقرر فرمادیا ہے اس میں کوئی رد وبدل جائز نہیں۔

دوسرے وہ احکام جن کی ہیئت، طریقہ، وقت مقرر نہیں فرمایا جیسے قرآن مجید کی تلاوت اس کو مطلق رکھا ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ہم ان احکام کو جس وقت چاہیں جیسے چاہیں ادا کریں یہ مامور بہ ہی کی ادائگی ہوگی۔ اور اس پر وہی ثواب مرتب ہوگا جو وارد ہے جب تک کسی خاص وقت یا طریقہ کی ممانعت نہ ہو مثلاً ہم کو مطلقاً حکم دیا گیا: "فَاقْرَءُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ"۔ (۱)

(۱)- القرآن المجيد، الجز:۲۹، سورة المزمل:۷۳، الآية:۲۰.

تم سے جتنا ہوسکے قرآن پڑھو۔

کوئی طریقہ اور وقت مقرر نہیں فرمایا۔ ہم جس طرح جس وقت بھی قرآن مجید پڑھیں گے اسی حکم کی تعمیل ہوگی۔ اور ہمیں وہی اجر ملے گا جو قرآن مجید کی تلاوت کا ہے۔ جیسے ایک شخص روزانہ بعد نماز فجر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ یقیناً یہ شخص قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پائے گا۔ اس کا یہ فعل عبادت ہوگا۔ حالاں کہ کہیں مذکور نہیں کہ حضور اقدس ﷺ یا صحابۂ کرام یا تابعین عظام روزانہ بیٹھ کر بعد فجر تلاوت کرتے تھے، مگر کوئی اسلام کا دعوی کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتا ہے روزانہ اس طرح تلاوت کرنا حرام ہے۔ صلاۃ وسلام اسی دوسری قبیل سے ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کے لیے کوئی وقت یا کوئی طریقہ مقرر نہیں فرمایا ہے، ہمیں مطلقاً حکم دیا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (1)

اے ایمان والو! نبی پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام پڑھو۔

اس لیے ہم جس وقت جس طریقہ سے صلاۃ وسلام پڑھیں گے اس حکم کی تعمیل ہوگی اور موجب اجر و ثواب ہوگا۔ جب تک کسی خاص وقت یا کسی خاص طریقہ کی ممانعت ثابت نہ ہو۔

اور جیسے ایک شخص بعد نماز عشا قبلہ رو بیٹھ کر سو بار درود شریف پڑھتا ہے روزانہ بلا ناغہ، ان ناجائز کہنے والوں سے پوچھیے یہ جائز ہے یا ناجائز، اتنی ہمت ہرگز نہیں کر سکتے کہ اسے ناجائز و حرام کہہ دیں، ان کو جائز ہی کہنا پڑے گا۔ اگر جائز کہیں تو پوچھیے اس میں اور بعد نماز فجر صلاۃ وسلام پڑھنے میں کیا فرق ہے؟ اگر بیٹھنے اور کھڑے ہونے کا فرق کریں تو ان سے پوچھیے کہ کہاں قرآن مجید میں آیا ہے کہ بیٹھ کر بعد نماز عشا درود پڑھو جہاں سے تم بیٹھ کر بعد نماز عشا درود شریف پڑھنے کا جواز دکھاؤ گے وہیں سے ہم بعد نماز فجر کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنے کا جواز دکھا دیں گے۔ اگر ضد میں آکر بعد نماز عشا بیٹھ کر درود و سلام پڑھنے کو ناجائز و گناہ کہہ دیں تو ان سے نماز فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کے بارے میں یہی کلام کریں۔ ان شاء اللہ یا تو تسلیم کریں گے کہ نماز فجر کے بعد کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام جائز و مستحسن ہے۔ نہیں تو لاجواب ضرور ہو جائیں گے۔

اب آپ لوگوں کی مزید تسلی اور تشفی کے لیے بات مکمل کر دیتا ہوں۔ آج کل مسلمانوں میں اختلاف اور جھگڑا پیدا کرنے کی نیت سے کچھ لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ جو کام اسلاف نے نہ کیا ہو وہ ناجائز و گناہ ہے۔

---

(۱)- القرآن المجيد، الجز:۲۲، سورة الأحزاب:۳۳، الآية:۵۶.

ان لوگوں کا یہ کہنا بالکل غلط اور حدیث کا رد ہے۔ مشکات میں بحوالہ مسلم یہ حدیث ہے:

من سن في الإسلام سنة حسنة يكون له أجرها وأجر من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شي.[1]

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ملے گا اور قیامت تک جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے برابر ایجاد کرنے والے کو ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین میں کوئی اچھا نیا طریقہ ایجاد کرنا باعث ثواب ہے۔ کون مسلمان ہوگا جو یہ کہہ دے کہ صلاۃ وسلام پڑھنا اچھا کام نہیں، جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا یہی کہے گا کہ صلاۃ وسلام پڑھنا اچھا کام ہے اور جب یہ اچھا کام ہے تو نماز فجر کے بعد بھی اچھا ہی ہے؛ اس لیے اس حدیث کی رو سے یہ بھی باعث اجر وثواب ہے، کسی بھی نیک کام کو پابندی سے کرنا پسندیدہ ہے، بخاری وغیرہ میں ہے:

أحب الأعمال أدومها إلى الله[2] ۔ اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ پسندیدہ وہ کام ہے جس میں دوام ہو۔

اس لیے پابندی کے ساتھ روز پڑھنے سے صلاۃ وسلام ناجائز نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ پسندیدہ ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ر جمادی الاولی ۱۴۰۴ھ

[۳۶] مقتدی اپنی الگ دعا مانگ سکتا ہے

مسئلہ نماز فرض کے بعد امام دعا مانگ رہا ہے تو کیا مقتدی کو اجازت ہے کہ وہ بلند آواز سے دوران دعا اپنی کوئی دعا مانگ لے؟

عبد الرزاق، آزاد نگر، اورئی، جالون، یوپی

۴ر شعبان ۱۴۱۱ھ

الجواب

بلند آواز سے دعا نہ مانگے۔ آہستہ اپنی الگ دعا مانگ سکتا ہے کیوں کہ دعا میں اقتدا لازم نہیں۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ امام کی دعا پر آمین کہے کیوں کہ اجتماعی طور پر دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- مشكاة المصابيح، ص:۳۳، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- مشكاة المصابيح، ص:۱۱۰، باب القصد والعمل، مجلس البركات، مبارك پور- الصحيح للبخاري، كتاب الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل، رقم الحديث: ٦٤٦٤، ج:۲، ص:۹۵۷، مجلس البركات، مبارك پور.

[۳۷] نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مستحب ہے

مسئلہ فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھا کر ”بکار خویش حیرانم“ یا اس قسم کی اور دوسرے اشعار پڑھنا کیسا ہے؟

ابوالکلام، مقام و پوسٹ کُسُم کھور، ضلع قنوج، یوپی
۱۳ر ذو قعدہ ۱۴۱۹ھ

الجواب

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مستحب ہے۔ دعا قبول ہونے کے جو مخصوص اوقات ہیں ان میں ایک وقت یہ بھی ہے۔ دعا مانگنے والے کو اختیار ہے عربی میں مانگے یا فارسی یا اردو میں۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۸] نماز کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف رخ کر کے صلاۃ وسلام پڑھنا باعث اجر و ثواب ہے

مسئلہ بعد نماز جمعہ اور بعد نماز فجر یا کسی اور وقت مدینۃ الرسول ﷺ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا کرنا حدیث یا کسی دینی کتب سے ثابت نہیں ہے، لہذا ایسا کرنا بدعت ہے۔

پرسیڈنٹ اہل سنت حنفی جامع مسجد مین روڈ، اپلا کسرا گود
۲۵ر جمادی الاولی، ۱۴۰۹ھ

الجواب

اس میں کوئی حرج نہیں کہ نمازوں کے بعد یا کسی بھی وقت مدینہ طیبہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھا جائے بلکہ یہ باعث اجر و ثواب ہے۔ اللہ عزوجل نے ہمیں حکم دیا: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (۱) اے ایمان والو! نبی پر درود پڑھو اور خوب خوب سلام پڑھو۔

---

(۱)- القرآن المجيد، الجز:۲۲، سورة الأحزاب:۳۳، الآية: ۵۶.

اس میں کسی وقت یا کسی طریقے کی تخصیص نہیں، مطلق ہے۔ لہذا ہم جس وقت بھی جس طریقے سے بھی درود و سلام پڑھیں گے اس حکم خداوندی کی تعمیل ہوگی۔ والتفصیل فی فتاوانا. واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۹] نماز کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

فرض نماز کی جماعت ختم ہونے پر "یا محمد صلی الله علیك یا رسول الله وسلم علیك یا حبیب الله" تین مرتبہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور پنج گانہ فرض نمازوں کے بعد دعاے مسنون کون ہے اور طریقہ سنت کیا ہے؟ بینوا توجروا

ڈاکٹر عبدالرزاق لالا، حافظ کلینک مدرسہ ہائی اسکول کے پیچھے، ہمت نگر، صابر کانٹا، گجرات

۱۲/ ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ

الجواب

نمازوں کے بعد مذکورہ بالا درود شریف پڑھنا بلا شبہہ جائز اور مستحسن ہے۔ لِاطلاق قولہ تعالیٰ: صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۱)، درود و سلام پڑھنا فی نفسہ ایک اچھا کام ہے اور باعث اجر و ثواب ہے خواہ کسی وقت یا کسی طریقہ سے پڑھا جائے۔ اور کسی اچھے کام کے لیے کوئی مخصوص وقت یا طریقہ ایجاد کرنا بحکم حدیث حسن اور باعث اجر و ثواب ہے۔ حدیث میں ہے:

من سن في الإسلام سنة حسنة يكون له أجرها وأجر من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيء. (۲)

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے برابر ایجاد کرنے والے کو ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔

نمازوں کے بعد کسی خاص دعا کا پڑھنا معین نہیں کہ اس کا پڑھنا فرض یا واجب یا سنت ہو۔ نمازیوں کو

---

(۱)- القرآن المجید، الجز:۲۲، سورۃ الأحزاب:۳۳، الآیۃ:۵۶.

(۲)- مشکات المصابیح، ص:۳۳، باب العلم، مطبوعۃ مجلس البرکات، مبارك پور.

اختیار ہے جو دعا چاہیں پڑھیں، اس میں درود شریف بھی داخل ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوں تو اپنے وظیفے میں سے کتنا درود شریف پڑھوں؟ فرمایا: جتنا تو چاہے، جتنا تو زیادہ کرے گا تیرے لیے بہتر ہوگا۔ انھوں نے عرض کیا دو تہائی، فرمایا: جتنا تو چاہے اور اگر زیادہ کرے گا تو تیرے لیے بہتر ہوگا۔ انھوں نے عرض کیا میں اپنے پورے وظیفے میں درود پڑھوں گا۔ فرمایا: اس وقت تیرے عملوں کو کافی ہوگا اور تیرے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔(۱)

آپ کا سوال تو ہے ہی اس کے بارے میں کہ تین بار پڑھنا کیسا ہے اس حدیث کی روشنی میں اگر کوئی شخص دوسری دعاؤں کے عوض صرف درود شریف پڑھے تو اس کے لیے بہتر ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۴۰] سلام کے بعد حضور ﷺ تین طرف رخ کرتے تھے

مسئلہ فجر و عصر میں حضور اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کرتے تھے یا مقتدیوں کی طرف اور دعاؤں میں گلستاں بوستاں کے اشعار پڑھنا جو کہ قافیہ بندی کے قبیل سے ہے کیسا ہے؟ اور ایصال ثواب کا سنت طریقہ کیا ہے؟ بعض لوگ بلکہ اکثر بریلوی عالم اور طلبہ کھانا آگے رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟ اور نویں اور دسویں محرم کو طلبہ کو چھٹی دینا کیسا ہے؟ اس میں اہل تشیع کی مشابہت نہیں ہے؟ ان سوالوں کے جوابات تفصیل سے لکھیں اور حوالہ بھی درج کریں تاکہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔

سراج احمد، بسکٹ والے، محلہ منصور گنج، ضلع بہرائچ شریف، یوپی

۱۲ر صفر ۱۴۱۴ھ

الجواب

حدیثوں میں دائیں طرف، بائیں طرف، مقتدیوں کی طرف تینوں طرف چہرہ پھیرنے کا ذکر ہے، اکثر داہنی طرف رخ انور موڑتے تھے۔ نماز کے بعد مصلے کو لپیٹنا ایک رواج ہے اگر کوئی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ دعاؤں میں گلستاں، بوستاں کے اشعار پڑھنا بلا شبہہ جائز ہے۔ کھانا آگے رکھ کر فاتحہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ تفصیل کے لیے "جاء الحق" کا مطالعہ کریں۔ نویں اور دسویں محرم کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ نویں اور دسویں محرم کو چھٹی دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس میں روافض سے تشبہہ کا سوال ہی نہیں۔ روزہ رکھ کر پڑھنا پڑھانا دشوار ہوتا ہے۔ جو مدرسین یا طلبہ روزہ رکھیں گے انھیں دشواری ہوگی اس نیت سے چھٹی دی جاتی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(۱)- مشكات المصابيح، ص:٨٦، باب الصلاة على النبي ﷺ، مطبوعة مجلس البركات، مبارك پور.

[۴۱] بعد نماز دعاے ثانی کا ثبوت

مسئلہ زید کہتا ہے ہر نماز کے بعد دعاے ثانی ضروری ہے اور دعاے ثانی کے بعد الفاتحہ کہنا بھی ضروری ہے اور کہتا ہے کہ جو الفاتحہ نہ کہے وہ وہابی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد فاتحہ کس کے نام کی دی جاتی ہے جب کہ شمالی ہند میں الفاتحہ کا دستور ہی نہیں ہے؟ مہاراشٹر کے کچھ علاقوں میں اکثر جہلا اماموں پر مسلط کرتے ہیں نہیں تو وہابی کہہ کر امامت سے ہٹا دیتے ہیں۔

جمیل احمد، محمد علی گاندھی چوک، مقام و پوسٹ اجنٹا، ضلع اورنگ آباد، مہاراشٹر

۲۵/ ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ

الجواب

یہ آپ کا اہل سنت پر الزام ہے کہ وہ دعاے ثانی کو ضروری کہتے ہیں، شاید آپ کے نزدیک جو چیز ضروری نہ ہو اس کا کرنا ناجائز و حرام ہے تو اب ذرا اپنے مولویوں سے پوچھ کے بتائیے کہ مستحب کا کرنا ضروری ہے کہ نہیں اور مستحبات پر عمل کرنا گناہ ہے یا ثواب؟ دعاے ثانی کی بحث بعد میں ہوے گی۔ پنج وقتہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو اجتماعی دعا ہوتی ہے اس کے بارے میں آپ اپنے علما سے پوچھ لیجیے کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟ وہ دعاے اول کا جہاں سے ثبوت دیں گے وہیں سے ہم دعاے ثانی کا ثبوت دیں گے۔ دعاے ثانی کے منکرین کو وہابی کہا تو بالکل صحیح کہا، دعاے ثانی کو ناجائز و حرام کہنا یہ وہابیوں کی علامت ہے۔ صرف وہابی ہی اس کو ناجائز و حرام کہتے ہیں۔ اہل سنت کے عوام و خواص علما و مشائخ و مفتیان عظام اسے جائز و مستحسن مانتے ہیں۔ اس کے ثبوت کے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ”فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝“

جلالین میں اس کی تفسیر یہ ہے۔ فإذا فرغت من الصلاۃ اتعب في الدعا[1] کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعاؤں میں خوب کوشش کرو۔

اور ظاہر ہے کہ نماز سے مکمل فراغت سنن و نوافل کے بعد ہوتی ہے یہ فاتحہ تمام انبیاے کرام، صحابہ عظام، اولیاے امت اور علماے ملت اور تمام مسلمانوں کے لیے پڑھی جاتی ہے کہیں رواج نہ ہونا کسی چیز کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔ دعاے ثانی فرض یا واجب نہیں مستحسن ہے اگر دعاے ثانی نہ مانگے تو کوئی گناہ نہیں۔

(۱)- تفسیر الجلالین، ص: ۵۰۲، مجلس البرکات، مبارک پور.

البتہ اسے ناجائز و حرام سمجھ کر چھوڑنا ضرور گمراہی و بد دینی ہے۔ جیسا کہ وہابی کرتے ہیں۔ پھر پوری دنیا کے مسلمانوں کا یہ عمل ہے کہ نوافل سے فارغ ہو کر بھی انفرادی طور پر ضرور دعا مانگتے ہیں۔ ہاں بعض علاقوں میں اجتماعی طور پر نہیں۔ یہ بھی آپ کا افترا ہے کہ دعاے ثانی، جہلا امام پر مسلط کرتے ہیں۔ یہ جہاں بھی رائج ہے تمام علما، مشائخ، مفتیان کرام، محدثین سبھی اس پر عمل کرتے ہیں اور اسے مستحسن جانتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۴۲] نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

بعد نماز فجر وغیرہ مصافحہ کرنا از روے شرع کیسا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ امام اعظم علیہ الرحمہ نے بعد نماز مکروہ لکھا ہے اور جہاں مکروہ لکھا جاتا ہے فقہا کے نزدیک مکروہ تحریمی ہی مراد ہوتا ہے۔ لہذا بعد نماز مصافحہ مکروہ تحریمی ہے اس سے پرہیز لازمی ہے۔ آں جناب سے التماس ہے کہ توضیح فرمائیں کہ امام اعظم علیہ الرحمہ نے کہاں اور کیوں مکروہ لکھا ہے اور بعد نماز مصافحہ کرنا از روے شرع کیسا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں؟ فقط

محمد یونس نوری، گولا بازار، صدر لکھنؤ، یوپی

الجواب

یہ غلط ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بعد نماز مصافحہ کو مکروہ لکھا ہے۔ احناف کے فقہ کی کتابوں میں اسے مستحسن لکھا ہے۔

در مختار میں ہے:

وإطلاق المصنف تبعا للدرر والكنز والوقاية والنقاية والمجمع والملتقى وغيرها يفيد جوازها مطلقا ولو بعد العصر، وقولهم: إنه بدعة أي مباحة حسنة كما أفاده النووي في أذكاره وغيره في غيره.(۱)

مصنف کا درر، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع، ملتقی وغیر کے تابع ہو کر مصافحہ کو مطلقاً جائز کہنا یہ بتاتا ہے کہ یہ مطلقاً جائز ہے اگرچہ عصر کے بعد ہو۔ اور کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ بدعت ہے، اس سے مراد بدعت حسنہ ہے جیسا کہ امام نووی نے اذکار اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے دوسری کتابوں میں بیان فرمایا ہے۔

---

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۹، ص:۵۴۷-۵۴۸، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبرا وغيره، دار الكتب العلمية، بيروت.

دیکھیے اس عبارت میں فقہ حنفی کی چھ کتابوں کا حوالہ ہے اور در مختار ملا لیجیے تو سات ہوئیں ان سب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقا جائز و مستحسن ہے اگرچہ عصر کے بعد ہو۔ اور اسی پر قیاس کرکے فجر کے بعد بھی جائز ہوگا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

قال الشيخ أبو الحسن البكري وتقييده بما بعد الصبح والعصر على عادة كانت في زمنه وإلا فعقب الصلوات كلها كذلك. كذا في رسالة الشرنبلالي في المصافحة، ونقل مثله عن الشمس الحانوتي، وأنه أفتى به مستدلا بعموم النصوص الواردة في مشروعيتها وهو الموافق لما ذكره الشارح من إطلاق المتون.[1]

شیخ ابو الحسن بکری نے فرمایا: صبح اور عصر کے ساتھ مقید کرنا اس عادت کے بنا پر ہے جو ان کے زمانے میں تھی ورنہ ہر نماز کے بعد ایسے ہی ہے یعنی جائز و مستحسن ہے۔ جیسا کہ علامہ شرنبلالی کے رسالہ "المصافحة" میں ہے اور اسی کے مثل شمس الائمہ حانوتی سے بھی مروی ہے کہ انھوں نے اس کے جواز کا فتوی دیا ان عام نصوص سے دلیل لاتے ہوئے جو اس کے مشروع ہونے میں وارد ہیں اور یہی اس کے موافق ہے جو شارح نے متون کے اطلاق سے اخذ کرکے ذکر کیا۔

ان سب باتوں سے ظاہر ہوگیا کہ علمائے احناف اس پر متفق ہیں کہ نماز فجر و عصر کے بعد جو مصافحہ مسلمانوں میں رائج ہے بلا شبہہ جائز و مستحسن ہے اور یہ کہنا کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کو مکروہ کہا ہے، افترا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- رد المحتار علی الدر المختار، ج:۹، ص:۵۴۷، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

الباب الخامس فی الإمامۃ

امامت کا بیان

- اجنبی کو امامت کے لیے آگے نہیں بڑھانا چاہیے۔
- جو نماز کا پابند نہیں اسے امام بنانا جائز نہیں ہے۔
- جہالت یا غلو کی وجہ سے جو امام غلط مسئلہ بتائے اس کی امامت درست نہیں اور بھول چوک سے غلطی ہو گئی تو معاف ہے۔
- دو بیویوں کے درمیان عدل نہ کرنے والے کو امام بنانا درست نہیں ہے۔
- غیر مقلد کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔
- وی، سی، آر چلانے والے کو امام بنانا گناہ ہے۔
- جو حافظ قرآن پابند صلات نہیں وہ امام بننے کا اہل نہیں ہے۔
- نامرد کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔
- تعزیہ دار فاسق معلن ہے اسے امام بنانا جائز نہیں۔
- کافر کے دسویں میں شرکت کرنے والے کو امام بنانا گناہ اور اس کی اقتدا میں پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب ہے۔
- جان بوجھ کر سید کو زکات وفطرہ دینے والے دوبارہ اپنی زکات وفطرہ ادا کریں۔ مشاہدی

[۱] نابینا کی امامت کا حکم

مسئلہ نابینا جب کہ صحیح القراءت ہو اور حافظ قرآن بھی ہو۔ اس کے علاوہ کوئی حافظ یا عالم اس سے صحیح پڑھنے والا موجود نہ ہو تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے؟

محمد اسحاق قادری، نواپورہ، وارانسی، یوپی

الجواب

نابینا کی امامت اس وقت مکروہ تنزیہی ہے جب کہ نمازیوں میں اس سے زیادہ کوئی امامت کا مستحق ہو مثلا اس سے زیادہ علم والا ہو۔ اور اگر نابینا ہی نمازیوں میں سب سے زیادہ امامت کا مستحق ہے مثلا یہ سب سے زیادہ علم والا ہے سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہے، یا یہ سب سے زیادہ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے تو ادنی سی بھی کراہت نہیں۔ بلا کسی کراہت کے نابینا کی امامت درست ہے۔ تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:

و یکره تنزیها إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى إلا أن يكون غير الفاسق أعلم القوم فهو أولى (إلى أن قال) إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة[1].

بلکہ شامی میں تصریح کی ہے کہ اگر اعمی انکھیارے سے افضل ہو تو حکم بالضد ہے یعنی یہ نابینا جو افضل ہے اسے چھوڑ کر غیر افضل کو امام بنانا مکروہ ہوگا۔ لکھتے ہیں:

لكن ما بحثه في البحر صرح به في الاختيار حيث قال: لو عدمت أي علة الكراهة بأن كان الأعرابي أفضل من الحضري، والعبد من الحر، وولد الزنا من ولد الرشدة، والأعمى من البصير فالحكم بالضد. اهـ . ونحوه في شرح الملتقي للبهنسي وشرح درر البحار[2].

حضور اقدس ﷺ جب غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے تو حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنی جگہ امام بنا کر گئے حالاں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ موجود تھے۔ مشکوۃ شریف میں بحوالہ ابی داؤد یہ حدیث ہے:

وعن أنس -رضي الله تعالى عنه- قال استخلف رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- ابن أم مكتوم يؤم الناس وهو أعمى[3].

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ابن مکتوم کو اپنا جانشیں بنایا وہ لوگوں کی امامت کرتے حالاں کہ وہ نابینا تھے۔

---

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲،ص:۲۹۸ تا ۳۰۱، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۲)- شرح درر البحار، ج:۱،ص:۳۷٦. رد المحتار، ج:۲،ص:۲۹۹.
(۳)- مشكاة المصابيح، ص:۱۰۰، باب الإمامة، مجلس البركات، مبارك پور.

اس کی شرح میں حضرت ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا:

قال التور پشتي: استخلفه على الإمامة حين خرج إلى تبوك مع أن عليا رضي الله تعالى عنه فيها[1].

تورپشتی نے کہا: عبد اللہ بن ام مکتوم کو سرکار نے امام بنایا جب کہ حضور غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے تھے۔ حالاں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ مدینہ میں موجود تھے۔

ایسی صورت میں جب کہ یہ نابینا تمام نمازیوں سے زیادہ امامت کا مستحق ہے اسی کو امام بنایا جائے اگر اس کے علاوہ کسی دوسرے غیر احق کو امام بنائیں گے تو یہ شرعاً غلط کام ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

۱۳ار ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

[۲] ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

مسئلہ ابھی تک گاؤں کی مسجد میں جو حافظ صاحب بچوں کو تعلیم دیتے تھے وہی نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔ مگر جب زید نے مدرسہ قائم کیا تو ایک دوسرے حافظ صاحب کو لایا۔ اور نماز کے بارے میں بھی گاؤں میں دو پارٹی پیدا ہوگئی۔ اور آپس میں جھگڑا کھڑا کر دیا کہ جو حافظ صاحب پہلے والے ہیں وہ چوں کہ نابینا ہیں ان کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں ہے۔ نئے حافظ صاحب پڑھائیں گے۔ جھگڑا ہو گیا، گاؤں میں دو پارٹی ہوگئی اس بنا پر پرانے حافظ صاحب ایک مدرسے سے ایک مولوی صاحب کو بلا لائے جو درجہ عالم کے طالب علم اور اچھے ہیں کہ آپ چل کر نماز پڑھا دیں دونوں پارٹی والے پڑھ لیں گے تاکہ کوئی فساد نہ ہو۔ بعد میں جو فیصلہ ہوگا کیا جائے گا۔ مولوی صاحب کے پہنچنے پر زید اور اس کی پارٹی کے لوگوں نے یہ کہا کہ چوں کہ یہ مولوی صاحب ان لوگوں کے بلانے پر آئے ہیں لہذا ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ زید اور اس کی پارٹی کے لوگوں میں سے کچھ نئے حافظ کے ساتھ الگ ہوگئے اور بعد میں دوسری مرتبہ اسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ زید نے بعد میں کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو کسی کو چین سے نہیں بیٹھنے دوں گا۔ اور "اس مسجد میں گدھے باندھے جائیں گے"۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا

(۱)- مرقاة المفاتيح، ج:۳، ص:۸٦٥، باب الإمامة.

جائے۔ اس کے ساتھ کھانا پینا، میل جول، سلام کلام رکھنا کیسا ہے؟ اور ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بیان کیا جائے۔

مفتی محمد یعقوب صاحب، دار العلوم ضیاء الاسلام بڑی مسجد اترولہ، گونڈہ

۲۴ر شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب

نابینا کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے جب کہ نمازیوں میں اس سے بہتر اور کوئی لائق امامت ہو اور اگر وہی لائق امامت ہے تو کراہت تنزیہی بھی نہیں۔ كما في الدر المختار۔ یہ حکم نماز پنج گانہ کا ہے۔ جمعہ وہی پڑھائے گا جو امام مقرر ہے۔ امام مقرر ہوتے ہوئے اس کی بلا اجازت دوسرے کو جمعہ کی نماز پڑھانی جائز نہیں۔ اگر کوئی زبردستی پڑھائے اور امام معین نماز میں شریک نہ ہو تو جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ جو حافظ نماز جمعہ کے لیے مقرر ہے اس نے جب نماز جمعہ پڑھالی تو بعد میں جن لوگوں نے جمعہ پڑھا ان کی نماز جمعہ نہ ہوئی۔

بشرطے کہ سابق امام بدمذہب وہابی دیوبندی، مودودی نہ ہو اور اگر سابق امام وہابی، دیوبندی، مودودی ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسے علاحدہ کریں۔ اس صورت میں دوسری نماز صحیح ہوئی۔ واللہ تعالی اعلم

[۳] ✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: نابینا کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی پاکی و ناپاکی کا خیال نہ رہتا ہو اور بچشم خود دیکھنے میں بھی کپڑے میں نجاست لگی رہتی ہے تو ایسے امام کی اقتدا درست ہے یا نہیں؟

شمس الدین، علی نگر، ادری، اعظم گڑھ

الجواب

نابینا امام کے پیچھے نماز صحیح ہے، حضور اقدس علیہ الصلاۃ والتسلیم جب غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے تو اپنی جگہ حضرت ابن ام مکتوم کو مسجد نبوی کا امام بنایا اور یہ نابینا تھے، ہاں! اگر نمازیوں میں اندھے سے زیادہ کوئی اور امامت کے لیے بہتر ہو تو اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر پوری جماعت میں امامت کے لیے یہی

سب سے بہتر ہو تو کراہت نہیں جب کہ وہ نجاست وغیرہ سے بچتا ہو اور اگر وہ بد احتیاط ہے تو بہر حال اسے ہرگز ہرگز امام نہ بنایا جائے۔

در مختار میں ہے:

و یکرہ تنزیھا إمامة عبد (إلی أن قال) و أعمی إلا أن یکون أعلم القوم. (۱)

نابینا تو نابینا اگر کوئی بینا بھی ایسا ہو جو نجاست سے نہ بچتا ہو تو اس کو امام بنانا منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۴] نابالغ، کسی نماز کی امامت نہیں کر سکتا

مسئلہ کیا نابالغ حافظ کے پیچھے فرض یا تراویح کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ ایک عالم صاحب نے کہا کہ نابالغ فرض نہیں پڑھا سکتا ہے، لیکن تراویح پڑھا سکتا ہے۔

کیا دو حافظ مل کر بیس رکعت تراویح روزانہ پڑھا سکتے ہیں؟ جواب سے نوازیں۔

محمد فضیلت عالم۔

الجواب

نابالغ بچہ اگرچہ کتنا ہی سمجھ وال ہے، کسی نماز کی امامت نہیں کر سکتا، نہ فرض کی، نہ سنت کی، نہ تراویح کی۔ یہی صحیح ہے۔ در مختار میں ہے:

(وَلَا يَصِحُّ اقْتِدَاءُ رَجُلٍ بِامْرَأَةٍ) وَخُنْثَى (وَصَبِيٍّ مُطْلَقًا) وَلَوْ فِي جِنَازَةٍ وَنَفْلٍ عَلَى الْأَصَحِّ (۲).

اس کے تحت شامی میں ہے: وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا (۳)۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ دس رکعت کوئی اور حافظ پڑھائے اور دس رکعت کوئی دوسرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶/ رجب ۱۴۰۱ھ۔

---

(۱)- الدر المختار علی رد المحتار، ج ۲، ص: ۲۹۸، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، دار الکتب العلمیه، بیروت.

(۲)- الدُّرُّ المُختار، ج: ۲، ص: ۳۲۱، کِتَابُ الصلاۃ، باب الامامة، دَارُ الْکُتُبِ الْعِلْمِیَّة، بَیْرُوت، لبنان.

(۳)- رَدُّ المُحتار، ج: ۲، ص: ۳۲۲، کتابُ الصَّلاۃ، بابُ الامامة، دَارُ الکُتُبِ العِلْمِیَّة، بیروت، لبنان.

[۵-۶] عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ اگر نابالغ بالغوں کے ساتھ ہو تو نماز مکروہ ہوگی

مسئلہ ① زید بالغ ہے، بقیہ کل نابالغ ہیں، اس صورت میں زید امام بن سکتا ہے؟ اگر امام بن سکتا ہے تو زید کہاں کھڑا ہوگا؟ نابالغوں کے متّصل یا محراب میں؟

② زید و بکر بالغ، بقیہ کل نابالغ، اس صورت میں اگر زید امام بن رہا ہے تو زید بکر کے متّصل کھڑا ہوگا یا محراب میں؟

شبیر احمد، پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔

الجواب

① زید ضرور امام بن سکتا ہے۔ نابالغ دستور کے مطابق اس کے پیچھے صف لگائیں۔ متّصل اغل بغل نہ کھڑے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② اس صورت میں بکر حسب دستور پیچھے نابالغ بچوں کے ساتھ کھڑا ہو۔ عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ اگر نابالغ بالغوں کے ساتھ ہوں تو نماز نہیں ہوگی۔ یا مکروہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۸ر صفر ۱۴۱۱ھ۔

[۷] بینک کی اضافہ شدہ رقم کو جائز کہنے والے امام کی اقتدا میں نماز جائز ہے

مسئلہ بکر امامت کرتا ہے اور بینک کی اضافہ شدہ رقم کو جائز کہتا ہے لہذا بکر کی امامت کا کیا حکم ہے؟

محمد شفاعت مقام گلک بازار، پوسٹ پہسو، ضلع بلند شہر، یوپی

۶ر ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

الجواب

بکر کی امامت بلا کراہت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۸] اگر مسجد کا صدر فاسق ہو تو اس سے امام پر کوئی اثر نہیں پڑتا

مسئلہ کیا فاسق معلن (داڑھی منڈا) کی صدارت اور سکریٹری کے ماتحت امامت کرنا جائز ہے؟ یعنی ان صدر اور سکریٹری کی ہدایت پر عمل کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

عبد الغفار انصاری، محلہ آزاد نگر، ضلع دھنباد، بہار

۲۵ر شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب

مسجد کی تنظیم کمیٹی کا صدر یا سکریٹری فاسق معلن ہے تو اس سے امام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى[(۱)]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۹] سرکس دیکھنے والے کو امام بنانا کیسا

مسئلہ امام صاحب سرکس دیکھتے ہیں ان کی امامت درست ہے یا نہیں؟

شیخ منشی امیر محمد قادری، مقام گوکنڈہ، ضلع اودے پور، راجستھان

۱۴ر شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب

سرکس دیکھنے والا فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۰] نامرد کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں

مسئلہ محترم مفتی اعظم آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے گاؤں کے پیش امام صاحب کو کئی دفعہ شروع میں پانی کا استنجا لے کر مسجد کے غسل گھر میں نماز سے پہلے اس

(۱)- القرآن المجید، سورۃ الأنعام، الآیۃ: ۱٦٤.

طریقہ سے دیکھا کہ وہ عورتوں کی طرح استنجا پاک کرتے ہیں۔ میں نے کچھ آدمیوں سے کہا تو وہ بھی یہاں دیکھنے کے لیے آئے۔ آگے ہم بوندی گئے اور ہم نے وہاں پر معلومات کی تو پہلی شادی شدہ بیوی نے آگے ہوکر طلاق لیا تھا۔ جیسا سنا کہ وہ نامرد ہے، یہاں پر بھی دوسری بیوی ہے اس کے پندرہ بیس سال سے کوئی بچہ بچی نہیں ہوئی۔ جو دوسری اس کے نہ تو کوئی عزیز و رشتہ دار ہیں اور اس کے درد کو کوئی سننے والا نہیں ہے۔ اگر ہم ان سے کوئی بات پوچھتے ہیں تو کچھ آدمیوں کا گُٹ ہے کہ کچھ پوچھنے نہیں دیتا ہے اور کہتے ہیں یہ ہمارے پیش امام اور نائب رسول ہیں۔ زیادہ کہنے پر لڑائی کے لیے تیار رہتے ہیں۔ پیش امام کا یہ خیال ہے کہ اس گٹ کے ساتھ بازار جاکر ہوٹلوں میں فلمی گانے سنتے رہتے ہیں۔ لہذا ہمارا شک ہے کہ اس کے پیچھے نماز، اس کا پڑھایا ہوا نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟

جناب ستار محمد صدر بازار نینوا، ضلع بوندی

الجواب

پہلی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے جھانک کر امام صاحب کو استنجا کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ خود گنہ گار ہوئے۔ تاک جھانک مطلقاً حرام ہے استنجا کرتے وقت کسی کو دیکھنا اور سخت حرام ہے۔ اگر امام نامرد ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں! اگر وہ فلمی گانے سنتا ہے تو فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، اسے معزول کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر وہ صرف نامرد ہی نہیں بلکہ خنثیٰ (ہجڑہ) ہے یعنی اس کے عورت کا بھی مخصوص عضو ہے اور مرد کا بھی تو بھی اسے امام بنانا جائز نہیں، معزول کرنا واجب ہے۔ یہ امام جب عورت کے لائق نہیں تو اس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے۔ طلاق نہیں دیتا تو بھی فاسق ہے اسے معزول کرنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۱] عورت کو امام بنانا ناجائز و گناہ ہے

مسئلہ ہمارے محلہ میں امسال بیس عورتوں نے عید کی نماز مسجد میں پڑھی۔ ان میں سے ایک عورت کی امامت میں باجماعت نماز ادا کیا۔ کیا یہ صحیح ہے کہ عورت امامت کر سکتی ہے؟ نیز یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ کیا عورتیں پنج وقتہ اور جمعہ کی نماز مسجد میں پڑھ سکتی ہیں؟ از روے شرع وضاحت فرمائیں۔

اراکین کمیٹی، مسجد امداد حسین، محلہ بلاقی پور، قاضی پور، گورکھ پور، یوپی۔

الجواب

عورت کو امام بنانا ناجائز و گناہ ہے، یہ امام بننے والی عورت اور اس میں شریک ہونے والی سب کی سب گنہ گار ہوں گی۔ بلکہ عورتوں کا عید کی نماز کے لیے جانا جائز نہیں۔ اسی طرح جمعہ اور پنج گانہ کے لیے بھی جائز نہیں۔ عامہ کتب فقہ میں ہے:

وَ يُكْرَهُ لَهُنَّ حُضُورُ الْجَمَاعَاتِ (1).

اور یہاں کراہت سے مراد مکروہ تحریمی ہے، جس کا ارتکاب گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ر شوال ۱۴۱۹ھ۔

[۱۲] اگر تمام مقتدی فاسق فاجر، یا معذور ہوں، یا صحیح خواں نہ ہوں تو فاسق ایسے لوگوں کا امام ہو سکتا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

جو شخص نماز فجر اکثر و بیشتر قضا کر دیتا ہو، اگر ایسا شخص دوسرے اوقات میں ناخواندہ یا داڑھی منڈے لوگوں کی امامت کرے جو نماز کے پابند ہوں، یا جماعت کے عادی ہوں۔ تو ایسی صورت میں اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

اور اگر مقتدیوں میں ایسے لوگ بھی ہوں جو نماز و جماعت کا التزام بھی کرتے ہوں، قرآن صحیح طریقے سے پڑھ سکتے ہوں، مگر معذور ہوں، مثلاً ریاح وغیرہ خارج ہوتی ہو، تو ایسے لوگ اگر مذکورہ شخص کی اقتدا میں نماز ادا کریں تو حکم شرعی کیا ہے؟

اور اگر کوئی عذر نہ ہو، صحیح خواں اور نماز و جماعت کا التزام کریں اور شخص مذکور کی اقتدا میں نماز پڑھیں تو کیا حکم ہے؟ اور اگر ایسے لوگ اس وقت پہنچیں کہ وہی شخص امامت کر رہا ہو جو ناخواندہ اور غیر صحیح خواں ہو، تو ایسی صورت میں بعد میں آنے والے وہ اشخاص کیا کریں جو ہر طرح پابند ہوں؟ براہ کرم مطابق شرع جواب باصواب عنایت فرمائیں۔

جناب محبوب احمد عزیزی، قصبہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی۔

۴ر ربیع الاول ۱۴۰۸ھ۔

---

(1)- الهداية، ج: ۲، ص: ۸۲، باب الإمامة، مجلس بركات.

الجواب

جو شخص اکثر نماز فجر یا کوئی بھی نماز قضا کر دیتا ہو وہ فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کی پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ لیکن اگر حاضرین میں سب کے سب فاسق وفاجر ہوں، خواہ کسی وجہ سے۔ یا ایسے لوگ ہوں کہ صحیح خواں نہیں، یا ایسے لوگ ہوں جو معذور ہوں کہ بوجہ عذر امام نہ ہو سکتے ہوں، تو شخص مذکور ایسے لوگوں کا امام ہو سکتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ، جلد سوم میں ہے:

بلکہ جب اس کے سوا نہ کوئی امامت کے قابل ہو، نہ دوسری جگہ جماعت ملے تو اس کے پیچھے کراہت بھی نہ رہے گی: فی الدر: هذا إن وجد غيرهم، وإلا فلا كراهة، بحر بحثاً اه. قال الشامی: قد علمت أنه موافق للمنقول عن الاختيار وغيره.(۱)

اور جب حاضرین میں ایسے لوگ موجود ہیں، جو نہ فاسق ہیں، نہ معذور، نہ غلط خواں تو شخص مذکور کو امام بنانا جائز نہیں۔ اور اگر جماعت ہو رہی ہو اور یہی شخص نماز پڑھا رہا ہو پھر ایسے شخص آجائیں جو فاسق بھی نہیں، معذور بھی نہیں، غلط خواں بھی نہیں تو انھیں چاہیے کہ جماعت میں شریک ہو جائیں۔ اب گناہ نہیں۔ البتہ رفع کراہت کے لیے بعد میں اعادہ کر لیں۔ اسی [فتاویٰ رضویہ] میں چند سطر پہلے ہے:

جماعت، اہم واجبات اور اعظم شعائر اسلام سے ہے، تو فسق امام کے سبب ترکِ جماعت نہ چاہیے، ادائے جماعت کے لیے اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں اور رفع کراہت کے لیے اعادہ کر لیں۔

فی الفتح عن المحيط، وفی البحر عن الفتاوی، وفی الدر عن النهر، عن المحيط: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة اه. فی رد المحتار: أفاد أن الصّلاة خلفهما أولى من الانفراد إلخ. ومثله فی البحر عن السراج فی الفاسق. وفی الفتح: الحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم فتجب الإعادة أو تنزيه فتستحب(۲). واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۳] بوجہِ عذر سماوی اگر کوئی فرض چھوٹ جائے تو بھی نماز ہو جاتی ہے

مسئلہ ایک شخص حافظ وقاری نعمت اللہ صاحب، جو برسوں سے امامت فرماتے اور تراویح بھی پڑھاتے رہے، مگر کچھ عرصے سے ان کو ایک عارضہ لاحق ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے دائیں بائیں مڑنے میں انھیں زحمت ہوتی

(۱)- الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۱۶۷، ۱۶۸، کتاب الصلاۃ، رضا اکیڈمی۔

(۲)- الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۱۶۷، کتاب الصلاۃ، رضا اکیڈمی۔

ہے، حالت سجدہ میں ناک کا سخت حصہ زمین سے نہیں لگ پاتا، اور سلام پھیرنے میں اس قدر گردن نہیں گھومتی کہ مونڈھوں تک پہنچ سکے۔ انھوں نے نماز فرض پڑھانا چھوڑ دیا ہے، مگر وہ چاہتے ہیں کہ رمضان شریف میں قرآن شریف سنانے کا سلسلہ قائم رہے۔ تو کیا حافظ صاحب مذکور کی امامت درست ہے؟

محمد اکبر علی جالونی، دار العلوم افضل المدارس، کریلا باغ، الہ آباد، یوپی۔

الجواب

آپ نے سوال میں جو اعذار ذکر کیے ہیں ان کے ہوتے ہوئے حافظ صاحب موصوف کی امامت درست ہے۔ بوجہ عذر سماوی اگر کوئی فرض بھی چھوٹ جائے تو نماز ہو جاتی ہے، جیسے وہ کُبڑا جو حدِ رکوع تک جھکا ہوا ہو، قیام پر قادر نہیں، مگر اس کی امامت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔　۹/ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ۔

[۱۴] دیوبندی امام کی اقتدا میں یوں ہی کھڑا رہنے والے کی امامت

مسئلہ زید مقامی مسجد کا امام ہے، ایک موقع پر بحالت مجبوری (مجمع کثیر چیر کر نکل جانا) مناسب نہ سمجھتے ہوئے دیوبندی امام کی اقتدا میں بموقع نماز جنازہ، یوں ہی کھڑا رہا، کوئی نیت نہیں کی اور کوئی دعا نہیں پڑھی۔ زید نے خلفشار نہ پیدا ہونے کی وجہ سے ایسا کیا۔ عام سنیوں میں اس کا چرچا ہونے لگا کہ زید نے دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھ لی؛ اس لیے اس کو امامت سے خارج کیا جائے۔ اس کے بعد بکر نے مقامی دار الافتا سے فتویٰ منگا کر اس پر حد شرع لگائی اور امامت سے خارج کر دیا۔ زید نے لوگوں کے سامنے توبہ اور تجدید ایمان بھی کر لیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا مذکورہ عمل درست تھا یا نہیں؟

حامد رضوی، ایچ نمبر ۱۱۹۱/ اسلام پورہ، مالے گاؤں، ضلع ناسک۔

الجواب

زید پر فرض تھا کہ وہ وہاں کھڑا بھی نہ رہتا۔ عوام کیا جانتی ہے کہ زید یوں ہی کھڑا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے۔ لوگ تو یہی سمجھے کہ اس نے نماز پڑھی ہے۔ اس نے کانوں تک ہاتھ بھی اٹھایا ہوگا اور نمازیوں کی طرح ہاتھ بھی باندھا ہوگا۔ یہ اس کی خام خیالی تھی کہ اگر وہ صف سے باہر آ جاتا تو اس کا غلط اثر پڑتا۔ اگر وہ باہر آ گیا ہوتا تو یہ فتنہ بھی نہ مچتا، اور بہت سے لوگوں کی اصلاح بھی ہو جاتی۔ زید اس کی وجہ سے فاسق معلن ہو گیا، مگر جب اس نے توبہ بھی کر لی، اور مزید یہ کہ تجدید ایمان بھی کر لیا تو اس کو امامت سے الگ کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ۔

[۱۵] جو حضور اقدس ﷺ کو گنہ گار کہے وہ مسلمان نہیں

مسئلہ ایک شخص جسے "امت" کہتے ہیں دیو بندی، وہابی، الیاسی، تبلیغی جماعت والوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، کبھی سنیوں کی محفل میں، کبھی تبلیغ والوں کی محفل میں۔ حضور ﷺ کو گنہ گار کہتا ہے۔ گناہ سے مراد عرفانی گناہ شمار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ کافر کو کافر نہ کہو، حضور مفتی صاحب کیا حکم ہے؟ موصوف کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں؟

حکیم احمد، گلشن جویلرس، کالج روڈ، کشور نگر، کٹک، اڑیسہ۔

الجواب

سوال میں مذکور امت نامی شخص سوال کے مطابق مسلمان نہیں، اسلام سے خارج، کافر مرتد ہے۔ جب یہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور حضور اقدس ﷺ کو گنہ گار کہتا ہے، اور کہتا ہے کہ کافر کو کافر نہیں کہنا چاہیے، تو مسلمان نہیں۔ اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا فرض ہے۔ مسلمانوں کو اس سے میل جول، سلام کلام کرنا ناجائز و گناہ۔

حضور اقدس ﷺ کو گنہ گارہ کہنا، حضور کی توہین ہے، اور یہ کہنا کہ اس سے عرفانی گناہ مراد ہے، لغو مہمل ہے۔ اسی طرح کافر کو کافر جاننا اور بوقت ضرورت، کافر کہنا، ضروریات دین سے ہے۔ جو [بوقت ضرورت] کافر کو کافر نہ کہے، وہ مسلمان نہیں۔ مذہب حق، اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے، جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیقات کے مطابق اور جمہور اہل سنت کے موافق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸/ مارچ ۱۹۹۸ء۔

[۱۶] جو شخص اپنے کو ہندو کہے وہ کافر و مرتد ہے، اسے امام بنانا حرام ہے

مسئلہ جامع مسجد اکبر پور، ضلع نوادہ کا امام و خطیب محمد شاہد [جو اپنے کو عالم اور سنی کہتا ہے] نے ایک عرس کی تقریب میں، جس میں غیر مسلم عقیدت مند بھی خاصی تعداد میں تھے کہا کہ: میں خود کٹر ہندو ہوں؛ اس لیے کہ ایران کے لوگ اپنے کو ایرانی، عراق کے لوگ اپنے کو عراقی، عرب کے لوگ اپنے کو عربی اور عجم کے لوگ اپنے کو عجمی کہتے ہیں، تو ہندوستان کا باشندہ ہونے کے ناطے میں ہندو ہوں۔ اپنے قول کی تائید میں امام صاحب نے ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر، غلط طور پر پڑھا کہ:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا   ہندو ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا [معاذاللہ]

جب کہ "بانگ درا" میں اقبال صاحب نے اس طرح شعر لکھا:

مذہب نہیں سکھاتا، آپس میں بیر رکھنا   ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا

نیز اسی تقریب میں امام موصوف نے یہ بھی کہا کہ "مومن ولی میں خدا سما جاتا ہے اور وہ خدا میں سما جاتا ہے اور جو اللہ کا ہو جاتا ہے، تو اللہ ہی اس کے پاؤں سے چلتا ہے، منھ اس کا ہوتا ہے مگر اللہ ہی کھاتا ہے"۔ [معاذاللہ۔]

نیز انھوں نے ابراہیم ادہم بلخی علیہ الرحمہ کا مشہور واقعہ محل اور اونٹ والا جو تذکرۃ الاولیا میں حضرت شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمہ نے ص:۸۰ پر رقم فرمایا ہے، اس واقعہ کو ابراہیم لودھی، الھدف کے نام منسوب کیا۔ اور ایک غیر مطلقہ عورت کا عقد بھی پڑھایا۔ اور شب براءت میں وتر کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھایا۔

مدرسے کی چھت کو مسجد بنانا اور شب براءت میں مدرسے کی چھت پر نماز وتر پڑھنا یا پڑھانا، یا تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنا یا پڑھانا از روے شرع کیسا ہے؟ امام موصوف جنھوں نے اپنے کو بھرے مجمع میں ہندو کہا، ان کے پیچھے نماز اور ان سے میل جول کرنا کیسا ہے؟

محمد جہاں گیر عالم۔ مدرسہ فیضان غوث، اکبرپور، ضلع نوادہ، بہار۔

الجواب

یہ امام اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہو گئے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں؛ بلکہ اپنی نمازوں کو ضائع کرنا ہے؛ بلکہ ایسا ہے گویا نماز ہی نہیں پڑھی، قضا کر دی؛ اس لیے کہ نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان نہیں، نماز کیسی؟ اس سے میل جول، سلام کلام حرام۔ اس نے اپنے آپ کو ہندو کہا، یہ کہتے ہی وہ ہندو ہو گیا۔ عالم گیری میں ہے:

مُسْلِمٌ قَالَ: أَنَا مُلْحِدٌ يَكْفُرُ، وَلَوْ قَالَ: مَا عَلِمْتُ أَنَّهُ كُفْرٌ لَا يُعْذَرُ بِهَذَا [1].

ہندو کے معنی کسی لغت میں ہندوستان کا رہنے والا نہیں، بلکہ ہندو، ہندوستان کے مشرکوں کو کہتے ہیں۔ ہندوستان میں رہنے والے کو ہندی کہا جائے گا۔ کسی چیز کی طرف نسبت کرنے کے لیے "ی" آتی ہے "واو" نہیں آتا۔ پھر جب عرف عام میں ہندو، ہندوستان کے مشرکین کو کہتے ہیں اور یہی معنی شائع ذائع ہے، عوام و خواص سب اسی معنی میں بولتے ہیں اور اس لفظ سے یہی سمجھتے ہیں تو اپنے جی سے نیا معنی

---

(۱)- الفتاویٰ الهندية، ج: ۲، ص: ۲۷۹، كتاب السير، مطلب في أنواع الكفر، المكتبة الشاملة.

گڑھ کر بولنا معتبر نہیں ہوگا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے: ”زید حرامی ہے“، اور جب زید خفا ہو تو کہنے والا کہے کہ حرامی کے معنی عربی زبان میں عزت والے کے ہیں، جیسے مسجد حرام، شہر حرام۔ حرامی سے میری مراد ہے عزت والا۔ کوئی بھی دیانت دار اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔ اسی طرح جب ہندو کا ایک معنی متعین ہے تو اسے بول کر نیا معنی تراشنا مردود ہے۔

اس امام نے یہ کہا: ”مومن ولی میں خدا سما جاتا ہے، اور وہ خدا میں سما جاتا ہے۔“ یہ دونوں جملے اس کے، مستقل کفر ہیں۔ اللہ اس سے منزہ ہے کہ اس کی ذات میں کوئی سمائے، اور اس سے بھی منزہ ہے کہ وہ کسی چیز میں سمائے۔ ارشاد ہے:

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾(۱)۔

اور فرمایا:

وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ﴿۱۲۶﴾(۲)۔

اور اس کا چوتھا کفر یہ ہے کہ اس نے کہا: ”جو اللہ کا ہو جاتا ہے، تو اللہ اس کے پاؤں سے چلتا ہے۔“

اور پانچواں کفر یہ ہے کہ: ”منھ اس کا ہوتا ہے مگر اللہ ہی کھاتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ چلنے پھرنے، کھانے پینے سے منزہ ہے۔ چلتا پھرتا وہ ہے جو ہر شے کو محیط نہ ہو۔ چلنے کے لیے لازم ہے کہ ایک جگہ چھوڑی جائے اور دوسری جگہ پہنچا جائے۔ اللہ تعالیٰ جگہ سے پاک اور شہید و بصیر ہے۔ پھر دوسرے کے پاؤں سے چلنے کو احتیاج لازم ہے، سب اللہ کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ کھاتا وہ ہے جو بھوکا ہو۔ پھر کھانے کے لیے منھ، تالو، زبان، حلق، معدہ لازم۔ اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات سے منزہ ہے۔

سیدنا حضرت ابراہیم بن ادھم قدس سرہٗ کے واقعے کو ابراہیم لودھی کا واقعہ بتانا نری جہالت ہے۔ سیدنا ابراہیم بن ادھم دوسری صدی میں تھے، اور ابراہیم لودھی، نوی صدی میں۔ وہ بلخ کے باشندے تھے، یہ ہندوستان کا۔ بلکہ ابراہیم لودھی کی پیدائش سے صدیوں پہلے حضرت خواجہ فرید الدین عطار قدس سرہٗ چھٹی صدی کے بزرگ ہیں اور ابراہیم لودھی نوی صدی میں تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو عورت کسی کی منکوحہ ہو، اس کا نکاح کسی شخص سے کرنا حقیقت میں زنا کی دلالی ہے۔ کسی کی منکوحہ کا

---

(۱)- سورة فصلت، الآية: ٥٤.
(۲)- سورة النساء، الآية: ١٢٦.

نکاح کسی طرح درست نہیں۔ ارشاد ہے:

اَلْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ[1]۔

لیکن جو شخص کفریات کے پھکنے اڑائے اس سے اس کی کیا شکایت۔ وہ زنا کا دلال ہے، اس امام کو امامت سے معزول کرنا فرض، اس کے پیچھے نماز پڑھنا نمازوں کو برباد کرنا ہے۔ اس سے میل جول، سلام کلام حرام۔

علاوہ رمضان کے کسی موقعے پر وتر کی نماز جماعت سے پڑھنا جائز نہیں۔

مدرسے کے اوپر مسجد بنانا درست نہیں۔ اس لیے کہ یہ تغییر وقف ہے اور تغییر وقف حرام۔

عالم گیری میں ہے:

وَلَا يَجُوزُ تَغْيِيرُ الْوَقْفِ عَنْ هَيْئَتِهِ ؛ فَلَا يَجْعَلُ الدَّارَ بُسْتَانًا، وَلَا الْخَانَ حَمَّامًا، وَلَا الرِّبَاطَ دُكَّانًا[2].

یہ دوسری بات ہے کہ مدرسے کی چھت پر کوئی عمارت بنائی جائے اور اس میں نماز پڑھی جائے اور دوسرے اوقات میں وہ مدرسے کے کام آئے۔ مگر اس میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مسجد کے لیے زمین حاصل کر کے مسجد بنائیں۔ مسجد کی اتنی اہمیت ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب قبا میں تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد بنائی۔ اور جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو پہلے اپنے مکانات نہیں بنوائے بلکہ مسجد بنائی، پھر مکانات بنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۰ر شوال ۱۴۱۸ھ۔

[۱۷] جان بوجھ کر قرآن مجید کا غلط ترجمہ کرنا کفر ہے، ورنہ سخت حرام

مسئلہ ایک شخص بہ نام حافظ و قاری عبد العزیز، قصبہ بینڈور میں ناظرہ قرآن مجید کے لیے مدرس ہے، ساتھ ساتھ ایک وقت کی امامت اور جمعہ کے دن وعظ و بیان کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ مذکورہ شخص اپنے نام کے ساتھ لفظ مولوی بھی لکھتا ہے۔ مذکورہ شخص جمعہ کے دن ایسی ایسی باتیں بیان کرتا ہے، جنھیں ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی۔ مثلاً وہ اپنے بیان میں کہتا ہے کہ: حضرت غوث پاک کی فضیلت، حدیث مقدس میں آئی ہے۔ عذاب قبر کا منکر مومن ہے مگر اس کے ایمان میں تردد ہے۔ قبر میں حساب و کتاب ہوگا۔ جس کے دل میں ذرا

(۱)- سُورَةُ النِّسَآء۔الآية : ٢٤.

(۲)- الفتاوىٰ الهندية، ج: ٢، ص: ٤٩٠، كتاب الوقف، كوئٹه، پاكستان.

برابر رہا ہے، وہ مشرک ہے۔ بغیر وسیلے کے کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اور آیت کریمہ: یَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ کا ترجمہ اس طرح کرتا ہے: یہودی خدا کو جانتے ہیں پہچانتے نہیں، وغیرہ وغیرہ۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا شخص عند الشرع وعظ و بیان کا اہل ہے یا نہیں؟ اور مولوی کہا جائے گا یا نہیں؟ نیز ایسے شخص کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور جو ایسے مولوی کے وعظ و بیان کی تائید کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ اطمینان بخش جواب سے نوازیں، عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

محمد طیب حسین صاحب، نمبر ۴/۷۶، ڈابو ہاؤس، مسلم اسٹریٹ، بیندور، کرناٹک۔

۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ۔

الجواب

سائل کے الزامات اگر صحیح ہیں تو یہ شخص نہ اس لائق ہے کہ امام بنایا جائے اور نہ اسی لائق کہ اس سے وعظ کہلایا جائے۔ بلکہ بعض وجوہ سے اس پر کفر لازم ہے۔ اس نے آیت کریمہ یَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ (۱) کے ترجمہ میں دو غلطیاں کی ہیں: ایک تو یہ کہ یَعۡرِفُوۡنَهٗ کی ضمیر کا مرجع حضور اقدس ﷺ ہیں۔ یَعۡرِفُوۡنَ کا ترجمہ یہ ہے: پہنچانتے ہیں۔ آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے: "اہل کتاب حضور اقدس ﷺ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو"۔ اور اس نے اس کا ترجمہ کیا: "یہود اللہ کو جانتے ہیں پہچانتے نہیں"۔ اگر یہ بوجہ جہالت ہے، تو سخت حرام و گناہ، اور اگر جان بوجھ کر ہے تو کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۸] کافر کی دعاے مغفرت کو علما نے کفر لکھا ہے

مسئلہ زید متولی مسجد نے امام مسجد عمرو کو ایک غیر مقلد کی نماز جنازہ نہ پڑھانے پر چھٹی کر دیا۔ زید و عمرو کے بارے میں احکام شرعیہ مدلل بیان فرمائیں۔

محمد ابراہیم، کیراف محمد مقیم الدین، ہانس بابا مسجد، شکر تالاب، بھڑوچ، گجرات۔

الجواب

متولی نے امام کو بلا وجہ شرعی امامت سے الگ کیا، اس سے امام امامت سے الگ نہیں ہوا۔ وہ اب بھی امام ہے، بلکہ اپنی اس ناجائز حرکت سے متولی اس لائق نہیں رہا کہ وہ مسجد کا متولی رہے۔

غیر مقلدین، شاتمان رسول علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنا امام اور پیشوا بنانے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ ان

(۱)- سُوۡرَةُ الۡبَقَرَةِ، الآية: ۱٤٦.

کی نماز جنازہ پڑھنا حرام، منجر الی الکفر ہے، بلکہ مذہب صحیح پر کفر۔ نماز جنازہ تو بڑی بات ہے کسی کافر کی دعاے مغفرت کو علما نے کفر لکھا ہے۔ شامی میں ہے:

فَالدُّعَاءُ بِهِ كُفْرٌ لِعَدَمِ جَوَازِهِ عَقْلًا وَلَا شَرْعًا وَلِتَكْذِيبِهِ النُّصُوصَ الْقَطْعِيَّةَ[1].

متولی نے امام کو ایک کفر یا کم از کم حرام قطعی کے ارتکاب کا حکم دیا، یہی اس کا بہت بڑا جرم تھا، اور امام نے جب شریعت کے مطابق عمل کیا تو متولی نے اس کو امامت سے علاحدہ کر دیا۔ ان دو جرموں کی وجہ سے یہ متولی تولیت کے عہدے کے لائق نہ رہا۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس متولی کو تولیت سے الگ کریں، اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں، اور پوری پوری کوشش کریں کہ یہ متولی، متولی نہ رہے۔ اس کوشش میں جو بھی کمی کرے گا گنہ گار ہوگا۔ اس متولی کا کیا اعتبار، آج ایک وہابی مرتد (غیر مقلد) کی نماز جنازہ نہ پڑھانے پر امام کو الگ کیا، کل کسی وہابی مرتد کو امام بنا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ر صفر ۱۴۱۹ھ۔

[۱۹] کفر بکنے کے بعد سید، سید نہیں رہ جاتا

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید، غلام فرید کا قرض دار تھا، غربت کی وجہ سے مدت متعیّنہ میں زید قرض کی ادائگی کا انتظام نہ کر سکا، تو اس نے غلام فرید سے کہا میں غریب آدمی ہوں، ابھی انتظام نہیں ہو پایا، تم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہو، تم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہو، تمھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ، تین روز کی مہلت اور دے دو، ان شاء المولیٰ انتظام کر کے ادا کر دوں گا۔ یہ جملہ سنتے ہی غلام فرید نے غصے میں آکر اللہ و رسول کی شان میں سخت ناپاک اور خبیث جملے کہے۔ [صد بار معاذ اللہ] یہ جملے سنتے ہی زید نے اپنا گھر گروی رکھ کر قرض ادا کر دیا۔ غلام فرید کی زبان سے یہ کلمۂ کفر چار مسلمان عاقل بالغ افراد نے اپنے کانوں سے سنا۔ جن میں دو باشرع نمازی اور دو سادات عورتیں بھی شامل ہیں۔ غلام فرید فاسق معلن بھی ہے۔ اور فقط جمعہ اور عیدین پڑھتا ہے۔

ایسی صورت میں کیا غلام فرید آلِ رسول رہا؟ مسلمان رہا؟ شہر قاضی بننے کا اہل ہے؟ نکاح پڑھا

(۱)- رد المحتار، ج: ٤، ص: ١٢٤، کتاب الصلاة، فروع: قرأ بالفارسية، إلخ.

سکتا ہے؟ امامت کر سکتا ہے؟ اس کے ساتھ اسلامی رسم و رواج رکھا جائے؟ اس کلمۂ کفر کی اطلاع پاکر جو غلام فرید کو مسلمان سمجھے، آل رسول سمجھ کر تعظیم کرے، قاضی شہر سمجھے، نکاح پڑھوائے، سلام وطعام رکھے، اس کا اور غلام فرید کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جملہ مسلمانان علی راجپور، ضلع جھابوا، مدھیہ پردیش۔

الجواب

اگر یہ صحیح ہے کہ اس غلام فرید نے وہ ناپاک، خبیث ملعون جملہ جو سوال میں درج ہے، اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا ہے تو وہ اسلام سے خارج ہوکر کافر و مرتد ہوگیا۔ اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہوگئے، اور اس کا سلسلۂ نسب حضرات حسنین کریمین سے کٹ گیا۔ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے کے بارے میں فرمایا گیا:

اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ[1]۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

نعم الكفر إذا فرض وقوعه لأحد من أهل البيت [والعياذ بالله] هو الذي يقطع النسبة بين من وقع منه وبين شرفه صلى الله عليه وسلم[2].

اس لیے اب یہ شخص سید نہ رہا، اب اس کو سید کہنا حرام، بلکہ اگر وہ توبہ اور تجدید ایمان و نکاح بھی کرلے تو کٹا ہوا نسب جڑے گا نہیں۔ اس خبیث کی نہ نماز، نماز ہے۔ نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر، قضا سے بدتر۔ نماز پڑھنا تو بڑی چیز ہے، اس سے میل جول سلام کلام حرام۔ جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرلے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان نہ ہوجائے، اگر توبہ و تجدید ایمان کرلے جب بھی فوراً اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جب تک کہ اتنی مدت نہ گزر جائے کہ اس کے بارے میں اطمینان ہوجائے کہ وہ اپنی توبہ پر قائم ہے۔ ایسا شخص شہر کا قاضی نہیں ہوسکتا۔ اس کو اس عہدے سے فوراً معزول کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ / ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ۔

---

(۱)- سُوْرَةُ هود، الآية: ٤٦.

(۲)- الفتاوى الحديثية، ج: ١، ص: ٣٦٩، مطلب: ما الحكمة في خصوص أولاد فاطمة بالشرف إلخ.

[۲۰-۲۴] جس نے یہ کہا کہ حضور اکرم ﷺ سیاست کھیلتے تھے، وہ کافر و مرتد ہو گیا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین:

❶ زید کہتا ہے حضور اکرم ﷺ سیاست کھیلتے تھے۔ یعنی کفار کے خوف سے غار ثور میں چھپے تھے۔ زید کے اس کلام سے بہت سے مسلمان نفرت کرتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔ کیا اس حال میں زید کی امامت درست ہے؟

❷ زید نے مسجد سے پانچ سو میل دور جا کر خط لکھا کہ آپ حضرات آٹھ دن کی صبح کی نماز دہرا لیں۔ کیوں کہ میرے کپڑے میں بچے نے پاخانہ کر دیا تھا، مجھے پتا نہیں تھا۔ زید کے اس خط سے آدھے لوگوں نے نفرت کی وجہ سے زید کی اقتدا ترک کر دی ہے۔ کیا اس حال میں زید کے پیچھے نماز درست ہے؟

❸ زید نے عقد خوانی میں نکاح کا خطبہ نہیں پڑھا، اور بولا خطبہ سنت نہیں۔ نہیں پڑھنے سے کوئی حرج، مضائقہ نہیں۔ کیا سنت ترک کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے؟

❹ زید نے امام ہوتے ہوئے ایک دوسرے امام کو جانور کہہ کر پکارا اور ہنسی مذاق بھی اڑایا تو کیا مسلمان اسے اپنا امام بنا سکتے ہیں۔

❺ زید کی وجہ سے گاؤں میں خلفشار اور تفرقہ پڑ گیا ہے۔ لوگ الگ الگ نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ زید کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ اس حال میں زید کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

شیخ نوازش علی، L/2 No. Stoking Road جمشید پور، بہار۔

الجواب

❶ جس نے یہ کہا کہ حضور اکرم ﷺ سیاست کھیلتے تھے، وہ کافر و مرتد ہو گیا، اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر فرض ہے کہ اس خبیث ملعون کلمہ سے توبہ کرے، تجدید ایمان کرے، بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔

"سیاست کھیلنا" سخت توہین کا جملہ ہے اور جو حضور اقدس ﷺ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کرے وہ کافر و مرتد ہے۔

اور یہ کہنا کہ "کفار کے خوف سے غار میں چھپے تھے"، غلط ہے۔ یہ امت کی تعلیم کے لیے تھا، اور یہ بتانے کے لیے تھا کہ جہاں تک ہو سکے دشمن سے بچنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔ ورنہ جو ذات گرامی دروزاہ گھیرے ہوئے نرغے سے نکل سکتی ہے، غار کے سرے پر دشمن کھڑے ہیں، پوزیشن یہ ہے کہ اگر اپنے پاؤں پر نظر کرتے تو دیکھ لیتے، مگر دشمن نہ دیکھ پائے، جس ذات گرامی نے تعاقب کرنے والے سُراقہ کے گھوڑے کو بار بار زمین میں دھنسا دیا۔ جس کے بارے میں اللہ عزوجل نے وعدہ فرمالیا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[1]۔

اسے دشمنوں کا کیا ڈر۔ جنگ اُحد میں کیا حال تھا۔ معدودے چند جاں نثاروں کے علاوہ تمام صحابۂ کرام منتشر ہو گئے؛ لیکن کوئی خوف طاری نہ ہوا۔ جنگ حُنین کے ابتدائی مرحلے پر دشمنوں کی تیر اندازی سے پریشان ہو کر بھگدڑ مچ گئی، مگر حضور اکرم ﷺ اپنی جگہ قائم رہے، بلکہ جوش میں آگے بڑھتے رہے۔

زید پر اس قول سے بھی توبہ لازم ہے۔ زید جب تک توبہ و تجدید ایمان، اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح نہ کرے، اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھی جائے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا قضا کے حکم میں ہے؛ بلکہ قضا سے بدتر۔ اور کفری قول کے بکنے کے بعد سے اب تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب کی قضا کریں۔ نماز پڑھنے والے بھی توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ اگر واقعہ یہی ہے کہ زید کو معلوم نہیں تھا کہ اس کے کپڑے پر بچے نے پاخانہ کر دیا، تو زید پر کوئی الزام نہیں۔ لیکن بظاہر یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے، آخر جب بچے نے پاخانہ کیا تو نہیں معلوم ہوا، آٹھ دن کے بعد کیسے معلوم ہوا۔ اس لیے ایسے غیر محتاط امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❸ زید بہت جری اور بے باک معلوم ہوتا ہے۔ نکاح میں خطبہ نہیں پڑھا، اس کی یہ ایک غلطی ہے۔ اور یہ کہنا کہ خطبہ سنت نہیں، بہت بڑی غلطی ہے۔ نکاح کے لیے خطبے کا مسنون ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ بغیر خطبہ پڑھے ہوئے جو نکاح پڑھا وہ نکاح ہو گیا۔ لیکن خطبہ کی برکت سے محروم رہے۔ پھر یہ کہہ کر کہ خطبہ سنت نہیں ایک بڑی غلطی کی۔ زید اس لائق نہیں کہ اسے امام بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❹ اگر دوستانہ بے تکلفی میں ایسا کہا، جیسا کہ دوستوں کی عادت ہوتی ہے، تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر گالی دینے کے لیے کہا اور اس کو ذلیل کرنے کے لیے اس کی ہنسی مذاق اڑایا تو ضرور فاسق ہو گیا۔ حدیث

---

(۱)- سُوْرَۃُ المائدۃ، الآیۃ: ٦٧.

میں ہے:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ(۱).

اس صورت میں اسے امام بنانا، جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❺ مذکورہ بالا سوالات کی روشنی میں یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ تفرقہ زید کے کلمۂ کفر بکنے، شان رسالت میں گستاخی کرنے اور غیر شرعی افعال و اقوال کی بنا پر ہے، اس لیے سارے فساد کا بانی مبانی وہی ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ مذکورہ بالا تمام باتوں سے زید سے توبہ کرائیں۔ تجدید ایمان کرائیں۔ بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرائیں۔ اس سے عہد کرائیں کہ آیندہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق عقیدہ رکھے گا اور عمل کرے گا۔ اس صورت میں سب لوگ نماز پڑھیں، اختلاف ختم کریں۔ حدیث میں ہے:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ(۲).

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ(۳).

اور اگر زید توبہ نہ کرے، تجدید ایمان و نکاح نہ کرے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے امامت سے علاحدہ کردیں، اپنی نمازوں کو، اپنے دین کو بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ر محرم الحرام ۱۴۰۳ھ۔

[۲۵-۲۶] خطیب کو خطبہ سے پہلے محراب میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

مسئلہ ❶ اہل سنت و جماعت کی مسجد میں بعض دفعہ وہابی بھی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں نماز میں کچھ نقص واقع ہوتا ہے یا نہیں؟ حافظ ملت، علامہ شاہ عبدالعزیز مرادآبادی نے اپنی کتاب "الدیوبندیت" میں لکھا ہے کہ:

" دیوبندی چال بازیوں میں ابلیس کے بھی استاذ ہیں، ان بدمذہب لوگوں کے اکابر ـــــ جن کی

(۱)- صَحِيحُ الْبُخَارِي، ج: ۱، ص: ۱۲، کتاب الإيمان، باب خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لاَ يَشْعُرُ، رقم الحديث: ۴۸، مَجْلِسُ الْبَرَكَات، الجَامِعَةُ الأَشْرَفِيه، مُبَارَك پُور.

(۲)- سنن ابن ماجه، ج: ۵، ص: ۳۲۰، کتاب الزهد، باب ذكر التوبة، رقم الحديث: ۴۲۵۰، مكتبة أبي المعاطي.

(۳)- سورة البقرة، الآية: ۲۲۲.

تفصیل حسام الحرمین میں ہے ـــــ کو علماے حرمین طیبین نے دائرۂ اسلام سے خارج و خبیث فرمایا، اور ان پر فتواے کفر ہی صادر نہ کیا بلکہ سب کافروں سے کمینہ تر کافروں میں بتلایا، اور انھیں کے معتقد اور ان کی ہی تقلید پر یہ بد دین و بد مذہب وہابی ہیں جو بعض مرتبہ سنی سے لگ کر صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

جو مسجد پہلے اہل سنت و جماعت کی تھی اس پر اب وہابیوں کا غلبہ ہے، انھیں کا امام نماز پڑھاتا ہے، تو کیا سنی فرداً فرداً الگ نماز پڑھ سکتے ہیں، جب کہ اندیشۂ فساد نہ ہو؟

❷ حضرت مولانا رکن الدین صاحب حنفی، نقش بندی کی کتاب، رکن دین، باب ۱۸، جمعہ کے بیان میں صفحہ ۱۷۳، پر مندرجہ ذیل سوال و جواب درج ہے:

س: امام کو خطبہ پڑھنے سے پہلے محراب کے اندر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ج: مکروہ ہے۔ (شامی)

اس بابت عرض یہ ہے کہ خطبہ سے پہلے محراب میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟ اور امام کی اصلاح کے لیے مذکورہ بالا کتاب کا حوالہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

حبیب الرحمٰن خان برکاتی، مکان ۱۸۱ر، شیو پوری، اورئی، جالون، یوپی۔

الجواب

❶ اصل حکم یہی ہے کہ وہابی کو مسجد میں ہرگز ہرگز نہ آنے دیا جائے۔ حضور اقدس ﷺ نے خاص جمعہ کے دن خطبہ کے وقت منافقین کو نام لے کر مسجد سے باہر کر دیا۔ در مختار میں ہے:

وَيُمْنَعُ مِنْهُ كُلُّ مُؤْذٍ وَلَوْ بِلِسَانِهِ[1].

مسجد سے ہر ایذا دینے والے کو روکا جائے، اگرچہ وہ زبان سے ایذا دیتا ہو۔

جہاں قدرت ہو، کسی وہابی کو مسجد میں گھسنے نہ دیا جائے، لیکن عام مساجد میں ممکن نہیں، لہذا جہاں وہابی کو مسجد میں آنے سے روکنے پر قدرت نہ ہو، وہاں صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مجبوری کو جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ یہ صحیح ہے کہ جمعہ کے وقت خطیب کو خطبہ سے پہلے محراب میں نماز مکروہ ہے، جیسا کہ شامی اور بحر الرائق

(۱)- الدر المختار، ج:۲، ص: ۴۳۵، کتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة إلخ، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

میں ہے۔ [1] ان دونوں بزرگوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ میرا خیال یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہوگا۔ آپ امام صاحب کو مسئلہ بتا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے جھگڑا نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۷ر شوال ۱۴۱۸ھ۔

[۲۷] وہابی کا نکاح پڑھانے والا بدترین فاسق اور زنا کا دلال ہے

مسئلہ ایک گاؤں میں دو گروپ کے لوگ ہیں۔ الحمد للہ دونوں سنی مسلمان ہیں۔ ایک پارٹی والوں کے ساتھ ایک دیوبندی بھی شریک ہے۔ اس پارٹی میں ایک مولانا اہل سنت و جماعت کے ہیں۔ دیوبندی صرف ایک ہی آدمی ہے، مولانا کے چچا کی لڑکی کی شادی اسی دیوبندی آدمی سے ہوئی ہے۔ اب اس سال اسی دیوبندی کی لڑکی کی شادی تھی، دولھا بھی دیوبندی تھا، جب کہ نکاح سنی مولانا نے پڑھا۔ لوگوں کے اعتراض کرنے پر کہا کہ کیا کروں بھائی کی وجہ سے مجبور تھا۔ دھیرے دھیرے یہ بات مشہور ہوئی۔ قرب و جوار کے علما سے استفتا کیا گیا، تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے نہ پوچھ کر فلاں مولوی صاحب سے پوچھ لو۔ فلاں مولوی صاحب کے پاس گیا، انھوں نے کہا مفتی صاحب سے پوچھو، مجھے کتابیں تلاش کرن[illegible]ی، اس طرح انھوں نے بہانا کر دیا۔ ادھر مولانا کو معلوم ہوا تو گاؤں کے ایک مولوی صاحب کے سامنے انھوں نے کہا کہ: مولانا میں نے فلاں دیوبندی کا عقد پڑھا دیا ہے، آپ میری توبہ پر گواہ ہو جائیے۔ وہ صاحب وہاں سے نکلے، انھوں نے لوگوں سے کہہ دیا کہ مولانا صاحب نے جو نکاح پڑھا تھا، اس سے توبہ کر لیا ہے۔ اب واضح یہ کرنا ہے کہ پہلے مفتی صاحب اور دوسرے نکاح پڑھانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور یہ توبہ درست ہے کہ نہیں؟ اور ایسے عالموں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ڈاکٹر بشیر احمد، مدرسہ عربیہ اہل سنت تنویر الہدیٰ، چائی کلاں، ضلع بستی، یوپی۔

---

(۱)- ردالمحتار کی عبارت یہ ہے:

وتکرہ صلاتہ فی المحراب قبل الخطبۃ. (ج:۲،ص:۱۵۰، باب الجمعۃ)

"کراہت" کا لفظ شاہد ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، تو وہ نماز بس اپنے طور پر ایک نفل نماز ہوئی جو عام اوقات میں مندوب و مستحب ہوتی ہے مگر یہ کہ وقت کراہت کا ہو، یا خارج سے کوئی کراہت عارض ہو جائے۔ اذان خطبہ کے بعد کا وقت خطبۂ جمعہ کا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اذان اور خطبے کے درمیان کسی اجنبی سے فصل نہیں ہونا چاہیے اب اگر یہ فصل جنس خطبہ سے ہوتا تو کراہت نہ ہوتی اور دنیوی اعمال سے ہوتا تو مکروہ تحریمی ہونا چاہیے لیکن یہاں دونوں کے سوا نماز سے فصل ہو رہا ہے اس لیے سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اسے مکروہ تنزیہی ہونا چاہیے غالباً اسی بنا پر حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسے مکروہ تنزیہی فرمایا ہے۔ محمود علی مشاہدی

الجواب

وہابی کو اپنی پارٹی میں شامل کرنا جائز نہیں، اور وہابی کا نکاح پڑھانے والا بدترین فاسق، زنا کا دلال اور جہنم کا سزاوار ہے۔ مگر جب اس نے توبہ کر لی اور توبہ کی تشہیر بھی ہو گئی تو اس پر الزام نہ رہا، اگرچہ اس مولوی پر واجب تھا کہ علانیہ توبہ کرتا، تنہائی میں توبہ کافی نہیں تھی۔ لیکن جب تنہائی کے توبہ کا اعلان عام کر دیا جائے تو وہ برملا علانیہ توبہ کہا جائے گا۔

اور جن علما سے پوچھا گیا اور انھوں نے سکوت کیا، کوئی جواب نہیں دیا حالاں کہ وہ حکم شرعی جانتے تھے، وہ بھی گنہ گار ہوئے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يعلمه فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ[1].

جس سے علم کی کوئی ایسی بات پوچھی جائے جسے وہ جانتا ہو پھر وہ نہ بتائے تو قیامت کے دن اس کے منھ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

حدیث میں ہے:

السَّاكِتُ عَنِ الحقّ شَيْطَان أَخْرَسُ[2].

حق بات کہنے سے چپ رہنے والا گونگا شیطان ہے۔

ان سب علما پر توبہ فرض ہے، بعد توبہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۲۸] "مجموعہ خُطَبِ حرمین شریفین" غالی متعصب وہابی کی کتاب ہے

مسئلہ ایسی کتاب جس کا نام "مجموعہ خطب حرمین شریفین" ہے، جمعے میں پڑھنا چاہیے کہ نہیں؟ اس میں مندرجہ ذیل اشعار ہیں، جن کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی وہابی بدمذہب کے لکھے ہوئے ہیں۔

بدعات مروجہ کے بیان میں:

مت مانگ کوئی مُراد و منت — اللہ کے سوا کسی سے حاجت
اور غیرِ خدا کی نذر مت کر — کہ ہے حرام، شرع اندر

(۱)- سنن ابن ماجه، ج:۱، ص:۹۸، رقم الحديث: ٢٦٦، باب من سئل عن علم فكتمه، دار الفكر، بيروت.

(۲)- لم أجده في كتب الأحاديث، وقال الإمام أبو القاسم القشيري في رسالته: "سمعت الأستاذ أبا علي الدقاق يقول: من سكت عن الحق، فهو شيطان أخرس". (باب الصمت، ج:۱، ص: ٥٧.)

اور ماہِ ربیعُ الاوّل اندر — مخصوص نہ کھیر پوریاں کر
کہ غیرِ خدا کو نافع و ضار — سمجھا تو ہو کفر و شرک پے یار

شرک کی برائی کا بیان:

جیسے یہ صفت خاص برب کریم — ہر جگہ حاضر و ناظر ہے ہمیشہ ہر دم
یہ صفت غیر خدا میں نہیں ہرگز جانو — غیر کو جاننا اس طرح سے، شرک اعظم
نذر بھی غیر خدا کی ہے یقیناً شرک سنو! — غیر کی نذر کھانا بھی حرام، اے اکرم
راحت و رنج، دگر نفع و ضرر و منع و عطا — تنگی و فقر و غنا مرض و شفا و حزن و غم
قدرتِ حق میں بس ایسے ہیں بلاشبہہ امور — غیر حق رکھ نہ سکے اس میں تصرف کا قدم
ایسی قدرت کا عقیدہ رکھے جو غیر کے ساتھ — وہ بلاشک و شبہہ ہوئے گا مشرک اعظم

کفر کے بیان میں:

اور بجا مزمار، حمد و نعت پڑھنا کفر ہے — اور بلاشک کفر ہے اس پر بجانا تالیاں

ایک سنی عالم صاحب نے مسجد کے امام صاحب کو ان اشعار سے آگاہ کیا کہ یہ کسی بد عقیدہ کی کتاب ہے؛ لہٰذا آپ اس مجموعہ خطب حرمین شریفین کو جمعہ میں مت پڑھو، پھر بھی امام صاحب اس کتاب کو جمعہ میں پڑھتے ہیں، ان اشعار کی تائید کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے پڑھا، ہم بھی اس کو پڑھیں گے۔ اسی طرح کچھ ان کے ہم خیال لوگوں کا بھی یہی کہنا ہے۔

لہٰذا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ اشعار درست ہیں؟ اور اگر نہیں تو ان اشعار کو درست کہنے والے، اس مجموعہ کو پڑھنے والے اور ان کی تائید کرنے والوں کے متعلق شرع کا کیا حکم ہے؟

نیشنل الیکٹرانک اسٹورس، نزد ڈاکخانہ کلم نورہ، پربھار، مہاراشٹر۔

الجواب

کتاب کے نام اور اس میں مندرج اردو اشعار ہی اس کی دلیل ہیں کہ کتاب کے لکھنے والے نے مسلمانوں کو فریب دیا ہے۔ حرمین شریفین میں اردو اشعار کے پڑھنے کا کیا سوال! اس کتاب کے مصنف نے مسلمانوں کو حرمین شریفین کے نام سے دھوکا دینا چاہا ہے۔ یقیناً یہ کتاب کسی غالی متعصب وہابی کی کتاب ہے۔ جس نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنا ڈالا ہے۔ باذن اللہ، انبیاے کرام و اولیاے عظام کو عالَم میں متصرف جاننا، ان سے مدد مانگنا، ان کی منت ماننا، رائج و معمول ہے۔ یہ کتاب ہرگز ہرگز نہ پڑھی جائے۔ جمعہ کے

خطبے میں تو بڑی بات ہے دوسرے موقعوں پر بھی نہ پڑھی جائے۔

امام جب کہتا ہے کہ میرا عقیدہ اس کتاب کے مطابق ہے تو وہ یقیناً بلا شبہہ وہابی ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کی پیچھے پڑھی ہوئی نمازیں کالعدم ہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے نہیں پڑھی۔ مسلمانان اہل سنت پر واجب ہے کہ اس امام کو امامت سے علاحدہ کر دیں، اور کوئی صحیح العقیدہ سنی امام مقرر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۴ / ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ۔

[۲۹] غیر سنی امام کے پیچھے نماز، جائز نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلۂ ذیل میں:

ہماری مسجد کے امام جو خود کو سنی مسلم کہلواتے ہیں، اور مسجد سنیوں کی ہے، یہاں تقریباً ایک سو بیس سال سے سنی امام امامت کرتے رہے، اور پنج گانہ نماز کے بعد فاتحہ اور دعاے ثانی کے پابند تھے، نیز گیارہویں شریف، بارہویں شریف اور موے مبارک کی زیارت ہوتی رہی اور صلاۃ و سلام بھی ہوتا رہا۔ اب چند سال سے جدید امام نے فاتحہ، دعاے ثانی اور صلاۃ و سلام پر عمل کرنا بند کر دیا ہے۔ اور اس کا انکار کرتے ہیں، لہٰذا مسجد کے لیے سنی امام کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب

سنی مسجد کے لیے سنی امام کا ہونا قطعاً ضروری ہے، غیر سنی امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ امام جس نے دعاے ثانی بند کر دی ہے، وہ سنی نہیں، یقیناً وہابی ہے، دعاے ثانی اور فاتحہ کو ناجائز کہنا وہابیوں کا مذہب ہے۔ وہابی امام کے پیچھے نماز قطعاً نہیں ہوتی۔ اس امام کو فوراً امامت سے علاحدہ کر دیا جائے، اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی ہیں، سب کی قضا کی جائے۔ سنی وہ مسلمان ہے جس کا عقیدہ و عمل اہل سنت و جماعت کے مطابق ہو۔ مثلاً وہ خود گستاخ رسول نہ ہو، اور گستاخان رسول کو امام و پیشوا نہ جانتا ہو۔ میلاد شریف، نیاز، قیام، فاتحہ اور دعاے ثانی وغیرہ کو حرام نہ جانتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۳۰] مسئلۂ امامت پر حضور شارحِ بخاری کا ایک اہم فتویٰ

مسئلہ بانس بڑیا، ضلع ہبلی۔ (۱)

---

(۱)- سوال اور سائل کا پتا نہ ہونے کے باوجود مسئلے کی اہمیت وافادیت کی بنا پر یہ تحقیقی فتویٰ درج کیا گیا۔ [محمد صادق مصباحی]

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   اللھم ھدایۃ الحق والصواب!

جامع مسجد بانس بڑیا، ضلع ہبلی کے امام، جناب مولانا ابوالکلام مصباحی کی امامت کے سلسلے میں یہاں عرصہ سے جو تنازع چل رہا ہے، اس کے تصفیہ کے لیے فریقین کے ذمہ دار افراد نے مجھے [یعنی حضور شارحِ بخاری کو] مدعو کیا۔ میں ۶/ صفر ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۳/ جون ۱۹۹۷ء تقریباً دس بجے صبح کو جامع مسجد بانس بڑیا پہنچا۔ اپنے تعاون کے لیے جناب مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب زید مجدہم کو بھی ہمراہ لے لیا۔

جامع مسجد پہنچنے کے بعد فریقین کے نمائندوں سے زبانی بھی گفتگو ہوئی، اور انھوں نے طول طویل تحریریں بھی پیش کیں۔ سب کی باتیں سننے اور سب تحریریں پڑھنے کے بعد، میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جناب مولانا ابوالکلام مصباحی پر ۷/ الزامات ہیں۔ از روے شرع مجھ پر لازم تھا کہ میں مولانا ابوالکلام صاحب سے دریافت کروں کہ یہ الزامات صحیح ہیں یا غلط؟ چناں چہ میں نے ان سب الزامات کی تلخیص کر کے لکھ کر مولانا کو دیا۔ انھوں نے جواب کے لیے رات بھر کی مہلت مانگی۔

میں بہت پہلے ہی آرہ کے ایک جلسے کی دعوت منظور کر چکا تھا؛ اس لیے میں رات ہی میں آرہ کے لیے چلا گیا، آرہ سے پھر پٹنہ کے لوگ مجبور کر کے پٹنہ لے گئے۔ دو تین دن اس میں صرف ہو گئے۔ سخت دھوپ اور شدید گرمی میں سفر کرنے کی وجہ سے طبیعت علیل ہو گئی۔ افاقے کے بعد مولانا ابوالکلام صاحب کے جوابات سنے۔ ساری تحریرات اور مولانا کے جوابات پر غور و خوض کرنے کے بعد فیصلہ لکھوا رہا ہوں۔ اس میں نہ کسی کی جانب داری ہے، اور نہ کسی کی مخالفت۔ میری قبر میں نہ مولانا ابوالکلام جائیں گے نہ ان کے مخالفین۔ قبر میں میرے ساتھ میرا عقیدہ اور عمل جائے گا۔ خلاف شرع فیصلہ کرنا ظلم ہے، حرام ہے، اور اپنی عاقبت برباد کرنا ہے۔

الزام اور پھر ان کی صفائی، سب پر تنقید اور سب کی تنقیح بہت لمبا کام ہے۔ اس لیے میں اختصار کے پیش نظر چند اہم دفعات کو سامنے رکھ کر فیصلہ لکھوا رہا ہوں:

❶ مولانا ابوالکلام صاحب الزام ایک کے جواب میں اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ:

”انھوں نے اپنے بچے کو مودودیوں کے اسکول ”الھدیٰ“ میں پڑھنے کے لیے داخل کیا۔“

کسی بچے کو مودودیوں کے اسکول میں بھیجنا، حرام گناہ اور فسق ہے۔ اس لیے مولانا فاسق ہوئے، اور

وہ بھی فاسق معلن۔

اس کی صفائی میں یہ کہنا کہ " آخر ہندوؤں کے اسکولوں میں بھی لوگ لڑکوں کو پڑھنے کے لیے بھیجتے ہیں" صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتا کہ کوئی مسلمان لڑکا ہندو اسکول میں پڑھ کر ہندو ہوا ہو، لیکن مودودیوں، وہابیوں کے اسکول اور مدرسوں میں پڑھ کر ہزاروں سنیوں کے لڑکے وہابی ہو گئے۔

وجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان بچہ ہوش سنبھالتے ہی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہندو ایک الگ مذہب ہے، جس کی وجہ سے بچے کے دل میں ہندوؤں سے ایک مذہبی نفرت رہتی ہے۔ بخلاف وہابیوں، مودودیوں کے کہ مسلمان بچہ ان کو دوسرے مذہب کا نہیں جانتا، ان کو مسلمان سمجھتا ہے اور ان کے دھوکے میں آجاتا ہے۔ کسی ہندو اسکول میں اس کی کوشش نہیں ہوتی کہ مسلمان بچوں کو ہندو بنایا جائے۔ لیکن وہابیوں، مودودیوں کے مدرسوں اور اسکولوں میں اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ بچے وہابی مودودی ہو جائیں۔

❷ الزام (۲) کے جواب میں مولانا نے اعتراف کیا ہے کہ

" میں مودودیوں کے جلسے میں اپنے بچے کو لینے کے لیے گیا، تو ان لوگوں کے اصرار پر ان کے جلسے میں شریک ہو گیا۔"

لوگوں کے کہنے یا دباو ڈالنے سے بھی بدمذہبوں کے کسی جلسے میں شریک ہونا جائز نہیں، حرام و گناہ ہی ہے۔ مودودیوں کے جلسے میں شریک ہو کر مولانا فاسق معلن ہوئے۔

الزام (۱۴) کے جواب میں مولانا نے خود مودودیوں کے بارے میں لکھا ہے:

" یہ گمراہ اور گمراہ کن ہیں، بددین، کافر مرتد ہیں، ان سے میل جول، سلام کلام منع ہے۔ جو شخص اس جماعت کے کفر پر مطلع ہوتے ہوئے میل جول رکھے، اسے امام بنانا درست نہیں۔"

اور یہ ہر شخص جانتا ہے کہ ان کے مدرسے میں بچے کا داخلہ اور ان کے جلسے میں شرکت، سلام کلام، میل جول ہی ہے۔ جس کی وجہ سے مولانا خود اپنے ہی اقرار سے امامت کے لائق نہیں رہے۔

❸ الزام (۳) کے جواب میں مولانا ابوالکلام نے لکھا:

" مجھے معلوم نہیں ہوا کہ بس میں میرا کیسٹ بنایا جا رہا ہے"۔

مولانا کا یہ عذر کسی عاقل کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ بس بہت لمبی چوڑی نہیں ہوتی، پھر ویڈیو کیسٹ بنانے والے چہرے کی تصویر ضرور لیتے ہیں۔ اسے کون مان سکتا ہے کہ مولانا اتنے بھولے ہیں کہ ان

کی تصویر بنائی جاتی رہی اور مولانا کو خبر نہیں ہوئی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا باتیں بنانے کے ماہر ہیں۔ چلیے ان کے اس عذر کو مان بھی لیجیے، مگر تاج محل میں دوستوں کے اصرار پر جو تصویر کھنچوائی وہ کیسے جائز ہوگئی۔ گناہ کسی کے اصرار سے کیا جائے یا بخوشی کیا جائے، گناہ ہی رہتا ہے۔ فوٹو کھنچوانا حرام ہے۔ اس کی وجہ سے بھی مولانا فاسق معلن ہوئے۔

اس لیے ہم، اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ مولانا ابو الکلام مصباحی کو امامت سے معزول کر دینا واجب ہے۔ اور ان کو امام بنائے رکھنا گناہ۔ ان کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔

دار العلوم ضیاء الاسلام ہوڑہ کا دوسرا فتویٰ جو مفتی دلدار صاحب زید مجدہم کا لکھا ہوا ہے، اس میں یہ ہے کہ: "اگر زید توبہ کرلے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔"

اس میں نقص ہے۔ نقص یہ ہے کہ علما نے فرمایا: فاسق معلن اگر توبہ کرلے تو فوراً وہ قبول نہ کی جائے گی، جب تک ایک مدت گزر کر اطمینان نہ ہو جائے کہ یہ شخص اپنی توبہ پر قائم ہے، اور اس نے اصلاح کرلی ہے۔ فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، نصف اول، ص:۲۵۶، ۲۵۷/ پر ہے:

"اس کے ساتھ بندوں کے معاملے تین قسم ہیں:

ایک یہ کہ گناہ کی اس کو سزا دی جائے۔ اس پر یہاں قدرت کہاں۔

دوسرے یہ کہ اس کے ارتباط واختلاط سے تحفظ و تحرز نہ کیا جائے کہ بدمذہب کا ضرر سخت معتذر ہوتا ہے۔

تیسرے یہ کہ اس کی تعظیم و تکریم مثل قبول شہادت و اقتداے نماز وغیرہ سے احتراز کریں۔ فاسق و بدمذہب کے اظہار توبہ کرنے سے قسم اول تو فورا موقوف ہو جاتی ہے الا فی بعض؛ مگر دو قسم باقی ہنوز باقی رہتی ہیں یہاں تک کہ اس کی صلاح حال ظاہر ہو اور مسلمان کو اس کے صدق توبہ پر اطمینان حاصل ہو۔ اس لیے کہ بہت عیار اپنے بچاو اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے زبانی توبہ کر لیتے ہیں اور قلب میں وہی فساد بھرا ہوا ہے۔

پھر صحت توبہ پر اطمینان کتنی مدت میں حاصل ہوتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی مدت متعین نہیں کر سکتے۔ جب اس شخص کی حالت کے لحاظ سے اطمینان ہو جائے کہ اب اس کی اصلاح ہوگئی اس وقت اس

سے دوقسم انیر کے معاملات برطرف ہوں گے۔ فتاوی امام قاضی خاں پھر فتاوی عالم گیر یہ میں ہے:

الفاسق إذا تاب لاتقبل شهادته مالم يمض عليه زمان يظهر عليه أثر التوبة، والصحيح أن ذلك مفوض إلى راء القاضي.[1]

ظاہر ہے کہ یہ بات، نظر بحالات مختلف ہوجاتی ہے۔ ایک سادہ دل، راست گو سے کوئی گناہ ہوا، اس نے توبہ کی، اس کے صدق پر جلد اطمینان ہوجائے گا۔ اور دروغ گو، مکار کی توبہ کا اعتبار نہ کریں گے اگرچہ ہزار مجمع میں تائب ہو۔ امام اجل، ملک العلما، ابوبکر مسعود کاسانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں:

المعروف بالكذب لاعدالة له، ولا تقبل شهادته أبدا وإن تاب، بخلاف من وقع في الكذب سهوا أو ابتلى به مرة ثم تاب.[2]

جو کوئی دروغ گوئی یعنی جھوٹ بولنے میں مشہور ہو تو اس کے لئے کوئی عدالت نہیں؛ لہٰذا کبھی بھی اس کی شہادت مقبول نہیں ہوسکتی اگرچہ تائب ہوجائے۔ بخلاف اس شخص کے جس نے بھول کر جھوٹ کہہ دیا یا کبھی کبھار اس سے غلط بیان ہوگئی پھر اس نے توبہ کرڈالی"[3] (تو اس کی شہادت توبہ کرنے کے بعد مقبول ہوگی۔)

اس لیے مولانا کو امامت سے معزول کرنا ہی واجب ہے۔ توبہ کے بعد جب ان کے اصلاح حال پر اطمینان ہوجائے گا تو پھر دیکھا جائے گا۔ مفتی دلدار حسین صاحب نے فتویٰ اس نقطے سے ناواقفی کے باعث دیا۔

اسی طرح مولانا ابو الکلام نے ۱۶ر جنوری ۱۹۹۷ء کی میٹنگ میں جو توبہ کی تھی، وہ حقیقت میں توبہ نہیں۔ انھوں نے یہ کہا: "میں توبہ کرتا ہوں"۔ توبہ کے لیے ضروری ہے کہ ملزم پر جو الزام لگایا جائے اس الزام سے براءت ظاہر کرے، اس کا نام لے، یہ کہے کہ میں فلاں گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ مولانا ابو الکلام عالم ہیں، وہ توبہ کا صحیح طریقہ یقیناً جانتے ہیں، پھر بھی انھوں نے صحیح طریقے سے توبہ نہیں کی۔ یہ ایک طرح کا مغالطہ ہے، اس سے بھی مولانا کی پوزیشن مشتبہ ہوجاتی ہے اور اس کا اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے کہ انھوں نے اپنی ملازمت بچانے کے لیے وہ توبہ کی تھی جو حقیقت میں توبہ نہ تھی، مقصود ان جرائم سے بچنا نہیں تھا۔

بہر حال! حکم شرعی یہی ہے کہ مولانا ابو الکلام مصباحی کو امامت سے بلا تاخیر برطرف کردیا جائے،

---

(۱)- الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشهادات الباب الرابع، الفصل الثاني.

(۲)- بدائع الصنائع، كتاب الشهادات، فصل أما الشرائط.

(۳)- فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، نصف اول، ص: ۲۵۶، ۲۵۷.

بااختیار لوگ اس میں تاخیر کریں گے تو گنہ گار ہوں گے۔

④ الزام نمبر ۲۰ کے جواب میں مولانا نے لکھا کہ:

"ان کی سالی ان کے گھر آئی ہوئی تھی، اور ان کے گھر بطور مہمان رہی۔"

سالی، بہنوئی کے لیے اجنبیہ ہے۔ ان دونوں کا بے پردہ آمنے سامنے ہونا، تنہائی میں اکٹھا ہونا، آپس میں بات چیت کرنا حرام و گناہ ہے۔ پھر اگر خدانہ خواستہ مولانا خود اپنی سالی کو اس کے گھر سے بانس بیڑیا لائے تو یہ الگ گناہ ہوا، اگر چہ ان کی بیوی ساتھ رہی ہو۔ اسی طرح اگر اس کو خود ہی گھر پہنچا آئے، یہ الگ گناہ ہوا۔ اور اگر مولانا اپنی سالی کو خود نہیں لائے اور خود نہیں لے گئے تو جس کے ساتھ ان کی سالی اپنے گھر سے بانس بیڑیا آئی اور پھر بانس بیڑیا سے اپنے گھر گئی، وہ اگر مولانا کی سالی کا ذو رحم محرم نہیں تھا تو بھی مولانا گناہ سے نہیں بچ سکتے۔ یہ سب مولانا کی مرضی سے ہوا۔ گناہ پر رضا یا کسی کو گناہ کرنے کا حکم دینا خود گناہ ہے۔

⑤ الزام (۴) کے جواب میں آپ نے یہ اقرار کیا ہے کہ:

"مفتی نوشاد علی صاحب نے مجھ کو کافر ثابت کیا ہے"۔

لیکن کمیٹی منعقدہ ۱۶ر جنوری ۱۹۹۷ء میں اس سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے: "جناب ایسی کوئی بات نہیں" کمیٹی میں مفتی نوشاد علی کے روبرو انکار، پھر مجھ کو پیش کیے گئے جواب میں اقرار، تضاد بیانی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مولانا امام صاحب غلط بیانی اور جھوٹ سے بھی کام لیتے ہیں۔

⑥ مولانا ابو الکلام صاحب نے اعتراض کرنے پر کہنے کو تو کہہ دیا کہ اب میرا لڑکا "الھدیٰ" اسکول میں نہیں پڑھتا، مگر گواہوں کا بیان ہے کہ اس کے بعد بھی لڑکا "الھدیٰ" اسکول میں پڑھتا رہا، جیسا کہ پوچھنے پر اس لڑکے نے بتایا۔ اور جب مولانا سے یہ سب کچھ دریافت کیا گیا تو مولانا نے کہا کہ "لڑکے کی لائف [زندگی] کا سوال ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کردار دوہرا ہے، جھوٹ بھی بولتے ہیں، فریب بھی دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ امامت کے لائق کسی طرح نہیں۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر مولانا ابو الکلام مصباحی، امام جامع مسجد بانس بیڑیا، بلا شبہہ خود اپنے اقرار سے فاسق معلن ہیں، وہ بھی ایک نہیں چھ چھ وجوہ سے۔ خصوصاً چوتھا نمبر، یعنی سالی کو اپنے گھر میں رکھنا، ان گنت فسقوں کا مجموعہ ہے۔ جب جب سالی سے بات چیت کی، گناہ ہوا، اس کے چہرے پر نظر ڈالی، گناہ ہوا، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اسے معزول کرنا واجب۔ غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلَىٰ أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ [1]۔
اگر لوگ فاسق کو امام بنائیں گے تو گنہ گار ہوں گے اس بنا پر کہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

در مختار میں ہے:
كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيْمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا [2].
جو نماز کراہت تحریم کے ساتھ ادا کی گئی اس کا دہرانا واجب ہے۔

مولانا ابو الکلام مصباحی، امام صاحب نے قاری ابو الکلام رضوی پر چند الزامات لگائے ہیں، مگر اس کے تصفیے کے لیے پھر پاپڑ بیلنا پڑے گا، یک طرفہ الزام پر فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ پھر مجھے ان کے اوپر لگائے گئے الزامات پر تصفیہ کے لیے نہیں بلایا گیا تھا، اس لیے اس سلسلے میں کچھ لکھنے سے معذور ہوں۔

⑦ اخیر میں ایک بات اور یاد گئی جو نظر انداز کرنے کے لائق نہیں۔ اکیسواں نمبر یہ تھا:
"کیا کبھی قراءت میں آپ نے تلافی میں سجدۂ سہو کیا، اور قاری ابو الکلام رضوی صاحب نے آپ کو متنبہ کیا تو آپ نے کہا نماز ہو گئی"۔

اس کے جواب میں مولانا نے لکھا: "قراءت کی غلطی پر سجدۂ سہو کرنا ہمیں یاد نہیں۔"

اس سلسلے میں حکم شرع یہ ہے کہ قراءت میں کسی بھی غلطی پر سجدۂ سہو نہیں۔ اگر غلطی ایسی ہے جس سے معنی فاسد ہو جائیں تو نماز بھی فاسد ہو جائے گی، سجدۂ سہو سے درست نہ ہوگی۔ اور اگر غلطی ایسی نہیں جس سے معنی فاسد ہوں تو نماز ہو جائے گی۔

اگر مولانا سے کبھی ایسی غلطی ہوئی ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور مولانا نے نماز دوبارہ پڑھی نہیں، صرف سجدۂ سہو کر لیا، تو نماز سب کے ذمہ رہ گئی۔ امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ لوگوں کی نمازیں صحیح ادا ہوں۔ قاری ابو الکلام رضوی کا بیان اگر صحیح ہے تو مولانا اس دفعہ کے لحاظ سے بھی امامت کے اہل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ر صفر ۱۴۱۸ھ/۲۱ر جون ۱۹۹۷ء۔

---

(۱)- غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۵۱۳، فصل فی الإمامۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور۔

(۲)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱۴۷، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان.

[۳۱] سونے کی حالت میں مسجد کا پنکھا استعمال کرنا جائز نہیں

مسئلہ زید کو محمد عیسیٰ نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے رکھا تھا، جب کہ گاؤں میں مستقل ایک امام ہیں جو نماز پڑھاتے ہیں۔ زید امام کی اجازت کے بغیر نماز پڑھا دیتا ہے، اور رات کو مسجد میں سوتا ہے۔ منع کرنے پر نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ میں اعتکاف کی نیت سے سوتا ہوں۔ اور مسجد کا پنکھا بھی استعمال کرتا ہے۔ ایک بار جب وہ مسجد میں سو رہا تھا، امام نے کہا: اس طرف پیر کر کے سونا ٹھیک نہیں ہے؛ کہ اس طرف گنبد خضریٰ ہے، وہ جھلّا کر جواب دیتا ہے: گنبد خضریٰ کیا چیز ہے؟ اور اس نے امام سے کہا کہ کیا تم حاجی ہو؟ اس کے علاوہ امام کو سخت و سست کہا۔ کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

احمد علی۔ معرفت حضرت مولانا شمس الہدیٰ صاحب۔

الجواب

زید فاسق معلن ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ یہ سونے کی حالت میں مسجد کا پنکھا استعمال کرتا ہے یہ جائز نہیں گناہ ہے۔ مسجد کا پنکھا صرف نمازیوں کے لیے لگایا جاتا ہے، نہ کہ سونے والوں کے لیے۔ بیٹھے رہنے یا سونے کی حالت میں مسجد کا پنکھا استعمال کرنا جائز نہیں۔

امام مقرر کی موجودگی میں اس کی بلا اجازت نماز پڑھانا سخت منع ہے۔ حدیث میں ہے:

وَلاَ يَؤُمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلاَ يَجْلِسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلاَّ بِإِذْنِهِ (۱).

سوال میں اس کی جو باتیں منقول ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شر پسند فسادی ہے؛ بلکہ اس کے اس جملے سے کہ "گنبد خضریٰ کیا چیز ہے؟" ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اندر اندر وہابی ہے۔ یہ جملہ سوائے وہابی کے کوئی اور نہیں کہہ سکتا۔ تحقیق کی جائے۔ خصوصیت سے محمد عیسیٰ صاحب پر لازم ہے کہ وہ اس کی تحقیق کریں، پتا لگائیں کہاں کا رہنے والا ہے، کہاں اس نے تعلیم حاصل کی ہے، اس کے گھر والے کون ہیں۔

وہابیوں کو خاص طریقے سے یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ تقیہ کر کے سنیوں کی بستیوں میں جاؤ اور ترکیب سے خفیہ خفیہ امریکہ کی سی۔ آئی۔ اے کی طرح وہابیت پھیلاؤ۔ دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی صاحب

---

(۱)- سنن الترمذي، ج: ۱، ص: ۳۲، أبواب الصلاة، باب من أحق بالإمامة، مجلس بركات، الجامعة الأشرفية، مبارك پور.

نے کان پور میں اسی طرح دیوبندیت کا بیج بویا تھا۔ بارہ۱۲ سال تک تقیہ کر کے سنی بنے رہے۔ نیاز، فاتحہ، میلاد سب کرتے رہے، اور اندر اندر دیوبندیت پھیلاتے رہے۔ جب بارہ سال میں معتد بہ تعداد دیوبندیت کی ہو گئی تو کھلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۹؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ۔

[۳۲] قرآن خوانی کو فضول اور ایصال ثواب کی شیرینی کو فضول خرچی کہنے والا گمراہ ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بابت مسئلۂ ذیل میں:

زید و بکر نے محرم میں شہیدان کربلا کے نام جو قرآن خوانی ہوئی اسے فضول اور شہدائے کربلا کے نام بغرض ایصال ثواب جو شیرینی منگوائی گئی اسے فضول خرچی کہا۔ مذکورہ بالا واقعات کو سامنے رکھ کر جملہ حفاظ نے یہ طے کیا کہ ایسے شخص کے یہاں فاتحہ وغیرہ کرنے کوئی حافظ نہ جائے، اگر کوئی چلا گیا تو اس کے لیے بھی یہی سزا ہوگی۔ اس میں بستی کے ایک نام نہاد امام بھی شریک تھے، بعد میں امام مذکور نے انھیں دونوں میں سے ایک کے یہاں جو سرمایہ دار آدمی ہے، ایک دعوت کرائی، اور خود شرکت کی اور اپنے ہمنواؤں کو بھی شریک ہونے کو کہا۔ جس سے حافظوں میں دو فریق ہو گئے۔ مخالفین کے خلاف امام اور اس کے ہمنواؤں نے بڑی بیہودہ باتیں کہیں، گالیاں دلوائیں، لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہوئے۔ امام مذکور کا منافقانہ رویہ ابھی بھی برقرار ہے۔ سوال یہ ہے کہ زید و بکر اور ایسے امام کے خلاف ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے؟ شرعی حکم سے نوازا جائے۔

حافظ محمد نصیر و حافظ جمیل احمد، احمد پور، بارہ بنکی، یوپی۔

۱۱؍ ذو قعدہ ۱۴۰۶ھ۔

الجواب

جس شخص نے شہدائے کربلا کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کو فضول کہا، اور ایصال ثواب کی شیرینی کو فضول خرچی کہا، وہ بلا شبہہ گمراہ ہے، بلکہ وہابی معلوم ہوتا ہے۔ ایسی باتیں وہابی ہی کہا کرتے ہیں۔ حفاظ نے جو فیصلہ کیا وہ حق ہے، اس پر تمام حفاظ و عوام و خواص کو عمل کرنا واجب ہے۔ دعوت کھانا تو بڑی بات ہے، ان سے میل جول، سلام کلام بند کر دیا جائے۔ وہ امام جس نے ان گمراہوں میں سے کسی ایک کے یہاں خود کھایا

دوسروں کو بھی کھلایا، وہ ضرور بالضرور فاسق معلن ہو گیا۔ واجب ہے کہ اسے امامت سے معزول کر دیں، اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۳۳] مردود کو مسجد میں بھی مردود کہنے میں کوئی حرج نہیں

مسئلہ ہمارے یہاں امام صاحب نے حافظ مرغوب کو جمعہ کی نماز میں مردود و شیطان کہا، اس لیے کہ یہاں جمعہ کی نماز میں سلام پڑھا جاتا ہے، اور وہ کھڑے نہیں ہوئے۔ اس امام سے پہلے جو بھی امام آئے وہ قیام نہیں کرتے تھے، انھیں سے قیام کا سلسلہ جاری ہوا ہے۔ کیا ایک حافظ کو اس طرح ذلیل کرنا ٹھیک ہے؟ کیا امام صاحب کا یہ رویہ جائز ہے؟

تنویر احمد صدیقی، مقام و پوسٹ بادام پہاڑ، ضلع موز بھنج، اڑیسہ۔

الجواب

سب مسلمان صلاۃ و سلام کے لیے کھڑے ہوں اور ایک شخص بیٹھا ہو تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ بد عقیدہ وہابی ہے، اس لیے کہ سوائے وہابی کے کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ اس لیے اگر امام نے اس وہابی حافظ کو مردود کہہ دیا تو کوئی حرج نہیں، جو شخص مردود ہو اس کو مسجد میں بھی مردود کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ نماز میں "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھنا سنت ہے۔ رجیم کے معنی مردود کے ہی ہیں۔ اس وہابی حافظ کو سلام نہیں پڑھنا تھا تو اٹھ کر چلا گیا ہوتا، یہ وہاں بیٹھا کیوں رہا۔ اس کا بیٹھا رہنا بتاتا ہے کہ یہ سنیوں کو چڑھانے کے لیے بیٹھا رہا۔ یہ کوئی انصاف نہیں کہ وہابی کو کھلی چھوٹ دے دی جائے، کہ وہ سنیوں کو چڑھائیں اور سنیوں پر پابندی لگائی جائے کہ انھیں کچھ نہ کہا جائے۔ صلاۃ و سلام پڑھنا باعث برکت ہے۔ آپ کے یہاں پہلے سے نہیں ہوتا تھا اور موجودہ امام نے رائج کیا تو وہ قابل ستائش ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۳۴-۳۵] حضور اقدس ﷺ کا ذکر، حقیقت میں ذکر خدا ہے

مسئلہ حضور مفتی صاحب! سلام و رحمت مزاج ہمایوں!

خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ:

❶ زید اپنے کو سنی صحیح العقیدہ کہتا ہے، اور ربیع النور کے اجلاس کے متعلق کہتا ہے کہ اس کا تعلق دین سے

نہیں ہے۔ اور جلسے جنت میں نہ لے جائیں گے، صرف نماز پڑھو، نماز جنت میں لے جائے گی۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟ اور پڑھی ہوئی نمازوں کا پھیرنا واجب ہے یا نہیں ؟

❷ امام اپنی قراءت میں آیت کریمہ کے آخری الفاظ اتنا کھینچ دیتا ہے کہ مد کا شبہہ ہوتا ہے، جیسے عالمین کو عالمیٖن، رحیم کو رحیٖم، دین کو دیٖن، نستعین کو نستعیٖن، مستقیم کو مستقیٖم، ضالّین کو ضالّیٖن۔ مہربانی فرما کر از روے شرع حکم فرمائیں۔

محمد نبیہ قصاب ابن نصر اللہ، شاہ جہاں پور، یوپی۔

۲۱؍ فروری ۲۰۰۰ء۔

الجواب

❶ اس امام کے جملوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اندر اندر وہابی ہے، اس لیے سنیوں پر لازم ہے کہ اس کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں، بعض باتیں اگرچہ بذاتہ کفر و گمراہی نہیں ہوتیں، مگر وہ کفر یا گمراہی کی علامت ہوتی ہیں۔ عید میلاد النبی علیہ الصلاۃ والتسلیم کے جلوس اور سنیوں کے جلسوں کے بارے میں یہ جملہ "اس کا تعلق دین سے نہیں، اور جسے جنت میں نہ لے جائیں گے" علامت ہے وہابی ہونے کی۔ ایسی باتیں وہابی ہی کہتے ہیں، کوئی سنی ایسی بات نہیں کہتا۔ عید میلاد النبی کا جلوس، میلاد شریف کی محفل اور دینی اجلاس یقیناً کار ثواب ہے، اور ہر کار ثواب جنت میں جانے کا ذریعہ۔ اس جاہل کو یا کسی کو کیا معلوم کہ کون سا عمل کس بندے کا قبول ہو کر جنت میں جانے کا ذریعہ ہو جائے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ "اکٹھا ہو کر ذکر الٰہی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے ان کو جہنم سے آزاد کیا۔ اور ان کو جنت دی، حتی کہ فرمایا کہ: یہ لوگ ایسے ہیں جو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہے وہ بھی محروم نہیں رہتا"۔ اور یہ طے ہے کہ اس جلوس اور دینی اجلاس میں مولیٰ عزوجل کا ذکر ہوتا ہے، پھر حضور اقدس ﷺ کا ذکر بھی حقیقت میں ذکر خدا ہے۔ بہر حال! اس امام کے پیچھے کوئی سنی ہرگز ہرگز کوئی نماز نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ سائل نے جو کلمات لکھے ہیں سب میں حسبِ قواعدِ تجوید، مد کرنا صحیح ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

۲۴؍ ذوقعدہ ۱۴۲۰ھ۔

[۳۶] دیوبندی مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے والے کی اقتدا میں نماز ادا کرنا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین، مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نہ عالم ہے نہ حافظ، مگر نماز پنج گانہ کا امام ہے۔ سال گزشتہ تراویح پڑھانے کے لیے ایک حافظ کو بلایا گیا، بعض اہل علم نے اس سے یہ سوال کیا کہ آپ سنی ہو یا وہابی؟ تو اس نے کہا ہم سنی ہیں، مگر دیوبندی مدرسے میں پڑھتے ہیں۔ اس کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ یہ یا تو وہابی ہے یا صلح کلی۔ اس پر اہل علم نے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے انکار کر دیا، مگر امام مسجد مذکور نے ختم تراویح اور نماز پنج گانہ ایسے حافظ کی اقتدا میں ادا کی، اور اہل علم کو جھگڑالو اور فسادی کہہ کر معاملے کو رفع دفع کر دیا۔ بعض دوسرے مقتدیوں نے بھی امام مذکور کی اتباع میں اس وہابی، یا صلح کلی، یا متعلم مدرسۂ دیوبندیہ کی اقتدا میں نماز پنج گانہ و تراویح ادا کی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس حافظ امام کی اقتدا میں سنی مسلمانوں کی نماز صحیح و درست ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان مقتدیوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

اس مقامی امام یعنی زید کی اقتدا میں سنی مسلمانوں کی نمازیں صحیح و درست ہیں یا نہیں؟ اور زید پر شرعی کیا حکم ہے؟ بینوا، توجروا۔

محمد عثمان، تیل ہٹہ بازار، سیوان، بہار۔

الجواب

دیوبندی مدرسے میں تعلیم پانے والے کے بارے میں اغلب یہی ہے کہ وہ وہابی ہے۔ جب سنیوں کے مدارس ہر جگہ کثیر ہیں، تو کسی سنی کا کسی دیوبندی مدرسے میں تعلیم حاصل کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ دیوبندی تقیہ کرنے میں بڑے ماہر ہیں، پیسہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو سنی بتانا ان کے بڑوں کا شیوہ ہے، مولوی اشرف علی تھانوی بارہ سال تک کان پور میں اپنے آپ کو سنی بتا کر مقیم رہے۔ اس لیے ایسے حافظ سے جو دیوبندی مدرسے میں تعلیم حاصل کرتا ہو، تراویح یا نماز پنج گانہ ہرگز ہرگز نہیں پڑھوانا چاہیے۔ اہل علم کا اعتراض بالکل درست تھا۔

علاوہ ازیں یہ حافظ جو دیوبندی مدرسے میں پڑھتا ہے، کم از کم فاسق معلن ضرور ہے، اس لیے کہ اپنے دیوبندی استاذوں کی تعظیم و تکریم ضرور کرتا ہوگا، ان کے پیچھے نمازیں پڑھتا ہوگا۔ یہ سب کم از کم فسق و معصیت ضرور ہے؛ بلکہ منجر الی الکفر ہے۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی، ان

کا اعادہ واجب۔ غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلَى أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ (1).

در مختار میں ہے:

كُلُّ صَلاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيْمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا (2).

صاحب علم کے منع کرنے کے باوجود امام کا یہ اصرار کہ ایسے مشتبہ حافظ کے پیچھے تراویح پڑھیں یہ شریعت سے سرکشی ہے۔ پھر حکم شرعی بتانے پر ان اہل علم کو جھگڑالو اور فسادی بتانا بہت سخت ہے۔ یہ امام علانیہ توبہ کرے، اور ان اہل علم سے معافی مانگے۔ نیز یہ امام اور جن جن لوگوں نے اس مشتبہ حافظ کے پیچھے تراویح یا کوئی نماز پڑھی ہے، وہ سب لوگ توبہ کریں، اور آیندہ اس حافظ یا کسی مشتبہ شخص کے پیچھے کوئی بھی نماز پڑھنے سے احتراز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۳؍ شوال ۱۴۰۰ھ۔

[۳۷] عقیدتاً مذبذب کے پیچھے نماز درست نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ:

اگر کوئی مذبذب ہے، موقع پڑنے پر درود فاتحہ، قیام وغیرہ سب کرتا ہے، اور سنی وہابی دونوں فرقوں سے رابطہ ہے، اس کے پیچھے نماز پنج گانہ یا نماز جنازہ وغیرہ پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ جب کہ وہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہے۔

محمد سلیم نعیمی، گونڈہ، یوپی۔

الجواب

اگر واقعی کوئی عقیدتاً مذبذب ہے تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ عقیدتاً مذبذب وہ ہے جو سنیوں میں آئے تو کہے کہ تمھارا مذہب ٹھیک ہے، اور وہابیوں میں جائے تو ان سے کہے تمھارا مذہب ٹھیک ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲؍ جمادی الآخرہ ۱۴۰۰ھ۔

[۳۸] صحابۂ کرام کے گستاخ کو امام بنانا، جائز نہیں

مسئلہ ایک عالم نے نماز جمعہ سے پہلے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ: حضور ﷺ جب مال غنیمت تقسیم کر رہے

---

(۱)- غنية المستملى شرح منية المصلى، ص: ۵۱۳، فصل فى الإمامة، مطبوعه سهيل اكيڈمى، لاهور.

(۲)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱٤۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

تھے تو انصار کو کچھ نہیں دیا، اس سے کچھ نوجوان ناراض ہو گئے اور الگ جمع ہو کر انصاریوں نے میٹنگ کی، اس میں کچھ چوپٹ قسم کے لوگوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے سرکار کے لیے سب کچھ کیا، مگر سرکار نے ہم لوگوں کو کچھ بھی نہیں دیا اور جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں ان کو سب کچھ دے دیا۔

سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام کے متعلق "چوپٹ" جیسا گرا ہوا لفظ استعمال کرنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسا کہنے والا اگر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

محمد حبیب خان، چشتی پور، بلیا، یوپی۔ یکم جمادی الاولی ۱۴۱۱ھ۔

الجواب

جس نے انصار کرام کو چوپٹ کہا، اور ان پر یہ بہتان باندھا کہ انھوں نے میٹنگ کی، وہ صحابہ کرام کا گستاخ، فاسق وفاجر اور گمراہ ہے۔ وہ فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ عقیلی اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابِي وَأَصْهَارِي، وَسَيَأْتِي قَوْم يَسُبُّونَهُم وَ يَنْتَقِصُونَهُم؛ فَلَا تُجَالِسُوهُم، وَلَا تُشَارِبُوهُم، وَلَا تُؤَاكِلُوهُم، وَلَا تُنَاكِحُوهُم، وَ فِي ابْنِ حِبَّان: وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ، وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ [1].

اللہ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب و اصہار چن لیے، اور عن قریب ایک قوم آئے گی جو انھیں برا کہے گی اور ان کی شان گھٹائے گی۔ تم ان کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا۔ نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔ ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا، نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھنا۔

ردالمحتار میں ہے:

فِي الِاخْتِيَارِ: اتَّفَقَ الْأَئِمَّةُ عَلَى تَضْلِيلِ أَهْلِ الْبِدَعِ أَجْمَعَ وَتَخْطِئَتِهِمْ وَسَبُّ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ بُغْضُهُ لَا يَكُونُ كُفْرًا، لَكِنْ يُضَلَّلُ إلخ [2].

غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلَى أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيمٍ [3].

در مختار میں ہے:

---

(۱)- الضُّعَفَاءُ الْكَبِيْرُ لِلْعُقَيْلِي، ج: ۱، ص: ۳۷۸، رقم الحديث: ۲۱۷.
(۲)- رَدُّالمحتار، ج: ٦، ص: ۳۷۷، كِتَابُ الجهاد، مطلب في حكم سب الشيخين، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ، بَيْرُوْت، لبنان.
(۳)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ۵۱۳، فصل في الإمامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی، لاهور.

كُلُّ صَلاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا[1].

اس شخص پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر توبہ کرے۔ اگر توبہ کرلے فبہا، توبہ کے بعد اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے:

التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ[2].

البتہ جس وقت سے اس نے وہ دونوں جملے کہے ہیں اس وقت سے لے کر اب تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں، سب کا اعادہ واجب ہے۔ اور اگر توبہ نہ کرے تو اس سے میل جول، سلام کلام بند کردیں۔ امامت سے فوراً معزول کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ۔

[۳۹] جو اپنے گھر والوں کو دیوبندیوں کی اقتدا کرنے سے منع کرے پھر بھی وہ نہ مانیں تو اس پر کوئی گناہ نہیں

مسئلہ زید جو پہلے دیوبندی مدرسہ میں حفظ قرآن کی تعلیم حاصل کرتا تھا، اب اہل سنت کے مدرسے میں تعلیم حاصل کرتا ہے، اور امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد کا متبع بھی ہے۔ زید کے گھر والے ظاہر میں اہل سنت والا عقیدہ پیش کرتے ہیں، مثلاً فاتحہ خوانی وغیرہ، مگر جمعہ و عیدین کی نمازیں دیوبندی کے پیچھے ادا کرتے ہیں۔ زید اپنے والد اور بھائیوں کو بارہا عقائد کے بارے میں سمجھاتا رہتا ہے، مگر وہ باز نہیں آتے، اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ بریلوی حضرات کی مسجد دور پڑ جاتی ہے، اس لیے ہم لوگ ان کے یہاں ادا کر لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کے ساتھ زید بھی گنہ گار ہوگا؟ اور زید کا ان لوگوں سے تعلق رکھنا کیسا ہے؟ جب کہ زید انھیں کی کمائی سے اپنی تعلیم کے اخراجات پوری کرتا ہے۔

محمد اعجاز احمد، مقام رام پور، پوسٹ وارث نگر، ضلع سمستی پور، بہار۔

الجواب

زید جب اپنے گھر والوں کو دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتے تو زید پر کوئی گناہ نہیں۔ ارشاد ہے:

---

(۱)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱٤۷، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۲)- سنن ابن ماجه، ج: ٥، ص: ۳۲۰، کتاب الزهد، باب ذكر التوبة، رقم الحديث: ٤۲٥۰، مكتبة أبي المعاطي.

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى[1]۔

کسی پر دوسرے کا گناہ نہیں لادا جائے گا۔

زید اپنے ماں باپ وغیرہ سے تعلقات منقطع نہ کرے، ان کو سمجھاتا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ۔

[۴۰] ایک امام کی اقتدا میں کعبہ کے چاروں طرف نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے

مسئلہ خانہ کعبہ شریف کے چاروں طرف مصلیان نماز با جماعت ادا کرنا چاہیں تو اس کے لیے ایک امام کافی ہوگا یا الگ الگ؟ اس کی کیا نوعیت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

بلال احمد نوری، سنی گاؤں، بیسائی بازار، ضلع پورنیہ، بہار۔

الجواب

امام ایک ہو، اور کعبہ کے چاروں طرف لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو نماز بلا کراہت درست۔ اور عہد رسالت سے آج تک تمام مسلمانوں کا معمول۔ اور یہ مسئلہ فقہ کی تمام کتابوں میں مصرح ہے۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰ر رجب ۱۴۱۰ھ۔

---

(۱)- سورة الأنعام، الآية: ١٦٤.

(۲)- حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں:

مسجد الحرام شریف میں کعبہ معظمہ کے گرد جماعت کی اور مقتدی کعبہ معظمہ کے چاروں طرف ہوں جب بھی جائز ہے اگرچہ مقتدی بہ نسبت امام کے کعبہ سے قریب تر ہو، بشرطے کہ یہ مقتدی جو بہ نسبت امام کے قریب تر ہے ادھر نہ ہو جس طرف امام ہو بلکہ دوسری طرف ہو اور اگر اسی طرف ہے جس طرف امام ہے اور بہ نسبت امام کے قریب تر ہے تو اس کی نماز نہ ہوئی۔ (حصہ: ۴، ص: ۸۶۷، کعبہ معظمہ میں نماز پڑھنے کا بیان، مکتبۃ المدینہ)

در مختار میں ہے: (و يصح لو تحلقوا حولها، ولو كان بعضهم أقرب إليها من إمامه إن لم يكن فى جانبه) لتأخره حكما، ولو وقف مسامتا الركن فى جانب الإمام وكان أقرب لم أره و ينبغي الفساد احتياطا لترجيح جهة الإمام.

اس کے تحت علامہ شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

(قوله : ويصح لو تحلقوا حولها) شروع في حكم الصلاة خارجها والتحلق جائز؛ لأن الصلاة بمكة تؤدى هكذا من لدن رسول الله -ﷺ- إلى يومنا هذا. والأفضل للإمام أن يقف في مقام إبراهيم - عليه الصلاة والسلام - بدائع.

(قوله : إن لم يكن في جانبه) أما إذا كان أقرب إليها من الإمام في الجهة التي يصلي إليها الإمام بأن كان متقدما على الإمام بحذائه فيكون ظهره إلى وجه الإمام، أو كان على يمين الإمام أو يساره متقدما عليه

[۴۱] شوافع کی اقتدا میں احناف کی نماز کا حکم

مسئلہ شوافع کی اقتدا میں احناف کی نماز ہو جائے گی یا نہیں، خصوصا جب کہ کسی علاقے میں شوافع کی اکثریت ہو اور احناف کم ہوں، مستقل مسجد بنوانے کی صلاحیت بھی نہ رکھتے ہوں؟ ایک کرم فرما کا کہنا کہ اگر شوافع بدعقیدہ نہ ہوں تو ان کی اقتدا میں نماز درست ہے۔ بیان فرمائیں کہ شریعت کا فیصلہ کیا ہے؟ جزاکم اللہ۔

محمد اسماعیل، مسجد چوک، تریکرہ روڈ، بھدراوتی، کرناٹک۔

الجواب

شافعی امام، اگر سنی، صحیح العقیدہ ہو، بد عقیدہ، گمراہ، وہابی، صلح کلی وغیرہ نہ ہو تو شافعی امام کے پیچھے احناف کی نماز بلا کراہت صحیح ہے، بشرطے کہ یہ معلوم ہو کہ نماز وطہارت کے مختلف فیہ مسائل میں مذہب حنفی

من تلك الجهة ويكون ظهره إلى الصف الذي مع الإمام ووجهه إلى الكعبة، فلا يصح اقتداؤه؛ لأنه إذا كان متقدما عليه لا يكون تابعا له ، بدائع.

(قوله : لتأخره حكما) علة لصحة صلاة الأقرب إليها من إمامه إن لم يكن في جانب الإمام؛ لأن التقدم إنما يظهر عند اتحاد الجهة فإذا لم تتحد لم يتحقق تقدمه على إمامه، والمانع من صحة الاقتداء هو التقدم ولم يوجد. وبما قررناه ظهر أن الأولى في التعليل أن يقول: "لعدم تقدمه" لأن صحة الاقتداء لا تتوقف على التأخر بل تكون مع المساواة كما مر في محله .

(قوله : وينبغي الفساد احتياطا إلخ) البحث للشرنبلالي في حاشية الدرر، وكذا للرملي في حاشية البحر وبيانه أن المقتدي إذا استقبل ركن الحجر مثلا يكون كل من جانبيه جهة له، فإذا كان الإمام مستقبلا لباب الكعبة وكان المقتدي أقرب إليها من الإمام لا يصح؛ لأن المقتدي وإن كان جانب يساره جهة له لكن جهة يمينه لما كانت جهة إمامه ترجحت احتياطا تقديما لمقتضى الفساد على مقتضى الصحة، ومثل ذلك لو استقبل الإمام الركن وكان أحد المقتدين من جانبيه أقرب إلى الكعبة، وعبارة خير الرملي أقول: رأيت في كتب الشافعية لو توجه الإمام أو المأموم إلى الركن فكل من جانبيه جهته، وأقول: ولا شيء من قواعدنا يأباه، فلو صلى الإمام إلى الركن فكل من جانبيه جانبه فينظر إلى من عن يمينه وشماله من المقتدين، فمن كان الإمام أقرب منه إلى الحائط أو بمساواته له فيحكم بصحة صلاته، وأما الذي هو أقرب من الإمام إلى الحائط فصلاته فاسدة، وبه يتضح الحال في التحلق حول الكعبة المشرفة مع الإمام في سائر الأحوال . اهـ. (ج:۲،ص:۲۵٤،كتاب الصلاة،باب الصلاة فی الكعبة)

ہدایہ میں ہے:

وإذا صلى الإمام في المسجد الحرام فتحلق الناس حول الكعبة وصلوا بصلاة الإمام فمن كان منهم أقرب إلى الكعبة من الإمام جازت صلاته إذا لم يكن في جانبه الإمام؛ لأن التقدم والتأخر إنما يظهر عند اتحاد الجانب. (كتاب الصلاة،باب الصلاة فی الكعبة،ج:۱،ص:۱٦٥، مجلس البركات، مبارك پور) محمود علی مشاہدی

کی رعایت کرتا ہو۔

میں نے دونوں مذہب کی کتابیں دیکھیں، شافعی حضرات جس طرح نماز پڑھتے ہیں، اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی بنا پر مذہبِ حنفی میں ان کی نماز فاسد ہوتی ہو، مثلاً کانوں تک ہاتھ لے جانا، (احناف کے نزدیک) صرف کندھوں تک لے جانا، (شوافع کے نزدیک) تکبیر تحریمہ کے وقت اور حالت قیام میں سینے کے نیچے ہاتھ باندھنا، بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنا، آمین پڑھنا، جلسہ استراحت کرنا، یا نماز فجر میں قنوت پڑھنا۔ ان میں کوئی ایسی بات نہیں جو حنفی مذہب میں مفسد صلاۃ ہو۔

ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ اگر شافعی امام، نماز فجر میں قنوت پڑھے تو حنفی مقتدی نہ پڑھے بلکہ ہاتھ لٹکائے ہوئے اتنی دیر چپ چاپ کھڑا رہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ بھی مفسد نماز نہیں۔

ہاں! پانی کی نجاست وطہارت اور وضو اور وضو کے نواقض میں ایسے اختلافات ہیں کہ بعض صورتوں میں احناف کے یہاں وضو صحیح نہیں ہوگا، بدن ناپاک ہو جائے گا اور وضو ٹوٹ جائے گا اور شوافع کے یہاں درست ہے۔ مثلاً دہ در دہ سے کم میں وضو کیا تو احناف کے نزدیک وضو نہ ہوا؛ کہ دہ در دہ سے کم پانی سے وضو کرنے میں ہاتھ ڈالتے ہی پانی مستعمل ہو جائے گا اور ماے مستعمل سے وضو صحیح نہیں۔ اسی طرح دہ در دہ سے کم پانی میں کوئی نجاست پڑی، مثلاً پیشاب، اور نجاست سے پانی کا رنگ، یا بو، یا مزا، نہ بدلا تو شافعی مذہب میں وہ پانی پاک ہے، اس سے وضو بھی جائز اور غسل بھی جائز۔ احناف کے یہاں یہ پانی ناپاک ہے، نہ اس سے وضو جائز، نہ غسل۔ بلکہ بدن یا کپڑے میں جہاں لگے گا اسے ناپاک کر دے گا۔

شافعی مذہب میں سر کے مسح کے لیے ایک دو بال پر مسح کر لینا کافی ہے، اور ہمارے یہاں چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ بدن کے کسی حصے سے خون یا پیپ نکلنے سے شافعی مذہب میں وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور ہمارے مذہب میں ٹوٹ جاتا ہے۔

اس تفصیل کو سامنے رکھ کر اگر معلوم ہو کہ شافعی امام، مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے، یعنی وہ دہ در دہ سے کم پانی سے وضو نہیں کرتا اور نہ ایسے پانی سے کرتا ہے جس میں کوئی نجاست پڑی اور وہ دہ در دہ سے کم ہو، اور وضو میں کم از کم چوتھائی سر کا مسح کرتا ہو، نیز اس کے بدن یا کپڑے پر خون، منی، مذی بقدر درہم نہ لگی ہو، تو ایسے شافعی امام کے پیچھے نماز، بلا کراہت جائز ہے۔ خواہ وہاں حنفی امام ملتا ہو یا نہ ملتا ہو۔ حنفی اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں۔

اور اگر یہ معلوم ہو کہ مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں۔ اور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ رعایت کرتا ہے یا نہیں تو مکروہ ہے، مگر فرض، ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔

جہاں احناف کی کوئی مسجد نہ ہو، سب مسجدوں میں شافعی امام ہوں تو پہلی صورت میں احناف بلا دغدغہ شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔ اور دوسری صورت میں ہرگز نہ پڑھیں۔ اور تیسری صورت میں احتراز کرنا چاہیے۔ ہاں پیار و محبت کے ساتھ نیاز مندانہ ان ائمہ سے گزارش کی جائے کہ وہ مذکورہ بالا مسائل میں مذہب حنفی کی رعایت کریں۔ امید ہے کہ وہ اتنی بات مان لیں گے۔ در مختار میں ہے:

إِنْ تَيَقَّنَ الْمُرَاعَاةَ لَمْ يُكْرَهْ، أَوْ عَدَمَهَا لَمْ يَصِحَّ، وَإِنْ شَكَّ كُرِهَ [1].

اس کے تحت شامی میں ہے:

هَذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ، (قَوْلُهُ إِنْ تَيَقَّنَ الْمُرَاعَاةَ لَمْ يُكْرَهْ إلَخْ) أَيْ الْمُرَاعَاةُ فِي الْفَرَائِضِ مِنْ شُرُوطٍ وَأَرْكَانٍ فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ وَإِنْ لَمْ يُرَاعِ الْوَاجِبَاتِ وَالسُّنَنَ، كَمَا هُوَ ظَاهِرُ سِيَاقِ كَلَامِ الْبَحْرِ، وَظَاهِرُ كَلَامِ شَرْحِ الْمُنْيَةِ أَيْضًا، اھ ملخصا. [2]. واللہ تعالیٰ اعلم.

۱۹/ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ۔

[۴۲-۴۳] اگر شافعی امام، مثل ثانی میں عصر کی نماز پڑھے تو حنفی کو اس کی اقتدا جائز نہیں

مسئلہ ❶ حنفی مقلد کی نمازِ عیدین، شافع مسلک کی پیروی کرنے والے امام کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ ہاں تو کیسے؟ جب کہ نمازِ عیدین، شافعی مسلک کے اعتبار سے سنت اور حنفی مسلک کے اعتبار سے واجب ہے۔ اور تکبیرات زائدہ دونوں رکعات میں قبلِ قراءت ہیں، اور حنفی مسلک میں رکعت اولیٰ میں قراءت سے پہلے اور رکعت ثانیہ میں بعد قراءت۔

❷ حنفی مقلد، نمازِ عصر شافعی امام کے پیچھے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ دونوں مسلک کے اعتبار سے وقت میں کافی فرق ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے، نیز جماعت کی

---

(۱)- الدُّرُّ الْمُخْتَارُ، ج: ۲، ص: ۳۰۲ و كِتَابُ الصلاة، باب الامامة، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّة، بَيْرُوت، لبنان.
(۲)- رَدُّ المُحتَار، ج: ۲، ص: ۳۰۲ و كِتَابُ الصلاة، باب الامامة، مطلب الاقتداء بشافعي، دَارُ الكُتُبِ العِلمِيَّة، بيروت، لبنان.

فضیلت کو مد نظر رکھ کر اگر حنفی، شافعی امام کے پیچھے عصر کی نماز ادا کرے تو فرض ساقط ہو جائے گا اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔ کیا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

ایم ابوبکر لطیفی، تونسوی، مدرسہ دار السلام، ہودے، ادوپی، ڈی کے۔

۶/ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ۔

الجواب

❶ شافعی امام کے پیچھے حنفی کی نماز اس وقت صحیح ہوگی جب کہ وہ مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وضو اور غسل کی وہ صورتیں جن سے مذہب حنفی میں غسل واجب ہو جاتا ہے، یا وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور شافعی مذہب میں نہیں، اس کا وہ مرتکب نہ ہو۔ اسی طرح مذہب حنفی میں جو نماز کے فرائض اور واجبات ہیں، ان سب کو پابندی سے ادا کرتا ہو، وغیرہ وغیرہ۔ رہ گئے سنن و مستحبات، ان کو اگر چھوڑتا ہے تو اس سے اقتدا کے صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہمارے یہاں تکبیرات کا قبل قراءت ہونا مسنون ہے۔ اس لیے اس کی تقدیم و تاخیر سے نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ اگرچہ صاحبین کا قول یہ ہے کہ مثل ثانی میں عصر کا وقت ہو جاتا ہے، مگر یہ مرجوح ہے۔ صحیح، راجح، مختار، مفتیٰ بہ، احادیث سے مؤید، امام اعظم کا قول ہے۔ اس لیے کوئی حنفی اگر مثل ثانی میں عصر پڑھ لے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی، مثل ثانی گزرنے کے بعد اسے دوبارہ پڑھنا فرض ہوگا۔ اس لیے شافعی امام مثل ثانی میں اگر عصر کی نماز پڑھے تو حنفیوں کو یہ جائز نہیں کہ اس کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اب اس نے ہمارے مذہب کی رعایت نہیں کی۔ جماعت کی فضیلت اس وقت حاصل ہوگی جب نماز صحیح ہو۔ اور جب نماز ہی صحیح نہیں تو جماعت کا ثواب کیسا؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ جائز نہیں کہ حنفی، شافعی ہو جائے اور شافعی، حنبلی ہو جائے [۴۴-۴۶]

مسئلہ ❶ مہاراشٹر کے علاقہ کوکن میں اکثر و بیشتر مسلمان مسلکاً شافعی ہیں، لیکن شافعی علما و حفاظ کی کمی کی وجہ سے یوپی بہار کے علما، حفاظ ہی عارضی یا مستقلاً شافعی بن کر فرائضِ امامت کی ذمہ داری سنبھال رہے ہیں، وہ شافعی مسلک کے مطابق نماز روزہ اور دیگر مسائل کی معلومات بھی رکھتے ہیں۔ پوچھے جانے پر بعض تو یہ جواب دیتے ہیں کہ میں عارضی شافعی ہوں، اور بعض صاف طور پر یہ کہتے ہیں کہ میں مستقلاً امام شافعی کا مقلد ہوں اور زندگی بھر شافعی رہوں گا۔ یہ پوچھے جانے پر کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیتے ہیں کہ کیوں نہیں، ائمہ

اربعہ حق پر ہیں، ان میں سے کسی ایک کی تقلید جائز ہے۔

ثانیاً: یہ کہ اس علاقے میں ان کی اشد ضرورت ہے، ورنہ مسجدیں ویران ہو جائیں گی، یا دیوبندیوں کا غاصبانہ قبضہ ہو جائے گا۔

ثالثاً: حضور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسلک حنبلی سے قبل دیگر مسلک کے متبع تھے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں کون سا قول حق ہے؟ اور ایسے ائمہ کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور خود ان ائمہ کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

❷ زید پیدائشی شافعی ہے، مگر بمبئی میں قیام کی وجہ سے اس کے اکثر احباب حنفی ہیں، جن سے دوستی کے نتیجے میں وہ نماز، روزے اور دیگر مسائل شرعیہ کی حنفی مسلک کے مطابق معلومات حاصل کر چکا ہے۔ نماز بھی مسلک حنفی کے مطابق پڑھتا ہے اور دیگر مسائل پر بھی یوں ہی عمل کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں مسلک حنفی پر زندگی بھر عمل کروں گا، اگرچہ گھر والے سارے شافعی ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کا قول و عمل جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

❸ شافعی المسلک مسجد میں عصر کے وقت اگر حنفی المسلک مؤذن اذان دے دے تو اذان صحیح ہو گی یا نہیں؟

محمد حامد رضا، جی او، شاہ جہاں، سی ۱۱-۱، ۲، اسٹریٹ ۳، سنپارہ، نیو بمبئی۔

الجواب

یہ سوال جس علاقے سے آیا ہے وہاں شوافع حضرات بکثرت ہیں، اور ان کی خاص اپنی مساجد ہیں، سنی شافعی ائمہ دستیاب نہیں ہوتے اور اس قسم کی بہت سی خبریں دار الافتا میں ملی ہیں کہ سنی حنفی علما نے جب شافعی طریقے سے نماز پڑھانے سے انکار کر دیا تو بے علم شافعیوں نے دیوبندیوں کو رکھ لیا۔ بے چارے عوام، دیوبندیوں کے عقائد سے واقف نہیں وہ ایسی غلطیاں مسلسل کر چکے ہیں۔ دیوبندی ائمہ سے مساجد کو بچانے اور شوافع حضرات کی نمازوں کو برباد ہونے سے بچانے کے لیے حنفی علما کو اس کی اجازت ہے کہ وہ شافعی طریقے پر نماز پڑھا دیا کریں۔ اگر کوئی حنفی، شافعی طریقے پر نماز پڑھائے تو حنفی مذہب کی رو سے نہ کسی فرض کا ترک ہو گا نہ کسی واجب کا۔ ہاں حنفی مذہب کے مطابق چند باتیں خلاف سنت ہوں گی۔ مثلاً بجائے کانوں کے کندھے تک ہاتھ لے جانا۔ ناف کے نیچے کے بجائے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا۔ آمین زور سے کہنا، وغیرہ وغیرہ۔

ایسے صحیح العقیدہ سنی حنفی امام کے پیچھے جو مذکورہ بالا ضرورت کی وجہ سے شافعی طریقے پر نماز پڑھائے

شوافع کی نماز بلا کراہت ہو جائے گی اور احناف کی بھی۔

ایک بڑی مصیبت سے عوام کو نجات دلانے کے لیے اس کی اجازت ہے؛ لیکن جائز نہیں کہ جو حنفی ہو شافعی ہو جائے۔ اور جو شافعی ہو حنبلی ہو جائے۔ عوام پر تقلید واجب ہے۔ تقلید کا مطلب ہوتا ہے کسی کی بات بلا دلیل ماننا۔ جب ایک کو مان لیا تو اسے چھوڑ کر دوسرے کو ماننا دو ہی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

ایک: تحقیق، یہ کام مجتہد کا ہے عوام کا نہیں۔

دوسری: خواہش نفس، یہ شریعت کا اتباع نہ ہوا، خواہش نفس کا ہوا۔

اور دلیل میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کرنا جہالت ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد مطلق کے منصب پر فائز تھے، وہ براہ راست اپنے جد کریم حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم سے تلقی احکام فرماتے تھے، اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی امام کی تقلید، فتنے سے بچنے کے لیے فرمایا؛ کہ نفس پرست دنیادار، فتنہ پرور، غیر مقلد ہونے کی دلیل بنا لیتے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کی تقلید نہیں کی تو ہم بھی نہیں کریں گے، جیسا کہ اس مولوی امام نے کیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ کسی حنفی کو یہ جائز نہیں کہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید ترک کر کے کسی دوسرے امام کی تقلید کرے۔ اسی طرح شافعی کو بھی جائز نہیں۔ ہاں! اس کی اجازت ہے کہ بوجہ ضرورت و حاجت کسی خاص مسئلے میں دوسرے امام کے مسئلے پر عمل کرے۔ جیسے سفر میں جمع بین الصلاتین، اور مفقود الخبر وغیرہ کے مسئلے میں خود علمائے احناف نے تصریح کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❸ حنفی مؤذن کو مثل ثانی شروع ہوتے ہی اذان کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ خود ہمارے ائمہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہی ہے کہ مثل ثانی پر عصر کا وقت ہو جاتا ہے۔ بضرورت حنفی کو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دوسرے ائمہ کے مذہب پر عمل کی اجازت ہے۔ جیسا کہ مفقود الخبر اور متعسر النفقہ اور ممتدۃ الطہر کے مسئلے میں خود علمائے احناف نے تصریح کی ہے۔ مسلمانوں کی نمازوں کو ضائع ہونے سے بچانا ان ضرورتوں سے کہیں بڑھ کر ہے جن کی بنا پر مذکورہ بالا مسائل میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کی اجازت دی گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳؍ صفر ۱۴۱۹ھ۔

[۴۷] عالم کے ہوتے ہوئے غیر عالم کو امام نہیں بنانا چاہیے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید باوجودے کہ جاہل ہے، صرف ناظرہ قرآن شریف کی تعلیم پائے ہوئے ہے، شریعت مطہرہ کا پابند بھی نہیں ہے، دھات کی انگوٹھی پہن کر امامت کرتا ہے، ڈراما، ناچ، ٹیلی ویژن وغیرہ بھی دیکھتا ہے۔ کیا زید کی اقتدا میں مسلمانان مانک چوک کی نماز درست ہے؟

محمد بشارت کریم خان، جنرل سکریٹری انجمن غوثیہ، کریمیہ مانک چوک، ضلع سیتامڑھی، بہار۔

الجواب

جو شخص شریعت کا پابند نہ ہو، یعنی ناجائز کاموں کا ارتکاب کرتا ہو، وہ فاسق ہے۔ چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں۔ چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننے والا فاسق معلن ہے۔ ناچ ڈرامہ دیکھنا بھی حرام ہے، اس لیے زید اس لائق نہیں کہ اسے امام بنایا جائے۔ اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلَىٰ أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ (۱).

در مختار وغیرہ میں ہے:

كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيْمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا (۲). واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۷ر ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ۔

[۴۸] عالم کے پیچھے نماز پڑھنا بہت بڑی نعمت ہے

مسئلہ امام صرف حافظ قرآن ہے، مسائل وغیرہ کی خاصی معلومات نہیں۔ آیا ایسے حافظ قرآن امام کے پیچھے ایک عالم دین کی موجودگی میں نماز درست ہے یا نہیں؟

ایم این مصباحی، سوپر پروویژن اسٹور، پی، این، روڈ، بھانڈوپ، بمبئی۔

---

(۱)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ۵۱۳، فصل في الإمامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۲)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱۴۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

الجواب

جس شخص کو پورے طور پر یہ معلوم نہیں کہ نماز میں کتنے فرائض و سنن ہیں، اس کو امام نہیں بنانا چاہیے؛ جب کہ ایسا شخص موجود ہو جو تمام فرائض و واجبات و سنن سے واقف ہو۔

اگر یہ حافظ نماز صحیح طریقے سے پڑھاتا ہے تو اس کے پیچھے عالم کی بھی نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی۔ ویسے حافظ کو چاہیے کہ عالم کا احترام کرتے ہوئے عالم ہی کو امام بنائے، خود آگے نہ بڑھے۔ عالم کے پیچھے نماز پڑھنا بہت بڑی نعمت ہے۔ حدیث میں ہے:

من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي من الأنبياء [1].
جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی اس نے گویا ایک نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔
تمام کتب فقہ میں ہے:
وأولى الناس بالإمامة أعلمهم بالسنة [2].

علاوہ ازیں بہت سے حفاظ نماز صحیح طریقے سے نہیں پڑھتے، بلکہ بعض، فرائض تک چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اور حافظ ہونے کا غرور انھیں سیکھنے سے روکتا ہے۔ بلکہ اگر تنبیہ کیجیے تو لڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں؛ اس لیے علمائے کرام بے علم حافظوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے بچتے ہیں۔ جان بوجھ کر پڑھیں تو نماز گنوائیں، بتائیں تو جھگڑا مول لیں۔ میرے اوپر خود یہ گزری ہے۔ ایک مسجد میں نماز کے لیے گیا، جماعت کھڑی تھی میں شامل ہو گیا۔ حافظ نے قراءت میں غلطی کی، میں نے ٹوکا تو اس نے لقمہ نہیں لیا۔ غلطی ایسی تھی کہ جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ حافظ کے سلام پھیرنے کے بعد جب میں نے اسے بتایا تو لڑنے مرنے پر تیار ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵/ ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ۔

[۴۹] اعلم و افضل کی موجودگی میں، کم علم و فضل والے کو امام بنانا صحیح ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جس کی دینی تعلیم معمولی، انگریزی تعلیم کافی ہے، چند مہینے تک زید کا رہن سہن بھی انگریزی اور چہرہ بھی داڑھی مونچھ سے صاف ہی رہا۔ ادھر چند مہینے سے زید نے پابندی سے نماز ادا کرنا شروع کر دیا ہے، داڑھی ابھی تو

---

(۱)- شرح الصحيح للبخاري للإمام شمس الدين، ج: ۳۰، ص: ۱۴، باب في بيان فضل العلم.
(۲)- الهداية، ج: ۱، ص: ۱۰۱، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مجلس بركات، اشرفيه مبارك پور، اعظم گڑھ.

ایک مشت نہیں ہے لیکن کٹانا ترک کردیا ہے، زید عالم، حافظ یا قاری نہیں ہے۔ کیا زید کو نماز جمعہ و عیدین کا امام بنانا جائز ہے؟ جب کہ جماعت میں علما حفاظ، قُرّاء موجود ہوں؟ بحوالہ کتبِ معتبرہ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔

حبیب الرحمن، نوادہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔

۱۲/ ذو قعدہ ۱۴۰۱ھ۔

الجواب

زید نے جب داڑھی منڈانے سے توبہ کرلی ہے، اور اب اس نے داڑھی منڈانا چھوڑ دیا، تو اگرچہ ابھی اس کی داڑھی ایک مشت نہیں ہوئی ہے، سابقہ داڑھی منڈانے کی وجہ سے اس کو امام بنانے میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ گناہ سے توبہ کرتے ہی آدمی گناہ سے ایسا پاک ہوجاتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ[1].

بلکہ قرآن مجید میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ[2].

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اب جب کہ زید میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہو تو عُلما، حُفّاظ اور قُرّاء کی موجودگی میں بھی جمعہ و عیدین کا بھی امام بنانا بلا شبہہ جائز ہے۔ متعدّد احادیث سے ثابت ہے کہ خود حضور اقدس سید عالم ﷺ نے اعلم و افضل صحابہ کرام کی موجودگی میں ان کے اعتبار سے کم علم اور فضل والے صحابی کو امام بنایا۔ مشکاۃ شریف میں ہے:

وعن أنس، قال: استخلف رسول الله ﷺ ابن أم مكتوم يؤم الناس و هو اعمیٰ. رواه أبو داود[3].

اس حدیث کے تحت مرقات میں ہے:

---

(۱)- سنن ابن ماجه، ج: ٥، ص: ٣٢٠، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، رقم الحديث: ٤٢٥٠، مكتبة أبي المعاطي.

(۲)- سورة البقرة، الآية: ٢٢٢.

(۳)- مشكاة المصابيح، ص: ١٠٠، باب الإمامة، الفصل الثاني، مجلس بركات، الجامعة الاشرفيه، مبارك پور.

قال تور پشتي: استخلفه على الإمامة حين خرج إلى تبوك مع أن عَلِيًّا فيها اھ[1].

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "اشعۃ اللمعات" میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

گفتہ اند کہ سیزدہ بار بود، یک بار ازاں وقتے کہ بغزوۂ تبوک رفت، باآں کہ امیر المومنین علی در مدینہ بود[2].

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیرہ بارہ اپنی عدم موجودگی میں اپنی جگہ مسجد نبوی شریف میں امام بنایا۔ ایک بار اس وقت بھی امام بنایا جب کہ غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے؛ حالاں کہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ افضل و اعلم کے ہوتے ہوئے غیر افضل و اعلم کو امام بنانا، جائز ہے۔ چناں چہ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ اشعۃ اللمعات میں اسی صفحہ پر چند سطر بعد ہے:

در حدیث دلیل است بر جوازِ امامت مفضول باوجود افضل کہ باوجود امیر المومنین عَلی، ابن ام مکتوم را امامت فرمود۔ اھ[3].

یعنی حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امام بنانا جائز ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا، حالاں کہ وہ نابینا بھی تھے۔

اسی مشکاۃ شریف میں، اسی صفحہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الأَوَّلُونَ المدِيْنَةَ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَ فِيهِمْ عُمَرُ، وَأَبُو سَلَمَةَ. رواه البخاري[4].

یعنی جب مہاجرین اولین مدینہ آئے تو ان کی امامت حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم کرتے تھے، حالاں کہ ان میں حضرت عمر اور حضرت ابو سلمٰی بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سالم سے بدرجہا افضل تھے۔ مگر امام حضرت سالم تھے۔ بناءً علیہ عامۂ

---

(۱)- مرقاۃ المفاتیح، ج: ۲، ص: ۹۱.

(۲)- اشعۃ اللمعات، ج: ۱، ص: ۴۸۰.

(۳)- اشعۃ اللمعات، ج: ۱، ص: ۴۸۰.

(۴)- مشكاة المصابيح، ص: ۱۰۰، باب الإمامة، الفصل الثاني، مجلس بركات، الجامعة الاشرفيه، مبارك پور.

کتب فقہ، مثلا فتاویٰ قاضی خان، فتح القدیر، جامع الرموز، مراقی الفلاح، شامی اور غنیہ وغیرہ میں ہے کہ اَقرأ کی موجودگی میں لوگوں نے اگر غیرِ اقرأ کو امام بنایا تو گنہ گار نہ ہوں گے۔

و عدم الإثم لعدم ترك الواجب، لِأَنَّهُمْ قَدَّمُوا رَجُلًا صَالِحًا، كذا في فتاوى الحجة.[1]

شامی میں ہے:

لَا يَأْثَمُونَ ؛ لِأَنَّهُمْ قَدَّمُوا رَجُلًا صَالِحًا[2].

اس صورت میں گناہ اس لیے نہیں کہ انھوں نے کوئی واجب ترک نہیں کیا، اس لیے کہ انھوں نے ایسے شخص کو امام بنایا جو امامت کے لائق ہے۔

غرضے کہ افضل کی موجودگی میں کسی ایسے شخص کو جو ان کے رتبے کا نہ ہو، امام بنانا بالاتفاق جائز ہے۔ اور اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اس لیے علما و حفاظ اور قرا کی موجودگی میں بھی زید کو امام بنانا احادیث کریمہ اور ارشادات فقہا کی روشنی میں بلا شبہ جائز ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

استکتبہ محمد شریف الحق امجدی

کتبہ محمد نظام الدین الرضوی۔

۱۳/ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ۔

[۵۰] بلا وجہ شرعی مسجد کی منتظمہ کو تولیت سے اور امام کو امامت سے علاحدہ کرنا جائز نہیں

مسئلہ ایک اہل خیر نے ۱۹۴۴ء میں عید گاہ کے لیے زمین وقف کر کے جامع مسجد کے منتظمین کو اس کا متولی اور اس کے امام کو اس میں نماز پڑھانے کے لیے مقرر کیا۔ ۱۹۹۰ء تک جامع مسجد کے امام اس عید گاہ میں عیدین کی نماز پڑھاتے رہے، ادھر کچھ لوگوں نے مادی طاقت کے بل بوتے پر اس پر قبضہ کر لیا، اور جامع مسجد کو اس سے الگ کر کے اپنی طرف سے امام منتخب کر کے اس سال نماز عید پڑھوائی۔

---

(۱)- غنية، ج: ۱، ص: ۵۱۳، فصل في الامامة.

(۲)- رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۹۷، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

اب سوال یہ ہے کہ عید گاہ پر جبراً قبضہ کرنا جب کہ وہ جامع مسجد پر وقف ہے، جائز ہے یا نہیں؟ اور جامع مسجد کے امام کی اجازت کے بغیر نماز پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟ جن لوگوں نے اس میں نماز پڑھی ان کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی؟ اور جس نے نماز پڑھوائی اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور مسلمانوں کو اس معاملے میں کیا کرنا چاہیے؟ احکام شرعیہ کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

محمد عثمان حبیبی، جنرل سکریٹری جامع مسجد، پورن پور، ضلع بردوان، ویسٹ بنگال۔

الجواب

جب عید گاہ کے بانی نے جامع مسجد پورن پور کی منتظمہ کمیٹی کو اس کا متولی اور امامِ جامع مسجد کو اس عید گاہ کا امام مقرر کر دیا تو بلا وجہ شرعی جامع مسجد کی منتظمہ کو تولیت سے اور اس کے امام کو امامت سے علاحدہ کرنا جائز نہیں۔ شامی میں ہے:

لَا ينعَزِلُ صَاحِبُ وَظِيفَةٍ بِغيرِ جُنْحَةٍ [1].

شرعاً جامع مسجد کی منتظمہ اب بھی اس کی متولی ہے، اور اس کا امام اس عید گاہ کا امام ہے۔ جن لوگوں نے بلا وجہ شرعی اور بلا وجہ استحقاق جبراً عید گاہ پر قبضہ کر لیا وہ لوگ ظالم اور ایک طرح کے غاصب ہیں۔ نہ ان کا قبضہ درست ہے اور نہ عید گاہ پر کسی قسم کا کوئی تصرف صحیح ہے۔ ان لوگوں نے از خود جس امام کو مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھی، نمازیں نہیں ہوئیں۔ یعنی جمعہ و عیدین، پنج گانہ کی طرح سے نہیں، کہ جس کا جی چاہے پڑھا دے۔ جمعہ و عیدین صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ جو اس کے لیے مقرر ہے وہی نماز پڑھائے، اگر امام مقرر کے علاوہ دوسرا اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھائے گا تو جمعہ و عیدین صحیح نہ ہوں گے۔ در مختار میں ہے:

وَفِي السِّرَاجِيَّةِ : لَوْ صَلَّى أَحَدٌ بِغَيْرِ إِذْنِ الْخَطِيبِ لَا يَجُوزُ إِلَّا إِذَا اقْتَدَى بِهِ مَنْ لَهُ وِلَايَةُ الْجُمُعَةِ، وَ يُؤَيِّدُ ذَلِكَ أَنَّهُ يَلْزَمُ أَدَاءُ النَّفْلِ بِجَمَاعَةٍ وَأَقَرَّهُ شَيْخُ الْإِسْلَامِ [2]. واللہ تعالیٰ اعلم.

۲۰/ ذو قعدہ ۱۴۱۱ھ۔

---

(۱)- رد المحتار، ج: ٦، ص: ٥٨١، كتاب الوقف، مَطْلَبٌ لَا يَصِحُّ عَزْلُ صَاحِبِ وَظِيفَةٍ، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۲)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱۲، كتاب الصلاة، باب الجمعة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

[۵۱] مسافر اگر عالم دین، متقی، پرہیز گار ہو تو اسے امام بنانا بہتر ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

ایک مسافر نماز عصر کے وقت مسجد میں داخل ہوا، لوگوں نے اس کو امامت پر مجبور کیا، تو مسافر نے کہا میں نماز قصر کروں گا۔ لوگوں نے کہا بقیہ نماز ہم لوگ پوری کر لیں گے۔ زید ان باتوں کو سن رہا تھا، زید کو وضو کرنے میں تاخیر ہوئی، وضو کر کے زید جب صف میں کھڑا ہوا اتنے میں امام نے سلام پھیر دیا۔ اب کس طرح سے نیت کر کے زید کو جماعت کا ثواب حاصل ہو۔

چاند علی رضوی، سنی نورانی مسجد، سریانگر، وکرولی، بمبئی، ۸۳۔

الجواب

زید نے جب امام کے ساتھ نماز نہیں پائی تو اب اس کی کوئی صورت نہیں کہ جماعت کا ثواب پا سکے، جس کو جماعت کا ثواب حاصل کرنے کا شوق ہے اور ہر مسلمان کو ہونا چاہیے، اسے لازم ہے کہ اذان سنتے ہی مسجد میں آئے۔ خود تاخیر کی اور ثواب سے محروم ہو گیا تو کسی کا کیا قصور؟ مسافر اگر کوئی عالم دین، متقی، پرہیز گار ہو تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ بہتر یہ ہے کہ اسی کو امام بنایا جائے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ صَلّٰی خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ، فَكَأَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِيٍّ [(۱)]۔

جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی، گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲ر ربیع الآخر، ۱۴۰۲ھ۔

[۵۲] ولد الزنا اور رعشہ کے مریض کو امام بنانے کا حکم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

ولد الزنا (حرامی) اور رعشہ کا مریض جس کے بدن میں اضطراراً کپکپی رہتی ہے، ان کو امام بنایا جا سکتا ہے یا نہیں جب کہ از روئے علم کے سب میں بہتر ہوں۔

مسلمانان، موضع سیاری، ڈاک خانہ سرائے پور، ضلع سیتامڑھی، بہار۔

---

(۱)- أخرجه ابن الحجر في الدراية في تخريج أحاديث الهداية، (ج: ۱، ص: ۱٦٨، كتاب الصلاة، باب الأحاديث الدالة على صحة الصلاة) وقال لم أجده، و أخرجه الإمام شمس الدين فى شرحه للبخاري هكذا: من صلى خلف عالم من العلماء فكأنما صلى خلف نبي من الأنبياء. (ج: ۳۰، ص: ١٤، باب في بيان فضل العلم.)

الجواب

اس صورت میں جب کہ تمام نمازیوں میں یہی سب سے اعلم اور افضل ہیں ان کی امامت بلا کراہت درست ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

(وَ يُكْرَهُ) تَنْزِيهًا (إِمَامَةُ عَبْدٍ) [إلى أن قال:] (وَوَلَدِ الزِّنَا) [1].

هَذَا إِنْ وُجِدَ غَيْرُهُمْ، وَإِلَّا فَلَا كَرَاهَةَ [2].

البتہ رعشہ والے میں ایک بات ضروری ہے کہ رعشہ کی وجہ سے اس کی طہارت پر اثر نہ پڑتا ہو، رعشہ کی وجہ سے برتن پکڑنا مشکل ہوتا ہے، اور پکڑنے کے بعد برتن ہلتا رہتا ہے، اس سے طہارت میں دشواری ہوتی ہے۔ بلکہ بعض رعشہ والے اچھی طرح طہارت نہیں کر پاتے ہیں۔ ان عالم سے اس کی تحقیق کر لی جائے۔ اگر وہ بخوبی طہارت کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ انھیں خود چاہیے کہ امامت نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۵۳] سجدے کی حالت میں جس کا صرف انگوٹھا زمین پر لگتا ہے اور وہی زیادہ علم والا ہے اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید حافظ قرآن، عالم، مدرس اور مسجد کا امام ہے، مگر زید کا داہنا پیر پنجے سے خراب ہے۔ جس کی وجہ سے انگلیاں چھوٹی ہوگئی ہیں۔ سجدے کی حالت میں صرف انگوٹھا زمین پر لگتا ہے، بقیہ انگلیاں نہیں لگ پاتی ہیں۔ کیا ایسی صورت میں زید کی اقتدا میں نماز ہو جاتی ہے؟ جب کہ زید کے مقابلے میں یہاں کوئی حافظ یا عالم نہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ نماز نہیں ہوتی ہے جس کی وجہ سے کافی انتشار ہے۔ تفصیل کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

محمد نعیم اللہ فاروقی، جیبی، موضع بچھندہ مئو، پوسٹ بھدری، ضلع پرتاپ گڑھ، یوپی۔

الجواب

سوال میں جو تفصیل درج ہے، اس کے مطابق زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں! اگر نمازیوں میں کوئی اس سے زیادہ علم والا ہوتا تو اس کی امامت خلاف اولیٰ تھی، مگر ایسی صورت میں جب

---

(۱)- تنویر الأبصار والدر المختار، ج: ۲، ص: ۲۹۸، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان.

(۲)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۳۰۱، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان.

کہ وہی زیادہ علم والا ہے اس کی امامت ہی اولیٰ ہے، اس کے علاوہ کسی اور کو امام بنانا خلاف اولیٰ ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(وَصَحَّ اقْتِدَاءُ مُتَوَضِّئٍ بِمُتَيَمِّمٍ) وَكَذَا بِأَعْرَجَ وَغَيْرُهُ أَوْلَى[1]. واللہ تعالیٰ اعلم.

۵؍ربیع الآخر ۱۴۱۵ھ۔

[۵۴] چھوٹی قوم کی اقتدا میں نماز پڑھنا

مسئلہ ایک شخص محمد فاروق خود کو پٹھان بتاتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ: ذات کے فقیر، دھوبی، چکوا، دُھنیا، گھوسی، منگتا، جولاہے، ان ذاتوں کے مسلمان چاہے علوم دین حاصل کر کے عالم و حافظ و قاری ہی کیوں نہ ہو جائیں، ان کے پیچھے امت مسلمہ کا نماز پڑھنا، ان کو اپنا امام بنانا ناجائز ہے۔ کیوں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب میں چھوٹی قوموں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار دیا ہے۔ ان کی وجہ سے قوم میں بڑا انتشار ہے، ازراہ کرم ایسے شخص کے بارے میں بتائیں کہ شریعت اسلامیہ کیا کہتی ہے؟

اکبر علی۔ موضع پیاگ پٹی، سلطان پور۔

الجواب

اس شخص نے غلط فتویٰ بتایا، نیز مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ پر جھوٹ باندھا کہ فتاویٰ رضویہ میں یہ لکھا ہے کہ مذکورہ بالا قوموں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اس نے شریعت پر بھی افترا کیا اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر بھی افترا کیا، اور بے علم ہوتے ہوئے فتویٰ دے کر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت کا مستحق ہوا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ایسا فتویٰ کیسے دے سکتے ہیں جب کہ خود اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت حضرت مولانا امجد علی قدس سرہٗ کے پیچھے بارہا نمازیں پڑھی ہیں! نیز اپنی نماز جنازہ کے بارے میں یہ وصیت فرمائی کہ:

المنۃ الممتازہ، میں جو نماز جنازہ کی دعائیں احادیث سے منقول ہیں، وہ اگر حامد رضا کو یاد ہوں تو وہ، ورنہ مولانا امجد علی صاحب میری نماز جنازہ پڑھائیں۔

حضرت صدر الشریعہ رضی اللہ عنہ بنکر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ خود حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مفتی

(۱)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۳۳۶، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان.

مصطفیٰ رضا خان رضی اللہ عنہ نے دس سال تک، جب تک میں بریلی شریف میں حاضر رہا، میرے پیچھے نماز پنج گانہ اور جمعہ پڑھی۔ میں بھی اسی بد نصیب بنکر برادری کا، فرد ہوں۔ یہ شخص شریعت پر، مجد د اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر افترا کر کے اور بے علم فتویٰ دے کر بدترین فاسق ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۵۵]　امامت کسی برادری کے ساتھ خاص نہیں

مسئلہ: امامت کن لوگوں کی جائز ہے، اور مسلم برادری میں اس کے حق دار کون کون ہیں؟

نماز پنج گانہ مسلمانوں پر فرض ہے یا صلاۃ و سلام بآواز بلند؟ اگر کوئی مسلمان نماز پنج گانہ اور جماعت کو چھوڑ کر صلاۃ و سلام کو ضروری سمجھے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

اور اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ ”جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کر دی، تو اس نے کفر کیا“۔ نیز آداب مسجد کیا ہیں؟ بینوا توجروا۔

ایم علی رشید، نزد مدینہ مسجد، مسلم نگر، ڈالٹن گنج، پلاموں، بہار۔

الجواب

امامت کا مستحق وہ شخص ہے جو سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہو، طہارت اور نماز کے فرائض و واجبات، سنن مؤکدہ کو جانتا ہو، شریعت کا پابند ہو، علانیہ گناہ نہ کرتا ہو، فاسق معلن نہ ہو۔ وہ کسی بھی برادری کا ہو امامت کر سکتا ہے، امامت کسی برادری کے ساتھ خاص نہیں۔

جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس پر نماز چھوڑنے کا وبال ہے، لیکن اگر صلاۃ و سلام پڑھتا ہے تو اس کے ثواب کا مستحق ہو گا۔

اور یہ حدیث صحیح ہے کہ: ”جس نے قصداً نماز چھوڑا اس نے کفر کیا“۔ لیکن یہ اپنے ظاہر سے مؤول ہے، اس کا ظاہر معنی مراد نہیں۔ اس پر علما کا اجماع ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافر نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ سارے بے نمازی کافر ہوں، مسلمان نہ ہوں۔

اس حدیث کی علما نے دو توجیہیں کی ہیں:

ایک: یہ کہ کفر کے معنی ناشکری کے ہیں، اصل معنی یہی ہے۔ اور اس حدیث میں یہی مراد ہے۔

دوسری توجیہ: یہ کی گئی ہے کہ جس نے نماز چھوڑنے کو جائز جان کر نماز چھوڑی وہ کافر ہوا۔ اور

اس میں کوئی شبہہ نہیں، کیوں کہ یہ نماز کی فرضیت سے انکار ہے، اور نماز کے فرض ہونے کا انکار کرنا کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ۔

[۵۶] جمعہ وعیدین کا اعادہ ساقط ہے

مسئلہ زید مدرسہ اہل سنت فیضان رسول کا صدر ہے، پوری آمدنی وہی رکھتا ہے، مطبخ کے سامان کے لیے مطبخ انچارج نے مدرسہ کے چند طلبہ کو مذکورہ صدر کے پاس بھیجا، تو صدر نے کہا مولانا صاحب سے مانگ لینا، لڑکوں نے کہا کہ ان کے پاس پیسے نہیں ہیں تو صدر نے کہا کہ میرے پاس بھی پیسے نہیں ہیں۔ لڑکوں نے کہا مدرسہ چل کر کچھ انتظام کر دیجیے، مولانا صاحب اور مطبخ انچارج نے آپ کو بلایا ہے، تو صدر نے کہا کہ کیا ہم ان دونوں کے غلام ہیں جاؤ انھیں دونوں کو بھیج دینا، پھر صدر نے لڑکوں کو بھگا دیا، اور دوڑاتے ہوئے گھر سے باہر نکال دیا، اسی دوران صدر کی اہلیہ نے کہا کہ مدرسے میں سب چھچھوندر ہی ہو گئے ہیں، جو یہاں بار بار پیسہ مانگنے بھیج دیتے ہیں؟ تو صدر نے کہا مولنوا کو ڈھیر پانکھی ہو گیا ہے، رمضان بعد کنوا پکڑ کر اس کو مدرسے سے بھگا دیں گے۔ جب ان باتوں کی تحقیق ہوگئی تو اراکین حضرات نے ان کو مدرسے کی صدارت سے برخاست کر دیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو مہمان رسول اور عالم دین، نائب رسول ﷺ کے حق میں اس طرح کی بدکلامیاں کرے کیا وہ جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھا سکتا ہے؟ اور جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھ لی، اور جس نے کہا آپ پڑھائیے ان پر از روے شرع کیا حکم ہے؟ ان کی نمازیں ہوئی یا نہیں؟

انجمن کمیٹی، مدرسہ اہل سنت فیضان رسول، بلاول، ہزاری باغ، بہار۔

الجواب

زید کئی وجہ سے فاسق معلن ہو گیا، **اول**: پیسہ ہوتے ہوئے بوقت ضرورت اس نے پیسہ نہیں دیا۔ **دوم**: جھوٹ بولا کہ پیسہ نہیں ہے۔ **سوم**: پردیسی طلبہ کو مارنے کے لیے دوڑایا۔ یہ بہت اچھا اقدام ہوا کہ اس کو صدارت سے الگ کر دیا۔ اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی۔ جن لوگوں نے اسے جمعہ وعیدین کے لیے امام بنایا، وہ سب گنہ گار ہوئے۔ جمعہ وعیدین کا چوں کہ اعادہ نہیں اس لیے اعادہ ساقط، مگر گناہ لازم۔ آیندہ اُسے ہرگز ہرگز امام نہ ہونے دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴ر شوال ۱۴۱۸ھ۔

[۵۷-۵۹] بہرے کی امامت

مسئلہ ❶ مسجد کے امام صاحب کی قوت سماعت بالکل ختم ہو چکی ہے، مؤذن جب تکبیر کہتا ہے تو نہیں سنتے ہیں، دینی مسائل سے بھی ناواقف ہیں۔ از روئے شرع وہ امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟

❷ امام مذکور مسجد میں سبزی لگائے ہوئے ہیں، اور اسے اپنے استعمال میں لاتے ہیں، اور فروخت بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے منع کیا، تو امام صاحب رنجیدہ ہو گئے اور غصے میں کہنے لگے اس کو اکھاڑ دو۔ امام مذکور کی اس حرکت سے عوام میں اختلاف پیدا ہو گیا، چند لوگ مسجد میں جانا بند کر دیے۔ از روئے شرع مسجد میں سبزی لگانا درست ہے؟ عدم جواز کی صورت میں ان پر شرع کا کیا حکم ہے؟

❸ ہمارے یہاں مسجد میں نماز جمعہ کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، امام مذکور کبھی ڈیڑھ بجے، کبھی دو بجے نماز جمعہ پڑھاتے ہیں۔ اس صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟

لقمان، مقام نیورہ، پوسٹ جین پور، ضلع پلاموں، بہار۔

۱۳؍ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ۔

الجواب

❶ بہرے کی امامت میں کوئی حرج نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ امام ایسے شخص کو متعین کیا جائے جو بہرا نہ ہو۔ اس لیے کہ اس کا اندیشہ ہے کہ امام، نماز میں کوئی ایسی غلطی کرے جس سے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہو یا فاسد ہو جاتی ہو اور مقتدی لقمہ دیں تو امام اگر بہرا ہو گا تو سن نہ پائے گا، جس کے نتیجے میں وقت ضائع ہو گا، اور پہلے پڑھی ہوئی نمازیں کالعدم ہو جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ اس میں تو کوئی حرج نہیں کہ مسجد کی اس زمین میں جو نماز پڑھنے کے لیے نہیں، خالی پڑی ہے، سبزی وغیرہ لگائی جائے لیکن ایسی زمین میں جو بھی سبزی لگائے گا اور جو کچھ بوئے گا وہ اس کی ملک نہیں ہو گی، وہ مسجد کی ملک ہے۔ ساری پیداوار کی آمدنی مسجد کو ملے گی۔ امام اس سبزی کو خود کھاتا ہے اور اسے بیچ کر اس کی قیمت خود رکھتا ہے، یہ ناجائز و حرام ہے۔ اس پر واجب ہے کہ اب تک مسجد میں بوئی ہوئی جتنی سبزی کھائی ہے، یا بیچ کر اس کا پیسہ رکھ لیا ہے، سب مسجد کو واپس کرے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے جبراً وصول کریں، اور اگر آئندہ سبزی لگائے تو بلا قیمت اسے نہ دیں۔ اور جو کچھ فروخت کرے وہ سب وصول کریں اور امام توبہ بھی

کرے۔اور اگر ایسا نہ کرے تو اسے امامت سے معزول کر دیں۔عالم گیری میں ہے:

وَإِذَا غَرَسَ شَجَرًا فِي الْمَسْجِدِ فَالشَّجَرُ لِلْمَسْجِدِ [1]. واللہ تعالیٰ اعلم.

③ آسانی کے لیے بہتر یہی ہے کہ جمعہ کا وقت مقرر کر دیا جائے؛ لیکن اگر کوئی خاص وقت مقرر نہیں تو بھی کوئی گناہ نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

[٦٠] امتحان فارم پر فوٹو چسپاں کرنے اور ان کی تصدیق کرنے والے کی اقتدا میں نماز پڑھنا

مسئلہ امتحان کے فارم پر طلبہ کا فوٹو چسپاں کیا جاتا ہے، اور اساتذۂ مدارس ان کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔کیا ایسے اساتذہ اور طلبہ کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً درست ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

نعیم اختر رضا۔دار العلوم غریب نواز، مرزا غالب روڈ، الہ آباد، یوپی۔

الجواب

ایسے طلبہ جو امتحان کے فارم پر فوٹو چسپاں کریں گے اگر ایک دو بار کریں گے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔اور اگر دو بار سے زائد کریں گے تو انھیں امام بنانا گناہ، اور نماز مکروہ تحریمی ہوگی، جس کا دہرانا واجب۔

فرق یہ ہے کہ دو بار سے زائد فوٹو لگانے کی وجہ سے گناہ پر اصرار کرنے کی وجہ سے فاسق معلن ہو جائیں گے۔اور ایک دو بار چسپاں کرنے میں چوں کہ اصرار نہیں اس لیے فاسق معلن نہ ہوں گے۔ایک دو بار گناہ سے کون بچا ہے۔اس لیے اعتبار اصرار اور اعلان کا ہے۔جو اساتذہ ایسے فارم کی تصدیق کریں گے وہ چوں کہ ایک ہی دو فارم کی تصدیق نہیں کریں گے، دو سے زائد فارموں کی تصدیق کریں گے؛ اس لیے وہ فاسق معلن ہو جائیں گے۔ہر فارم کی تصدیق مستقل گناہ ہے۔اس لیے انھیں امام بنانا گناہ، اور ان کے پیچھے پڑھی نمازوں کا دہرانا واجب۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۵ر صفر ۱۴۱۵ھ۔

---

(۱)- اَلْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّه، ج: ۲، ص: ٤٧٤، كتابُ الوقف، البَابُ الثاني عشر، کوئٹہ، پاکستان.

(۲)- اصل حکم یہی ہے اور اب شرعی حاجت اور ضرورت کی جگہوں میں اجازت ہے جیسے پاس پورٹ، شناختی کارڈ، آدھار کارڈ، پین کارڈ، الیکشن کارڈ، راشن کارڈ، بینک اکاؤنٹ، ویزا، ڈرائیونگ لائسنس، زمین، مکان، دکان کی رجسٹری، سرکاری امتحانات کے فارم اور ایڈمٹ کارڈ وغیرہ۔اور جن امور میں شرعی ضرورت یا حاجت نہ ہو وہاں فوٹو کھینچنا کھچوانا ناجائز و گناہ ہے، فیشن کے لیے فوٹو کھینچنے، کھنچوانے کا بھی یہی حکم ہے۔اس کی تحقیق میرے فتاویٰ میں ہے۔محمد نظام الدین رضوی

[۶۱] جُوے میں رقم لگانے والا فاسق معلن ہے

مسئلہ ہمارے شہر میں کچھ لوگ ہر ماہ ساٹھ روپے سے لے کر تین سو روپے ماہ پر چیزیں مثلاً سائیکل، فریج، پنکھا، اسکوٹر وغیرہ قرعہ اندازی کے ذریعہ دیتے ہیں۔ جس ماہ جس شخص کی پرچی نکل آتی ہے اسے وہ چیز دے دی جاتی ہے، پھر اسے کوئی رقم ادا نہیں کرنی پڑتی۔ تو یہ جوا ہوا یا نہیں؟ ہمارے شہر کے مسجد کے امام اس میں اپنی رقم لگاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جوا نہیں ہے۔ نیز لاٹری کا ٹکٹ خریدنا کیسا ہے؟

محمد شبیر، سکریٹری احمد رضا ایڈووکیٹ، ایٹیا، گجرات۔

الجواب

یہ عمل بلاشبہہ جوا ہے، جس امام نے اس میں رقم لگایا وہ فاسق معلن ہے۔ نیز یہ کہہ کر کہ جوا نہیں، زمین و آسمان کے فرشتوں کی لعنت کا مستحق ہوا۔ حدیث میں ہے:

مَنْ أَفْتَىٰ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلائِكَةُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ(۱).

جو بغیر علم فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

خصوصاً جب کہ فتویٰ بھی غلط دے، ایسے کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلَىٰ أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ(۲).

در مختار میں ہے:

كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا(۳).

غیر مسلموں نے جوے کو رائج کرنے کے لیے طرح طرح کے کاروبار رائج کر رکھے ہیں۔ جن میں بظاہر بہت نفع نظر آتا ہے۔ مسلمان چوں کہ دینی باتوں سے لاعلم ہیں، خدا ترسی ختم ہوتی جا رہی ہے، ذرا سی نفع کی امید پر حلال و حرام کی پروا کیے بغیر رو میں بہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے۔ لاٹری جوا ہے، اور لاٹری کا ٹکٹ خریدنا جوا کھیلنا ہے، لاٹری کا ٹکٹ خریدنے والے کو امام و مؤذن ہرگز نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یکم ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ۔

---

(۱)- الجامعُ الصَّغيرُ مِن حَديثِ البَشيرِ النَّذيرِ، ج: ۲، ص: ۳۱۶، بابُ حَرفِ الميمِ، رقم الحديث: ۸۴۹۱.

(۲)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ۵۱۳، فصل في الإمامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۳)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱۴۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

[٦٢] خط کا خط کے مشابہ ہونا، ثبوت کی دلیل نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

زید حافظ، ایک مکتب کا مدرس اور مسجد کا امام ہے۔ اس مکتب میں طلبہ وطالبات دونوں کی تعلیم ہوتی ہے۔ ہندہ ایک مراہقہ طالبہ ہے، اس نے ایک تحریر زید کے پاس بھیجی جس میں ہندہ نے محبت کا اظہار کیا اور خط کا جواب طلب کیا، زید نے جواب لکھا؛ لیکن تحریر ہندہ کے پاس پہنچنے سے پہلے پکڑی گئی، جوابی خط میں عشق ومحبت کی باتیں تھیں۔ آخر میں زید نے یہ شعر بھی لکھا تھا:

زندگی کا سہارا بنو تو بنو   چار دن کا سہارا سہارا نہیں

اس کے بعد سے زید کے پیچھے لوگوں نے نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس طرح سے زنا ثابت ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا زید قابل امامت ہے؟

محمد رفیع نوری، رہرا بازار، گونڈہ، یوپی۔

الجواب

اگر واقعی یہ تحریر زید کی ہے تو زید کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھی جائے اور نہ اس سے بچوں کی تعلیم دلائی جائے۔ یہ تحریر زید ہی کی ہے، اس کے ثبوت کے لیے دو عادل گواہ چاہیے جنھوں نے یہ تحریر زید کو لکھتے ہوئے دیکھا ہو، یا پھر زید کا اقرار، محض لے جانے والے کے اس کہنے سے کہ یہ تحریر زید کی ہے، ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے خط کا زید کے خط کے مشابہ ہونا اس کی دلیل بن سکتا ہے۔

اور اس تحریر سے زنا ثابت کرنا بالکل غلط ہے۔ یہ تحریر اگر زید کی ہو بھی تو اس سے زنا نہیں ثابت ہو سکتا۔ ایک بات اور تحقیق کی جائے کہ لڑکی نے زید کے پاس خط لکھا کہ نہیں؟ اگر لکھا ہے تو لڑکی کو ایسا خط لکھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ یہ بات غور طلب ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانے؛ لیکن جہاں تک ثبوت کا تعلق ہے، اس کی بنیاد صرف دو ہے: زید کا اقرار، یا گواہ بقدر نصاب۔ بغیر اس کے یہ ثابت نہیں ہو سکے گا کہ یہ تحریر زید کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[٦٣-٦٥] نماز جنازہ پڑھانے کا شرعاً حق، امام محلہ کو ہے

مسئلہ ❶ میت کے جنازے کی نماز میں امام کی اجازت شرط ہے یا نہیں؟

❷ اگر قبر تیار نہیں ہوئی، یا کسی سبب شرعی سے دفن میں دیر ہے تو حاضرین کے بیچ میت کے سامنے، یوم آخرت کے متعلق پانچ سات منٹ پند و نصائح کرنا کیسا ہے؟

❸ مسجد کی موقوفہ کتابوں کو امام اپنے حجرے میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

نیاز احمد رضوی، جامع مسجد ہاسپیٹل روڈ، برگاڑھ، اڑیسہ۔

الجواب

❶ نماز جنازہ پڑھانے کا شرعاً حق امام محلہ کو ہے، اس لیے اگر کوئی دوسرا شخص پڑھائے تو اسے امام سے اجازت لے لینی چاہیے، حدیث میں ہے:

وَلاَ يَؤُمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلاَ يَجْلِسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلاَّ بِإِذْنِهِ (١).

لیکن اگر کسی نے اجازت نہیں لی اور پڑھادیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ قبر تیار نہیں ہوئی اور لوگ اس انتظار میں جمع ہیں کہ جب قبر تیار ہو جائے تو میت کو دفن کر کے جائیں گے، اس درمیان اگر انھیں دین کی باتیں سنائی جائیں تو بہتر ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ: میت کے سامنے اگر کوئی مسئلہ شرعیہ بیان کر دیا جائے تو اس سے اس کی مغفرت کی امید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❸ رکھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[٦٦] ملزم کے انکار کے بعد بغیر گواہ کے جرم ثابت نہیں

مسئلہ ایک مسافر نے فجر کی نماز میں امام کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تم ناپاک ہو؛ نماز نہیں پڑھا سکتے، پھر امام نے ہی نماز پڑھائی اور مسافر سمیت سبھی مقتدیوں نے نماز پڑھی۔ مسافر مسجد کے باہر ایک شخص سے یہ بتا کر چلا گیا کہ امام نے رات میں مجھ سے لواطت کرنے کو کہا اور میرا عضو تناسل پکڑ تا رہا، یہاں تک کہ اپنا کپڑا خراب کر لیا، مسافر کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی۔ امام اس الزام سے سرے سے انکار کرتا ہے، ہاں اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ سونے کے وقت از راہ ہمدردی میں نے مسافر سے پوچھا کہ تمھارے پاس اوڑھنے بچھانے کے لیے کچھ ہے؟ مسافر نے کہا ایک چادر ہے، امام نے کہا کہ میرے پاس ایک گدا اور ایک لحاف ہے، میرے ساتھ سو جائیے۔ نماز کے بعد امام اور مسافر کی ملاقات نہیں ہوئی، اور جس آدمی کو مسافر نے یہ بات بتائی اس نے عوام میں یہ

(١)- سنن الترمذي، ج: ١، ص: ٣٢، أبواب الصلاة، باب من أحق بالإمامة، مجلس بركات، الجامعة الأشرفيه، مبارك پور.

بات پھیلا دی کہ امام گنہ گار ہے، جس پر لوگوں نے یقین کر لیا۔ اور اب اس امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ سوال یہ ہے کہ امام قابل امامت ہے یا نہیں؟ جب کہ امام ان سب ناپاک حرکتوں کو جھوٹ اور الزام بتاتا ہے۔ شرع ان تمام لوگوں پر کیا فیصلہ کرتی ہے، جلد جواب عنایت فرمائیں۔

محمد محفوظ ولد محمد شریف، مقام لہسوٹی، پوسٹ کوٹما، ضلع شہڈول، ایم پی۔

الجواب

مسافر نے امام پر ایک الزام لگایا، وہ بھی بہت گندا۔ امام اس الزام سے انکار کرتا ہے، ایسی صورت میں شریعت کی رو سے عینی گواہ بقدر نصاب ضروری ہے، اور یہاں کوئی گواہ نہیں ہے، اور مسافر بھی غائب ہو گیا۔ ایسی صورت میں امام پر کوئی جرم ثابت نہیں، اور امام کے پیچھے نماز بلا کراہت درست۔

یہ صحیح ہے کہ لواطت بہت گھناؤنا گناہِ کبیرہ ہے، مگر مسلمان وہ بھی امام کی عزت بھی بہت بڑی چیز ہے، اگر صرف لوگوں کے کہہ دینے سے لواطت ثابت ہو جائے تو پھر امن اٹھ جائے، لوگوں کی عزت و آبرو محفوظ نہ رہے، اس لیے قانوناً بھی ملزم کے انکار کے بعد بغیر گواہ کے لواطت ثابت نہیں ہوگی۔ پھر یہاں اس کا قرینہ بھی ہے کہ مسافر جھوٹ بولا ہے: اولاً ساٹھ سال کا بوڑھا لواطت کا محل ہی نہیں۔ ثانیاً اگر یہ بات صحیح بھی ہوتی تو اس نے امام کے پیچھے کیسے نماز پڑھی؟

مسلمانوں کو بہت سوچ سمجھ کر شریعت کے اصول کے مطابق چلنا چاہیے۔ یہ تو چلتا پھرتا مسافر تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک صاحب پر زنا کا الزام لگایا گیا، چار گواہ پیش ہوئے، تین گواہوں نے قطعی طور پر زنا کی گواہی دی، ایک گواہ نے شبہہ بیان کیا۔ تین گواہوں میں سے ایک گواہ بہت جلیل القدر صحابی حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، جن کے بارے میں شبہہ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں اور زنا جیسے فعل قبیح کی جھوٹی گواہی دے رہے ہیں، مگر چوں کہ زنا کے ثبوت کے لیے چار مردوں کی گواہی شرط ہے۔ قرآن مجید میں ہے: لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ[1]۔

اس لیے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملزم کی براءت کا حکم دیا اور ان تینوں گواہوں پر حد قذف جاری فرمائی۔[2]

---

(۱)- سُوْرَةُ النُّور، الآية: ۱۳.

(۲)- انظر: السنن الكبرى للبيهقي، ج: ۸، ص: ۲۳۵، رقم الحديث: ۱۷۴۹۹، باب شهود الزنا إذا لم يكملوا، مجلس دائرة المعارف النظامية، حيدر آباد، الهند.

اس کی روشنی میں مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ یہاں تین گواہوں میں ایک جلیل القدر صحابی تھے اور دو تابعی تھے، مگر نصابِ شہادت پورا نہ ہوا؛ اس لیے ان کی گواہی مسترد کر دی گئی، اور انھیں سزا دی گئی۔ اور یہاں تو ایک نامعلوم مسافر الزام لگا رہا ہے، اور پھر غائب ہو گیا، پھر اس کا بیان مشتبہ یوں ہے کہ اس نے اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لی۔

مسلمانانِ اہل سنت کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ دیوبندی، جگہ جگہ سنی علما اور ائمہ کو بدنام کرنے اور انھیں علاحدہ کرنے کے لیے اس قسم کے گندے الزامات لگاتے رہتے ہیں، بمبئی میں ایک زمانے میں ایک منظم سازش کے تحت بد طینت لڑکوں کو پیسے دے کر یہ سب کہلوایا اور بے عقل ٹرسٹیوں نے اماموں کو الگ کر دیا۔

بہر حال از روے شرع، امام پر جرم ثابت نہیں، اس کے پیچھے بلا کراہت نماز درست۔ جن لوگوں نے اس گم نام مسافر کے کہنے پر امام کو لواطت کا مرتکب جان کر نماز پڑھنی چھوڑ دی، وہ سب گنہ گار ہوئے۔ جس نے امام کو خبیث کہا، وہ امام سے معافی مانگے، اور توبہ کرے۔ امام صاحب آیندہ احتیاط کریں۔ حدیث میں اس سے ممانعت ہے کہ دو مرد ایک لحاف یا چادر میں سوئیں۔ آیندہ کسی کو بھی اپنے لحاف میں نہ سلائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱ر جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ۔

[۶۷-۶۹] یہ کہنا کہ نمازیوں کی پیشانی پر سیاہ داغ، شیطان کے پیشاب سے بنتا ہے، جہالت ہے

مسئلہ زید نے بیتر گڑھ کی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کہا: "امام صاحب فرماتے ہیں کہ جن نمازیوں کی پیشانی پر سیاہ داغ پڑ جاتا ہے، وہ داغ شیطان کے پیشاب سے بنتا ہے"۔ یہ امام صاحب ایک کنواری لڑکی سے زنا کرتے ہیں، اور وہ جب چار ماہ کی حاملہ ہو جاتی ہے تو اس سے نکاح کر لیتے ہیں، وہ لڑکی بحیثیت بدی ان کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ یہی امام صاحب کچھ شرابی اور اوباش لوگوں کو مسجد میں بٹھاتے ہیں، اور اعتراض کرنے پر مسلمانوں کو دھکے دے کر باہر نکال دیتے ہیں۔

1. کیا نمازی کے پیشانی کے سیاہ داغ کو شیطان کا پیشاب بتانا جائز ہے؟
2. کیا ان امام صاحب کا نکاح، حاملہ لڑکی سے درست ہے؟

۳ کیا شرابی اور اوباش قسم کے لڑکوں کو مسجد میں بٹھانا اور مسلمانوں کو مسجد سے بھگا دینا جائز ہے؟
کیا زید کو امام کی حیثیت سے مسجد میں رکھنا شرعاً جائز ہے؟ اور کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟
نذیر احمد، میرانہ بازار، بیتر گڑھ، ضلع بیتر گڑھ، یوپی۔

الجواب

۱ یہ، امام نے غلط کہا، یہ نشان بکثرت سجدہ کرنے سے پڑجاتا ہے۔ یہ کہنا کہ شیطان کے پیشاب سے بنتا ہے، جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ کسی پر زنا کا الزام، قیاس سے لگانا حرام ہے۔ زنا کے ثبوت کا شرعی طریقہ صرف دو ہے۔ ایک: زانی کا اقرار، دوسرے: چار مرد عادل کی عینی شہادت۔ اس خصوص میں مزنیہ کا یہ کہنا کہ فلاں نے زنا کیا ہے، یا فلاں کا حمل ہے، بھی ناکافی ہے۔ حتی کہ قرآن مجید میں فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ[1]۔

جو لوگ پاک دامن عورتوں (مردوں) پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں، انھیں اسّی کوڑے مارو۔ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ یہ لوگ فاسق ہیں۔

آپ نے امام پر زنا کا الزام لگایا، اگر آپ ثبوت شرعی نہ لاسکیں تو آپ اسّی کوڑے سزا کے مستحق ہیں اور فاسق، اور ہمیشہ کے لیے مردودُ الشہادہ۔

زنا کے حمل کی حالت میں نکاح درست ہے۔ در مختار میں ہے:

وَ صَحَّ نِكَاحُ حُبْلٰى مِنْ زِنًى[2]. واللہ تعالیٰ اعلم.

۳ مسجد میں شرابیوں اور اوباش لوگوں کو بٹھانا بہت بری حرکت ہے، اور مسلمانوں کو مسجد سے نکلوانا ظلم، لیکن اگر یہ لوگ تبلیغی دیوبندی ہیں جو مسجد میں جاکر چالاکی اور عیاری سے سنی مسلمانوں کو وہابی، دیوبندی بناتے ہیں، انھیں امام صاحب نکلواتے ہیں تو وہ ثواب کے مستحق ہیں۔ وہابی، دیوبندی شاتمانِ رسول کو امام و پیشوا بنانے کی وجہ سے کافر مرتد ہیں۔ انھیں مسجد میں آنے دینا جائز نہیں گناہ ہے۔ اور مسجد سے نکالنا واجب۔ در مختار میں ہے:

---

(۱)- سورة النور، الآية: ٤.

(۲)- الدُّرُّ المُختار، ج: ٤، ص: ١٤١، كِتَابُ النِّكَاح، فَصْلٌ فِي المُحَرَّمَات، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّة، بَيْرُوْت، لبنان.

وَيُمْنَعُ مِنْهُ كُلُّ مُؤْذٍ وَلَوْ بِلِسَانِهٖ[1]. واللہ تعالیٰ اعلم.

سوال کی شق چوں کہ متعین نہیں، مثلاً یہ کہ امام نے زنا کیا، اس کا ثبوت شرعی ہے یا نہیں؟ امام جن لوگوں کو مسجد سے نکلواتے ہیں وہ سنی مسلمان ہیں یا دیوبندی، تبلیغی، مودودی۔ اس لیے امام صاحب کے بارے میں کوئی فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۷۰-۳-۷] بینک سے قرض لے کر، زائد رقم دینا جائز نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

❶ نسیم نامی شخص نے سرکاری بینک سے سودی قرض کچھ زیورات گروی رکھ کے حاصل کیے، پھر انھیں فکس ڈپوزٹ میں جمع کرادیے، کچھ عرصے بعد اس نے اپنی کمائی سے بینک کا سود مع قرض ادا کر دیا، نیز فکس ڈپوزٹ مع سود حاصل کر لیا، گویا اس نے سود دیا بھی اور حاصل کر لیا، ایسے شخص کو امامت کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ نیز اس کی اقتدا میں مقتدیوں کی نماز ہوگی کہ نہیں؟

❷ یہی نسیم رمضان شریف میں تراویح اور اس میں سماع قرآن ترک کر کے مدارس کی رسیدیں لے کر چندے کی غرض سے نکلتا ہے، اور چندہ اس شرط پر کرتا ہے کہ جو کچھ وصول ہوا، اس کا نصف میرا ہوگا، نیز نصف لے کر اسے بھی فکس ڈپوزٹ میں جمع کر دیتا ہے۔ نسیم کا یہ عمل از روے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟

❸ مسجد -جس کا شخص مذکور امام ہے- کے حجروں میں لوگوں کا اجتماع و ہجوم، نیز مسجد کی لائٹ اور پنکھے وغیرہ کا بیجا استعمال اور مسجد کے گھڑے و لوٹے کو گھریلو استعمال میں لانا کیسا ہے؟

❹ مذکورہ امام اذان و اقامت سننے کے باوجود مسجد کے قرب و جوار میں بیٹھے دنیاوی باتوں میں مشغول رہتا ہے، حتی کہ جماعت فوت ہو جاتی ہے، مجبوراً مؤذن کو نماز پڑھانی پڑتی ہے، آیا ایسا شخص امامت کا حق رکھتا ہے۔

عبد الوحید انصاری، مقام گھیر مردان خان، رام پور، یوپی۔

۱۰ر جمادی الآخرہ ۱۴۰۸ھ۔

الجواب

❶ موجودہ حکومت اور غیر مسلموں کے بینکوں میں روپے جمع کرنے پر جو زائد رقم ملتی ہے وہ سود نہیں۔ حدیث میں ہے:

(1)- الدر المختار، ج:۲، ص: ۴۳۵، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ إلخ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان.

لا ربا بين أهل الحرب، أظنه قال: وأهل الإسلام[1].

اس لیے مذکورہ بینکوں میں روپے جمع کرنے پر جو زائد رقم ملتی ہے اس کا لینا جائز و حلال۔ البتہ بینک سے قرض لے کر اسے زائد رقم دینا جائز نہیں خواہ مسلمانوں کے بینکوں سے لے یا غیر مسلموں کے بینک سے۔

شامی میں فتح القدیر سے ہے:

فَالظَّاهِرُ أَنَّ الْإِبَاحَةَ بِقَيْدِ نَيْلِ الْمُسْلِمِ الزِّيَادَةَ، وَقَدْ أَلْزَمَ الْأَصْحَابُ فِي الدَّرْسِ أَنَّ مُرَادَهُمْ فِي حِلِّ الرِّبَا وَالْقِمَارِ مَا إِذَا حَصَلَتْ الزِّيَادَةُ لِلْمُسْلِمِ نَظَرًا إِلَى الْعِلَّةِ[2].

اس لیے اس شخص نے قرض لے کر جو زائد رقم بینک کو دی، اس کی وجہ سے وہ ایک فعل حرام کا مرتکب ہوا، جس کی وجہ سے فاسق ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ [تراویح کی] جماعت چھوڑنے کی وجہ سے شخص مذکور گناہ کا مرتکب نہیں ہوا، تراویح باجماعت سنت مؤکدہ کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ باجماعت تراویح پڑھ لیں تو کسی پر کوئی مواخذہ نہیں۔ البتہ مسجد کے امام کو ہرگز ہرگز نہ چاہیے کہ وہ تراویح چھوڑے جس کی وجہ سے عوام میں چہ می گوئیاں ہوں۔ امام کو ایسے کام سے بچنا ضروری ہے جس میں اندیشۂ ملامت ہو۔

کمیشن پر چندہ وصول کرنا جائز، اس کی وجہ سے امام کو الزام دینا غلط۔ البتہ اسے یہ جائز نہیں کہ وصول شدہ (کل یا جزء) رقم فکس ڈپوزٹ میں اپنے نام سے جمع کرے۔ اس پر واجب ہے کہ بعینہٖ وہی رقوم جو اس نے وصول کی ہیں، اس ادارے کے ذمہ دار کو سپرد کرے، جس کے لیے اس نے وصول کیے ہیں۔ بلکہ اگر یہ رقم زکات و فطرے کی ہو تو اور سخت شنیع، اس لیے کہ زکات و فطرے کی رقوم بغیر حیلۂ شرعیہ کے مدرسہ وغیرہ میں بھی صرف کرنا جائز نہیں چہ جائے کہ اپنے نام بینک میں جمع کرائے۔ اس حرکت کی وجہ سے یہ امام فاسق ہوا۔[3] واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱)- معرفة السنن والآثار للبيهقي، ج:۷، ص: ٤٧، رقم الحديث: ٥٤٤٠، باب بيع الدرهم بالدرهمين في أرض الحرب، دار الكتب العلمية - بيروت.

(۲)- رد المحتار، ج:۷، ص: ٤٢٢، كتاب البيوع، باب الربا، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۳)- "تحصیل صدقات پر کمیشن کا حکم" میں حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ العالی رقم طراز ہیں: عامل جسے قرآن حکیم میں زکات کا مصرف بتایا گیا ہے، اسے بھی بقدر کفایت ہی دینے کی اجازت ہے، حتی کہ اگر اس کے مصارف زیادہ ہوں یا وصولی کم ہو جس کے باعث وصولی کے بیش تر حصہ یا پوری وصولی سے اس کی ضرورت کی کفایت ہوتی ہو تو اب بقدر کفایت بھی دینے کی اجازت نہیں، زیادہ سے زیادہ نصف وصولی سے اس کی خدمت کی جا سکتی ہے۔ (ص:۲۹، مکتبہ برہان ملت) مشاہدی

۲۳ امام کو اس کی اجازت ہوتی ہے کہ اپنے حجرے میں پنکھا بھی چلائے اور لائٹ بھی جلائے، المعروف کالمشروط، اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ امام اپنے حجرے میں پنکھا چلائے، لائٹ جلائے۔ خود بھی بیٹھے اور اس کے ساتھ اس کے ملنے جلنے والے بیٹھیں۔ البتہ مسجد کے لوٹے اور گھڑے جو نمازیوں کے استعمال کے لیے ہوں، امام کا یا کسی کا اپنے گھر لے جانا جائز نہیں۔ اس کی وجہ سے بھی امام فاسق ہو گیا۔

بلا عذر شرعی ایک بار بھی جماعت چھوڑنا ناجائز و گناہ ہے، اور اس کی عادت ڈالنے والا فاسق معلن، اس شخص کی جب یہ عادت ہے کہ وہ جماعت کے وقت لوگوں سے گپ شپ کرتا رہتا ہے تو فاسق معلن ہو گیا۔

مذکورہ بالا الزامات جو امام پر لگائے گئے ہیں اس کی وجہ سے وہ ایک نہیں کئی وجہ سے فاسق ہے، وہ بھی فاسق معلن، اسے امام بنانا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ان جرائم کے ارتکاب کے بعد سے اب تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ان سب کا اعادہ واجب ہے۔ اور آیندہ جو پڑھیں گے ان کا بھی۔

غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأثمُوْنَ بِنَاءً عَلَىٰ أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ (1).

در مختار میں ہے:

كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا (2).

اس پر فرض ہے کہ ان تمام باتوں سے توبہ کرے، اگر توبہ کر لے تو پھر اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر توبہ نہ کرے تو واجب ہے کہ اسے معزول کر دیا جائے، اور اگر یہ بھی بس میں نہ ہو تو اپنی الگ جماعت کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۷۴] مسجد میں پالتھی مار کر بیٹھنا جائز ہے

مسئلہ اکروں (دوزانو) یا پالتھی مار کر پورب، اتر، دکھن رخ، مسئلہ جان کر مسجد میں بیٹھنے والا اذان و امامت کا مستحق ہے یا نہیں؟

ممتاز علی رضوی، محلہ ڈیہ پور، کھیری، یوپی۔

---

(۱)- غنية المستملى شرح منية المصلى، ص: ۵۱۳، فصل فى الإمامة، مطبوعه سهيل اكيڈمى، لاهور.

(۲)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱۴۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

الجواب

مسجد میں پالتھی مار کر بیٹھنا جائز ہے، اور مسجد میں کسی طرف بھی رخ کرنا یا پیٹھ کرنا منع نہیں۔ ہاں خطیب اور واعظ کے سوا کسی کو قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶/ ذوقعدہ ۱۴۲۰ھ۔

[۷۵] گروی کھیت سے نفع حاصل کرنے والے کی امامت

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ:

ہماری مسجد کے امام صاحب نے ایک آدمی کا کھیت گروی رکھا، اور مدت پوری ہونے کے بعد اپنا روپیہ پورا لے لیا، اور غلہ مفت کا ٹا کھایا، ایک بار ایک پڑوسی کے کھیت سے گنا چوری سے کٹوا کر اپنے کھیت میں بولیا، ایک بار ناریل کی دوکان پر چوری کی۔ مسجد کے پیسے ڈبے سے اکثر اپنے بچے سے چروالیتے ہیں، ان افعال بد کو دیکھنے کے بعد ہم ایک دوسرا امام لے آئے، لیکن یہ امام صاحب مصلی چھوڑنے کو تیار نہیں۔ کچھ گاؤں والے بھی ان کے حمایتی ہیں، مہربانی فرما کر آپ اس امام اور اس کی حمایت کرنے والوں کے متعلق شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

جملہ مسلمانان کنچن پور، ضلع کھیری، لکھیم پور، یوپی۔

الجواب

یہ سابق امام ایک نہیں کئی وجہ سے فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ، اور معزول کرنا واجب۔ اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ گروی کھیت سے نفع حاصل کرنا سود ہے۔ حدیث میں ہے:

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً، فَهُوَ رِبًا [1].

سود خور پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ اس کی امامت کے ناجائز ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔ چوری کرنا حرام و گناہ، خواہ خود چوری کرے یا دوسرے سے چوری کرائے، دونوں کا ایک حکم ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ استطاعت بھر اس کی پوری کوشش کرے کہ یہ امام مصلے پر جانے نہ پائے۔ اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو مسلمان الگ اپنی نماز ادا کریں۔ مگر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ اور اگر جماعت بھی نہ کر سکیں، تو اکیلے اکیلے اپنی نماز پڑھیں۔ مگر اس کے پیچھے ہرگز نہ پڑھیں۔ جو لوگ اس امام کی حمایت کرتے

(۱)۔ مصنف ابن ابي شيبة، ج: ٦، ص: ١٨٠، رقم الحديث: ٢١٠٧٨.

ہیں، وہ بھی جہنم کے مستحق اور اللہ کے غضب کے سزاوار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ۔

[۷۶] جو یہ کہے کہ لڑکیوں سے عشق کرنا، زنا کرنا گناہ نہیں، وہ کافر ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

حافظ قائم علی کا کہنا ہے کہ جن لڑکیوں کو میں عربی کی تعلیم دیتا ہوں ان کو اپنے جال میں پھنسا کر عشق کرنا، زنا کرنا کوئی گناہ نہیں۔ میں کوئی بھی گناہ کروں میرے پیچھے نماز ہوجائے گی، حافظ قائم علی کو محلے کے لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور اس کی ان حرکتوں سے ناراض ہیں۔

قائم علی عمر ۱۹؍ سال کی عادت ہے تعلیم یافتہ، عزت دار حافظ، قاری، مولویوں کی برائی کرنا، جھوٹے الزام لگا کر بدنام کرنے کی کوشش کرنا، جھوٹی قسمیں کھانا، چغلی کرنا، لوگوں کے مکان میں تانک جھانک کرنا، عورتوں کی باتیں چوری سے دیوار میں کان لگا کر سننا۔ کیا ایسے حافظ کے پیچھے نماز جائز ہے؟

ناہید حسین، سلطان پور۔

الجواب

شخص مذکور کے بارے میں سوال میں جو باتیں مذکور ہیں اگر صحیح ہیں تو وہ بدترین فاسق فاجر آدمی ہے، بلکہ انتہائی کمینہ، پیچ انسان ہے۔ اس سے میل جول حرام، اسے امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ۔ بلکہ اگر یہ صحیح ہے کہ اس نے یہ کہا کہ جن لڑکیوں کو عربی کی تعلیم دیتا ہوں ان کو اپنے جال میں پھنسا کر عشق کرنا، زنا کرنا گناہ نہیں تو مسلمان نہیں کافر ہے۔ اب تو اس سے میل جول سخت حرام، اس کے پیچھے نماز پڑھنا قضا کے برابر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹؍ جمادی الآخرہ، ۱۴۱۸ھ۔

[۷۷] سفید داغ والے اور جاندار کی تصویر والا کپڑا پہننے والے کی اقتدا میں نماز پڑھنا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ایک امام صاحب جن کے جسم پر سفید داغ ہے، نیز امام صاحب ہاف آستین کی قمیص پہنتے ہیں جس پر جاندار کی تصویر بھی موجود ہے، جس کی وجہ سے چند مقتدی کراہیت محسوس کرتے ہیں، لہذا ایسے امام کی اقتدا

کیسی ہے؟ اگر امام اپنا لباس بدل دے تو اس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو سفید داغ کی کراہیت دور ہونے کی صورت کیا ہوگی؟ جب کہ مذکورہ بالا امام کے علاوہ کوئی ایسا آدمی نہیں جو امامت کا کام انجام دے۔

عبد المنان خان، ایس کوٹا مسجد اسٹریٹ۔

الجواب

اگر سفید داغ تھوڑا سا ہے تو سفید داغ کی وجہ سے نماز میں کوئی کراہت نہیں ہوگی۔ اور اگر سفید داغ زیادہ ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ اور یہ امام جب ایسا کپڑا پہنتا ہے جس پر جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں تو اس کے پیچھے نماز میں دو وجہ سے کراہت ہے:

ایک تو یہ کہ ایسا کپڑا پہننا ناجائز۔ جس کی وجہ سے یہ فاسق معلن ہو گیا، اور فاسق کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ۔

دوسرے یہ کہ ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے خود اس کی نماز مکروہ۔ جب اس کی مکروہ تو مقتدیوں کی بدرجہ اولیٰ مکروہ۔ علاوہ ازیں: ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ تصویر کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ خصوصاً جب کہ تصویر مصلی کے سامنے ہو تو جو لوگ امام کے پیچھے ہوں گے ان کی نماز ایک اور طرح مکروہ ہوگی۔ امام کو سمجھایا جائے کہ وہ تصویر والا کپڑا پہننے سے احتراز کرے۔ یوں ہی آدھی آستین کا کپڑا نہ پہنے۔ اس سے بھی نماز مکروہ (تنزیہی) ہوتی ہے، اور توبہ کرے تو ایسی صورت میں جب کہ کوئی اس کے علاوہ امامت کے لائق نہیں، اس کو امام بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر یہ تصویر والا کپڑا پہننا نہیں چھوڑتا اور توبہ نہیں کرتا تو ہرگز ہرگز اس کو امام نہ بنایا جائے۔ کسی بھی صحیح خواں، صحیح نماز پڑھنے والے صالح متدین کو امام بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۷۸] تعزیہ داری کو عبادت سمجھنا گناہ، اور گناہ کو عبادت سمجھنا کفر ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید مسجد میں امامت کرتا ہے، اور ماہ محرم میں تعزیہ بھی رکھتا ہے، عَلم اٹھاتا ہے، اور محرم کی دسویں تاریخ کو اس کو دفن کر دیتا ہے۔ بکر کا کہنا ہے کہ تعزیہ داری کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ بکر نے زید سے کہا: آپ تعزیہ داری بند کر دیجیے، اس پر زید نے کہا میں محبتِ رسول میں نواسۂ رسول کی بارگاہ میں هل من ناصر ينصرنا کے تحت عبادت و ثواب سمجھ کر تعزیہ رکھتا ہوں۔ جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: الحسين مني و أنا من الحسين۔ جس طرح میں نماز، روزہ، زکات، حج وغیرہ عبادت سمجھتا ہوں، اسی طرح

تعزیہ کو تصویرِ حسین بلکہ روضۂ حسین سمجھ کر تعزیہ داری کرتا ہوں۔ اور نماز کی طرح جب میں روضۂ حسین کے پاس کھڑا ہوتا ہوں اور یہ تصور کرتا ہوں کہ نواسۂ رسول ہم کو دیکھ رہے ہیں، میں عبادت سمجھ کر تعزیہ رکھتا ہوں۔

حضور والا سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ تعزیہ رکھنا اس عقیدے سے جائز ہے یا ناجائز؟ تعزیہ دار کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

حافظ محمد نسیم، مدرسہ تعلیم القرآن، اشرفیہ بازار، جعفر گنج، ڈاک خانہ جگدیش پور، تحصیل مسافر خانہ، سلطان پور، یوپی۔ ۶/ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ۔

۱۳/ مارچ ۲۰۰۰ء۔

الجواب

یہ امام اس لائق نہیں کہ اسے امام رکھا جائے، اس کو فوراً معزول کرنا واجب، اور اب تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں، سب کا دہرانا واجب۔ تعزیہ بنانا حرام، تعزیہ داری حرام، عَلَم اٹھانا حرام۔ اور امام نے تعزیہ داری کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے وہ سب فریب اور دھوکا ہے، محبت وعقیدت کا اظہار محبوب کی اتباع میں ہے نہ کہ محبوب کی مخالفت میں۔ تعزیہ داری حرام ہے جو شخص تعزیہ دار ہو وہ فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اور جب تعزیہ داری حرام ہے تو اس سے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بھی خوش نہیں ہوں گے، سخت ناراض ہوں گے۔

یہ جھوٹ کہتا ہے کہ تعزیہ، امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ کی شبیہ ہے، اگر واقعی وہ اسے روضہ کی شبیہ مانتا ہے تو دس تاریخ کو دفن کیوں کرتا ہے؟ دفن، انسان کی لاش کی جاتی ہے نہ کہ انسان کی قبر وروضہ۔ بہر حال امام نے جو کچھ کہا ہے، وہ سب لایعنی ہے۔ نماز پر تعزیہ کو قیاس کرنا اس کی جہالت وگمراہی ہے؛ نماز فریضۂ الٰہی ہے، جس کو ادا کرنے کا حکم ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اس کا تعزیہ سے کیا علاقہ؟ تعزیہ داری جو حرام وگناہ ہے، اسے امام عبادت سمجھتا ہے، یہ بہت سخت ہے، گناہ کو عبادت سمجھنا کفر ہے۔ امام پر اس جملے سے توبہ فرض ہے۔ اور اس جملے کی وجہ سے تجدید ایمان ونکاح بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۷/ محرم ۱۴۲۱ھ۔

[۷۹] جادوگر امام کو امامت سے معزول کرنا واجب ہے

مسئلہ زید جادوگر ہندوؤں سے تعلق رکھتا ہے، اور ان سے سیکھ کر کچھ لوگوں پر جادو کرتا کراتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

علی امام خان، مقام وپوسٹ بھگ پور، اڑیسہ۔

الجواب

عام طور پر جادو، کفریہ کلمات پر مشتمل ہوتے ہیں، ورنہ حرام وگناہ ضرور ہیں، اس لیے جادوگروں سے میل جول رکھنا حرام، جادو سیکھنا حرام، اور کرنا بھی حرام۔ ایسی صورت میں امام کو امامت سے معزول کرنا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۸۰] چین کی گھڑی کا مسئلہ

مسئلہ گھڑی کا چین لگانا کیسا ہے؟ اور چین کے ساتھ نماز ہوگی یا نہیں؟ جو چین کی حرمت جانتے ہوئے نماز سے خارج چین لگاتا ہو، اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اس کی شہادت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

غریق الہدیٰ، محلہ باغ، پوسٹ ادری، ضلع مئو، یوپی۔

الجواب

سونے چاندی کے علاوہ اور دھاتوں کے چین، گھڑی کے ساتھ باندھنا جائز ہے۔ اصل اشیا میں اباحت ہے، یعنی جن چیزوں کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی تصریح نہ ہو یا قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو کہ یہ حلال ہے یا حرام، وہ چیزیں حلال ہیں۔ گھڑی کے چین کی حرمت کے بارے میں کوئی دلیل مجھے اب تک نہیں ملی ہے، اور نہ کسی صاحب نے کوئی دلیل ذکر کی ہے۔ اس لیے اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ نہ باندھا جائے۔ ہاں! جو علما چین باندھنے کو ناجائز کہتے ہیں اس کی بنا پر جو لوگ چین باندھتے ہیں وہ فاسق معلن ہیں، ان کو امام بنانا جائز نہیں۔ ان کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب، اگرچہ نماز میں چین نہ باندھتے ہوں۔ ان کی گواہی ناقابل قبول، ان کے اوپر وہ سارے احکامات نافذ، جو فاسقوں کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۴ھ۔

[۸۱-۸۲] نماز پڑھانے کے بعد بدخوابی کا علم ہو تو فوراً اعلان کرنا واجب ہے

مسئلہ ① چاندی کی دو انگوٹھی پہننا کیسا ہے؟ اور دو انگوٹھیاں پہن کر کوئی امام نماز پڑھائے تو نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

❷ ایک شخص پر غسل احتلام واجب تھا، اور اس نے نماز فجر پڑھائی پھر نماز جنازہ پڑھائی، دوپہر کو اسے اپنے کپڑوں پر منی کے نشانات دکھائی دیے، اس نے توبہ کی۔ تواب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح توبہ کرنے سے نماز ہوجاتی ہے؟ اور اس کے پیچھے جنھوں نے نماز پڑھی ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور نماز جنازہ بھی پڑھائی ہے۔ میت دفن ہوئے بہت دن گزر گئے ہیں۔ لہذا اب شرعی حکم کیا ہے؟

عبد القادر، کھتری چوک، بھوج، ضلع کچھ، گجرات۔

الجواب

(۱-۲) چاندی کی دو یا دو سے زائد انگوٹھیاں پہننا ناجائز و حرام ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

پوشیدن دو انگشتری و زیادہ بر اں مکروہ است۔ (۱)

دو یا اس سے زیادہ انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔

اور یہاں مکروہ سے مراد، مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی دلیل اس کے پہلے کا ارشاد ہے کہ فرمایا:

زیرا کہ اصل در ذہب وفِضّہ حرمت و کراہت است (۲)۔

کراہت کے ساتھ حرمت کا ذکر، دلیل ہے کہ کراہت سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔ جس کا ارتکاب گناہ ہے اور مرتکب فاسق معلن، اس لیے جو شخص دو یا دو سے زائد انگوٹھی پہنتا ہے وہ فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ، اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ کما فی الغنیہ والدر المختار

دوپہر کو جب اسے اس کا علم ہوا کہ مجھے بد خوابی ہوگئی تھی، تو اس پر واجب تھا کہ اسی دن فوراً اعلان کر دیتا کہ لوگ فجر کی نماز دوبارہ پڑھ لیتے، اور جنازے کی نماز قبر پر پڑھ لیتے، اس نے اعلان میں تاخیر کی، اس کی وجہ سے وہ گنہ گار ہوا، لیکن لاعلمی میں اس نے جو نماز پڑھائی، اس کا اس پر کچھ گناہ نہیں۔ البتہ بعد علم نماز کو پھر سے پڑھنا فرض ہے۔ اب جب کہ کافی دن گزر گئے تو قبر پر نماز جنازہ نہیں ہوسکتی، نماز جنازہ ساقط ہوگئی، البتہ اس حال میں جتنی فرض نمازیں پڑھائی ہیں ان سب کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی اس قسم کا

---

(۱)- اشعة اللمعات، جلد ثالث، صفحه ٥٦٢.

(۲)- اشعة اللمعات، جلد ثالث، صفحه ٥٦٢.

حادثہ پیش آگیا تھا، علم ہوتے ہی فوراً اعلان فرمادیا، تاخیر نہیں کی۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲ر محرم ۱۴۱۹ھ۔

[۸۳] ایک دو بار سنت چھوڑنے سے امام، فاسق معلن نہیں ہوتا

مسئلہ زید کہتا ہے امام صاحب سے کوئی سنت چھوٹ جائے تو اقتدا کرنے والوں کی نماز نہیں ہوگی۔ اور عمرو کہتا ہے کہ آج کے سارے عالم کو بھکاری سمجھتا ہوں۔ ان دونوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

محمد مقبول احمد رضوی، درگاہ ہانگل شریف، ضلع ہاویری، کرناٹک۔

الجواب

زید نے غلط کہا، کبھی ایک دو بار سنت چھوڑنے سے امام فاسق معلن نہیں ہوتا؛ کہ اس کی اقتدا صحیح نہ ہو۔ ہاں جو امام اس کا عادی ہو کہ بالقصد سنت مؤکدہ کو ترک کرے، وہ فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ اس کی پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔

عمرو نے بھی علما کی شان میں گستاخی کی، ہر عالم کو بھکاری سمجھنا اس کے دل کی بیماری ہے، ہوسکتا ہے کہ عمرو کا سابقہ، پیشہ ور واعظوں، پیروں اور مدارس دینیہ کے عام مدرسین سے پڑا ہو۔ اللہ کا فضل ہے کہ اب بھی ایسے علما ہیں کہ وہ مال دار تو مال دار، ارباب حکومت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ عمرو نے سارے علما کو کہا، اس لیے وہ توبہ کرے۔ ہر واعظ، ہر پیر، ہر مدرس، عالم نہیں۔ عالم جنھیں کہا جاتا ہے، ان سب کا عالم ہونا ضروری نہیں۔ شاید عمرو کی ملاقات کسی عالم سے نہیں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۷ر رجب ۱۴۱۸ھ۔

[۸۴] بہتر یہی ہے کہ جو فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے

مسئلہ یہ جائز ہے کہ ایک شخص عشا و وتر پڑھائے دوسرا تراویح۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشا و وتر کی امامت

---

(۱)- الموطا للإمام مالك، ج: ١، ص: ٤٩، رقم الحديث: ١١١، كتاب الطهارة، باب إعادة الجنب الصلاة وغسله إلخ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

نص الحديث هكذا:

عن زيد بن الصلت، أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب إلى الجرف، فنظر فإذا هو قد احتلم، وصلى ولم يغتسل، فقال: والله! ما أراني إلا قد احتلمت وما شعرت، وصليت وما اغتسلت، قال: فاغتسل وغسل ما رأى في ثوبه، ونضح ما لم يره وأذن وأقام. ثم صلى بعد ارتفاع الضحى. المشاهدي

کرتے تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی۔ (عالم گیری)

کیا امام صاحب کو شریعت اجازت دے سکتی ہے کہ رمضان شریف میں امام کی اجازت سے تراویح پڑھانے والا، وتر واجب پڑھائے۔ اس طرح کا عمل کرنے کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل، اس امام کے عمل کی اجازت دے سکتا ہے؟ ایس، ایم، مکان دار، بیل گام، کرناٹک۔

الجواب

بہتر یہی ہے کہ جو فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے؛ لیکن اگر دوسرے نے وتر پڑھا دیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۸ر شوال ۱۴۱۸ھ۔

[۸۵] مزار کو سجدہ کرنے والا فاسق معلن ہے

مسئلہ زید اپنے پیر کے مزار پر سجدہ کرتا ہے، روزانہ بعد نماز فجر اور جس وقت بھی جائے۔ اور امامت بھی کرتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

عبد الرزاق قادری، نیشنل انجینیرنگ ورکس، ریلوے روڈ، بلند شہر، یوپی۔

الجواب

اپنے پیر کے مزار کو سجدہ کرنے کی وجہ سے زید فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ کسی قبر یا کسی غیر خدا کو سجدہ کرنا اگرچہ بہ نیت تعظیم ہو، حرام یا گناہ ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے رسالہ مبارکہ "الزبدۃ الزکیۃ" میں ایک آیت اور چالیس احادیث اور سیکڑوں فقہاے کرام کے ارشادات سے ثابت فرمایا کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱ر مارچ ۱۹۹۸ء۔

[۸۶-۹۰] داڑھی مونڈنے کی اجرت، مالِ حرام ہے اور ایسے کو امام بنانا گناہ

مسئلہ ❶ مسلمان اگر مسلمان کی داڑھی مونڈے، تو داڑھی مونڈنے والے کے لیے حکم شرع کیا ہے؟

❷ داڑھی مونڈنے کے ذریعہ کمائی ہوئی رقم کے متعلق کیا حکم ہے؟

۳ جو مسلمان، مسلمان کی داڑھی مونڈتا ہے اس سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟

۴ اگر داڑھی مونڈنے والا شخص امامت کے فرائض انجام دے تو اس کی امامت کے متعلق کیا حکم شرع ہے؟ اور ایسے امام کے پیچھے ادا کی ہوئی نمازوں کے لیے کیا حکم ہے؟

۵ اگر داڑھی مونڈنے والا شخص بچوں کے ختنے بھی کرتا ہو تو اس کے ذریعہ کیے ہوئے ختنوں کی شرعی حقیقت کیا ہے؟

محمد نبیہ بروزی، شاہ جہاں پور، یوپی۔

الجواب

۱ گنہ گار، فاسق معلن ہے۔ کیوں کہ جیسے داڑھی منڈوانا حرام، ویسے ہی کسی مسلمان کی داڑھی مونڈنا بھی حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ داڑھی مونڈنے کے اجرت، مالِ حرام ہے۔ اسے اپنے پاس رکھنا، اپنے اوپر خرچ کرنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ اصل حکم یہی ہے کہ فاسق معلن سے میل جول حرام، لیکن اس زمانے میں دینی مصلحت کے اعتبار سے اجازت ہے۔ انھیں چھوڑ دیا جائے گا تو ان کے گمراہ، بددین ہونے کا خطرہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴ داڑھی مونڈنے والا چوں کہ فاسق معلن ہے، اس لیے اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

۵ داڑھی مونڈنے والے کا کیا ہوا ختنہ صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳؍ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ۔

[۹۱] فحش اور حرام مزاح، جائز نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

اگر کوئی امام مسجد میں اپنے مقتدیوں کے سامنے ایک مقتدی سے فحش باتیں اس طرح کرے کہ: اے فلاں! تمھاری شادی کے بعد تمھاری بیوی کے ناف کا اوپری حصہ تمھارا ہوگا، اور زیر ناف والا حصہ ہمارا ہوگا۔ تو کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ کیا ایسا شخص قابل امامت ہے؟ کیا اس نے خدا خانہ کی توہین نہیں کی؟

جناب ڈاکٹر محمد اسرافیل صاحب، مقام وپوسٹ کرمبر، ضلع بلیا، یوپی۔
۲۱ر ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ۔

الجواب

ایسا مزاح جو فحش بھی ہو اور حرام بھی ہو، جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

المؤمن ليس بفحاش "(۱)".

امام نے ضرور گناہ کیا، وہ بھی مسجد میں۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ لیکن اتنی سی بات سے اس کے پیچھے نماز ناجائز و گناہ نہیں ہوگی۔ نماز درست ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۹۲] کیا بے نمازی، سور سے بھی بدتر ہے

مسئلہ ہمارے یہاں کے امام صاحب نے جمعے کے روز دوران تقریر نمازیوں کے سلسلے میں یہ کہا: "بے نمازی آدمی سور سے بھی بدتر ہے"۔ مذکورہ جملے پر عوام نے جب حوالہ طلب کیا تو کوئی حوالہ نہ دے کر، انھوں نے یہ کہا کہ: بے نمازی کسی کے نزدیک سور سے بدتر ہو یا نہ ہو، میرے نزدیک ہے۔ چند جمعوں کے بعد امام صاحب نے اپنے قول کی حمایت میں ایک محصل کو تقریر کرنے کو کہا۔ انھوں نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ کہا کہ: "اگر اللہ تعالیٰ خنزیر سے بھی بدتر کوئی جانور پیدا کرتا تو ہم بے نمازی کو اس جانور سے بھی بدتر مانتے۔ دلیل یہ پیش کیا کہ اگر طباق میں کھانا رکھا ہو، اور خنزیر نے اس کھانے میں منھ لگا دیا تو آپ وہ کھانا دوسری طرف سے کھا سکتے ہیں، اگر دل چاہے، لیکن اگر کسی بے نمازی نے کھانا چھو دیا تو وہ کھانا حرام ہو جائے گا۔"

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں درست ہیں، یا نہیں؟ حوالہ سے مزین فرمائیں۔ اگر غیر درست ہیں تو اس صورت میں امام مذکور اور محصل کے لیے کیا حکم ہے؟

مولوی محمد خلیل الرحمٰن، نیاز احمد، گلشن نگر، گاندھی واڑی، عمر گاؤں، بلساڑ، گجرات۔

الجواب

امام کو ایسی سخت بات ہرگز نہیں کہنی چاہیے، جس سے لوگ بھڑک جائیں۔ حدیث میں ہے:

---

(۱)- لم أجده بهذا اللفظ، وفي مسند أحمد بن حنبل: الْمُؤمِنُ لَيْسَ بِالطَّعَّانِ، وَلاَ الْفَاحِشِ الخ، ج: ١، ص: ٤١٦، رقم الحديث: ٣٩٤٨، مؤسسة قرطبة، القاهرة.

بَشِّرُوا، وَلاَ تُنَفِّرُوا[1].

لوگوں کو خوش خبری سناؤ، نفرت نہ دلاؤ۔

لیکن امام کے قول کی تاویل ہو سکتی ہے۔ خنزیر جہنم کا مستحق نہیں، مگر بے نمازی جہنم کا مستحق ہے۔ خنزیر کے بارے میں حدیث وارد نہیں، مگر بے نمازی کے بارے میں وارد ہے: فقد کفر، خنزیر کو کسی امام یا مجتہد نے کافر نہیں کہا، مگر بے نمازی کو بہت سے ائمہ نے کافر کہا۔ مسلمانوں پر اللہ رحم فرمائے، گناہ کرتے ہیں، اس پر شرمائیں گے کیا، تنبیہ کرنے والوں کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ البتہ محصل نے جو بات کہی وہ بالکل غلط ہے، بے نمازی بہت بڑا گنہ گار ہے، شرابی، جواری، سود خور، زانی سے بڑھ کر گنہ گار ہے، مگر نجس نہیں۔ کہ اگر طباق پر ہاتھ رکھ دے تو طباق کا سب کھانا حرام ہو جائے۔ اس محصل پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۶ر محرم ۱۴۱۹ھ۔

[۹۳] فاسق معلن کی اذان واقامت مکروہ ہے، البتہ اقامت کا اعادہ نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

داڑھی منڈانے والے کی اذان اور اس کی تکبیر اور اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

وصی محمد، چھوٹی مسجد، سلی گوڑی، دار جلنگ، مغربی بنگال۔

الجواب

داڑھی مونڈنے اور منڈانے والا فاسق معلن ہے۔ در مختار میں ہے:

يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ[2].

فاسق معلن کی اذان مکروہ ہے، اعادہ کا حکم ہے۔ اس لیے کہ اذان امور دینیہ میں سے ہے اور اس [فاسق معلن] کی خبر امور دینیہ میں معتبر نہیں ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

قَولُ الفاسِقِ فِي الدِّيانَاتِ غَيرُ مَقْبُولٍ[3].

تنویر الابصار وعالم گیری میں ہے: وَ يُكْرَهُ أَذَانُ الْفَاسِقِ[4].

---

(۱)- صَحِيحُ البُخَارِي، ج: ۱، ص: ۱٦، كتاب العلم، باب ماكان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة، رقم الحديث: ٦٧، مَجْلِسُ الْبَرَكَات، الجَامِعَةُ الأَشْرَفِيه، مُبَارَك پور.

(۲)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱٤٧، ۱٤٨، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۳)- فتح القدير، ج: ۲، ص: ۳۲۲.

(۴)- الفتاوى الهندية، ج: ۲، ص: ۲۸٤، كتاب الصلاة، الفصل الأول في صفة الأذان، كوئٹه، پاكستان.

بحرالرائق میں ہے:

لكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِي: اعْلَمْ أَنَّ إعَادَةَ أَذَانِ الْجُنُبِ وَالْمَرْأَةِ وَالْمَجْنُونِ وَالسَّكْرَانِ وَالصَّبِيِّ وَالْفَاجِرِ وَالرَّاكِبِ وَالْقَاعِدِ وَالْمَاشِي وَالْمُنْحَرِفِ عَنْ الْقِبْلَةِ وَاجِبَةٌ ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُعْتَدٍّ بِهِ. وَقِيلَ: مُسْتَحَبَّةٌ ؛ فَإِنَّهُ مُعْتَدٌّ بِهِ، إلَّا أَنَّهُ نَاقِصٌ، وَهُوَ الْأَصَحُّ، كَمَا فِي التُّمُرْتَاشِيِّ (1).

اسی میں ہے:

وَ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَصِحَّ أَذَانُ الْفَاسِقِ بِالنِّسْبَةِ إلَى قَبُولِ خَبَرِهِ وَالِاعْتِمَادِ عَلَيْهِ ؛ لِمَا قَدَّمْنَاهُ مِنْ أَنَّهُ لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ (2).

اس کو امام بنانا گناہ و حرام ہے۔ غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلَى أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ (3).

اور نماز مکروہ واجب الاعادہ ہوگی۔

در مختار میں ہے:

كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ تَجِبُ إعَادَتُهَا (4).

اور اگر خود پڑھ رہا ہے تو اس کی نماز ہو جائے گی، اس لیے کہ یہ مفسدِ صلاۃ سے نہیں۔ البتہ اقامت کا اعادہ نہیں، اگرچہ مکروہ ہے۔ اس لیے کہ اقامت کی تکرار مشروع نہیں ہے۔ بہ خلاف اذان کے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

يكره أذان الفاسق ؛ لأن خبره لا يقبل في الديانات، و يستحب إعادة الأذان ؛ لأن تكراره مشروع كما في الجمعة، دون الإقامة (5)۔ والله تعالیٰ اعلم.

۱۷/ جمادی الآخرہ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱)- البحر الرائق، ج: ۳، ص: ٤٤، کتاب الصلاۃ، باب الأذان.

(۲)- البحر الرائق، ج: ۳، ص: ٤١، کتاب الصلاۃ، باب الأذان.

(۳)- غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۵۱۳، فصل فی الإمامۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور.

(۴)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱٤۷، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان.

(۵)- مراقی الفلاح، ج: ۱، ص: ۸۰، کتاب الصلاۃ، باب الأذان.

[۹۴] تیجہ، چالیسواں پڑھنے پر معاوضہ لینا دینا حرام ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلۂ ذیل میں کہ:

جو امام یا مؤذن میت کا چالیسواں پڑھتے ہیں اور اس کا معاوضہ روپے، کپڑے، برتن وغیرہ ملنے پر لیتے ہیں، اور اپنے بچوں کے استعمال میں صرف کرتے ہیں جب کہ وہ مستحق معاوضہ نہیں، تو کیا ایسے امام کی امامت یا مؤذن کی اذان درست ہے؟ اور سامان کو وہ اپنے یا اپنے گھر کے صرفہ میں لا سکتے ہیں؟

قاری محمد اسماعیل، چوک بازار، فتح پور سیٹی، یوپی۔

۷/ ذو قعدہ ۱۴۰۳ا۔

الجواب

تیجہ، چالیسواں پڑھنے پر (طے کر کے) کوئی معاوضہ لینا دینا حرام ہے۔ لیکن اگر کسی نے تیجہ، چالیسواں پڑھا، اور کسی نے بخوشی بغیر طلب دے دیا، تو یہ جائز ہے۔ اور مسلمانوں میں یہی رائج ہے کہ لوگ از خود بخوشی تیجہ، چالیسویں کے شرکا کو کچھ نذر کر دیتے ہیں۔ اس تقدیر پر نہ امام پر کوئی الزام ہے نہ مؤذن پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۹۵] جہاں تک ہو سکے مسلمان کے فعل کو اچھے محمل پر محمول کرنا واجب ہے

مسئلہ امام صاحب کا لڑکا چوری کرتا ہے، عوام بھی جانتے ہیں، اور امام صاحب بھی۔ خود امام صاحب بھی اس چوری کے فروخت کردہ سامان کی قیمت سے کھاتے ہیں۔ ایسے امام صاحب کی اقتدا میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

محمد عبد القادر، مدرسہ غوثیہ، دھام نگر، بالاسور، اڑیسہ۔

الجواب

اگر امام صاحب اپنے لڑکے کی چوری پر راضی ہیں تو وہ بھی گناہ میں اس کے شریک ہیں۔ ارشاد ہے:

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (۱)۔

اور جب امام صاحب خود بھی تنخواہ پاتے ہیں تو ان پر یہ الزام رکھنا کہ وہ چوری کا مال کھاتے ہیں، صحیح نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی کمائی کے پیسوں پر گزارا کرتے ہوں۔ مسلمان کے ساتھ بدگمانی حرام ہے اور اس کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب، اور جہاں تک ہو سکے اس کے ہر فعل کو اچھے محمل پر محمول کرنا واجب۔ اور اگر اپنے بیٹے کی

---

(۱)- سُورَۃُ النِّسَآء- الآیۃ: ١٤٠.

چوری پر راضی نہیں اسے ناپسند کرتے ہیں تو بیٹے کی چوری سے انھیں الزام دینا غلط ہے۔ قرآن مجید میں ہے:
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[1]۔ ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں لادا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۹۶] محرمات شرعیہ پر مشتمل شادیوں میں نکاح پڑھانے والا فاسق معلن ہے

مسئلہ جماعت اصلاح قوم مسلم سنبھل نے اصلاحِ عوام و خواص مسلمین کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے، مقصد قوم میں در آئی برائیوں کو دور کرنا ہے۔ فی الحال عقد نکاح کی تقریبات میں باجا، گانا، بھانگڑا وغیرہ پر کنٹرول کر لیا ہے۔ مقامی علمائے کرام بھی اپنا تعاون دے رہے ہیں، البتہ بعض نکاح خواں علما نفس نکاح ہونے کی آڑ میں اور اپنے نذرانے کی لالچ میں اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ جب کہ جماعت کا کہنا ہے کہ نکاح پڑھانا فرض عین، فرض کفایہ، یا واجب تو نہیں، آپ کے نہ جانے سے برات میں غیر شرعی امور کی رسم ختم ہوتی ہے، جیسا کہ اکثر جگہ براتوں میں باجا وغیرہ بند ہی ہو گیا۔

واضح رہے کہ ان علما کا باجے کی حرمت میں یا عوام و خواص کی شرکت کے ناجائز ہونے میں اختلاف نہیں۔ قاضی شرکت کو جائز نہیں سمجھتا، بلکہ اپنے نذرانے کی وجہ سے نکاح پڑھا دینا چاہتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ ایسے قاضی عالم کا شرعی حکم کیا ہے؟ بے رو رعایت حق بات صاف صاف تحریر فرمائیں کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی، یا بلا کراہت جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

مولوی محمد نسیم، ضمیر حسین، جماعت اصلاح قوم مسلم، سنبھل، ضلع مراد آباد، یوپی۔

الجواب

جس شادی میں باجا، بھانگڑا، ناچ، ڈانس، شراب نوشی وغیرہ بے حیائی کی باتیں ہوں اس میں شرکت، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں، خصوصًا علما، حفاظ، ائمۂ مساجد کو۔ اگر چہ ایسے وقت جائے کہ کوئی ممنوع شرعی وہاں نہ ہو، خصوصًا ایسی صورت میں جب کہ مسلمانوں کی ایک تنظیم نے ان حرام اور فواحش کو ختم کرنے کے لیے یہ تحریک چلا رکھی ہے کہ شادیوں میں یہ محرمات نہ ہونے چاہیے۔ اور جن شادیوں میں یہ

---

(1)- سورة الأنعام-الآية: ١٦٤.

محرمات ہوں، ان میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو۔ مسلمانوں کی اس تجویز کے بعد جو بھی ایسی شادی میں شرکت کرے، جس میں کسی حرام کا ارتکاب ہو وہ فاسق معلن ہے، اگر چہ ایسے وقت شرکت کرے جب یہ چیزیں بند ہوں، اگر چہ نکاح پڑھانے کے لیے جائے۔

اولاً: اس لیے کہ سوادِ اعظم اور مسلمانوں کی جماعت سے اختلاف اور بغاوت ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا:

اتَّبِعُوا السَّوَادَ الأَعْظَمِ ؛ فَإِنَّ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ [۱].

سوادِ اعظم کی پیروی کرو؛ اس لیے کہ جو سوادِ اعظم سے الگ ہوا، وہ جہنم میں گیا۔

ثانیاً: اس لیے کہ ہر مسلمان پر بقدرِ وسعت حرام کے ارتکاب کو روکنا واجب ہے۔ ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [۲]۔

ضرور تم میں کچھ لوگ ایسے ہونے چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کا حکم کریں، برائی سے روکیں۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ [۳].

جو مسلمان کوئی بری بات دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ ہاتھ سے روکے، اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اسے دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جتنی اسے استطاعت ہو، برائیوں کو روکے۔ اور ظاہر ہے کہ اتنی استطاعت ہر مسلمان کو ہے کہ ایسی شادیوں میں شرکت نہ کرے۔ اگر حریص، لالچی مُلّے، نکاح پڑھانے نہ جائیں تو یہ طے ہے کہ بڑے سے بڑا مغرور بھی شادیوں میں محرمات اور فواحش نہ لائے۔ جو لوگ جماعت کی پابندی کے باوجود نکاح پڑھانے جاتے ہیں وہ ارشاد رسول کی خلاف ورزی کی وجہ سے فاسق معلن ہیں۔

ثالثاً: یہ اِعانت علی الاثم [گناہ پر مدد] بھی ہے، نیز مسلمانوں میں انتشار پھیلانا بھی ہے، اس لیے بھی یہ

---

(۱)- مشکاۃ المصابیح، ص: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مَجْلِسُ الْبَرَكَات، الجَامِعَةُ الأَشْرَفِيه، مُبَارَك پُور.

(۲)- سورۃ آل عمران، الآیۃ: ۱۰٤.

(۳)- الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۱، باب کون النهی عن المنکر من الایمان، مَجْلِسُ الْبَرَكَات، الجَامِعَةُ الأَشْرَفِيه.

لوگ فاسق معلن ہیں۔ ارشاد ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (1)۔

گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

جن شادیوں میں محرمات شرعیہ ہوں، وہاں نکاح پڑھانے کے لیے جانے والے ایک نہیں تین تین وجہ سے فاسق معلن ہیں، توان لوگوں کو امام بنانا گناہ، ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، جتنی نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، سب کا اعادہ واجب۔ غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلَىٰ أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ (2).

در مختار میں ہے:

كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا (3). واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

۱۰ر صفر ۱۴۱۱ھ۔

[۹۷] مسلمانوں کے دشمن اور فسادی لیڈر کا استقبال کرنے والا، بد ترین فاسق معلن ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

شہر خلیل آباد میں بی جے پی کے ایم پی کے اشارے پر ان کے حامی مسجد کے ایک مینار کو شہید کرنے کے بعد دوسرے مینار کو شہید کر رہے تھے، اچانک مسلمانوں کو اطلاع ملی، کشیدگی، بے چینی، غم و غصہ اور جوش انتقام میں سب بھر گئے۔ افسران نے پولس کو ہر طرف تعنیات کر کے کرفیو اور دفعہ ۱۴۴ر نافذ کر دیا۔ اس دن اسی ایم پی کی ایک جگہ آمد ہوئی، ایک حافظ صاحب جو امام ہیں، نے اس کا استقبال کیا، آداب و پرنام کے ساتھ اس اسٹیج پر غزل وغیرہ بھی پڑھی، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں ان کی طرف سے دلی نفرت پیدا ہوگئی ہے۔ معلوم کرنے پر انھوں نے بتایا کہ میرا خاص کام اور مطلب تھا، اس لیے میں نے یہ قدم اٹھایا۔

---

(۱)- سورة المائدة۔الآية : ۲.

(۲)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ۵۱۳، فصل في الإمامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۳)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱۴۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

کیاان کے پیچھے نماز درست ہے ؟اور وہ رکھنے کے قابل ہیں یابر طرف کر دیا جائے کہ وہ مطلب اور مفاد پرست ہیں ؟کرم فرما کر جواب سے مستفیض فرمائیں۔

سید محمد عیسیٰ رضوی، مدرسہ عربیہ عرفان العلوم، اترولیا، پوسٹ یولی، ضلع بستی، یوپی۔

۲۶/ اپریل ۱۹۹۹ء۔

الجواب

مسلمانوں کے اس دشمن فسادی ایم پی کے استقبال اور اس کے اسٹیج پر جاکر نظم پڑھنے کی وجہ سے یہ حافظ بدترین فاسق معلن ہوگیا۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس حافظ کو امامت سے فوراً الگ کریں، اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ اور جس دن اس نے مسلمانوں کے اس دشمن ایم پی کا استقبال کیا، اور اس کے جلسے میں یہ حافظ شریک ہوا، اس دن اس وقت سے اب تک اس حافظ کے پیچھے جن جن لوگوں نے جتنی نمازیں پڑھی ہیں، سب کو دہرائیں۔ غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلَى أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ [1].

در مختار میں ہے:

كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيْمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا [2]. واللہ تعالیٰ اعلم.

۲۳/ محرم ۱۴۲۰ھ۔

[۹۸] کرکٹ کھیلنے والے کو امام بنانا

مسئلہ کرکٹ کھیلنے والے کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟

عبد الخالق، پلاس گاچھی، پیار پور، راج محل، صاحب گنج، بہار۔

الجواب

کرکٹ یا اور کوئی کھیل بہ نیت ورزش کھیلنا جائز ہے۔ اور عام طور پر جس طرح لوگ کھیلتے ہیں جس میں ہار جیت ہوتی ہے، جیتنے والا تالیاں بجاتا ہے، ناچتا ہے، شور مچاتا ہے، یہ حرام و گناہ ہے۔ اور اس طرح کرکٹ کھیلنے والا فاسق معلن، اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ۵۱۳، فصل في الإمامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۲)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱۴۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

[۹۹] تصویریں کھنچوانے اور ویڈیو اور ٹیلی ویژن دیکھنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ: بالقصد شہرت اور ناموری کے لیے تصویر کھنچوانا یا کھینچنا، چھوٹی یا بڑی، جائز ہے یا ناجائز؟ جو لوگ تصویر کھنچواتے ہیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟

جو لوگ بالقصد ویڈیو، ٹی وی دیکھتے ہیں بلکہ ٹی وی اور ویڈیو دیکھنا جائز قرار دیتے ہوں، ایسے لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ ایسے لوگوں سے بیعت ہونا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر کوئی بیعت ہو چکا ہو تو اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ خاص بات یہ ہے کہ ویڈیو اور ٹی وی دیکھنا شرعا جائز ہے یا نہیں؟

من جانب اراکین مسجد اعظم، نرس راج پیٹ، داد نگرہ، کرناٹک۔

الجواب

جو لوگ تصویریں کھنچواتے ہوں وہ فاسق معلن ہیں، انھیں امام بنانا جائز نہیں، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، یعنی جتنی نمازیں پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھی جائیں۔

ویڈیو اور ٹیلی ویژن [دیکھنے] میں تفصیل ہے۔ اصل میں جس چیز کا دیکھنا سننا جائز ہے، ویڈیو اور ٹیلی ویژن میں بھی اس کا دیکھنا جائز ہے، مثلاً مرد کا عکس، یا مرد کی تقریر سننا۔ اور اصل میں جن کا دیکھنا ناجائز ہے، ویڈیو اور ٹیلی ویژن میں بھی ان کا دیکھنا سننا ناجائز۔ اسی طرح جو علما صرف جائز پروگرام دیکھتے ہیں، ان پر بھی کوئی الزام نہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان سے مرید ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کوئی دوسری صورت کو بھی جائز کہتا ہو اور دوسرے قسم کے مناظر دیکھتا ہو، تو وہ فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، اس سے مرید ہونا جائز نہیں۔

البتہ یہ خادم ٹیلی ویژن گھر میں رکھنے کو جائز نہیں جانتا۔ اس لیے کہ لوگ ٹیلی ویژن پر زیادہ تر، اتنے زیادہ کہ کل کے حکم میں ہے، ناجائز پروگرام ہی دیکھتے ہیں، اور ٹیلی ویژن اسٹیشنوں سے غالب اکثر ناجائز پروگرام ہی نشر ہوتے ہیں۔ بہت سے ایسے پروگرام ہیں جو حقیقت میں ناجائز ہیں مگر لوگ اسے ناجائز نہیں سمجھتے، بے محابہ دیکھتے ہیں۔ مثلاً عورت کی تقریر، کھیل کے سین، حج کی ویڈیو کیسیٹ، جس میں عورتوں کو حج

کرتے ہوئے بے پردہ دکھایا گیا ہے، بال کھول کر احرام کے لیے بال کٹاتے دکھایا گیا ہے، یہ سب ناجائز سین ہے، مگر "حج ویڈیو کیسیٹ" میں یہ سب موجود ہے۔ لوگ اسے بہت شوق سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ بہت سے احمق اسے باعث ثواب جانتے ہیں، تو چوں کہ گھر میں رکھنا باعتبار اغلب واکثر حرام میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہے، اس لیے اس کا رکھنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۰۰-۱۰۲] جو شخص نماز کا پابند نہ ہو وہ فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ

مسئلہ ❶ قاضی شہر ہونے کے لیے کیا شرائط ہیں؟ جو شخص نماز پنج گانہ نہ پڑھتا ہو، ایسے شخص کا قاضی و خطیب ہونا جائز ہے یا ناجائز؟

❷ جو شخص داڑھی منڈوائے کیا وہ قاضی شہر ہو سکتا ہے؟

❸ جس شخص نے اپنے چھوٹے بھائی کی شادی میں سڑک پر عین مسجد کے سامنے پوری رات طوائفوں کا ناچ کروایا ہو، کیا ایسا شخص قاضی و خطیب ہو سکتا ہے۔ اور اسے اس کے عہدے سے فوراً معزول کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ ایسے شخص کی حمایت کریں، ان کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ اور جن لوگوں نے ایسے شخص کو قاضی اور خطیب بنوایا ہے، ان کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟

ریاض خان، نیو کلاتھ مرچنٹ، آکولہ۔ ۴۴۴۰۱، مہاراشٹر۔

الجواب

❶-❷-❸ عام طور سے قاضی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو نکاح پڑھانے کے لیے متعین کر دیا جاتا ہے۔ نکاح خواں ہر سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہو سکتا ہے، خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس کے لیے عالم یا دین دار ہونا شرط نہیں بلکہ مسلمان ہونا بھی شرط نہیں۔ ایک ہندو بھی اس معنی کر کے قاضی ہو سکتا ہے؛ اس لیے کہ نکاح خواں وکیل ہوتا ہے، وکیل ہونے کے لیے مسلمان ہونا شرط نہیں۔

ہاں کہیں کہیں جو قاضی نامزد ہوتا ہے، وہ جمعہ و عیدین بھی پڑھاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اس کا سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہونا شرط ہے۔ ساتھ ہی ساتھ صحیح طریقے سے طہارت کرنے والا ہونا، قرآن مجید صحیح

پڑھنے والا ہونا، نماز صحیح طریقے سے پڑھنے والا ہونا، فاسق معلن نہ ہونا شرط ہے۔ اس عہدے پر کسی فاسق معلن کو مقرر کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ کما في الغنية والدر المختار.

جو شخص پابندی سے نماز نہ پڑھتا ہو وہ فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ۔ جو شخص اپنے بھائی یا کسی کی شادی میں طوائف کا ناچ کرائے وہ فاسق معلن ہے، اسی طرح جو طوائف کی ناچ کی حمایت کریں وہ بھی فاسق معلن ہیں۔ جن لوگوں نے ایسے فاسق معلن کو صرف نکاح پڑھانے کے لیے قاضی مقرر کیا ان پر کوئی خاص الزام نہیں، اور اگر نماز پڑھانے کے لیے بھی مقرر کیا تو وہ سب گنہ گار ہیں۔ اور ہر ایک ہزاروں گناہ کے مستحق۔ جتنے لوگ اس فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھیں گے ان پر اپنا اپنا گناہ ہوگا، اور سب کے برابر امام پر، اور امام و مقتدیوں کے مجموعے کے برابر ان مقرر کرنے والوں پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶/ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ۔

[۱۰۳]　تاجر امام ہو سکتا ہے

مسئلہ اگر کوئی حافظ یا عالم روز گار کرتا ہے اور اپنا زیادہ وقت اپنی دکان پر گزارتا ہے تو وہ کسی مسجد کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

ابوالخیر، مسلم نگر، ڈالٹن گنج، پلاموں، بہار۔ ۸۲۲۱۰۱۔

الجواب

بلا شبہہ یہ شخص امام ہو سکتا ہے، تجارت کرنا حرام و گناہ نہیں؛ بلکہ ایک قول کی بنا پر سب سے افضل کسب [کمائی] ہے۔ حدیث میں ہے:

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ [1].

امانت دار، سچا تجارت کرنے والا انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶/ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ۔

---

(۱)- جامع الترمذي، ج: ۱، ص: ۱٤٥، كتاب البيوع، باب ما جاء في التجار وتسمية النبي ﷺ إياهم، مجلس بركات الجامعة الأشرفيه، مبارك پور.

[۱۰۴] بالقصد قرآن مجید کو الٹی ترتیب سے پڑھنے والا فاسق معلن ہے

مسئلہ بکر اپنے آپ کو حافظ قرآن کہتا ہے، اور الٹا قرآن سنایا، مثلاً تیسواں پارہ ایسے اترتے ہوئے پہلے پارہ میں ختم کیا، اور بکر جھوٹ بھی بہت بولتا ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے؟

حافظ عبد الرشید صاحب، پیش امام جامع مسجد داد نگری۔
۱۲/ر جمادی الآخرہ ۱۴۰۸ھ۔

الجواب

جو بالقصد قرآن مجید کو الٹی ترتیب سے پڑھے وہ فاسق معلن ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ:
یہ شخص اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا دل الٹ دے۔

جھوٹ بولنا بھی حرام و گناہ ہے، اس کی وجہ سے بھی زید فاسق معلن ہوا، اسے امام بنانا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اگر کوئی امام قرآن مجید الٹا پڑھے تو مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً اسے ٹوک دیں، اور اگر نہ مانے الٹا ہی پڑھے تو مقتدیوں کو یہ جائز نہیں کہ سنیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۰۵] قرآن مجید صحیح پڑھنے کو غلط بتانا قریب قریب کفر ہے

مسئلہ زید حافظ و قاری ہے، وہ جامع مسجد کے پیش امام کے پیچھے قریب بیس سال سے نماز پڑھتا چلا آرہا ہے، مگر آج مقتدیوں کے روبرو بیان کیا کہ امام صاحب غلط پڑھتے ہیں، مقتدیوں میں سے ایک شخص نے زید سے کہا کہ بیس سال سے آپ نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں مگر اب تک اسے کیوں ظاہر نہیں کیا۔ بتایا جائے کہ اس زید کا کیا حکم ہے؟

علی محمد انصاری، محلہ اودن پورہ، پوسٹ کالپی شریف، ضلع جالون، یوپی۔

الجواب

اگر واقعی امام جامع مسجد قرآن مجید غلط پڑھتا ہے جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور یہ قاری اسے جانتا تھا اور بیس سال تک خاموش رہا تو یقیناً یہ بہت بڑا مجرم ہے اور بدترین فاسق، گمراہ اور شیطان۔ اس لیے کہ یہ قرآن غلط سنتا رہا اور خاموش رہا، لوگوں کی نمازیں فاسد ہوتی رہیں اور یہ خاموش رہا۔ لیکن اگر امام صحیح پڑھتا ہے اور یہ قاری کسی وجہ سے یہ کہہ رہا ہے کہ امام غلط پڑھ رہا ہے تو بھی بہت بڑا مجرم ہے، قرآن مجید

کو صحیح پڑھنے کو غلط بتانا قریب قریب کفر ہے۔ کسی متدین عالم سے تحقیق کرالی جائے اور اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲/ ذو قعدہ ۱۴۱۳ھ۔

[۱۰۶] جھاڑ پھونک کرنے والے کی امامت کا مسئلہ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید امام مسجد ہے، مگر پیشہ سے جھاڑ پھونک کرتا ہے، جس میں کچھ آدمی اس کے مقرر ہیں جن پر اس کا دانو، شیطان، جس کو موکل کہا کرتے ہیں، سوار ہوا کرتا ہے، اور اسی کے ذریعہ جو کچھ کہنا ہوتا ہے، وہ موکل اٹھا پٹک کرتا ہے، جس سے عورتوں مردوں کا جمگھٹا لگتا ہے۔

عرض کرنا ہے کہ امام صاحب کا ایسے پیشہ کو اختیار کرنا اور عورتوں کو جمع کرنا اس کے باوجود امامت کرنا کیا جائز ہے؟ اور مقتدیوں کی نماز ان کے پیچھے صحیح ہو جائے گی؟

انجمن اہل سنت، انصار نگر، رانی پور، پوسٹ بند نوار، ضلع گڈا، بہار۔

۳/ اگست ۱۹۹۹ء۔

الجواب

اس میں کوئی حرج نہیں کہ بہ نیت نفعِ مسلمین، قرآن مجید اور احادیثِ کریمہ اور ارشاداتِ علما سے ثابت شدہ دعاؤں کے ذریعہ جھاڑ پھونک کیا جائے، اور اس پر اجرت لی جائے۔ صحابہ کرام نے سفر کی حالت میں ایک دفعہ جھاڑ پھونک پر اجرت لی، مدینہ طیبہ واپس آکر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا، تو حضور نے اسے جائز رکھا، بلکہ غایت کرم سے فرمایا: اگر اس میں سے کچھ ہو تو مجھے بھی لاؤ[1]۔ لیکن سوال میں جو جھاڑ

---

(۱)- صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۲۷۶، کتاب الإجارۃ، باب ما یعطی فی الرقیۃ فی احیاء العرب. ونص الحدیث هکذا:
عن أبي سعيد، رضي الله عنه، قال انطلق نفر من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في سفرة سافروها حتى نزلوا على حي من أحياء العرب فاستضافوهم فأبوا أن يضيفوهم فلدغ سيد ذلك الحي فسعوا له بكل شيء لا ينفعه شيء فقال بعضهم لو أتيتم هؤلاء الرهط الذين نزلوا لعله أن يكون عند بعضهم شيء فأتوهم فقالوا يا أيها الرهط إن سيدنا لدغ وسعينا له بكل شيء لا ينفعه فهل عند أحد منكم من شيء فقال بعضهم نعم والله إني لأرقي ولكن والله لقد استضفناكم فلم تضيفونا فما أنا براق لكم حتى تجعلوا لنا جعلا فصالحوهم على قطيع من الغنم فانطلق يتفل عليه ويقرأ {الحمد لله رب العالمين} فكأنما نشط من عقال فانطلق يمشي وما به قلبة قال فأوفوهم جعلهم الذي صالحوهم عليه فقال بعضهم اقسموا فقال الذي رقى لا تفعلوا حتى نأتي النبي صلى الله عليه وسلم فنذكر له الذي كان فننظر ما يأمرنا فقدموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكروا له فقال وما يدريك أنها رقية، ثم قال - قد أصبتم اقسموا واضربوا لي معكم سهما.

پھونک کا طریقہ درج ہے، وہ مشتبہ ہے امام کو اس سے بچنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ۔

[۱۰۷] ڈاکٹر اور کاشت کار کی امامت میں کوئی حرج نہیں

مسئلہ بکر اپنے گاؤں کا مکھیا اور علاقے کا معتبر آدمی ہے اور پیشہ ڈاکٹری کا کرتا ہے، احکام شرعیہ کا پابند اور مسائل دینیہ سے واقفیت بھی رکھتا ہے، داڑھی حد شرع اور وضع قطع بھی اسلامی ہے، اور عقیدۃً خالص سنی ہے تو اس کی اقتدا میں نماز صحیح ہے یا نہیں؟ جو لوگ یہ جان کر کہ بکر کا پیشہ کاشت کاری و ڈاکٹری ہے، اس کی اقتدا کریں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور وہ نماز بھی فی سبیل اللہ پڑھاتا ہے۔

ڈاکٹر علی امام قادری، شیخ بیگہ، سون نگر، اورنگ آباد، بہار۔

الجواب

زید کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ ڈاکٹری و کاشت کاری کی وجہ سے امامت میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ جو لوگ اعتراض کرتے ہیں، غلط کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۰۸] دلالی کا پیشہ جائز ہے

مسئلہ زاہد مسجد کا امام ہے، لیکن امامت کے ساتھ ساتھ دلالی بھی کرتا ہے، چاہے کسی بھی چیز کی ہو۔ عوام کا کہنا ہے کہ دلالی میں زیادہ تر جھوٹ بولا جاتا ہے چوں کہ بات منوانی رہتی ہے اور زاہد دلال ہے اور دلال جھوٹا ہوتا ہے اور جھوٹے کے پیچھے نماز نہیں۔ کیا زاہد، دلالی کے ساتھ ساتھ امامت کر سکتا ہے؟

غلام رسول، شانتی پورہ، احمد آباد، گجرات۔

الجواب

دلالی کا پیشہ جائز ہے۔ اور مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب۔ زاہد امامت کرتا ہے، اس کے ساتھ حسن ظن یہی ہے کہ وہ نہ کسی کو فریب دیتا ہوگا، نہ جھوٹ بولتا ہوگا۔ بلا ثبوت کسی مسلمان کی طرف گناہ کی نسبت جائز نہیں۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ زاہد بھی دوسرے دلالوں کی طرح دلالی میں جھوٹ بولتا ہے، لوگوں کو فریب دیتا ہے، اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵/ جماد الاولی ۱۴۱۸ھ۔

[۱۰۹] فریب دینے والا، جھوٹا اور حرام طریقے سے لیا ہوا مال کھانے والا، بدترین فاسق ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ:

زید محلہ کی ایک جامع مسجد میں امام ہے، مسجد کی طرف سے انھیں معقول مشاہرہ دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ مسجد ہی کے زیر اہتمام ان کی رہائش اور علاج و معالجہ کا بھی انتظام ہے۔ ان تمام سہولیات کے باوجود امام صاحب مقتدیوں اور محلہ کے لوگوں سے چھپ کر کبھی اپنے بچوں کی تعلیم کے نام پر اور کبھی وعظ و تقریر کے لیے کتابوں کی خریداری کے نام پر رقمیں مانگتے ہیں اور جو نہیں دیتا ہے اسے سخت سست بھی کہتے ہیں۔ بعض لوگوں سے انھوں نے مسجد میں رحل منگانے کے لیے روپیہ لیا اور اپنی ذات پر خرچ کر لیا۔ بعض لوگوں سے کسی غریب لڑکی کی شادی کرانے کا پیسہ لیا اور اسے بھی ہڑپ کر گئے۔ جب ان کی ان حرکتوں کی خبر مؤذن، مسجد کمیٹی کو دینا چاہتا ہے تو اس پر سختی کرتے ہیں اور ڈراتے دھمکاتے ہیں۔ بہر حال جب مسجد کمیٹی کو امام صاحب کے اس مذموم حرکت کی خبر ملی تو خفیہ انکوائری کرائی، انکوائری میں ساری باتیں درست پائی گئیں۔

حضور والا قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ایسی صورت میں کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

بینوا توجروا۔ محمد عبد اللہ، دہلی۔ ۲۰/ اگست ۱۹۹۸ء۔

الجواب

امام مذکور پر سوال میں جو الزامات لگائے گئے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو واجب ہے کہ فوراً بلا تاخیر اسے امامت سے علاحدہ کر دیا جائے۔ اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ ان الزامات کی بنا پر امام، بدترین فاسق ہے، اس لیے کہ وہ فریب بھی دیتا ہے اور جھوٹ بھی بولتا ہے، اور مال حرام بھی کھاتا ہے۔ جس کی وجہ سے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد میں گرفتار ہے اور جہنم کا مستحق۔ حدیث میں ہے:

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ [1].

سنو! کسی مسلمان کا مال حلال نہیں، مگر بہ طیب خاطر اس کی اجازت سے۔

---

(۱)- مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج:٥، ص: ٧٢، رقم الحديث: ٢٠٧١٤، حديث عم أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنهما، مؤسسة قرطبة - القاهرة.

اور یہاں امام مذکور لوگوں سے مختلف کار خیر کے لیے پیسہ وصول کرتا ہے اور ہڑپ کر جاتا ہے۔ بلکہ اگر وہ فی الحال توبہ بھی کرلے جب بھی اس کو امام باقی رکھنا جائز نہیں جب تک اتنی مدت نہ گزر جائے جس میں یہ اطمینان ہو جائے کہ واقعی وہ توبہ پر قائم ہے۔

پھر اس جرم کی توبہ صرف "آستغفر اللہ" پڑھنے سے نہ ہوگی۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ جن جن لوگوں سے جھوٹ بول کر، فریب دے کر، مال وصول کیا ہے اور ہڑپ کر گیا ہے ان سب لوگوں کو یا توان کا مال واپس کرے، یا ان سے معاف کرائے۔ اور جو انتقال کر چکے ہیں ان کے وارثین کو بقدرِ حصہ رسدی دے، یا ان سے معاف کرائے۔

خلاصہ یہ کہ امام کو فی الحال معزول کر دیا جائے۔ اور اگر وہ بطریقہ شرعیہ اس تفصیل کے ساتھ جو میں نے لکھا ہے، توبہ کرلے تو بھی فوراً امام نہ رکھا جائے جب تک اتنی مدت نہ گزر جائے کہ پورا اطمینان ہو جائے کہ یہ اپنی توبہ پر قائم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ۔

[۱۱۰] امام جمعہ کو بعدِ خطبہ بیٹھ جانا چاہیے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین!

امام جمعہ کو بعدِ خطبہ کھڑا رہنا چاہیے یا بیٹھ جانا چاہیے۔ اگر امام کھڑا رہا تو مقتدی بھی فوراً کھڑے ہو جائیں، یا "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہوں؟

ماسٹر شہاب الدین رضوی، پوسٹ دولھاپور، مقام چورا نظام الدین پور، غازی پور، یوپی۔

۳۰ر اگست ۱۹۹۷ء۔

الجواب

اس بارے میں کوئی صریح حکم، کتب فقہ میں مذکور نہیں، لیکن اقامت کے شروع میں بیٹھے رہنے کا حکم ہے۔ اس کا عموم اس کا مقتضی ہے کہ امام بھی بیٹھ جائے۔ مقتدی تو بہر حال بیٹھے رہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۸ھ۔

[۱۱۱] بغیر میانی والے پاجامے میں نماز بلا کراہت درست ہے

مسئلہ زید عالم ہے، مگر اس کا کوئی پاجامہ میانی دار نہیں، بلکہ ہر پاجامہ فل پینٹ کی طرح غیر میانی والا ہے۔

ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

کفیل احمد خان، بھوج، گجرات۔

الجواب ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ۔

بلاکراہت درست ہے۔ پاجامے میں میانی ہونا ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳/ رجب ۱۴۱۳ھ۔

[۱۱۲] برائی کی تشہیر حرام ہے

مسئلہ خالد جو بستی کی مسجد کا امام تھا، دس سال کے لڑکے سے مسجد میں لواطت کرتے ہوئے رنگے ہاتھ پکڑا گیا، راشد نے خالد کو روپے دے کر لوگوں کو اطلاع کیے بغیر روانہ کر دیا۔ ایسی صورت میں خالد اور راشد دونوں پر شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

عبدالرزاق، گل سیپ، ۵۸، بلیلیس روڈ، ہوڑہ۔

الجواب

اگر یہ صحیح ہے کہ خالد نے لواطت کی ہے تو وہ ضرور مجرم ہے، اور وہ اب وہاں سے چلا گیا تو نہ وہ آپ لوگوں کا امام ہے، اور نہ اس سے اب آپ لوگوں کو کوئی تعلق ہے۔ راشد نے اگر خالد کو بھگایا ہے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے، ایک حیثیت سے اس نے اچھا ہی کیا ہے۔ برائی کی تشہیر حرام ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ [1]۔

جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

جو کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو چھپائے گا۔ ہاں! اصلاح کے لیے مناسب کاروائی کی اجازت ہے۔ مگر اصلاح کی کوشش الگ چیز ہے، شور و شغب، تشہیر، پروپیگنڈہ اصلاح کی تدبیر نہیں؛ بلکہ کسی کو رسوا کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱)- سورۃ النور- الآیۃ: ۱۹.

[۱۱۳-۱۱۶] مصلحت کی بنا پر امام، جماعت کے وقت مقرر میں جلدی اور تاخیر کر سکتا ہے

مسئلہ ❶ کیا امام سے مقتدی کچھ کہنے کا حق دار نہیں ہے؟

❷ کیا امام، مقتدی کا انتظار کر سکتا ہے؟ جب کہ وقت مقررہ پر دو مقتدی اور امام موجود ہیں؟ کیا ایسی صورت میں امام وقت مقرر سے دس منٹ بعد نماز پڑھائے تو یہ پڑھانا کیسا ہے؟ ایک امام صاحب نے مقررہ وقت سے دس منٹ دیر سے نماز پڑھائی۔ وقت پورا ہونے پر ایک مقتدی نے امام صاحب کو مطلع کیا تو امام صاحب نے کہا مقتدیوں کا انتظار کر رہا ہوں، جب کہ مقتدیوں کی تعداد بہت تھی، ایسے امام کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

❸ امام نماز میں برابر اپنے پیر کو حرکت دیتا ہے۔ اور داہنے پیر کا انگوٹھا بھی برابر چلتا رہتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ داہنے پیر کے انگوٹھے کا قائم رکھنا سنت ہے یا مستحب؟

❹ کیا کسی ناظرہ خواں کو مولانا کہا جا سکتا ہے؟ لوگ اس کو مولانا کہہ کر بلائیں اور وہ مولانا کہنے سے خوش بھی ہو، تو اس شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

لئیق احمد، گھڑی ساز، قصبہ تلہر، ضلع شاہ جہاں پور، یوپی۔

الجواب

❶ امام مقتدی سے ہر اچھی بات کہہ سکتا ہے۔ مگر لایعنی، مہمل اعتراضات کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ امام کسی مصلحت کی بنا پر جماعت کے لیے جو وقت مقرر ہے، اس میں جلدی اور تاخیر کر سکتا ہے۔ وقت مقرر کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت نماز قائم کرنا فرض یا واجب ہے۔ اس میں امام آگے پیچھے بھی کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❸ نماز میں بلا ضرورت جسم کے کسی حصے کو ہلانا خشوع و خضوع کے منافی ہے۔ اور اگر اتنے حصے میں کسی بیماری کی وجہ سے اضطراری طور پر حرکت ہوتی رہتی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ نماز میں تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک کسی بھی عضو کا ایک جگہ ٹکا رہنا ضروری نہیں۔ اس میں بلا وجہ بہت تکلف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❹ بے پڑھے لکھے، جس کی بھی داڑھی ہوتی ہے، یا شریعت کا پابند ہوتا ہے، اس کو مولانا کہتے ہیں، اس

عرف کے اعتبار سے لوگ امام صاحب کو مولانا کہتے ہیں، خصوصا ایسی صورت میں جب کہ وہ امام بھی ہو، وعظ وتقریر بھی کرتا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۱۷] بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا ممنوع ہے

مسئلہ دو عالم ایک مرد مومن کے گھر میں بلا اجازت داخل ہوئے، حالاں کہ ان عالموں کا اس مومن سے صرف سلام ہوتا تھا، بعد میں اس مومن نے شکایت کی کہ یہ دونوں عالم کیسے ہیں کہ بغیر اذن میرے گھر میں داخل ہو گئے۔ شرعاً بغیر اجازت گھر میں داخل ہونا کیسا ہے؟ کیا یہ دونوں لائق امامت ہو سکتے ہیں؟

محمد صابر حسین، ساکن ماہی نگر، پوسٹ ماہی، ضلع کٹیہار، بہار۔

الجواب

بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا ممنوع ہے، اور اگر گھر کے اندر عورتیں ہوں تو داخل ہونا حرام و گناہ۔ ان دونوں عالموں پر توبہ واجب ہے، اور جس کے گھر میں داخل ہوئے اس سے معافی مانگنا بھی۔ اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور اس شخص سے معافی مانگ لیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۱۸] مسجد کے اندر سُرتی ملنا، اور بدبودار چیز لے جانا جائز نہیں

مسئلہ زید ہماری مسجد کا امام ہے، جس کی تنخواہ محلہ والے چندہ کرکے دیتے ہیں۔ وہ مسجد میں بچوں کو بھی پڑھاتا ہے اور بچوں سے فیس لیتا ہے۔ زید اپنے کو قاری و حافظ بتاتا ہے مگر ۳؍ سال سے طرح طرح کے بہانے بنا کر تراویح میں قرآن نہیں پڑھاتا۔ اس نے مسجد میں پارٹی بھی بنا رکھی ہے۔ کبھی اِن کی کبھی اُن کی شکایت بھی کرتا رہتا ہے۔

اذان اکثر بغیر وضو کے دیتا ہے، وضو میں ناک میں صرف ایک بار پانی ڈالتا ہے، اذان کی دعا، مائک بغیر بند کیے پڑھتا ہے، "التحیات" میں "لا الہ الا اللہ" پر انگلی نہیں اٹھاتا، خارج مسجد کھانا بیٹھ کر کھاتا ہے، کھانے میں اکثر کچی پیاز بھی کھاتا ہے، مسجد میں سرتی ملتا ہے اور ٹل کر کھاتا ہے، چین دار گھڑی کے ساتھ گلے کا بٹن کھلا رکھ کر نماز پڑھاتا ہے۔ اکثر اگر مغرب کے وقت اذان ہو گئی ہے تو فوراً مصلی پر چلا جاتا ہے، کہتا ہے کہ میرا وضو ہے، اور مغرب کی نفل، عشا کی سنت اور نفل اکثر ترک کرتا ہے، کبھی کبھی وتر میں ہاتھ بھی نہیں چھوڑتا۔ اکثر سنت و نفل جب پڑھتا ہے تو اگر پہلی رکعت ۳۰؍ سکنڈ کی ہوگی تو دوسری نو۹ سکنڈ کی ہوگی۔ ہم

لوگ کبھی سنت میں ثنا بھی نہیں پڑھ پاتے کہ وہ رکوع کر دیتا ہے، کبھی "التحیات" پڑھنے میں اتنا وقت لیتا ہے کہ مقتدی درود اور دعاے ماثورہ پڑھ لیتے ہیں، تب وہ اٹھتا ہے، کہتا ہے میں صبح سو کر اٹھنے پر فوراً اذان دے کر فراغت کے لیے جاتا ہوں، کلی وغیرہ بھی نہیں کرتا۔ چین دار گھڑی کے بارے میں کہتا ہے کہ مفتی بنارس عبد الرحمٰن صاحب کا یہ مسئلہ چلا نہیں؛ اس لیے سبھی مفتیوں نے اتفاق راے سے اسے چالو کر دیا۔

اور اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام کا عمل امام کے ساتھ ہے، ہم کو کیا؟ ہم نماز پڑھیں گے۔ گناہ تو امام کو ملے گا۔ براے مہربانی شرعی حکم سے مطلع فرمائیں، کیا زید کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

اہل محلہ عالم پور، نئی بستی، بھدوہی، بنارس، یوپی۔

الجواب

آپ حضرات نے بڑی کوشش و محنت سے امام کے خلاف الزامات کی بہت لمبی فہرست تحریر کی ہے؛ لیکن اس ساری فہرست میں سواے ایک الزام کے کوئی ایسا نہیں جس کی وجہ سے اس پر کوئی فرد جرم عائد کی جا سکے۔ یعنی مسجد کے اندر سُرتی ملنا، سرتی میں بدبو ہوتی ہے، اور بدبودار چیز مسجد میں لے جانا جائز نہیں۔ امام کو ہدایت کر دی جائے کہ اب تک اس نے مسجد میں جو سرتی لے جا کر ملی ہے اس سے توبہ کرے اور آیندہ احتیاط کرے۔

بغیر وضو اذان دینا ناجائز و گناہ نہیں، خلاف اولیٰ ہے۔ نوافل چھوڑنے پر کوئی گناہ نہیں۔ ہاں! وتر میں قنوت پڑھتے وقت کانوں تک ہاتھ لے جا کر پھر ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ امام اگر اس کا عادی ہے کہ اس وقت ہاتھ کانوں تک نہیں لے جاتا تو ضرور گنہ گار ہے، امام کو اس سے بھی توبہ کرنی چاہیے اور آیندہ اس کی پابندی کرنی چاہیے کہ یہ سنت ترک نہ ہو۔ توبہ کے بعد ان پر کوئی الزام باقی نہیں رہتا۔ حدیث میں ہے:

التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ[1]. واللہ تعالیٰ اعلم.

۲۰/ ذو قعدہ ۱۴۱۳ھ۔

[۱۱۹-۱۲۰] قبر میں سورۂ یٰسٓ شریف یا عہد نامہ رکھنا جائز ہے

مسئلہ ❶ یہاں گوا میں جامع مسجد کے ایک پیش امام نے کسی مرحومہ کی قبر میں سورۂ یٰسٓ کو دفن کر کے میت کو جنت میں داخل کرایا، کیا یہ قرآن شریف کی بے حرمتی نہیں ہے؟

(۱)- سنن ابن ماجه، ج: ٥، ص: ٣٢٠، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، رقم الحديث: ٤٢٥٠، مكتبة أبي المعاطي.

❷ ایک جلسۂ عام میں امام نے سورہ اعراف کی آیت ۱۸۷ کو جھٹلا کر توبہ استغفار کرایا، کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے؟

افضل خان، عبدالغنی خان، راجا اپارٹمنٹ، پیسا، گوا۔

الجواب

❶ اس میں قرآن مجید کی کوئی بے حرمتی نہیں کہ سورہ یٰسٓ شریف قبر میں رکھا گیا۔ یہ سائل کی بے علمی ہے کہ اس کو بے حرمتی سمجھ رہا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ قبر میں سرہانے کی جانب سے طاق کھود کر اس میں رکھا جاتا ہے۔ بلکہ علمائے احناف نے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ میت کی پیشانی یا عمامہ یا اس کے کفن پر عہد نامہ لکھا جائے۔ یا اس کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا جائے۔ در مختار میں ہے:

كُتِبَ عَلَى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ أَوْ عِمَامَتِهِ أَوْ كَفَنِهِ عَهْدُ نَامَهْ يُرْجَى أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لِلْمَيِّتِ. أَوْصَى بَعْضُهُمْ أَنْ يُكْتَبَ فِي جَبْهَتِهِ وَصَدْرِهِ - بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ - فَفُعِلَ ثُمَّ رُئِيَ فِي الْمَنَامِ فَسُئِلَ فَقَالَ: لَمَّا وُضِعْتُ فِي الْقَبْرِ جَاءَتْنِي مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، فَلَمَّا رَأَوْا مَكْتُوبًا عَلَى جَبْهَتِي بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ قَالُوا: أَمِنْتَ مِنْ عَذَابِ اللهِ[1]

”میت کی پیشانی یا اس کے عمامہ یا اس کے کفن پر عہد نامہ لکھا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کو بخش دے گا۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ اس کی پیشانی اور سینہ پر بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ لکھا جائے، لکھا گیا، دفن کے بعد اس کو خواب میں دیکھا گیا اور پوچھا گیا کہ کیا ہوا؟ تو اس نے بتایا کہ میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے جب انھوں نے میری پیشانی پر بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ لکھا دیکھا تو کہا کہ تو اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔“

واضح ہو کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی قرآن مجید ہے۔ جب میت کی پیشانی پر یا سینہ پر اسے لکھ کر دفن کرنا اس کی بے ادبی نہیں تو قبر کے طاق پر رکھنا کیسے بے ادبی ہے۔ قبر میں سورہ یٰسٓ شریف رکھنے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اوپر کی منزل پر رہتا ہو، اور نیچے کی منزل میں قرآن مجید ہو۔ کیا اس میں قرآن مجید کی بے حرمتی ہے؟ بہر حال قبر میں قرآن مجید رکھنے کی وجہ سے امام صاحب پر کوئی الزام نہیں۔

❷ سائل بہت ہوشیار ہے، اس کو لازم تھا کہ امام صاحب نے جس جملے پر توبہ کرائی اس کو لکھتا، لیکن اس

(۱)- الدر المختار، ج: ۳، ص: ۱۵۶، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

لکھنے سے کہ "آیت ۱۸۷ کو جھٹلا کر توبہ واستغفار کرائی"[1] سے سمجھ میں آیا کہ اس قائل نے قیام قیامت کے علم کا انکار کیا ہوگا، حق اور صحیح یہی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے یہ بتایا جا چکا تھا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ علامہ ابراہیم بیجوری قدس سرہٗ نے قصیدہ بُردہ شریف کی شرح میں فرمایا:

أي لم يخرج صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الدنيا إلا بعد أن أعلمه الله تعالىٰ بهذه الأمور الخمسة[2].

نبی کریم ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان پانچ غیبوں کا علم دے دیا۔

ان پانچوں میں قیام قیامت کا بھی علم ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے علما نے یہی لکھا ہے۔ آپ اپنے اطمینان کے لیے الدولة المكية اور اور الكلمة العليا کا مطالعہ کریں۔ اس عقیدے کو سورۂ اعراف کی مذکورہ بالا آیت کے خلاف سمجھنا نافہمی ہے۔ اس آیت میں مراد علم ذاتی ہے۔ اس لیے اس توبہ کرانے سے بھی امام صاحب پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۰ر شوال ۱۴۱۸ھ۔

[۱۲۱] ایک شخص سالہا سال نمازیں چھوڑتا رہا تو کیا قبلِ تکمیلِ قضا، وہ امامت کر سکتا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے حق مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک شخص سالہا سال نمازیں چھوڑتا رہا، ان کی قضا بھی نہ کی، مگر اب کچھ دنوں سے نمازیں پڑھنے لگا ہے اور امامت بھی کرتا ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ اس کے ذمے فوت شدہ نمازیں بہت زیادہ ہیں، کیا وہ قابل امامت ہے؟ اور نماز کے پابند لوگوں نے اس کی اقتدا میں اب تک جو نمازیں پڑھ لی ہیں کیا وہ بلا کراہت درست ہیں؟ اگر اب سے وہ شخص تائب ہو کر فوائت کی قضا شروع کر دے تو کیا قبلِ تکمیلِ قضا، وہ امامت کے

---

(۱)- سورۂ اعراف کی آیت: ۱۸۷ یہ ہے: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝.

(۲)- حاشية الباجوري على البردة تحت البيت: فان من جودك الدنيا، إلخ، ص: ۹۲، مصطفى البابي مصر.

قابل ہوجائے گا؟

محمد امجد علی، خادم مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ، اعظم گڑھ، یوپی۔

الجواب

اگر یہ شخص جو نمازیں قضا کر چکا ہے، ان سب کو بقدر وسعت ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور توبہ کر چکا ہے، تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔ لعدم موجب الکراھۃ. قال تعالیٰ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ[1].

وفي الحديث: التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ[2].

لیکن اگر وہ توبہ نہیں کر چکا ہے، اور بقدر وسعت قضا شدہ نمازیں پڑھنے کی کوشش نہیں کر رہا ہے، تو وہ فاسق معلن ہے۔ اس کو امام بنانا، ناجائز و گناہ۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ کما في الغنية والدر المختار. واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۲۲] فاسق معلن کی اقتدا صحیح نہ ہونے کا مطلب

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید عالم دین ہے اور امام مسجد بھی۔ اس نے ایک شخص کے جنازے کی نماز پڑھائی اور کچھ آدمیوں نے اس کی اقتدا میں نماز جنازہ نہ پڑھی۔ کیوں کہ اس سے قبل امام صاحب سے ایک ایسی حرکت سرزد ہوئی جس کی بنیاد پر فتویٰ یہ آیا کہ وہ فاسق معلن ہے، اس کی اقتدا صحیح نہیں۔ اس کے بعد ایک روز امام صاحب نے دوران تقریر جنازہ کے مسائل بیان کرتے ہوئے، یہ بھی کہا کہ "اگر کسی مسلمان کا جنازہ جا رہا ہو، اور کوئی مسلمان جنازہ دیکھ کر جنازے کی نماز میں شریک نہ ہو تو وہ کافر ہے"۔ کیا امام صاحب کا یہ قول درست ہے؟ اگر نہیں تو امام صاحب پر کیا حکم عائد ہوتا ہے۔ اور جو لوگ حاضر نماز جنازہ نہ ہوئے ان کے واسطے شرعی حکم کیا ہے؟

خلیل احمد، مدرسہ جامع مسجد، حنفیہ، بھندر پاڑہ، کٹک، اڑیسہ۔

الجواب

جس نے یہ فتویٰ دیا کہ فاسق معلن کی اقتدا صحیح نہیں، اس نے غلط فتویٰ دیا۔ اقتدا صحیح نہ ہونے کا

---

(۱)- سورة البقرة، الآية: ۲۲۲.

(۲)- سنن ابن ماجه، ج: ۵، ص: ۳۲۰، کتاب الزهد، باب ذکر التوبة، رقم: ۴۲۵۰، مکتبة أبي المعاطي.

مطلب یہ ہوتا ہے کہ نماز قطعاً صحیح نہیں ہوئی، کالعدم ہوئی۔ فاسق کی اقتدا کا یہ حکم نہیں۔ فاسق کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے اور گناہ۔ اور فاسق معلن کے پیچھے جو نمازیں پڑھیں ان کا اعادہ واجب۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فاسق کی اقتدا میں بھی فرض ادا ہو جاتا ہے، مگر مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ سے کراہت دور کرنے کے لیے اعادہ واجب ہے۔

اگر نماز جنازہ کا امام فاسق معلن تھا اس لیے کچھ لوگوں نے اس کی اقتدا نہیں کی تو ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں۔ بلکہ واجب یہی تھا کہ اس کی اقتدا نہ کی جائے۔

امام نے جو کہا وہ بہت ہی سخت کلمہ ہے بلکہ منجر الی الکفر ہے۔ نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنے والا کسی صورت میں کافر نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر کچھ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو بقیہ لوگوں پر کوئی گناہ نہیں۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک آدمی نے بھی پڑھ لیا تو سارے مسلمانوں سے ساقط۔ امام پر فرض ہے کہ اس جملے سے توبہ کرے۔ اگر توبہ نہ کرے تو اس کو بلا تاخیر امامت سے معزول کر دیں۔ اور جس وقت سے یہ جملہ کہا اس وقت سے لے کر توبہ کے وقت تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں، سب کو دوبارہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۲۳-۱۲۶]　یہ کہنا کہ ”مؤذن کے پیچھے نماز جنازہ صحیح نہیں“ غلط ہے

مسئلہ زید کی والدہ کا انتقال ہو گیا، ابو بکر پیش امام اور سعید مؤذن جنازے میں شامل ہیں، وصیت کے سبب زید نے سعید کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کہا۔ سعید کے نماز جنازہ پڑھانے پر ابو بکر اور کچھ لوگوں نے یہ کہتے ہوئے کہ مؤذن کے پیچھے نماز درست نہیں، چلے گئے اور بعد میں پھر دعویٰ کیا کہ نماز جنازہ پڑھانے کا حق میرا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ:

❶ یہ نماز جنازہ ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا صحیح حل کیا ہے؟

❷ اس معاملے میں میت کی وصیت کی پابندی ضروری ہے یا نہیں؟

❸ زید اپنی ماں کی میت کا ولی ہے کیا اس کو یہ حق شریعت نے دیا ہے کہ خود نماز جنازہ پڑھائے یا کسی دوسرے معتبر شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دے؟

❹ زید کی اجازت کے بغیر کیا ابو بکر زید کی والدہ کی نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

شیخ عبد الجلیل، مقام ڈاکخانہ جگ پور روڈ، ضلع کٹک، اڑیسہ۔

الجواب

❶ نماز جنازہ صحیح ہوگئی۔ ابوبکر کا یہ کہنا کہ ’’مؤذن کے پیچھے نماز صحیح نہیں‘‘، غلط ہے۔ جب ابوبکر کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی نفسانیت کی وجہ سے غلط مسئلہ بتاتا ہے، وہ امامت کے لائق بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ نماز جنازہ کے سلسلے میں میت کی وصیت پر پابندی ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❸ عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا۔ امام جمعہ اور امام محلہ اگر ولی سے افضل ہیں تو وہ ولی کی اجازت کے بغیر بھی نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں۔ بلکہ کوئی بھی شخص نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے، اگرچہ ولی نے اجازت نہ دی ہو۔ پھر اگر ولی نماز جنازہ میں شریک ہوگیا تو وہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھ بھی نہیں سکتا۔ البتہ جس نے نماز پڑھائی اگر اسے حق تقدم حاصل نہیں تھا، تو ولی دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❹ ابوبکر کا جو حال سوال سے ظاہر ہوا کہ اس نے ضد میں آکر غلط مسئلہ بتایا، اس کے مطابق نماز جنازہ تو نماز جنازہ وہ کوئی بھی نماز نہیں پڑھا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۲۷] اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتُ پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں:

ایک امام صاحب الحمد شریف کے لفظ اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتُ پڑھتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ منع کرنے پر قراءت کو دلیلِ جواز بناتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ اَکبر کو اللہ اِکبر کہتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ فقط والسلام۔

اقبال حسین، عدالت دیوانی، سول کورٹ، کمرہ ۲۰، گورکھ پور، یوپی۔

الجواب

دونوں غلط ہے۔ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اَنْعَمْتَ میں اَنْعَمْتُ کوئی قراءت نہیں۔ امام جھوٹ بول رہا ہے، افترا کر رہا ہے، اسی طرح اللہ اِکبر [الف کے زیر کے ساتھ] مہمل لفظ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

[۱۲۸] ریڈیو کی مرمت کرنے اور فروخت کرنے والے کی اقتدا بلا کراہت درست ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

ہمارے شہر میں ایک حافظ قرآن مقیم ہیں، ان کا کاروبار ریڈیو ریپیرنگ، ریڈیو فروخت کرنا ہے، ہم اہل شہر مذکورہ حافظ صاحب کو رمضان شریف کے لیے قرآن سنانے کے لیے مقرر کرنا چاہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

حمید الرحمٰن، موڈگیرہ، کرناٹک۔

الجواب

ان حافظ کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ ریڈیو کی مرمت حرام و ناجائز نہیں اور نہ ریڈیو رکھنا حرام و ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹؍ رجب ۱۴۱۸ھ۔ ۱۰؍ جنوری ۱۹۹۷ء۔

[۱۲۹-۱۳۰] مخنث ہجڑے کو امام بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

❶ مخنث، ہجڑا، نامرد امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟

❷ بھنگی کا کام کرنے والا مسلم، مؤذن یا امام بن سکتا ہے یا نہیں؟ میرے شہر میں کچھ مسلم نوجوان نگر پالیکا میں بھنگی کی سروس کرتے ہیں؛ لہٰذا ان کے اذان دینے پر لوگوں میں اختلاف ہے جس کی وجہ سے وہ نوجوان نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیے۔

ایاز القادری رضوی مصباحی، مدینہ مسجد، امر شیخ چوک، بارسی، ضلع شولاپور، مہاراشٹر۔

الجواب

❶ مخنث ہجڑے کو امام بنانا مکروہ ہے، جب کہ اس میں مردانہ علامت غالب ہو، ورنہ باطل۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

❷ مسلمان بھنگی کی اذان میں کوئی حرج نہیں، البتہ امام بنانا مکروہ ہے کہ کم از کم ان کو امام بنانے میں تقلیل جماعت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۳۱-۱۳۲] ہندوؤں کے قبرستان میں عید گاہ بنوانا جائز نہیں

مسئلہ ❶ ہمارے شہر کمپلی کے امام کا کہنا ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور ہمارے آقا سردار دوجہاں ﷺ کا جو روضۂ مبارک ہے، وہ تمام جگہ قبرستان تھی۔ اس طرح سے چند لوگوں کو بہکا کر اس شہر

کے قدیم مقام پر عید گاہ ہوتے ہوئے بھی خلاف شرع قبرستان ہنود کی زمین پر عید گاہ تعمیر کرایا، کیا اس امام مذکور کا بیان سچ ہے ؟

۲ مذکورہ امام علمائے اہل سنت کو محلے میں وعظ و نصیحت کرنے کے لیے بلانے کو منع کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ لوگ تفرقہ کر کے فساد مچاتے ہیں، اور یہ خود تبلیغی جماعت اور اس کے چیلوں کی مدد کرتا ہے، از روے شرع اس کے لیے کیا حکم ہے ؟

سید شاہ مرتضی قادری، سجادہ نشین دیوان خانہ کمبلی، پوسٹ کمبلی، ضلع بلاری۔

الجواب

۱ اس امام کا یہ کہنا کہ جہاں مسجد نبوی شریف ہے، وہاں پہلے قبرستان تھا، غلط ہے۔ بخاری شریف وغیرہ تمام کتب حدیث میں ہے کہ وہ جگہ کھجوروں کے کھلیان کی تھی، ہاں اس میں مشرکین کی چند قبریں تھیں، جنھیں کھدوا کر ہڈیوں کو نکال کر پھینک دیا گیا، پھر زمین برابر کی گئی اس کے بعد مسجد بنی۔ حضور اقدس ﷺ نے اس زمین کے مالکوں کو زمین کی قیمت دے کر خریدا، پھر مسجد بنائی۔

یہاں ہندوستان میں ہم اس معاہدے کے ساتھ رہ رہے ہیں کہ کسی کی ذاتی یا مذہبی ملکیت بغیر اس کی مرضی کے نہیں لیں گے۔ ایسی صورت میں ہندوؤں کے قبرستان میں عید گاہ بنوانا جائز نہیں کہ یہ غدر اور دھوکا ہے۔ نیز اگر قبریں کھود کر ہڈیاں پھینکی نہیں گئی ہیں تو وہاں نماز پڑھنا بھی منع۔ اس لیے کہ یہ قبروں پر نماز پڑھنا ہوا، اس عید گاہ میں دو وجہ سے نماز پڑھنا منع ہے: غصب کی زمین ہے، اور قبروں پر بنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ اس سوال سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ امام دیوبندی ہے، علمائے اہل سنت کے بلانے کو منع کرنا اور تبلیغیوں کی حمایت کرنا یہی بتا رہا ہے۔ ایسی صورت میں اسے امام بنانا حرام و گناہ، اس کے پیچھے نماز، نہ پڑھنے کے برابر۔ اس کو امامت سے معزول کرنا فرض۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۳۴۳] بد مذہبوں کی کتابیں فروخت کرنا

مسئلہ کسی سنی امام یا عالم کا بد مذہبوں کی کتاب (عقائد وہابیہ وغیرہ) فروخت کرنا، یا یہ کہ کر فروخت کرنا کہ جہاں غلط ہو نہ پڑھنا، یا عمل نہ کرنا، ایسے حضرات کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے ؟ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

جناب عبد الرحیم صاحب، متعلم جامعہ نعیمیہ، مراد آباد، یوپی۔

۲۸ر شعبان ۱۴۰۷ھ۔

الجواب

بدمذہبوں کی کتابیں فروخت کرنا حرام ہے، کہ بدمذہبی کی اشاعت میں اعانت ہے۔ اور یہ کہنا فلاں جگہ مت پڑھنا، پڑھنے پر ایک طرح ابھارنا ہے، "حریص علی مامنع " [منع کی ہوئی چیز کی طلب] انسان کی فطرت ہے۔ بدمذہبوں کی کھلے بند کتابیں فروخت کرنے والا فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص بدمذہبوں کی کتابیں رکھتا ہے، اور صرف ایسے علما کو دیتا ہے جو بدمذہبوں کا رد کرتے ہیں تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۳۴] سیرت پاک کے جلسے کو نہ ہونے دینے والے امام کا حکم

مسئلہ مسجد کے امام صاحب نے جلسۂ سیرت النبی ﷺ کی مخالفت کی، اور جلسہ کو روکنے کا مشورہ دیا، جب کہ پوسٹر پر جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا: ایک روزہ جلسۂ سیرت پاک ﷺ۔ علاقے کے چند ذمہ دار لوگوں نے یہ کہا کہ حضرت یہ جلسہ سیرت پاک کا ہے، جس میں حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ بیان کیا جائے گا۔ اس کو ہونے دیں۔ جس پر امام صاحب نے یہ کہہ کر کہ ' روکنا ثواب ہے ' چند لوگوں کو ہمراہ لے کر ایک گول مول مضمون کاغذ پر لکھ کر پہلے خود دستخط کیا، بعد میں لوگوں کو دیا کہ اہل محلہ سے دستخط کراؤ، انھوں نے عوام کو صحیح بات نہیں بتائی، اور جلسۂ سیرت النبی کو نہ ہونے دیا، جس کی وجہ سے چند ذمہ دار مسلمانوں نے ان امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی، اور کچھ لوگ امام کے اس رویے سے خوش نہیں ہیں، البتہ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔

برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں آگاہ کریں کہ: یہ امام لائق امامت ہے یا نہیں؟ اس کا یہ فعل شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟ اور جن لوگوں نے امام کے پیچھے نماز چھوڑ دی ہے، اور جو امام کے اس فعل سے ناخوش ہیں ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

سید جاوید علی، مکان ۲۷۵۷، گلی کرن والی پہاڑی، بھوجلا، جامع مسجد، دہلی۔

الجواب

اگر سیرت پاک کے اس جلسے میں کوئی مقرر، شاعر، صدر، بدمذہب گمراہ نہیں تھا، تو امام مسجد کا اس جلسے کو روکنے کی کوشش کرنا، یہ ذکر خیر اور تبلیغ دین سے روکنا ہے۔ اس تقدیر پر امام فاسق معلن ہو گیا۔ اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب۔

اور اگر اس جلسے میں کوئی مقرر، شاعر، صدر، اناؤنسر، کل کے کل یا ایک بھی بدمذہب تھا تو امام اور

تمام مسلمانوں پر واجب تھا کہ اس جلسے کو روکتے، اس لیے کہ بدمذہبوں کا یہ طریقہ ہے کہ نام سیرت کا رکھتے ہیں اور اس کے پردے میں بدمذہبی پھیلاتے ہیں اور اہل سنت کا رد کرتے ہیں، ان پر تیر و نشتر برساتے ہیں۔ ایسی صورت میں امام نے ایک فرض ادا کیا، جس کی بنا پر وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا، انھوں نے بہت برا کیا، اگر جماعت بھی چھوڑ بیٹھے اور تنہا نماز پڑھنے لگے تو ترک جماعت کا ان پر وبال بھی ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۳۵] فاسق معلن کا فسق بیان کرنا، غیبت نہیں

مسئلہ زید ایک مستند عالم دین اور مسجد کا امام ہے، لیکن اس کی سب سے خراب عادت یہ ہے کہ اکثر لوگوں کی برائی اور غیبت کرتا ہے، منع کرنے پر بھی باز نہیں آتا، اور اپنی اس برائی کا اقرار بھی کرتا ہے، جس کی وجہ سے دس پندرہ لوگ جو نماز کے مسائل سے واقف ہیں اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، مسجد کمیٹی بھی زید کو امام بنائے ہوئے ہے۔ ایسی صورت میں ہماری نماز زید کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا اس کا عذاب کمیٹی کے ارکان پر ہوگا؟ وضاحت فرمائیں۔

عباد اللہ سکرال، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر، یوپی۔

الجواب

غیبت گناہ کبیرہ ہے، غیبت کرنے والا فاسق معلن، اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ لیکن بدمذہب کی بدمذہبی بیان کرنا، ان پر جو حکم شرع ہے اسے بیان کرنا ظالم کے ظلم کو بیان کرنا، یا فاسق معلن کے فسق کو بیان کرنا، اس نیت سے کہ لوگ اس کے شر سے بچیں، غیبت نہیں۔ قال تعالیٰ:

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ[1]۔

حدیث میں ہے:

اذْكُرُوهُ بِمَا فِيهِ كَيْ يَعْرِفَهُ النَّاسُ وَيَحْذَرَهُ النَّاسُ[2]. واللہ تعالیٰ اعلم.

۲۴؍ ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ۔

(۱)- سورة النساء- الآية: ١٤٨.

(۲)- السنن الكبرىٰ للبيهقي، ج: ١٠، ص: ٢١٠، رقم الحديث: ٢١٤٤٢، كتاب الشهادات، باب الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ يُسْأَلُ، مجلس دائرة المعارف النظامية، حيدر آباد.

[۱۳۶-۱۳۷] جو جماعت چھوڑنے کا عادی ہو وہ فاسق معلن، مردود الشہادہ ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

❶ ہماری مسجد کے امام صاحب پانچ دن، چار وقت کی نماز پڑھاتے ہیں اور ہفتہ اتوار چھٹی رہتی ہے، فجر کی نماز پیر سے جمعہ تک نہیں پڑھاتے؛ کیوں کہ وہ عذر پیش کرتے ہیں کہ میں شوگر کا مریض ہوں اور فجر کے وقت وہ گھر پر ہوتے ہیں۔ کہاں تک بیماری کا عذر شرع میں قابل قبول ہے ؟ اور کیا ایسے امام کے پیچھے نماز شرعاً جائز ہے ؟

نیز ہفتہ اتوار کسی بھی نماز کے وقت وہ مسجد میں با جماعت نماز کے لیے نہیں آتے۔ تو ایسے امام کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟ اور اب تک جو نمازیں پڑھی گئیں ان پر حکم شرع کیا ہے ؟

❷ ہمارے امام صاحب کی تنخواہ ۱۳۰ر پاؤنڈ تھی مگر وہ گورنمنٹ سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے ۸۵ر پاؤنڈ بتاتے تھے، یہاں یو۔ کے کے قانون میں تنخواہ جتنی کم بتائی جائے وہ مکمل کر دیتے ہیں۔ تو ایسا جھوٹ بول کر کافروں سے مدد لینا جائز ہے ؟ اور جو امام ایسا کرتا ہو، اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے ؟

اراکین مسجد رضا، بلیک برن، ۴۲/۴۴، آسٹم اسٹریٹ، انگلینڈ۔

۲۲ر جولائی ۱۹۹۹ء۔

الجواب

❶ ہر مسلمان عاقل بالغ پر جو مسجد میں آسکے جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔ بلا عذر شرعی ایک وقت بھی نماز چھوڑنا گناہ ہے، اور جو جماعت چھوڑنے کا عادی ہو وہ فاسق معلن مردود الشہادہ ہے۔ اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ شامی میں ہے:

وَقَالَ فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ : وَالْأَحْكَامُ تَدُلُّ عَلَى الْوُجُوبِ، مِنْ أَنَّ تَارِكَهَا بِلَا عُذْرٍ يُعَزَّرُ وَتُرَدُّ شَهَادَتُهُ، وَقَدْ يُوَفَّقُ بِأَنَّ ذَلِكَ مُقَيَّدٌ بِالْمُدَاوَمَةِ عَلَى التَّرْكِ [1].

غنیہ میں ہے:

(1)- رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۸۷، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان.

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ (١).

در مختار میں ہے:

كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا (٢).

یہ امام جب فجر کی نماز جماعت سے نہیں پڑھتا، نیز ہمیشہ سنیچر اتوار کو کسی وقت نماز جماعت سے نہیں پڑھتا تو یہ فاسق معلن ہے، اسے معزول کرنا واجب، اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ کیا اس کو نماز فجر ہی کے وقت شوگر رہتا ہے یا صرف سنیچر اتوار کو اس کا شوگر زور کرتا ہے؟

دوسرے یہ کہ یہ اس بات کا ملازم ہے کہ روزانہ پانچوں نمازیں وقت پر آکر مسجد میں پڑھائے، اور اب یہ شوگر کا بہانا کر کے فجر کے وقت کبھی نہیں آتا، اتوار سنیچر کو مستقل غائب رہتا ہے تو بھی یہ واجب العزل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(٢) یہ جھوٹ بولنا بھی ہے اور دھوکا دینا بھی، اس لیے ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز ہرگز درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ٢١ / ربیع الآخر ١٤٢٠ھ۔

[١٣٨] مقدمہ قائم ہونے سے یہ لازم نہیں کہ واقعی امام نے غبن، یا خیانت کی ہو

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

وہ امام جس نے روپے پیسوں کی ایرا پھیری کی ہو، جس پر مقدمہ دفعہ ٤٢٠، ٤١٩، قائم ہو۔ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ رفیق احمد، واچ میکر، ناگور، مہاراشٹر۔

الجواب

مقدمہ قائم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی امام نے کوئی غبن کیا ہو، یا خیانت کی ہو۔ سیکڑوں جھوٹے مقدمات قائم ہوتے رہتے ہیں، لوگ ایک دوسرے کی عداوت میں قائم کرتے ہیں۔ اگر واقعی یہ صحیح ہے کہ امام نے مسجد کے روپے میں خیانت کی ہے اور اس کا ثبوتِ شرعی موجود ہو تو ضرور، یہ حکم دیا جائے گا کہ یہ

---

(١)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ٥١٣، فصل في الإمامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی، لاهور.

(٢)- الدر المختار، ج: ٢، ص: ١٤٧، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

امام فاسق ہے، اس کو فوراً بلا تاخیر امامت سے معزول کر دیا جائے۔ غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلَى أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ [1].

در مختار میں ہے:

كُلُّ صَلاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيْمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا [2]. واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲ر صفر ۱۴۰۰ھ۔

[۱۳۹] یہ کہنا کہ ' اس بستی میں کوئی مسلمان نہیں ' بظاہر کلمہ کفر ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

زید کمزوروں پر ظلم کرتا ہے، والدین کو مارتا، گالی دیتا ہے، کسی کی کوئی عزت نہیں کرتا، ایک دوسرے کے درمیان تفرقہ ڈالتا ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ زید کا بکر سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، بستی کے کچھ لوگ اور امام صاحب گئے، امام صاحب نے زید کو زجر و توبیخ کیا، تو زید نے عداوت کی وجہ سے کہا کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں جو شرائط امامت سے ناواقف ہو۔ اور یہاں نہ کوئی مسلمان ہے اور نہ کسی پر نماز فرض ہے۔ کچھ لوگوں کو امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا بھی۔ حالاں کہ وہ لوگ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، لیکن زید تنہا، امام کی اقتدا میں کبھی نماز نہیں پڑھتا ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں اور اس کا ساتھ دینے والوں اور اس کے گھر کھانے پینے والوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

محمد معین الحق، موضع رہسی، پوسٹ بلتھی مسہری، وایا شرف الدین پور، ضلع مظفر پور، بہار۔

۲۹ر محرم ۱۴۰۴ھ۔

الجواب

زید کے جو احوال سوال میں لکھے ہیں، [اگر وہ صحیح ہیں] تو زید کئی وجہ سے گنہ گار، مستحق عذاب نار، حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہے۔ بدترین فاسق ہے، مسلمانوں کو ایذا دینا حرام، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا حرام، ماں باپ کو مارنا پیٹنا حرام و گناہ۔ بلا عذر شرعی جماعت کا ترک کرنا حرام۔

یہ کہنا کہ "اس بستی میں کوئی مسلمان نہیں"، بظاہر کلمہ کفر ہے، اگر قائل کی مراد یہ ہے کہ واقعی بستی میں

(۱)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ۵۱۳، فصل في الإمامة، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور۔
(۲)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱۴۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

کوئی مسلمان نہیں، جو مسلمان بستی میں ہیں یہ مسلمان نہیں کافر ہیں، تو زید ضرور بالضرور کافر ہو گیا۔ اور اگر اس کی یہ مراد ہے کہ کامل مسلمان نہیں تو کفر تو نہ ہوا، گناہ ضرور ہوا۔ در مختار میں ہے:

(وَعُزِّرَ) الشَّاتِمُ (بِيَا كَافِرُ) وَهَلْ يَكْفُرُ ؟ إِنْ اعْتَقَدَ الْمُسْلِمَ كَافِرًا نَعَمْ، وَإِلَّا لَا [1].

جو امام لائق امامت ہو، اس میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو جس کی وجہ سے اس کی امامت ممنوع ہو، ایسے امام کے بارے میں یہ کہنا کہ ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہیں، غلط فتویٰ دینا ہے اور فساد مچانا بھی۔ جو شخص بے علم ہو کر فتویٰ دے اگرچہ صحیح فتویٰ دے، اس کے اوپر زمین وآسمان کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ أَفْتَىٰ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلَائِكَةُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ [2].

جو لوگ زید کا ان تمام کاموں میں ساتھ دیتے ہوں، وہ بھی زید ہی کی طرح مستحق نار، حقوق اللہ وحقوق العبد میں گرفتار ہیں۔ ان لوگوں کو پہلے سمجھایا جائے، اگر مان جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ زید اور زید کے تمام ساتھیوں سے سلام کلام، میل جول بند کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۴۰] مذہبی اسٹیج پر غیر مسلموں کے آنے پر نعرۂ تکبیر و رسالت لگانا حرام ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ:

شہر بکارو میں بارہ ربیع الاول شریف ۱۴۰۳ھ بروز بدھ بسلسلۂ عید میلاد النبی ﷺ ایک جلوس نکالا گیا، ایک مقام معین پر پہنچ کر یہ، جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ جس کی صدارت ایک فاسق و فاجر مسلم نے کی۔ اور نگرانی ایک عالم اہل سنت، سنی مدرسے کے مہتمم اور مسجد کے خطیب نے کی۔ اس جلسے میں ماسٹر بیاس کمار پرساد، پی کے رائے، ایم پی، بی این ترپاٹھی، اکلورام مہتو، ایم ایل اے، اور بسنتی دیوی سے سرکار دو عالم ﷺ کے عنوان پر بیان دلوایا گیا۔ اور ان لیڈران کا نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت سے استقبال کیا گیا۔ حاضرین میں سنی اور غیر سنی سبھی موجود تھے۔ جیسا کہ کلکتہ سے شائع ہونے والے اخبار روز

---

(۱)- الدر المختار، ج: ٦، ص: ١١٦، كتاب الحدود، باب التعزير، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.
(۲)- الجامعُ الصَّغيرُ مِن حديثِ البَشيرِ النَّذيرِ، ج: ٢، ص: ٣١٦، بَابُ حَرْفِ المِيم، رقم الحديث: ٨٤٩١.

نامہ آزاد ہند، ۸ر جنوری ۱۹۸۳ء کے شمارے سے واضح ہے۔

اس سلسلے میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے جلسے میں شرکت کیسی ہے؟ جس عالم نے اس جلسے کی نگرانی کی ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور دیگر احکام شرع کا نفاذ ان کے قول پر ہو سکے گا یا نہیں؟ ان کا ساتھ دینے والوں کا کیا حکم ہے؟

نوٹ: اسٹیج پر موجود عالم اہل سنت (نگران جلسہ) نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی۔ اور نہ بعد میں اس سے براءت اور بیزاری ظاہر کی۔

مطیع الرحمٰن الرضوی، مدرسہ گلشن رضا، احمد نگر، بوکارو اسٹیل سٹی، ۱۱، ضلع دھنباد، بہار۔

الجواب

مذہبی اسٹیج پر غیر مسلموں کو اتنے اعزاز و اکرام کے ساتھ لانا اور ان کا استقبال کرنا، حتی کہ ان کے آنے پر نعرۂ تکبیر و رسالت لگانا حرام قطعی اور گناہ ہے، خصوصاً کسی عورت کو لانا اور اشدّ اور افحش، عورتوں کو مردوں میں بے پردہ لانا حرام، مرد کے ساتھ اس کا اختلاط حرام، اس کی آواز سننا سنانا حرام۔

چوں کہ ان سب محرمات کے باعث یہ عالم ہوئے اور باوجود قدرت انھوں نے کوئی نکیر نہیں کی، اس میں شریک رہے؛ اس لیے یہ عالم بھی گنہ گار و فاسق ہوئے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ (۱)۔

اور فرمایا: اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (۲)۔

ان عالم پر فرض ہے کہ توبہ کریں، وہ بھی علانیہ۔ حدیث میں ہے:

تَوْبَةُ السِّرِّ بِالسِّرِّ، وَالْعَلَانِيَةِ بِالْعَلَانِيَةِ (۳).

اگر یہ عالم توبہ نہ کریں تو انھیں امام بنانا گناہ، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، ان سے دینی مسئلہ پوچھنا ممنوع۔ اور یہی حکم ان عوام و خواص کا ہے جو اس فعل پر راضی ہوں؛ رضا بالمعصیۃ [معصیت پر راضی ہونا] معصیت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱)- سُوْرَةُ الأنعام-الآية: ٦٨.

(۲)- سُوْرَةُ النِّسَآء-الآية: ١٤٠.

(۳)- أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، هكذا: وَمَا عَمِلْتَ مِنْ سُوءٍ فَأَحْدِثْ لِلّٰهِ فِيهِ تَوْبَةً، السِّرُّ بِالسِّرِّ، وَالْعَلَانِيَةُ بِالْعَلَانِيَةِ" (ج: ١٥، ص: ٨٣، رقم الحديث: ١٦٧٤٥.)

[۱۴۲-۱۴۱] اگر آستین آدھی کلائی سے زیادہ پلٹی ہوئی ہو تو نماز، مکروہ تحریمی ہوگی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان کاملین اس مسئلہ میں کہ:

❶ ہمارے یہاں کے امام صاحب کی یہ حالت ہے کہ ان سے نماز کے فرائض ادا نہیں ہوتے، کبھی ان کی آستین پلٹی رہتی ہے، ان کے پیر بھی نہیں جمتے، اور نہ سجدے میں ان کی ناک لگتی ہے، اور وہ وہابیوں میں بھی جاکر نکاح پڑھاتے ہیں، وہ کچھ لنگڑے بھی ہیں۔ وہ امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟

❷ رمضان المبارک میں تراویح کے وقت نماز فرض کوئی اور پڑھادے اور قرآن سنانے والا تراویح سنا رہا ہے، اور وہ پینٹ شرٹ پہن کر سنائے تو اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

حافظ محمد ارشاد انصاری، اشرفی، رام چبوترا، مکان نمبر ۱۳۱، کالپی، ضلع جالون، یوپی۔

الجواب

❶ سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق ان حافظ جی کو امام بنانا جائز نہیں، اور معزول کر دینا واجب۔ اگر آستین آدھی کلائی سے زیادہ پلٹی ہوئی ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اور اس کا سیدھا کرنا واجب ہوگا۔ سجدے میں اگر کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ لگے تو نماز ہی نہ ہوگی، اور فرض ادا نہ ہونے سے نماز کالعدم ہوگی۔ اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنے واجب ہیں، اگر ہر پیر کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر نہ لگے تو نماز کا دہرانا واجب ہوگا۔ وہابیوں کا نکاح پڑھانا حرام، پڑھانے والا فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ اس میں کوئی حرج نہیں کہ فرض نماز کوئی پڑھائے اور تراویح دوسرا پڑھادے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک میں عشا خود پڑھاتے تھے اور تراویح سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھاتے تھے۔

تراویح کا امام بھی امام ہے، اسے علما و صلحا کا لباس پہننا چاہیے، پینٹ شرٹ دین داروں، صلحا کا لباس نہیں، پینٹ شرٹ پہن کر ہرگز ہرگز تراویح نہ پڑھائے۔ یہ کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵/ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ۔

[۱۴۳-۱۴۴] کالا خضاب لگانے والے کو امام بنانا ناجائز ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

❶ امام صاحب کو جگانا مؤذن کی شرعی ذمہ داری ہے یا اخلاقی؟ مؤذن کہتا ہے: اب تک ہم اخلاقاً جگاتے رہے، اب نہیں جگائیں گے۔

❷ زید ایک مسجد کا تقریباً ایک سال سے مؤذن ہے، وہ اپنی داڑھی، مونچھ میں کالا خضاب لگاتا ہے، دعا تعویذ کا دھندا بھی کرتا ہے، حجرے میں جو مسجد کے بالائی حصے میں ہے، جس میں مسجد سے گزر کر داخل ہونا پڑتا ہے، مسلم اور غیر مسلم مردوں عورتوں کو بٹھاتا ہے، بلکہ ان کے لیے مصلی بچھا کر پنکھا چلا کر مسجد میں بٹھاتا ہے، عورتوں کے سلسلے میں زید نے برجستہ کہا کہ مسجد میں عورتیں آسکتی ہیں، امام صاحب سے پوچھ لیجیے۔ امام صاحب نے کہا: کیا ایسی عورتوں کا مسجد میں آنا جائز ہے جن کو پاکی وناپاکی بھی معلوم نہیں؟ کبھی کبھی زید اور آنے والی عورتوں میں تنہائی بھی ہوتی ہے۔

اسے مؤذن رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور امام صاحب کی عدم موجودگی میں وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواز یا عدم جواز ظاہر ہوجانے کے بعد ذمہ داری کن لوگوں پر آتی ہے؟ نیز اگر فتویٰ پڑھنے کے بعد بھی ٹرسٹیان، مؤذن کو نہ ہٹائیں تو ان کے لیے کیا حکم نافذ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

محمد افضل نوری، مدینہ مسجد، تاڑدیو، پلاٹ ۷، گیٹ ۷، مالونی ملاڈ، بمبئی۔

۷/اپریل ۱۹۹۸ء۔

الجواب

❶ مؤذن پر فرض یا واجب نہیں کہ امام کو نماز کے لیے جگائے، وہ جگاتا تھا یہ اس کی مہربانی تھی، امام صاحب پر خود فرض ہے کہ نماز کے وقت میں بیدار ہوجائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ مؤذن جب بالوں میں کالا خضاب لگاتا ہے، تو فاسق معلن ہے، اسے مؤذن رکھنا جائز نہیں، اگر وہ اذان کہے تو اس کا دہرانا ضروری اور اسے امام بنانا ناجائز، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔

آسیب وغیرہ کے ازالہ کے لیے جائز اعمال کرنا جائز ہے۔ اور کسی مسلمان سے بدگمانی حرام، حسن ظن رکھنا واجب۔ البتہ کافرہ عورتوں کو مسجد سے گزرنے دینا جائز نہیں، اسی طرح جو عورتیں حالت حیض میں ہوں

ان کو مسجد میں بٹھانا، مسجد سے گزرنے دینا ناجائز و حرام ہے۔ ٹرسٹیان پر واجب ہے کہ مؤذن کو حکم دیں کہ بالوں میں کالا خضاب لگانے سے توبہ کرے، اور آیندہ ہرگز ہرگز نہ لگائے۔ اسی طرح عورتوں کو مسجد میں نہ آنے دے، اسے کیا پتا کہ کون عورت حائضہ ہے کون نہیں، بلکہ اب تو یہ بھی بتانا مشکل ہوگا کہ کون کافرہ ہے کون مسلمہ۔ مؤذن مان جائے فبہا، ورنہ ٹرسٹیوں پر واجب ہے کہ بلا تاخیر اس کو مؤذن کے عہدے سے برطرف کردیں، نہیں کریں گے تو گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ر صفر ۱۴۱۹ھ۔

[۱۴۵] گورنمنٹ سے تنخواہ لینے والے کی اقتدا مکروہ یا ناجائز نہیں

مسئلہ ادارہ وقف بورڈ جو حکومت ہند کے تحت چلتا ہے، اس ادارے میں ائمہ مساجد اور قاضی شہر کا تقرر اور ان حضرات کو اس سے تنخواہ لینا شرعاً کیسا ہے؟ ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟

اخلاق۔ پاکیزہ کڑھائی سینٹر، جامع مسجد، ۲۰۰۱؍۷؍۴، ٹیکم گڑھ، ایم، پی۔

الجواب

یہ نرسمھاراو[1] نے مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کے لیے اور بابری مسجد کو شہید کرنے اور پھر وہاں مندر کی تعمیر کرنے اور پھر احتجاج کرنے والے نہتے مسلمانوں کے قتل عام سے مسلمانوں میں جو کانگریس سے عام بیزاری اور تنفر پیدا ہو چکا ہے، اسے دور کرنے کے لیے ایک ڈھونگ رچایا ہے۔ نہ ابھی کہیں تنخواہ لینے کا پتا ہے اور نہ دینے کا پتا ہے۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ اس کے دفتروں میں بند ہے۔ البتہ نرسمھاراو کے دلال جمیل احمد الیاسی دیوبندی نے اور وقف بورڈ کے دیوبندی عملہ نے پانچ روپے کا فارم پچاس ۵۰ اور سو ۱۰۰ روپے میں بیچ کر حریص لالچی لوگوں سے لاکھوں روپے جمع کر لیے۔

بہر حال! یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائے تو گورنمنٹ سے ائمۂ مساجد، مؤذنین، قاضی صاحبان کو تنخواہ لینا ناجائز نہ ہوگا۔ البتہ مساجد کے منتظمین کو یہ یقین کر لینا چاہیے کہ پھر مؤذن اور امام ان کے اختیار میں نہ ہوں گے۔ کسی کو الگ کرنا جوے شیر لانے کے برابر ہوگا۔ اور نمازیوں کو یہ یقین کر لینا پڑے گا کہ پھر جامع شرائط امام کا ملنا مشکل ہوگا۔ اہل سنت کو خصوصیت سے محتاط رہنا پڑے گا۔ دیوبندی تقیہ کرکے سنیوں کی

(۱)۔ سابق وزیر اعظم ہند۔

مسجد میں گھسنے لگیں گے، پھران کو نکالنا مشکل ہوگا۔ مقدمے بازیاں ہوں گی۔ جیسا کہ عربی مدارس میں اس کا مشاہدہ ہے۔ اکثر مدارس میں نااہل، ناکارے مدرسین، دیوبندی گھسے ہوئے ہیں۔ پڑھائی لکھائی رخصت۔ ہر وقت گرانی الاؤنس، ایریئر، پینشن، کوارٹر الاؤنس کی بحثیں ہوتی رہتی ہیں اور ارا کین بالکل بے بس ہیں۔ إنا لله و إنا إليه راجعون۔ محض گورنمنٹ سے تنخواہ لے لینے سے ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ یا ناجائز نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲ / جمادی الآخرہ ۱۴۱۴ھ۔

[۱۴۶] بغیر نذرانہ کے، امامت کی ذمہ داری سے انکار کرنے والے کا حکم

مسئلہ وہ شخص کیسا ہے جو بغیر نذرانہ کے عارضی طور پر امامت کی ذمہ داری سے انکار کردے؟

ابوالخیر سعیدی، مسلم نگر، ڈالٹن گنج۔

الجواب

اگر یہی شخص امامت کے لیے متعیّن ہے تو یہ شخص گنہ گار ہے۔ اور اگر متعیّن نہیں دوسرے لوگ بھی ایسے ہیں جو امامت کر سکتے ہیں تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴ / ربیع الاول ۱۴۱۴ھ۔

[۱۴۷] مشرک کی ارتھی پر پھول چڑھانے والا فاسق معلن ہے

مسئلہ ایک سنی مسلمان نے اپنے محلہ کے ایک ہندو بنیا کی وفات پر اس کی ارتھی (جنازہ) پر ہندوؤں کو پھول چڑھاتے ہوئے دیکھ کر خود بھی ارتھی پر پھول چڑھا دیا، شخص مذکور صبح کو بازار کی مسجد میں جس میں کوئی امام مقرر نہیں ہے، فجر کی نماز بھی پڑھاتا ہے، بقیہ اوقات میں بھی جب اس سے بہتر کوئی شخص نہیں ہوتا امامت کرتا ہے، اس کا یہ فعل اور امامت از روے شریعت کیسی ہے؟

مشتاق احمد، افضال پور، جنگی پور، غازی پور، یوپی۔

الجواب

اس شخص کو امام بنانا جائز نہیں، اس کے پیچھے ہرگز ہرگز کوئی نماز نہ پڑھی جائے، مشرک کی ارتھی پر پھول

چڑھانے کی وجہ سے یہ شخص کم از کم فاسق معلن ضرور ہو گیا، جب سے اس ارتھی کو پھول چڑھایا اس وقت سے اب تک اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئیں ہیں سب کو دہرایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴ر صفر ۱۴۱۵ھ۔

[۱۴۸] دسہرے میں چندہ دینے والے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ جو امام ہوتے ہوئے ہندوؤں کے دسہرہ یا درگا پوجا میں چندہ دیتا ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

لعل محمد انصاری، مقام و پوسٹ گڈھ، ضلع ریوا، مدھیہ پردیش۔ ۴۸۶۵۵۳۔

الجواب

ایسے امام کو بلا تاخیر امامت سے معزول کر دیا جائے۔ یہ کم از کم بدترین فاسق ہے۔ اگر اس نے دسہرہ یا درگا پوجا میں چندہ بلا کسی جبر و اکراہ، بخوشی اعانت کی نیت سے دیا ہے تو پھر مسلمان ہی نہیں۔ یہ کفر میں اعانت ہے اور کفر میں اعانت کفر۔ اور اگر صرف ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے دیا ہے تو بدترین فاسق۔ درگا پوجا، دسہرہ یا کسی بھی مشرکانہ یا کافرانہ کام میں بلکہ حرام کام میں چندہ دینا حرام و گناہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے: إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ [1]۔

اس لیے اس پر توبہ بہر حال واجب ہے۔ اور پہلی صورت میں تجدید ایمان و نکاح بھی۔ جس وقت سے چندہ دیا اس وقت سے لے کر اب تک اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں، سب کا دہرانا یعنی سب کو پھر سے پڑھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۱ر صفر ۱۴۱۴ھ۔

[۱۴۹] ہندوؤں کے میلے میں بہ نیتِ وعظ و تبلیغ جانا کارِ ثواب ہے

مسئلہ زید امام ہے، ہمارے یہاں ہندوؤں کا مشرکانہ میلا لگتا ہے، جس میں مسلمان بھی دکان لگاتے ہیں، ایک ہفتے بعد مسلم دوکان داروں کی جانب سے میلاد شریف رکھی جاتی ہے، جس میں امام صاحب تقریر کرتے ہیں، جب کہ چاروں طرف کھیل تماشا، فلم وغیرہ ہوتا ہے۔ ہمارے گاؤں کے ایک مدرس صاحب ہیں

انھوں نے کہا کہ تقریر تو دور، وہاں جانا بھی منع ہے۔ انھوں نے حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بتایا کہ وہاں جانا حرام، حرام، اشد حرام۔ مولانا صاحب جو تقریر کرنے جاتے تھے، کیا ان کو ہم امام بنا سکتے ہیں؟ اور مدرس صاحب کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

عبد الشکور اشرفی، فرنیچر ہاؤس، صدر روڈ، نواپارہ، ضلع رائے پور، ایم پی۔
۱۲؍ شوال ۱۴۰۹ھ۔

الجواب

میلے میں، اگر چہ ہندوؤں کا میلا ہو، اگر چہ مشرکانہ میلا ہو، بہ نیتِ وعظ و تبلیغ جانا ثواب ہے۔ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ نے عرفانِ شریعت میں یہی لکھا ہے۔ اور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے جو تحریر فرمایا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ بہ نیت تفریح جائے۔ اس لیے اگر امام میلاد شریف میلے میں پڑھنے جاتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں، بلکہ وہ مستحق اجر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۵۰] مسجد کے حجرے میں تعویذ لکھ کر اس کا عوض لینے والا فاسق معلن ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس شخص کے لیے جس نے مدرسے کے نام سے عوام سے چندہ کیا، اور مدرسہ قائم کیا جس کی رجسٹری ایک شخص کے نام سے کی گئی، اور پھر دسیوں سال اس مدرسہ کو چلانے کے بعد مدرسہ کو بیچ دیا، اس جگہ اب رہائش گاہ بن گئی ہے، اور یہ کہا کہ اس روپے سے مدرسے کے لیے دوسری جگہ خریدی جائے گی، جب دوسری جگہ خریدی گئی تو جگہ کو مولانا صاحب نے اپنے نام سے رجسٹری کرائی جو کہ چندے کا روپیہ تھا۔ یہ شخص مسجد کے پیش امام ہیں، انھیں امامت کی تنخواہ ملتی ہے، دعا تعویذ بھی کرتے ہیں، ان کے حجرے میں بے وقت عورتیں پائی گئیں، اعتراض کرنے پر انھوں نے غنڈوں کا استعمال کیا۔ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ اس معاملے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ دیں۔

عبد الغفور، نائب صدر مسجد کمیٹی۔

الجواب

دوسری زمین اگر اس نے خریدی ہے کہ وہاں مدرسہ بنایا جائے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں اگر چہ

زمین مولانا نے اپنے نام لکھوائی ہے۔ ظاہر ہے کہ پہلے والے مدرسے کی زمین جب کمیٹی کے ایک فرد کے نام تھی تو اس کی مرضی کے بغیر وہ عمارت فروخت نہیں ہو سکتی۔ ایسی صورت میں ظاہر یہی ہے کہ پوری کمیٹی کے مشورے سے پہلی عمارت بیچی گئی اور دوسری زمین خریدی گئی، اس لیے مولانا پر کوئی الزام نہیں۔ ہاں! اگر مولانا نے وہ زمین اس لیے خریدی کہ اس پر اپنا ذاتی مکان بنائیں گے تو ضرور خائن اور بدترین فاسق ہیں۔ اب ان کو امام بنائے رکھنا گناہ، ان کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔

اسی طرح اگر مسجد کے حجرے میں تعویذ لکھتے ہیں اور اس کا عوض لیتے ہیں تو بھی فاسق معلن ہوئے، مسجد کے حجرے میں خرید و فروخت جائز نہیں۔ ایسی صورت میں ان کو امام بنائے رکھنا گناہ، اور ان کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ اور اگر تعویذ کا عوض نہیں لیتے فی سبیل اللہ مخلوق کی خدمت کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں، بہت اچھی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶ / ربیع الاول ۱۴۲۰ھ۔

[۱۵۱] فیملی پلاننگ کرانے والوں کو جماعت میں شریک ہونے سے نہ روکا جائے

مسئلہ محترم المقام واجب الاحترام فقیہ عصر مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ.

بعد سلام عرض ہے کہ ہمارے قصبہ انت ناگ میں دو چار آدمی فیملی پلاننگ کیے ہوئے ہیں۔ کیا وہ باجماعت نماز پڑھ سکتے ہیں؟ یا ان میں کوئی امامت و اذان دے سکتا ہے؟ اور اگر ان کو روک دیا گیا تو مسجد شریف میں کوئی آدمی نظر نہیں آئے گا۔ برائے مہربانی مسئلہ سے آگاہ فرمائیے۔ والسلام۔

محمد الطاف حسین۔ مدرس درگاہ حسینی، قاضی باغ، اسلام آباد۔

الجواب

فیملی پلاننگ کرانے والوں کو مسجد میں آنے اور جماعت میں شریک ہونے سے نہ روکا جائے۔ فیملی پلاننگ کرانے کی وجہ سے وہ فاسق ضرور ہوئے مگر کافر نہیں ہوئے، رہے مسلمان ہی۔ اس لیے ان کو مسجد میں آنے اور جماعت میں شریک ہونے سے نہ روکا جائے۔ بعد توبہ اگر ان میں سے کوئی امامت کے لائق ہو اور

امامت کرے، یا اذان دے سکتا ہو اور اذان دے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
۸ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ۔

[۱۵۲] کسی مسلمان کے خفیہ گناہ کا اظہار حرام ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے بارے میں:
جو خفیہ طور پر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، اور ساتھ ہی امامت بھی کرتا ہے، اور اس کے ان افعال پر صرف اس کے دوست ہی مطلع ہیں۔ اگر اس کے احباب اس کا اعلان نہ کریں تو وہ گنہ گار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب

ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیے اور اپنے دل سے پوچھنا چاہیے کہ کیا اس سے کوئی گناہ نہیں ہوا ہے۔ اس لیے لوگوں کے حالات کا تجسس کہ کوئی گناہ کر رہا ہے یا نہیں کر رہا ہے، یا کیا کر رہا ہے، حرام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا(۱)۔

اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی مستحسن ہے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ (2).

جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

کسی مسلمان کے خفیہ گناہ کا اظہار حرام ہے۔ اور جس کے بارے میں یہ شک ہو کہ یہ خفیہ گناہ کر رہا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، کون ہے جو خفیہ گناہ سے بچا ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۵۳] مستند فتوے کے بارے میں یہ کہنا کہ "اگر دیکھنے کے لائق ہو تو دیکھا جائے گا"، بہت سخت ہے

مسئلہ گاؤں میں دو بھائیوں کے مابین نزاع تھا، ایک بھائی بکر نے جھوٹی قسم کھا کر تمام جائداد ہڑپ لی، اس نزاعی معاملے کے بارے میں استفتا کر کے مختلف دار الافتا سے جواب طلب کیا گیا، جن میں بریلی شریف اور

---

(۱)- سورة الحجرات ـ الآية: ۱۲.

(۲)- سنن ابن ماجه، ج: ۳، ص: ۵۷۹، رقم الحديث: ٢٥٤٤، أبواب الحدود، مكتبة أبي المعاطي.

براؤں شریف بھی شامل تھے، دونوں دار الافتا کے جواب میں بکر کو لائق توبہ اور قابل سزاے دنیا و آخرت ٹھہرا کر، مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ جب تک علانیہ توبہ کر کے اپنے بھائی سے معافی نہ مانگ لے اس وقت تک سلام و کلام بند کر کے معاشرتی بائیکاٹ کر دیں۔ ایک عالم دین چند مہینے قبل گاؤں میں تشریف لائے، انھوں نے تنہائی میں بلا کر توبہ کروالی اور دیگر افراد کو مطلع بھی نہیں کیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کے توبہ کروالینے سے اس کے وہاں کھانا پینا جائز ہو گیا؟ تو انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور جب ان کے سامنے جواب استفتا پیش کیا گیا تو انھوں نے غور کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ "اگر دیکھنے کے لائق ہوا تو دیکھا جائے گا، ورنہ نہیں"۔ حالاں کہ سبھی فتاوے قابلِ سند دار الافتا کے ہیں۔ شریعت مطہرہ کی رُو سے ایسے عالم کے پیچھے نماز کی اقتدا کرنا یا دوسرے معاملات میں ان سے رابطہ رکھنا کیسا ہے؟

غلام مصطفی۔ حسن گڑھ، پیر پلاز، ہریا، بستی۔

الجواب

مستند دار الافتا کے فتاویٰ کے بارے میں یہ کہنا کہ "اگر وہ دیکھنے کے لائق ہوا تو دیکھا جائے گا" بہت سخت ہے، اس میں کفر کا بھی پہلو ہے۔ اس عالم پر اس قول سے توبہ فرض ہے۔ اور احتیاطاً تجدید ایمان و نکاح بھی۔ جب تک یہ توبہ نہ کریں ان کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھی جائے اور ان سے کوئی معاملہ نہ رکھا جائے۔ اس جملے میں حکم شرع کی تخفیف اور تحقیر ظاہر ہے۔ اور اس کو فقہا نے کفر لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶ر رجب ۱۴۰۹ھ۔

[۱۵۴-۱۵۵] کرسی یا ٹیبل پر کھانے کی وجہ سے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسائل ذیل میں:

❶ ایک امام صاحب جو کہ عالم ہیں لوگوں کے ساتھ ٹیبل پر کھانا رکھ کر اور کرسی پر بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ کیا امام صاحب کے لیے یہ جائز ہے؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟

❷ رمضان شریف کے موقع پر محلہ کے لوگ امام صاحب اور دوسرے لوگوں کو دعوت افطار کراتے ہیں، جس کی وجہ سے بوقت مغرب مسجد خالی ہو جاتی ہے، جب کہ مسجد میں افطار وغیرہ کا معقول انتظام

ہے۔ امام صاحب کے نہ ہونے کی وجہ سے مؤذن صاحب نماز پڑھاتے ہیں، جو نماز کے مسائل سے ناواقف اور قرآن کو لفظ کی ادائگی کے ساتھ پڑھنا نہیں جانتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں نماز سے پہلے امام صاحب کا دعوت میں جانا صحیح ہے؟

ناظم رسول۔ رسول پور، پوسٹ امبیکاپور، ضلع سرگوجہ، ایم پی۔

الجواب

❶ کرسی یا ٹیبل پر کھانا کھانا اب حرام و گناہ نہیں۔ خصوصیت سے اس بارے میں کوئی ممانعت نہیں آئی ہے۔ چوں کہ یہ طریقہ نصاریٰ کا تھا، اور انھیں کے ساتھ خاص تھا اور حدیث میں فرمایا گیا:

إِيَّاكُمْ وزي الْأَعَاجِم[1]. عجمیوں کے طریقوں سے بچو۔

لیکن اب خاص ان کا طریقہ نہ رہا، تمام بلاد اسلام میں شائع و ذائع ہو گیا ہے۔ اب خاص ان کی وضع نہ رہی، سب کا طریقہ ہو گیا۔ اس لیے میز اور ٹیبل پر کھانا حرام و گناہ نہیں رہا۔ البتہ سنت کے خلاف ضرور ہے۔ مگر یہ سنت مؤکدہ نہیں جس کا ترک گناہ ہو۔ مکروہ تنزیہی ضرور ہے۔ اس لیے میز یا ٹیبل پر کھانے کی وجہ سے امام فاسق یا گنہ گار نہیں ہوا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے۔ اور امام کا کبھی کبھار مسجد سے غائب رہنا معروف و معتاد ہے۔ اور المعروف کالمشروط؛ اس لیے امام کا دعوت میں جانا قابل اعتراض نہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اگر اس کی وسعت میں ہو تو نائب ایسا شخص مقرر کرے جو صحیح طریقے سے نماز پڑھنا جانتا ہو، امام صاحب چوں کہ عالم ہیں اس لیے ان سے مستبعد ہے کہ وہ اپنا نائب ایسے شخص کو مقرر کریں گے جو صحیح طور سے نماز نہ پڑھنا جانتا ہو۔ مؤذن کی جو شکایت ہے، وہ آپ لوگ امام صاحب سے کریں۔ امام صاحب کو لازم ہے کہ اس پر توجہ دیں۔ اگر واقعی مؤذن امامت کے لائق نہیں تو اسے ہرگز نماز پڑھانے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ر ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ۔

[۱۵۶] جہاں جماعت سے محرومی یقینی ہو ایسی جگہ جانا جائز نہیں

مسئلہ جو لوگ سعودی عرب یا ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں سنی امام نہیں، وہ لوگ اپنی نمازیں کیسے ادا کریں؟

عبدالحق خان، جامع مسجد اترولہ، گونڈہ، یوپی۔

---

(۱)- الدراية في تخريج احاديث الهداية، ج: ٤، ص: ٤٤٠، كتاب الكراهية، مجلس بركات.

الجواب

ایسی جگہ جانا ہی جائز نہیں جہاں یقینی طور سے معلوم ہو کہ جماعت سے محرومی ہوگی۔ صرف حج کی اجازت ہے۔ اس لیے کہ حج فرض ہے، پھر حج کے موقعے پر اپنی جماعت کر سکتے ہیں، بلکہ اہل سنت کرتے ہیں۔ رہ گیا روزی کا مسئلہ تو روزی، سعودیہ عربیہ جانے ہی میں منحصر نہیں۔ کیا جو لوگ سعودیہ عربیہ نہیں جاتے ان کو روزی نہیں ملتی؟ جو لوگ مال و دولت کی لالچ میں سعودیہ عربیہ جاتے ہیں انھیں بھی اس کی اجازت نہیں کہ نجدی امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر، کالعدم ہے بلکہ نہ پڑھنا بہتر، پڑھنا قضا کے حکم میں ہے۔ جو لوگ جماعت کے شوق میں نجدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ جماعت کا ثواب کیا پائیں گے، نماز سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ ان پر فرض ہے کہ اکیلے نماز پڑھیں۔ جمعہ و عیدین نہ ملے تو صبر کریں۔ یا اگر کہیں سنی امام کے پیچھے نماز نصیب ہو جائے تو وہاں پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵/ ذو قعدہ ۱۴۱۳ھ۔

[۱۵۷-۱۷۰] صحت اِقتدا کے متفرق مسائل

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

❶ آج کے ماحول کو مد نظر رکھتے ہوئے لوگوں کو سنیت کی طرف رغبت دلانے کے لیے مسجد کے امام کو کس طرح کام کرنا ہوگا؟

❷ قبلہ رخ ہونے کے بعد بیت المقدس امام کے داہنے طرف ہے یا بائیں طرف؟ امام فجر اور عصر میں داہنی طرف رخ کر کے دعا مانگتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا اسی طرف بیت المقدس ہے۔

❸ مسجد کے امام کو بونس لینا کیسا ہے؟

❹ کنجوس و بخیل امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

❺ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور جمعے کا خطبہ دینے کے لیے منبر پر جاتے وقت امام اپنا بایاں پیر پہلے رکھتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

❻ امام، مسجد میں بیٹھا قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے۔ یہ طریقہ کیسا ہے؟

❼ ایک سال سے امام عصر و عشا کی غیر مؤکدہ سنتیں بالکل نہیں پڑھتا ہے، پوچھنے پر جواب دیتا ہے کہ

مجھے شروع سے اس کی عادت نہیں ہے۔ حکم بتائیں۔

❽ یہاں کے زیادہ مصلی داڑھی منڈے ہیں، اور چند مصلیوں کی داڑھی چھوٹی ہے، مؤذن کی حاضری یا غیر حاضری میں کبھی کوئی مصلی خوشی سے اقامت و اذان کہہ دیتا ہے، یہاں ایک نئے امام آئے ہیں، وہ چھوٹی داڑھی یا داڑھی منڈے کو اذان واقامت سے روکتے ہیں جس کی وجہ سے جماعت میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔اب کیا کیا جائے؟

❾ ایک حافظ کو امامت کی جگہ رکھا گیا، امام نے شرط لگائی کہ بیوی بچوں کو یہاں نہیں لاؤں گا؛ لیکن ہر چھ ۶ ماہ بعد چھٹی پر فتح پور، یوپی گھر جاکر بچوں سے مل کر واپس آجاؤں گا۔ چھ ماہ کی مدت ختم ہونے کے بعد بھی خرچ کی لالچ سے نہیں جارہا تھا، ایک ۱ یا دو ۲ ماہ بعد گھر جاکر ایک مہینہ گھر رہ کر واپس آنے کے بعد اس کی تنخواہ لے لیا۔کیا یہ جائز ہے؟ چند مصلی اس کے اس کارنامے کو ناپسند کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی اقتدا نہیں کرتے۔اس بارے میں کیا حکم ہے؟

❿ یہاں ایک مسجد ہے جس کے تحت ایک باغ اور چند دُکانیں ہیں، جن کی آمدنی سے مسجد کا پورا خرچ چلتا ہے، رمضان میں افطار کے لیے مسجد کی آمدنی سے گنجی بنتی ہے، روزے دار اور محلہ کے بچے افطار میں شامل ہوتے ہیں، ایسا شروع سے جاری ہے۔اس کو امام غلط اور ناجائز کہتا ہے۔ حالاں کہ امام نے رمضان میں ایک روز افطار میں گنجی پیا ہے۔ پوچھنے پر جواب دیتا ہے کہ مجھے جائز ہے آپ لوگوں کے لیے نہیں جائز ہے۔اس لیے کہ مجھے مسجد کے مال سے تنخواہ ملتی ہے، میں کھا سکتا ہوں، آپ لوگ نہیں کھا سکتے۔ تو کیا یہ امام کے لیے جائز ہے؟ اور جو سلسلہ شروع سے جاری ہے، اس کو غلط اور ناجائز کہنا اور اپنے لیے جائز کہنا یہ کہاں کی دین داری ہے۔

⓫ بہت سے لوگ نماز جنازہ اور عیدین کے ارکان اچھی طرح نہیں جانتے، شیر بنارس مولانا عبدالحمید صاحب قبلہ، قبل از نماز، نماز کا طریقہ اچھی طرح سمجھاتے تھے، پھر بھی جس کو سمجھ میں نہیں آتا اس کے لیے کہتے کہ جو نیت امام کی وہ میری کہہ کر نماز ادا کریں۔ یہاں کا امام کہتا ہے یہ طریقہ غلط اور ناجائز ہے۔ کوئی مقتدی ایسی نیت ہرگز نہیں کرسکتا۔اس سے نماز نہ ہوگی۔اس سلسلے میں صحیح کیا ہے؟ واضح کریں۔

⓬ امام اور مؤذن کی آپس میں نہیں بنتی۔ان دونوں کی یہ حالت دیکھ کر ایک مصلی نے امام سے پوچھا کہ آپس میں کیوں نہیں صلح کر لیتے ہو؟ تو امام جواب دیتا ہے کہ مؤذن فاسق ہے، اس لیے میں اس سے نہیں بولتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ جب امام، مؤذن کو فاسق کہتا ہے، یا جانتا ہے تو اس کی اذان و اقامت پر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ مؤذن لباس و داڑھی کے اعتبار سے باشرع ہے۔

۱۳ یہاں شروع سے نماز جنازہ مسجد کے صحن میں پڑھانے کی عادت جاری ہے، ایک نیا امام آیا ہے، جوان سب کو مکروہ تحریمی اور گناہ کہتا ہے، اور کہتا ہے: جو جنازہ صحنِ مسجد میں رکھ کر دوسروں سے پڑھایا جائے گا یا اس کے لیے مجھے بلایا جائے گا تو میں اس میں ہرگز شرکت نہیں کروں گا۔ امام کے اس قول و فعل سے جماعت میں پھوٹ پڑگئی ہے۔ اب کیا کیا جائے؟

۱۴ زید پتلون اور بوشٹ پر پنج وقتہ نماز پڑھتا ہے، لیکن داڑھی نہیں ہے پھر بھی قول و فعل کا سچا اور پکا ہے۔ اور ایک امام ایسا ہے کہ باشرع ہونے کے باوجود جھوٹ بولتا ہے، اب ان دونوں میں کون بہتر ہے؟

پیر محمد قادری، ولی گڑھ، ٹاٹا اسٹریٹ، راجہ مندری۔

الجواب

۱ پہلے امام خود سنت پر عمل کرے، اپنے گھر والوں اور اپنے متعلقین کو عامل بالسُّنّۃ بنائے، پھر پیار و محبت اور خوش اخلاقی کے ساتھ لوگوں کو سمجھائے، سنت پر پابندی کے فوائد بیان کرے، ترک سنت کے جو قبائح ہیں ان کو بیان کرے۔ اور ہر کام کے متعلق جو جو سنتیں ہیں بار بار لوگوں کو بتائے۔ جو لوگ سنتوں کے پابند ہو جائیں ان کی حوصلہ افزائی کرے۔

۲ سلام کے بعد داہنے مڑنا اس بنا پر نہیں کہ ادھر بیت المقدس ہے، بلکہ اس بنا پر ہے کہ یہ سنت ہے۔ حضور اقدس ﷺ سلام کے بعد دائیں یا بائیں مڑ جاتے تھے، یا مقتدیوں کی طرف رخ کر لیا کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ مسجد کے منتظمین اگر بخوشی دیں تو امام کو لینے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطے کہ مال موقوف سے نہ دیا جائے۔ یا یہ کہ پہلے سے اس کے دینے کا رواج چلا آرہا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴ اگر امام اتنا بخیل و کنجوس ہے کہ زکات، فطرہ، قربانی واجب ہوتے ہوئے نہیں ادا کرتا ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اور اگر زکات اور دیگر صدقات واجبہ ادا کرتا ہے، تو اس کو امام بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵ یہ بے نصیب محروم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶ اس میں کوئی حرج نہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے خصوصاً صبح کے وقت کہ اگر قبلہ رخ بیٹھ کر تلاوت کریں گے تو بجھائی کم دیتا ہے، روشنی کم رہتی ہے۔ اور پورب رخ کر کے بیٹھنے میں پوری روشنی رہتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ امام پر کوئی گناہ نہیں۔ اس کے پڑھنے میں ثواب ہے، اور نہ پڑھنے میں ادنیٰ سی بھی کراہت

نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑧ جو لوگ داڑھی منڈاتے ہیں یا کاٹ کر یا کٹوا کر ایک مشت سے کم کرتے ہیں وہ فاسق معلن ہیں، انھیں اذان واقامت کہنے دینا جائز نہیں۔ بلکہ اذان کے بارے میں علما نے لکھا ہے کہ دوبارہ کہی جائے، امام نے صحیح حکم شرعی بتایا۔ فتنہ فساد وہ لوگ مچاتے ہیں جو فسق و فجور کرنے کے باوجود حکم شرعی بتانے والے کو برا بتاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑨ تمام ملازمتوں میں یہ عمل در آمد ہے کہ ملازم کو سال میں ایک ماہ، دو ماہ، ڈیڑھ ماہ با تنخواہ چھٹی ملے گی۔ اس کے مطابق اگر امام تنخواہ لیتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ شرعاً کوئی میعاد مقرر نہیں کہ اتنے دنوں میں ہر جوان انسان اپنے بال بچوں کے پاس جائے۔ کتنے علمائے کرام، اولیاے عظام ایسے گزرے ہیں جنھوں نے زندگی بھر شادی نہیں کی؛ اس لیے محض اس بنا پر کہ امام چھ مہینے کے بعد اپنے گھر نہیں جاتا، اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز کہنا بلکہ یہ جبروتی حکم لگانا کہ اس کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوگی، شریعت پر افترا ہے۔ ایسا حکم لگانے والے کو توبہ کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑩ یہ امام کی زیادتی ہے، جب قدیم سے عمل در آمد ہے کہ مسجد کے مال سے افطار کرائی جاتی ہے تو اسے ناجائز کہنا غلط ہے۔ پھر اگر وہ ناجائز ہوگی تو سب کے لیے۔ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ امام کے لیے جائز ہو اور غیروں کے لیے ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑪ اولاً تو یہ مسلمان کے ساتھ زیادتی ہے، بدگمانی ہے کہ سائل نے یہ لکھ دیا کہ لوگ نمازِ جنازہ اچھی طرح پڑھنا نہیں جانتے۔ جب مقتدی کو یہ معلوم ہے کہ امام نمازِ جنازہ ہی پڑھانے کھڑا ہوا ہے تو اس صورت میں ان الفاظ میں اس کی نیت صحیح ہے کہ "جو نیت امام کی وہی نیت میری"، لیکن اس میں ایک نقص ہے، مقتدی کو امام کی اقتدا کی نیت کرنی لازم ہے۔ جملۂ مذکورہ سے اگرچہ ضمناً یہ نیت ہو جاتی ہے، لیکن عوام کے لیے یہ تصریح ایک حد تک ضروری ہے؛ اس لیے عوام یہ بھی اضافہ کریں، اس امام کی اقتدا میں۔ اتنے کج راسطے سے چلنے کی کیا حاجت، مقتدی یہ نیت کرلیں، نیت کی میں نے اس میت کے نماز جنازہ پڑھنے کی، اس امام کی اقتدا میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑫ اگر مؤذن فاسق نہیں اور امام نے اسے فاسق کہا تو امام خود فاسق ہو گیا، اور اگر فاسق ہے تو پھر اس کی اذان واقامت مکروہ ہے۔ امام پر واجب تھا کہ اس مؤذن کو ہٹانے کی پوری کوشش کرتا، اور اگر کوشش کی لیکن خدا ناترس منتظمین نے نہیں سنا جیسا کہ اکثر سنا گیا ہے، تو امام پر کوئی گناہ نہیں۔ نماز بہر حال درست ہو جاتی

ہے۔ اگرچہ فاسق اذان واقامت کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑬ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ وممنوع ہے۔ تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

(وَكُرِهَتْ تَحْرِيمًا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ هُوَ) أَيْ الْمَيِّتُ (فِيهِ) وَحْدَهُ، أَوْ مَعَ الْقَوْمِ. (وَاخْتُلِفَ فِي الْخَارِجَةِ) عَنْ الْمَسْجِدِ وَحْدَهُ، أَوْ مَعَ بَعْضِ الْقَوْمِ (وَ الْمُخْتَارُ الْكَرَاهَةُ) مُطْلَقًا... وَهُوَ الْمُوَافِقُ لِإِطْلَاقِ حَدِيثِ أَبِي دَاوُد: (مَنْ صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ)[1].

اس کے تحت شامی میں ہے:

فَرَجَّحَ الْقَوْلَ الْأَوَّلَ لِإِطْلَاقِ الْمَنْعِ فِي قَوْلِ مُحَمَّدٍ فِي مُوَطَّئِهِ: لَا يُصَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ فِي مَسْجِدٍ. وَقَالَ الْإِمَامُ الطَّحَاوِيُّ: النَّهْيُ عَنْهَا وَكَرَاهِيَتُهَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ أَيْضًا وَأَطَالَ، وَحَقَّقَ أَنَّ الْجَوَازَ كَانَ ثُمَّ نُسِخَ وَتَبِعَهُ فِي الْبَحْرِ، وَانْتَصَرَ لَهُ أَيْضًا سَيِّدِي عَبْدُ الْغَنِيِّ فِي رِسَالَةٍ سَمَّاهَا [نُزْهَةَ الْوَاجِدِ فِي حُكْمِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ فِي الْمَسَاجِدِ][2].

امام صاحب نے ٹھیک کہا، اس پر مسلمانوں کو عمل کرنا واجب ہے۔ حکم شرعی کے مقابلے میں پرانے رسم ورواج پر اڑے رہنا جاہلیت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑭ دونوں فاسق ہیں، داڑھی منڈوانے والا بھی اور جھوٹ بولنے والا بھی۔ داڑھی منڈوانے والا اس سے بڑا فاسق ہے۔ اس لیے کہ وہ داڑھی منڈوا کر اپنے گناہ کا اعلان کر رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳؍ صفر ۱۴۱۱ھ۔

[۱۷۱] کیا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بیوی نے زہر دیا تھا؟

مسئلہ زید پیش امام ہے اس نے تقریر میں کہا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بیوی نے زہر دیا۔ ایسے امام کے لیے کیا حکم ہے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

پیر محمد ایوب فاروقی، سجادہ نشین، درگاہ حضرت صوفی حمید الدین، ناگوری رحمۃ اللہ علیہ۔

---

(۱)- الدر المختار، ج:۳، ص:۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

(۲)- رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۲۶، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

الجواب

امام نے کوئی غلط بات نہیں بیان کی، تاریخ کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ انھیں ان کی بیوی جادہ نے زہر دیا تھا۔ علاوہ ازیں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے برادر حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب ''آئینۂ قیامت'' میں بھی یہی لکھا ہے۔ آئینۂ قیامت کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ صحیح روایات پر مشتمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۷؍ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ۔

[۱۷۲] امام کا، مسجد سے باہر والے کمرے میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہنے میں کوئی حرج نہیں

مسئلہ ہمارے امام صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ مسجد کے صحن سے لگی ہوئی دیوار والے روم میں رہتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

کلیم احمد، گلشن جویلرس، کالج روڈ، کشور نگر، کٹک، اڑیسہ۔

الجواب

جب یہ حجرہ مسجد سے باہر ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات، امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے سارے حجرے مسجد نبوی سے متّصل تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اعتکاف میں ہوتے میں اپنے حجرے میں ہوتی، سر اقدس میری طرف بڑھا دیتے، میں انھیں دھوتی۔ نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجرہ مبارکہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے متّصل جانب شمال، مسجد سے ملا ہوا تھا۔ آج بھی اس کے نشانات باقی ہیں، جس کا جی چاہے جا کر دیکھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۸؍ شوال ۱۴۱۸ھ۔

[۱۷۳] فال پر یقین رکھنے والا فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے کرام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں:

زید سنی صحیح العقیدہ، مسجد کا امام ہے، دُعا تعویذ کرتا ہے اور فال بھی دیکھتا ہے، اور اس پر یقین بھی رکھتا

ہے اور لوگوں کو یقین بھی دلاتا ہے۔ آیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
محمد قیصر حسن، برکاتی، مدرسہ تعلیم الاسلام، چوتھا نظام پورہ، قصائی واڑہ، بھیونڈی، تھانہ، مہاراشٹر۔

الجواب

اگر یہ صحیح ہے کہ یہ امام اپنی نکالی ہوئی فال پر خود بھی یقین رکھتا ہے، اور دوسروں کو بھی یقین دلاتا ہے تو فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ حدیث میں ہے:

مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ... فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أَنْزَلَ اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ اھ[1].

یہ بعید ہے کہ امام اپنی نکالی ہوئی فال پر یقین رکھتا ہو اور دوسروں کو بھی یقین دلاتا ہو۔ نیز کچھ ایسے اعمال ہیں جن کے ذریعہ اس کی صحیح تشخیص ہو جاتی ہے کہ مریض پر کوئی آسیب ہے یا سحر، یا جسمانی بیماری۔ یہ تشخیص فال میں داخل نہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے حکیم ڈاکٹر لوگ علامات وغیرہ سے بتا دیتے ہیں کہ اسے فلاں مرض ہے، حرام یہ ہے کہ مثلاً کسی کا مال چوری ہوا، کسی نے فال نکال کر بتایا کہ فلاں نے چرایا ہے، اس پر یقین کرنا وغیرہ وغیرہ، یہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ۔

[۱۷۴-۱۷۵] قاتل کو امام بنانا جائز نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسائل میں:

❶ اگر کوئی شخص امامت کے لیے کھڑا ہو جائے حالاں کہ مقتدی اس کو ناپسند کرتے ہوں اور وہ شخص مُنار کی دلالی کا پیسہ کھاتا ہو، تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل تؤجروا بالأجر الجزیل.

❷ زید اپنے محلے کی مسجد کا امام ہے، اس کا پانی کھینچنے والا موٹر چوری ہو گیا، امام مذکور کے لڑکے نے بکر کے سامنے اس واقعے کا ذکر کیا، اور پتا لگانے کے لیے بکر کو کچھ روپے دیے، بکر نے کچھ سامان کہیں سے برآمد کر کے حوالے کر دیا، تو امام کے لڑکے نے کہا جب تم موٹر کے سارے سامان برآمد نہیں کر سکے تو میرا سارا پیسہ واپس کر دو۔ دریں اثنا ایک دن امام مذکور کے لڑکوں اور اس کے گھر والوں نے بکر کو مارتے پیٹتے ہوئے اپنے گھر لا کر بند کر دیا اور رات بھر زد و کوب کرتے رہے۔ صبح کو پولس نے گھر سے بکر کی لاش نکالی، جس کو بہت ہی بے دردی سے

---

(۱)- سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الكاهن، ج: ٤، ص: ٢١، رقم الحديث: ٣٩٠٦، دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان.

قتل کیا گیا تھا، اس کے ہاتھ پیر کی رگیں کاٹ دی گئی تھیں۔ کچھ دنوں بعد امام مذکور کی وفات ہوگئی، اور اب اس کا لڑکا وقتاً فوقتاً امام بن جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز، درست ہے یا نہیں؟

محمد حشم الدین، جام نگر، راج محل، ضلع صاحب گنج، بہار۔

الجواب

❶ جس شخص کو لوگ ناپسند کرتے ہوں اس کو امام بننا ممنوع ہے، حدیث میں فرمایا گیا تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی۔ (قبول نہیں ہوتی) ان میں سے ایک وہ ہے جو ایسے لوگوں کی امامت کرے جو اسے ناپسند کرتے ہوں۔ مَنْ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ [1]۔

بشرطے کہ یہ ناپسندیدگی اس بنا پر ہو کہ امام میں کوئی شرعی نقص ہو۔ اور اگر امام میں کوئی شرعی نقص نہیں اور لوگ اس کی امامت ناپسند کرتے ہوں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ الٹے امام کو ناپسند کرنے والے ماخوذ ہوں گے۔

سنار کی دلالی جائز بھی ہو سکتی ہے اور ناجائز بھی۔ جب تک دلالی کی تفصیل نہ معلوم ہو کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ اگر یہ صحیح ہے کہ امام مذکور کے لڑکے نے اس شخص کو قتل کیا ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ کسی بھی مسلمان کو ناحق قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے، یہاں تک کہ فرمایا گیا:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ [2]۔

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے۔ مدتوں اس میں رہے گا، اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور لعنت ہے۔ اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس امام کے لڑکے کو امام نہ ہونے دیں، اسے روک دیں۔ اس کی قدرت نہ ہو تو کم از کم اتنا کریں کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷/ ذو قعدہ ۱۴۲۰ھ۔

---

(۱)- السنن الكبرىٰ للبيهقي، ج:۳، ص: ۱۲۸، رقم الحديث: ۵۵۴۵، باب ماجاء في من أم قوما الخ، مجلس دائرة المعارف النظامية، حيدر آباد، الهند.

(۲)- سورة النساء، الآية: ۹۳.

[۱۷۶-۱۷۷] سرور کائنات ﷺ نے مصلے پر امامت فرمائی ہے یا نہیں ؟

مسئلہ ❶ سرور کائنات ﷺ نے مصلے پر امامت فرمائی ہے یا نہیں؟ مولانا راشد صاحب کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مصلے پر امامت نہیں فرمائی ہے، بلکہ صرف امامت کا لقب ہے۔

❷ نیز کہا کہ حضرت علی نے مصلے پر امامت نہیں فرمائی ہے۔ ہم ان کو امام نہیں مانتے۔ نیز یہی بات حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق بھی کہا ہے۔ یعنی اس نے بارہ امام تک انکار کیا ہے کہ انھوں نے امامت نہیں فرمائی ہے، صرف امام کہا جاتا ہے، یعقوب انصاری نے بھی مولانا راشد کی تائید کی ہے۔

محمد صدیق انصاری، مینہ نگر، اعظم گڑھ، یوپی۔

الجواب

❶ حضور اقدس ﷺ پنج وقتہ، جمعہ و عیدین وغیرہ تمام نمازوں میں مصلے پر کھڑے ہو کر امامت فرماتے تھے، بلکہ جب بھی حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہوتے تو حضور ہی مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے، کوئی دوسرا نہ پڑھاتا۔ ہاں چند بار جب کہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما نہ ہوتے تو دوسرے صحابہ نے نماز پڑھائی ہے۔ مثلاً ایک بار حالت سفر میں غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں مدینہ طیبہ کے اندر اور حضور اقدس ﷺ کی علالت اخیرہ میں سترہ وقت کی نمازیں پڑھائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ حضرت شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں مصلے پر کھڑے ہو کر تمام نمازیں پڑھائی ہیں۔ مسجد نبوی میں بھی، اور کوفے میں بھی اور حالت سفر میں بھی، بلکہ شہادت اسی حالت میں ہوئی کہ نماز پڑھانے کے لیے مصلے پر جا رہے تھے۔ اسی طرح حضرت امام حسن مجتبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جب تک خلیفہ رہے پابندی سے مصلے پر کھڑے ہو کر امامت فرماتے رہے۔ ہاں جب خلافت سے دست بردار ہو گئے تو نماز نہیں پڑھاتے تھے بلکہ حاکم وقت نماز پڑھاتا اور آپ اس کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔ ہاں! حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی مسجد نبوی یا مسجد حرام یا کسی مسجد میں مصلے پر کھڑے ہو کر کوئی نماز نہیں پڑھائی، یہ ہمیشہ دوسرے اماموں کی اقتدا میں نماز پڑھتے رہے۔ البتہ جب مدینہ طیبہ سے مکہ جا رہے تھے اور جب مکہ معظمہ سے کربلا جا رہے تھے تو راستے میں اور کربلا پہنچے کے بعد وہاں اپنے ہمراہیوں کی مصلے پر کھڑے ہو کر امامت فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔　　۱۳؍ ربیع الآخر ۱۴۱۵ھ۔

[۱۷۸] باجماعت نمازیں نہ پڑھنے والے امام کی اقتدا کرنا

مسئلہ کوئی سید امام صرف جمعے کی نماز کے لیے مسجد میں آئے اور بقیہ نمازیں باجماعت مسجد میں نہ پڑھے تو ایسے امام کے پیچھے جمعے کے نماز ہوگی؟

محبوب جھنگاروی، نورانی مسجد، رام نگر، کرجن، ضلع بڑودہ، گجرات۔ ۳۹۱۲۴۰۔

الجواب

جو مسلمان شرعاً معذور نہ ہو، اس پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔ جو باوجود استطاعت کے جماعت سے نماز نہ پڑھے وہ فاسق معلن ہے۔ اسے کسی نماز کا امام بنانا گناہ، اور امام ہو تو اسے معزول کرنا واجب۔ اس کے پیچھے پڑھی نمازوں کو دہرانا واجب۔ یہ حکم جیسے غیر سید کے لیے ہے سید کے لیے بھی ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان سید صاحب کو نماز پڑھانے سے روک دیں۔ اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو اور اس آبادی میں دوسری جگہ بھی جمعہ ہوتا ہو جس کا امام صالح، متدین، غیر فاسق ہو، اس کے پیچھے جاکر نماز پڑھیں۔ ان کے پیچھے ہرگز ہرگز نہ پڑھیں۔ ہاں اگر اس آبادی میں دوسرا جمعہ نہ ہوتا ہو یا وہاں کا امام بھی صحیح نہ ہو تو مجبوراً ان سید صاحب کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھ لیں۔ چوں کہ نماز جمعہ صحیح ہونے کے لیے جماعت شرط ہے، اور نماز دہرانے میں جماعت کا ملنا متعذر، اس لیے اس کے اعادے کا بھی حکم نہیں۔ نماز جمعہ صحیح ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷؍ رجب ۱۴۱۹ھ۔

[۱۷۹] قَدْر، اَمْر، فَجْر، شَهْر کو قَدَر، اَمَر، فَجَر، شَهَر پڑھنے والے کی اقتدا

مسئلہ نماز کے اندر ”سورۂ قدر“ میں لَيْلَةُ الْقَدْرِ کے لفظ قَدْر کی دال ساکن کو مفتوح کر کے قَدَر، اَمْر کو اَمَر، فَجْر کو فَجَر، شَهْر کو شَهَر پڑھا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ ایسی غلطیاں کرنے والوں کو امام بنانا کیسا ہے؟

محمد منظری، اکبری۔ ۱۰؍ مارچ ۱۹۹۹ء، بروز بدھ۔

الجواب

ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں، صحیح خواں کو امام بنانا لازم۔ سوال میں جو صورت تحریر ہے اس کے مطابق نماز ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴؍ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ۔

[۱۸۰] الکحل آمیز دوائیں دینے والے ڈاکٹر کی اقتدا کرنا

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں:

ایسا امام جو ڈاکٹر ہو، شراب اور اسپرٹ آمیز انگریزی دوائیں مریض کو دیتا ہو، وقتِ علاج، غیر محرم عورتوں پر نظریں ڈالتا ہو، جھوٹ، بہتان اور غیبت شغل بنالیا ہو، مسلمانوں میں انتشار پھیلا کر دینی مدرسوں کو نقصان پہنچاتا ہو اور امامت کی پابندی بھی نہ کرتا ہو۔ کیا ایسے امام کی اقتدا میں نماز درست ہو سکتی ہے؟ اگر فتویٰ آنے کے بعد بھی امامت سے باز نہ آئے اور کچھ لوگ ایسے ڈاکٹر کو اپنا امام بنائے رکھیں، تو ان سب کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

فہیم الدین اشرفی، کراف جناب محمد عرفان اِڈوکیٹ، تحصیل بِلاری، ضلع مرادآباد، یوپی۔

الجواب

بطور دَوا، ایسی دوائیں جن میں اسپرٹ یا الکحل وغیرہ کی آمیزش ہو، ان کے بارے میں عموم بلویٰ و ضرورت کے پیشِ نظر فتویٰ اس پر ہے کہ ان کا استعمال جائز ہے۔ یوں ہی بغرض علاج غیر محرم کو دیکھنا یا چھونا جائز ہے۔ اس لیے اس ڈاکٹر پر ان دو باتوں کی وجہ سے کوئی الزام نہیں۔

ہاں! جھوٹ، غیبت اور مسلمانوں میں ناحق انتشار پھیلانا ضرور گناہ ہے۔ اس کی وجہ سے یہ ڈاکٹر فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ کما فی الغنیة والدر المختار.

مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس ڈاکٹر کو امامت سے علاحدہ کریں، کسی نیک دین دار کو امام مقرر کریں، جو مسلمان اس حکم شرعی کو نہ مانے وہ بھی گنہ گار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۸۱] مسلمانوں کے ساتھ بد خواہی کرنے والے کی اقتدا ہرگز نہ کی جائے

مسئلہ: کوئی عالم اپنے بھائی کی بات غیر مسلم سے جاکر کہے اور ان کافروں سے جھگڑا فساد ہو تو ایسے عالم کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

رحمت علی، دھرم سنگھواں بازار، ضلع بستی، یوپی۔
۱۵ر شوال ۱۴۸۹ھ۔

الجواب

مسلمان کی کوئی بات غیر مسلم سے جاکر کہنا جس سے غیر مسلموں کو اشتعال ہو، جس کی وجہ سے جھگڑا فساد ہو جائے، یا جھگڑے فساد کے دوران ایسی کوئی بات غیر مسلموں سے کہنا جو مسلمانوں کے لیے مضر اور غیر مسلموں کو مفید ہو، سخت حرام وگناہ ہے۔ یہ مسلمانوں کے ساتھ بد خواہی اور کافروں کے ساتھ خیر خواہی ہوئی۔ ایسے نام نہاد عالم کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھی جائے، اسے امامت سے معزول کردیا جائے۔ ارشاد ہے:

لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶؍ شوال ۱۴۰۹ھ۔

[۱۸۲] بنام قضاے عمری، نفل نماز، باجماعت پڑھانے والے کی اقتدا جائز نہیں

مسئلہ یہاں ایک مسجد میں جمعۃ الوداع کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب پانچوں وقت کے فرائض، اذان و اقامت سے، جماعت کے ساتھ ادا کرواتے ہیں، وہ اس طرح کی نمازوں کو قضاے عمری کہتے ہیں۔ ثبوت میں کہتے ہیں کہ ہم ان نمازوں میں خدا ہی کو تو سجدہ کرتے ہیں، کیا خدا کو سجدہ کرنا حرام ہے؟ اس قضاے عمری کی ممانعت سے متعلق وہ فتووں کو بھی قبول نہیں کرتے۔ بکر کہتا ہے کہ امام صاحب یہ قضاے عمری لوگوں کے دباو میں پڑھاتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب اور بکر کے متعلق حکم شرع کیا ہے؟

شیخ نسیم الدین رضوی، انجمن رضاے مصطفی، رضوی چوک، بیادل، جلگاؤں، مہاراشٹر۔

الجواب

یہ نام نہاد قضاے عمری بے اصل ہے، اور جس طرح پڑھی جاتی ہے یہ کسی طور سے بھی جائز نہیں۔

اولاً: یہ نماز نفل ہوگی اور تداعی کے ساتھ ہوگی، جو مکروہ ہے۔ نفل نماز تداعی کے ساتھ مکروہ ہے۔ تداعی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ امام کے علاوہ (بروایتے) دو سے زائد (بروایتے) تین سے زائد مقتدی ہوں۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

---

(۱)- سورۃ الممتحنۃ، الآیۃ: ۱۔

لَا (التَّطَوُّعَ بِجَمَاعَةٍ) أَيْ يُكْرَهُ ذَلِكَ عَلَى سَبِيلِ التَّدَاعِي، بِأَنْ يَقْتَدِيَ أَرْبَعَةٌ بِوَاحِدٍ... يُكْرَهُ الإِقْتِدَاءُ فِي صَلَاةِ رَغَائِبَ وَبَرَاءَةٍ وَقَدْرٍ(1).

ثانیا: یہ، نفل نماز، اذان واقامت کے ساتھ پڑھتا ہے، نماز نفل کے لیے اذان واقامت مشروع نہیں۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(وَهُوَ سُنَّةٌ لِلْفَرَائِضِ) الْخَمْسِ (لَا) يُسَنُّ (لِغَيْرِهَا) كَعِيدٍ (2).

اس کے تحت شامی میں ہے:

أَيْ مِنْ الصَّلَوَاتِ (3).

در مختار میں ہے:

وَالْإِقَامَةُ كَالْأَذَانِ (4).

ثالثاً: عوام کو دھوکے میں ڈالنا ہے اور قضا شدہ نمازوں کی ادائگی سے روکنا ہے۔ اس نماز کے پڑھنے سے عوام کو یقین ہو جائے گا کہ ہم نے سال بھر میں جتنی نمازیں قضا کی ہیں سب ادا ہو گئیں تو قضاے عمری نہ پڑھیں گے اور فرائض ان کے ذمے رہ جائیں گے؛ اس لیے اس کے پڑھنے کی کسی حال میں اجازت نہیں۔ امام کو سمجھایا جائے، مان جائے فبہا۔ ورنہ اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے۔ یا صدی امام جو مفتیان عظام کے فتووں کو نہ مانے، امامت کے لائق نہیں۔ حکم شرع نہ ماننا سرکشی و تمرد ہے اور بے جا جسارت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۴ھ۔

[۱۸۳] مسلمان کے ساتھ بدگمانی حرام ہے

مسئلہ: زید ایک مسجد کا امام ہے، جس کو خالد و بکر نے مدرسہ اور مسجد کے لیے کچھ روپے دیے، تین ماہ تک کسی کو اس روپے کے متعلق خبر نہیں ہوئی، بعدہٗ چندہ دہندگان نے کمیٹی کے افراد سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے نہیں دیا ہے۔ اس کے بعد اراکین مدرسہ کی ایک میٹنگ ہوئی، تب امام صاحب نے پیسہ دیا، اس

---

(۱)- اَلدُّرُّ المختار، ج: ۲، ص: ۵۰۰، کِتَابُ الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ، بَيْرُوْت، لبنان.

(۲)- اَلدُّرُّ المختار، ج: ۲، ص: ۴۸ تا ۵۰، کِتَابُ الصلاۃ، باب الاذان، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ، بَيْرُوْت، لبنان.

(۳)- ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۵۰، کِتَابُ الصلاۃ، باب الاذان، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ، بَيْرُوْت، لبنان.

(۴)- اَلدُّرُّ المختار، ج: ۲، ص: ۵۵، کِتَابُ الصلاۃ، باب الاذان، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ، بَيْرُوْت، لبنان.

سے معلوم ہوا کہ اگر کمیٹی نہ ہوتی تو امام صاحب پیسہ نہیں دیتے۔ کیا ایسی صورت میں امام صاحب کی چوری ثابت ہوتی ہے؟ اور وہ امامت کے حق دار ہیں؟

طاہر علی، بدھی رام پور، ہرپور تیواری، مہراج گنج، یوپی۔

الجواب

زید کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ زید پر چوری ثابت نہیں، جب کہ طلب کرنے پر فوراً بلا تاخیر اس نے روپے دے دیے۔ رہ گیا دو تین مہینے تک نہیں دیا، اس کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں، مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ⑫ (1)۔

اور جب تم نے اس کو سنا تھا، کیوں نہ مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا، اور یہ کہا یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔

مسلمان کے ساتھ بدگمانی حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ (2).

بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴؍ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ۔

[۱۸۴] مصلحت کے مدّ نظر، غیر مسلم کے الیکشن کے لیے پرچار کرنے میں کوئی گناہ نہیں

مسئلہ زید ایک مسجد کا امام ہے، اس نے ایک غیر مسلم کے انتخاب میں مسلم و غیر مسلم عوام سے اس بنا پر اس کے لیے ووٹ طلب کیا کہ مذکورہ شخص نے دار العلوم مجاہد ملت کی امداد تقریباً پانچ چھ ہزار روپے کے سامان سے کیا۔ تو کیا زید مذکور کا فعل شریعت کے خلاف ہے؟ اور زید امامت کے لائق نہیں؟ اور اگر ہے تو

---

(۱)- سورۃ النور، الآیۃ: ۱۲.

(۲)- صَحِيحُ البُخَارِي، ج: ۱، ص: ۳۸٤، كتابُ الوَصَايَا، بَابُ قَولِ اللهِ تَعَالَى: ﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ﴾ رقم الحديث: ٥١٤٣، مَجْلِسُ البَرَكَات، الجَامِعَةُ الأَشْرَفِية، مُبَارَك پور.

زید کو قابل امامت نہ جاننے والوں کے لیے شرعی حکم کیا ہوگا؟

عبداللہ خان، امام مسجد کچی محلہ، دھان پوری، شہڈول، ایم پی۔

الجواب

اپنی مصلحتوں اور فائدوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس دور میں کسی غیر مسلم کے الیکشن کے لیے پرچار کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس پر اعتراض کرنا جہالت ہے۔ ایک سال خود حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کانگریس آئی کو ووٹ دینے کی اپیل کی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۸ر صفر ۱۴۱۱ھ۔

[۱۸۵] فرض سے پہلے والی سنت مؤکدہ پڑھے بغیر نماز پڑھانے کی اجازت نہیں

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید ایک مسجد کا امام ہے، اکثر ظہر کے فرض سے پہلے کی چار رکعت سنت تنگی وقت کا بہانہ بنا کر پڑھے بغیر امامت کرتا ہے، کہتا ہے کہ جماعت کے بعد پڑھ لیتا ہوں، امام مذکور کی یہ عادت بن گئی ہے۔ ظہر کے پہلے کی چار سنتوں کے بجائے دو رکعت ہی پڑھتا ہے، سوال کرنے پر جواب دیتا ہے کہ ظہر سے پہلے دو رکعت ہی پڑھنے کا ثبوت حدیث شریف سے ملتا ہے۔

نیز جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے بغیر امامت کرتا ہے، سوال کرنے پر اس کا ثبوت بھی حدیث شریف سے دینے کا دعویٰ کرتا ہے؛ مگر اب تک ثبوت نہ دے سکا۔ لہذا ایسے امام کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

قاضی محبوب۔ پیراں روڈ، ۱۶/۸۰، برمپا اسٹریٹ، پرانی بستی، رتن پور، اے، پی۔

الجواب

اس امام کو فوراً بلا تاخیر امامت سے الگ کر دیا جائے، یہ فاسق معلن ہے؛ کیوں کہ ظہر کی سنت مؤکدہ نہیں پڑھتا، یا بلا عذر شرعی اس کو مؤخر کرتا ہے۔ امام کو اس کی اجازت نہیں کہ فرض سے پہلے والی سنت مؤکدہ پڑھے بغیر نماز پڑھائے۔ اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں سب کا اعادہ واجب ہے۔ اور اسے

امامت سے معزول کرنا بھی واجب۔

جمعہ کے قبل بہت سی حدیثوں میں چار رکعت سنتیں پڑھنا مذکور ہے۔ اس لیے احناف کا اسی پر عمل ہے۔ اور احناف کو اسی پر عمل کرنا واجب ہے۔ بے علم ہوتے ہوئے احادیث سے مسائل کا استخراج کرنا گمراہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ۔

[۱۸۶] تعزیہ داری کے جلوس میں شریک ہونے والا فاسق معلن ہے

مسئلہ زید ایک عالم دین اور گاؤں کا امام ہے، اس کی موجودگی میں تعزیہ داری ہوتی ہے، مگر وہ روکتا نہیں۔ اگر وہ چاہے تو فوراً بند کرا سکتا ہے، مگر وہ سامنے بیٹھ کر تعزیہ دیکھتا ہے اور خود مجلسِ محرم پڑھتا ہے۔ کیا ایسے عالم کے پیچھے نماز جائز ہے؟

شبیر احمد قادری۔ سلطانیہ مسجد، گنتل، کارواڑ، کرناٹک۔

الجواب

تعزیہ داروں پر تعزیہ داری کا جنون ایسا طاری ہوتا ہے کہ وہ کسی کی نہیں سنتے۔ یہ آپ کا خیال ہے کہ عالم دین تعزیہ داری بند کرنے پر قادر ہے۔ اگر یہ عالم تعزیہ داری کو ناجائز سمجھتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ ہاں! اگر تعزیہ داری کے جلوس میں شریک ہوتا ہے، یا اسے دیکھنے کے لیے جاتا ہے تو ضرور فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ اور اگر صورت حال یہ ہو کہ امام پہلے سے کہیں بیٹھا ہوا ہے اور تعزیہ کا جلوس گزرا تو امام پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ۔

[۱۸۷] جوتا اتارے بغیر جنازہ پڑھانے والے کی امامت

مسئلہ ہماری مسجد کے امام صاحب نماز جنازہ ہمیشہ پیر سے جوتا اتارے بغیر پڑھتے ہیں اور اس کو بلا کراہت جائز بتاتے ہیں۔ کیا اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں؟

سید عبدالرحمن، رام چندر پورم، ضلع گوداوری، آندھرا پردیش۔

الجواب

نماز جنازہ جوتا پہن کر پڑھنے میں کراہت ضرور ہے، بلکہ اگر جوتے میں نجاست لگی ہوگی تو نماز ہی نہ ہوگی، اگرچہ تلوے میں لگی ہو۔ اس ضدی امام کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ جوتا اتار کر نماز جنازہ پڑھائے۔ اگر نہ مانے تو اس سے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھوائی جائے۔ اس کا خطرہ ہے کہ جوتے میں کہیں نجاست لگی ہو اور نماز ہی نہ ہو، جب امام کی نہ ہوگی تو کسی مقتدی کی نہ ہوگی، تو لازم آئے گا کہ میت بغیر جنازہ دفن ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴/ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ۔

[۱۸۸-۱۸۹] قبرستان کی زمین بیچنا، یا کسی کو کرایے پر دینا ناجائز و حرام ہے

مسئلہ ❶ ہوٹل مالک نے جگہ کی تنگی کے باعث قبرستان سے تھوڑی سی جگہ حاصل کرنے کے لیے جو اس سے متصل ہے، مسجد کمیٹی سے کہا: ہم گاؤں کے عربی مدرسے کے لیے چھ ہزار روپے سالانہ دیں گے۔ یہ بات امام صاحب کو بتائی گئی، انھوں نے متعدد دار الافتا سے رجوع کیا تو جواب آیا کہ جائز نہیں۔ انھوں نے فتویٰ چھپالیا اور ہوٹل مالک سے کہا آپ فتوے کے چکر میں مت پڑو۔ پھر امام صاحب کے اصرار پر اس نے پیشگی رقم جمع کردی۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ عربی مدرسے کا فائدہ ہوتا ہے ہونے دو۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا قبرستان کی زمین فروخت کرکے مدرسے کے لیے رقم لینا جائز ہے؟ اور امام صاحب اور ہوٹل مالک پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ اور فتویٰ چھپانا کیسا ہے؟

❷ یہاں بمبئی کی اکثر مساجد میں جمعے کے دن خطبے سے قبل قَدْ جَاءَكُمْ - الآیۃ پڑھا جاتا ہے اور ہمارے یہاں منور میں بھی۔ مؤذن صاحب بسم اللہ شریف نہیں پڑھتے ہیں، صرف أعوذ باللہ پڑھ کر شروع کردیتے ہیں۔ زید نے اس کی وجہ دریافت کی، تو مؤذن نے کہا کہ امام صاحب منع کرتے ہیں۔ جب امام صاحب سے تسمیہ نہ پڑھنے کی وجہ دریافت کی گئی، امام صاحب حافظ قرآن اور عالم بھی ہیں، انھوں نے فرمایا کہ آیت، سورۂ توبہ کی ہے؛ تسمیہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ زید نے مؤذن کو قانون شریعت دکھاکر ایک جمعہ کو مع تعوذ و تسمیہ کے قَدْ جَاءَكُمْ - الآیۃ پڑھوادیا، تو امام صاحب زید سے ناراض ہوگئے اور بولے آپ نے بسم اللہ کیوں پڑھوایا؟ آپ نے ایک مسنون طریقے پر اتنا زور کیوں دیا؟ زید امام کا خیال کرتے ہوئے ان سے معافی مانگتا رہا،

لیکن وہ بار بار یہی کہتے رہے کہ ایک مسنون طریقے پر اتنا زور کیوں دیا۔ بمشکل تمام بادلِ ناخواستہ معاف کیا۔ اور محض ضد کی وجہ سے بسم اللہ شریف پڑھنے پر آج تک پابندی لگا رکھی ہے۔ ایسا کرنے پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیں۔

سر تاج احمد قادری، مقام و پوسٹ منور، پلہبر، تھانہ مہاراشٹر۔

الجواب

❶ یہ امام فاسق معلن ہو گیا، اسے امامت سے معزول کرنا واجب، اور جب سے اس نے ہوٹل والے سے یہ بات کہی ہے، اس وقت سے لے کر جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، سب کا دہرانا واجب۔
قبرستان کی ایک بالشت بھی زمین بیچنا یا کسی کو کرایے پر دینا ناجائز و حرام ہے۔ اگرچہ وہاں مردے نہ ہوں۔ کیوں کہ یہ وقف کی تغییر ہے۔ اور یہ جائز نہیں۔ کمیٹی والوں نے اگر اجازت دے دی ہے تو وہ خائن ہوئے، ان سب کو معزول کرنا واجب۔ در مختار میں ہے:

(وَ يُنْزَعُ) وُجُوبًا (لَوْ) الْوَاقِفُ فَغَيْرُهُ بِالْأَوْلَى (غَيْرَ مَأْمُونٍ) أَوْ عَاجِزًا أَوْ ظَهَرَ بِهِ فِسْقٌ (۱).

بوقت ضرورت فتویٰ چھپانا حرام، یہ کتمان حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ اللہ عزوجل ائمۂ مساجد کو ہدایت دے۔ صرف کہیں امام ہو جانے سے کوئی عالم نہیں ہو جاتا۔ آج کل تو حال یہ ہے کہ سو "عالم کہلانے والوں میں شائد ہی ایک عالم ہوتا ہے۔ آپ نے اس امام کو عالم کہا، اس سے آپ توبہ کریں۔

سورۂ توبہ کے شروع میں چوں کہ بسم اللہ شریف نازل نہیں ہوئی، اس لیے مسلسل تلاوت کے وقت بسم اللہ شریف نہیں پڑھی جاتی۔ اگر کوئی شخص سورۂ توبہ کی ابتدا ہی سے تلاوت شروع کرے تو اس وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، چہ جائے کہ سورہ توبہ کی وسط یا اخیر کی کوئی آیت پڑھے۔ پھر اس نے تلاوت سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کو مطلقاً سنت بتایا، یہ بھی غلط ہے۔ اگر شروع سورت سے تلاوت کی ابتدا کرے تو سنت ہے، اور اگر درمیان سورت سے تلاوت کی ابتدا کرے تو مستحب۔

آپ نے مؤذن سے ایک مستحب کام کرایا اس پر امام ناراض ہوا، یہ اس کی تیسری جہالت ہے، اور

(۱)- الدُّرُّ الْمُخْتَارُ، ج: ٦، ص: ٥٧٨، كِتَابُ الوقف، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّة، بَيْرُوتُ، لبنان.

آپ کی غلطی ہے کہ آپ نے اس سے معافی مانگی۔ جو کام مستحب ہیں، ان کو خود کرنا اور دوسروں سے کرانا باعث اجر و ثواب ہے۔ اس پر ناراض ہونا جہالت ہے۔

امام کی ایک جہالت یہ بھی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ آپ نے ایک مسنون طریقے پر اتنا زور کیوں دیا۔ جب کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ:

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي لَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ (۱).

جو شخص میری کوئی مردہ سنت زندہ کرے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

یہ امام بتائے کہ بقول اس کے مسنون طریقہ بند کرانے پر اسے ضد کیوں ہے۔ کیا اس کے اعتقاد میں سنت مٹانا ثواب کا کام ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر امام اپنے ایمان کی خبر لے۔ آپ کو امام سے ہرگز ہرگز معافی نہیں مانگنی چاہیے تھی۔ یہ عوام میں غلط مشہور ہے کہ اگر امام ناراض ہوگا تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی۔ امام راضی ہو یا ناراض، مقتدیوں کی نماز اس کے پیچھے بہر حال ہو جائے گی۔ بلکہ اگر امام نے کوئی شرعی غلطی کی اس پر مقتدی امام سے ناراض ہیں تو امام کی نماز قبول نہ ہوگی۔ حدیث میں ہے:

تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو لوگوں کا امام ہو۔ اور لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵ / ربیع الاول ۱۴۱۴ھ۔

[۱۹۰] مدرسہ عمارت کا نام نہیں

مسئلہ ایک عالم دین جو جامع مسجد کے امام ہیں، رمضان المبارک کے موقع پر مدرسے کے نام پر زکات فطرہ وصول کر کے لاتے ہیں، اور خود اپنی تنخواہ اسی روپے سے لے لیتے ہیں، اور جامع مسجد میں محلے کے چند بچوں کو تعلیم بھی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مدرسے کے صدر مدرس ہیں، جب کہ مدرسے کی کوئی تعمیر موجود نہیں، تو کیا جو لوگ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں، ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟

محمد شریف صاحب، حسینہ مارکیٹ، ویشالی، بہار۔

---

(۱)- مشکاۃ المصابیح، ص: رقم الحدیث: ۱۷۶، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ. مجلس برکات.

(۲)- ونصه: "مَنْ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ". (السنن الكبرىٰ للبيهقي، ج:۳، ص: ۱۲۸، رقم الحديث: ۵۵٤٥، باب ماجاء في من أم قوما الخ، مجلس دائرة المعارف النظامية، حيدر آباد، الهند.)

الجواب

ان امام صاحب کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے، آپ خود لکھتے ہیں کہ جامع مسجد میں چند بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ چند بچوں کو پڑھانا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ مدرسہ ہے۔ مدرسہ کے معنی ہی ہیں جہاں بچوں کو تعلیم دی جائے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ زکات وفطرے کی رقوم حیلہ شرعیہ کیے بغیر تنخواہ میں نہ دیں۔ مسلمان وہ بھی عالم، وہ بھی امام کے ساتھ حسن ظن رکھنا لازم ہے، بدگمانی حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ[1].

بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔

مدرسہ عمارت کا نام نہیں، مسجد میں اگر تعلیم ہو رہی ہے تو اس کو بھی مدرسہ کہہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ر شوال ۱۴۱۷ھ۔

[۱۹۱] داڑھی میں گرہ دینا حرام ہے

مسئلہ ایک شخص کی داڑھی حد شرع بلکہ اس سے زیادہ بڑی ہوگئی ہے، وہ داڑھی کو لپیٹ کر باندھ دیتا ہے، یا یوں ہی لپیٹتا ہے، باندھتا نہیں جس سے داڑھی چھوٹی دِکھتی ہے۔ اس طرح باندھنا یا لپیٹنا کیسا ہے؟ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو جائے گی۔

محمد معین الدین۔ برکاتی منزل، کھتری پاڑہ، درگاہ روڈ، بمبئی۔

الجواب

داڑھی میں گرہ دینا حرام ہے۔ جو شخص داڑھی میں گرہ لگائے وہ فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ حدیث میں ہے:

من عقد لحيته (إلى أن قال:) فقد برئ مما أنزل الله على محمد ﷺ[2].

بغیر گرہ لگائے ہوئے داڑھی کو تھوڑی کے نیچے دبائے رکھنا سنت کے خلاف ہے۔ سنت یہ ہے کہ داڑھی

---

(۱)- صَحِيحُ الْبُخَارِي، ج: ۱، ص: ۳۸٤، كتابُ الوَصَايَا، بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِي بِهَآ أَوْ دَيْنٍ﴾ رقم الحديث: ۵۱٤۳، مَجْلِسُ الْبَرَكَات، الجَامِعَةُ الأَشْرَفِية، مُبَارَك پُور.

(۲)- مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج: ٤، ص: ۱۰۸، رقم الحديث: ۱۷۰۳٦، حديث رويفع بن ثابت الأنصاري، مؤسسة قرطبة، القاهرة.

پوری کھلی ہوئی لٹکی رہے۔ جو شخص داڑھی کو موڑ کر تھوڑی کے نیچے چھپاتا ہے، اور اس کا عادی ہے وہ خلاف سنت عمل کر رہا ہے، مگر فاسق معلن نہیں۔ پھر بھی اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ۔

[۱۹۲] غلط مسئلہ بتانے والا امامت کے لائق نہیں

مسئلہ: پیر صاحب نے کہا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (ابن ماجہ) اس پر زید نے کہا: "جو ایسا کہے وہ کافر ہے"۔ زید مسجد کا امام ہے۔ اس سلسلے میں پیر صاحب کا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور زید پر شریعت کی جانب سے کیا حکم ہوگا؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ جواب عنایت فرمائیں۔

محمد حکیم الدین۔ دامل باری، بنگال۔

الجواب

یہ حدیث ابن ماجہ، ص: ۲۳۲، پر موجود ہے۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.[1]

یہ حدیث صحیح ہے، اسے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بہار شریعت، حصہ پانزدہم، ص: ۱۲۹، پر ذکر فرمایا ہے۔ زید نے یہ بہت بڑی جسارت کی، کہ یہ کہا کہ "جو ایسا کہے وہ کافر ہے"۔ اس کہنے کی وجہ سے زید خود کافر ہو گیا، اس کے تمام اعمالِ حسنہ اکارت ہو گئے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ جب سے زید نے یہ جملہ کہا ہے، اس وقت سے لے کر اب تک زید کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں، سب کو پھر سے پڑھیں۔ حدیث میں ہے:

مَن قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا[2].

(۱)- سنن ابن ماجہ، ج: ٤، ص: ۳۰۲، رقم الحديث: ۳۱۲۳، كتاب الأضاحي، باب الأضاحي واجبة، إلخ، مكتبة أبي المعاطي.

(۲)- موطا الإمام مالك، ج: ۲، ص: ۹۸٤، رقم الحديث: ۱۷۷۷، باب ما يكره من الكلام، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

زید پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر توبہ کرے، کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، اگر اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرے۔ زید اگر ایسا کرے فبہا، ورنہ زید کو امامت سے علاحدہ کردیں۔ نیز اس سے سلام کلام سب بند کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۰/ محرم ۱۴۱۱ھ۔

[۱۹۳] کسی مدرسے سے فارغ ہوجانا، عالم ہونے کے لیے کافی نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

عمرو ایک مسجد کا امام و خطیب اور عالم ہے، امسال اس نے عید الاضحیٰ کی نماز خبروں پر پڑھادی اور قربانیاں کرادیں۔ جب اعتراض ہوا کہ ۲۹/ ذوالقعدہ کو چاند نظر نہیں آیا اور نہ شہادت گزری، پھر آپ نے خبر پر عید الاضحیٰ کی نماز پڑھوائی، اور قربانیاں کروائیں۔ اس پر عمرو نے حضرت علامہ مفتی محبوب عالم صاحب نعیمی سے اس بارے میں استفتا کیا، تو مفتی صاحب کا فتویٰ آیا کہ خبروں پر اتوار کے دن عید الاضحیٰ پڑھنے اور قربانیاں دینے والوں کی نماز اور قربانیاں نادرست ہوئیں۔ فتویٰ آنے کے باوجود عمرو نے چھپا رکھا، بلکہ اس فتوے کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ عمرو نے ایک مسئلۂ شرعیہ اور فقہ کی عربی عبارتوں کی توہین کا جرم کیا۔ لہٰذا عمرو کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کی اقتدا میں نمازیں درست ہیں یا نہیں؟ اور اس پر علانیہ توبہ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

عبداللہ خان ابن سبحان خان، مقام باول، مہاراشٹر۔

الجواب

ایک ہی بات کو عبارت بدل بدل کر دوبارہ استفتا کی کیا ضرورت تھی۔ عمرو ایک نہیں کئی کئی گناہ کا مرتکب ہوا، اس نے غلط حکم شرعی بیان کیا، بے علم ہوکر فتویٰ دیا، مسلمانوں کی نماز عید اضحیٰ کو رائگاں کیا، مسلمانوں کی قربانیوں کو برباد کیا، حکم شرعی معلوم ہونے کے بعد بھی عوام کو اس سے مطلع نہ کیا، بلکہ اسے چھپایا، پھر پھاڑ کر پھینک دیا۔ اس پر ان تمام باتوں سے توبہ تو فرض ہے ہی، مسلمانوں کو لازم ہے کہ اسے امامت سے فوراً الگ کردیں۔ اور اگر توبہ بھی کرلے تو بھی اس کو امامت پر نہ رکھیں۔ ایسے ناخدا ترس، ضدی سے کیا بعید کہ آیندہ پھر وہ کوئی نہ کوئی اسی قسم کی حرکت کر بیٹھے۔

یہ عالم نہیں، عالم نما جاہل ہے، اسے عالم کہنا گناہ۔ عالم کی شان یہ ہوتی ہے کہ جو بات اسے معلوم نہیں ہوتی اس کے بارے میں صاف کہہ دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ حدیث میں ہے:

إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ تَقُولَ لِمَا لَا تَعْلَمُ : اللّٰهُ أَعْلَمُ [1].

عالم وہ ہوتا ہے کہ اگر اس نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے تو علم کے بعد رجوع کر لیتا ہے اور اپنے رجوع کا اعلان عام کر دیتا ہے۔ صرف کسی مدرسے سے فارغ ہو جانا اور سند کا مل جانا عالم ہونے کے لیے کافی نہیں۔ آج کل عربی مدارس ۷۵ فی صد جاہلوں کو فاضل کی سند دے دیتے ہیں، اور دستار بندی کر دیتے ہیں، صرف اس لیے کہ ہمارے مدرسے کی شہرت ہو، اور ہم کو خوب چندہ ملے۔ اس زمانے کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا [2].

اس میں ۹۹ فی صد جرم عوام کا ہے، اگر کوئی شخص علم کا بحر ذخار ہے لیکن پیر نہیں یا خوش آواز، چرب زبان، لچھے دار مقرر نہیں تو اسے عالم ہی نہیں سمجھتے، لیکن اگر کوئی پیر ہے، تو اگرچہ کچھ بھی نہ پڑھا لکھا ہو، اسی کو سب سے بڑا عالم سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی چرب زبان، لچھے دار مقرر ہو، اس کو سب سے بڑا عالم سمجھتے ہیں۔ حدیث کے حسب فرمان جاہلوں کو اس کی سزا ملے گی اور ملتی ہے، جیسا کہ آپ کے یہاں ہوا کہ نماز عید اور قربانی سے محروم ہوئے، پیسے ضائع کیے اور گنہ گار الگ ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ۔

[۱۹۴] بالغ لڑکیوں کو پڑھانے والے کی امامت

مسئلہ زید ایک سنی صحیح العقیدہ عالم ہے، جو مسجد میں پنج وقتہ کا امام اور جمعہ کے دن خطبہ دینے اور نماز پڑھانے کے علاوہ ایک کالج میں پروفیسر ہے، جو روزانہ اس کالج میں بے نقاب یا بے پردہ بالغ لڑکیوں کو عربی مضمون (Arabic Subject) کی تعلیم دیتا ہے، تو کیا ایسے امام (زید) کے پیچھے نماز صحیح ہو سکتی ہے، اور کوئی

(۱)- صحیح البخاری، ج: ۲، ص: ۷۱٤، رقم الحدیث: ٤٤٤٨، کتاب التفسیر، باب رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ، مجلس برکات، الجامعة الأشرفیه مبارک پور.

(۲)- صحیح البخاري، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، ج: ۱، ص: ۲۰، رقم الحدیث: ۱۰۰، مجلس برکات، الجامعة الأشرفیه مبارک پور.

کراہت لازم نہیں آتی ؟ امید کہ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

مولانا محمد علی قاضی، خطیب و امام سید شیخ شاہ در گاہ، اولڈ ہبلی۔

الجواب

بضرورت اس کی اجازت ہے کہ کالج میں لڑکیوں کو اس حالت میں پڑھایا جائے کہ ان کے چہرے کھلے ہوئے ہوں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ کلائیاں وغیرہ ڈھکی ہوں اور سر کے بال بھی چھپے ہوں۔ (استاذ کی نگاہیں جھکی ہوں، بالقصد لڑکیوں کو نہ دیکھے) جو استاذ اس پابندی کے ساتھ کالج میں بالغ لڑکیوں کو پوری جماعت کے ساتھ پڑھاتا ہو، اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۰۹ھ۔

[۱۹۵] شیروانی کے سارے بٹن کھلا چھوڑ دینے والے کی اقتدا مکروہ تنزیہی ہے

مسئلہ زید امامت کرتا ہے، نماز پڑھاتے وقت شیروانی کے دونوں بٹن لٹکتے چھوڑ دیتا ہے۔ زید بھینس کی اوجھڑی کھاتا ہے، اور بچوں سے قرآن شریف ختم ہونے پر ہدیہ کے طور پر ایک سو اکاون[۱۵۱] روپے منگاتا ہے، اور نہ لانے پر خفا رہتا ہے۔ اور دھاتوں کی چین والی گھڑی بیرون نماز پہنتا ہے۔ حل طلب امر یہ ہے کہ یہ سب فعل از روے شرع صحیح ہیں ؟ زید کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز مکروہ ہوگی ؟

الجواب

اگر شیروانی کے ایک دو بٹن بند کر لیتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر ایک بٹن بھی نہیں لگاتا، سارے بٹن کھلے چھوڑ دیتا ہے تو نماز مکروہ [تنزیہی] ہوگی۔

بھینس کی یا کسی بھی جانور کی اوجھڑی کھانا ناجائز و گناہ ہے۔ بچوں سے جبریہ پیسے وصول کرنا بھی جائز نہیں؛ اس لیے زید کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

سونے چاندی کے علاوہ اور دھات کی چین گھڑی کے ساتھ باندھنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱۹۶] مردے کو غسل دینے والے کو امام بنانا بلا کراہت درست ہے

مسئلہ زید ایک مسجد کا مؤذن ہے، اور غسال کا بھی کام انجام دیتا ہے، اور نماز پڑھانے کی بھی صلاحیت ہے۔ سوال یہ ہے کہ امام کی غیر موجودگی میں یہ مؤذن نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

محمد سلیم، کوٹ محلہ مسجد، ملر پیٹ، بلاری، کرناٹک۔

الجواب

جب مؤذن میں امامت کی صلاحیت ہے تو اس کو امام بنانا بلا کراہت درست ہے۔ مردے کو غسل دینا کوئی حرام کام نہیں کہ اس کی وجہ سے امامت میں خلل آئے، بلکہ مردے کو نہلانا بھی فرض کفایہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ۔

[۱۹۷] حرام آمدنی والے کو امام بنانا جائز نہیں

مسئلہ علمائے کرام کیا فرماتے ہیں حسب ذیل مسئلہ میں:

زید ذات کا مہتر ہے، اسکے چھ سات لڑکے ہیں، ذاتی پیشہ باجا بجانا اور سوپ چلنی بناکر فروخت کرنا ہے، سبھی لڑکے زید کے ساتھ ہی رہتے ہیں، لگن کے زمانے میں باجا بجانے اور لونڈا نچانے کا سٹا لیتے ہیں، ساری آمدنی زید ہی کو ملتی ہے اور زید امامت کرتا ہے۔ ایسی صورت میں زید کی رقم مسجد میں لگائی جا سکتی ہے؟ نیز زید کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جناب محمد ابراہیم ٹیلر، مقام و پوسٹ بینہ نگر، اعظم گڑھ، یوپی۔
۲۴؍ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ۔

الجواب

اس بنا پر کہ وہ ناچ کا دلال ہے، اور اس کے لڑکے باجا بجانے کا پیشہ کرتے ہیں جس کی آمدنی خود زید لیتا ہے، فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اس کی آمدنی چوں کہ حرام ہے، اور حرام آمدنی مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لاَ يَقْبَلُ إِلاَّ طَيِّبًا[1]. واللہ تعالیٰ اعلم.

(۱)- الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۳۲۶، باب الخُرُوج مِنَ الْمَظَالِمِ وَالتقرُّب إِلَى اللهِ تَعَالَى، الخ، مجلس برکات، اشرفیہ.

[۱۹۸] ہیڈروسیل کا آپریشن کرانے والے کی اقتدا

مسئلہ زید عالم دین ہے، امامت بھی کرتا ہے، وہ ہائڈروسیل کا آپریشن کرانا چاہتا ہے، تو کیا آپریشن کے بعد زید امامت کرسکتا ہے؟

محمد لطیف الرحمن، سالار پور، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔

الجواب

بوجہ حاجت ہیڈروسیل کا آپریشن کرانا جائز ہے۔ اگر کسی نے کرایا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲/ ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ۔

[۱۹۹] مسلمان کو منافق کہنے والے کی امامت

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سنی صحیح العقیدہ کو منافق کہتا ہے، تو زید کو امام بنانا ازروے شرع کیسا ہے؟

ولی محمد خان، مولی پور، ہٹراہوا، پوسٹ پچپیڑوا، ضلع گونڈہ، یوپی۔

الجواب

شریعت میں منافق اس کو کہتے ہیں جو زبان سے اسلام کا اقرار کرے، اور دل میں کفر چھپائے رکھے، اس معنیٰ کر اب کسی کو منافق کہنا جائز نہیں۔ یہ صرف حضور اقدس ﷺ کے زمانے تک خاص تھا کہ حضور اقدس ﷺ غیب داں تھے۔ دلوں کا حال جانتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کے بعد اب کسی کا کسی کو منافق کہنا منع ہے۔ کسی کو منافق کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے کافر کہا، کسی سنی مسلمان کو کافر کہنے میں دو احتمال ہے: اگر صرف گالی کی نیت سے کہا تو کہنے والا گنہ گار ہوا۔ اور اگر منافق بمعنی کافر اعتقاد کر کے اس کو کہا تو کہنے والا کافر۔

درمختار میں ہے:

(وَعُزِّرَ) الشَّاتِمُ (بِيَا كَافِرُ) وَهَلْ يَكْفُرُ إِنْ اعْتَقَدَ الْمُسْلِمَ كَافِرًا؟ نَعَمْ، وَإِلَّا لا[1].

مگر عرف عام میں منافق اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کا قول و فعل دو رُخا ہو، اس معنی کر کسی مسلمان کو

(۱)- الدر المختار، ج:٦، ص:١١٦، كتاب الحدود، باب التعزير، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

منافق کہنا گالی ہے، اور کہنے والا گنہ گار ہے۔ اس نے کسی سنی مسلمان کو منافق کہا اگر علانیہ کہا ہے تو کہنے والا کم از کم فاسق معلن ضرور ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ اور اگر کسی سنی مسلمان کو بمعنی شرعی منافق جان کر اسے منافق کہا تو اب کہنے والا مسلمان ہی نہیں، نہ اس کی نماز، نماز۔ نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا قضا کرنے کے حکم میں ہے، بلکہ اس سے بدتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۲۰۰] امام اور عالم کو نیک اور اچھے لوگوں کی طرح شکل بنائے رکھنا چاہیے

مسئلہ جمعہ کے دن منبر پر مثال دینے کے لیے امریکہ، لندن وغیرہ کا ذکر کرنا کیسا ہے؟ امام صاحب کہتے ہیں کہ ٹی وی نہیں دیکھنا چاہیے اور خود دوسری جگہ جاکر دیکھتے ہیں۔ ان کے سر کا بال انگریزی کٹ، ہاں داڑھی شریعت کے موافق ہے۔ مدرسے کے خرچ کے لیے ٹیبل، کرسی، برتن، دیگ وغیرہ سامان لوگ بھاڑے پر لے جاتے ہیں جس سے مدرسہ چلتا ہے، ان سے پہلے ایک شخص سو روپے کے بجائے بیس روپے کمیشن پر کام کرتا تھا، انھوں نے کہا مجھے کمیشن نہیں چاہیے۔ لیکن جب ایک سال ختم ہوا، تو لوگوں نے انھیں دو ہزار روپے دیے، تو انھوں نے کہا کہ مجھے کمیشن چاہیے۔ چناں چہ ۳۹۰۵، روپے انھوں نے لیے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ امام، امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟

شیخ عبد الرحمن فرید، مقام پٹہ تھا، پوسٹ بیکل، ضلع کسرا گوڈا، کیرلا۔

الجواب

تقریر میں سمجھانے کے لیے امریکہ، یورپ کی باتیں بیان کرنے میں حرج نہیں۔ قرآن و حدیث میں شیطان، فرعون، قارون، ہامان وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔

علما خصوصاً اماموں کو سر پر ایسے بڑے بال رکھنا جو لاُابالی، لوفر لوگ رکھتے ہیں، منع ہے۔ امام کو اور عالم کو نیک اور اچھے لوگوں کی طرح شکل بنائے رکھنا چاہیے۔

امام نے جب کہہ دیا تھا کہ میں کچھ نہیں لوں گا تو وہ ایک پیسے کا بھی مستحق نہیں تھا، اور جو اس نے ۳۹۰۵/ روپے لیا، یہ مال حرام لیا،[1] جس کی وجہ سے وہ امامت کے لائق نہیں رہا۔ اس پر واجب ہے کہ وہ

(۱)- مراد یہ ہے کہ اس مال کا لینا اس کے حق میں حرام ہے۔ مشاہدی

روپے واپس کرے اور توبہ بھی کرے۔ اگر روپے واپس کر کے توبہ کرلے تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں۔ امام چاہے تو آیندہ کے لیے مسجد کے ٹرسٹیوں سے طے کرلے کہ میں جو کام کروں گا، برتن وغیرہ کا، تو اتنا کمیشن لوں گا۔ طے کرلینے کے بعد جو کمیشن لے گا وہ جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۲۰۱-۲۰۲]　قراءت کی غلطی پر اور پھر لقمہ دینے پر سجدۂ سہو واجب نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

❶ ایک مولانا صاحب بہار شریعت کے مسائل کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تراویح کی قراءت میں اگر لقمہ لگے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ ہم نے کہہ دیا تو امام صاحب پر لازم ہے کہ سجدۂ سہو کریں، چاہے بہار شریعت میں ہویا نہیں۔ یہی مولانا صاحب اپنے کو پنڈت یعنی جیوتشی بتاتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

کیا ان کا یہ فعل درست ہے؟ کیا وہ لائقِ تعظیم ہیں؟ ایسے مولانا اور ان کی حمایت کرنے والے شخص کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

❷ اگر کوئی شخص واقعات کی صورت بدل کر مفتی صاحب سے فتویٰ حاصل کرے، اور اسی کی بنیاد پر عالم دین و حافظ اور امام مسجد کی نہ صرف توہین کرے، بلکہ اس کی بنیاد پر مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرے اور فخریہ یہ کہے کہ یہ فتویٰ بریلی سے آیا ہے، ایسے شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

محمد منظور حسین رضوی، میگا وگیٹ، چھوٹی مسجد، سروہی راج۔

الجواب

❶ یہ امام فاسق معلن ہے، بلکہ اس پر توبہ، تجدید ایمان و نکاح بھی لازم ہے۔ اس کو فوراً بلا تاخیر امامت سے علاحدہ کردیا جائے۔ اس نے یہ کہا کہ "تراویح میں لقمہ دینے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے" یہ بالکلیہ غلط ہے اور نئی شریعت گڑھنا ہے۔ تراویح ہو یا اور کوئی نماز قراءت کی غلطی پر اور پھر لقمہ دینے پر کبھی بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ قراءت کی غلطی سے یا تو نماز بالکلیہ فاسد ہوجائے گی یا صحیح ہوگی۔ اسی طرح لقمہ دینے سے بھی۔ جس صورت میں نماز فاسد ہوگی، سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس کو پھر سے پڑھنا فرض ہوگا یا واجب۔

امام نے قراءت میں غلطی کی، مقتدی نے صحیح لقمہ دیا، امام نے لے لیا، تو بلا کراہت سب کی نماز ہوگئی۔ امام کی بھی اور لقمہ دینے والے کی بھی اور مقتدیوں کی بھی۔ سجدۂ سہو کی کوئی حاجت نہیں۔ اس امام نے بے علم ہوکر فتویٰ دیا اور وہ بھی غلط، اس کی وجہ سے یہ فاسق معلن ہوگیا۔ اور زمین و آسمان کے فرشتوں کی لعنت کا مستحق۔ حدیث میں ہے:

مَنْ أَفْتَىٰ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلائِكَةُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ[1].

اس نے اپنے کو پنڈت کہا، اس کی وجہ سے اس پر توبہ، تجدید ایمان، اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح لازم ہے۔ عالم گیری میں ہے:

مُسْلِمٌ قَالَ: أَنَا مُلْحِدٌ يَكْفُرُ، وَلَوْ قَالَ: مَا عَلِمْتُ أَنَّهُ كُفْرٌ لَا يُعْذَرُ بِهَذَا[2]. واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ یہ شخص نہ صرف ایک وجہ سے بلکہ متعدد وجوہ سے فاسق و فاجر ہے۔ وہ بھی معلن۔ اس نے افترا کیا کہ غلط واقعہ گڑھا، مفتی کو دھوکا دیا، مسلمانوں میں اختلاف پیدا کیا، ایک بے قصور مسلمان کو ایذا پہنچائی، اس کی آبرو ریزی کی۔ یہ کئی طرح سے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں گرفتار ہے، عذاب جہنم کا مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۲۰۳] آتش بازی کا سامان بیچنے والے کو امام بنانا جائز نہیں

مسئلہ زید صوم و صلاۃ کا پابند ہے، مگر ذریعۂ معاش آتش بازی کا روزگار ہے۔ اس صورت میں زید امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور آتش بازی سے حاصل کیا گیا روپیہ کیسا ہے؟

محمد ادریس خلیفہ۔ جین پور، پلاموں، بہار۔

الجواب

مال حرام ہے۔ اگر یہ شخص مسلمانوں کے ہاتھ بھی آتش بازی بیچتا ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۲۰۴] بلا عذر شرعی اسقاط حمل کی کوشش کرنے والا لائق امامت نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ:

زید کی لڑکی ہندہ کو ناجائز حمل ٹھہر گیا، مگر زید کو اس بات کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اب حمل تقریباً چھ ماہ کا ہو گیا۔ زید کو فکر ہوئی کہ اگر حمل نہیں گرایا گیا تو بے عزتی ہوگی۔ حمل ساقط کرانے کے لیے ڈاکٹروں کے پاس لے گیا، مگر کوئی آسان صورت نہ نکل سکی۔ کیا مذکورہ صورت میں زید کے پیچھے نماز درست ہو سکتی ہے؟

عبد المجید خان الرضوی، بستوی، متعلم جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔

---

(۱)- الجامعُ الصَّغيرُ مِن حَديثِ البَشيرِ النَّذيرِ، ج: ۲، ص: ۳۱۶، بَابُ حَرْفِ المِيمِ، رقم الحديث: ۸۴۹۱.

(۲)- الفتاوىٰ الهندية، ج: ۲، ص: ۲۷۹، كتاب السير، مطلب في أنواع الكفر، كوئٹہ، پاکستان.

الجواب

اسقاط حمل حرام ہے، خصوصًا چھ ماہ کے بعد، وہ بھی بلا عذر شرعی۔ زید نے اس کی پوری کوشش کی اس لیے وہ گنہ گار اور فاسق ہوا۔ در مختار میں ہے:

وَيُكْرَهُ أَنْ تسْعى لِإِسْقَاطِ حَمْلِهَا وَجَازَ لِعُذْرٍ حَيْثُ لَا يُتَصَوَّرُ وَإِنْ أَسْقَطَتْ مَيْتًا فَفِي السِّقْطِ غُرَّةٌ لِوَالِدِهِ مِنْ عَاقِلٍ(۱).

اس کے تحت شامی میں ہے:

أَيْ مُطْلَقًا قَبْلَ التَّصَوُّرِ وَبَعْدَهُ عَلَى مَا اخْتَارَهُ فِي الْخَانِيَّةِ، كَمَا قَدَّمْنَاهُ قُبَيْلَ الِاسْتِبْرَاءِ، وَقَالَ: إِلَّا أَنَّهَا لَا تَأْثَمُ إِثْمَ الْقَتْلِ(۲).

اس سے ظاہر ہو گیا کہ در مختار میں کراہیت سے مراد کراہت تحریم ہے، جس کا مرتکب گنہ گار و فاسق ہو گا۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(كُلُّ مَكْرُوهٍ) أَيْ كَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ (حَرَامٌ) أَيْ كَالْحَرَامِ فِي الْعُقُوبَةِ بِالنَّارِ(۳).

جب زید اس ناجائز کام کی کوشش کرنے کی وجہ سے فاسق ہو گیا تو اسے امام نہ بنایا جائے، جب تک توبہ نہ کرلے۔ توبہ کے بعد اسے امام بنا سکتے ہیں۔ لڑکی کی حرام کاری کی وجہ سے زید پر کوئی الزام نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی(۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ۔

[۲۰۵] فتنے کے ڈر سے ترکِ جماعت کا حکم

مسئلہ آج کل کے فتنے کے ڈر سے نماز کے لیے جماعت ترک کر دینا کیسا ہے؟

حافظ غلام رسول۔ مقام و پوسٹ پر تاپ پور، ضلع سرگوجہ، ایم پی۔

---

(۱)- الدر المختار، ج: ۹، ص: ٦١٥، كتاب الحظر والاباحة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۲)- رد المحتار، ج: ۹، ص: ٦١٥، كتاب الحظر والاباحة، فرع يكره اعطاء سائل المسجد، الخ، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۳)- الدر المختار، ج: ۹، ص: ٤٨٦، كتاب الحظر والاباحة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۴)- سورة الأنعام، الآية: ١٦٤.

الجواب

اگر واقعی فتنہ ایسا ہے کہ جان، مال، عزت و آبرو کے جانے کا ظن غالب ہے تو جماعت واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۷؍ ربیع الآخرہ ۱۴۱۰ھ۔

[۲۰۶] بانی مسجد، مسجد کا امام اور متولی دونوں ہو سکتا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلۂ ذیل میں کہ:

بانی مسجد، مسجد کا امام اور متولی دونوں ہو سکتا ہے یا نہیں؟

آفتاب احمد، پُرانی بستی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔

الجواب

اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں کہ بانی مسجد ہی متولی بھی ہو اور امام بھی ہو۔ حضور اقدس سید عالم ﷺ مسجد نبوی کے بانی بھی تھے، اور متولی بھی، اور امام بھی۔ حضور پر نور ﷺ کے بعد حضرات خلفاے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، مسجد نبوی کے متولی بھی تھے اور امام بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸؍ رجب ۱۴۰۲ھ۔

[۲۰۷] تفضیلی عقیدے والے پیر سے اجازت و خلافت لینے والا فاسق معلن ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ:

فرقۂ تفضیلی کا پیر جس نے اہل سنت کے سنی حضرات اور سنی مولویوں کو مرید کیا، اور خلافت دی۔ جب کہ مولوی صاحبان رضویہ سلسلہ سے مرید ہیں اور امامت بھی کرتے ہیں۔ ایسے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟ ہم نے اس پیر تفضیلی کی کتاب پڑھ کر اس فرقے کے بارے میں سنی ادارے میں سوال کیا، اس کا جواب ادارے نے دیا۔ اور سوال و جواب تصدیق کے ساتھ شائع کیا۔ مولوی حضرات کو

دستی رقعہ بھی بھیجا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس ادارے سے وہ فتویٰ نکلا، اسی ادارے کے جلسے میں وہ مولوی صاحبان تقریر کرنے کے لیے مدعو کیے گئے ہیں۔ کیا اس ادارے کے مفتی صاحبان ان مولوی صاحبان کو اپنے اسٹیج سے تقریر کرا سکتے ہیں۔ اور ان مولوی صاحبان نے جو تفضیلی فرقے سے بیعت و خلافت حاصل کی ہے اور کتاب میں ان مولوی صاحبان کے نام درج ہیں، ان کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

عبد العزیز خان اشرفی، اسٹیشن چنگی ناکا، ناگ پور، مہاراشٹر۔

الجواب

کسی تفضیلی عقیدے والے پیر سے اجازت و خلافت لینے والا فاسق معلن ہے۔ اس وجہ سے کہ جس سے اجازت و خلافت لی جاتی ہے، اس کو واجب الاحترام بلکہ صحیح العقیدہ بزرگ تسلیم کیا جاتا ہے۔ تو اس اجازت و خلافت لینے والے نے تفضیلی عقیدے کو حق جانا، اور تفضیلی گمراہ کو واجب الاحترام بزرگ جانا۔ جس کی وجہ سے یہ عقیدۃً بھی فاسق ہوگا اور عملاً بھی۔ اور فاسقوں کو امام بنانا گمراہ۔ ان کے پیچھے نماز، مکروہ تحریمی واجب الاعادہ؛ کہ جتنی نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئی ہیں سب کو دہرانا واجب۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(وَ يُكْرَهُ إِمَامَةُ عَبْدٍ وفاسق و اعمىٰ وَمُبْتَدِعٍ [1].

اس کے تحت شامی میں ہے:

كَالْمُبْتَدِعِ تُكْرَهُ إِمَامَتُهُ بِكُلِّ حَالٍ، بَلْ مَشَىٰ فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ عَلَى أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيمٍ لِمَا ذكرنا [2].

اور اہل بدعت کی نسبت تمام کتب فقہ، متون و شروح و فتاویٰ میں صریح تصریحیں موجود کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ۔ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ یعنی حرام کے قریب، گناہ کی جالب، اعادہ نماز کی موجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس واعظ کو کسی تفضیلی پیر کی خلافت و اجازت حاصل ہے، اس کو اسٹیج پر بٹھانا اور اس سے تقریر کرانا حرام

---

(۱)- الدُّرُّ المُخْتَار، ج: ۲، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، كِتَابُ الصَّلَاة، بَابُ الإِمَامَة، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّة، بَيْرُوت، لبنان.

(۲)- رَدُّ المحتار، ج: ۲، ص: ۲۹۹، كِتَابُ الصَّلَاة، بَابُ الإِمَامَة، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّة، بَيْرُوت، لبنان.

وگناہ ہے۔ بدمذہبوں کے بارے میں حدیث میں فرمایا گیا:

فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لاَ يُضِلُّونَكُمْ وَلاَ يَفْتِنُونَكُمْ[1].

اور فرمایا: فَلاَ تُجَالِسُوْهُمْ، وَلاَ تُشَارِبُوْهُمْ، وَلاَ تُؤَاكِلُوْهُمْ[2].

بلکہ اس پر شدید وعید ارشاد فرمائی:

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ[3].

بلکہ فساق کے لیے مطلقاً فرمایا:

تَقَرَّبُوا إلى الله بِبُغْضِ أَهْلِ المعاصي والقُوهُمْ بِوُجُوهٍ مُكْفَهِرَّةٍ والْتَمِسُوا رِضا الله بِسَخَطِهِمْ وَتَقَرَّبُوا إِلَيْهِ بِالتَّبَاعُدِ مِنْهُمْ[4].

تبیین الحقائق اور شامی میں ہے:

فِي تَقْدِيْمِهِ تَعْظِيْمُهُ، وَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِمْ إهَانَتُهُ شَرْعًا[5].

یہ جانتے ہوئے کہ یہ واعظ ایک تفضیلی فرقے کا خلیفہ ہے، پھر بھی اپنے دینی جلسے میں اس کو مدعو کر رہے ہیں تو اس کی شکایت اس جبار وقہار جل وعلا کے علاوہ کہاں کی جائے۔ ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

عزیز من! بہت سے مدارس اور دینی ادارے دین کی خدمت کے لیے نہیں چلائے جا رہے ہیں، بلکہ جلبِ منافع کے لیے بہت آسان ذریعہ سمجھ کر چلائے جا رہے ہیں۔ عوام کی بھیڑ جمع کرنے کی خاطر عوام پسند، چرب زبان، خوش گلو افراد کو جلسے میں بلایا جاتا ہے۔ بلکہ بہت سے لوگوں کے بارے میں یہ سنا گیا ہے کہ اس قسم کے واعظوں سے کمیشن طے کیے رہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ: "روٹی کی بات سب سے موٹی"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ۔

---

(۱)- الصَّحِيحُ لِمُسلِمٍ، ج: ۱، ص: ۱۰، المقدمة، باب النَّهيِ عَنِ الرِّوَايَةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ. . .إلخ، رقم الحديث: ۱۶، مَجْلِس البَرَكَات، الجَامِعَةُ الأَشرَفِيه، مُبَارَك پُور، أعْظَمْ گڑھ.

(۲)- تَهْذِيْبُ الْآثَارِ، ج: ۷، ص: ۱٤١، بَابُ الْإِرْجَاءِ عَلَى وَجْهَيْنِ. . .إلخ، رقم الحديث: ۱۹۷۲.

(۳)- المعجم الاوسط للطبراني، ج: ۷، ص: ۳۵، رقم الحديث: ۶۷۷۲، دار الحرمين، القاهرة.

(۴)- الجامع الصغير من حديث البشير، ج: ۱، ص: ۳۰۰، رقم الحديث: ۳۳۵۱، باب حرف التاء.

(۵)- رَدُّ المُحتَار، ج: ۲، ص: ۲۹۹، كتابُ الصَّلاة، بابُ الإمامة، دَارُ الكُتُبِ العِلمِيَّة، بيروت، لبنان.

[۲۰۸-۲۰۹] امام کو بلا ضرورت ہرگز ہرگز سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں فقہاے عظام ان مسائل میں کہ:

❶ نماز میں جہاں کہیں سورہ پڑھنے میں آگے پیچھے ہوگئی، یا درمیان سے کوئی آیت چھوٹ گئی تو عوام کو خاموش کرنے اور درستی نماز کی خاطر جو امام سجدۂ سہو کرتا ہو، حد یہ کہ نماز جمعہ میں سجدۂ سہو کرتا ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

❷ دعاے قنوت نازلہ، فجر کے علاوہ مغرب میں بھی پڑھتا ہو اور روا سمجھتا ہو، ایک عالم کے ٹوکنے پر نہ آج تک نماز لوٹائی اور نہ لوٹانے کا حکم دیا۔ بلکہ صحیح بتانے والے کے خلاف اپنے حامیوں سے گالی دلاتا اور علما کی توہین کرتا ہو، اس کی امامت کیسی ہے؟

عبد الرحمن القادری الرضوی، مقام ندورا، پھلوریا، ضلع گیا، بہار۔

الجواب

❶ قراءت کی کسی غلطی میں سجدۂ سہو نہیں۔ قراءت کی غلطی کی وجہ سے یا تو نماز بالکل فاسد ہو جائے گی کہ سجدۂ سہو کرنے سے بھی صحیح نہ ہوگی۔ یا نماز بلا کراہت صحیح ہوگی۔ امام سے اگر نماز میں غلطی ہو جائے تو مقتدیوں کو ضروری ہے کہ بتائیں تاکہ اس پر غور کیا جا سکے کہ یہ غلطی کس قسم کی ہے؟ اس سے نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟ قراءت کی غلطی پر امام کا سجدۂ سہو کرنا غلط ہے۔ اگرچہ بلا ضرورت سجدۂ سہو کرنے سے امام کی اور ان مقتدیوں کی جو پہلی رکعت سے نماز میں شریک ہیں، نماز ہو جاتی ہے۔ مگر ان مقتدیوں کی جن کی ایک دو رکعت چھوٹ گئی ہو، نماز فاسد ہو جاتی ہے۔[1] اس لیے امام کو بلا ضرورت ہرگز ہرگز سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے؛ تاکہ مسبوقین کی نماز فاسد نہ ہو، خصوصاً جمعہ میں جب جماعت کثیرہ ہو۔ امام کو حکم شرعی بتا دیا جائے، اگر مان جائے فبہا، ورنہ اسے امامت سے معزول کر دیا جائے۔

❷ بر بنائے مذہب صحیح، قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف نماز فجر میں ہے۔ شامی میں ہے:

وَهُوَ صَرِيحٌ فِي أَنَّ قُنُوتَ النَّازِلَةِ عِنْدَنَا مُخْتَصٌّ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ دُونَ غَيْرِهَا

(۱)- فتاوی رضویہ میں ہے: بے حاجت سجدۂ سہو نماز میں زیادت اور ممنوع ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ ہاں! اگر یہ امام ہے تو جو مقتدی مسبوق تھا یعنی بعض رکعات اس نے نہیں پائی تھیں وہ اگر اس سجدہ بے حاجت میں اس کا شریک ہوا تو اس کی نماز جاتی رہے گی لأنہ اقتدی فی محل الانفراد. (ج:۶، ص:۷۸، مترجم) محمود علی مشاہدی

مِنَ الصَّلَوَاتِ الْجَهْرِيَّةِ أَوِ السِّرِّيَّةِ.(1)

مغرب یا کسی اور نماز میں پڑھنے کا قول ضعیف اور مرجوح ہے۔ اور قول ضعیف اور مرجوح پر عمل، جہالت اور خرق اجماع ہے۔ در مختار میں ہے:

أَنَّ الْحُكْمَ وَالْفَتْوَى بِمَا هُوَ مَرْجُوحٌ خِلَافُ الْإِجْمَاعِ(2).

اس لیے امام، مغرب میں قنوت نازلہ ہرگز ہرگز نہ پڑھے، اس کو سختی سے روکا جائے۔ تاہم اگر وہ پڑھتا ہے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی کہ بہر حال ایک قول یہ بھی ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والے حق پر ہیں۔ انھیں گالی دلوانا، فتنہ وفساد کے ساتھ گناہ و معصیت بھی ہے۔ حدیث میں ہے:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ(3).

اور کلمۂ حق پر گالی دلوانا اور سخت تر۔ اس میں اندیشۂ کفر بھی ہے۔ امام پر واجب ہے کہ وہ اس سے توبہ کرے، اور جنھیں گالی دلوایا ہے ان سب سے معافی مانگے۔ ورنہ اس امام کو امامت سے معزول کرنا واجب ہے۔ اسے امام بنائے رکھنا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ غنیہ میں ہے:

لَوْ قَدَّمُوا فَاسِقاً يَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلَى أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيْمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ(4).

در مختار میں ہے:

كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا(5). واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ۔

[۲۱۰] احکام شرعیہ کی بنیاد ظاہر پر ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ:

---

(۱)- رد المحتار، ج: ۲، ص: ٤٤٩، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۲)- الدر المختار، ج: ۸، ص: ۹۸ كتاب القضاء، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۳)- صَحِيحُ الْبُخَارِي، ج: ۱، ص: ۱۲، كتاب الإيمان، باب خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لاَ يَشْعُرُ، رقم الحديث: ٤٨، مَجْلِسُ الْبَرَكَاتِ، الْجَامِعَةُ الأَشْرَفِيه، مُبَارَكْ پُور.

(۴)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ٥١٣، فصل في الإمامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۵)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ١٤٧، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

ایک شخص کو سٹا کھیلتے ہوئے پکڑا جائے، وہ ہوٹلوں میں بیٹھ کر بے حیائی اور فحش باتیں کرے، اور لوگوں کے سامنے کسی نامحرم عورت سے اپنے عشق کا اظہار کرے، اور مباشرت کے متعلق یہ کہے کہ میں ہفتے میں دوبار نہیں چھوڑتا، ان سب باتوں کا اقرار بھی کرتا ہو، اور ذمہ دار حضرات کے دریافت کرنے پر کہہ دے کہ میں نے تو مذاق کیا تھا۔ نیز بکر یہ کہے کہ آپ لوگوں کو جس نے بتایا وہ اپنی عورت کو کیوں نہیں سنبھالتا۔ اور جب مولوی زید کے سامنے بکر کی موجودگی میں ان باتوں کو پیش کیا جائے تو زید اپنی مرضی سے یہ کہہ دے کہ انھوں نے توبہ کر لیا ہوگا۔ پھر جب زید سے یہ کہا جائے: کیا سو بار گناہ کرتے جاؤ، توبہ کرتے جاؤ، توبہ قبول ہوتی جائے گی۔ اور پھر بکر کہے کہ میں نے تو توبہ کر لیا ہے۔ تو کیا بکر جیسا شخص امامت کا حق دار ہو سکتا ہے؟ براے کرم جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

محمد ایوب خان، سکریٹری جامع مسجد بابا ٹیلرس، بس اسٹینڈ، کٹنگی، ضلع بالاگھاٹ، ایم، پی۔

الجواب

بکر بہت فحش گو، نڈر فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں، گناہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں یا پڑھیں گے سب کو دوبارہ پڑھنا واجب۔

کس کی توبہ قبول ہوگی اور کس کی نہیں، یہ کوئی نہیں بتا سکتا، اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگلے وقتوں میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیا تھا، ایک راہب کے پاس گیا اور پوچھا کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ راہب نے کہا: ننانوے قتل کے بعد؟ اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ قیامت کے دن جب یہ اللہ عزوجل کے حضور حاضر ہوگا اور اس سے مواخذہ ہوگا تو عرض کرے گا: اے اللہ! میں نے اس راہب کو اس لیے قتل کیا کہ وہ مجھے تیری رحمت سے ناامید کر رہا تھا، اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا[1]۔

ایک عارف نے کہا ہے کہ: اللہ عزوجل کی رحمت کی شان یہ ہے:

این درگاہ ما درگاہ نومیدی نیست　　　صد بار اگر توبہ کنی، شکستی باز آ

یہ معاملہ اللہ اور بندے کا ہے۔ لیکن شریعت کے احکام ظاہر پر ہیں، بکر نے توبہ کی پھر گناہ کیا، اور بار بار گناہ کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے، تو فاسق ہی رہا۔ اور فاسق کو امام بنانا جائز نہیں۔ اس لیے جب تک توبہ کے بعد بکر تمام گناہوں سے باز نہ رہے اور ایک مدت تک تمام گناہوں سے الگ رہ کر نیک چلن نہ ہو جائے اور پورے

(۱)- شرح الأربعين النووية، ج: ١٦، ص: ٦، نماذج ممن ختم لهم بالسعادة.

طور پر اطمینان نہ ہو جائے کہ اب وہ گناہ نہیں کرے گا، اسے ہر گز ہر گز امام نہ بنایا جائے۔

زید نام کا مولوی ہے، اس نے بہت غلط بات کی ہے۔ کس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرے گا کس کی قبول نہیں فرمائے گا، کتنی بار توبہ کرنے، گناہ کرنے اور پھر توبہ کرنے پر بخشے گا کہ نہیں بخشے گا، یہ ایک الگ بحث ہے۔ اور کسی کے ظاہر حال پر شریعت کا حکم لگانا الگ بحث ہے۔ جس کا حال فسق و فجور ہو، اس کو ہم فاسق ہی کہیں گے۔ اور اس پر فاسق ہی کے احکام جاری کریں گے۔ آخرت میں اس کا کیا حال ہوگا، نہ اس کا جاننا ہمارے بس میں ہے اور نہ ہم اس کے مکلف۔ اور نہ اس پر دنیوی احکام کی بنیاد۔ زید پر لازم ہے کہ اپنے قول سے رجوع کرے، اور بکر کو امام بنائے جانے کی حمایت سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۲۱۱] امام کے لیے کن باتوں کا ہونا ضروری ہے

مسئلہ امام کے لیے کتنی چیزوں کا ہونا شرط ہے؟ کیا بغیر داڑھی والوں کا اذان اور جمعہ میں خطبہ وغیرہ دینا درست ہے؟ مدلل و مفصل جواب واضح فرمائیں۔ بینوا توجروا

محمد نور الحق، کرناٹک

۲۹ ذو قعدہ ۱۴۱۱ھ

الجواب

امام کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان سنی صحیح العقیدہ ہو، نیز یہ کہ طہارت اور نماز کے اتنے ضروری مسائل سے واقف ہو کہ صحیح طریقے سے طہارت کر سکے اور صحیح طریقے سے نماز پڑھا سکے، نیز یہ کہ اس کی قراءت صحیح ہو، قرآن مجید پڑھنے میں یا دعا میں ایسی غلطی نہ کرتا ہو جس سے معنی فاسد ہو جاتے ہوں۔ بالغ ہو، فاسق معلن نہ ہو، داڑھی سنت کے مطابق ہو جو بالغ مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہو تو اگر چہ اسے داڑھی نہ نکلی ہو وہ امام اور خطیب ہو سکتا ہے۔ اور اذان کے لیے بالغ ہونا بھی شرط نہیں ایسا سمجھ دار بچہ جس کی اذان کو لوگ اذان سمجھیں وہ بھی اذان دے سکتا ہے۔ البتہ امام بنانے میں اس کا خیال رکھا جائے کہ اگر داڑھی والے صحیح امام مل سکتے ہوں تو بغیر داڑھی والے کو امام نہ بنایا جائے کیوں کہ عوام اسے پسند نہیں کرتے۔ تقلیل جماعت کا اندیشہ ہے لیکن اگر موجودین میں کوئی دوسرا شخص امام کے اوصاف کے ساتھ متصف نہ ہو اور صرف بے داڑھی والا ہی پورے معیار کو اترتا ہو تو اسی کو امام بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۱۲] امام و مقتدی سب داڑھی منڈے ہیں تو نماز کا کیا حکم ہے

مسئلہ: اگر کسی نماز میں سب ہی ڈاڑھی منڈے ہوں تو وہ اپنی نماز جماعت سے ادا کریں گے یا تنہا تنہا۔ بصورت اول کیا ان پر بھی نماز کا اعادہ واجب ہو گا یا سنت مستحب؟ اس دوسرے مسئلہ کا جزیہ تلاش کیا کہیں نہ ملا اس لیے حضور جزیہ کی صراحت ضرور فرمادیں۔ عالمگیری میں یہ جزئیہ ضرور ہے کہ اگر امام و مقتدی کی حالت تساوی ہے تو بھی اقتدا جائز اور امام کی حالت مقتدی کی حالت سے بہتر ہو تو بھی جائز۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز واجب الاعادہ نہیں ہونی چاہیے۔

(مفتی) شفیق احمد شریفی، دار العلوم غریب نواز، الہ آباد

الجواب

فتاوی رضویہ جلد سوم، ص: ۲۵۳ پر ہے اگر علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں۔ فإن تقديم الفاسق إثم و الصلاة خلفه مكروهة تحريما و الجماعة واجبة فهما في درجة واحدة و درء المفاسد أهم من جلب المصالح[1]۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے۔

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا ياثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم[2]۔

علمانے اس کی علت یہ بیان فرمائی "فإن في تقديمه تعظيمه و قد وجب إهانته شرعا[3]"۔

اور ظاہر ہے جو چیز گناہ ہوتی ہے وہ صالح کے لیے بھی گناہ ہوتی ہے اور فاسق کے لیے بھی۔ لہذا فاسق کو امام بنانا جب گناہ ہے تو صالح کے لیے بھی گناہ ہے اور فاسق کے لیے بھی۔ اس لیے جیسے داڑھی والوں کو جائز نہیں کہ داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھیں اسی طرح داڑھی منڈے کو بھی جائز نہیں۔ اس کے بظاہر معارض در مختار کا یہ جزیہ ہے:

---

(۱)- فتاوی رضویہ، ج۳، ص: ۲۵۳، کتاب الصلاۃ، مطبع رضا اکیڈمی۔
(۲)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ۵۱۳، فصل في الإمامة، دار الكتب العلمية، بيروت۔
(۳)- رد المحتار مع الدر المختار، ج۲، ص: ۲۹۹، كتاب الصلاة باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، دار الكتب العلمية، بروت۔

هذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة. بحر بحثا وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة[1].

اس کا مفادیہ ہے کہ جماعت کا ثواب ملے گا مگر فاسق اور مبتدع کی تقدیم کا گناہ بھی ملے گا۔ اور جب ثواب وگناہ دونوں مجتمع ہوں تو گناہ سے بچنا لازم۔ اسی کی جانب "ودرء المفاسد أهم من جلب المصالح" سے فتاوی رضویہ میں اشارہ فرمایا۔ اور "إلا فلا كراهة" کہ کر صاحب بحر نے بطور بحث کے ذکر فرمایا ہے۔ قطعی فیصلہ یا حکم نہیں دیا ہے۔ لہذا مدار دلائل پر ہے اور دلائل اسی کے مقتضی ہیں کہ داڑھی منڈے کے پیچھے داڑھی منڈے کی بھی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ عالمگیری کے جزئیہ کا مطلب یہ ہے کہ ان متساوین میں کوئی فاسق ومتبدع نہ ہو۔ وہ سب قابل امامت ہوں۔ احق بالتقدم کی بنا پر کسی میں تفوق نہ ہو۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۱۳] اپنے گھر میں ٹیلی ویژن خرید کرلانے والے کی امامت درست نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہے علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ: مسجد میں تین قسم کے مصلی جمع ہوتے ہیں جو ترتیب وار حسب ذیل ہیں:

۱- وہ شخص جو حافظ ہے، صاحب ترتیل وتجوید ہے مگر داڑھی ایک مشت سے کم رکھتا ہے۔ کٹوا کر چھوٹی کروالیتا ہے۔

۲- دوسرا وہ شخص جو تجوید تو نہیں جانتا مگر داڑھی ایک مشت ہے لیکن وہ ٹیلی ویژن خرید کرلایا ہے۔

۳- تیسرا وہ شخص جو گھر کا مالک وخود مختار ہے مگر اس کی اولاد نے اس کی مرضی کے خلاف ٹیلی ویژن لاکر لگایا ہے۔ واضح رہے کہ مالک خانہ (باپ) منع بھی نہیں کرتا کہ ٹیلی ویژن ختم کرو۔ بلکہ کبھی کبھی وہ خود بھی دیکھ لیتا ہے۔ تو آیا ان تینوں اشخاص میں سے کون امامت کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

حاجی عبد العزیز صاحب، کٹروی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

۲۱/ جمادی الآخرہ، ۱۴۰۶ھ

---

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۳۰۱، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطبع زكريا دار الكتب العلمية، بيروت.

الجواب

❶ ان تینوں میں کوئی بھی امامت کے لائق نہیں۔ پہلا شخص داڑھی کٹوا کر ایک مشت سے کم کراتا ہے اس لیے وہ فاسق معلن ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

أما الأخذ منها وهي دون ذلك فلم يبحه أحد.(۱)

دوسرے شخص نے ٹیلی ویژن خریدا، ٹیلی ویژن پر جائز اور ناجائز ہر قسم کے پروگرام آتے ہیں۔ مثلاً عورت خبر دیتی ہے تو اس کا عکس دکھائی دیتا ہے اور اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ دونوں ناجائز و حرام۔ اسی طرح گانے بجانے کے بھی پروگرام ہوتے ہیں۔ دیکھنے والے سبھی پروگرام دیکھتے ہیں اس لیے ٹیلی ویژن خریدنا حرام و گناہ، گھر میں رکھنا حرام و گناہ۔ یہ دوسرا شخص ٹیلی ویژن خریدنے اور گھر میں رکھنے کی وجہ سے فاسق ہو گیا۔

تیسرا شخص جب اپنے گھر والوں کو ٹیلی ویژن رکھنے سے منع نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی وہ خود بھی دیکھ لیتا ہے حالاں کہ امر بالمعروف بشرط استطاعت واجب ہے۔ خصوصاً اپنے اہل و عیال کو۔ قرآن مجید میں ہے:

يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيكُمْ نَارًا.(۲)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم سے بچاؤ۔

حدیث میں فرمایا:

من رأى منكرا فليغيره بيده وإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان.(۳)

تم میں سے جو کوئی بری بات دیکھے تو اسے ہاتھ سے دور کر دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اور اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔

یہ تیسرا شخص جب اپنے گھر والوں کو ٹیلی ویژن رکھنے سے منع نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی خود بھی دیکھتا ہے یہ بھی فاسق ہے، اور فاسق کو امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.(۴)

---

(۱)- فتح القدير، ج۲، ص:۳۵۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، بركات رضا پور بندر.

(۲)- القرآن المجيد، سورة التحريم، الآية:٦.

(۳)- الصحيح لمسلم، ص:٥١، ج:١، باب كون النهي عن المنكر من الإيمان، مجلس البركات، مبارك پور.

(۴)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ج١، ص:٥١٣، كتاب الصلاة، فصل في الإمامة، سهيل اكيڈمی، لاهور.

در مختار میں ہے:

كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها.(1)

امامت صحیح ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ امام سنی صحیح العقیدہ ہو اور فاسق نہ ہو، نیک صالح اور دین دار ہو جو بد عقیدہ ہو یا فاسق ہو وہ امامت کا اہل ہی نہیں، نہ وہ صالحین کی امامت کر سکتا ہے اور نہ اپنے جیسے کسی بھی فاسق کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۱۴] گناہ کے مرتکب تین شخصوں میں سے کس کو امام بنائیں

مسئلہ زید چند خصلتوں کا مرتکب ہے مثلاً مسلمانوں کو مکر وفریب کے دامن میں پھنسانا، امانت میں خیانت کرنا، زید کسی مسجد میں گیا اور وہ بھی سنیوں کی مسجد میں حادثہ یہ ہوا کہ موصوف کا جوتا چوری ہو گیا اس بنا پر زید جلال میں آ گیا اور زبان حال سے برجستہ مکرر الفاظ میں باواز بلند یہ کہا کہ "اس مسجد میں آنا کفر ہے"۔ زید نے بریلوی گروپ کے چند جید عالموں کو یہ کہا کہ "کچھ علمائے کرام اسٹیج کے نچنیاں ہیں"۔

عمرو بھی چند خصلتوں کا مرتکب ہے جیسے زکات صحیح طریقہ سے نہیں نکالتا اور ساتھ ہی ساتھ صوم وصلاۃ کا بھی پابند نہیں ہے۔ عمرو نس بندی بھی کرا چکا ہے اپنی مرضی سے اور حد شرع کے مطابق داڑھی بھی نہیں ہے۔

بکر بھی چند خصلتوں کا مرتکب ہے۔ موصوف بھی صوم وصلاۃ کے پابند نہیں۔ فلم دیکھنا، بر سر راہ تاش میں منہمک رہنا، غیر مذہب لوگوں کے ساتھ برابر میل ملاپ، حد شرع داڑھی بھی نہیں رکھتا اور ساتھ ہی ساتھ فلمی گانے بھی گاتا ہے۔ لہٰذا مندرجہ بالا مسائل کے جواب از روئے شرع عنایت فرمائیں کہ آیا ان لوگوں کے پیچھے نماز ادا کی جائے گی یا نہیں؟ اور شرع ان کے اوپر کیا فتویٰ لاگو کرتی ہے؟ بیان فرمائیں۔

نوٹ: اگر ہو سکے تو داڑھی کی حد شرع عنایت فرمائیں۔

غلام جیلانی، سید پورہ، کھرسرا، ضلع بلیا، یوپی

۱۶؍ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

الجواب

ان تینوں میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ یہ تینوں فاسق معلن ہیں۔ مکر وفریب حرام،

(1)- الدر المختار على رد المحتار، ج ۲، ص: ۱۴۷-۱۴۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

امانت میں خیانت حرام، ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا حرام، پوری زکات نہ نکالنا حرام، پابندی سے نماز وروزہ نہ رکھنے والا سخت گنہ گار، فلم دیکھنا، تاش کھیلنا حرام، فلمی، فحش شہوت انگیز گانے گانا حرام۔ زید نے علماے کرام کو نچنیا کہا یہ علماے کرام کی توہین ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:

الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر.[1]

زید نے جو تا چوری ہونے پر یہ کہا کہ "اس مسجد میں آنا کفر ہے" یہ بھی کلمہ کفر ہے۔ زید پر ان دونوں جملوں سے توبہ اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ جب تک زید توبہ تجدید ایمان اور بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی نہ کرلے اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

در مختار میں ہے:

وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلا.[2]

رہ گئے دو بعد والے یہ بھی فاسق معلن ہیں اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے۔

غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم[3]۔

در مختار میں ہے:

كل صلاة أديت مع كراهة تحريم تجب إعادتها.[4]

فاسق معلن کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھیں سب کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب۔

داڑھی کی حد شرع ایک مشت ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

أما الأخذ منها وهي دون ذلك فلم يبحه أحد.[5]

---

(۱)- الاشباہ والنظائر، ج ۲، ص: ۸۷، کتاب السیر، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، پاکستان.

(۲)- الدر مختار، ج ۲، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، کتاب الصلاة باب الإمامة، دار الکتب العلمیه، بیروت.

(۳)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ۵۱۳، فصل في الامامه، سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۴)- الدر المختار، ج ۲، ص: ۱۴۷، ۱۴۸، کتاب الصاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۵)- فتح القدير، ج ۲، ص: ۳۵۲، باب ما يوجب القضاء والكفارة، بركات رضا، پور بندر.

نس بندی کرانا حرام۔ یہ تغییر خلق اللہ ہے اور بہ نص قرآنی شیطانی کام ہے۔ شیطان نے یہ کہا تھا: "وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ"(۱)۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۱۵] کیا داڑھی منڈا، داڑھی کتروانے والے کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتا ہے

مسئلہ: فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ (بہار شریعت)

امر طلب یہ ہے کہ داڑھی کتروانے والا اور داڑھی منڈوانے والا دونوں فاسق معلن ہیں یا نہیں دونوں کا گناہ بالاعلان ہے یا نہیں؟ اگر دونوں فاسق معلن ہوں تو داڑھی کتروانے والے کے پیچھے داڑھی منڈانے والے کی نماز ہوگی یا نہیں اگر نہیں ہو سکتی ہے تو امام بنانے والے پر شرعی حکم کون سا نافذ ہوتا ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

محمد حسین اگوانی، یوڈی سی، میونسپل کونسل ادری پور

۱۸؍ جمادی الآخرہ ۱۴۰۱ھ

الجواب

داڑھی منڈانے والا یا کتر کر ایک مشت سے کم کرنے والا بلا شبہہ فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ لیکن اگر کسی فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھ لی تو فرض سے بری الذمہ ہو جائے گا مگر فاسق کو امام بنانے کی وجہ سے گنہ گار ہوگا اور اس نماز کا اعادہ واجب۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۱۶] اگر سب فاسق ہوں تو تنہا تنہا نماز پڑھیں یا جماعت سے

مسئلہ: اگر مسجد میں نماز کے وقت سبھی بغیر داڑھی والے ہوں تو کیا سب کو اکیلے اکیلے نماز پڑھنا ہوگا؟ کیا ان میں سے کوئی امامت کر سکتا ہے؟ کیا بغیر داڑھی والے امام کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟ (حالاں کہ جماعت بھی واجب ہے۔)

---

(۱)- القرآن المجید، سورۃ النسا، الآیۃ: ۱۱۹.

فلاح الدین خاں، نئی دہلی

۱۵ر ذوالحجہ، ۱۳۹۹ھ

الجواب

اصل حکم یہی ہے کہ فساق کو بھی اس کی اجازت نہیں کہ کسی فاسق معلن کو امام بنائیں۔ اس لیے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے۔

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم.[۱]

اور جو کام گناہ ہے وہ جیسے صالحین کے لیے گناہ ہے اسی طرح فاسقین کے لیے بھی گناہ ہے۔ لیکن **موجودہ زمانے کا لحاظ کرتے ہوئے ایسی صورت میں جب کہ کوئی غیر فاسق امام نہ ہو اس کی اجازت ہونی چاہیے کہ وہ لوگ اپنے ہی میں سے کسی کو امام بنا کر جماعت کر لیں۔**[۲]

در مختار میں ہے: هذا إن وجد غیرهم وإلا فلا کراهة.[۳] واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۱۷] معذور اور غلط خواں میں کس کو امام بنائیں

مسئلہ ایک معذور ہے قطرے کا اور ایک یا چند قرآن کریمہ کو صحیح نہ پڑھنے والے ہیں "س" کو "ش" اور "ق" کو "ک" اور اس کا عکس و مثل پڑھنے والے تو امام کون ہو؟ جب کہ برابر ایسا ہوتا ہے امام مقرر ہے مگر جب وہ نہ ہو، ہفتہ پندرہ دن کے لے گھر یا کہیں اور چلا گیا ہو اگر دونوں نہ پڑھائیں تو جماعت ہی مسجد میں نہ ہو ایسے حال میں کیا ہو؟ عوام کا طعن الگ۔

محمد جعفر، مدن لال کے پاس، جان پور، ورانسی، یوپی

الجواب

ان میں سے کوئی بھی امام نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ جیسے بھی ہو صحیح خواں غیر معذور امام

---

(۱)- غنیة المستملی شرح منیة المصلی، ص: ۵۱۳، فصل فی الإمامة، سهیل اکیڈمی، لاهور.

(۲)- اس سلسلے میں حضور شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کئی فتوے شامل ہیں، اکثر فتاوی مسلسل ہیں البتہ ایک فتوی صفحہ ۷۴۳ پر ہے۔ ان میں قول فیصل وہ فتوی ہے جس میں سوال مفتی شفیق احمد شریفی نے کیا ہے۔ محمود علی مشاہدی

(۳)- الدر المختار، ج ۲، ص: ۳۰۱، کتاب الصلاة، باب الإمامة، دار الکتب العلمیه، بیروت.

کا انتظام کریں۔ عوام کے طعن کی کیا پروا، جب نماز ہی صحیح نہ ہوگی تو جماعت سے کیا فائدہ، ہر مسلمان پر فرض ہے کہ صحیح پڑھنے کی مشق کرے، اس میں کمی کرنا خود گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ر محرم ۱۴۱۳ھ

[۲۱۸] گورنمنٹی ملازم کو امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ: زید امام ہے اور سرکاری نوکری کرتا ہے، کیا اس امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

گلاب الدین آتش باز، جنرل اسٹور، مقام و پوسٹ مانپور، ضلع شہڈول، ایم پی

۲۶ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

اگر یہ گورنمنٹ کی ملازمت جائز ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ نوکری ناجائز و حرام ہے تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی تمام نمازوں کا دہرانا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۱۹] دیوبندی حافظ، فاسق مولوی اور غیر عالم میں سے کس کو امام بنائیں

مسئلہ: جیل کے اندر ایک ہی بیرک میں پچاس سے زیادہ مسلم بندی رہتے ہیں اور پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں ان پچاس آدمیوں میں ایک حافظ ہیں جو دیوبندی عقیدے سے تعلق رکھتے ہیں تعلق ہی نہیں بلکہ علانیہ دیوبندی ہیں اور ایک مولوی صاحب ہیں جو اپنے آپ کو سنی بتاتے ہیں، افعال و کردار سنیوں جیسے ہیں لیکن ان کے متعلق عوام اور پولس کی نگاہ میں لواطت کے کئی مقدمے ہیں۔ اور ہم میں سے کچھ آدمی ایسے ہیں جو نماز تو پڑھا سکتے ہیں لیکن وہ مسائل نماز اور فن تجوید سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ ان تینوں مذکورہ بالا صورتوں میں ہم لوگ کن کی امامت میں نماز پڑھیں۔ دیوبندی حافظ یا لوطی مولوی یا جو قراءت میں تجوید کی رعایت نہیں کر پاتے یا فرداً فرداً؟ جواب عنایت فرمائیں۔

قمر الدین خاں، سنٹرل جیل، اجمیر شریف، راجستھان

۴ر رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

دیوبندی کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنی نہ پڑھنے کے برابر ہے بلکہ منجرالی الکفر ہے اور اسی طرح لوطی مولوی کے پیچھے بھی نہ پڑھیں۔ امام کا علامہ ہونا ضروری نہیں، ان کے علاوہ موجودہ لوگوں میں جس کی قراءت سب سے زیادہ صحیح ہو اس کو امام بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۲۰] بلا عذر شرعی امام کو معزول کرنا گناہ ہے

مسئلہ شہر سمستی پور کی جامع مسجد جس کے احاطہ میں ایک مدرسہ بھی ہے ایک جنازہ آیا جامع مسجد کے امام کو جنازہ نہیں پڑھانے دیا، ایک دیوبندی مُلّا جس کا نام ناظم ہے اسی نے امامت کی مدرسہ ہذا کے تمام مدرس مع طلبہ اس کی اقتدا نہیں کی لیکن مدرسہ ہذا کا ایک قاری اس نے اس دیوبندی کی اقتدا کرلی۔ جب جامع مسجد کے امام اور مدرسہ ہذا کے مدرس نے دریافت کیا کہ آپ نے ان کی کیوں اقتدا کی تو قاری نے کہا کہ ہم یوں ہی کھڑے تھے۔ ہم نے اس کی اقتدا نہیں کی ہمیں تو جامع مسجد اور مسجد کو بچانا مقصود تھا بعدہ جن عوام نے اس دیوبندی ملا کی اقتدا کی تھی انھوں نے جامع مسجد کے امام کو برخواست کر دیا اور اسی قاری کو امامت کے لیے منتخب کر لیا، جس نے اس کی اقتدا کی تھی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ قاری کا قول "ہم نے اس کی اقتدا نہیں کی، ہم یوں ہی کھڑے تھے" کہاں تک قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح ہے؟

لعل محمد خان سکریٹری، دارالعلوم قادریہ رضویہ سیرویٹ نوری مسجد الماس نگر، سمستی پور، بہار

۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

دیوبندی شان الوہیت ورسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں نہ ان کی نماز، نماز ہے نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ جس جنازے کی اس نے نماز پڑھائی وہ گویا بغیر نماز جنازہ کے دفن کر دیا گیا۔ مدرسہ کے مدرسین، طلبہ، امام جامع مسجد نے اس دیوبندی کی اقتدا میں نماز جنازہ نہیں پڑھی تو انھوں نے ٹھیک کیا، حکم شرع کے مطابق کیا، جن لوگوں نے اقتدا کی انھوں نے غلط کیا، یہ قاری جو اس دیوبندی کے امام ہوتے ہوئے نمازیوں کے صف میں شامل رہا کم از کم فاسق معلن ضرور ہوا۔ عوام نے تو یہی سمجھا کہ اس نے اس دیوبندی مولوی کی اقتدا کی، جس سے عوام نے یہ سمجھا کہ دیوبندی کی اقتدا صحیح ہے۔ اس قاری پر توبہ فرض

ہے جب تک وہ اس سے توبہ نہ کرلے اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔
جن لوگوں نے اس بنا پر کہ امام جامع مسجد نے دیوبندی کی اقتدا میں نماز جنازہ نہیں پڑھی اسے برخاست کیا اور اسی قاری کو امام متعین کیا وہ دوہرے گناہ کے مرتکب ہیں۔

امام کو بلا وجہ شرعی معزول کیا۔ امام مسجد کو بلا وجہ شرعی معزول کرنے کا حق کسی کو نہیں اور نہ وہ کسی کے معزول کرنے سے شرعاً معزول ہوگا۔ شامی میں ہے: ولا ینعزل صاحب وظیفة بغیر جنحة. (۱)

دوسرا گناہ یہ کیا کہ اس قاری کو جو فاسق معلن ہو گیا امام بنایا۔ مسجد کے مصلین اور اراکین پر واجب ہے کہ سابق امام جامع مسجد کو بحال کریں اور اس قاری کو علاحدہ کریں اور توبہ بھی کریں ورنہ یاد رکھیں کہ اللہ عز وجل کی گرفت بہت سخت ہے اور اس کا عذاب شدید۔ دینی معاملے میں من مانی نہ کریں شریعت کے احکام کی پابندی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۲۱] وقت مقررہ پر گھر سے نہ آنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں ہیں علمائے دین حق کہ:

زید ایک عالم دین ہونے کی حیثیت سے وعظ ونصائح بھی کرتا ہے۔ اور تقریباً دس سال سے امامت اور معلمی کے فرائض انجام دے رہا ہے اور شروع ہی سے سال میں ایک دو بار چھٹی لے کر اپنے وطن ضرور جاتا ہے مگر اپنے وعدے کے مطابق جتنے دن کی چھٹی لے کر جائے گا کبھی وعدے کے مطابق واپس نہیں آیا۔ اور نہ ہی کوئی اطلاع دیتا ہے۔ ایسی صورت میں امامت کے علاوہ بچوں کی تعلیم کا نقصان بھی ہوتا ہے۔ ان کا یہ فعل شریعت کے مخالف ہے کہ نہیں؟ ایسی حالت میں زید کی امامت کہاں تک درست ہے؟ از روئے شرع شریف جلد جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

جناب حافظ محمد حنیف بالاجی وارڈ، پوسٹ جگدپور، ضلع بستر، راجستھان

۱۷/ مارچ ۱۹۸۷ء

---

(۱)- رد المحتار على الدر المختار، ج٦، ص: ٥٨١، كتاب الوقف، دار الكتب العلميه، بيروت.

الجواب

عوام پر اللہ تعالی رحم فرمائے۔ یہ نہ وعدہ خلافی ہے نہ جھوٹ ہے آدمی یہ سوچ کر گھر جاتا ہے کہ ایک مہینے میں گھر سے آجاؤں گا لیکن ضروریات اور عوارض کی وجہ سے رکنا پڑتا ہے۔ اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، طریقہ یہی ہے کہ جب امام لمبی چھٹی لے کر گھر جاتا ہے تو کسی کو اپنا نائب بنا جاتا ہے اسی طرح تعلیم کے لیے کسی کو مقرر کر جاتا ہے ایسی صورت میں بچوں کی تعلیم کے نقصان کا کوئی سوال ہی نہیں۔ ہاں اگر وہ کسی کو اپنی جگہ مقرر نہیں کرتا جس سے بچوں کی تعلیم کا نقصان ہوتا ہے تو یہ ضرور قابل اعتراض بات ہے بلکہ اس صورت میں یہ بھی جائز ہے کہ اسے امامت سے معزول کر دیا جائے لیکن اگر معزول نہ کیا جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۲۲] حجرہ ہوتے ہوئے جو مسجد میں سوئے اسے امام نہ بنائیں

مسئلہ زید مسجد میں امامت کرتا ہے ان کے لیے ایک کمرہ ہے اس کے باوجود وہ مسجد میں پابندی سے سویا کرتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی مسجد میں سویا کرتے ہیں تو جو امام مسجد کا کمرہ رہتے ہوئے روزانہ مسجد میں سوتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور دوسرے لوگ جو مسجد میں سوتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

لعل محمد، ہوئی کلچر ڈیپارٹ منٹ، پوسٹ سپیور، ضلع بھاگل پور، بہار

۹ / ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ

الجواب

صورت مذکورہ میں جب کہ امام کے لیے حجرہ ہے اسے مسجد میں سونا جائز نہیں۔ اس کی عادت ڈالنے کی وجہ سے وہ فاسق معلن ہو گیا، اسے امام بنانا جائز نہیں۔ فقہانے صرف معتکف اور مسافر کو مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے اسی طرح اور لوگ جو سوتے ہیں وہ بھی گنہ گار ہیں لیکن اگر مسجد میں اعتکاف کی نیت سے داخل ہوتے ہوں پھر کچھ نفل نماز یا اذکار کر کے سوتے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ در مختار میں ہے:

ویحرم فیہ السوال (إلی أن قال) ونوم إلا لمعتکف وغریب[1]۔ واللہ تعالی اعلم

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص:۴۳۳-۴۳۵، کتاب الصلاۃ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

[۲۲۳] جس کی گواہی سے قبرستان مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے اسے امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ ایک قبرستان کے بارے میں جو درزی مسلمانوں کی تھی اس پر دو چار درخت بھی خود سے پیدا ہو کر بڑے ہوئے تھے دوران چک بندی ایک ہندو چمار نے یہ دعوی کیا کہ ہمارا باغ ہے، مقدمہ کھڑا ہو گیا۔ گاؤں کے ایک مسلمان نے یہ گواہی دے دی کہ یہ قبرستان نہیں ہے بلکہ ہندو چمار کا باغ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر عدالت سے یہ ہوتا آیا کہ جب ایک مسلمان کہتا ہے کہ ہندو کا باغ ہے تو کیسے قبرستان مان لیا جائے۔ آخر کار مسلمان درزی ہار گیا۔ اور قبرستان اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ جس مسلمان نے گواہی دی ہے وہ نمازی اور پرہیز گار بھی ہے اور کبھی کبھی نماز بھی پڑھاتا ہے۔ کیا ایسے جھوٹے کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

نظام الدین خاں، دادر بلڈنگ، نئی نگر، ممبئی، مہاراشٹر

الجواب

اس جھوٹی گواہی دینے والے کذاب سے مسلمان مکمل بائیکاٹ کر لیں میل جول، سلام کلام سب بند کر لیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب کو دہرانا واجب ہے، اس کو امام بنانا تو دور کی بات ہے استطاعت ہو تو اسے مسجد میں نہ گھسنے دیا جائے۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۲۴] جس امام کے پیچھے دل رجوع نہ کرے اس کی اقتدا میں نماز کا کیا حکم ہے

مسئلہ ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کی جائے یا نہیں جس کے پیچھے دل رجوع نہ ہو اور دل کراہت کرے چاہے وہ کسی بھی مسلک کا ہو؟

نظام الدین خاں، دادر بلڈنگ، نئی نگر، ممبئی، مہاراشٹر

الجواب

امام میں اگر کوئی شرعی خرابی نہیں جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں شرعاً ممانعت ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز جائز نہیں۔ اگرچہ مقتدی امام سے کسی وجہ سے خوش نہ ہوں اس لیے کہ اس صورت میں بلاوجہ شرعی مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی بنیاد ڈالنا ہے نیز خود جماعت سے محروم رہنا ہے۔

تنویر الابصار، و در مختار میں ہے:

(ولو أم قوما وهم له كارهون، إن) الكراهة (لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره) له ذلك تحريما لحديث أبي داؤد: "لا يقبل الله صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون". (وإن هو أحق لا) والكراهة عليهم (۱)۔

اس کے تحت شامی میں ہے: جزم في الحلية بأن الكراهة الأولى تحريمية للحديث وتردد في هذه إه. **أقول** لهذا إذا صلى أما إذا ترك الصلاة خلفه فلا شبهة في كونه تحريمية لأنه يفضي إلى ترك الجماعة واختلاف بين المسلمين (۲)۔

جب امام میں کوئی شرعی نقص نہیں تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے اگرچہ مقتدی اسے ناپسند کرتا ہو، اس سے ناراض ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۲۵-۲۳۱] امام کو امامت کی نیت کی حاجت نہیں

مسئلہ پرانے معاملہ کے فیصلہ ہونے کے بعد زید کی زبانی بکر کو پتہ چلا، عمرو نے زید کو آئندہ کے خطرات سے ہوشیار کیا۔ تو پھر بکر کے خلاف زید نے مسجد سے اپنا خطرہ دور کرنے کا ایک منصوبہ اس طرح سے تیار کر کے بیان کیا کہ میرے پیچھے آپ کی نماز نہیں ہوگی کیوں کہ مجھے جس سے عداوت ہوتی ہے میں اس کے لیے نیت ہی نہیں کرتا ہوں اپنی امامت میں مقتدی کی شرکت کے لیے۔

❶ امامت کی نیت کیسی ہوگی مقتدی کے لیے؟

---

(۱)- الدر المختار، ج۲، ص: ۲۹۷، ۲۹۸، ، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج۲، ص: ۲۹۸، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ، دار الكتب العلميه، بيروت.

② جھوٹا مسئلہ بیان کرنے کی سزا کیا ہے؟

③ نمازی کو مسجد سے اور نماز جماعت سے روکنا جھوٹے مسئلے کی آڑ میں کیسا ہے؟

④ عداوت میں اغلام بازی کی تہمت لگوانا کیسا ہے؟

⑤ جھوٹ بول کر دوسرے کو ہٹ دھرمی سے جھٹلا کر فتنہ برپا کرنے اور کرانے کی عادت بنالینا کیسا ہے؟

⑥ ایسے امام کے پیچھے جو نمازیں پڑھی گئیں یا پڑھی جائیں گی ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

⑦ کیا ایسے عالم کو ماں، بہن، بیٹی کی گالی دینا کفر ہے؟ ان سوالات کے جوابات نمبروار عنایت فرمائیں۔

عبد المصطفیٰ رضوی، پرائمری اسکول، کوٹ دوار روڈ، کھناڑی، رام نگر، نینی تال، یوپی

۱۶ر جمادی الاولی ۱۴۱۲ھ

الجواب

① امام کو امامت کی نیت کی حاجت نہیں۔ ایسا نہیں کہ امام جن جن لوگوں کی امامت کی نیت نہ کرے ان کی نماز ہی نہ ہو۔ امام کے لیے اپنی نماز کی نیت کافی ہے البتہ مقتدیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کی اقتدا کی نیت کریں۔ امام امامت کی نیت نہ بھی کرے اور مقتدی امام کے اقتدا کی نیت کرلیں تو نماز ہوجائے گی۔ امام نے غلط کہا، اس پر اس سے رجوع اور توبہ واجب ہے۔ واللہ تعالی اعلم

② بے علم کا فتوی دینا حرام وگناہ ہے۔ حدیث میں ہے:

من أفتى بغير علم لعنته ملائكة السماوات والأرض [1]۔ ”جو شخص بغیر علم کے فتوی دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہے“۔

کسی کو جان بوجھ کر غلط مسئلہ بتانا خود گمراہ ہونا ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

③ کسی نمازی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا وہ بھی غلط مسئلہ بتا کر دوہرا گناہ ہے۔ ایک مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا ہوا۔ دوسرا دھوکا دینا ہوا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ. [2]

(۱)- سنن أبي داؤد، ج ۲، ص: ۵۱۵، كتاب العلم.

(۲)- القرآن المجيد، الجزء: ۱، سورة البقره، الآية: ۱۱۴.

اور حدیث میں ہے: من غشنا فلیس منا.[1] واللہ تعالیٰ اعلم

④ جو شخص واقعی اغلام باز نہیں اس پر اس فعل قبیح کی تہمت رکھنا حرام و گناہ ہے اور الزام لگانے والا فاسق معلن قابل تعزیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

⑤ یہ بھی سخت حرام و گناہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ "وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

⑥ بربنائے صدق سائل وہ امام کئی وجہ سے فاسق معلن ہے اسے امامت سے معزول کرنا واجب ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ ہے جس وقت سے وہ فاسق معلن ہوا اس وقت سے لے کر اب تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

⑦ سوال میں جس کے بارے مین مذکورہ بالا تفصیلات درج ہیں وہ عالم ہی نہیں کسی مدرسہ سے عالم ہونے کی سند حاصل کر لینا عالم ہونے کے لیے کافی نہیں۔ آج کل عربی مدارس کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ اراکین صرف یہ دکھانے کے لیے کہ ہمارا مدرسہ کسی سے کم نہیں، جاہلوں کی دستار بندی کر دیتے ہیں، سند دے دیتے ہیں۔ کسی عالم کو عالم ہونے کی بنا پر گالی دینا ضرور کفر ہے۔ لیکن کسی عالم کو اس کی خلاف شرع باتوں پر بغرض اصلاح ٹوکنا اور اصلاح نہ ہونے کی صورت میں اس کو عوام میں پھیلانا تاکہ لوگ اس سے بچیں یہ گالی نہیں۔ حدیث میں ہے:

اذکر الفاسق بما فیہ متی یحذرہ الناس[3]۔

فاسق میں جو بات ہو اسے بیان کرو، اگر بیان نہیں کروگے تو لوگ کب اس سے بچیں گے۔

ہاں گالی دینا مسلمان کو حرام ہے۔ عالم کو اس کی بدعملی یا غلط مسائل بتانے کی بنا پر گالی دینا کفر نہیں۔ ہاں گناہ بہرحال ہے۔ حدیث میں ہے: سباب المسلم فسوق[4]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- الصحیح لمسلم، ج۱، ص:۷۰، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا، مجلس البرکات الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور.

(۲)- القرآن المجید، الجزء۲، سورۃ البقرہ، الآیۃ:۱۹۱.

(۳)- السنن الکبری للبیہقی، کتاب الشہادات، باب الرجل من أہل الفقہ، ج:۱۰، ص:۳۵٤.

(۴)- الصحیح لمسلم، ج۱، ص:۵۸، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق، مجلس البرکات الجامعۃ الاشرفیہ.

[۲۳۲-۲۳۴] خائن اور بد عہد کو امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ کیافرماتے ہیں ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

❶ ایک بیوہ نے امام کو مکان بیچنے کے لیے خود مختار بنایا اس نے مکان بیچ دیا اور بیوہ کو آدھی رقم دی اور آدھی رقم کے بارے میں کہتا ہے کہ مجھ سے خرچ ہوگئی۔ اس صورت میں امام پر غصب کا حکم لگے گا یا نہیں اور ایسے امام کی اقتدا درست ہے یا نہیں؟

❷ امام اتنا کم علم ہے کہ اس سے جماعت کے روبرو ایک عالم نے کہا کہ تو پانچ کلمہ صحیح پڑھ کر سنادے اور بہار شریعت کا حصۂ اول کا صفحہ اول پڑھ کر سنا اور سمجھا دے تو ہم مانیں کہ تجھے کچھ آتا ہے۔ امام مذکور اس پر تیار نہیں ہوتا۔ کیا ایسے بے علم کو امام بنانا درست ہے؟

❸ امام مسئلہ بیان کرتا ہے کہ آغا خانی شیعوں کی دیگ میں کھانا پکانا جائز ہے۔ مسئلہ صحیح بیان کرتا ہے لیکن خود آغا خانی شیعوں سے تجارت کرتا ہے۔ ایک شیعہ تاجر کے ہزاروں روپے اس کے ذمہ باقی ہیں۔ کیا ایسے بے عمل کی اقتدا درست ہے؟ بینوا توجروا

عنایت رضا خاں، جام جودھ پور، سوراشٹر

۸/ رجب ۱۳۹۹ھ

الجواب

❶ یہ غصب نہیں جب کہ وہ اقرار کرتا ہے کہ ابھی روپے صرف ہوگئے جب ہوگا تو دے دوں گا۔ البتہ خائن ضرور ہوا اور اس وجہ سے اس لائق نہیں کہ امام بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❷ امام اگر نماز صحیح طریقے سے پڑھتا ہے تو اگر چہ وہ بے علم ہو امام بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❸ آغا خانی مرتد ہیں، ان سے معاملہ خرید و فروخت جائز نہیں، اس لیے اگر یہ امام آغا خانیوں سے تجارت کرتا ہے تو لائق امامت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

[۲۳۵-۲۳۷] پہلی رکعت میں پڑھی ہوئی آیت کے بعد ایک آیت چھوڑ کر دوسری رکعت میں پڑھنا مکروہ ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

❶ زید امام مسجد ہے اس نے پہلی رکعت میں سورہ حشر کے رکوع آخر کی اول کی آیات پڑھیں۔ دوسری رکعت میں ان کے بعد کی ایک آیت چھوڑ کر باقی دو آیات پڑھیں نماز ختم ہوجانے کے بعد عمرو نے معلوم کیا کہ امام صاحب اس طرح ایک آیت چھوڑ دینے سے نماز میں تو کوئی نقص نہیں آیا۔ اس پر زید نے سختی سے کہا کہ خاموش ہوکر بیٹھیے میں خوب جانتا ہوں، میں نے قصداً آیت چھوڑی ہے لیکن نماز ہونے نہ ہونے کے متعلق کچھ نہ بتایا۔

❷ زید نے دوران تقریر کہا کہ قرآن کریم کا مرتبہ حضور اقدس ﷺ سے زیادہ ہے۔

لہذا گزارش ہے کہ زید کے مذکورہ آیت چھوڑنے کے سبب نماز میں نقص آیا یا نہیں، اور زید کا یہ قول کہ ”قرآن کریم کا مرتبہ حضور اقدس ﷺ سے زیادہ ہے“ کہاں تک درست ہے اور زید کے لیے کیا حکم ہے جواب سے جلد نوازا جائے۔

❸ زید کھلے وہابیوں کے متعلق دعا منگواتا ہے کہ وہ بھی ہمارے بھائی ہیں ان کے لیے دعا کرو کہ خدا ان کو توبہ کی توفیق دے۔ اندرون خانہ وہابی علما سے تعلقات رکھتا ہے، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاتا ہے اس کے جتنے رشتہ دار اور برادری والے ہیں ان سے تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں۔

مولوی لقاء الرحمن قریشی، جنرل مرچنٹ بازار تحصیل چوک رام نگر، ضلع نینی تال

الجواب

❶ پہلی رکعت میں جہاں تک پڑھا دوسری رکعت میں اس کے بعد کی ایک آیت چھوڑ کر پڑھنا مکروہ ہے۔ ایسا ہرگز ہرگز نہیں چاہیے مگر نماز بلا کراہت ہوگئی (۱)۔ امام کو بد خلقی و درشتی سے جواب نہیں دینا چاہیے تھا، نرمی سے سمجھا دینا چاہیے تھا اور بالقصد ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- حضرت کی مراد یہ ہے کہ وہ مکروہات تلاوت سے ہے اس لیے یہ فعل مکروہ ہوگا مگر مکروہات صلات سے نہیں ہے اس لیے نماز کراہت سے محفوظ رہے گی۔ مشاہدی

❷ قرآن مجید کلام الٰہی اور اللہ کی صفت ہے۔ اس لیے قرآن مجید حضور اقدس ﷺ سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❸ کھلے وہابیوں کے لیے دعاے ہدایت فضول ہے۔ حدیث میں گستاخ رسول کے بارے میں وارد ہے: ثم لا یعودون[1]۔ زید نے وہابیوں کو اپنا بھائی کہا اس سے توبہ کرے۔ گستاخ رسول کسی مسلمان کا بھائی نہیں ہو سکتا جو گستاخ رسول کو اپنا بھائی کہے وہ اپنے ایمان کی خبر لے۔ وہابی گستاخ رسول ہیں ان سے میل جول رکھنا حرام ہے ان کا ذبیحہ مردار ہے جیسے کسی مشرک کا ذبیحہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۳۸] جس کی بیوی بے پردہ گھومتی ہو اسے امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین درج ذیل مسئلہ میں کہ:

اگر امام کی بیوی ہمہ وقت بے پردہ بازار میں گھومتی ہو اس پر زید کا کہنا ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ براے کرم بروے شریعت مسئلہ کے اعتبار سے اس شک کو دور کریں۔ عین نوازش ہوگی۔

قیام الدین خاں، بلاس پور، ایم پی

۱۶ر شوال ۱۴۱۱ھ

الجواب

اگر امام اپنی بیوی کے بے پردہ گھومنے پر راضی ہے اسے منع نہیں کرتا تو وہ فاسق معلن ہے۔ ارشاد ہے: "إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ"[2]۔

اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اور اگر امام اس پر راضی نہیں، عورت کو بے پردہ گھومنے سے منع کرتا ہے مگر وہ ایسی سرکش ہے کہ نہیں مانتی تو امام پر کوئی گناہ نہیں، اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ"۔[3] ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں لادا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- أخرجه البخاري في صحيحه، الرقم: ٧٥٦٢، كتاب التوحيد، باب قراءة الفاجر والمنافق إلخ.

(۲)- القرآن المجيد، الجزء: ٥، سورة النساء، الآية: ١٤٠.

(۳)- القرآن المجيد، الجزء: ٢٢، سورة الفاطر، الآية: ١٨.

[۲۳۹-۲۴۰]　سونے کی انگوٹھی پہننے والے کو امام نہ بنائیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں:

❶ زید جامع مسجد کا امام ہے اور مدرسہ کا مدرس بھی ہے لیکن سونے کی انگشتری استعمال کرتا ہے اور بعض دفعہ تو انگشتری پہن کر نماز پڑھاتا ہے۔

❷ ایک روز تقریر کے دوران امام مذکور نے کہا کہ میرے خلاف اگر کسی نے کچھ کہا تو میں اس جامع مسجد کو جنگ خانہ بنادوں گا۔ لہذا ایسے امام کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اخلاق احمد حبیبی، اسپتال کے پیچھے، بنارس

۱۲/ر جمادی الاولی ۱۳۹۹ھ

الجواب

❶ سونے کی انگوٹھی مردوں کو پہننا حرام ہے۔ پہننے والا فاسق معلن ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ریشم اور سونے کے بارے میں حدیث میں فرمایا:

حرم علی ذکور أمتی۔ (۱)

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (۲)

درمختار میں ہے: کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها. (۳)

یہ حکم دونوں صورتوں میں ہے خواہ نماز کے باہر پہنے اور نماز میں اتار دے خواہ نماز میں بھی پہنے رہے۔ بلکہ نماز میں پہنے رہنے کی صورت میں کراہت دونی ایک فاسق معلن کی اقتدا دوسرے خود امام کی بھی نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اور جب اس کی مکروہ تحریمی تو مقتدی کی بدرجۂ اولی مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالی اعلم

❷ یہ سرکش امام جو مسجد کو جنگ خانہ بنانے کو کہتا ہے۔ دراں حالے کہ وہ ایک حرام کا علانیہ ارتکاب کررہا ہے اس لائق نہیں کہ اسے امام بنایا جائے۔ اس کو فوراً امامت سے علاحدہ کردیا جائے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- سنن أبي داؤد، ج:٤، ص:٥٠، رقم الحديث:٤٠٥٧، كتاب اللباس، باب في الحرير للنساء.

(۲)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص:٥١٣، كتاب الصلاة، فصل في الإمامة، سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۳)- الدر المختار على رد المحتار، ج۲، ص:١٤٧ - ١٤٨، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

[۲۴۱] شیعہ کی اقتدا میں نماز صحیح نہیں

مسئلہ نچلول بازار کے قریب ہی ہرپور کلاں ایک موضع ہے جہاں پر مسلمان شیعہ امام اور اسی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پنج گانہ ادا کرتے ہیں۔ جمعہ بھی پڑھتے ہیں۔ ان کی نماز ادا ہوگی یا نہیں اس سوال کا جواب ارسال کریں۔ عین کرم ہوگی۔

طیب علی انصاری، خرچولی، جگ دور، ضلع مہراج گنج

۷؍جمادی الآخرہ، ۱۴۱۳ھ

الجواب

شیعہ رافضی مسلمان نہیں کافر و مرتد ہیں نہ ان کی نماز، نماز ہے نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ رافضی امام کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ ہاں یہ جائز ہے کہ رافضی کی بنوائی ہوئی مسجد میں سنی امام کی اقتدا میں نماز پڑھیں خواہ جمعہ ہو یا پنج گانہ۔ وھو تعالیٰ اعلم

[۲۴۲] کیا دیوبندی علما نے یہ لکھا ہے کہ سنی امام کے پیچھے ان کی نماز ہو جاتی ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کیا وہابی دیوبندی امام کی اقتدا میں سنیوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں بصورت دیگر سنی امام کے پیچھے وہابیوں کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ مفصل اور مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ فقط

ڈاکٹر محمد صدیق، مقام وڈاک خانہ فتح پور، بھاگل پور

۱۰؍ذو قعدہ ۱۴۱۲ھ

الجواب

دیوبندی شان الوہیت و رسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ تفصیل کے لیے "حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ، منصفانہ جائزہ" کا مطالعہ

کریں۔ در مختار میں ہے:

وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلا إھ[1]۔ اگر کوئی شخص ضروریات دین کا انکار کرے جس کی وجہ سے کافر ہو جائے تو اس کی اقتدا قطعی صحیح نہیں۔

دیوبندی علما نے ضرور ایسا کہا ہے کہ سنی بریلوی کے پیچھے ہماری نماز ہو جائے گی۔ فتاوی رشیدیہ، مطبوعہ کراچی کے ص:۲۹۹ پر ہے: ہر مسلمان کے پیچھے جس کے معاصی کفر تک نہ پہنچے ہوں نماز ہو جاتی ہے مگر اجرو ثواب بہت کم ہوتا ہے اور جس کی نوبت کفر تک پہنچ گئی ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی[2]۔

اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ماننے والوں کے بارے میں فتاوی دار العلوم دیوبند میں ہے۔

"مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے متعلقین کو کافر کہنا صحیح نہیں بلکہ ان کے کلام میں تاویل ہو سکتی ہے بناءً علیہ تکفیر کرنا اپنے داماد کی صحیح نہیں بلکہ وہ مسلمان ہے"۔

توجب دار العلوم دیوبند کے فتوی کے مطابق ہم لوگ مسلمان ہیں تو فتاوی رشیدیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے ثابت کہ ہمارے پیچھے دیوبندیوں کی نماز صحیح ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۲۴ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

[۲۴۳] مقیم امام کے پیچھے مسافر کیسے نماز پڑھے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے متعلق:

مقیم امام کی اقتدا میں مسافر مقتدی کو قصر کی نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہو گا جب کہ کچھ مقیم اور کچھ مسافر نماز کے شروع ہی سے کھڑے ہوئے ہوں اور کچھ مقتدی مسافر دو رکعت پڑھنے کے بعد نماز میں شامل ہوئے ہوں مطلع فرمائیں۔

محمد عالم رسول، مدرس مدرسہ معتبریہ سرام پور، امام گنج، گیا، بہار

۱۰ر شوال ۱۴۱۱ھ

---

(۱)- الدر المختار، ج۲، ص:۳۰۰-۳۰۱، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

(۲)- فتاوی رشیدیہ، ص:۳۵۱، ایم ایس پبلیشرز، دیو بند.

الجواب

اگر امام مقیم ہے اور مقتدی مسافر تو اس پر قصر نہیں اس معنی کر کہ وہ امام کے ساتھ پوری چار رکعت پڑھے گا۔ اگر مسافر مقتدی کچھ رکعت میں مسبوق ہو گیا یعنی اس کی ابتدائی کچھ رکعتیں چھوٹ گئیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد چھوٹی ہوئی نمازوں کو اس طرح ادا کرے گا جیسے مقیم مقتدی ادا کرتا ہے، اس کے لیے کوئی الگ طریقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　۱۹/ شوال ۱۴۱۱ھ

[۲۴۴] جس کی بیوی دکان پر بے پردہ بیٹھ کر چوڑیاں پہنائے اس کو امام بنانا کیسا

مسئلہ فتویٰ نمبر ۲۰۶۴ کی رو سے زید فاسق معلن مانا گیا اگر زید بذات خود چوڑی پہنانے کا کام ترک کر دے اور دکان پر رہ کر عورتوں کو چوڑیاں بیچ دیا کرے اور زید کی اہلیہ بے پردہ رہ کر چوڑیاں پہناتی ہو تو کیا زید امامت کر سکتا ہے؟

اصغر علی، بازار باغ بخالص، پوسٹ سگڑی، ضلع اعظم گڑھ، یوپی
۲۴/ ذو قعدہ ۱۴۱۲ھ

الجواب

دکان پر آنے والی عورتوں کے ہاتھ چوڑی بیچنے میں کوئی حرج نہیں اس کے گھر کی عورتیں بے پردہ دکانوں پر بیٹھ کر عورتوں کو چوڑیاں پہنائیں گی تو چوں کہ عورتوں کا یہ کام اس کی رضامندی بلکہ اس کی اجازت سے ہوگا۔ اس لیے زید اب بھی فاسق معلن ہوگا، ارشاد ہے: ”اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ “(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۴۵-۲۴۸] امام کا گھوڑے پر بیٹھ کر ڈھول باجے کے ساتھ عید گاہ جانا کیسا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ:

---

(۱)- القرآن المجید، الجزء:۵، سورة النساء، الآية: ۱٤۰.

❶ امام صاحب کو عید کے دن گھوڑا پر دولھا کی طرح مع ڈھول و انگریزی باجا عید گاہ جانا کیسا ہے؟

❷ رمضان کی ۲۷ر تاریخ کو صلاۃ اور سات اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

❸ عید کے دن منبر پر کھڑا ہو کر صلاۃ اور اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

❹ اگر مؤذن اذان دے رہا ہے اور امام کو کوئی دوسرا شخص پکڑ کر لے جائے کہ فلاں ضرورت ہے پس امام پیسے کی لالچ میں چلا گیا تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام کا اس ضرورت کے تحت جانا از روے شرع جائز ہے یا نہیں۔

محمد مقبول احمد، مقام و پوسٹ گلندہ، ضلع اودے پور، راجستھان

۳ر ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ

الجواب

❶ عید کے دن امام کو عمدہ کپڑے پہنا کر، گھوڑے پر بیٹھا کر عید گاہ لے جانے میں حرج نہیں۔ ہاں! ڈھول اور باجا بجانا حرام و گناہ ہے۔ حدیث میں ہے: أمرني ربي بمحق المعازف[1]۔

❷ ۲۷ر رمضان کو صلاۃ اور سات بار اذان دینے کی کوئی اصل نہیں۔

❸ عیدین کی نماز کے لیے اذان کی اجازت نہیں۔

❹ اذان شروع ہونے کے بعد اگر امام کہیں جائے اور جماعت کے وقت تک آنے کا ارادہ ہے تو کوئی حرج نہیں اور جماعت کے وقت تک آنے کا ارادہ نہیں تو جانا منع ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۴۹] ایک امام کے متعلق سوال

مسئلہ زید نہ حافظ و قاری نہ مولوی نہ عالم و فاضل کچھ بھی نہیں صرف کلام پاک اور تقریر کر لیتا ہے وہ بھی زبر زیر پیش مد کا اور مذکر و مؤنث کا کچھ احتیاط نہیں، مخرج بالکل غلط ہے کیا وہ امامت کے لائق ہے۔

جس زید کے لیے بستی دو پارٹی ہو جائے (اور وہ بھی اہل سنت ہوں) اور زائد مقتدی ناراض ہوں اور کم

(۱)- مشکاۃ المصابیح، ص: ۳۱۸، باب بیان الخمر، مجلس البرکات، مبارک پور.

مقتدی اس زید کے پیچھے اقتدا کرتے ہیں وہ بھی مجبوری پر اور شرع کے خلاف نماز پڑھاتا ہے کیا وہ امامت کے لائق ہے کیا اس زید کے پیچھے نماز ہوگی؟

زید زیادہ تر جھوٹ بولتا ہے اور لوگوں کے درمیان تفرقہ ڈالتا ہے اور اس کو بستی سے نکال دیا گیا ہے اس کے باوجود بھی زبردستی نماز پڑھاتا ہے اگر بستی والے کسی اچھے جان کار امام کو کھڑا کرتے ہیں تو زید خود امامت کرنے کے لیے دوسروں کے سامنے اس امام کی غیبت کرتا ہے اور اپنی بہادری بیان کرتا ہے اور ایک دوسرے سے لڑتا ہے، ازروے شرع کیا وہ امامت کے لائق ہے؟

زید اپنی نماز میں بہت تکبر اور دوسروں کے سامنے گھمنڈ بھی کرتا ہے اور نماز میں جان بوجھ کر گردن پھلاتا ہے کیا وہ امامت کے لائق ہے؟

زید بغیر اجازت کمیٹی کے مزار اقدس کا کل روپیہ اپنے اخراجات میں لاتا ہے اور اسے واپس نہیں لوٹاتا ہے کیا وہ امامت کے لائق ہے؟ ازروے شرع امامت کون کر سکتا ہے اور امام ہونے کے لیے کیا کیا شرائط ہیں براے مہربانی جوابات سے نوازیں۔

محمد کمال الدین، مقام و پوسٹ، تلشی پور، کٹک اڑیسہ

۱۹ر جمادی الآخرہ، ۱۴۱۱ھ

الجواب

زید پر آپ نے جو الزامات لگائے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسے فوراً بلا تاخیر امامت سے علاحدہ کر دیں اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز کم از کم مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور بعض صورتوں میں اس کے پیچھے نماز قطعاً صحیح نہیں۔ سوال میں زید پر پہلا الزام لگایا گیا ہے کہ اس کی قراءت درست نہیں۔ مخارج سے حروف ادا نہیں کرتا اگر یہ الزام صحیح ہے تو اس کا اندیشہ قویہ ہے کہ خود اس کی نماز فاسد ہو جائے اور جب اس کی فاسد تو مقتدیوں کی بھی فاسد۔ اس لیے کہ جب وہ حروف کو صحیح مخارج سے ادا نہیں کرتا تو وہ ضرور ایسی غلطی کر بیٹھے گا جس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً: ''الحمد'' کی بڑی ''ح'' کو چھوٹی ''ہ'' ''الھمد'' پڑھے۔ ''قل ھو اللہ أحد'' میں ''قل'' کے بڑے ''ق'' کو چھوٹا ''ک'' پڑھے۔ وہ جب جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے، مسلمانوں کو آپس میں لڑاتا ہے تو فاسق معلن ہے۔ اسی طرح جب وہ مزار شریف کی آمدنی بلا استحقاق لے لیتا ہے تو وہ خائن بھی ہے اور فاسق معلن وخائن کو امام

بنانا جائز نہیں، گناہ ہے۔

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم.[1]

در مختار میں ہے: کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها.[2]

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق، قرآن مجید صحیح پڑھنے والا اور صحیح طریقے سے طہارت کرنے والا، صحیح طریقے سے نماز پڑھنے پڑھانے والا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۵۰] حنفی مسجد کا امام شافعی یا شافعی مسجد کا امام حنفی ہو تو مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

مسجد شافعی کی ہے اور مصلی بھی شافعی ہیں ایسی صورت میں حنفی امام نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھا سکتا ہے تو شافعی لوگوں کی نماز درست ہوگی کہ نہیں؟

حنفی مسجد ہے مصلی بھی حنفی ہیں مگر امام شافعی ہے کیا شافعی امام کی اقتدا میں حنفی لوگوں کی نماز ہو جائے گی؟

جناب فقیر محمد و کریم صاحبان، مقام داپولی، ضلع رتناگیری، مہاراشٹر

الجواب

مصلّٰی کسی کا ہو اس سے امامت پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مقلد کے مصلّے پر امامت کر سکتا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حنفی امام کے پیچھے شافعیوں کی نماز اور شافعی امام کے پیچھے حنفیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں اصل کلی یہ ہے کہ اگر حنفی امام کوئی ایسا فعل کرے جس سے شافعی مسلک پر نماز فاسد ہو جاتی ہو تو شوافع کی نماز نہ ہوگی، اور اگر حنفی امام شافعی مسلک کی اتنی رعایت کرتا ہے کہ شافعی مذہب کے رو سے بھی اس کی نماز درست ہو تو شافعیوں کی نماز حنفی امام کے پیچھے صحیح ہے اور یہی تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ امام شافعی ہو اور مقتدی حنفی ہوں، مثلاً حنفی امام ہے وضو کرنے کے بعد عورت سے اس کا جسم مس ہو گیا تو شافعیوں

(۱)- غنیة المستملی شرح منیة المصلی، ص:۵۱۳، کتاب الصلاة، فصل فی الإمامة، سهیل اکیڈمی، لاهور.
(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص:۱۴۷-۱۴۸، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الکتب العلمیه، بیروت.

کی نماز نہ ہوگی، حنفی کی ہو جائے گی اس لیے کہ احناف کے یہاں عورت کے مس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور شوافع کے یہاں ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح پیشاب، پاخانے کے علاوہ جسم کے کسی حصے سے خون یا پیپ کا خارج ہونا احناف کے نزدیک ناقض وضو ہے امام شافعی کے یہاں ناقض وضو نہیں، اب اگر امام شافعی ہے اس کے جسم سے خون نکلا اسی حالت میں اس نے نماز پڑھائی امام اور شافعی مقتدیوں کی نماز ہوگئی مگر احناف مقتدیوں کی نہیں ہوئی۔ یہ مسئلہ پوری تفصیل کے ساتھ عامہ کتب فقہ میں مصرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۵۱] رسمی توبہ، توبہ نہیں

مسئلہ آج سے دو سال قبل ایک حافظ صاحب جو داڑھی منڈاتے تھے ان سے توبہ کروا کے اقرار لے کر مصلے پر کھڑا کیا گیا بعد رمضان المبارک پھر انھوں نے داڑھی منڈانا شروع کر دیا اب کی مرتبہ رمضان شریف کے موقع پر وہ پھر توبہ کر کے گزشتہ تقصیر پر نادم ہو کر داڑھی رکھنے کا اقرار کریں تو کیا اب بھی ان کو مصلے پر چڑھایا جائے گا؟

مولانا محمد اقبال قادری مصباحی، لیناسٹ، بولٹن، یوکے، برطانیہ

۲۸/ رجب ۱۴۰۱ھ

الجواب

ان حافظ صاحب کو مصلے پر اس وقت تک نہ کھڑا کیا جائے جب تک ان کی داڑھی ایک مشت نہ ہو جائے اور نیز اس کا بھی نہ اطمینان ہو جائے کہ واقعی انھوں نے توبہ کر لی ہے۔ رسمی تراویح کا معاوضہ وصول کرنے کے لیے رسمی توبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۵۲] چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنے والے کی اقتدا نہ کرنا غلطی ہے

مسئلہ جو امام چین والی گھڑی اوقات نماز کے علاوہ پہنے تو کیا اس امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

خالد صرف نمازی ہے اور جو امام چین دار گھڑی باندھتے ہیں ان سے خالد نے یوں کہا کہ ”جب تک تم چین والی گھڑی باندھو گے اس وقت تک میں تمھاری اقتدا نہ کروں گا“۔

سال گزر گئے لیکن خالد ہمیشہ تنہا نماز ادا کرتا ہے جب کہ امام نماز پڑھاتے وقت گھڑی اتار کر جماعت

کرواتے ہیں تو کیا خالد کا کہنا اور اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟ حدیث وشریعت کی روشنی میں جواب دیں۔

مولوی شمیم اختر ادیبی، مقام چھاونی مدرسہ رحمانیہ، پوسٹ شیوراج، ضلع سیروہی، راجستھان

الجواب

گھڑی کے ساتھ اسٹیل یا گلٹ کی چین باندھنا خلاف اولی ہے۔ حرام وگناہ نہیں اس لیے اگر کوئی امام یہ چین گھڑی کے ساتھ باندھتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ خالد نہیں پڑھتا یہ اس کی غلطی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۵۳] لوٹے ہوئے بکری کو ذبح کر کے کھانے والے کو امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ گاؤں کے امام صاحب کو لوگوں نے بلا کر لوٹے ہوئے بیل، بکری وغیرہ کو امام صاحب سے ذبح کرایا اور امام صاحب نے ان لوگوں کو کچھ نہیں کہا، منع بھی نہیں کیا بلکہ ان لوگوں کا ساتھ دیا، امام صاحب نے خود ذبح کیا اور سب لوگ کھائے اور کھلائے لہذا امام مذکور کی امامت اور گاؤں کی جو ذمہ داری امام صاحب پر رہتی ہے وہ سب کام امام صاحب کا کرنا شرعًا کیا حکم ہے، اور ان کی امامت شرعًا درست ہے یا نہیں؟

شیخ حبیب اللہ صاحب گھر پانچ کوڑہ ڈسٹک مدنا پور، بنگال

۱۶ر صفر ۱۴۱۰ھ

الجواب

اگر فی الوقت امام صاحب کو یہ علم تھا کہ یہ لوٹا ہوا مال ہے اور زبردستی لیا ہوا بیل، بکری ہے اس علم کے بعد بھی انھوں نے جانوروں کو ذبح کیا اور لوگوں نے کھایا تو امام مذکور نے سخت گناہ کیا ایسا امام لائق امامت نہیں۔ امام پر فرض تھا کہ لوگوں کو اس برے کام سے روکتا (نہ کہ خود شریک ہوتا) اور اگر نہ مانتے وہاں سے چلا آتا تو امام مذکور بری الذمہ ہوتا۔ اگر باوجود علم کے امام مذکور نے یہ سب کیا تو امام قابل امامت نہیں رہا۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، پڑھنا منع۔ اگر پڑھ لی تو اعادہ واجب ہے اور ایسے امام سے مذہبی امور کی انجام دہی کرانا منع کہ جو حلال وحرام میں امتیاز نہ کرے تو اور معاملات میں کیا کچھ نہیں کرے گا اور اگر امام مذکور کو کچھ علم نہیں تھا اور نہ اسے کچھ بتایا گیا تو امام پر الزام نہیں۔ جن جن لوگوں نے اس ظلم وزیادتی کا کام کیا ان پر فرض ہے کہ مال

مغصوب کا عوض دیں اور توبہ واستغفار کریں اور صاحب مال سے معافی طلب کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: مولانا ثناء المصطفیٰ صاحب، مدرسہ ضیاء الاسلام، ہوڑہ

الجواب صحیح. واللہ تعالیٰ اعلم　　محمد شریف الحق امجدی

[۲۵۴] اگر کوئی امام بغیر اجرت لیے قربانی وغیرہ نہ کرے تو اسے امام بنانا کیسا

مسئلہ زید فاتحہ، قربانی یا میلاد شریف وغیرہ میں جب تک پیسہ نہیں لے لیتا فاتحہ نہیں کرتا، قربانی نہیں کرتا، جب تک سر یا گوڑی نہ لے لے ۔ گاؤں میں غریب لوگ رہتے ہیں اکثر غریبوں کے یہاں فاتحہ کرانے کے عوض میں پیسہ نہ دینے پر فاتحہ نہیں ہوتا۔ گاؤں کے بہت لوگ اعتراض کرتے ہیں مگر انھیں زید اپنی باتوں کی وجہ سے خاموش کر دیتا ہے۔ زید کی وجہ سے گاؤں میں پارٹی بندی بھی ہوگئی ہے۔ مندرجہ بالا مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرمائیں کہ کیا زید جو فعل انجام دے رہا ہے صحیح ہے؟ اور صحیح ہے تو کہاں تک؟ کیا زید امامت کے لائق ہے اور زکات، فطرہ کھلیانی کا مستحق ہے؟

عبد المجید خاں، مقام محلہا، پوسٹ دھرمیر، ضلع دیوریا، یوپی

۱۲ر صفر ۱۴۱۰ھ

الجواب

فاتحہ پڑھنے، میلاد شریف کرنے، قربانی کرنے کی اجرت لینا حرام ہے اور دینا بھی۔ زید کئی وجہ سے فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں۔ امام کے عہدے سے معزول کرنا واجب۔ عوام بھی اپنی بے علمی سے اس قسم کے حریص لالچی ناخدا ترس مُلّوں کے ہاتھوں میں مجبور بنے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی مُلّا نہ ملے، یا بغیر پیسہ لیے ہوئے قربانی، فاتحہ وغیرہ نہ کرے تو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر قربانی کی نیت دل میں کر کے کہ یہ فلاں فلاں کی طرف سے قربانی ہے جانور ذبح کر دے، قربانی ہو جائے گی بقیہ دعائیں نہ پڑھی جائیں جب بھی۔ ان دعاؤں کا پڑھ لینا مستحسن ہے۔ بغیر ان دعاؤں کو پڑھے ہوئے بھی قربانی ہو جائے گی۔ دل میں قربانی کی نیت کافی ہے اور بسم اللہ اللہ اکبر

پڑھ کر ذبح کرنا۔ اسی طرح فاتحہ میں یہ کافی ہے کہ کھانا دینے والا اس نیت سے کھانا، شیرینی کسی محتاج کو دے دے کہ میری طرف سے اس کا ثواب فلاں کو پہنچے اور زبان سے بھی یہ کہہ دے۔ فاتحہ صحیح ہونے کے لیے بس اتنا ہی ضروری ہے۔ بقیہ مخصوص سورتیں اور آیتیں پڑھنا مخصوص الفاظ کے ساتھ دعا کرنا بہتر ہے، ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۵۵] تعزیہ کے چبوترے پر شیرینی رکھ کر نیاز دینے والے کو امام بنانا کیسا

مسئلہ امام باڑے پر تعزیہ کے ساتھ شیرینی رکھ کر یا بغیر تعزیہ کے فاتحہ پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

محمد گل زماں قادری حشمتی، انجمن امام مسجد سرہی پوسٹ پٹسو، ضلع گریڈیہ
یکم رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

الجواب

تعزیہ کے چبوترے پر شیرینی رکھ کر نیاز دینا، دلانا رافضیوں کا طریقہ ہے اس لیے اس میں تشبہ بالروافض ہے اور ناجائز و گناہ، نیاز گھر دلائیں۔ تعزیہ کے چبوترے پر ہرگز ہرگز نہ دلائیں ایسا امام جو تعزیہ کے چبوترے پر شیرینی رکھ کر نیاز دیتا ہے، امامت کے لائق نہیں۔ ہاں اگر توبہ کرے تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں اور یہی حکم امام باڑے کا بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۵۶] انگریزی داں کو امام بنانا کیسا

مسئلہ زید ایک انگریزی داں ہے لیکن وہ کسی ایسے فعل کا مرتکب نہیں ہے جو غیر شرعی ہو، داڑھی بھی رکھتا ہے۔ محلہ کی مسجد میں پنج گانہ نماز اور جمعہ کی نماز کی امامت بھی کرتا ہے اور دس پارہ حفظ بھی کیا ہے۔ کیا ایسا شخص عیدین کی امامت کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟

عبد الصمد، رسول پور
۵؍ ستمبر ۱۹۸۱ء

الجواب

بلاشبہ یہ شخص عیدین کی بھی امامت کرسکتا ہے جب اس شخص میں ایسا کوئی نقص نہیں جو امامت میں خلل انداز ہو تو بلا کسی کراہت کے اسے امام بنانا درست ہے۔ محض انگریزی پڑھنے کی وجہ سے اس کی امامت میں کوئی نقص نہیں آسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　۶/ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

[۲۵۷] کنویں کا پانی بند کر دینے والے کو امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ: گزارش ہے کہ ہمارے یہاں ایک شخص ہے جو اپنی برادری والوں سے مالی حالت میں اچھا ہے لیکن پیسہ کے غرور میں خاندان والوں کو پریشان حال رکھتا ہے یہاں تک کہ کنویں کا پانی بھی بند کر دیا ہے جو اسی کے دروازے پر ہے اور کچھ گھر فقیروں کا ہے جو بالکل غریب طبقے کے ہیں ان لوگوں کے مکان کے صحن سے ہوتے ہوئے اپنے پاخانہ کا پانی کھلے عام جاری رکھے ہے، ان لوگوں کو کافی پریشانی ہوتی ہے دروازے پر بیٹھنا دوبھر ہو جاتا ہے پھر بھی اس عمل کے ہوتے ہوئے امامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جس کا جی چاہے میرے پیچھے نماز پڑھے یا نہ پڑھے مجھے پرواہ نہیں ہے۔ مسئلہ مسائل کی ہر بات پر جھگڑے پر تیار ہو جاتا ہے تو کیا ایسے شخص کا امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہو سکتی ہے؟

سی ایچ انصاری، دی کسان شہ کاری چینی ملس لیمیٹیڈ، رسڑا، بلیا، یوپی

۱۹/ شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب

اگر کنواں اس کی ملک ہے اور پانی بند کر دیا تو مجبوری ہے، اپنی ملک میں کسی کو کوئی استعمال نہ کرنے دے تو اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے اور اگر کنواں اس کی ملک نہیں اور بند کیا تو یہ ظلم ہے اور گناہ۔ یوں ہی غریبوں کے صحن میں گندگی بہانا بھی۔ اس تقدیر پر یہ لائق امامت نہیں، اسے امامت سے معزول کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۵۸] جو امام قرآن مجید غلط پڑھتا ہے اسے معزول کریں

مسئلہ: زید امام ہے اور اپنے کو عالم بتاتا ہے بلکہ عالم کی سند بھی اس کے پاس موجود ہے۔ اور ''إياك نعبد'' میں عین پر زبر اور ''إياك نستعين'' میں ت کے بعد الف اور ''صراط'' میں الف کو عین اور

''فذلك الذي يدع اليتيم''میں عین کی تشدید چھوڑ کر، ''إنا أنزلناہ''میں ''شھر'' کے ''ھ'' پر زبر اور کہیں ''تقویم''کی قاف پر زبر اور ''عملوا الصلحت''کو''عاملوا الصلحت''اور کہیں ''ووضعنا'' کے الف کو چھوڑ کر نماز پڑھاتا ہے اور اکثر الفاظ قرآن میں جہاں صرف پیش ہے وہاں واو، جہاں صرف زبر ہے وہاں الف اور جہاں زیر ہے وہاں ی اور جہاں واو یا الف یا ی ہے وہاں واو الف یا ی کو گرا کر نماز پڑھاتا ہے۔ آیا ایسی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ایسا شخص امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟

قیصر مصباحی الاشرفی، مہراج گنج، بہرائچ شریف، یوپی

۲۷/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب

جو امام قرآن مجید غلط پڑھتا ہو اسے امام بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اس کا قوی اندیشہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز صحیح نہ ہو اگرچہ مطلقًا یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازیں فاسد ہیں۔ اس لیے کہ مطلقًا ہر غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ نماز اسی غلطی سے فاسد ہوتی ہے جس سے معنی فاسد ہو اور ہر غلطی کے لیے ضروری نہیں کہ اس سے معنی فاسد ہو جائے مگر جب یہ غلط پڑھنے کا عادی ہے تو اس کا اندیشہ قوی ہے کہ ایسی غلطی کر بیٹھے جس سے نماز فاسد ہو جائے۔ اس لیے اس کو امامت سے معزول کرنا واجب، اسی سے آپ کی بقیہ شقوں کا جواب ہو گیا۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۵۹] کسی کی چیز چھپا لینے والے امام کا حکم

مسئلہ ایک شخص نے تالی گم کر دی در حقیقت اس تالی کو امام صاحب نے چھپا کر رکھ لیا تھا جب اس شخص نے اپنی تالی تلاش کرنا شروع کیا تو امام نے اس شخص سے کہا کہ میں ایک تعویذ بنا کر دوں گا جس سے آپ کی چیز مل جائے گی نیز جو تعویذ امام نے دیا وہ ایک عورت کی تصویر کے مشابہ تھی اب جو امام اس قدر بے ادبی کا تعویذ استعمال کرے عند الشرع اس امام کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ شخص امامت کا اہل ہے یا نہیں؟

سید اکبر علی، اصرار علی، نیا چوڑی گر محلہ پالی مارواڑ، راجستھان

۴/ذو قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب

کبھی اس قسم کی حرکت خوش فعلی کے طور پر بھی کی جاتی ہے اگر ایسا ہی ہے توامام پر کوئی الزام نہیں اور اگر اس نے از روے مزاح ایسا نہیں کیا تھا تواس نے ایک فریب دیا اس لیے وہ امامت کا اہل نہیں۔ اس نے جو تعویذ دیا اگر وہ واقعی تصویر تھی تو یہ اس نے دوسرا گناہ کیا اس کی وجہ سے بھی وہ لائق امامت نہ رہا اور اگر وہ تصویر نہیں تھی توکوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۶۰] قرآن مجید صحیح نہ پڑھنے میں بنگالی ہونا عذر نہیں

مسئلہ محترم سلام مسنون، کیا فرماتے ہیں علماے ملت اسلامیہ اس مسئلہ میں کہ: ایسا امام جس سے الفاظ صاف ادا نہ ہوں اور دیگر ارکان صلاۃ سے بھی وہ بخوبی واقف نہ ہو اور نماز کے ارکان بھی پوری طرح ادا نہ کرتا ہو اس کے پیچھے نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ بعض کا کہنا ہے کہ امام بنگالی ہے اور ان کی زبان میں لکنت قدرتی ہے اس لیے نماز ہو جائے گی۔ بعض کا کہنا ہے کہ معذور کے پیچھے غیر معذور کی نماز نہیں ہوگی اب حقیقت کیا ہے وضاحت فرمائیں۔

سید اکبر علی، اصرار علی، نیا چوڑی گر محلہ پالی مارواڑ، راجستھان

۴/ ذو قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب

اگر واقعی یہ امام قرآن مجید صحیح نہیں پڑھتا اور ارکان بھی صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا تو اسے امام بنانا جائز نہیں اور یہ عذر کہ یہ بنگالی ہے اس لیے تلفظ صحیح ادا نہیں کر سکتا لائق قبول نہیں اگر واقعی یہ صحیح تلفظ ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا اور باوجود حتی الوسع کوشش کے صحیح نہیں کر پاتا تو یہ معذور ہے اس کی اپنی نماز ہو جائے گی، اسی طرح اس کے پیچھے اس شخص کی بھی نماز ہو جائے گی جو اسی کے مثل ہے۔

مثل کا مطلب یہ ہے کہ جو لفظ یہ ادا نہیں کر پاتا وہی لفظ دوسرا بھی ادا نہیں کر پاتا۔ مثلاً یہ جیم کو زیم پڑھتا ہے، سین اور صاد کو شین پڑھتا ہے تو دوسرا شخص اسی طرح جیم کو زیم پڑھتا ہے اور صاد اور سین کو شین، تب اس کے مثل ہوگا اور اگر وہ کسی لفظ کو غلط پڑھتا ہے اور دوسرا اس لفظ کو صحیح پڑھتا ہے مگر کوئی دوسرا لفظ غلط پڑھتا ہے، جیسے ایک شخص جیم کو صحیح پڑھتا ہے مگر صاد اور سین کو شین پڑھتا ہے ان میں سے کسی ایک کی نماز دوسرے

کے پیچھے درست نہیں ہوگی۔

علاوہ ازیں اس کی اپنی نماز بھی اسی وقت صحیح ہوگی جب کہ جماعت میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جو صحیح پڑھتا ہو اور اگر جماعت میں کوئی صحیح خواں ہے اور امامت اسی معذور نے کی تو اس کی اپنی نماز بھی نہ ہوگی۔

یہ کہنا کہ یہ چوں کہ بنگالی ہے اس لیے قرآن مجید صحیح نہیں پڑھ سکتا غیر قابل قبول ہے۔ قرآن مجید ہر شخص کو قواعد تجوید کے مطابق پڑھنا فرض ہے جس سے تصحیح حروف ہوجائے، اس حکم میں کسی قوم کا استثنا نہیں، یہ حکم تمام اقوام کو شامل ہے، اس لیے قرآن مجید غلط پڑھنے کا یہ عذر کہ امام بنگالی ہے ساقط ہے۔ بہر حال اس بنگالی امام کو معزول کرنا واجب۔ پھر یہ کہ سوال میں یہ بھی ہے کہ ارکان صحیح ادا نہیں کرتا۔ صحیح ارکان ادا نہ کرنے میں بنگالی ہونے کو کیا دخل۔ کوئی شخص بھی ایسا ہو جو صحیح ارکان نہ ادا کرے اسے امام بنانا صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۶۱] ۱۵ر سال کی عمر کے لڑکے کو امام بنانا صحیح ہے

مسئلہ ایک لڑکے کی عمر تقریباً پندرہ سال ہے اور اٹھارہ پارے کا حافظ بھی ہے کیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے کہ نہیں؟

فرید احمد خاں، موضع ادری، پوسٹ ادری، ضلع اعظم گڑھ یوپی

۳۰ر ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

الجواب

یہ لڑکا بالغ ہے اس لیے اس کو امام بنا سکتے ہیں۔ پندرہ سال کا لڑکا ضرور بالغ ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۶۲] جو سید زکات و فطرہ کی رقم کھائے اسے امام نہ بنائیں

مسئلہ ایک شخص آل رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے لیکن شخص مذکور زکات، صدقات فطرہ وغیرہ کل رقم لیتا ہے۔ اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ بھی کرتا ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے؟ اور شخص مذکور کو امام مقرر کرنا جائز ہے؟

۳ر جمادی الآخرہ ۱۴۰۲ھ

حاجی ابرار حسن خاں نعیمی، ساکن موتی پور، پچپیڑوا بازار، گونڈہ

الجواب

جو شخص اس کا مدعی ہے کہ میں آل رسول ہوں اس کو زکات وفطرہ لینا جائز نہیں اور نہ دینا جائز۔ اس کو فطرہ، زکات دیں گے تو زکات وفطرہ ادا نہ ہوگا۔ جو لوگ اس دعوی کے علم کے باوجود اس کو فطرہ دیں گے ان کے ذمہ سے زکات وفطرہ کی ادائگی ساقط نہ ہوگی ان پر فرض وواجب ہے کہ زکات وفطرہ دوبارہ ادا کریں۔ چوں کہ یہ ناجائز طریقہ پر لوگوں کا مال کھاتا ہے اس لیے یہ فاسق معلن ہے اسے امام بنانا جائز نہیں۔ امامت سے معزول کرنا واجب، اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے سب گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸/رجب المرجب، ۱۴۰۲ھ

[۲۶۳] ایک امام کے چند عیوب کے متعلق سوال اور اس کا جواب

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ:

زید ایک امام ہے مگر کہیں بھی کسی ایک مسجد میں مستقل طور پر مقرر نہیں ہو سکا کیوں کہ عادۃ وہ فتنہ پرور ہے۔ جب وہ ایک مسجد میں پیش امام تھا تو اس کے سالے نے کسی کا سونے کا زیور چرایا اور امام کو لا کر دیا اور امام نے سالے کے ساتھ اس کو پگھلا دیا اور اسے فروخت کرنے میں مدد دی۔

دوسری ایک مسجد میں زید بذات خود چوری کے معاملے میں ملوث رہا۔ اور دیگر اسباب کی وجہ سے معاملہ کورٹ تک جا پہنچا۔ نتیجہ میں وہاں کی امامت بھی ہاتھ سے جاتی رہی۔

تیسری ایک مسجد کے امام طویل رخصت لے کر بیرون ہند چلے گئے۔ ان کی جگہ اسی زید کا عارضی تقرر ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد سابق پیش امام واپس آگئے مگر زید امامت سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں تھا بڑی مشکل سے ٹرسٹیان مسجد نے سابق امام کو بحال کیا۔

فی الحال زید جس مسجد میں پیش امام ہے وہاں اس نے تعمیر کا کام نکالا ہے اور ایک مشہور دیوبندی مولانا کی صدارت میں جلسہ کرا کے چندہ کرایا۔ پہلے مسجد کی مرمت وتعمیر پر دو تین لاکھ کا خرچ تھا مگر اپنی من مانی کام کرانے کے لیے جس میں ایک نومسلم صدر بھی پیش پیش ہے اب تک تقریباً ۱۴/لاکھ کا خرچ کرا چکا ہے اور اپنا حجرہ بھی تعمیر کروا لیا ہے۔ دوران مرمت وتعمیر سیمنٹ اور دیگر سامان فروخت کر کے جو کہ مسجد کے لیے وصول کیا گیا تھا اپنے لیے خرچ کیا، سیمنٹ بیچنے کے معاملے میں کافی شہادتیں موجود ہیں۔ مگر لوگ یہ بھی کہہ رہے ہیں

کہ اس سے علما بدنام ہوں گے اس لیے اس معاملہ پر پردہ پڑا رہے تو اچھا ہے مگر لوگوں کی اس ہمدردی کا زید غلط فائدہ اٹھا رہا ہے اور اپنے آپ کو مطلق العنان سمجھنے لگا ہے۔

زید اپنے آپ کو مولانا سمجھتا ہے اور کہتا بھی ہے، حالاں کہ کئی لوگوں نے اسے اپنے حجرے میں رمضان کے دنوں میں کھانا کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

زید کے غیظ و غضب کا یہ عالم ہے کہ ذرا سے اعتراض پر وہ مسجد میں معترض کو گالیاں دیتا ہے اور اسے یہ یاد نہیں رہتا کہ اس نے فحش گالیاں دی ہیں۔ حتی کہ اس زعم میں اس نے ایک مقتدی کے اعتراض کے جواب میں یہ کہا کہ میں غنیۃ الطالبین، بہار شریعت، قانون شریعت اور فتاوی رضویہ کو اپنے سامنے کچھ بھی نہیں سمجھتا۔ اور یہ کہ جو کچھ وہ کہے گا وہ صحیح ہے کیوں کہ وہ ایک عالم ہے۔

زید کو اب نسیان کا مرض بھی لاحق ہے۔ نماز پڑھاتے وقت وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھائی ہے اور وہ رکوع اور سجود کے وقت پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے کہ مقتدی حضرات قیام کے لیے اٹھ رہے ہیں یا قعدہ کے لیے بیٹھ رہے ہیں تو اسی مناسبت سے وہ بھی قیام و قعدہ کرتا ہے۔ نماز پڑھانے کے سلسلے میں بھی زید کافی بدنام ہے۔ حجرہ میں موجود رہتے ہوئے بھی وہ نماز نہیں پڑھاتا۔ صبح کی نماز میں زیادہ ترغائب ہی رہتا ہے۔ مصلیان زید کو باہر دیکھتے ہیں جب کہ مسجد میں جماعت قائم رہتی ہے۔ اور اس کا ایک خود ساختہ نائب نماز پڑھاتا ہے۔ تو ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا ایسے پیش امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟ بصورت دیگر مذکورہ بالا واقعات کی روشنی میں اسے منصب امامت چھوڑنے کے لیے کہا جا سکتا ہے؟ برائے مہربانی اس کا جلد سے جلد جواب دیں۔ فقط والسلام

جناب محمود قاسم شیخ، سکریٹری سید مبارک شاہ ٹرسٹ

مورخہ ۱ر جون ۱۹۸۰ء

الجواب

سوال میں زید پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ سب تو بہت ہیں اگر ان میں سے ایک بھی ثابت ہے تو وہ امامت کے لائق نہیں۔ وہ فاسق معلن ہے۔ فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اگر پہلے سے امام ہے تو اسے معزول کرنا واجب۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔

غنیہ میں ہے:لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم.[1]

در مختار میں ہے:کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها[2]۔

یہ کہنا کہ یہ عالم ہے اگر اس کی باتوں کو پھیلایا جائے گا تو علما بدنام ہوں گے، اس کی بے جاحمایت وطرف داری اور مسلمانوں کی نمازوں کو مکروہ کرانے پر اعانت ہے۔

رحمت عالم حضور اقدس ﷺ نے تو یہ فرمایا:

اذکروا الفاسق بما فیه حتی یحذره الناس [3]۔فاسق کی برائی بیان کرو اگر بیان نہیں کروگے تو لوگ کیسے اس سے بچیں گے۔

نیز حضور نے ارشاد فرمایا:

ألا إن شر الشر شرار العلماء، وإن خیر الخیر خیار العلماء [4]۔سارے اچھوں سے اچھے، اچھے علما ہیں۔اور سارے بروں سے بدتر، برے علما ہیں۔

بدکردار علما کی تنبیہ و تادیب نہیں کی جائے گی تو ضرور سارے علما بدنام ہوں گے۔ اس لیے سارے مسلمانان اہل سنت پر واجب ہے کہ زید کے بارے میں جو الزامات مذکور ہیں ان کی تحقیق کر کے اگر وہ ثابت ہوں تو زید کو مسجد کی امامت سے علاحدہ کردیں۔اور آیندہ مسجد کی امامت یا کسی بھی دینی عہدے پر اس کو فائز نہ کریں۔ مسجد کے منتظمین پر خصوصیت سے یہ فرض عائد ہے کہ وہ زید کے بارے میں تحقیق و تفتیش کر کے معاملے کو صاف کریں اگر واقعی یہ سب جرائم یا ان میں کے بعض یا ایک زید نے کیے ہیں تو نمازیوں کی نماز خراب ہوگی اور اس کا وبال منتظمین کی گردن پر ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۶۴-۲۶۵] "میرے بدن میں میرے پیر کی روح آتی ہے" کہنے والے کی امامت

مسئلہ ۱ کیا شریعت میں اس بات کی کوئی حقیقت ہے کہ کسی آدمی کے جسم میں ان کے پیر کی روح

(۱)- غنیة المستملی شرح منیة المصلی، فصل فی الإمامة، ص:۵۱۳، سهیل اکیڈمی، لاهور.
(۲)- الدر المختار، ج۲، ص:۱۴۷،۱۴۸، کتاب الصلاة باب صفة الصلاة، دار الکتب العلمیه، بیروت.
(۳)- السنن الکبری للبیهقی، ج:۱۰، ص:۳۵۴.
(۴)- مشکاة المصابیح، ص:۳۷، کتاب العلم، مجلس البرکات.

کی آمد ہو یا کوئی ایسی ان دیکھی قوت حلول کر جائے جس کے ذریعہ سے وہ آدمی لوگوں کو پوشیدہ باتوں کی اطلاع دے سکے اب چاہے یہ باتیں ہوش میں رہ کر ہوں یا بے ہوشی کے عالم میں، من کل الوجوہ کیا حکم ہے؟

❷ زید اپنے آپ کو حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مرید بتاتا ہے اور زید گاہے بگاہے اپنے ہوش و خرد سے بے گانہ ہو جاتا ہے اور غیب کی باتیں بتانے لگتا ہے۔ اس سلسلے میں زید کا دعوی ہے کہ میرے جسم میں میرے پیر کی روح کی آمد ہوتی ہے اور جو کچھ میں بتاتا ہوں در اصل میں نہیں بلکہ میرے پیر و مرشد بتاتے ہیں۔ تو کیا شریعت کی رو سے زید اپنے اس دعوے میں سچا ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیا زید پر توبہ لازم ہے اور زید کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

محمد شکیل رضوی، بی، سی، ایس، نیا بازار، پوسٹ اوپالا، ضلع کسار گوکرلا

الجواب

(۱-۲) خبیث ارواح، شیاطین جن کے بارے میں یہ صحیح ہے کہ کبھی کبھی وہ آدمی کو بے قابو کر کے ان کے حواس کو مختل کر دیتے ہیں اور پھر جو چاہیں کہتے ہیں۔ یہ مضمون خود قرآن مجید کی آیت کریمہ: ''الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ''[۱] سے مستفاد ہے۔ لیکن بزرگان دین کے بارے میں اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملی۔ اور نہ یہ ان کی شان کے مناسب ہے۔ اس لیے کہ یہ بہر حال انسانوں کو ایذا پہنچانا ہے اس لیے زید یقیناً مکار، کذاب ہے۔ اس کی بات پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۶۶-۲۶۷] مزامیر کے ساتھ قوالی سننے والے کو امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ ❶ ایک شخص جو کہ محفل سماع باجے کے ساتھ سنتا ہے، ایسے شخص کی گواہی عند الشرع مقبول ہے یا مردود اور وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں حالاں کہ وہ اپنے پیر کے حکم سے سنتا ہے اور کوئی شرعی عیب نہیں ہے۔

❷ پوچھنے پر وہ یہ کہتا ہے کہ عشق مجازی ہی عشق حقیقی کا زینہ ہوتا ہے، یہ مجازی حال ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

محمد لیس نصرت، جنرل سکریٹری مسجد تاج نگر (ٹیکہ) مہاراشٹر، ناگ پور، یوپی۔

---

(۱)- القرآن المجید، الجز:۳، سورة البقرہ، الآیة:٤٤.

الجواب

❶ اگر سماع کے جواز کی شرطیں یہاں موجود بھی ہوں تاہم جب یہ سماع مزامیر پر مشتمل ہے باجے بجتے ہیں تو ایسی محفل سماع کا انعقاد ناجائز و حرام و گناہ ہے[1] اور جو اس میں شرکت کرے وہ حرام کا مرتکب اور گنہ گار و فاسق معلن ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ نے شراب اور جوا اور ڈھول حرام کیا۔ (بیہقی شریف)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

صوت اللهو و الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات[2]۔

یعنی لہو اور غنا سے نفاق دل میں ایسے اگتا ہے جیسے پانی سے نبات۔

در مختار میں ہے:

"استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام "استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر" أي بالنعمة فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع اه ملخصاً[3]"

جب یہ شخص اس فعل حرام و گناہ کی وجہ سے فاسق معلن ہو گیا تو اب اس کی گواہی نامقبول اور اس کو امام بنانا گناہ ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جو نمازیں پڑھی جائیں گی ان کو لوٹانا واجب ہے۔

---

(۱)- ردالمحتار میں ہے: وفي التتارخانية عن العيون إن كان السماع سماع القرآن والموعظة يجوز ، وإن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء، ومن أباحه من الصوفية فلمن تخلى عن اللهو ، وتحلى بالتقوى ، واحتاج إلى ذلك احتياج المريض إلى الدواء .

وله شرائط ستة : أن لا يكون فيهم أمرد ، وأن تكون جماعتهم من جنسهم ، وأن تكون نية القول الإخلاص لا أخذ الأجر والطعام ، وأن لا يجتمعوا لأجل طعام أو فتوح ، وأن لا يقوموا إلا مغلوبين وأن لا يظهروا وجدا إلا صادقين.

والحاصل : أنه لا رخصة في السماع في زماننا لأن الجنيد رحمه الله تعالى تاب عن السماع في زمانه ا هـ(ج:۹، ص:۵۰۳، كتاب الحظر والإباحة، دار الكتب العلمية، بيروت) محمود علی مشاہدی

(۲)- ذكره صاحب الدر المختار، جلد۹، ص:۵۰۲، كتاب الحظر الإباحة، دار الكتب العلميه، لبنان.

(۳)- الدر المختار، ج:۹، ص:۵۰۴، كتاب الحظر والإباحة، دار الكتب العلميه، لبنان.

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم.(1)

اور در مختار میں ہے: کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها(2)۔

جب یہ شخص ان معاصی سے باز آجائے توبہ کرلے تو پھر اس کو امام بنایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❷ یہ صحیح ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ عارف جامی فرماتے ہیں:

متاب رُو از عشق گرچہ مجازیست　　　کہ آں بہر حقیقی کارسازیست

لیکن عشق مجازی کے لیے مزامیر سننا کیا ضروری ہے، حضرات چشتیہ کے سرخیل محبوب الٰہی نظام الشریعۃ والطریقۃ والدین نے فرمایا: ”مزامیر حرام است“۔

پھر یہ زمانہ فتنے کا ہے، عشق مجازی اس زمانے میں اکثر ہویٰ و ہوس کا نام ہے۔ عشق مجازی واقعی اگر عشق ہو اور عاشق پاک باز ہو اور ہوس میں آلودہ نہ ہو، اور محبوب کو مراۃِ جمال خداوندی (جمال خداوندی کا آئینہ) سمجھے، پھر کوئی مرشد برحق دست گیری فرمائے تو عشق حقیقی کا زینہ بنتا ہے۔ ورنہ دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب۔

۱۱/ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ

[۲۶۸-۲۷۱] بیٹے کے جرم سے باپ کو امامت سے برخاست کرنا صحیح نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں:

❶ ستر سالہ بوڑھے خطیب و امام جو بائیس سال سے اپنے محلے کی مسجد میں خطابت و امامت کا کام انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ متولی مسجد نوجوان نے امامت سے برطرف اس الزام پر کیا کہ ایک دو آدمیوں نے یہ شکایت کی ہے کہ امام صاحب کے ایک لڑکے کا ناجائز تعلق اس کی چچیری بہن سے ہے اس لیے ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ جب کہ نہ محقق ہے نہ تصدیق۔

❷ امام صاحب نے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے متولی سے کہا کہ وہ تو میرے چھوٹے بھائی کی بیٹی ہے ہم جس وقت چاہیں نکاح کر سکتے ہیں اور ایک ہفتہ کے اندر کر بھی دیا۔ لیکن متولی صاحب آپ کو تو چاہیے تھا کہ

---

(۱)- غنیة المستملی شرح منیة المصلی، فصل فی الإمامة، ص: ۵۱۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور۔

(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص: ۱۴۸، ۱۴۷، کتاب الصلاة باب صفة الصلاة، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

شکایت کی تحقیق وتصدیق کر کے فتوی منگا کر فیصلہ سناتے نہ کہ کوئی کان میں کہ دیا بس، نہ بیان لیا نہ گواہی نہ حلف ہی لیا نہ فتوی ہی منگایا اور آپ بر طرفی کا فیصلہ سنا دیے۔ کیا شریعت کا یہی حکم ہے۔ متولی نے یہ جواب دیا کہ ہم یہ سب کچھ نہیں جانتے "فتوی وتوی کے چکر میں ہم نہیں پڑیں گے"، کمیٹی نے مجھ کو متولی منتخب کیا ہے ہم اس کا حکم مانیں گے۔ کمیٹی کے حکم کے مطابق متولی کی حیثیت سے ہم نے آپ کو امامت سے بر طرف کیا ہے۔ تو امام بولے تو گویا خدا کے گھر (مسجد) میں خدا کا حکم اس کے رسول کی شریعت نہیں چلے گی بلکہ کمیٹی کا حکم چلے گا۔ متولی بولے اب آپ جو سمجھیے ہم نے تو کمیٹی کے حکم کے مطابق متولی کی حیثیت سے آپ کو امامت سے برطرف کیا ہے۔ یہ واضح رہے کہ مصلیان سے کچھ مشورہ نہیں لیا گیا اس لیے کہ مصلیان میں مختلف برادری کے لوگ رہتے ہیں اور یہ حکم ایک برادری کے صرف چند لوگوں کا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ متولی اور اس کی کمیٹی کا ایمان رہا یا اسلام سے یہ لوگ خارج ہو گئے کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو ہٹا کر اپنا حکم نافذ کیا جب کہ امام کہہ رہے تھے فتوی کے لیے۔ اگر خارج ہو گئے تو کیا کرنا ہوگا اور اگر نہیں ہوئے تو ان کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

۳ اس مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے جہاں خدا اور رسول خدا کا حکم نہ چلے بلکہ کمیٹی کا حکم چلے؟

۴ اگر کوئی یہ کہے کہ "شریعت وریعت ہم نہیں جانتے کسی کا جی کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کا نہیں چاہے تو کیا کیجیے گا"، امام بولے خدا اور اس کے رسول کے حکم کے آگے آپ کی جی چاہنے اور نہ چاہنے کہ کیا معنی۔ تمام نیک اعمال برباد ہو جائیں گے اور جتنی نمازیں ان کے پیچھے پڑھی ہیں ساری لوٹانی پڑیں گی۔ شریعت کے حکم کو مذاق سمجھ رکھا ہے کیا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

حکیم محمد اسحاق، ساکن کانٹاٹولی، پرلیا روڈ، رانچی، بہار

الجواب

(۱-۴) کسی مسلمان پر کوئی الزام لگانا حرام قطعی ہے وہ بھی ناجائز تعلق کا الزام جو عرف میں زنا کے مرادف ہے۔ الزام لگانے والے سب کے سب حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار مستحق عذاب نار ہیں۔ پھر اگر الزام ثابت ہو جاتا تو مجرم امام کا لڑکا ہوتا، بیٹے کے جرم کی سزا باپ کو دینی جب کہ باپ کے علم میں بھی یہ بات نہیں ظلم و حرام ہے۔ کسی امام کو بلا وجہ شرعی معزول کرنے کا حق متولی یا کمیٹی کو نہیں اور ایسا کرنا حرام وگناہ ہے، شامی میں ہے:

لا يصح عزل صاحب وظيفة بلا جنحة. (۱)

متولی نے کہا کہ "فتوی وتوی کے چکر میں ہم نہیں پڑیں گے"، یہ کلمہ کفر ہے، اس قول کی وجہ سے متولی پر توبہ اور تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ وہ اب اس لائق ہرگز نہیں کہ مسجد کا متولی رہ سکے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ جس طرح بھی ہو اس کو تولیت سے علاحدہ کریں۔ اسی طرح جن بدبختوں نے یہ بکا کہ "شریعت وریعت ہم نہیں جانتے" یہ سب کافر و مرتد ہو گئے، اسلام سے خارج ہو گئے، ان کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں اگر اپنی بیویوں کے قریب جائیں گے تو زنا کے مرتکب ہوں گے۔ ان سب پر فرض ہے کہ کفر سے توبہ کریں پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں اپنی ان بیویوں کو رکھنا چاہتے ہیں تو ان سے دوبارہ نکاح کریں۔ مسجد نے کیا قصور کیا ہے کہ اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہو گا۔ قصور منتظمین کا ہے مسلمان ایسے خود سر، سرکش منتظمین کو الگ کریں، مسجد میں نماز ضرور پڑھی جائے گی۔

مقررہ امام اگر امامت کے لائق ہے اس کے پیچھے نماز صحیح ہوتی ہے تو اس کے پیچھے نماز باجماعت پڑھیں گے، جن لوگوں نے یہ کہا کہ "جس کے پیچھے ہمارا جی چاہے گا نماز پڑھیں گے جس کے پیچھے جی نہیں چاہے گا نہیں پڑھیں گے" غلط کہا۔ مقررہ امام میں اور کوئی شرعی نقص نہیں تو اس کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے اگر جماعت ترک کریں گے، ترک جماعت کے وبال میں گرفتار ہوں گے۔ امام نے بھی یہ غلط کہا کہ جتنی نماز ان کے پیچھے پڑھی ہیں ساری نمازیں لوٹانی پڑیں گی۔ امام پر اپنے اس قول سے توبہ واجب ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۷۲-۲۷۳] اگر ثابت ہو جائے کہ امام گناہ کبیرہ کرتا ہے تو اسے معزول کرنا واجب

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) زید گناہ کبیرہ کرتا ہے حالاں کہ وہ عالم ہے اور قوم بھی جانتی ہے اور اسی میں بکر، خالد بھی عالم ہیں اور زید ان سبھوں کی امامت کرتا ہے تو اس قوم کی نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور بالخصوص عالم بکر اور

(۱)- رد المحتار على الدر المختار، ج:٦، ص:٥٨١، كتاب الوقف، دار الكتب العلميه، بيروت.

خالد کی نماز ان کے پیچھے درست ہے یا نہیں؟

❷ خالد کا قول ہے کہ "ہم شرک کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے" تو اس کے بارے میں کیا مسئلہ ثابت ہوگا مدلل جواب عنایت کریں۔

محمد حبیب الرحمٰن، ساکن موہنیا، پوسٹ پلاسی، پورنیہ، بہار

الجواب

❶ اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ زید گناہ کبیرہ کرتا ہے تو اسے فوراً امامت سے معزول کیا جائے اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھی جائے اور ثبوت کا دو ہی طریقہ ہے (۱) اقرار (۲) اور گواہان عادل بقدر نصاب۔ ان دو طریقوں کے بغیر کسی کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت حرام و گناہ ہے بلکہ مطلقاً کسی گناہ کی نسبت گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❷ ظاہر ہے کہ خالد نے یہ بات کسی بات کے جواب میں کہی ہے۔ سوال میں اس پہلی بات کا ذکر بھی ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے خالد کا یہ قول اسی قبیل سے ہو جو حضرت امام شافعی رحمة الله عليه نے فرمایا جب محبت اہل بیت کی وجہ سے ان کو لوگوں نے رافضی کہا:

إن كان رفضا حب آل محمد
فليشهد الثقلان إني رافضي

واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۷۴] ایک امام کے اقوال کے متعلق سوال اور اس کا جواب

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ: ایک شخص نے جس کی داڑھی ایک مشت سے بھی کم ہے، خطبۂ جمعہ میں منبر شریف پر کھڑے ہو کر یہ کہا کہ "انسان کو ہدایت دینا اور لینا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا کسی نبی رسول یا ولی کو نہیں ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے اختیار میں بھی نہیں ہے"۔ کیا ایسے الفاظ استعمال کرنا صحیح ہے؟ کیا ایسے شخص کو اپنا امام یا قاضی شہر یا خطیب بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے جیسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں مطمئن جواب دیں۔

آفتاب ضمیر احمد رضوی، غوثیہ منزل، اروِنی روڈ، میسور، کرناٹک

الجواب

پہلی بات یہ ہے کہ جب امام کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے اور وہ کترواکر ایک مشت سے کم کراتا ہے توفاسق معلن ہے۔ حدیث میں ہے: اعفوا اللحی [1]۔

فتح القدیر پھر شامی میں ہے: أما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد [2]۔

اس کی وجہ سے یہ شخص فاسق معلن ہوا، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ شخص وہابی معلوم ہوتا ہے اور اس نے یہ جو بیان کیا کہ "انسان کو ہدایت دینا اور لینا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کے سوا کسی نبی، رسول یا ولی کو نہیں ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے اختیار میں بھی نہیں ہے۔" یہ نص قرآن کے خلاف ہے قرآن کریم میں حضور اقدس ﷺ کے لیے فرمایا:

"اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" [3]۔ آپ ہر قوم کو ڈرانے والے اور ہدایت دینے والے ہیں۔

قرآن کریم کے لیے فرمایا:

"اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ" [4]۔ بے شک یہ قرآن اس راستے کی جانب ہدایت دیتا ہے جو سیدھا ہے۔

اور فرمایا: "هُدًى لِّلنَّاسِ" قرآن لوگوں کے لیے ہدایت دینے والا ہے۔

اگر یہ وہابی ہے تو اس کے پیچھے نماز قطعاً درست نہیں، نہ اس کی نماز نماز ہے نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ اس کو فوراً امامت سے معزول کیا جائے، بلکہ وسعت ہو تو بستی سے باہر کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- الصحیح لمسلم، ج:۱، ص: ۱۲۹، مجلس البرکات/ سنن نسائی، ج:۲، ص:۲۹۱، باب احفاء الشوارب واعفاء اللحية.

(۲)- فتح القدير، ج:۲، ص:۳۵۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، بركات رضا، پوربندر.

(۳)- القرآن المجيد، الجزء: ۱۳، سورة الرعد، الآية: ۹.

(۴)- القرآن المجيد، الجزء: ۱۵، سورة بنی اسرائيل، الآية: ۹.

[۲۷۵-۲۷۶] میلاد کے منکر کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ایک مسجد کے امام سے اسی محلہ کے کچھ لوگوں نے شرینی لاکر میلاد شریف پڑھنے کو کہا تو امام مسجد نے کہا کہ "میلاد شریف پڑھنا کہاں لکھا ہے؟ اگر کہیں لکھا ہو تو ہم پڑھ دیں"۔

پھر کچھ دنوں کے بعد انھیں امام مسجد سے لوگوں نے میلاد شریف پڑھنے کو کہا تو انھوں نے جواباً کہا کہ "پچیس روپیہ دو تب میلاد شریف پڑھوں گا"۔ اسی محلہ کے ایک صاحب نے پچیس روپیہ دیا تو امام مسجد نے میلاد پڑھی۔ اس پر کچھ لوگوں کو شکایت ہے کہ پہلے تو میلاد پڑھنے کے قائل ہی نہ تھے پھر پچیس روپیہ کے نام پر میلاد پڑھ دی۔

❶ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

❷ ایسے شخص کی امامت درست ہے یا نہیں؟

محمد احمد خاں، کلاتھ مرچنٹ، فیض آباد روڈ، گونڈہ

۱۳/ ذو القعدہ، ۱۴۰۶ھ

الجواب

(۱-۲) یہ شخص اس لائق نہیں کہ اسے امام رکھا جائے۔ یہ شخص وہابی معلوم ہوتا ہے۔ میلاد شریف پر ایسے سوالات وہابی ہی کیا کرتے ہیں اور وہابی کی نماز نہ نماز ہے نہ وہابیوں کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ وہابی حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں اور کسی کافر و مرتد کی اپنی نماز بھی نہیں ہوتی۔ نماز کی صحت کے لیے ایمان شرط، جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟

در مختار میں ہے: وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلا[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۳۰۰-۳۰۱، ج: ۲، دار الكتب العلمية، لبنان.

[۲۷۷-۲۸۰] جس کی عورت بے پردہ ملازمت کرتی ہے اسے امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں:

❶ جو شخص امامت کرتا ہو اس کے لیے ننگے سر رہنا کیسا ہے؟

❷ سنیما دیکھنا کیسا ہے؟ جو شخص امام ہو اور کھلے عام سنیما دیکھتا ہو اس کا حکم کیا ہے؟ اس کی اقتدا کیسی اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

❸ عمامہ کے بغیر پانچ وقت کی نماز پڑھا سکتا ہے کہ نہیں؟

❹ جو شخص امامت کرتا ہو اور اپنی بیوی کو بے پردگی کے ساتھ پھراتا ہو یا یہ کہ بیوی ملازم ہو کسی اسکول میں یا کسی دفتر میں جس کا غیر مردوں کے سامنے آنا جانا اور گفتگو کرنا اور ادھر ادھر بغیر پردے کے آنا جانا ہو ایسے امام کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو اس کی اقتدا میں پڑھی ہوئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ مہربانی فرما کر جلد سے جلد جواب عنایت فرمائیں۔ فقط

حاجی محمد محی الدین، کاکی ناڈہ

الجواب

❶ ننگے سر رہنا وقار کے خلاف لاابالی لوگوں کی عادت ہے۔ امام کو اس سے بچنا ضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم

❷ سنیما دیکھنا حرام و گناہ ہے۔ سنیما دیکھنے والا فاسق معلن ہے اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم

❸ سنت یہی ہے کہ عمامے کے ساتھ نماز پڑھے مگر بے عمامہ بھی نماز بلا کراہت درست ہے۔ واللہ تعالی اعلم

❹ عورت کو بے پردہ گھومنا حرام اور ایسی ملازمت کرنی کہ جس میں مردوں کے ساتھ اختلاط ہو حرام، زید اس پر راضی ہے تو ضرور زید فاسق معلن ہوا اور اسے امام بنانا ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۸۱] امام کو نوکر سمجھنے والوں کی نماز ہوگی یا نہیں

مسئلہ جو لوگ عالم دین امام کو تنخواہ مقرر کر کے اس کو اپنا نوکر اور خادم سمجھتے ہیں اور اس پر حکومت دکھاتے ہیں، ایسے لوگ عند اللہ کیسے ہیں اور اس کے پیچھے ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟

محمد عمر، محلہ چوہان جس پور، نینی تال

الجواب

یہ لوگ انتہائی بد تمیز، بے ہودے، ناخدا ترس ہیں جو عالم کو اپنا نوکر سمجھتے ہیں۔ اس کا اندیشہ ہے کہ یہ لوگ دنیا سے اپنا ایمان سلامت نہ لے جا سکیں۔ عالم گیری میں ہے: من أبغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر.[۱]

نماز بہر حال ان کی بھی اس امام کے پیچھے ہو جائے گی۔ واللہ تعالی اعلم

۲ر محرم ۱۴۱۰ھ

[۲۸۲] بلا وجہ امام پر نکتہ چینی کرنے والے فاسق ہیں

مسئلہ ایک شخص امام اور عالم ہے اور اس کی تنخواہ مقرر ہے، اس کی عدم موجودگی میں نائب امام نماز پڑھاتا ہے مگر پھر بھی ایک دو شرپسند اور فتنہ انگیز اپنی شرارت سے باز نہیں آتے جب کہ امام کی تعطیلات مقرر ہیں اور اس کے گھر جانے پر یا کسی رشتہ داری میں جانے پر ایک دو ہی شخص بلا وجہ کا اعتراض اور کبھی کبھی یہ جملے استعمال کرتے ہیں کہ "فری کی تنخواہ لیتا ہے اور اس کو کمیٹی کا کوئی فرد کچھ نہیں کہتا" اور بے ادبی کے جملے استعمال کرتے ہیں۔ کیا ایسے شخص کی اس امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

جناب محمد عمر محلہ چوہان جس پور، نینی تال

الجواب

ان لوگوں کی نماز بھی اس امام کے پیچھے ہو جائے گی البتہ امام پر بلا وجہ نکتہ چینی اور اعتراض کرنے کی

(۱)- الفتاوى الهنديه، ج:۲، ص:۲۷۰، الباب السابع فى أحكام المرتدين، دار الكتب العلميه بيروت.

وجہ سے یہ لوگ فاسق فاجر، حق اللہ اور حق العباد میں گرفتار ہیں، حدیث میں فرمایا گیا:

سباب المسلم فسوق.(۱)

اور فرمایا:

من أذى مسلما فقد آذاني و من آذاني فقد آذا الله فمن آذا الله فيو شك أن ياخذه.(۲)

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جو اللہ کو ایذا دے گا عن قریب اللہ اسے پکڑے گا۔ واللہ تعالی اعلم

۲ر محرم ۱۴۱۰ھ

[۲۸۳] ”مُردے کبھی بھی کسی پر مہربان نہیں ہوتے“ کہنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

مسئلہ محفل میلاد پاک میں امام نے کہا ہے کہ مُردے کبھی بھی کسی پر مہربان نہیں ہوتے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پیش امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ قرآن واحادیث واقوال علما کی روشنی میں وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

عبد الجبار، مدرسہ تنویر الاسلام، موضع مصطفیٰ آباد، ضلع سیوان، بہار

الجواب

زید نے یہ جملہ غلط کہا کہ ”مردے کبھی بھی کسی پر مہربان نہیں ہوتے“ اگر اس کی مراد مردے سے یہ ہے کہ جو لوگ دنیا سے چلے گئے خواہ اولیاے کرام ہوں یا علماے عظام ہوں یا عوام تو یہ وہابیوں کا عقیدہ ہے تحقیق کی جائے اگر یہ واقعی وہابی ہے تو اس کو بلا تاخیر امامت سے الگ کر دیا جائے نہ اس کی نماز نماز ہے نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- صحيح البخاري، ج ۲، ص: ۸۹۳، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب و اللعن، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- أخرجه الطبراني في الصغير ج: ۱، ص: ۱۶۸-۱۶۹، من طريق سعيد بن سليمان.

[۲۸۴] چغل خوری کے عادی کو امام بنانا گناہ ہے

مسئلہ زید نے بکر سے عمر کے متعلق مسجد میں چند کلمات کہے۔ بکر نے ان کلمات میں چند الفاظ کا اضافہ کر کے عمر سے چغل خوری کی اور زید و عمر میں جھگڑا پیدا کر دیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا بکر امامت کے قابل ہے اور کیا زید کی نماز بکر کے پیچھے ہو جائے گی جب کہ زید بکر کے پیچھے نماز ادا کرنے میں کراہیت محسوس کرتا ہے۔

سید انعام الاسلام، محلہ مہولی پورہ، نزد ممبئی مسجد، ضلع بہرائچ، یوپی

۳ر جمادی الاولی ۱۴۱۲ھ

الجواب

چغل خوری وہ بھی اپنی طرف سے فساد انگیز باتیں ملا کر حرام و گناہ ہے۔ اگر زید نے زندگی میں صرف ایک بار ایسا کیا ہے تو قابل درگزر ہے، کون ہے جو گناہ سے بچا ہوا ہے لیکن اگر زید چغل خوری کا عادی ہے تو فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب ہے۔ بلا وجہ شرعی صرف ذاتی رنجش کی بنا پر جب کہ امام میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو کسی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۸۵] ظہر کی سنت قبلیہ پڑھے بغیر امام فرض نہ پڑھائے

مسئلہ کیا امام سنت قبل از ظہر پڑھے بغیر فرض نماز ظہر پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ امام کو سنت پہلے پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

قاضی احمد علی گنگاوتی، کرناٹک

الجواب

امام کو اس کی اجازت نہیں کہ ظہر کی پہلے والی سنتیں پڑھے بغیر فرض پڑھائے۔ ان سنتوں کو فرض سے پہلے پڑھنا ہی سنت موکدہ ہے۔ جو امام ایسا کرتا ہے وہ سنت مؤکدہ کا تارک ہے۔[1] واللہ تعالی اعلم

۲ر صفر ۱۴۱۲ھ

---

(۱)- امام کوشش کرے کہ مسجد میں اتنا پہلے پہنچ جائے کہ سنتیں پڑھ کر وقت سے جماعت قائم کر سکے اور اگر کبھی دیر ہو جائے تو نمازیوں میں جو لائق امامت ہو اسے امامت کے لیے آگے بڑھا دے اور بعد میں سنت قبلیہ پڑھ لے۔ حدیث پاک میں ہے: ایک بار حضور سید عالم ﷺ قبیلہ عوف کے لوگوں میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے اور ادھر نماز کا وقت ہو گیا تو صحابہ نے حضرت عبد الرحمن رضی اللہ تعالی عنہ کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا سرکار تشریف لائے تو ایک رکعت نماز ہو چکی تھی آپ نے حضرت عبد الرحمن کی اقتدا میں نماز پڑھی اور ان کے سلام کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کی۔
جب امام کی اجازت کے بغیر وقت ہو جانے پر دوسرے کو امامت کے لیے آگے بڑھانا جائز ہے تو خود امام کو یہ اجازت بدرجہ اولی ہوگی۔
واللہ تعالی اعلم، محمد نظام الدین رضوی

[۲۸۶] اجنبیہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے والے کو امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ کیا امام بغیر کسی رشتہ کے کسی غیر عورت کے پاس رات کے بارہ ایک بجے تک بیٹھ سکتا ہے اور ناپاک عورت کے ساتھ مل کر بیٹھنا کیسا ہے؟ ابھی اس کو ایک ماہ کے قریب لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس پر تفصیل سے لکھیں۔

آر، اے، ٹیلرس، ٹکاند، مین مارکیٹ، نیو دہلی

الجواب

غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے والا ــــ وہ بھی رات میں وہ بھی ۱۲ بجے رات کو ــــ فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دوبارہ پڑھنا واجب۔ اسی طرح نفاس والی غیر محرم عورتوں کے ساتھ بھی بیٹھنا حرام وگناہ ہے اور تعویذ لکھنے کا بہانہ فریب ودھوکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳/ جمادی الاولی، ۱۴۱۲ھ

[۲۸۷] فاسق کی اقتدا کرنے والے نماز کا اعادہ کریں

مسئلہ زید مسجد کا متولی ہے اور امام حاضر نہیں، زید نے عمرو جس کی داڑھی شریعت کے مطابق نہیں ہے اس کو امامت کے واسطے کھڑا کیا اور خالد موجود ہے جو امامت کا حق رکھتا ہے تو خالد کی موجودگی میں عمرو نے جو نماز پڑھائی تو سب کی نماز ہوئی یا نہیں اور زید کے حکم پر عمرو نے نماز پڑھائی تو زید پر شریعت کا کیا حکم ہوتا ہے؟ جواب تحریر فرمائیں۔

غلام حسین، مومن پاڑہ، سورندنگر، گجرات

الجواب

عمرو کی داڑھی ہی جب ایک مشت سے کم ہے تو وہ فاسق معلن ہے اسے امام بنانا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، زید نے اس کو امام بنایا وہ خود بھی گنہ گار ہوا اور جن لوگوں نے عمرو کے پیچھے نمازیں پڑھیں وہ لوگ بھی گنہ گار ہوئے۔ سب لوگ اس نماز کا اعادہ کریں۔ خالد جب پابند شرع موجود تھا تو اسی

کو امام بنانا ضروری تھا، ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، کترواکر اس سے کم کرنا گناہ ہے۔

فتح القدیر میں ہے: أما الأخذ منها وهي دون ذلك فلم يبحه أحد"[1]۔

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا ياثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم[2]۔

در مختار میں ہے: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها[3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴/ جمادی الاولی ۱۴۱۲ھ

[۲۸۸] غیر ثابت النسب کی امامت کے بارے میں کیا حکم ہے

مسئلہ زید کی والدہ اہل حدیث کی لڑکی ہے اور اہل حدیث ہی نے زید کی والدہ کا نکاح پڑھایا ہے، نکاح کے بارے میں کیا حکم ہے؟ یہی زید اہل سنت کے مدرسہ میں پڑھاتا ہے اور کبھی کبھی امامت بھی کرتا ہے لہذا امامت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

حبیب اللہ، پیپری کولہوئی، پوسٹ داری چورا، ضلع گونڈہ، یوپی

الجواب

غیر مقلد کی لڑکی کا غیر مقلد ہونا ضروری نہیں، بہت سے غیر مقلدین کی لڑکیاں بلکہ لڑکے سنی ہیں۔ جب تک تحقیق سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ نکاح کے وقت زید کی ماں عقیدۃً غیر مقلد تھی یعنی ان کفریات کی معتقد تھی جن کی بنا پر غیر مقلدین کو علما نے کافر کہا ہے اس وقت تک اس کو غیر مقلد کہنا جائز نہیں۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیجیے کہ زید کی ماں نکاح کے وقت عقیدۃً غیر مقلد تھی تو اس سے صرف یہ ہوگا کہ زید ثابت النسب نہ ہوگا۔ اب اگر نمازیوں میں یہی سب سے زیادہ امامت کا مستحق ہے، مثلاً سب سے بڑا عالم ہے تو اس کی امامت میں ادنی کراہت نہیں اور اگر دوسرے لوگ اس سے زیادہ امامت کے مستحق ہوں تو زید کو امام بنانا خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہوگا۔

---

(۱)- فتح القدير، ج۲، ص: ۳۵۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء الكفارة، بركات رضا، پور بندر.

(۲)- غنية المستملى شرح منية المصلى، ص: ۵۱۳، فصل فى الإمامة، سهيل اكيڈمى، لاهور.

(۳)- الدر المختار، ج۲، ص: ۱۴۷، ۱۴۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

تنویر الابصار ودر مختار میں ہے۔ و یکرہ تنزیھا إمامة عبد (إلی أن قال) وولد الزنا. ھذا إن وجد غیرھم وإلا فلا کراھة، بحر [1] ۔واللہ تعالی اعلم۔

۱۲ / ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ

[۲۸۹] ہپپی بال رکھنے والے کو امام بنانا کیسا

مسئلہ کوئی امام ہپپی بال سر پر رکھتا ہے اور امامت کرتا ہے، اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

حافظ شوکت علی، امام غوثیہ مسجد، پوسٹ سنہٹ، ضلع بلاس پور، اڈیشہ

الجواب

جو سر پر ہپپی بال رکھتا ہو لائق امامت نہیں، اسے امامت سے معزول کر دینا چاہیے۔ واللہ تعالی اعلم

۲ / صفر ۱۴۱۲ھ

[۲۹۰] معذور شخص نماز جنازہ کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں

مسئلہ ایک معذور ہے قطرے کا کیا یہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

محمد جعفر، مدن لال کے پاس، جان پور، ورانسی، یوپی

۲۴ / محرم ۱۴۱۳ھ

الجواب

اگر وضو کے بعد نماز جنازہ کے اختتام تک قطرہ نہ آئے تو یہ امامت کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۹۱] جس کے گھر کی عورتیں بے پردہ گھر سے باہر نکلیں اسے امام بنانا جائز نہیں

مسئلہ زید خود کو شریعت کا بڑا پابند بنتا ہے اور بہت سے لوگوں پر بے پردگی کی تہمت لگا کر گاؤں کے لوگوں کو بدظن کرتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر محرم کے سامنے ہونے سے شریعت یہ حکم دیتی ہے کہ اس سے

---

(۱)- تنویر الابصار والدر المختار المطبوعان مع رد المحتار، ج ۲، ص: ۲۹۸ تا ۳۰۱، ملتقطاً ، کتاب الصلاة، باب الإمامة، دار الکتب العلمیة، بیروت.

قطع تعلق، شادی بیاہ کرنا، مرنا، جینا کسی بھی معاملے میں شریک نہ ہوں۔ جب کہ زید کا یہ خود عالم ہے کہ اس کی سگی بھانجی اور سگے بھانجے کی بیوی بے پردہ انگریزی یونیورسٹی ڈریس میں چلتی ہیں اور بے پردہ گھومتی ہیں اور لطف تو یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ یہ سب مرد وعورت بیٹھ کر ناشتہ وغیرہ کرتی ہیں۔ قبل اس کے زید کے گھر میں غیر مسلم برابر آتا جاتا تھا۔ اور زید کا آنا جانا، شادی بیاہ میں ان بے پردہ رشتہ دار مردوں عورتوں سے برابر رہتا تھا۔ وہ آج بھی آتے رہتے ہیں اور غیر مسلموں کے ساتھ ناشتہ کرتے ہیں۔ اور کسی سے کوئی پردہ نہیں۔ ایسی صورت میں زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ یا کسی طرح کا تعلق شادی بیاہ، مرنے جینے میں رکھا جا سکتا ہے یا نہیں؟

محمد ابراہیم ٹیلر، مقام و پوسٹ قصبہ مینہ نگر، ضلع اعظم گڑھ یوپی
یکم رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

اپنی بالغ یعنی قریب بلوغ عورتوں اور بچیوں کو بے پردہ گھر سے باہر جانے دینا ناجائز و گناہ ہے اگر چہ تعلیم کے بہانے۔ اجنبی غیر محرم قریب بلوغ کے ساتھ خلط ملط، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا حرام و گناہ ہے۔ اگر چہ وہ مسلمان ہوں اور ہندوؤں کے ساتھ اور بدتر۔ اسی طرح غیر محرم عورتوں کو گھر کے اندر لانا، بے پردہ عورتوں میں بیٹھنا، ان کے ساتھ بیٹھا کر کھلانا پلانا حرام و گناہ ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے یا ایسا کرنے پر راضی ہے وہ فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی تمام نمازوں کا دہرانا واجب۔ زید ہو یا کوئی اور ہو، عالم ہو یا حاکم سب کے لیے یہی حکم ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۹۲] تصویر کشی کرنے والے کو امام بنانا گناہ ہے

مسئلہ ایک شخص تصویر کشی کا پیشہ کرتا ہے کیا ایسا شخص شرعی امام ہو سکتا ہے نیز یہ پیشہ کرنا کیسا ہے؟

الحاج رحمت اللہ، پہاڑ پور، اعظم گڑھ

الجواب

تصویر کشی فوٹو گرافری کا پیشہ حرام ہے جو فوٹو گرافری کا پیشہ کرتا ہے وہ فاسق معلن ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی، ارشاد ہے: لعن الله المصورين.(۱)

(۱)- صحيح البخاري، ج:۱،ص: كتاب النكاح، باب مهر البغي والنكاح الفاسد، ونصه: لعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الواشمة والمستوشمة، وآكل الربا، وموكله، ونهى عن ثمن الكلب، وكسب البغي ولعن المصورين- المشاهدي

تصویر ”فوٹو“ بنانے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔
اسے امام بنانا گناہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے جتنی نمازیں پڑھیں سب کا دوبارہ پڑھنا واجب۔
غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم.[1]
در مختار میں ہے: کل صلاۃ أدیت مع کراھۃ التحریم تجب إعادتھا.[2] واللہ تعالیٰ اعلم
۲۶/ شوال ۱۴۰۲ھ

[۲۹۳-۲۹۴] شرائط امامت کے جامع کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو کافر کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ ❶ زید ایک گاؤں میں امامت کرتا ہے۔ زید نے الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارک پور اعظم گڑھ یوپی سے قراءت حفص وسند فضیلت حاصل کی ہے۔ زید کو بفضل رب قدیر شیخ طریقت ومعرفت تاج دار اہل سنت مرشد کامل سیدی وسندی حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت حاصل ہے۔ الحمد للہ زید متشرع بھی ہے لیکن بکر - ایک پڑھا لکھا انسان ہے کسی خانقاہ کے بزرگ سے مرید بھی ہے - کا کہنا ہے کہ جو زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ کافر ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ بکر شاذ ونادر زید کی اقتدا کرتا ہے۔ شاید وباید بکر امامت بھی کرایا کرتا ہے۔ بکر غیر متشرع بھی ہے بہت دنوں سے بکر کی فتنہ پروری محلے میں مشہور بھی ہے۔

❷ زید کی اقتدا کرنے والے کو بکر جہنمی گردانتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟

مولانا محمد داؤد رضوی، سی کو نمبر ۲۵ ۷، بکارو، بہار

الجواب

(۱-۲) بکر کے جو کوائف سوال میں مذکور ہیں ان کی رو سے بکر ایک نہیں کئی وجہ سے فاسق وفاجر ہے جو ہر دین دار پر واضح ہے بلکہ ایک وجہ سے اس پر کفر لازم ہے۔ اس نے یہ کہا کہ ”جو زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہے کافر ہے“۔ اس نے مسلمان کو کافر کہا اب اگر کافر کہنا بطور گالی ہے تو بکر اس کی وجہ سے بھی فاسق ہوا اور اگر اس

(۱)- غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ج۱، ص:۵۱۳، فصل فی الإمامۃ، سہیل اکیڈمی.
(۲)- الدر المختار، ج۲، ص:۱۴۷، ۱۴۸، باب صفۃ الصلاۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

کی مرادیہ ہو کہ واقعی ایسا شخص کافر ہے تو بکر خود کافر ہو گیا۔ اس پر توبہ تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ ایسی صورت میں بکر کو حکم ہے کہ وہ توبہ کرے۔ زید سے اور زید کی اقتدا کرنے والوں سے معافی مانگے۔ کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴؍ محرم ۱۴۱۴ھ

[۲۹۵] دیوبندی کی اقتدا میں نماز جائز نہیں

مسئلہ دیوبندی عالم جو مولوی اشرفعلی تھانوی کے خلیفہ مسیح اللہ خاں ساکن جلال آباد سے مرید ہے وہ عرصہ دراز سے امامت کا کام انجام دیتا آرہا ہے لیکن اس کو سمجھنے سے پوری بستی والے قاصر تھے۔ ان کے ظاہری و باطنی کردار سے معلوم ہوا کہ وہ دیوبندی عقیدہ کا ہے اسی وجہ سے گاؤں میں دو جماعت ہو چکی ہے لہذا آپ صحیح جواب عنایت فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے عقیدت مندوں کی نماز ان کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

مختار احمد خاں، موضع وڈاک خانہ گوڑسرا، ضلع غازی پور، یوپی

الجواب

دیوبندی وہابی عقیدہ رکھنے والوں کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں نہ تراویح اور نہ پنج گانہ اگر پڑھیں گے باطل محض ہوگی۔ فرض ادا نہ ہوگا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا گناہ شدید ہوگا کیوں کہ یہ شان رسالت میں گستاخیاں کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں اور کافر و مرتد کی نماز نہ نماز ہے نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔

صاحب فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ سے نقل فرماتے ہیں:

لا تجوز الصلاة خلف أهل الأهوىٰ.[1]

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: إياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم.[2]

ان سے دور بھاگو اور ان کو اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- فتح القدیر کی عبارت یوں ہے: روى محمد عن أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله أن الصلاة خلف أهل الأهواء لا تجوز. (ج:۱، ص:۳۶۰، کتاب الصلاة، باب الإمامة، برکات رضا، پور بندر).

(۲)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۱۰، باب النهي عن الضعفاء إلخ، مجلس البركات، مبارك پور.

[۲۹۶] تارک نماز کیا جمعہ و عیدین کی امامت کر سکتا ہے

مسئلہ ایک شخص پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھتا اور یہ شخص صرف جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز میں امامت کرتا ہے، کیا اس کی امامت درست ہے؟

علاوہ ازیں اس کی تشریح فرمائیں کہ منکر حدیث بکر کے ساتھ بحکم شریعت کیا کرنا چاہیے؟

عبد الرزاق جیبی، بڑی مسجد پرولیا، بنگال

الجواب

یہ فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ اور اسے معزول کرنا واجب۔ اصل حکم تو یہ ہے کہ اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں سب کو دہرایا جائے لیکن جمعہ اور عیدین کا اعادہ نہیں اگر اس کو علاحدہ نہ کیا جا سکے تو کہیں اور جا کر جمعہ و عیدین پڑھیں، اس کے پیچھے ہرگز نہ پڑھیں۔ پڑھیں گے تو گنہ گار ہوں گے۔ ہاں اگر کہیں اور جمعہ و عیدین نہ ہوتے ہوں تو بدرجہ مجبوری پڑھ لیں۔ واللہ تعالی اعلم

۸؍ رجب ۱۴۱۳ھ

[۲۹۷] ایک مشت داڑھی رکھنے کا ثبوت

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

زید ہمارے یہاں کا امام ہے اور وہ مسلک حنفی کی اقتدا کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا کوئی ضروری نہیں صرف داڑھی ہونی چاہیے، نہ داڑھی منڈانا حرام ہے نہ کترانا بلکہ وہ یہاں تک کہتا ہے کہ ہم کو کوئی صحیح حدیث راوی کے ساتھ دکھا دو جس میں یہ ہو کہ ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہو یا کتروانا حرام ہو تو ہم دس ہزار روپیہ انعام دیں گے اور یہاں پر بلکہ پورے تمل ناڈو میں وبا پھیلی ہوئی ہے کہ اکثر امام یہاں کے داڑھی منڈے ہیں، شاید و باید کوئی امام داڑھی والا ملتا ہے ایسی صورت میں یہاں کے لیے یہ ایک سنگین مسئلہ ہے۔

ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور دیگر شرعی کاموں میں اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ برائے کرم بحوالہ کتب تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

عبد الحمید، جامعہ غوث العالم ۷ ۲؍ مسلم ساؤتھ اسٹیٹ دھاراپورم، ضلع ای روڈ، تمل ناڈو

الجواب

ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، کترواکر ایک مشت سے کم کرنا ناجائز و گناہ ہے جو اس کا عادی ہو وہ فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔

ہدایہ میں ہے: السنة فیها القبضة.[1] ایک مشت داڑھی سنت ہے۔

امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا:

أما الأخذ منها وهي دون ذلك فلم يبحه أحد.[2]

علامہ ابن عابدین شامی اور اجلہ علمائے احناف نے اپنی اپنی کتابوں میں اسے نقل فرماکر مقرر رکھا۔ کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا اس سے ظاہر ہوگیا کہ احناف کا یہ متفقہ حکم ہے، زید اگر واقعی حنفی ہے تو اس کے لیے یہی کافی ہے کہ علمائے احناف کا یہ متفقہ حکم ہے اور اگر بظاہر حنفی بنتا ہے اور اندر اندر غیر مقلد ہے تو معاملہ اور مشکل ہوگا۔ غیر مقلدین کا مقصد یہ ہے کہ داڑھی کتنی ہی بڑھ جائے لٹک کر ناف کے نیچے چلی آئے پھر بھی اس کا کاٹنا جائز نہیں۔ اب یہ امام حنفیت کا مدعی اور غیر مقلدین کی طرح حدیث سے ثبوت طلب کرنے والا سنے۔

امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام [illegible]ئی، امام ابن ماجہ اور امام طحاوی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضي الله تعالى عنهما سے راوی ہیں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

(۱) خالفوا المشركين وأحفوا الشوارب وأوفروا اللحى.[3]

مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں خوب وافر رکھو اور مونچھیں خوب پست کرو۔

صحیح بخاری کی روایت میں یہ ہے: أنهكوا الشوارب وأعفوا اللحى.[4]

مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں چھوڑے رکھو۔

(۲) امام مالک اور ابوداؤد اور ایک روایت ترمذی میں ہے۔

---

(۱)- الدر المختار، ص:۵۸۳، ج:۹، کتاب الحظر والاباحة، باب الاشراء وغیر، دار الکتب العلمیه، بیروت.
ہدایہ کی عبارت اس طرح ہے: ولا يفعل التطويل للحية إذا كانت بقدر المسنون وهو القبضة. (ج:۱، ص:۲۰۱، کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والکفارة، مجلس البرکات)

(۲)- فتح القدیر، ج۲، ص:۳۵۲، کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والکفارة، برکات رضا، پور بندر.

(۳)- الصحیح لمسلم، ص:۱۲۹، ج:۱، باب خصال الفطرة، مجلس البرکات.

(۴)- صحیح البخاری، ص:۸۵۷، ج:۲، کتاب اللباس، باب إعفاء اللحی، مجلس البرکات، مبارک پور.

إن رسول الله –صلى الله تعالى عليه وسلم– أمر بإحفاء الشوارب وإعفاء اللحية.[1]
بے شک رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا: مونچھیں پست کرنے اور داڑھیاں معاف رکھنے کا۔

(۳) امام احمد، مسلم، امام طحاوی، ابن عدی کامل، طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا:

جزوا الشوارب وأرخوا اللحى خالفوا المجوس.[2] مونچھیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

(۴) امام احمد کی روایت میں ہے:

قصوا الشوارب وأعفوا اللحى.[3] مونچھیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

(۵) امام ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا:

أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى.[4] مونچھیں پست کرو اور داڑھیوں کو معاف رکھو۔

(۶) امام احمد، طبرانی، بیہقی، ضیا صحیح مختارہ، حلیۃ الاولیا میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

قصوا سبالكم ووفروا عثانينكم.[5] مونچھیں کترواؤ اور داڑھیوں کو کثیر رکھو۔

(۷) حضرت ابو عبید اللہ محمد بن مخلد دوری نے اپنے جزء حدیثی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خذوا من عرض لحاكم وأعفوا طولها.[6] داڑھیوں کے عرض سے لو اور طول کو معاف رکھو۔

(۸) خطیب بغدادی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا يأخذن أحدكم من طول لحيته.[7] کوئی اپنی داڑھی کے طول میں سے ہرگز کم نہ کرے۔

---

(۱)- الصحيح لمسلم، ص:۱۲۹، ج:۱، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، مجلس البركات، مبارك پور.
(۲)- الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، مجلس البركات، مبارك پور.
(۳)- مسند احمد بن حنبل، ص:۲۲۹، ج:۲، مسند ابی هريره رضى الله تعالى عنه، دار الفكر.
(۴)- شرح معاني الآثار، باب حلق الشارب، ص:۳۰۷، ج:۲.
(۵)- مسند الإمام احمد بن حنبل، ج:۵، ص:۲٦٤-۲٦٥، حديث ابي امامة باهلى، المكتب الاسلامى، بيروت.
(۶)- جامع الأحاديث، ج:۱۲، ص:۲٦۳، حرف الخاء، رقم الحديث: ۱۱۸۸۲.
(۷)- تاريخ بغداد، ج:٦، ص:٤۱۸، ترجمه ۲۹۱۱، احمد بن الوليد المخرمى، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۹)ابن سعد طبقات میں عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لكن ربي أمرني. [۱] مجھے میرے رب نے حکم دیا کہ (اپنی مونچھیں پست کروں اور داڑھی بڑھاؤں۔)

یہ ۹؍ حدیثیں ہوئیں جو نو صحابہ کرام سے مروی ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا داڑھیاں کثیر وافر رکھو، داڑھیوں کو معاف رکھو، داڑھیوں کی لمبائی میں کچھ نہ کاٹو۔ اور یہ طے شدہ بات ہے کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت کہ داڑھیوں کا کتروانے والا واجب کا تارک اور گنہ گار ہے۔

اس لیے کہ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ داڑھی کتنی بھی لمبی ہو جائے اس میں سے کچھ نہ کاٹا جائے۔ یہ امام لگتا ہے اندر اندر غیر مقلد ہے، اگر ایسا ہے تو اسے جائز نہیں کہ داڑھی کا ایک بال بھی کاٹے اگرچہ وہ بڑھ کر زمین پر لٹکنے لگے۔ اسے حدیث کی نص صریح دکھائیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

لا يأخذن أحدكم من طول لحيته. [۲] کوئی شخص ہرگز داڑھی کے لمبائی سے نہ کاٹے۔

رہ گئی یہ بات کہ پھر ایک مشت سے زائد داڑھی کتروانے کی اجازت کیوں ہے؟ یہ اس بنیاد پر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو مذکورہ بالا پہلی حدیث کے راوی ہیں وہ ایک مشت سے داڑھی جو زائد ہوتی اسے کترواتے۔ ظاہر ہے کہ جب روایت کر رہے ہیں: أحفوا الشوارب وأوفروا اللحى۔ [۳] پھر ایک مشت سے زائد کٹوا رہے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی اجازت سنی ہوگی چوں کہ یہ "مالا يدرك إلا بالسماع" [ان چیزوں میں سے ہے جسے سماع ہی سے جانا جاسکتا ہے۔] کے قبیل سے ہے اس لیے حکم میں مرفوع کے ہے ورنہ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق جیسے جلیل القدر صحابی اپنی ہی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرنے کی کیسے جرأت کر سکتے ہیں۔ بہر حال احادیث کریمہ وہ بھی ایک دو نہیں بیسیوں احادیث سے ثابت ہے کہ داڑھی کتروانا جائز نہیں، ناجائز و گناہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل سے اس کی حد ایک مشت رکھی گئی ہے اور احناف کا متفقہ مسئلہ ہے، کسی حنفی کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس لیے داڑھی کتروا کر ایک مشت سے کم کرانے والا حنفی، فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔

---

(۱)- الطبقات الكبرى ابن سعد، ج:۱، ص:۴۴۹، ذكر اخذ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من شاربه، دار صارم، بيروت.

(۲)- تاريخ بغداد، ج:٦، ص:٤١٨، ترجمه ٢٩١١، احمد بن الوليد المخرمي، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۳)- الصحيح لمسلم، ج:١، ص:١٢٩، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، مجلس البركات، مبارك پور.

غنیہ میں ہے:لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم.[1]

در مختار میں ہے:کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها.[2]

واللہ تعالیٰ اعلم

یکم جمادی الاولی،۱۴۱۹ھ

[۲۹۸] قانون شریعت کے ایک مسئلہ کی وضاحت

مسجد کے امام کے نہ آنے کی صورت میں ایک بغیر داڑھی والے حاجی صاحب پابند نماز، امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ جن میں امامت کی تمام شرطیں موجود ہیں۔ جیسا کہ قانون شریعت مولفہ مولانا شمس الدین رضوی جون پوری کی ”امامت کی شرائط“ میں مذکور ہے۔ مسئلہ یہ ہے:

”امام کو مسلمان، مرد، عاقل، بالغ، نماز کے مسائل جاننے والا، غیر معذور ہونا چاہیے۔ اگر ان چھوں باتوں میں سے کوئی بات نہ پائی گئی تو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔“ (قانون شریعت ص:۸۳۔)

چوں کہ اس میں داڑھی ہونا شرط نہیں، اور جماعت کی تاکید بھی ستائیس گنا ثواب زیادہ۔ ایک غیر عالم صاحب نے اعتراض کیا کہ بغیر داڑھی والے کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ آپ لوگ اپنی اپنی نمازیں الگ الگ پڑھیں۔ اور سخت معترض ہوکر شرعی ثبوت کے بغیر نمازیوں اور عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔ لہذا التماس ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

حاجی محمد سرور، ہینڈلوم، کانن، قاضی پورہ، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر، یوپی۔

الجواب

آپ نے اسی قانون شریعت میں اسی صفحہ پر پانچ مسئلے کے بعد یہ مسئلہ نہیں دیکھا:

”فاسق معلن جیسے شرابی، جواری، زانی، سود خور، چغل خور وغیرہ جب کبیرہ گناہ اعلانیہ کرتے ہوں ان کو امام بنانا گناہ۔ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔[3]“

نیز اسی قانون شریعت، حصہ دوم، ص:۲۱۷ پر ہے۔

---

(۱)- غنية المستملي شرح منية المصلي ،ج۱،ص:۵۱۳، فصل في الإمامة، سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۲)- الدر المختار،ج۲،ص:۱۴۷-۱۴۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۳)- قانون شریعت، اول، ص:۱۱۰، اسلامک پبلشر، ٹیامحل، جامع مسجد، دہلی۔

"داڑھی بڑھانا نبیوں کی سنت ہے۔ منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔[1] "

جب یہ حاجی داڑھی منڈا ہے تو یقیناً فاسق معلن ہے۔ وہ ایک حرام کام اعلانیہ کرتا ہے، اس لیے یہ ضرور فاسق معلن ہوا۔ اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔

جس شخص نے یہ مسئلہ بتایا اس نے صحیح بتایا۔ یقیناً جماعت سے نماز پڑھنا بہت بڑا ثواب کا کام ہے، لیکن فاسق معلن کے پیچھے پڑھنا گناہ ہے۔ جب جماعت میں ایسے لوگ ہوں جو فاسق معلن نہیں، اور قرآن مجید صحیح پڑھتے ہوں اور نماز بھی صحیح پڑھتے ہوں تو انھیں کو امام بنایا جائے، داڑھی منڈے کو ہرگز ہرگز نہ بنایا جائے۔

اس شخص نے صحیح مسئلہ بتایا اس پر آپ بہت خفا ہیں، اور آپ نے بہت غلط جملے استعمال کر دیے، مثلاً یہی کہ لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے، الی آخرہ، داڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے، اسے منڈانا حرام۔ در مختار میں ہے:

يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ [2]. مرد کو داڑھی منڈانا حرام ہے۔

اسی طرح کترواکر ایک مشت سے کم کرنا بھی حرام۔ فتح القدیر پھر شامی میں ہے:

وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِكَ... فَلَمْ يُبِحْهُ أَحَدٌ [3].

داڑھی ایک مشت سے کم ہو، اس کے کترنے کو کسی نے جائز نہیں کہا۔

ان حاجی صاحب کو امامت کا شوق ہے تو داڑھی منڈانے سے توبہ کریں اور داڑھی منڈانا چھوڑ دیں، پھر شوق سے امامت کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۷ر محرم ۱۴۲۰ھ۔

[۲۹۹] امام کی بیوی نس بندی کرالے تو اس کی امامت کا کیا حکم ہے

مسئلہ بکر امام محلہ ہے اس کی بیوی نس بندی کرانے کے لیے تیار ہوئی بکر نے سمجھایا کہ نہ کراؤ جائز نہیں ہے وہ نہ مانی اور محلہ کی عورتوں کے ساتھ جاکر نس بندی کروالی۔ بکر نفرت کرتا ہے اور کر رہا ہے کہ نس بندی حرام ہے اب نماز ان کے پیچھے پڑھنا کیسا ہے اور دیگر امور دینیہ ان سے کروانا اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا کیسا ہے؟

محمد حسین، لالی گرانس چوک، باغ لونگ، ضلع باغ لونگ، دھولاگری، انچل، نیپال

۲۲ر شوال ۱۴۱۳ھ

---

(۱)- قانون شریعت، دوم، ص: ۲۱۷، اسرار کریمی پریس، الہ آباد۔

(۲)- الدر المختار، ج: ۲، ص: ۱٤۷، ۱٤۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۳)- فتح القدير، ج: ٤، ص: ۳۷۰، كتاب الصوم، باب: ما يوجب القضاء و الكفارة.

الجواب

جب بکر نے اپنی بیوی کو نس بندی کرانے سے منع کیا پھر بھی اس کی بیوی نے کرالیا تو بکر پر کوئی گناہ نہیں۔ ارشاد ہے: ”وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰی“[1]۔ بکر کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت درست اور ساری دینی خدمات اس سے لینی درست اور اس کا ذبیحہ حلال وطیب۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۰۰-۳۰۴] شیلانیاس کے جلوس کا استقبال کرنے والے امام اور ممبران کا حکم

مسئلہ ① زید نے مدرسہ اسلامیہ کے صدر ہوتے ہوئے اپنے اور اپنے بیٹے (جو کانگریس پارٹی کے وائس چیرمین تھے) کے وقار کو بڑھانے کی غرض سے سادھوؤں، پجاریوں کے شیلانیاس کے سلسلے میں نکالے گئے جلوس کے لیے مدرسہ انجمن اسلام کے سامنے استقبالیہ دروازہ قائم کیا اور مع انجمن کے ملازمین کے ہار پھول کے ساتھ جلوس کا خیر مقدم کیا۔

② زید موصوف قرآن خوانی کے موقع پر آپسی گفتگو میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور مغلظات گالیاں بکتے ہیں، نیز قرآن پاک کی جھوٹی قسم کھانے کے عادی ہیں۔

③ یہ کہ زید موصوف امامت کے منصب پر فائز ہوتے ہوئے انگریزی بال رکھنے کے شوقین ہیں۔

④ زید موصوف نے اپنے بھتیجے کی بیوہ اور یتیم بچوں کی زمین پر ناجائز طور پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے جس کا کیس ہنوز چل رہا ہے۔ مقبوضہ اراضی کے مقدمہ کی پیروی کے سلسلے میں کچہری میں کذب پر مشتمل ثبوت پیش کیے۔

⑤ زید مدرسہ اسلامیہ انجمن اسلام کے تقریباً بارہ سال سے صدر رہے لیکن اپنے زمانۂ صدارت میں انجمن کے آمد و خرچ کا کوئی حساب نہیں رکھا۔ جس کی وجہ سے قوم نے استعفی کی مانگ کی لیکن موصوف نے کوئی پرواہ نہیں کی جس کی وجہ سے حالات ابتر ہوتے چلے گئے تب بحالت مجبوری صدارت کو چھوڑا مگر بارہ سال کا حساب ذمہ میں باقی ہے جس کی وجہ سے انجمن کی رقم کو غصب کرنے کے مرتکب ہوئے۔

---

(۱)- القرآن المجید، سورة الأنعام:٦، الآية:١٦٤.

موصوف کی مذکورہ بالا شرعی واخلاقی خلاف ورزیوں کے سبب بہت سے لوگ ان کی امامت سے خوش نہیں ہیں اور وہ محلے کی مسجد کو چھوڑ کر شہر کی دیگر مساجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ جب کہ کچھ شر پسند عناصر قرآن و حدیث سے ناواقف چاہتے ہیں کہ زید موصوف سے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھوائیں۔ صورت مسئولہ میں کیا زید کی امامت عند الشرع درست ہے؟ جب کہ زید کی امامت سے محلہ کے افراد بھی خوش نہیں ہیں، کیا ایسے شخص کی اقتدا کے لیے مسلمانوں کو مجبور کرنا شرعا جائز ہے۔ جواب باصواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

مبارک حسین، اوقاف صدر، نئی آبادی، نمباہوڑہ، راجستھان

الجواب

(۱-۵) سوال میں جو باتیں درج ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو یہ شخص ایک نہیں کئی وجوہ سے فاسق معلن ہوا، اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں سب کا دہرانا واجب اور آئندہ بھی جو پڑھی جائیں گی ان سب کا دہرانا واجب ہوگا۔ واجب ہے کہ اس شخص کو بلا تاخیر امامت سے علاحدہ کر دیا جائے، اراکین پر بھی واجب ہے کہ مسجد کے ایسے ممبران کو علاحدہ کر دیں۔

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم.(۱)

در مختار میں ہے: کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها.(۲)

اسی میں ہے: و ینزع وجوبا لو الواقف فغیره بالأولی غیر مامون أو عاجزاً أو ظهر به فسق.(۳)

مسجد کے اراکین اس لیے نہیں بنائے جاتے کہ وہ مسجد کو اپنی ذاتی ملک بنالیں اور من مانی چاہے جو کریں بلکہ اس لیے بنائے جاتے ہیں کہ شریعت کے مطابق مسجد کا انتظام کریں۔ جب وہ شریعت کی پروا نہ کر کے ایک فاسق و فاجر مسلم دشمن کو امام بنائے ہوئے ہیں، شریعت کے حکم اور مسلمانوں کے جذبات کی انھیں کوئی فکر نہیں تو وہ کسی طرح اس لائق نہیں کہ مسجد کمیٹی کے ممبر رہ سکیں۔ اس امام نے شیلانیاس جلوس کے اعزاز کے لیے مدرسہ پر پھاٹک لگایا، اسلام اور مسلم دشمن مشرکین کو ہار اور پھول پہنایا، یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ شخص بہت بڑا ناخدا ترس، دین کا دشمن، دنیا دار فاسق ہے۔ شیلانیاس کے جلوس بابری مسجد ڈھا کر وہاں مندر بنانے کے لیے

---

(۱)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ج ۱، ص: ۵۱۳، فصل في الإمامة، سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۲)- الدر المختار، ج ۲، ص: ۱۴۷-۱۴۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۳)- الدر المختار مع رد المحتار، ج ۶، ص: ۵۸۰، كتاب الوقف، دار الكتب العلميه، بيروت.

نکلے تھے۔ یہ کیسا مسلمان ہے کہ مسجد ڈھانے والوں کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ان کے اعزاز کے لیے پھاٹک لگایا، انھیں ہار پھول پہنایا۔ اس شخص کا مسلمان ہونا ہی مشتبہ ہے۔ ایک مسلمان سے کبھی اس کی امید نہیں کی جا سکتی کہ مسجد ڈھاکر مندر بنانے کی تائید کرے۔

حیرت ہے کہ ایسے مسلم دشمن شخص کو کیسے امام بنائے رکھا گیا، مسلمانوں پر فرض تھا کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کرتے، اس سے سلام کلام بند کر دیتے، بیمار پڑتا تو دیکھنے نہ جاتے، یہ سب نہیں ہوا بلکہ اس کو دینی اعزاز امامت پر برقرار رکھا گیا۔ اراکین کیسے مسلمان ہیں اگر یہ امام ان اراکین میں سے کسی کے گھر کو ڈھاکر مسجد بنانے کی بات کرتا تو اراکین اس کو برداشت نہ کرتے چہ جائے کہ مسجد ڈھاکر مندر بنانے والے کی تائید کرنے والے کو امام بنا رکھا ہے۔ کتنی افسوس ناک بات ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں مسجد کی اتنی بھی وقعت نہ رہی جتنی اپنے گھروں کی ہے۔ بہر حال اللہ و رسول کا حکم یہی ہے کہ شیلانیاس کرنے والے، مشرکین کا استقبال کرنے کی وجہ سے یہ امام بدترین فاسق سخت عذاب جہنم کا مستحق ہوا۔ اسے امامت سے فوراً معزول کرنا واجب ہے۔ یہ امام ایسا خدا ناترس اور بے باک ہے قرآن مجید کی تلاوت کی مجلس میں گالیاں بکتا ہے، جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔ بلاوجہ مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور جھوٹی قسم کھانا حرام و گناہ۔ قرآن مجید کی تلاوت کی مجلس میں ایسا کرنا حرام در حرام و گناہ در گناہ۔ اس نے مجبور و بے کس لوگوں کی زمینیں غصب کی ہیں یہ بھی فسق و حرام۔ کسی کی ناحق زمین غصب کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا:

جو کسی کی ایک بالشت زمین لے گا زمین کا اتنا حصہ ساتوں طبق طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور ساتویں زمین تک دھنسایا جائے گا۔ (۱)

---

(۱)- یہ حدیث متعدد کتب حدیث میں موجود ہے، مثلاً بخاری، مسلم، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی داؤد طیالسی، موطا امام مالک، سنن ابی داود وغیرہ۔
بخاری کی الفاظ یہ ہیں: عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ أَنَّهُ خَاصَمَتْهُ أَرْوَى فِي حَقٍّ زَعَمَتْ أَنَّهُ انْتَقَصَهُ لَهَا إِلَى مَرْوَانَ فَقَال سَعِيدٌ أَنَا أَنْتَقِصُ مِنْ حَقِّهَا شَيْئًا أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ: مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ. (ج:۱، ص:٤٥٤، رقم الحديث:۳۱۹۸، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في سبع ارضين، مجلس البركات، مبارك پور).
اسی میں دوسری روایت کی الفاظ یہ ہیں: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم-: مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ. (ج:۱، ص:٤٥٣، رقم الحديث:۳۱۹۸، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في سبع ارضين، مجلس البركات، مبارك پور) محمود على مشاهدى مصباحى.

اس ناخدا ترس حامی مشرکین امام پر واجب ہے کہ جتنے دنوں وہ مسجد کا صدر رہا اتنے دنوں کا حساب کتاب بلا تاخیر پیش کرے۔ اس میں کسی قسم کی رو رعایت ہرگز ہرگز نہ کی جائے۔ جو لوگ رو رعایت کریں گے وہ بھی قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں ماخوذ ہوں گے۔ مسجد کا معاملہ ہے تو لوگ ڈھیل دیے ہوئے ہیں اگر کسی کا ذاتی معاملہ ہوتا تو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہوتا۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس ناخدا ترس مسلم دشمن، مشرک دوست فاسق وفاجر امام کو فوراً بلا تاخیر امامت سے علاحدہ کر دیں اور جتنے دنوں تک وہ مسجد کا صدر رہا اتنے دنوں کا اس سے فوراً بلا تاخیر حساب لیں اگر نہ دے تو سب مسلمان اس سے میل جول، سلام کلام بند کر دیں۔ ویسے بھی اس مسلم دشمن مشرک دوست شخص سے میل جول، سلام کلام بند کر دینا ضروری ہے کہ اس نے مسجد ڈھا کر مندر بنانے کی حمایت کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یکم ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

[۳۰۵] مورتیوں کا کپڑا سلنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ زید سلائی کا کام کرتا ہے کچھ ہندو بھائی اپنی مورتی کا کپڑا سلواتے ہیں اور زید مورتی کے ناپ سے کپڑا سیتا ہے۔ زید پر کیا حکم ہے؟ زید نماز کا پابند ہے اور کبھی کبھی امام کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرتا ہے۔

محمد سلطان، مدرسہ ضیاء العلوم، ستبروا، ضلع پلاموں، بہار

الجواب

① سلائی کرنے والا کپڑے کی سلائی کی اجرت لیتا ہے، اس سے کوئی بحث نہیں کہ وہ کپڑا کس کا ہے، کون پہنے گا۔ اس لیے زید پر کوئی الزام نہیں اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ البتہ اس نے ہندو کو بھائی کہا اس سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲/ صفر ۱۴۱۳ھ

[۳۰۶] جس کی شادی میں ناچ ہوا، اسے امام بنانا گناہ

مسئلہ اگر حافظ قرآن کی شادی میں کسی نااہلی کی وجہ سے ناچ ہوا ہو حالاں کہ وہ بلانے کا ضامن نہ ہو، وہ خود ان خرافات کا حامل وعاشق نہ رہا ہو نہ آج بھی ہے جب کہ درمیان میں گیارہ سال متواتر امامت اذان

ملازمت مدرسہ کرتا رہا ہو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ پنج وقتہ امامت کر سکتا ہے؟ گاؤں کی بات ہے۔

حافظ عبدالمتین خاں وارثی، مدرسہ الجامعۃ الغوثیہ، مدینۃ العلوم، بھانٹ گنج، چلوریا بازار، بہرائچ شریف، یوپی

۸؍رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

یہ بھی اس حرام پر راضی تھا اس لیے یہ بھی فاسق ہے۔ اسے امام بنانا گناہ تھا اور اب بھی ہے۔ اس کے پیچھے اب تک جتنی نمازیں پڑھی ہیں سب کا دہرانا واجب ہے اور اسے معزول کرنا واجب۔ ہاں اگر توبہ کرے تب اسے امام بنانا درست مگر ۱۱؍سال اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا بہر حال واجب ہے اور توبہ کرنا بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۰۷] جس کا لڑکا جذامی ہے وہ اذان واقامت کہہ سکتا ہے

مسئلہ جس کے گھر میں جذام ہو، لڑکا مبتلاے مرض ہو اس کا باپ امامت و مؤذن کا کام انجام دے سکتا ہے یا نہیں؟

حافظ عبدالمتین خاں وارثی، مدرسہ الجامعۃ الغوثیہ، مدینۃ العلوم، بھانٹ گنج، چلوریا بازار، بہرائچ شریف، یوپی

۸؍رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

دے سکتا ہے، اس کی اذان و امامت بلا کراہت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۰۸] بار بار نکالے جانے والے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں

مسئلہ جس امام کو ایک گاؤں سے تین بار ایک ہی مسجد سے ہٹایا گیا ہو اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں، خود امام گاؤں کا ہے۔

حافظ عبدالمتین خاں وارثی، مدرسہ الجامعۃ الغوثیہ، مدینۃ العلوم، بھانٹ گنج، چلوریا بازار، بہرائچ شریف، یوپی

۸؍رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

اگر کسی ایسی وجہ سے ہٹایا گیا ہے جس کی بنا پر اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو اور وہ بات اب

بھی ہو تو اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی اب بھی ہوگی، اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اور اگر وہ وجہ ختم ہو گئی ہو مثلاً اس نے گناہ کیا تھا جس سے توبہ کر لی ہو، یا نماز صحیح طریقے سے نہیں پڑھتا تھا اور اب اس کی اصلاح کر لی ہے۔ اور اگر بلا کسی وجہ شرعی کے ہٹایا گیا تھا تو ہٹانے والے گنہ گار تھے۔ پہلے جب اس کے پیچھے نماز صحیح تھی اب بھی صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۰۹] ایک آنکھ والے کی اذان اور امامت درست ہے

مسئلہ اگر موذن کانا ہے، داڑھی شرعاً نہیں ہے تو اس کی اذان وامامت درست ہوگی یا نہیں؟

حافظ عبدالمتین خاں وارثی، مدرسہ الجامعۃ الغوثیہ، مدینۃ العلوم، بھانٹ گنج، چلوریا بازار، بہرائچ شریف، یوپی

۸؍رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

مکروہ ہے اور اذان کا اعادہ واجب، داڑھی منڈانے کی وجہ سے وہ فاسق معلن ہے اور فاسق کی اذان اور امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ کانے ہونے سے امامت یا اذان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۱۰] ولد الزنا کو امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ کسی مالک کے یہاں ایک نوکر رہتا تھا، رہتے رہتے مالک کی بیوی سے محبت ہوگئی۔ اس کے بعد اتفاقاً ایک دن نوکر مالک کی بیوی کو لے کر بھاگ گیا۔ نوکر بھی راضی تھا اور عورت بھی راضی تھی اس کے بعد مالک نے بھی کھوج نہیں کی۔ وہ دونوں کسی گاؤں میں رہنے لگے رہتے رہتے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا پھر دوسرا لڑکا پیدا ہوا، اسی طرح چار لڑکے پیدا ہوئے۔ پھر اس کے بعد لڑکا اور لڑکی نے ایک لڑکا کو پڑھایا وہ پڑھتے پڑھتے حافظ اور قاری ہوا۔ اب اس لڑکے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اس کا خلاصہ تحریر فرمائیں۔

پہلے والے شوہر نے آج تک طلاق نہیں دیا ہے، نہ تلاش کیا ہے اور نوکر بھی آج تک نکاح نہیں کیا ہے۔ کیا اس سے گاؤں والوں پر کچھ اثر پڑے گا؟

انوار الحق اشرفی، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، لال باغ، ضلع مرادآباد، یوپی

۲۴؍جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

گاؤں والوں پر واجب تھا اور اب بھی ہے کہ اس بے حیا نوکر اور اس عورت کا مکمل بائیکاٹ کریں اور اس وقت تک جاری رکھیں جب تک کہ یہ نوکر اس آوارہ بدکردار عورت کو اپنے گھر سے نکال کر علانیہ توبہ نہ کرے اور عہد کرے کہ آیندہ کبھی اس آوارہ کا منھ نہیں دیکھے گا، اگر چہ وہ بوڑھیا کھوسٹ ہو گئی ہو۔

ولد الزنا کی امامت صرف مکروہ تنزیہی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صرف خلاف اولی ہے لیکن اگر وہ نماز پڑھا دے تو نماز ہو جائے گی اگر چہ بکراہت ہوگی۔ یہ بھی اس وقت ہے جب کہ مقتدیوں میں اس سے زیادہ بہتر شخص موجود ہو اور اگر یہی سب سے زیادہ بہتر ہے تو کراہت نہیں۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: و يكره تنزيها إمامة عبد (إلى أن قال) وولد الزنا، هذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة، ملتقطا.[1] واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۱۱] زنا سے متہم امام کے پیچھے نماز کا حکم

مسئلہ مسجد کے امام پر ایک لڑکی نے زنا کا الزام لگایا اکثریت کی نگاہ میں بظاہر امام مسجد نیک آدمی ہے اور اکثر وقت مسجد میں ہی رہتا ہے بچوں کو قرآن کی تعلیم اور حفظ قرآن کراتے ہیں۔ بظاہر نیک ہے کم بولتے ہیں۔ اس گناہ یعنی امام صاحب کو زنا کرتے ہوئے یا لڑکی کا ہاتھ پکڑنے کا اشارہ کنایہ کرتے نہیں دیکھا۔ صرف لڑکی یہ اقرار کرتی ہے کہ میرے ساتھ امام مسجد نے مسجد کے باہر زنا کیا ہے اور اس کا حمل بھی ہے اور لڑکی کا گھر بھی مسجد کے پاس ہی ہے۔ امام صاحب اس الزام سے انکار کرتے ہیں اور کوئی بھی عینی گواہ نہیں ہے تو امام صاحب کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

حافظ فخر الاسلام، مقام و پوسٹ فتح پور، ضلع بھاگل پور، بہار

۱۸ر محرم ۱۴۱۲ھ

الجواب

سوال میں جو تفصیل درج ہے اس کے مطابق امام پر زنا کا الزام ثابت نہیں اور ان کے پیچھے نماز بلا کراہت درست۔ لڑکی کے کہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ زنا کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ چار مرد عادل، ثقہ، چشم دید گواہی

(۱)- تنویر الابصار والدر المختار، ج۲، ص:۲۹۸ تا ۳۰۱، ملتقطاً ، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دار الكتب العلمية، بيروت.

دیں۔ قرآن مجید میں فرمایا:

"لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ"[1] ۔ یہ لوگ چار گواہ کیوں نہیں لاتے۔

تجربہ ہے کہ آوارہ لڑکیاں اپنے اصل یار کو چھپاتی ہیں اور جسے کمزور و بے سہارا دیکھتی ہیں ان پر الزام دھرتی ہیں تاکہ اس یار سے کھیل کھیلنے کا موقع ضائع نہ ہو۔ مسلمان کو یہ نکتہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ عوام کا حال یہ ہے کہ ایک بدکار عورت جس پر الزام رکھ دیتی ہے لوگ یقین کر لیتے ہیں۔ یہ سخت گناہ و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۱۲] بے ریش بالغ کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے

مسئلہ کیا بے ریش نوجوان کے پیچھے نماز پڑھنا جب کہ اس سے بہتر شخص ریش والے اور امامت کے لائق موجود ہوں، نماز درست ہو سکتی ہے؟ اور بے ریش نوجوان مذکور کی امامت جائز ہے؟

جناب حفیظ اللہ صاحب، موضع سعادت پور، ضلع غازی پور

۵ر محرم الحرام، ۱۴۰۸ھ۔

الجواب

امامت کے لیے داڑھی ہونا شرط نہیں، بالغ ہونا شرط ہے۔ اگر یہ بے ریش بالغ ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست۔ اور اگر یہی امام مقرر ہے تو دوسرے اگرچہ علم و زہد و تقویٰ میں اس سے بڑے ہوں، بغیر اس کی اجازت کے ان کا امامت کرنا ممنوع۔ حدیث میں ہے:

وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَجْلِسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۳۱۳] ایک دو وقت امامت نہ کرنے سے امام سے جھگڑنا غلط ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

امام نیند کی وجہ سے دو ایک روز فجر کی نماز جماعت سے نہ کرا سکا بلکہ کسی دوسرے مقتدی نے جماعت کرادی۔ اس میں ایک مقتدی سے باتوں باتوں میں جھگڑا ہوتے ہوئے امام نے کہا کہ مجھ پر تمھاری حکومت نہیں چلے گی۔ بات بڑھ گئی تو امام نے کہا کہ آج میں عشا کی جماعت نہیں کراؤں گا، مقتدی نے کہا کہ ہم دیکھ لیں گے

---

(۱)- القرآن المجيد، سورة النور، الآية: ۱۲.

(۲)- سنن الترمذي، ج: ۱، ص: ۳۲، أبواب الصلاة، باب من أحق بالإمامة، مجلس بركات، الجامعة الأشرفيه، مبارك پور.

کیسے جماعت نہیں کراتے ہو۔ امام نے قصداً عشا کی جماعت نہ کرائی بلکہ کسی ایک مقتدی نے جماعت کرائی تو ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور امام پر کیا حکم ہوگا۔ اور امام کے اسی بات پر وہ دوسرے محلے کی مسجد میں جاکر نماز پڑھتا ہے، ایسے مقتدی پر کیا حکم ہے؟

ممتاز عالم، مسلم جماعت میٹھا پور، جام نگر، راجکوٹ گجرات

الجواب

پہلی زیادتی مقتدی کی ہے کہ اس نے ایک دو روز اگر (امام نے) کسی وجہ سے فجر کی نماز نہیں پڑھائی تو وہ امام سے جھگڑ پڑا، اور اس کو چیلنج کر دیا۔ دوسری غلطی امام کی بھی ہے کہ وہ ایک جاہل کے منھ لگا۔ اور ضد میں آکر محض اس کی بات کو نیچا کرنے کے لیے عشا کی نماز نہیں پڑھائی۔ مگر محض اتنی سی بات پر اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مقتدی محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ نماز پڑھنے جاتا ہے یہ اس کی غلطی ہے مگر اس کی وجہ سے اس پر کوئی گناہ عائد نہیں ہوتا۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۱۴] کیا فاسق سید کو امام بنانا جائز ہے

مسئلہ زید کہتا ہے کہ سید اگر چہ سینما دیکھے اور فاسق معلن ہو مگر اس کے پیچھے نماز پڑھنا یعنی اس کی اقتدا کرنا گویا رسول اکرم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے۔

نذیر احمد پرسیڈینٹ وقف بورڈ، بیڑی فیکٹری، اللہ بخش اسٹریٹ، تری انت پور، اے پی

الجواب

سینما دیکھنے والا فاسق معلن ہے اگر چہ وہ اپنے کو سید کہتا ہے، بلکہ اگر چہ واقعی وہ سید ہو، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم. (۱)

در مختار میں ہے:

---

(۱)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص: ۵۱۳، فصل في الإمامة، سهيل اكيڈمی، لاهور.

كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها.[1]

یہ حکم عام ہے سید غیر سید سب کو، احکام شرعیہ میں کسی کی تخصیص نہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: لو سرقت فاطمة بنت محمد لقطعت يدها.[2] واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۱۵] بے نمازی کے گھر امام کو کھانا پینا جائز ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

بے نمازی کا بفرمان نبی ﷺ اسلام میں کوئی حق نہیں۔ اس کے گھر میں آگ لگادوں۔ اس کی نظر کسی شے میں ایک مرتبہ لگ جائے تو چالیس سال دن ورات تک وہ شے رحمت وبرکت سے محروم ہو جائے۔ مسلم وغیر مسلم میں صرف نماز کا فرق ہے۔ وبعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے کفر کہا۔ وبعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا وہ کافر ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اسے قید کیا جائے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اسے قید کیا جائے اور قتل کیا جائے۔ حضور غوث الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا: بے نمازی جب مرجائے تو اسے نہ غسل دیا جائے نہ کفن دیا جائے نہ نماز جنازہ پڑھی جائے نہ قبرستان میں دفن کیا جائے۔ لہذا اب ایسی صورت میں امام مسجد کو بے نمازی کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

محمد شوکت علی، بیر گنج، ومحمد عظیم الدین گریڈیہ

الجواب

آپ نے بے نمازی کے بارے میں جو کچھ نقل کیا ہے ان میں سے کچھ باتیں صحیح ہیں بلکہ اکثر صحیح ہیں۔ بعض باتیں بے بنیاد ہیں مثلاً یہ کہ اس کی نظر کسی شے میں ایک مرتبہ لگ جائے تو چالیس سال دن رات تک وہ شے رحمت وبرکت سے محروم ہو جائے۔ ایسی وعید میری نظر سے کہیں نہیں گزری اور نہ یہ صحیح ہو سکتی ہے۔ ورنہ پھر سارا جہاں ہمیشہ اللہ کی رحمت سے محروم رہے، اس قدر میں کوئی شبہہ نہیں کہ بے نمازی سخت فاسق معلن ہے مگر اتنا تشدد کہ اس کے یہاں کھانا پینا جائز نہ ہو اس بات کی جانب مفضی ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان

---

(۱)- الدر المختار، ج۲، ص: ۱٤٧، ١٤٨، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۲)- التفسيرات الاحمدية، ص: ٣٥٨.

عوام وخواص سب گنہ گار ہیں کون ایسا عالم یا مقتداے دینی ہوگا جس نے بے نمازی کے یہاں نہ کھایا ہو یا نہ کھاتا ہو۔ اب اگر آپ کے امام نے کھالیا تو صرف امام ہی کے بارے میں کیوں سوال کرتے ہیں سب کھانے والوں کے بارے میں کیوں نہیں سوال کرتے؟ کسی مسلمان کے پیچھے اس طرح پڑنا کہ اسے خواہ مخواہ گنہ گار ٹھہرایا جائے خود گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۱۶] نجدی امام کی اقتدا میں نماز نہیں ہوگی

مسئلہ بہت سے سنی صحیح العقیدہ امامِ حرم کی اقتدا میں نمازیں ادا کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی نمازیں ہوتی ہیں یا نہیں؟ مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں۔

سرفراز احمد، محلہ پرانی بستی، مبارک پور، اعظم گڑھ

۲۴/ اگست ۱۹۸۶ء

الجواب

حرمین طیبین کے امام نجدی ہیں اور نجدیوں کے عقائد کے بارے میں مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے جن کو ان کی جماعت والے مولانا مدنی کہتے ہیں، اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں لکھا ہے کہ ''یہ شان رسالت میں انتہائی گستاخ ہوتے ہیں''۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ شان رسالت میں ادنی سی گستاخی کرنے والا کافر ہے۔ جیسا کہ شفا شریف اور اس کی شرح اور شامی میں مذکور ہے۔ ایسی صورت میں نجدیوں کی نماز نماز ہی نہیں، اس لیے کہ نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے، جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی اس لیے ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۱۷] امام کے لیے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں

مسئلہ زید جو تقریباً چار پانچ سال سے منصب امامت پر فائز ہے، پابند شرع ہے، سنی صحیح العقیدہ ہے، ماشاءاللہ عالم دین بھی ہے لیکن شادی شدہ نہیں ہے۔ تقریباً ۲۴/ ۲۵/ سال کی عمر ہے، شادی کا منکر بھی نہیں ہے، وقت کا انتظار ہے لیکن کچھ مقتدیوں کو اعتراض ہے کہ بغیر شادی شدہ امام کے پیچھے نماز درست نہیں اور امام صاحب بہار شریعت کا حوالہ دیتے ہیں کہ امامت کے شرائط میں سے کوئی شرط ایسی نہیں کہ امام کا شادی

شدہ ہونا ضروری ہو۔ لہذا مقتدیوں کا نماز سے احتراز کرنا کہاں تک درست ہے؟

محمد اشفاق عالم رضوی، مدرسہ سراج العلوم، نہال نگر، مالیگاؤں

۲/ ذوالحجہ، ۱۴۰۶ھ

الجواب

امام کے لیے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں، بالغ ہونا ضروری ہے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبل ہجرت مدینہ طیبہ بھیجا اور وہ وہاں امامت کرتے تھے اور ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ بہت سے محدثین اور اولیاے کرام ایسے گزرے ہیں جنھوں نے مدت العمر شادیاں نہیں کیں، مثلاً امام بخاری، حضرت محبوب الٰہی، حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی وغیرہ وغیرہ اور یہ سب امامت فرماتے تھے۔

اگر امام بالغ ہونے کے ساتھ دیگر شرائط امامت کا جامع ہے، تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے۔ حتیٰ کہ امرد جس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے، اگر وہ اس عمر کو پہنچ جائے تو فقہا فرماتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ چناں چہ علامہ شامی نے حاشیہ مدنی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

علامہ شیخ عبدالرحمٰن بن عیسی مرشدی، شیخ احمد بن یونس معروف بہ ابن شلبی اور مفتی محمد تاج الدین قلعی علیہم الرحمہ کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا کہ ایک شخص بیس برس کا ہو چکا ہے، لیکن ابھی اسے داڑھی نہیں آئی ہے، صرف تھوڑی پر چند بال نکلے ہیں، تو کیا وہ امرد کے حکم میں نہیں؟ اور اس کی امامت کا وہی حکم ہے جو کامل مردوں کی امامت کا ہے؟ تو ان بزرگوں نے اس کے پیچھے بلا کراہت نماز جائز ہونے کا فتویٰ دیا۔

شامی کی عبارت یہ ہے:

وَفِي حَاشِيَةِ الْمَدَنِيِّ عَنِ الْفَتَاوَى الْعَفِيفِيَّةِ : **سُئِلَ** الْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عِيسَى الْمُرْشِدِيُّ عَنْ شَخْصٍ بَلَغَ مِنَ السِّنِّ عِشْرِينَ سَنَةً وَتَجَاوَزَ حَدَّ الْإِنْبَاتِ وَلَمْ يَنْبُتْ عِذَارُهُ، فَهَلْ يَخْرُجُ بِذٰلِكَ عَنْ حَدِّ الْأَمْرَدِيَّةِ، وَخُصُوصًا وَقَدْ نَبَتَ لَهُ شَعَرَاتٌ فِي ذَقَنِهِ تُؤْذِنُ بِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُسْتَدِيرِي اللِّحَى، فَهَلْ حُكْمُهُ فِي الْإِمَامَةِ كَالرِّجَالِ الْكَامِلِينَ أَمْ لَا؟

أَجَابَ: سُئِلَ الْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ الشَّلَبِيِّ مِنْ مُتَأَخِّرِي عُلَمَاءِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ، فَأَجَابَ بِالْجَوَازِ مِنْ غَيْرِ كَرَاهَةٍ. وَنَاهِيك بِهِ

قُدْوَةً، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ . وَكَذٰلِكَ عَنْهَا الْمُفْتِي مُحَمَّدُ تَاجُ الدِّينِ الْقَلَعِيُّ فَأَجَابَ كَذٰلِكَ اه[1]۔

جس نے یہ کہا کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو وہ امامت نہیں کر سکتا اس نے اپنے جی سے نئی شریعت گڑھی، ایسے لوگوں کے لیے حدیث شریف میں فرمایا:

ما بال أقوام يشترطون شروطا ليس في كتاب الله-[2]

کیا حال ہے ایسے لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔

اس شخص پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۱۸] بد عقیدہ کو امام بنانا کیسا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ بد عقیدہ کو امام بنانا کیسا ہے؟

اظہار الحق، بشنوپور، حکیم آباد، سمستی پور، بہار

۲۶؍شوال ۱۴۰۶ھ

الجواب

وہ بد عقیدہ جس کی بد عقیدگی حد کفر تک پہنچی ہو اسے امام بنانا جائز نہیں۔ نہ اس کی نماز نماز، نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز صحیح، ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔

در مختار میں ہے:

وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة يكفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلا.[3]

واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۰۱،۳۰۲، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۲)- صحیح البخاری، ج:۱، ص:۶۵، رقم الحدیث:۴۵۶، کتاب الصلاۃ، باب ذکر البيع والشراء على المنبر، مجلس البرکات، مبارک پور.

(۳)- الدر المختار مع رد المحتار، ج ۲، ص: ۳۰۰-۳۰۱، کتاب الصلاۃ باب الامامة، دار الكتب العلميه، بيروت.

[۳۱۹] جب تک الزام زنا ثابت نہ ہو امام بنانے میں حرج نہیں

مسئلہ زید علم داں ہے اور اولیا اللہ کا شیدائی ہے، گاؤں میں فاتحہ درود کرتا رہتا ہے، میلاد شریف، گیارہویں شریف اور خواجہ غریب نواز کا فاتحہ بھی کرتا ہے۔ شریعت کا پابند ہے وقت پر امام ہو کر نماز بھی پڑھاتا ہے۔ زید کے دشمن برا الزام لگا کر اسے زانی قرار دے کے سزا بھی دیے ہیں۔ زید نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیا ہے مگر جھوٹی گواہی پانچ آدمی دے کر زید سے اس کی بیوی کو الگ کروا دیے ہیں۔ زید دوسری شادی مجبور ہو کر کر لیا ہے۔ مگر زید امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ زید پہلی والی بی بی کو لے سکتا ہے یا نہیں؟ شرع کی روشنی میں آگاہ فرمائیں۔

شیخ عبد الجبار، محلہ پٹھان، پوسٹ بھدرک، ضلع بالیشر، اڑیسہ

الجواب

اگر یہ صحیح ہے کہ زید پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ غلط ہے تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ محض الزام سے کچھ نہیں ہوتا جب تک الزام ثابت نہ ہو۔ زنا کا ثبوت بہت مشکل ہے۔ زنا کے ثبوت کے لیے یہ ضروری ہے کہ چار مرد عادل چشم دید گواہی دیں۔

قرآن مجید میں ہے:

"وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً". (۱)

جو لوگ پاک دامن عورتوں (یا مردوں) پر زنا کا الزام لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی کوڑے مارو۔

زنا اگر چہ بہت بڑی بے حیائی ہے مگر مسلمان کی عزت و آبرو اس سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ اللہ عزوجل نے یہ اس لیے فرمایا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہ رہ سکے گی۔ زید کی پہلی بیوی سے طلاق اگر ایسے گواہوں سے ثابت ہے جن کی گواہی شرعاً معتبر ہے یعنی یہ سب کے سب یا ان میں کم از کم دو مرد عادل، ثقہ، متدین ہوں تو طلاق ثابت، پھر اگر انھوں نے تین طلاق کی گواہی دی ہے تو زید بغیر حلالہ اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اور اگر ایک یا دو طلاق ثابت تو بغیر حلالہ بھی نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۱۲ر ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ

---

(۱)- القرآن المجید، سورۃ النور، الآیۃ: ۴.

[۳۲۰] امام معین کے علاوہ کا جمعہ وعیدین کی نماز پڑھانا کیسا

مسئلہ فجر کی نماز باجماعت نہ پڑھا ہوا شخص کیا جمعہ و عیدین کی نماز کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

قاضی میر احمد، قاضی گنگاوتی، ضلع رائچور، کرناٹک

۱۳ر جمادی الاولی، ۱۴۱۳ھ

الجواب

اگر یہی شخص جمعہ و عیدین کا امام معین ہے تو یہی جمعہ و عیدین پڑھائے؛ اس لیے کہ امام معین کے علاوہ بغیر اس کی اجازت کے اگر کوئی دوسرا جمعہ یا عیدین پڑھائے گا تو جمعہ و عیدین نہ ہوں گے۔

در مختار میں ہے: وفی السراجية لو صلی أحد بغير إذن الخطيب لا يجوز إلا إذا اقتدى به من له و لاية الجمعة[1]. واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۲۱] نس بندی کرانے والے کو امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

مسلمانوں (مرد و عورت) کو افزائش نسل روکنے کے لیے نس بندی یا کوئی اور طریقہ اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا نس بندی کرائے ہوئے ایک متقی پرہیز گار شخص کی امامت میں نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ یہ خلاصہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ نس بندی سے صرف افزائش (FERTILITY) رک جاتی ہے اور حمل قرار نہیں پاتا ورنہ تمام جنسی و فطری تقاضے پورے ہوتے ہیں اور اہلیہ کو کوئی شکایت نہیں ہوتی۔ دیگر اگر کبھی افزائش کی ضرورت محسوس ہو تو اس نس کو دوبارہ جوڑا جا سکتا ہے جس میں افزائش کے جراثیم ہوتے ہیں۔ عموماً یہ نس بندی حکومت کے ایما پر کرائی گئی ہے۔

شاہ محمد خاں، مرزاپور

۱۳ر شعبان ۱۴۰۳ھ

---

(۱)- الدر المختار مع رد المحتار، ج ۳، ص: ۱۲، کتاب الصلاۃ باب الجمعة، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

الجواب

نس بندی کرانا حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ روز ازل شیطان نے مردود بارگاہ ہوتے وقت عہد کیا تھا: وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝[1]

میں ضرور ان سے کہوں گا وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور میں ضرور ان سے کہوں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بدلیں اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے گا وہ ضرور نقصان میں رہے گا۔

اور نس بندی کرانا یقیناً اللہ کی بنائی ہوئی چیز کو بدلنا ہے اس لیے یہ بلا شبہہ حرام، اس کے علاوہ نس بندی کے ناجائز ہونے کے اور بھی اسباب ہیں، جس شخص نے نس بندی کرالی وہ ضرور فاسق ہو گیا۔ اسے ہرگز ہرگز امام نہیں بنانا چاہیے جب تک کہ وہ صدق دل سے توبہ نہ کرے۔ تنگ دستی یا محتاجی کے اندیشے کی وجہ سے افزائش نسل روکنے کی کوشش شرعاً سخت مذموم ہے۔ مسرکین عرب اسی اندیشے سے اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ اس پر فرمایا گیا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۚ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ[2] محتاجی کے اندیشے سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ ہم تم کو بھی روزی دیتے ہیں اور انھیں بھی۔

نیز حدیث میں فرمایا:

تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم.[3] زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے تم لوگ شادی کرو اس لیے کہ میں تمھاری کثرت پر دوسری قوموں کے مقابلے میں مباہات کروں گا۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۲۲] زنا سے توبہ کرنے والے کو امام بنانا کیسا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ:

زید مسجد کا امام تھا اور غلطی سے بلاے زنا میں مبتلا ہو گیا گاؤں کے لوگوں نے اس کو شریعت کے مطابق

(۱)- القرآن المجيد، سورة النسا، الآية: ۱۱۹.

(۲)- القرآن المجيد، سورة الاسرا، الآية: ۳۱.

(۳)- مشكاة المصابيح، ص: ۲٦٧، كتاب النكاح، مجلس البركات، مبارك پور.

سزادیا۔ اب وہ ہماری مسجد کا امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ لہذا آپ اس کا جواب قرآن وحدیث سے دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

شیخ مطیع اللہ جیبی، مقام بارابائیر، پوسٹ تیرن، ضلع کٹک اڑیسہ

۲۷؍ جون ۱۹۷۹ء

الجواب

گاؤں والے شریعت کے مطابق سزا دے ہی نہیں سکتے۔ زانی کی سزا سو کوڑے ہیں یا سنگ سار کرنا ہے۔ یہ گاؤں والوں کے بس میں نہیں ہے۔ بہر حال یہ شخص اگر صدق دل سے سچی توبہ کرے تو اسے دوبارہ امام بنا سکتے ہیں۔ حدیث میں ہے: التائب من الذنب کمن لا ذنب له [1]۔ اور قرآن میں ہے: "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ"۔ [2] واللہ تعالیٰ اعلم

۷؍ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

[۳۲۳] زنا کی تہمت لگانے والے کو امامت سے علاحدہ کر دیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ:

زید کے لڑکے کی شادی بکر کی لڑکی سے طے ہوئی۔ بارات کے دن زید اور بکر کے درمیان کچھ باتیں ہوئیں جس کی وجہ سے بارات بغیر نکاح کے واپس ہو گئی۔ اب زید کے بھائی نے اپنے پٹی داری (برادری) کے چچازاد بھائی سے کہا کہ آپ اپنے لڑکے کی شادی بکر کی لڑکی سے کر دو۔ بہر حال زید کے چچازاد بھائی تیار ہونے لگے تو زید نے کہا کہ آپ اس لڑکی سے اپنے لڑکے کی شادی نہ کیجیے اس لیے کہ میرے لڑکے سے اور بکر کی لڑکی سے تعلق ہے۔ بارات جانے کے پہلے سے میرا لڑکا وہاں آتا جاتا تھا اور بارات واپس آنے کے بعد بھی تین بار گیا ہے۔ اس سے اور اس لڑکی سے تعلق ہے اور لڑکے نے خود بھی اقرار کیا ہے، مثلاً لڑکے نے یہ کہا ہے کہ میں چھلانگ بھی لگا چکا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ آپ اگر شادی کر لیں گے تو ہم سے اور آپ سے دشمنی اور مار پیٹ بھی ہو سکتی ہے۔ یہ سب کہنے کے بعد جس لڑکی کی بارات واپس ہوئی تھی اس سے چھوٹا لڑکا جو ہے اس کے ساتھ

(۱)- سنن ابن ماجہ، ج:۲، ص:۳۱۳، أبواب الزهد.

(۲)- القرآن المجید، سورة البقرة، الآية: ۲۲۲.

زید نے بکر کی لڑکی سے شادی کر دی۔ زید کے باپ جو کہ حافظ اور مسجد کے امام بھی ہیں انھوں نے بھی جو باتیں زید نے کہی تھیں وہی باتیں کہیں۔ ایسی صورت میں از روے شرع زید کے لیے کیا حکم ہے اور حافظ موصوف کے پیچھے نماز پڑھی جائے کہ نہیں اور ان کے یہاں کھانا پینا جائز ہے کہ نہیں؟ شریعت کا جو حکم ہو جاری فرمائیں۔

عتیق الرحمن، محمد اسماعیل

۱۸ر جمادی الاولی، ۱۴۱۸ھ

الجواب

زید کے والد کو فوراً امامت سے الگ کیا جائے۔ جس وقت سے اس نے وہ باتیں کہی ہیں اس وقت سے اب تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب کا دہرانا واجب ہے۔ اس نے ایک مسلمان لڑکی پر زنا کا الزام لگایا ہے۔ اس پر فرض ہے کہ چار عادل مرد چشم دید گواہوں کو پیش کرے ورنہ وہ اسی کوڑے کا مستحق ہے، اور وہ ہمیشہ کے لیے فاسق، مردود الشہادۃ ہے۔ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ﴿۴﴾ (۱)

جو لوگ مسلمان پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت رکھیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی کوڑے ماریں، اور ان کی کبھی بھی گواہی قبول نہ کریں، یہی لوگ فاسق ہیں۔

اور فاسق کو امام بنانا گناہ اور معزول کرنا واجب۔ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۲۴] امامت میراث نہیں کہ باپ کے بعد بیٹے کو ملے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک شخص قاضی شہر و امام جامع مسجد مقرر تھا ان کا انتقال ہو گیا۔ کچھ لوگ انھیں کے لڑکے کو امام بنانا چاہتے ہیں جنھوں نے اپنی خوشی سے نس بندی کرالی ہے اور معمولی پڑھے ہوئے ہیں صرف اس بنا پر کہ مرحوم امام کے بعد انھیں کے لڑکے ہی کا حق ہے، اور پڑھا لکھا طبقہ یہ کہتا ہے کہ ہمارے یہاں مولوی، عالم،

---

(۱)- القرآن المجید، سورۃ النور، الآیۃ: ۴.

متقی، پرہیز گار موجود ہیں ان کے ہوتے ہوئے مذکور شخص اس لائق نہیں اور نہ امامت موروثی حق ہے۔

اور کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ نس بندی ہوگئی ہے تو کیا خطبہ یہ پڑھادیں گے اور نماز دوسرا شخص پڑھادے گا لیکن اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ خطبہ ہو یا نماز مولوی، عالم کے ہوتے ہوئے نس بندی والا شخص اس لائق نہیں۔ لہذا ایسی صورت میں کون سا شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے؟

محمد حنیف منصوری، مرزا روڈ، ضلع بھیلواڑہ

۱۸/ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

الجواب

امامت میراث نہیں کہ باپ کے بعد بیٹے کو ملے۔ امامت کا حق نمازیوں میں سب سے زیادہ علم والے اور متقی کو ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله فإن كانوا في القراءة سواء فأعلمهم بالسنة. (۱)

رواه مسلم عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه.

عامہ کتب فقہ میں ہے:

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة. (۲)

اس لیے امام اسی کو مقرر کیا جائے جو سب سے زیادہ علم والا ہو وہی خطبہ پڑھائے اور نماز بھی پڑھائے۔ امام کے لڑکے نے نس بندی کرائی ہے اس لیے وہ امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۲۵] دیوبندی سے میل جول رکھنے والے کو امام بنانا گناہ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک مسجد ہے جس میں اکثر نمازی سنی صحیح العقیدہ ہیں۔ اس مسجد کے ایک امام صاحب ہیں جو یتیم خانہ صفویہ، کرنیل گنج میں درجہ حفظ سے فارغ ہیں۔ ان کے پیچھے سبھی مقتدی نماز ادا کرتے ہیں لیکن اس مسجد کے چند اراکین دیوبندی اور جماعت اسلامی ہیں امام صاحب مذکور ان دیوبندیوں کے یہاں کھانا کھاتے ہیں اور نشست

(۱)- الصحیح لمسلم، ص: ۲۳٦، ج: ۱، باب من أحق بالإمامة، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- الدر المختار مع رد المحتار، ج ۲، ص: ۲۹٤، كتاب الصلاة باب الامامة، دار الكتب العلميه، بيروت.

وبرخاست بھی ہے۔ حالاں کہ تاکیداً امام صاحب کو اس سے منع کیا گیا اور حکم حدیث سنایا گیا۔ ”ولا تواکلوھم ولا تجالسوھم۔“ حدیث میں نہی بر بنائے تحریم ہے یا توبیخ ہے، آگاہ فرمائیں اور امام صاحب مذکور کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے کہ نہیں حالاں کہ وہ اپنے کو سنی بتاتے ہیں اور دیوبندیوں سے تعلقات بھی ہیں۔ رمضان المبارک میں ان سے سنی ادارے کا چندہ وصول کرتا ہے۔ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

مولانا افضال احمد قادری، مدرسہ صدر العلوم، ریلوے مسجد، بڑا گاؤں، گونڈہ، یوپی

۱۵ر رمضان ۱۳۹۹ھ

الجواب

دیوبندیوں، مودودیوں سے میل جول، سلام کلام، نشست و برخاست ان کے ساتھ کھانا پینا حرام و گناہ ہے۔ حدیث میں بدمذہبوں کے بارے میں وارد ہے:

إياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم.(۱)

بدمذہبوں کو اپنے سے دور رکھو ان سے خود دور رہو کہیں تم کو گمراہ نہ کر دیں، کہیں تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔ دوسری حدیث میں ہے:

فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم.(۲)

ان کے ساتھ نہ اٹھو، نہ بیٹھو، نہ کھاؤ، نہ پیو، نہ شادی کرو، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو، نہ ان کے ساتھ (یعنی ان کے پیچھے) نماز پڑھو۔

دیوبندیوں سے دینی کام کے لیے چندہ مانگنا حرام ہے۔ حدیث میں ہے: إنا لا نستعين بمشرك.(۳)

بلا شبہہ یہ امام جو دیوبندیوں مودودیوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے، ان کے یہاں اٹھتا بیٹھتا ہے، ان کے ساتھ کھاتا پیتا ہے، ان سے سلام و کلام رکھتا ہے اور ان سے چندہ مانگتا ہے فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

---

(۱)- الصحیح لمسلم، ص: ۱۰، ج: ۱، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ، مجلس البرکات
● مشکاۃ المصابیح، ص: ۲۸ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مجلس البرکات.

(۲)- المستدرک للحاکم، ج ۳، ص: ۶۳۲.

(۳)- سنن ابن ماجہ، ص: ۲۰۳، باب الاستعانۃ بالمشرکین.

غنیہ میں ہے:لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم [1]۔
در مختار میں ہے:کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها [2]۔واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۲۶] بے قصور کو مارنے والے کو امام بنانا گناہ ہے

مسئلہ ایک شخص عالم موضع ہے پیش امام بھی ہے اس کے پیچھے پانچوں وقت کی نماز کے علاوہ عید وبقر عید کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے۔اس کے وہاں اس کی بھتیجی کی شادی تھی اس سلسلے میں طوائف کو بلوایا گیا اور دروازے پر طوائف نے ہر اداکاری پیش کی۔اور ہر ہندوانہ رسم کی ادائگی بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی۔اور ایک بے گناہ مسلمان عورت کے ساتھ اس عالم نے ظلم کیا۔اور ایسا کارنامہ دکھایا کہ اس کو جان سے مارنے کی کوشش کی۔پہلی لاٹھی خود اس نے چلایا جو اس کے کندھے پر پڑی اس سے وہ بے چاری گر پڑی اور للکار کر گڑانسے سے اس کے سر پر شدید چوٹ دی گئی۔اس میں علمائے کرام کی کیا رائے ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کا ضعیف باپ بھی پسٹل اور گڑانسی کے جرم میں قید کیا گیا،کچھ دن جیل میں رہا۔کیا اس ضعیف باپ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟اور یہ عالم نسلاً حرامی بھی ہے۔

بدر الدین اعظمی، نگرہٹہ، پوسٹ نگرہٹہ، ضلع اعظم گڑھ

الجواب

بھتیجی کی شادی میں طوائف کے بلانے پر اگر یہ عالم راضی نہیں تھا تو اس پر اس سے کچھ الزام نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى [3]. ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں لادا جا سکتا۔

اور اگر اس بے حیائی سے یہ عالم راضی تھا تو ضرور یہ فاسق معلن ہوا اسے امام بنانا ناجائز وگناہ ہے۔یوں ہی کسی بے گناہ کو مارنا حرام قطعی ہے اس کی وجہ سے بھی یہ امام فاسق معلن ہوا۔فاسق معلن کو امام بنانا گناہ،اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔قید کیا جانا جیل جانا ثبوت جرم کے لیے کافی نہیں،بارہا بے قصور بھی جیل میں بند ہو جاتے ہیں۔اگر اس کا بوڑھا باپ کسی علانیہ گناہ کا مرتکب ہے اور توبہ نہیں کی ہے تو اس کو بھی

(۱)- غنیة المستملی شرح منیة المصلی، ص:۵۱۳، فصل فی الإمامة، مطبع سہیل اکیڈمی، لاہور۔
(۲)- الدر المختار، ج۲، ص:۱۴۷، ۱۴۸، کتاب الصلاة باب صفة الصلاة، دار الکتب العلمیه، بیروت۔
(۳)- القرآن المجید، سورة الأنعام، الآیة:۱۶۵۔

امام بنانا جائز نہیں۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۲۷] نس بندی کرانے سے سابقہ اعمال ضائع نہیں ہوتے

مسئلہ فیملی پلاننگ کرانا گناہ صغیرہ ہے یا گناہ کبیرہ، یا اسلام کے مزاج کے خلاف ہے؟ اس سے معافی کی کیا صورت ہے؟

الجواب

فیملی پلاننگ کرانے والا فاسق و فاجر ہو جاتا ہے۔ اسے امام بنانا جائز نہیں لیکن اگر حج کرے گا تو اس کا حج ہو جائے گا۔ نس بندی کرانے سے پہلے جو اعمال کیے وہ رائیگاں نہ ہوئے۔ یہ اگر مر جائے تو مسلمان کی طرح اسے کفن دفن دینا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنی فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص اس نیت سے کہ دوسروں کو عبرت ہو نس بندی کرانے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھے وہ مستحق اجر ہے۔ معافی کی صورت یہی ہے کہ وہ توبہ کرے۔ حدیث میں ہے: التائب من الذنب کمن لا ذنب له. [1] واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۲۸] دیوبندی مولوی کو تقریر کے لیے بلانے والے کی امامت

مسئلہ زید سنی صحیح العقیدہ ہے اور عمرو بکر دیوبندی ہیں۔ تینوں مل کر ایک جگہ جلسہ کرتے ہیں اس جلسہ میں سنی عالم اور دیوبندی مولوی دونوں ایک ہی اسٹیج پر تقریر کرتے ہیں تو ایسا اجتماعی جلسہ جائز ہے یا نہیں۔ ایسے سنی مولوی کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو ایسے امام کے لیے توبہ لازم ہے یا نہیں۔ کیا توبہ، بھرے مجمع میں لازم ہے یا تنہائی میں؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں مدلل و مکمل جواب باصواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

نور محمد خاں، سنی کربلا مسجد، کملا نگر، اشاپ ہل، ممبئی۔
۲۷ر محرم الحرام ۱۴۱۰ھ

الجواب

دیوبندی شان الوہیت و رسالت میں گستاخی کرنے کے وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ ان کو تقریر کے

---

(۱)- سنن ابن ماجه، ج ۲، ص: ۳۱۳، باب ذکر التوبه.

لیے بلانا، ان کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھنا حرام، ان کی تقریر سننا حرام۔ زید اپنے مذکورہ بالا فعل کی وجہ سے فاسق معلن ہو گیا اس پر توبہ فرض ہے وہ بھی علانیہ۔ اگر توبہ کرلے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ اگر علانیہ توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے ہٹانا واجب، امام باقی رکھنا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

قال الله تعالی: "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝" (۱).

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

وإن القوم الظالمين يعم الكافر والمبتدع والفاسق والقعود مع كل هولاء يمتنع. (۲)

حدیث میں ہے:

فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم. (۳)

غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (۴)۔

در مختار میں ہے:

كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها (۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۲۹] ایک امام کے قول کی تاویل

مسئلہ زید ایک عالم دین ہے، جامع مسجد میں امامت کرتا ہے۔ خطبہ جمعہ کے قبل دوران تقریر کہا کہ کچھ شریر لوگ نماز ادا کرنے آتے ہیں جن کی شرارت کی وجہ سے ان کی نماز نہیں ہوتی اور تاقیامت نہیں ہوگی۔

عبد الجبار، مدرسہ تنویر الاسلام، موضع مصطفی آباد، ضلع سیوان، بہار

---

(۱)- القرآن المجيد، سورة الانعام، الآية: ٦٨.

(۲)- التفسير الاحمديه، ص:٢٥٥، زیر آیت: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

(۳)- المستدرك للحاكم، ج٣، ص: ٦٣٢، السنة لابن ابی عاصم، ج ٢، ص: ٤٨٣.

(۴)- غنية المستملی شرح منية المصلی، ص: ٥١٣، فصل الإمامة، مطبع سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۵)- الدر المختار، ج٢، ص: ١٤٧، ١٤٨، كتاب الصلاة باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

الجواب

یہ صحیح ہے کہ کچھ نمازیوں کی نماز نہیں ہوتی، عوام اپنی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے صحیح سے وضو نہیں کرپاتے اور صحیح طور سے نمازیں نہیں پڑھتے۔ نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ شریر سے اس کی مراد بدمذہب وہابی، مودودی وغیرہ ہوں۔ وہابی شان الوہیت ورسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں اور نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے جب یہ لوگ ایمان سے محروم تو ان کی نماز قطعا نہیں ہوتی۔ اس لیے اس قول کی بنا پر امام پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۳۰] عورتیں اپنے گھروں میں امام کی اقتدا کر سکتی ہیں یا نہیں؟

مسئلہ تراویح و فرض نماز کی آواز جو بالکل صاف گھروں میں سنائی دیتی ہے کیا مستورات اپنے گھروں میں امام کی اقتدا میں اپنی نماز ادا کر سکتی ہیں؟

سید ابراہیم قادری، قادری میڈیکل اسٹور، نزد اولیا مسجد غیبی نگر، بھیونڈی، تھانہ، مہاراشٹر

۱۶/ ذو قعدہ ۱۴۱۲ھ

الجواب

مسجد میں جو نماز ہو رہی ہے اس امام کی اقتدا وہ لوگ نہیں کر سکتے جو اپنے گھروں میں لاؤڈ اسپیکر کی آواز سن رہے ہیں، اس لیے کہ اقتدا صحیح ہونے کے لیے امام اور مقتدی کا حقیقتاً یا حکماً ایک مکان میں ہونا شرط ہے۔ اگر امام یا مقتدی دو ایسے مکانوں میں ہوں کہ بیچ میں راستہ ہو تو اقتدا صحیح نہیں۔ اقتدا اس وقت صحیح ہے کہ امام کے پیچھے صفیں متّصل ہوں حکماً یا حقیقتاً۔ امام یا مقتدی کے درمیان یا پچھلی صف اور اگلی صفوں کے درمیان اتنی جگہ حائل نہ ہو جس سے مکان بدل جائے۔ مثلاً راستہ۔ در مختار میں اقتدا کی صحت کے لیے لکھا:

الحائل لا يمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رو ية ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد و بيت في الأصح و لا حكما عند اتصال الصفوف (۱)۔

---

(۱)- تنویر الابصار و در مختار، ج ۲، ص: ۳۳۳، باب الامامة.

علامہ شامی نے فرمایا: إن اختلاف المكان مانع من صحة الاقتداء ولو بلا اشتباه [1]۔
واللہ تعالیٰ اعلم [2]

[۳۳۱-۳۳۲] ایسے شخص کو امام بنانا کیسا جو کہے کہ غوث کی غوثیت سے انکار کفر نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

❶ ایک مصباحی نے ترتیب اشتہار میں برائے القاب ”شارح شریعت“ لکھا تھا۔ لیکن کاتب نے غلطی سے شارع شریعت لکھ دیا جس سے بعینہٖ شارع شریعت پریس سے چھپ کر آ گیا۔ ایسی حالت میں جب کہ مصباحی صاحب کا ایمان ہے کہ شارع صرف حضور اقدس ﷺ کی ذات ہے۔ بربنائے سہو کاتب مرتب پر یعنی مصباحی صاحب پر از روئے شرع توبہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

❷ ایک صاحب ہیں جو اکثر وعظ و نصیحت کی محفلوں میں بلائے جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی غوث کی غوثیت سے انکار کر دے تو خارج از اسلام نہ ہوگا۔ جب کہ اعظمی صاحب کی باتوں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ کسی نفاق کا بیج بو رہے ہیں۔

ایسی باتوں اور خیالوں کے مرتکب ہونے والے پر حد شرع کی نوعیت بیان فرما دیں، کرم ہوگا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ آج دس سال سے وہ مقامی مسجد کے امام بھی ہیں لیکن ان کی داڑھی بھی اب تک ایک مشت سے زائد نہ ہو سکی ہے۔ مقتدیوں کے سوالوں پر جواب دیتے ہیں میری لحیہ بڑھتی نہیں ہے تو کیا کروں۔ جب کہ بدیہی بات

---

(۱)- رد المحتار، ج ۲، ص: ۳۳۵.

(۲)- أقول: یہاں سے واضح ہے کہ مستورات اپنے گھروں میں رہتے ہوئے مسجد کے امام کی اقتدا نہیں کر سکتیں، کیوں کہ امام کا مکان مسجد ہے اور ان کا مکان ان کا گھر، دونوں دو جدا مکان ہیں اور ساتھ ہی دونوں کے درمیان کافی فاصلہ بھی، پھر عورتوں کو اپنی اپنی نماز تنہا تنہا پڑھنے کا حکم ہے، وہ نہ اپنی جماعت کر سکتی ہیں اور نہ ہی مردوں کی جماعت میں شریک ہو سکتی ہیں۔ در مختار میں ہے: یكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان- (ج:۲، ص: ۳۰۷، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔ محمد نسیم مصباحی

ہے کہ اجزاے جسمیہ میں ہر شے کے اندر قوت نمو ہوتی ہے جس سے وہ بتدریج بڑھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔
ہاں البتہ مقراض سے شب تار میں قطع وبرید کی جائے تو وہ اپنی پرانی حالت پر ہی نظر آتی ہے۔

جناب سید اعجاز احمد قادری مصباحی، بی کے روڈ، خضر پور، کولکاتا

مورخہ ۸ر جولائی ۷ ۹۸

الجواب

۱ حسب تفصیل بالا مصباحی صاحب پر کوئی جرم ثابت نہیں کہ وہ اس سے توبہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم

۲ یہ کہنے والا کہ غوث کی غوثیت سے انکار کرنے والا آدمی اسلام سے خارج نہیں ہوتا بہت ہی شر انگیز اور فتنہ پرور ہے۔ ایسی باتیں وہی کہتا ہے جس کے دل میں بیماری ہوتی ہے اگر کوئی یہ کہے کہ یہ شخص جاہل، فاسق معلن بدکردار ہے تو اس کہنے سے بھی کوئی اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ کیا یہ شخص اس کو پسند کرے گا کہ اسے لوگ ایسے ہی کہیں۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غوثیت پر تمام اولیا کا اور پوری امت کا اتفاق ہے، اس سے انکار نہیں کرے گا مگر وہی جس کے دل میں چور ہوگا۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا:

من شذ شذ فی النار.[1] جو مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

حضور غوث اعظم کی غوثیت سے انکار کرنا اپنے دین کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"انکاری سم قاتل لدینکم"۔

میرا انکار تمھارے دین کے لیے زہر قاتل ہے۔

اس قسم کی بکواس کرنے والے کا انجام یہی ہوتا ہے کہ وہ کافر ہو کر مرتا ہے۔ عالم گیری وغیرہ میں ہے:

من أبغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر.[2]

جو کسی عالم سے بلا وجہ بغض رکھے گا اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔

سرکار غوث پاک کی غوثیت سے انکار کرنا بغض ہی کے نتیجے میں ہے، یہ شخص جب کہ داڑھی کترواکر ایک مشت سے کم کرتا ہے تو فاسق معلن ہے۔

---

(۱)- مشكاة المصابيح، ص: ۳۰، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثانى، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- الفتاوى الهنديه، ج۲، ص: ۳۷۰، باب أحكام المرتدين منها ما يتعلق بالعلم والعلما، دار الكتب العلميه، بيروت.

فتح القدیر میں ہے: أما الأخذ منها وهي دون ذلك فلم يبحه أحد۔[1]

یہ شخص سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غوثیت سے انکار کرکے، ایک شر انگیز بات کہہ کے، ایک مشت سے کم داڑھی کترواکر رکھنے کی وجہ سے فاسق معلن ہوا۔ اسے امام بنانا جائز نہیں۔ امامت سے معزول کردینا واجب اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس گستاخ بے باک فاسق معلن کو فوراً امامت سے علاحدہ کردیں۔

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم[2]۔

در مختار میں ہے: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها[3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۳۳] داڑھی منڈے کی امامت کے متعلق پھلواری کے فتوے کا رد

مسئلہ زید کہتا ہے جس امام کی داڑھی ایک مشت سے کم ہوگی، اور وہ داڑھی کترواتا بھی ہے تو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی، نماز دہرانا واجب ہے الخ۔

حافظ محمد ہارون رضوی، نواپورہ، بنارس

دار الافتا پھلواری کا جواب

داڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے اس سے کم رکھنا اور کترواتے رہنا یہ فقہا کے نزدیک جائز نہیں اور ایسا شخص فاسق قرار دیا جاتا ہے۔

فاسق کی امامت مکروہ تنزیہی ہے، یعنی نماز تو ہو جائے گی، البتہ کچھ کراہت ہوگی، کسی دوسرے صالح متقی کی امامت افضل و بہتر ہے۔ زید کا یہ قول کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوگی اور نماز دہرانا واجب ہے قطعاً غلط اور فقہا کی تصریحات کے خلاف ہے۔ فقہا نے صراحت سے لکھا ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لینا تنہا پڑھنے سے بہتر ہے اور یہ کراہت تنزیہی بھی اس وقت ہے جب کوئی غیر فاسق صالح و نیک شخص موجود ہو۔ اگر کوئی صالح شخص موجود نہیں ہے تو یہ کراہت تنزیہی بھی باقی نہیں۔

---

(۱)- فتح القدير، ج:۲، ص:۳۵۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، بركات رضا پور بندر.

(۲)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ص:۵۱۳، فصل في الإمامة، مطبع سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۳)- الدر المختار، ج۲، ص:۱۴۷، كتاب الصلاة باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

و يكره تنزيها إمامة عبد و أعرابي و فاسق. (تنویر الابصار ودر مختار)

وهذه الكراهة تنزيهية لقوله في الأصل إمامة غيرهم أحب إلي و هكذا في معراج الدراية وفي الفتاوى: خلف فاسق أو مبتدع ينال خلف متقي وورع. بحر الرائق. فالحاصل أنه يكره لهولاء التقدم و يكره الاقتداءُ بهم كراهة تنزيهية فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد و ينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند ورع ومتقي وإلا فلا كراهة كما لايخفى. بحر الرائق. واللہ تعالیٰ اعلم

المجیب: بدر احمد مجیبی، دار الافتا خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ

۱۴؍ صفر ۱۴۱۳ھ

حضرت قبلہ مفتی صاحب الجامعۃ الاشرفیہ　السلام علیکم

اس فتویٰ کی بنا پر یہاں آپس میں بڑا اختلاف ہے آپ سے گزارش ہے کہ اس کے سلسلہ میں اپنی رائے اور دلائل سے آگاہ کریں۔ بڑا کرم ہوگا۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ پھلواروی صاحب نے دیدہ ودانستہ ان تصریحات سے اعراض کیا ہے جو یہ بتا رہی ہیں کہ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ خود علامہ شامی نے تحریر فرمایا ہے:

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه ، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه ، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ، ولا يخفى أنه إذا كان أعلم من غيره لا تزول العلة ، فإنه لا يؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال ، بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا- قال : ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالك ورواية عن أحمد ، فلذا حاول الشارح في عبارة المصنف وحمل الاستثناء على غير الفاسق.[1]

اس عبارت کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ اُمّی، اعرابی کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر یہی لوگ أعلم القوم ہوں اور افضل ہوں تو مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔ اس حکم سے فاسق مستثنیٰ ہے؛ اس لیے کہ فقہا نے اس کی امامت کے مکروہ ہونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کے فاسق ہونے سے ظاہر ہے کہ وہ دین کے معاملے کا اہتمام

---

(۱)- رد المحتار، ج۲، ص:۲۹۹، کتاب الصلاة ،باب الامامة، دار الکتب العلمیه ،بیروت .

نہیں کرتا ورنہ علانیہ گناہ کیوں کرتا۔ نیز اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی توہین کرنا شرعاً واجب ہے (جیساکہ تبیین الحقائق جلد اول ص:۱۳۷ پر ہے) ـــــ اب علامہ شامی فرماتے ہیں: اور یہ پوشیدہ نہیں کہ اگر فاسق تمام نمازیوں سے زیادہ علم والا ہو تو یہ علت زائل نہ ہوگی، باقی رہے گی بلکہ جب وہ اتنا خدا ناترس ہے اور بے باک جری ہے کہ علانیہ گناہ کرتا ہے تو کیا اطمینان کہ وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھا دے اس لیے فاسق گمراہ کے مثل ہوا۔ پھر فرماتے ہیں کہ شرح منیہ (غنیہ، ص:۵۴۱) پر ہے کہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اس علت کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا، اسی بنا پر حضرت امام مالک کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز بالکل صحیح نہیں اور یہی حضرت امام احمد سے ایک روایت ہے اسی لیے صاحب در مختار نے تنویر الابصار کی عبارت میں اضافہ فرمایا اور استثنا کو غیر فاسق پر محمول فرمایا۔

تنویر الابصار میں یہ تھا: إلا أن يكون أعلم القوم"[1] صاحب در مختار نے فرمایا: أي: غير الفاسق"[2]۔

فقہا کے مابین جب کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو ترجیح اسے ہوتی ہے جس کی دلیل قوی ہو جب فقہائے کرام نے فاسق کی امامت کی کراہت کی علت یہ بیان فرمائی کہ اس کا علانیہ فسق کرنا بتا رہا ہے کہ اس کے دل میں دینی احکام کی اہمیت نہیں، تو ظاہر ہے کہ سب سے بڑا عالم ہونے کے باوجود اس کا علی الاعلان گناہ کا ارتکاب اب بھی یہی ظاہر کر رہا ہے، بلکہ علم کے باوجود علانیہ گناہ کا ارتکاب اس کو اور ظاہر کرتا ہے کہ اس کے دل میں احکام شرعیہ کی وقعت نہیں، نیز جب احادیث صحیحہ سے ثابت کہ فاسق کی اہانت واجب ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم ظاہر ہے، تو یہ حکم شرعی أعلم القوم ہونے کی بنا پر مرتفع نہیں ہو سکتا۔ احکام شرعیہ عالم غیر عالم سب کے لیے یکساں ہیں، فاسق معلن کی اہانت جب شرعاً واجب ہے تو اس سے لازم کہ اس کی تعظیم گناہ اور گناہ کا اقل درجہ مکروہ تحریمی، تو لازم ہے کہ اس کی امامت مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۳۴] امامت میں برادری کی کوئی قید نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

زید حافظ قرآن ہے اور زید نماز بھی پڑھاتا ہے اور زید برادری میں مسلمان ڈوم ہے۔ اور اس کے

---

(۱)- تنویر الابصار مع الدر المختار، ج۲، ص:۲۹۸، کتاب الصلاة باب الإمامة، دار الکتب العلمیه، بیروت.

(۲)- الدر المختار، ج۲، ص:۲۹۸، کتاب الصلاة باب الإمامة، دار الکتب العلمیه، بیروت.

خاندان والے جھاڑو دیتے ہیں یا نہیں دیتے ہیں لیکن زید یہ سب کام نہیں کرتا ہے، صرف امامت کا کام کرتا ہے تو کیا ایسے امام کے پیچھے کوئی بھی مسلمان جاننے کے باوجود نماز پڑھ سکتا ہے؟ اگر پڑھ لیا تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور ایسی برادری کو پیش امام بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسے برادری کے گھر میں کوئی بھی مسلمان کھا پی سکتا ہے یا نہیں؟ یا زید کسی مسلمان کے گھر کھا سکتا ہے یا نہیں؟ یا زید کا لڑکا کوئی بھی مسلمان کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا محبت ہو گئی اور دونوں راضی ہیں تو کیا شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

عزیز الرحمٰن، مقام بڑ سرا بازار والی مسجد، غازی پور، یوپی

۱۸ر رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

جب زید مسلمان اور حافظ قرآن ہے اور کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو حرام اور نفرت کا موجب ہو تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ وہ ہر مسلمان کے گھر جا کر کھا، پی سکتا ہے۔ ہر مسلمان اس کے گھر جا کر کھا، پی سکتا ہے۔ جو مسلمان چاہے اپنی لڑکی زید کے لڑکے سے بیاہ دے۔ محض برادری کی بنا پر کسی کو حقیر وذلیل سمجھنا جہالت ہے۔ "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ"(۱) ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۳۵-۳۳۷] غلطی ہو جانے پر امام توبہ کر لے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں

مسئلہ ❶ ایک سنی عالم جو ایک مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اور مسجد میں امامت بھی کرتے ہیں لیکن بچوں کو دیوبندی عقائد کی کتابیں پڑھاتے ہیں اور جب لوگوں نے دیکھا اور اعتراض کیا تو مسجد میں کھڑے ہو کر لوگوں سے معافی مانگ لی ہے۔ ایسے عالم کو مدرسہ میں رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

❷ چند سنی حضرات اس امام کا ساتھ بھی دیتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۱)- القرآن المجید، سورۃ الحجرات، الآیۃ: ۱۰.

❸ آل رسول کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

شبیر احمد، سنی مدنی مسجد، بٹالیم، گوا

۲۲/ ذو قعدہ ۱۴۱۲ھ

الجواب

❶ جب یہ امام سنی صحیح العقیدہ ہے اور اس نے جو یہ غلطی کی کہ دیوبندیوں کی کتابیں بچوں کو پڑھائیں اس سے توبہ کرلی اور مسلمانوں سے معافی مانگ لی تو اب اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

❷ اب اگر اس امام کا کچھ لوگ ساتھ دیتے ہیں تو وہ بھی ماخوذ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

❸ کسی آل رسول کی شان میں گستاخی بلا وجہ شرعی بہت سخت ہے۔ لیکن کسی وجہ شرعی پر ان سے مواخذہ یا ان سے اسے کوئی ضرر پہنچ رہا ہو تو اس پر عوام کو اس سے بچنے کی تلقین گستاخی نہیں۔ اس زمانے میں بہت سے آل رسول بننے والے آل رسول کا ہوا کھڑا کر کے طرح طرح کے فتنے فساد پھیلا رہے ہیں اور طرح طرح سے مسلمانوں کو لوٹ کھسوٹ رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ مسلمانوں کو ایسے آل رسول سے بچانے کی کوشش کی جائے۔

حدیث میں ہے: اذكروا الفاسق بما فيه يحذره الناس.[1]
فاسق کے فسق کو بیان کرو ورنہ لوگ اس سے کیسے بچیں گے۔
یہ حکم سید اور غیر سید سب کو عام ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۳۸] جو دیوبندیوں کی تکفیر نہ کرے اس کی اقتدا میں نماز جائز نہیں

مسئلہ ہمارے یہاں کی مسجد کا امام اپنے کو سنی کہتا ہے مگر دیوبندیوں کی تکفیر کا قائل نہیں ہے ایسی صورت میں اس کی امامت درست ہے یا نہیں ؟ اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں ؟

عبد الرسول قادری، متعلم جامعہ برکاتیہ سید العلوم، پوسٹ کاس گنج

(۱)- الجامع الصغير، رقم الحديث: ١١١٧.

الجواب

یہ امام جب دیوبندیوں کی تکفیر کا قائل نہیں تو ہر گز سنی نہیں۔ دیوبندی گستاخ رسول ہیں۔ گستاخ رسول کے کافر و مرتد ہونے ہونے پر اجماع امت ہے جو شخص گستاخ رسول کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ علامہ شامی وغیرہ ناقل کہ:

أجمع المسلمون أن شاتمه أي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كافر من شك فى عذابه وكفره كفر.[1]

اس لیے زید ہر گز ہر گز سنی نہیں، کافر ہے۔ اسے امام بنانا ہر گز ہر گز جائز نہیں۔ نہ اس کی نماز نماز، نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز درست۔ اس کے پیچھے نماز ایسی ہی ہے جیسے نماز قضا کرنی بلکہ اس سے بد تر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۳۹] دیوبندیوں کے ساتھ پڑھانے والے کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ زید ایک دیوبندی کے مدرسے میں پڑھاتا ہے لیکن جب نماز نہ ہونے کی بات اٹھی تو اب کہتا ہے کہ میں دیوبندی کے مدرسے میں نہیں بلکہ بورڈ کے مدرسہ میں پڑھاتا ہوں جو کہ پٹنہ سے الحاق ہے۔ آیا اس کا یہ کہنا اس کے پیچھے نماز جائز ہونے کا سبب بن سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ اس مدرسہ کے ناظم، سکریٹری، مدرس، صدر مدرس و جملہ اراکین دیوبندی ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور اس کا کہنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

محمد جمشید عالم قادری، مقام و پوسٹ نان پور، ضلع سیتامڑھی بہار

الجواب

جب یہ ایسے مدرسے میں پڑھاتا ہے جس کے جملہ مدرسین حتی کہ صدر المدرسین و اراکین سب دیوبندی ہیں تو یہ ان سے ملتا جلتا بھی ہوگا۔ ان کے ساتھ کھاتا پیتا بھی ہوگا، سلام و مصافحہ بھی کرتا ہوگا۔ دیوبندی حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر مرتد ہیں۔ علمائے عرب و عجم، حل و حرم نے ان کے بارے میں یہ متفقہ فتوی دیا: من شك في كفرهم وعذابهم فقد كفر.

---

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، ج٦، ص: ٣٧٠، كتاب الجهاد باب المرتد، مطلب مهم في حكم ساب الأنبياء، دار الكتب العلميه، بيروت.

جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اور مرتد سے میل جول، سلام کلام حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

”فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝“[1].

حدیث میں ہے:

إياكم و إياهم لا يضلونكم و لا يفتنونكم.[2]

گستاخان صحابہ کے بارے میں فرمایا:

فلا تجالسوهم و لا تشاربوهم و لا تواكلوهم و لا تناكحوهم.[3]

نہ ان کے ساتھ اٹھو بیٹھو، اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، اور نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو۔

اس لیے زید فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم[4]۔

در مختار میں ہے: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها[5]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۴۰] حافظ اور مولوی میں امامت کا حق دار کون ہے

مسئلہ بخدمت فقیہ اسلام، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی صدر شعبہ افتا الجامعہ الاشرفیہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

متھرا بازار ضلع گونڈہ کے قریب ہی جانب شمال حضرت مخدوم پیر حنیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار مبارک واقع ہے۔ یہیں مزار شریف کے مغربی سمت ایک مرکزی عید گاہ بھی موجود ہے جس میں دور دراز کے

---

(۱)- القرآن المجيد، سورة الانعام، الآية:٦٨.

(۲)- الصحيح لمسلم، ج١، ص:١٠، باب النهى عن الرواية عن الضعفا، مجلس البركات، مبارك پور.

(۳)- غنية المستملى شرح منية المصلى، ص:٥١٣، كتاب الصلاة، فصل الإمامة، مطبع سهيل اكيڈمى، لاهور.

(۴)- غنية المستملى شرح منية المصلى، ص:٥١٣، كتاب الصلاة، فصل الإمامة، مطبع سهيل اكيڈمى، لاهور.

(۵)- الدر المختار على رد المحتار، ج٢، ص:١٤٧-١٤٨، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

گاؤں اور قصبات سے مسلمان عیدین کی نماز ادا کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ حضرت علامہ طیب صاحب علیہ الرحمہ اپنی حیات تک اس میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے جب کہ ان سے پہلے جناب مولوی نائب علی صاحب مرحوم عید گاہ مذکور کے امام تھے۔ حضرت مولانا محمد طیب صاحب مرحوم کے ناگہانی انتقال کے بعد علاقہ کے مسلمانوں کے درمیان امامت کے سلسلہ میں شدید ترین اختلافات رونما ہوگئے، اور وہ دو گروہوں میں منقسم ہوکر رہ گئے ہیں۔

ایک گروہ جناب حافظ ایوب صاحب بن مولوی نائب علی صاحب مرحوم او دوسرا گروہ جناب مولوی قاری محمد ضیا اشرف بن مولانا محمد طیب خاں صاحب مرحوم کی امامت کا خواہاں اور موید ہے۔ حافظ ایوب صرف حافظ ہیں جب کہ مولوی ضیا اشرف درجہ رابعہ کے طالب علم ہیں۔

جہاں تک ہماری دانست کا تعلق ہے دونوں ہی نیک سیرت اور سادہ لوح مسلمان ہیں۔ حافظ ایوب کی عمر اس وقت تقریباً چالیس سال ہے جب کہ مولوی ضیا اشرف کی عمر ۲۰/ ۲۲/ سال کے درمیان ہے۔ آپ ہی کے فیصلہ پر علاقہ کے مسلمانوں نے اس مسئلہ کو چھوڑ دیا ہے لہذا آپ سے گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ کے طے شدہ اصول وضوابط کے مطابق ایک مفصل تحقیقی فتوی تحریر فرمادیں جس میں یہ تصریح وتعیین بھی فرمادیں کہ مذکورہ دونوں اشخاص میں سے کس کو عید گاہ مذکور کا امام مقرر کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے درمیان اٹھ کھڑے ہونے والے نزاع کا سدباب کیا جاسکے۔ بینوا توجروا ..

جناب شاہنواز صاحب سجادہ نشین درگاہ مخدوم پیر حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومسلمانان علاقہ متھرا بازار، گونڈہ۔

۱۹/ اپریل ۱۹۹۱ء

الجواب

امامت میں میراث جاری نہیں ہوتی کہ اگر کسی کا باپ امام ہے تو خواہ مخواہ اس کے بیٹے کو امام بنایا جائے بلکہ شرعی خوبیوں کی بنا پر یہ حق ثابت ہوتا ہے۔ امامت کا حق پہلے درجے میں اس شخص کو ہے جو مصلیوں میں سب سے زیادہ علم دین رکھتا ہو، تمام متون، شروح وفتاوی میں ہے:

أولى الناس بالإمامة أعلمهم بالسنة. سب سے زیادہ امامت کا حق دار وہ ہے جو سب سے زیادہ سنت کا علم رکھتا ہے۔

اس قاعدے کے مطابق امامت کا استحقاق مولوی قاری ضیا اشرف کو حاصل ہے اس لیے کہ وہ جماعت رابعہ میں پڑھتے ہیں تو نصف عالم ہو گئے۔ فقہ کی کم از کم تین کتابیں پڑھ چکے اور حدیث کی بھی ایک کتاب مؤطا امام محمد پڑھ چکے۔ علاوہ ازیں اعدادیہ اور اولی میں قانون شریعت اور بہار شریعت کے کچھ حصے بھی پڑھ چکے اور حافظ محمد ایوب صاحب صرف حافظ ہیں عالم نہیں۔ اس لیے أعلم مولوی ضیا اشرف ہوئے انھیں کو امام بنایا جائے۔ اس خصوص میں عمر کا کوئی لحاظ نہیں۔ نو عمر عالم، معمر غیر عالم سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰/ ذوقعدہ ۱۴۱۲ھ

[۳۴۱] فاسق پیر سے مرید ہونا اور اسے امام بنانا کیسا ہے

مسئلہ ہماری مسجد میں امام عالم فاضل قاری صوم وصلاۃ کے ساتھ ساتھ پابند شرع بھی ہے اور شرعی اعتبار سے اس میں کوئی عیب نہیں۔ ہمارے پیر صاحب نذرانہ وصول کرنے یہاں آتے ہیں تو امام سے ذاتی رنجش کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں اور حجرے میں بیٹھے رہتے ہیں جماعت ہوتی رہتی ہے نماز نہیں پڑھتے، ان کی داڑھی بھی ایک مشت سے کم ہے۔ ایسے پیر کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا اسے پیر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور پیر جی کی یہ حرکت شریعت کے خلاف ہے یا نہیں؟ اس کے باوجود ان کے چند مرید امام کو برا بھلا کہتے ہیں اور پیر کو اچھا۔ ایسے مریدوں کا کیا حکم ہے؟

جمعہ کے دن اسی پیر نے جمعہ کی نماز پڑھائی، امام نے ”الفتنة أشد من القتل“ کی وجہ سے کچھ نہیں کہا لیکن خود اس کے پیچھے جماعت میں صرف کھڑا رہا اور اپنے اغل بغل والوں سے کہا کہ تم لوگوں کی نماز قطع صف کی وجہ سے نہیں ہوئی، کیا یہ صحیح ہے؟

بدیل احمد کباری، ضلع بیکانیر، راجستھان

۷/ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

الجواب

جب کسی مسجد میں کوئی امام مقرر ہو تو اس کی موجودگی میں بغیر اس کی اجازت کے کسی دوسرے کو امامت کا حق نہیں اگرچہ دوسرا، امام سے علم و فضل، زہد و تقوی میں امام سے بدرجہا افضل ہو۔

حدیث میں فرمایا گیا: لا یؤم الرجل في سلطانه. (۱)

---

(۱)- سنن نسائی، ج ۱، ص: ۸۹، کتاب الامامة، باب من أحق بالإمامة.

اور جب کہ صورت حال یہ ہے کہ مقررہ امام عالم ہے اور یہ پیر جاہل ہے تو اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اس امام کی موجودگی میں یہ پیر امامت کرے۔ یہ پیر وہاں آنے کے بعد اگر شرعی طور پر مسافر نہیں تو اس پر بھی جماعت واجب ہے، جماعت سے نماز نہیں پڑھتا، جماعت کے وقت حجرے میں بیٹھا رہتا ہے تو ترک جماعت کی عادت کی وجہ سے وہ فاسق معلن ہو گیا۔ پھر جب وہ داڑھی ایک مشت سے کم رکھتا ہے تو پہلے ہی سے وہ فاسق معلن ہے۔ فاسق معلن کو پیر بنانا جائز نہیں اور اگر بنا چکے ہوں تو بیعت فسخ کرنا واجب۔ علما نے تحریر فرمایا کہ پیر کی تعظیم واجب اور فاسق کی تعظیم حرام۔

تبیین الحقائق اور شامی وغیرہ میں ہے:

وقد وجب عليهم إهانته شرعاً.[1]

تو جب یہ جاہل ہے اور جاہل کو پیر بنانا جائز نہیں، سخت ممنوع ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ جاہل پیر مسخرہ شیطان ہے۔ جتنے لوگ اس فاسق معلن جاہل پیر سے اب تک مرید ہو چکے ہیں سب پر واجب ہے کہ اس کی بیعت فسخ کر دیں۔ اور کسی جامع شرائط عالم باعمل متقی متدین پیر سے مرید ہوں۔ اس جاہل پیر کے مریدین امام کی برائی بیان کرتے ہیں یہ غیبت ہے کسی مسلمان کی غیبت کرنی حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ چہ جائے کہ عالم کی وہ بھی امام کی۔

جب یہ پیر حد شرع سے کم داڑھی رکھنے کی وجہ سے فاسق معلن تھا تو امام کو کسی طرح جائز نہیں تھا کہ اسے جمعہ پڑھانے کی اجازت دیتا۔ اس خصوص میں جھگڑے کی پروا نہیں کرنی چاہیے تھی۔ "وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج"[2]۔ کا یہ مطلب نہیں کہ جاہلوں کے شور و شر کے اندیشے کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب کر لے۔ حکم شرعی پر عمل کی وجہ سے اگر کچھ جاہل خدا ناترس شور و شر مچائیں تو سارا وبال ان شور و شر مچانے والوں پر ہے، حق کی حمایت کرنے والوں پر گناہ نہیں بلکہ اسے اجر ہے۔ امام نے دوسرا گناہ یہ کیا کہ اس دن اس نے جمعہ نہیں پڑھا جب کہ جمعہ فرض ہے۔ تیسرا جرم اس نے یہ کیا کہ اپنے اغل بغل والوں سے اس نے یہ کہا کہ قطع صف ہونے کی وجہ سے تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی۔ قطع صف حرام ہے مگر قطع کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اب صورت یہ ہوگئی یہ امام خود فاسق معلن ہو گیا۔ اس پر فرض ہے کہ ان سب باتوں سے توبہ کرے اگر امام توبہ کر لے فبہا ورنہ اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- رد المحتار، ج۲، ص: ۲۹۹، كتاب الصلاة باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۲)- القرآن المجيد، سورة البقرة، الآية: ۱۹۱.

[۳۴۲] گناہ سے تائب عورت سے نکاح کرنے والے کی امامت درست ہے

مسئلہ: بکر کی بیوی سال گذشتہ بغرض علاج میکے آئی اور اپنے والد زید کی غیر موجودگی میں ایک غیر قوم لڑکا کے ساتھ گھر سے چلی گئی۔ حسن اتفاق سے دوسرے دن زید سفر سے واپس آرہا تھا بس اسٹیشن پر اپنی دختر کو ایک غیر قوم کے ساتھ دیکھ کر اپنی بے عزتی پر خون کا آنسو بہایا اور اپنی دانش مندی کو بروئے کار لاکر کسی طرح اپنی دختر کو گھر لایا۔ زید چند ماہ تک معاشرہ سے خارج رہا۔ شمولیت کے لیے کافی بے چین رہے بعدہ اپنی اور اپنی دختر کی معافی اور توبہ کو لے کر سماج کے معزز لوگوں کی خدمت میں حاضری دی بمشکل معافی قبول کی گئی ایک عالم دین اور معاشرہ کے باشعور لوگوں کے مشورہ اور حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی دختر کی خطاؤں کا کفارہ ادا کیا۔ زید کی مجبوری نیز اس پر خطر اور پراگندہ ماحول پر مد نظر رکھتے ہوئے خالد جو امام مسجد اور حافظ قرآن ہے راہ حق سے بھٹکی ہوئی مطلقہ کی جائے پیدائش پر پہنچ کر عوام اور زید نیز مطلقہ کی رضا سے مورخہ ۱۴/۵/۱۹۹۳ء کو بعد نماز جمعہ علمائے کرام اور عوام کی محفل میں اپنی زوجیت میں لے آیا۔ بغیر کوئی جہیز اور دنیوی لالچ کے صرف ایک کار خیر تصور کرتے ہوئے کہ اگر میری اس کوشش اور قربانی سے دختر زید راہ حق اختیار کرتے ہوئے صوم وصلاۃ کی پابند ہو جائے گی تو اس کا اجر حشر کے دن رب قدیر اپنے حبیب کے طفیل ضرور عطا فرمائے گا۔ آیا خالد کی امامت میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

محمد ادریس، پاسی گھاٹ بازار، سیانگسا، اروناچل پردیش

۷ ۲ / جمادی الآخرہ ۱۴۱۴ھ

الجواب

زید کی دختر نے یقیناً بہت بڑا گناہ اور گھناؤنا کردار ادا کیا۔ لیکن گناہ کتنا ہی بڑا ہو توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے: التائب من الذنب کمن لا ذنب له[1]۔

اگر اس حرکت کے بعد دختر زید سے کوئی غلط کام سرزد نہیں ہوا، اور وہ اپنے توبہ پر قائم رہی تو خالد نے اگر اس سے نکاح کر لیا تو خالد پر کوئی گناہ نہیں۔ اس کی امامت بلا شبہہ وبلا کراہت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- ابن ماجه، ص: ۳۱۳، کتاب الزهد، باب ذکر التوبة.

[۳۴۳] فوٹو کھنچانے والے کو امام بنانا کیسا

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید نے ایک دینی ادارہ قائم کیا اور بچوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک انعامی جلسہ منعقد کیا جلسے میں فوٹو گرافر کو بلوا کر تصویر کھینچائی علانیہ طور پر۔ شرع کی طرف سے زید پر کیا حکم لگتا ہے؟ ایسے ادارے میں تعلیم حاصل کرنا، تعاون کرنا اور ایسی مجالس میں جہاں فوٹو کھینچا جاتا ہو شریک ہونا، شریک ہونے والے کی اقتدا میں نماز ادا کرنا کیسا ہے اور ان سب پر شرع کا کیا حکم لگتا ہے؟

آل رسول سید زین العابدین قادری، محمد منتظر خاں، پٹلادی

۱۳ر دسمبر ۱۹۹۸ء

الجواب

جن لوگوں نے فوٹو گرافر کو بلوایا، جن لوگوں نے تصویریں کھنچوائیں اور فوٹو گرافر سب کے سب شدید گناہ کے مرتکب ہوئے اور اللہ کی لعنت کے مستحق اور فاسق معلن ہوئے۔ ان میں سے کسی کو امام بنانا گناہ، اور ان کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب اور اس ادارے کو چندہ دینا ناجائز۔ یہ لوگ دین کے نام پر دین کو ڈھا رہے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ر ذوقعدہ ۱۴۱۹ھ

[۳۴۴] نعت شریف پڑھنے سے روکنے والے کو امام نہ بنائیں

مسئلہ جو شخص سرور کائنات کی نعت شریف نہ پڑھے اور پڑھنے سے روکے جو شخص عربی میں "ض" کو "جواد" پڑھے، جو شخص مسلمانوں میں فتنہ و فساد پھیلائے یا جس کے لیے مسلمانوں میں فتنہ و فساد پیدا ہو جائے وہ شخص کیسا ہے وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

محمد رفیق، غلام محمد سبحانی، مصیبت علی، اکبر علی، موضع گوری، ضلع گونڈہ

الجواب

جو شخص نعت پڑھنے سے روکے وہ یقیناً کوئی بد مذہب ہوگا۔ نعت شریف ذکر رسول ہے۔ ذکر رسول سے روکنے والا کوئی خوش عقیدہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ یہ بد مذہب ہی کا کام ہے اور اس زمانے میں خاص کر

وہابیوں کا کہ وہ نعت شریف پڑھنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی نہیں پڑھتے حالاں کہ نعت شریف وہ ذکر خیر ہے کہ حضور اقدس ﷺ مسجد نبوی میں منبر رکھ کر حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر بیٹھا کر نعت پڑھواتے تھے، اور سنتے بھی تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نعت شریف پڑھنا اور سننا سنت ہے۔ یہاں تک کہ علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ: ''وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

بأن تذكر مع ذكري في الأذان والإقامة والتشهد والخطبة وغيرها[1]۔

آپ کا ذکر ہم نے یوں بلند کیا کہ میرے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے گا اذان میں، اقامت میں، تشہد میں، خطبہ میں اور ان کے علاوہ دوسری جگہوں میں بھی۔

پھر یہ امام ''وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝'' کو ''جوالین'' پڑھتا ہے تو اسے امام بنانا کسی طرح درست نہیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ کسی بدمذہب وہابی کو بھی امام بنانا جائز نہیں اور غلط خواں کو بھی امام بنانا درست نہیں۔

عالمگیری میں ہے:

سئل عمن يقرأ الزاي مقام الضاد، وقرأ أصحاب الجنة مقام أصحاب النار. قال: لا تجوز إمامته ولو تعمد يكفر[2]۔

اس میں اگرچہ تصریح ہے کہ ''ضاد'' کی جگہ ''ظا'' پڑھا تو اس کی امامت درست نہیں ''ضاد'' کو کسی بھی حرف سے بدلے گا تو یہی حکم ہوگا۔

اور جو شخص مسلمانوں میں فتنہ وفساد پھیلائے یا ایسی حرکت کرے جس سے مسلمانوں میں اختلاف وانتشار ہو وہ فاسق معلن ہے اسے بھی امام بنانا جائز نہیں۔

قرآن مجید میں ہے: اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ[3]۔

---

(۱)- تفسير الجلالين، ص:۵۰۲، زیر آیت: ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝''، مجلس البركات، مبارك پور

(۲)- الفتاوى الهنديه، ج:۲، ص:۲۸۱، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب في موجبات الكفر، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۳)- القرآن المجيد، سورة البقره، الآية:۱۹۱.

غنیہ میں ہے:لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم.[1]
اس لیے ایسے امام کو جن میں یہ تینوں باتیں ہوں یا تینوں میں سے ایک ہو فوراً امامت سے معزول کر دیا جائے۔اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی ہیں سب پھر پڑھی جائیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۴۵] کیا داڑھی گھنی کرنے کے لیے ایک مرتبہ کٹا سکتے ہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید ایک صحیح العقیدہ سنی عالم دین ہے۔اس کی داڑھی کے بال گھنے نہ تھے تو زید نے داڑھی کو استرہ سے کٹوا دیا ہے اور وہ امامت بھی کرتا ہے۔اب عوام نے اس پر اعتراض کیا کہ جب آپ عالم دین ہیں اور امامت بھی کرتے ہیں پھر آپ نے داڑھی کیوں کٹوائی؟ تو انھوں نے شمع ہدایت حصہ دوم کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ایک بار داڑھی منڈانا مکروہ تنزیہی ہے اور گھنی کرنے کے لیے ایک دفعہ داڑھی کٹوایا جا سکتا ہے جس سے امامت میں فتور نہ ہوگا اور حدیث میں ہے کہ عمل کا دارو مدار نیت پر ہے، میری نیت بال گھنا کرنا ہے۔بال گھنا کرنے کے لیے ہم نے ایسا کیا۔لیکن عوام کو ان کے جواب پر سکون نہ ہوا ہے لہذا مفتیان کرام کی بارگاہ میں گزارش ہے کہ از روے شرع کیا حکم ہے مدلل و مفصل بیان فرمایا جائے۔کیا اس حالت میں ان کے پیچھے نماز ہوگی؟ عوام کی بے چینی کو دور فرمایا جائے۔

محمد صغیر علی رضوی و جملہ احباب اہل سنت، کلکتہ، بنگال

۱۴ر رجب ۱۴۰۶ھ

الجواب

پہلی بات یہ ہے کہ امام صاحب کو مجبور کیجیے کہ وہ شمع ہدایت میں یہ مسئلہ دکھائیں۔آپ خود لکھ کر اس کی اصل عبارت نقل کر کے بھیجیں۔گھنی کرنے کی نیت سے بھی داڑھی منڈوانا مکروہ تحریمی اور گناہ ہے۔در مختار میں ہے:یحرم علی الرجل قطع لحتیه۔[2]

---

(۱)- غنية المستملی شرح منية المصلی،ج۱،ص:۵۱۳، کتاب الصلاة، فصل فی الإمامة، سهیل اکیڈمی، لاهور.

(۲)- الدر المختار مع ،ج:۲،ص:۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، دار الکتب العلمیه، بیروت.

امام صاحب داڑھی منڈانے کی وجہ سے فاسق معلن ہو گئے۔ اعلان کے لیے یہ ضروری نہیں کہ بار بار منڈوائے۔ اعلان کے معنی بار بار کرنے کے نہیں بلکہ بلا پردہ کھلے بند کرنے کے ہیں۔ داڑھی منڈوانا ایسا فعل نہیں کہ چھپارہ سکے۔ فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ داڑھی منڈانے کے بعد اب تک ان کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئیں ہیں سب کا اعادہ واجب ہے۔

امام صاحب نے تو ایک گناہ کیا دوسرے عذر گناہ بدتر از گناہ کے بھی مصداق ہوئے۔ وہ بھی اس طرح کہ عذر میں غلط مسائل بیان کیا، ایک بار داڑھی منڈانے کو انھوں نے مکروہ تنزیہی کہا یہ غلط فتوی دیا۔

دوسرے انھوں نے حدیث مبارک: "إنما الأعمال بالنيات"[1] میں تحریف معنوی کی۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی گناہ کرے اور بہانہ بنالے۔ اگر حدیث کا یہ مطلب لیا جائے تو پھر امان اٹھ جائے۔ ایک شخص پیشاب پیے اور کہے کہ میری نیت یہ ہے کہ پیٹ کی بیماریوں سے محفوظ رہوں جیسا کہ ڈیسائی کیا کرتے تھے۔ ایک شخص زنا کرے اور یہ کہے کہ چوں کہ میری بیوی نہیں اور شادی ہونے میں دیر ہے، میری صحت خراب ہو رہی ہے اور اطبا نے یہی علاج بتایا ہے۔ یا یہ کہے کہ مجھے برداشت کی قوت نہیں اگر زنا نہ کروں تو اندیشہ ہے اپنی ماں یا بہن کے ساتھ ملوث نہ ہو جاؤں تو امام صاحب کی تشریح کے مطابق یہ سب جائز ہو جائے گا۔ گناہ انسان سے ہو جاتا ہے امام صاحب پر لازم تھا کہ وہ اقرار کر لیتا کہ مجھ سے گناہ ہوا اور توبہ کر لیتے بات ختم ہو جاتی۔ مگر انھوں نے گناہ کو فعل مستحسن بنانے کے لیے جرم در جرم کا ارتکاب کیا۔

حدیث پاک: "إنما الأعمال بالنيات"[2] کا مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں پر ثواب ملنا نہ ملنا نیت پر ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے لیے نیک کام کرے گا تو اسے ثواب ملے گا اور اگر کوئی شخص دنیا کے لیے، دکھاوے کے لیے کوئی نیک کام کرے گا تو ثواب سے محروم رہے گا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر کوئی گناہ اپنے جی سے گڑھ کر کسی اچھی نیت سے کرے تو جائز ہے۔ امام پر فرض ہے کہ وہ ان سب باتوں سے توبہ کرے۔ اگر ان باتوں سے توبہ کرے تو اس کی امامت درست ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے بلا تاخیر امامت سے معزول کر دیا جائے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- صحيح البخاري، ص:۲،ص:۱،باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- صحيح البخاري، ص:۲،ص:۱،باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، مجلس البركات، مبارك پور.

[۳۴۶] مجبوری سے جس کی نماز قضا ہو جائے وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں

مسئلہ متعین کیے ہوئے امام نے کسی مجبوری کی وجہ سے فجر کی نماز چھوڑ دی بعد میں کچھ سورج بلند ہونے کے بعد قضا بھی پڑھی تو کیا ظہر کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

محمد امین الدین اشرفی، امام جامع مسجد رائے پور، ضلع پالی مارواڑ، راجستھان

الجواب

ظہر کی امامت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۴۷] زکات وفطرہ لینے والے کو امام بنانا کیسا

مسئلہ زید کہتا ہے کہ میں چھوٹی بڑی سرکاروں کا دائمی مریض ہوں۔ تقریباً ۱۵ر سولہ برس کی طویل مدت ہو چکی ہے میرا بدن اب ایسا نہیں ہے کہ دماغی یا کسب بدنی کوئی کام کر سکوں، طبیعت میں ہمہ وقت شب وروز انقلاب رہتا ہے اور اہل وعیال کی وابستگی بھی ہے اور یہاں سے تیسرے ضلع کا رہنے والا ہوں، صرف دونوں سرکار کرم فرما ہیں اور وہ یہ کہ فرمائشی میلادیں پڑھنا اور جمعہ کی نماز کے بعد پیر جی حضرات سے ۱۰ روپے کا نذرانہ ملنا، میلادوں میں جو بھی ۲ ریا ۴ ریا ۵ ر روپے ملیں وہ مل جاتے ہیں۔ دیگر یہ ہے کہ میں اپنی اس شکستہ حالت سے قبل امامت پر فائز تھا اور اس وجہ سے ہمارے پیر جی حضرات نے یہاں پر بھی امامت کرنے کو کہا تو میں چھوٹی سرکار میں تقریباً ۷ ریا ۸ ر برس سے امامت کر رہا ہوں، ان تمام باتوں کے باوجود میری نہ کہیں سے تنخواہ آتی ہے اور نہ کوئی امداد، ایسی حالت میں شریعت مطہرہ کا میرے واسطے کیا حکم ہے؟ کیا میں امامت کر سکتا ہوں یا نہیں اور کیا مجھے فطرہ اور زکات اور خیرات یا مردوں کی نیاز نذر کپڑے وغیرہ لینا چاہیے یا نہیں؟ کیا یہ چیزیں ہمیں مباح اور جائز ہو سکتی ہیں کہ نہیں اور اگر یہی چیزیں ہم کو لینا جائز ہے تو پھر امامت بھی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب کا محتاج ہوں مفصل طور سے جواب عنایت کیا جاوے۔

امام مسجد ریاض اللہ خاں، چھوٹی زیارت، بدایوں، یوپی

الجواب

زید اگر واقعی تنگ دست، مفلوک الحال ہے اور ضرورت مند ہے تو وہ ہر قسم کی خیرات لے سکتا ہے۔

کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اگر مالک نصاب نہ ہو جیسا کہ ظاہر ہے تو زکات اور فطرہ کی رقم بھی لے سکتا ہے۔

قال اللہ تعالی: إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ (۱)۔

اس صورت خاص میں زکات فطرہ خیرات کی رقوم لینے کی وجہ سے زید کی امامت پر اثر نہیں پڑے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ خیرات زکات لینے والا لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوتا ہے۔ امام کا باوقار ہونا ضروری ہے۔ اس لیے امامت کرنے والے کو حتی الوسع اجتناب ضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۴۸-۳۵۱] امام کو نازیبا کلمات کہنا منع ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق:

❶ ہمارے گاؤں میں جامع مسجد کے ایک عالم صاحب امامت وخطابت کا کام انجام دیتے ہیں۔ ایک دن اتفاقاً مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے باہر جا رہے تھے کسی ایک شخص نے فرمایا: امام صاحب نے نماز جلد پڑھا دی جب کہ میں مقررہ وقت پر وضو بنا کر مسجد میں داخل ہوا، اور امام صاحب نے نماز مکمل کر کے سلام پھیر دیا۔ دوسرے دن مغرب ہی کی نماز فرض ہوتے ہی امام صاحب نے بیان شروع کر دیا۔ فرمایا کہ مسجد سے کل جب باہر جا رہا تھا، کسی شخص نے پچھلے دن مغرب کی نماز جلد پڑھا دی کہہ رہے تھے۔ امام صاحب نے جواباً کہا کہ مغرب کی نماز نازک ہوتی ہے جلد پڑھا دی گئی، صرف اتنی سی بات پر امام صاحب نے ساری جماعت سے توبہ مانگی، کیوں کہ تم لوگوں نے میری نماز کی توہین کی ہے۔ نماز کی توہین امام کی توہین، حضور کی توہین کلام پاک کی توہین کی ہے۔ میں تم لوگوں کا آقا ہوں، حاکم ہوں، تم میرے غلام ہو جو میں کہوں گا سننا ہوگا۔

کیا ایسے الفاظ امام صاحب کہہ سکتے ہیں؟ جواب تحریر فرمائیں۔

❷ ایک مدرس صاحب مسجد میں صبح تا شام بچوں کو دینی تعلیم سکھاتے ہیں ایک وقت کوئی نماز پڑھانے والا نہیں تھا۔ امام صاحب کی غیر حاضری میں وہ نماز پڑھائے۔ ویسے تو مدرس صوم وصلاۃ کے پابند ہیں لیکن داڑھی ایک بالشت سے تھوڑی کم ہے جب کہ امام صاحب نے آکر یہ کہہ دیا کہ مدرس کے پیچھے جو نماز ہوئی اسے دہرانا ہوگا کہہ کر فتوی دے دیا اور اس مدرس کو فاسق کا لقب لگا دیے۔ کیا یہ بات کہنا صحیح ہے؟ تحریر فرمائیں۔

---

(۱)- القرآن المجید، سورة التوبه، الآية: ٦٠.

(۳) ایک مقتدی صاحب تنہا نماز ادا کر رہے تھے تو امام صاحب نے بیان شروع کیا ایسا لگ رہا تھا کہ تنہا نمازی کو ٹھیس لگ رہی ہے۔ کیا اس طرح ٹھیس پہنچانا ٹھیک ہے؟ تحریر فرمائیں۔

(۴) اگر مسجد میں چند نمازی امام صاحب سے خوش اور چند ناراض ہیں چند ناراض نمازی جو ہیں تنہا نماز ادا کرتے ہیں۔ ان ناراض مصلیوں پر امام صاحب نے منافق کا فتوی لگادیا چوں کہ پانچ وقت کے نمازی ہیں کیا منافق کا فتوی ٹھیک ہے؟ تحریر فرمائیں۔

نوٹ: فاسق کا فتوی دینے والے امام خود موے مونچھ والے ہیں کہتے ہیں کہ یہ میرے پیر کی ادا ہے۔ جواب تحریر فرمائیں۔

انور پاشاہ، نیو سمارٹ ٹیلر، وی.جی.ٹی روڈ، سلگٹہ

الجواب

(۱) امام نے جو کلمات کہے وہ سب کے سب بے جا اور انتہائی نازیبا تھے۔ اس جملے میں نہ امام کی توہین ہے اور نہ کسی اور کی۔ امام صاحب کا توبہ کا مطالبہ غلط ہے۔ البتہ اس شخص کی بات بھی بیجا تھی جو اس نے یہ کہا کہ امام صاحب نے نماز جلدی پڑھادی۔ کسی نماز کے لیے شرعا یہ تعیین نہیں ہے کہ اتنے منٹ اور اتنے گھنٹے میں ہونی چاہیے اگر کسی نے مغرب کی نماز "اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۞" اور "قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۞" سے پڑھادی تو بھی اس پر اعتراض نہیں۔ اس نے بقدر مستحب قراءت کرلی ہے۔ بلکہ کوئی بھی نماز "اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۞" اور "قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۞" سے پڑھائے تو نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔ البتہ [کچھ نمازوں میں یہ] قراءت بقدر مستحب نہیں ہوگی۔ مگر اس سے نماز میں کوئی فتور نہیں آئے گا۔ امام صاحب کی کوئی بات ناپسند ہو تو ادب واحترام کے ساتھ ان سے کہنا چاہیے، چلتے پھرتے طعن وتشنیع کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(۲) اگر کسی شخص کی داڑھی ایک مشت یعنی چار انگل ہے اور زائد کو کٹوا رہا ہے تو وہ فاسق نہیں۔ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ ہدایہ وغیرہ میں ہے:

فالمسنون هو القبضة.(۱)

کٹوا کر ایک مشت سے کم رکھنے والا فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ

(۱)- الهداية، ج:۱، ص:۲۰۱، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، مجلس البركات، مبارك پور.

تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

أما الأخذ منها وهي دون ذلك فلم يبحه أحد.(۱)

اگر اس مدرس کی داڑھی ایک مشت یا اس سے زائد تھی تو امام کا انھیں فاسق کہنا حرام وگناہ ہے۔ اور نماز دہرانے کا حکم دینا شریعت پر افترا۔ اس صورت میں جب کہ اس مدرس کی داڑھی ایک مشت یا اس سے زائد ہو امام پر فرض ہے کہ اس مدرس سے معافی مانگے اور علانیہ توبہ بھی کرے۔ واللہ تعالی اعلم

(۳) اس حالت میں امام کو بیان کرنا جائز نہیں۔ مسجد میں تقریر ایسے وقت کرنی چاہیے جب کہ لوگ نماز وغیرہ میں مشغول نہ ہوں۔ عام مساجد میں اب یہ دستور ہو گیا ہے کہ لوگ نمازیں پڑھتے رہتے ہیں اور امام یا کوئی واعظ تقریر کرتا رہتا ہے یہ جائز نہیں۔ چاہیے کہ پہلے سے یہ اعلان کر دیں کہ ہر جمعہ کو فلاں وقت سے فلاں وقت تک تقریر ہوگی۔ تقریر کے دوران کوئی سنتیں نہ پڑھے۔ مقرر صاحب اذان خطبہ سے پانچ چھ منٹ پہلے وعظ بند کر دیں تاکہ جن لوگوں نے اب تک سنتیں نہ پڑھی ہوں پڑھ لیں۔ واللہ تعالی اعلم

(۴) اگر امام میں کوئی ایسا شرعی نقص ہے جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی یا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے تو کسی کو جائز نہیں کہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ جو بھی پڑھے گا گنہ گار ہوگا۔ جو لوگ امام سے ناراض ہیں اگر وہ اس وجہ سے ناراض ہوں کہ امام میں کوئی شرعی نقص ہے جس کی وجہ سے ان کی نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہوتی ہو تو وہ لوگ ٹھیک کر رہے ہیں۔ یہی ان کو کرنا واجب ہے۔ اس صورت میں جو لوگ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں وہ گنہ گار ہوں گے۔ اور اگر امام میں کوئی ایسا شرعی نقص نہیں جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو تو جو لوگ امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ گنہ گار فتنہ پرور ہیں۔ جماعت میں انتشار پیدا کرتے ہیں۔ مونچھوں کو اتنی بڑی بڑی رکھنا کہ بالائی ہونٹ کے کنارے تک آجائیں، خلاف سنت ہے۔ حدیث میں ہے: احفوا الشوارب.(۲) مونچھوں کو پست کراؤ۔

پست کرانے کا یہی مطلب ہے کہ اتنی چھوٹی ہو جائیں کہ اوپر کے ہونٹ کے کنارے تک نہ آئیں۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- فتح القدير، ج۲، ص: ۳۵۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، بركات رضا پور بندر.

(۲)- الصحيح لمسلم، ص: ۱۲۹، ج: ۱، باب خصال الفطرة، مجلس البركات، مبارك پور.

امام نے ان لوگوں کو جو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے منافق کہا۔ پہلی صورت میں امام کا ان لوگوں کو منافق کہنا حرام و گناہ ہے۔ انھیں منافق کہنے کی وجہ سے امام فاسق معلن ہو گیا۔ دوسری صورت میں امام نے ایک معنی کر ٹھیک کہا، کیوں کہ یہ لوگ فتنہ و فساد مچار ہے ہیں اور یہ کام منافق ہی کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ر جمادی الاولی ۱۴۱۱ھ

[۳۵۲-۳۵۴] امام کو چیناسلک، ریشمی اور چمک دار کپڑا پہننا کیسا ہے

مسئلہ ❶ زید کہتا ہے کہ امام کے لیے کپڑے کی کوئی قید نہیں، مثلاً چیناسلک، ریشمی یا چمک والا کام میں لاسکتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ نہیں چینا اور ریشمی اور چمک والا کپڑا امام کے لیے حرام ہے۔

❷ زید کہتا ہے کہ امام کے غسل کے لیے پانی کی کوئی حد نہیں ہے جتنا چاہے خرچ کر سکتا ہے بکر کہتا ہے کہ نہیں شریعت نے حد مقرر کی ہے بیجا خرچ منع ہے۔

❸ زید کہتا ہے کہ امام غیر محرم سے بات چیت کر سکتا ہے ان کے گھر آسکتا ہے جا سکتا ہے کوئی خرابی نہیں۔ بکر کہتا ہے امام ان سب باتوں سے دور رہے اور غیر محرم کے گھر جانا یا بات کرنا حرام ہے۔

عبدالقادر اشرفی، ایس ایم روڈ ممبئی

۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۰ھ

الجواب

❶ وہ چیناسلک جو خالص ریشم سے تیار ہوتی ہے، یا اس میں تانا ریشم کے علاوہ کچھ اور ہو اور بانا خالص ریشم ہو یا تانا، بانا، دونوں ریشم کا۔ یا مخلوط ہو مگر ریشم غالب ہو مردوں کو پہننا حرام ہے۔ خواہ وہ امام ہو یا مقتدی، عالم ہو یا حاکم، عوام ہوں یا خواص۔ ریشم سے مراد وہ ہے جو کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جو درختوں کی چھال یا کسی اور چیز سے تیار ہوتا ہے اگرچہ وہ چمکیلا ہو عالم غیر عالم سب کو پہننا جائز۔ اگرچہ عرف میں اس کو ریشم کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے دیار میں آج کل ٹیکس رائز چلا ہے یہ کیڑے سے نہیں تیار ہوتا مگر عوام اسے ریشم کہتے ہیں۔ اس کا پہننا مردوں کو جائز ہے۔ امام کو بھی مقتدی کو بھی۔ عوام میں آج کل یہ بیماری پیدا ہو گئی ہے کہ خود تو اچھے سے اچھا پہنتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ کھاتے ہیں پیتے ہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مکان بناتے ہیں۔ مگر علما اور ائمہ کے لیے سخت ناپسند کرتے ہیں بلکہ شریعت پر افترا کر کے از خود مفتی بن کر ناجائز ہونے کا فتوی دیتے ہیں

حالاں کہ حدیث میں فرمایا گیا:

إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده.[1] اللہ تعالی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ عز و جل نے جسے فراخی عطا فرمائی ہے وہ حسب حیثیت اچھا پہنے، اچھا کھائے اور اچھا مکان بنائے۔ البتہ علما، مشائخ وائمہ کو چمکیلے، بھڑکیلے لباس سے بچنا اولی ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

سن اور رام بانس کے کپڑے جو بظاہر بالکل ریشم معلوم ہوتے ہوں ان کا پہننا اگر چہ ریشم کا پہننا نہیں ہے مگر اس سے بچنا چاہیے۔ خصوصاً علما کو کہ لوگوں کو بد ظنی کا موقع ملے گا۔ یا دوسروں کو ریشم پہننے کا ذریعہ بنے گا۔ اس زمانے میں کیلے کا ریشم چلا ہے۔ یہ ریشم نہیں بلکہ کسی درخت کی چھال سے اس کو بناتے ہیں اور بہت ظاہر طور پر شناخت میں آتا ہے۔ اس کو پہننے میں حرج نہیں۔[2]

اس سے ظاہر ہوا کہ ریشم کے علاوہ اور چیزوں سے ریشم نما دھاگوں سے بنا ہوا کپڑا پہننا جائز ہے۔ ہاں! اگر وہ ریشم کے اتنا زیادہ مشابہ ہے کہ شناخت مشکل ہو تو علما اور ائمۂ مساجد کے لیے مناسب نہیں۔ اور اگر آسانی سے اس کی شناخت ہو جاتی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

(۲) زید صحیح کہتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(۳) بکر صحیح کہتا ہے۔ البتہ امام کی تخصیص نہیں کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ غیر محرم عورتوں سے خلط ملط رکھے۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۵۵] جس کی انگلیوں کا پیٹ سجدے میں زمین سے نہیں لگتا اسے امام بنانا جائز نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ: زید باعمل عالم سنی صحیح العقیدہ ہے اور اس کے دونوں پیر کا پنجہ اس طرح ہے۔ دائیں پیر کا پنجہ بائیں طرف اور بائیں پیر کا پنجہ دائیں طرف ہے صرف سجدہ کی

---

(۱)- جامع الترمذی، ج:۲، ص:۱۰۵، ابواب الآداب، باب ان الله يحب الخ، مجلس البرکات، مبارک پور.

(۲)- بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص:۴۸، لباس کا بیان، فاروقیہ بک ڈپو.

حالت میں انگلیوں کی پشت زمین پر لگی ہوئی ہیں۔ قبلہ کی طرف کسی انگلی کا منہ نہیں ہوتا ہے اور بحالت قعود بھی انگلیاں مذکورہ طور پر رہتی ہیں۔ باقی نماز کے سارے ارکان موصوف صحیح طور سے ادا کرتے ہیں موصوف اپنے گاؤں کی مسجد کے امام بھی ہیں اور موصوف کے گاؤں کے مسلمان اکثر جاہل اور فاسق اور معمولی پڑھے لکھے ہیں۔ بکر کہتا ہے کہ زید کے پیچھے کسی کی نماز نہیں ہوتی ہے بلکہ اقتدا ہی صحیح نہیں ہے۔ ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ زید کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

عبدالکریم نعیمی، گونڈہ، یوپی

۲۳؍ ربیع الاول، ۱۴۰۶ھ

الجواب

جب اس شخص کا پاؤں ایسا ہے کہ سجدے میں اس کے پاؤں کی کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہیں لگتا تو اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے ان لوگوں کی نماز صحیح نہیں جن کے پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ سجدے کی حالت میں زمین پر لگتے ہیں اس لیے کہ دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے کسی ایک انگلی کا پیٹ سجدے میں زمین پر لگنا فرض ہے۔ اور جو شخص بوجہ عذر فرض کے ادا کرنے پر قاصر ہو اس کے پیچھے اس کی نماز صحیح نہیں جو تمام فرائض کو ادا کرتا ہو۔ تنویر الابصار میں ہے:

ولا قادرٍ على ركوع وسجود بعاجز عنهما. (۱)

در مختار میں ہے:

لبناء القوي على الضعيف. (۲)

خود اس کی نماز بوجہ عذر ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۵۶] مشرکہ کی برسی میں قرآن پڑھنے والے کو امام بنانا درست نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ: زید ایک بہترین حافظ و قاری ہے۔ امامت کا شوق بھی رکھتا ہے اور پہلے امامت بھی کرتا تھا لیکن ابھی وہ مسجد کے نہ ملنے کی وجہ سے امامت نہیں کرتا ہے۔ زید

(۱)- تنویر الابصار علی الدر المختار، ج ۲، ص: ۳۲٤، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

(۲)- الدر المختار علی رد المحتار، ج ۲، ص: ۳۲٤، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

اس وقت ایک دار العلوم کا مدرس ہے جس کے ذمہ حفظ و قراءت کی تعلیم ہے لیکن اندرا گاندھی کی برسی میں قرآن پاک کی تلاوت کی ہے۔ زید کہتا ہے کہ مجھے دھوکا سے بلا کر لے گئے۔ جب میں برسی کی محفل میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اندرا گاندھی کی برسی ہے اور اندرا گاندھی کی ایک بہت بڑی تصویر بھی موجود تھی جو پھولوں سے سجائی گئی تھی۔ زید کہتا ہے میں وہاں پہنچ کر تلاوت قرآن پاک کرنے سے انکار نہ کر سکا، خوف سا محسوس ہونے لگا۔ اس لیے میں نے ڈر کر تلاوت کی ہے تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور زید پر توبہ واجب ہے یا نہیں؟ توبہ واجب ہے تو علانیہ یا پوشیدہ اور جو عذر کیے ہیں تو شریعت میں وہ قابل قبول ہے یا نہیں؟

کلیم رضا نوری، دار العلوم اہل سنت شاہی مسجد گنتاس بازار، ناسک سیٹی، مہاراشٹر

۲ / ربیع الآخرہ ۱۴۰۶ھ

الجواب

زید ایک غیر مسلمہ کی برسی میں قرآن مجید پڑھ کر فاسق معلن ہوگیا۔ اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم.(۱)

در مختار میں ہے: کل صلاة أدیت مع کراھة التحریم تجب إعادتھا.(۲)

یہ کسی کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ زید اتنا بے عقل گھامڑ ہے کہ ایک شخص اس کو لے کر گیا اور اس نے پوچھا بھی نہ ہوگا کہ کہاں چلنا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر زید علانیہ توبہ کرے تو اس کو امام بنایا جاسکتا ہے ورنہ ہرگز ہرگز امام نہ بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۵۷] گناہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہوجاتا ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید کھلم کھلا داڑھی منڈواتا ہے کیا شریعت کے اعتبار سے داڑھی منڈوانا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟

---

(۱)- غنية المستملی شرح منية المصلی، ج۱، ص:۵۱۳، كتاب الصلاة، فصل فی الإمامة، سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۲)- الدر المختار علی رد المحتار، ج۲، ص:۱۴۷-۱۴۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمیه، بیروت.

محمد اعجاز احمد اشرفی، محلہ میدان

۲۵؍ شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب

داڑھی منڈانا گناہ صغیرہ ہے مگر بار بار منڈانا ضرور کبیرہ ہے۔ لا صغيرة مع الإصرار۔ داڑھی منڈا ضرور فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۵۸] جہیز کا مطالبہ کرنے والے کو امامت سے معزول کر دیں

مسئلہ ایک مسجد کے امام صاحب جو وعظ و تقریر بھی کرتے ہیں اپنے لڑکے کی شادی میں لڑکی والوں سے یہ کہا کہ تیس ہزار روپے آپ دیں گے تو یہ شادی ہوگی۔ غرضے کہ تیس ہزار روپے لے کر اپنے لڑکے کا عقد کیا۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا یا وعظ و تقریر کروانا اور نکاح پڑھوانا کیسا ہے؟ از روے شریعت حکم صادر فرمائیں۔

محمد علاء الدین، ۶؍ کے ایم بھٹا چاریہ، اسٹیٹ سیرام پور، ضلع ہگلی، بنگال

۲۳؍ شوال ۱۴۱۱ھ

الجواب

یہ امام رشوت خور، فاسق معلن ہے اسے امام بنانا جائز نہیں۔ امامت سے معزول کرنا واجب ہے۔ جس دن سے اس نے رشوت کا سوال کیا ہے اس دن سے اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئیں ہوں سب کا لوٹانا واجب ہے۔ شادی کے لیے کچھ رقم طے کر کے لینا رشوت ہے خواہ لڑکے والے لڑکی والوں سے مانگیں یا لڑکی والے لڑکے والے سے مانگیں۔ عالمگیری میں ہے:

خطب إمرأة في بيت أخيها فأبى أن يرفعها حتى يدفع إليه دراهم فدفع وتزوجها يرجع بما دفع؛ لأنها رشوة، كذا في القنية[1].

یہ حکم اگرچہ لڑکی والوں کے مانگنے کے بارے میں ہے مگر علت مشترک ہونے کی وجہ سے یہی حکم

(۱)- الفتاوى الهنديه، ج:٤، ص:٤٥٢، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات الخ، دار الكتب العلميه، بيروت.

لڑکے والوں کے بارے میں ہے۔ امام پر واجب ہے کہ یہ تیس ہزار روپے لڑکی والوں کو واپس کرے اور توبہ بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۵۹]　غیر محرم عورتوں کو چوڑی پہنانے والا امامت کے لائق نہیں

مسئلہ زید چوڑی کا کاروبار کرتا ہے اور نامحرم عورتوں کو چوڑی بھی پہناتا ہے۔ اس کی روزی حلال ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص قابل امامت ہے یا نہیں؟ لوگ اس کی پیشوائی اور امامت پر اعتراض کرتے ہیں۔ بینوا توجروا

عبد الرسول قادری متعلم جامعہ برکاتیہ سید العلوم، پوسٹ کاس گنج، ضلع ایٹہ

الجواب

زید جب غیر محرموں کو چوڑی پہناتا ہے تو ان کا ہاتھ بھی پکڑتا ہوگا اور غیر محرموں کا ہاتھ پکڑنا حرام ہے۔ اس لیے زید اس لائق نہیں کہ امامت کر سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۶۰]　زمین داری ٹوٹنے کے بعد زمین کاشت کار کی ملک ہو گئی

مسئلہ زید جو زمین دار تھا اس نے اپنے زمانہ زمین داری میں کچھ زمین کاشت کے لیے بکر کو دی تھی اور یہ کہا تھا کہ تم اس کے صلہ میں مسجد میں چراغ بتی اور جھاڑو دیتے رہنا اور نمازیوں کے لیے پانی بھرتے رہنا بکر اور اس کی اولاد برابر مسجد کی خدمت کرتے رہے اب جب کہ زمین داری ختم ہو گئی اور زمین داری کا کوئی اثر باقی نہ رہا بکر کی اولاد نے مسجد کی خدمت کرنا چھوڑ دی۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ بکر کی اولاد میں ایک شخص قابل امامت ہے کیا اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جب اس نے مسجد کی زمین غصب کر کے اپنے نام کرالی ہے جو کہ مسجد کی خدمت کرنے کے لیے اسے دی گئی تھی۔

حافظ رسول احمد، امام جامع مسجد بیلہار، امرودھا، ضلع کان پور

۱۱ر شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب

بکر کی اولاد میں سے اس شخص کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ زمین دار نے یہ زمین مسجد کو نہیں دی تھی بلکہ بکر کو دی تھی اگرچہ مسجد کی خدمت کے صلے میں۔ جیسا کہ خود سوال میں تصریح ہے۔ (کہ ”زید جو

زمین دار تھا اس نے اپنے زمانۂ زمین داری میں کچھ زمین کاشت کے لیے بکر کو دی تھی اور یہ کہا مسجد میں چراغ بتی اور جھاڑو دیتے رہنا") مسجد کے کسی خدمت گار کو زمین دینا اور بات ہے اور مسجد کو زمین دینا اور بات۔ اب جب کہ گورنمنٹ نے زمین داری ختم کر کے زمین داروں کو معاوضہ بھی دے دیا اور زمین داروں نے لے بھی لیا اور شکست زمین داری [1] کے قانون کے مطابق زمین کاشت کار کی ٹھہری تو بکر اس زمین کا بعطاے گورنمنٹ مالک ہو گیا یا شکست زمین داری کے وقت بکر زندہ نہ رہا تو اس کے وارث مالک ہو گئے۔ اس لیے اس زمین پر مالکانہ تصرف کرنے کی وجہ سے بکر کی اولاد پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۶۱] نماز پڑھانے کی حالت میں اگر کوئی امام کا فوٹو کھینچ لے تو اس پر الزام نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

عرصہ سے ایک مسجد کے مصلیوں میں اس بات پر شدید اختلاف چلا آرہا ہے کہ زید امامت کے لائق ہے کہ نہیں؟ اور مصلیان مسجد دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں، ایک گروہ نے زبردستی زید کو امام بنائے رکھا پھر زید اور اس کے حامیوں نے آپس میں راے مشورہ کر کے مسجد مذکور میں نماز باجماعت شروع کیا انھیں میں سے ایک آدمی نے جماعت مذکورہ کا فوٹو کھینچا اور فوٹو کھینچنے والے کی ایک رکعت نماز بھی چھوٹ گئی۔ سوال یہ ہے کہ یہ نماز ہوئی کہ نہیں اور ایسے لوگ جو تصویر کھنچوائے ہیں امامت کے لائق ہیں کہ نہیں اور امام مذکور کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو کیسی؟

محمد مصطفیٰ، مبارک پور

۱۷ر شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب

جن لوگوں نے تصویر کھنچوائی یا جو اس پر راضی ہوا، یا جس نے کھینچی وہ سب فاسق معلن ہیں۔ ان میں

(۱)- ۱۹۵۰ء میں حکومت اترپردیش نے جب زمین داری ختم کی اور ایک ایکٹ کی ذریعہ جو لوگ اس زمین کی کاشت کرتے تھے انھیں کو مالک تسلیم کر لیا۔ اسے ابالیشن ایکٹ (Abolition Act) کہا جاتا ہے۔ اسی کو یہاں شکست زمین داری سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مشاہدی

سے کسی کو امام بنانا گناہ۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ زید کے بارے میں سوال میں کوئی ایسی بات تحریر نہیں کہ جس کی بنا پر اس کی امامت میں خلل ہو۔ زید نماز پڑھا رہا تھا اس حالت میں دوسرے نے تصویر کھینچی اس سے یہ لازم نہیں کہ زید نے اس کا حکم دیا، یا اس پر راضی ہوا۔ ہاں! اس کا شبہہ ضرور ہوتا ہے، شبہہ کی بنا پر لائق امامت نہ ہونے کا حکم دینا درست نہیں۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ زید نے تصویر کھینچنے کا حکم دیا تھا یا اس پر راضی تھا یا بعد میں اس پر راضی ہوا تو وہ ضرور فاسق معلن ہے۔ اس تقدیر پر ضرور اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۶۲] جو امام نماز چھوڑنے کا عادی ہے اسے معزول کرنا واجب

مسئلہ ایک مسجد کے امام صاحب رات تقریری پروگرام میں جاتے ہیں اور صبح جب نماز کے واسطے اٹھایا جاتا ہے تو اٹھتے نہیں۔ ایک حاجی صاحب جو اسی مسجد کے ایک رکن ہیں۔ یہ اٹھانے والے سے کہتے ہیں چھوڑ دو رات تقریر میں گئے تھے۔ کوئی دوسرا نماز پڑھا دے گا۔ اور مزید یہ کہ امام صاحب اکثر جماعت ترک کرتے ہیں اور اکثر جو جماعت کا وقت مقرر ہے اس سے پانچ منٹ سات منٹ دیر سے آتے ہیں۔ جب ان سے سوال ہوتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ امام کے لیے شریعت کی جانب سے رخصت ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کے یہ سارے افعال شرع کے اعتبار سے جائز ہیں یا نہیں؟ اور امام صاحب و حاجی صاحب دونوں کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟

حاجی شیخ شفیع الدین صاحب، پوسٹ آفس مین کیندرا پاڑا، کٹک اڈیشہ

۹ر جمادی الاولی ۱۴۰۶ھ

الجواب

سوال سے ظاہر ہے کہ امام کی یہ عادت بن گئی ہے کہ جب بھی وہ تقریر کرنے جاتا ہے تو نماز فرض قضا کر دیتا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہی ہے تو اسے امام رکھنا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ اتنی رات تک تقریر کرے کہ اس کی نماز فرض قضا ہو جائے۔ وہ حاجی جو نماز پڑھانے کے لیے جگانے سے روکتا ہے وہ بھی امام کے ساتھ میں گنہ گار ہے۔ نماز کے لیے سونے والے کو جگانا فرض ہے اور جماعت کے لیے واجب۔ حاجی نے فرض یا واجب سے روکا، اس لیے وہ بھی گنہ گار ہوا۔ امام جب جماعت ترک کرنے کا عادی ہے تو فاسق معلن ہے اس طرح

بھی اس کو امام بنانا جائز نہیں، اور معزول کرنا واجب۔ رہ گیا جماعت کے لیے جو وقت مقرر ہے اس میں تھوڑی بہت تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہت سی صورتوں میں مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۶۳] ٹخنے سے نیچے پائجامہ یا تہبند ہو تو نماز کا کیا حکم ہے

مسئلہ ٹخنے سے نیچے پائجامہ یا تہبند رکھنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ آج کل امام بھی نیچا رکھتے ہیں؟

نور محمد کریم

الجواب

ٹخنے سے نیچے اگر پائجامہ یا تہبند تکبراً ہے تو حرام وگناہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن، اس سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے جس کا دہرانا واجب ہے۔ اور اگر بطور فیشن ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ یہ فساق کی وضع ہے اور فساق کی وضع اختیار کرنا حرام۔ اور آج کل ٹخنے سے نیچے پائجامہ رکھنے والے اسی قسم کے ہیں خواہ وہ عالم کہلائیں یا حافظ یا امام۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ اور اگر یہ صورت ہے کہ وہ پائجامہ یا تہبند باندھتا ہے ٹخنوں کے اوپر، لیکن پھر وہ از خود سرک کر بلا قصد واختیار نیچے ہو جاتا ہے تو معاف ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو تکبراً تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکائے وہ جہنم میں ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا تہبند سرک جاتا ہے مگر یہ کہ میں خاص اس کا خیال کروں۔ تو فرمایا کہ تم ایسا بہ نیت تکبر نہیں کرتے۔ (۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷؍ شوال المعظم

[۳۶۴] وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھنے والے امام کا حکم

مسئلہ اس شہر میں جتنے امام ہیں ان میں سے ہر ایک ایسے شخص کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاتا ہے جو عقیدۃً سنی

(۱)- فتاوی رضویہ میں ہے: أخرج البخاري في صحيحه قال: حدثنا ابن يونس فذكر بإسناده عن ابن عمر عن النبي -صلی الله تعالى عليه وسلم- قال: من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة. قال أبو بكر: يا رسول الله! أحد شقي إزاري يسترخي إلا أن أتعاهد ذلك منه، فقال النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم-: لست ممن يصنعه خيلاء.

قلت: وبنحوه روى أبو داؤد والنسائي.

حدیث بخاری ونسائی میں ہے: ما أسفل الكعبين من الإزار ففي النار. (ج:۹، ص: ۹۹، کتاب الحظر والإباحة، رضا اکیڈمی) محمود علی مشاہدی مصباحی

ہے لیکن وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ منع کرنے پر کہتا ہے کہ نماز پڑھنے سے کیا ہوتا ہے کسی کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں۔ مسئلہ بتانے پر بھی پرہیز نہیں کرتا اور ان اماموں میں سے بعض کے پائجامے بھی اور لنگی بھی ٹخنے کے نیچے رہتی ہے۔ تو ایسے اماموں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اگر نہیں ہوگی تو نماز جمعہ کیسے ادا کریں؟

جناب محمد اسرائیل اشرفی دانا بازار، پوسٹ مالے گاؤں، ناسک

۱۳ر شعبان ۱۴۰۵ھ

الجواب

وہابی حضور اقدس ﷺ کی شان ارفع واعلی میں توہین کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز صحیح اس لیے جو کسی وہابی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اس کی نماز قطعا نہیں ہوتی۔ جو امام ٹخنوں کے نیچے پائجامہ عادۃ یا شوقیہ رکھتا ہے اس کی نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے (۱) اگر کوئی دوسرا امام ملے تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ بدرجہ مجبوری اسی امام کے پیچھے پڑھیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۶۵] دیوبندی کا ذبیحہ کھانے والے کو امام بنانا کیسا

مسئلہ زید سنی صحیح العقیدہ ایک مسجد میں امام مقرر کیا گیا ہے اس کو یہ مسئلہ معلوم ہے کہ دیوبندی وہابی کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار کے حکم میں ہے اس کے باوجود وہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ جس گھڑی میں چین لگی ہو اس کو پہن کر نماز نہیں ہوتی پھر بھی وہ چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھاتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جناب محمد اسرائیل اشرفی دانا بازار، پوسٹ مالے گاؤں، ناسک

۱۳ر شعبان ۱۴۰۵ھ

الجواب

اگر یہ صحیح ہے کہ زید ایسے دیوبندی کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاتا ہے جو گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی کی ان کفری عبارتوں پر مطلع ہے جن پر علمائے عرب وعجم، حل وحرم نے ان چاروں کے بارے میں یہ فتوی دیا کہ جو

---

(۱)- یہ حکم اس وقت ہے جب فساق کی وضع اختیار کرنا مقصود نہ ہو ورنہ حکم کراہت تحریم کا ہوگا جیسا کہ دوسرے فتوی میں مذکور ہے۔ محمود علی مشاہدی

شخص ان کی ان کفری عبارتوں پر مطلع ہوتے ہوئے ان کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے تو ضرور زید فاسق معلن ہوا، اسے امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ رہ گیا گھڑی کی چین کا مسئلہ تو اس خادم کی رائے یہ ہے کہ سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی چین گھڑی کے ساتھ باندھنی ناجائز نہیں۔ اور اسے باندھ کر نماز پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۶۶] بلا وجہ شرعی امام کی اقتدا نہ کرنا گناہ ہے

مسئلہ زید مسجد میں کوئی نماز جماعت سے پڑھنے داخل ہوا اس کی نظر عمرو پیش امام پر پڑی جو نماز پڑھا رہا ہے زید کو عمرو کی امامت میں نماز پڑھنے کی کراہیت ہے ایسی مشکل میں زید جماعت میں شامل ہو یا مسجد سے باہر نکل جائے یا مسجد میں بیٹھ کر جماعت ختم ہونے کا انتظار کرے اور بعد میں اپنی نماز الگ پڑھے؟

نہال الدین احمد خاں، محلہ میران پورہ، پوسٹ ٹانڈہ، ضلع فیض آباد

الجواب

اگر عمرو میں ایسا کوئی شرعی نقص ہے جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی یا مکروہ تحریمی ہوتی ہے تو نہ صرف زید بلکہ سب مصلیوں پر ضروری ہے کہ پہلے کوشش کریں کہ عمرو امامت سے معزول کر دیا جائے اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو اپنی الگ جماعت کریں یا اس کے بعد کریں اور اگر کوئی شخص زید کا ساتھ نہ دے تو زید تنہا بھی پڑھ سکتا ہے لیکن اگر عمرو میں کوئی ایسا شرعی نقص نہیں جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز میں کوئی خلل پیدا ہو تو زید کا یہ فعل کسی طرح درست نہ ہوگا بلکہ جماعت چھوڑنے کی وجہ سے گنہ گار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۶۷] بازار میں کھانا پینا امام کے لیے مناسب نہیں

مسئلہ ایسے امام کے متعلق کیا حکم ہے جو بازار میں عام طریقہ سے کھاتا پیتا ہو اور ایک دوا کی دوکان پر بیٹھتا ہو جس میں ایک جوان لڑکی دوا فروخت کرتی ہو اور مسجد کے اندر بیٹھ کر اخبارات پڑھتا ہو جس میں بہت سی قسم کی تصویریں رہتی ہیں؟ منع کرنے پر جواب دیتا ہے کہ کیا تمھارے جیب میں روپے پیسے نہیں رہتے ہیں اس میں بھی تو تصویریں رہتی ہیں۔ تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

مصلیان بی ایم بستی، شیب پور، ہوڑہ، بنگال

۱۷ر صفر ۱۴۰۶ھ

الجواب

امام کے لیے یہ مناسب نہیں کہ بازاروں میں عام طور پر کھائے پیے، یہ وقار کے خلاف ہے۔ ایسے کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔ دوا کی دکان پر اگر دوا خریدنے جاتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں اگرچہ سودا بیچنے والی عورت ہو، یا کسی اور کام کے لیے جاتا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں اس لیے اس عورت نے خود اپنے آپ کو بے آبرو کر دیا مرد کیا کریں، آنکھیں بند کر کے چلیں۔ اور اگر امام دکان پر اسی لیے جاتا ہے کہ اس عورت پر نگاہ بد ڈالے گا اور ہم کلامی کی لذت حاصل کرے گا تو امام فاسق معلن ہو گیا۔ اب اسے امام بنانا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایسا اخبار جس میں تصویریں چھپی ہوں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ مقصود اخبارات کے مضامین پڑھنا ہوتا ہے نہ کہ تصویروں کا گھورنا۔ مسلمانوں کے ہر فعل کو اچھے محمل پر حمل کرنا واجب اور خواہ مخواہ برے محمل پر حمل کرنا حرام۔ مسجد میں جو جگہ نماز پڑھنے کے لیے مقرر ہے اس حصے میں ایسا اخبار لے جانا جس میں تصویریں ہوں حرام ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی رہائش کے حجرے میں یا صحن کے اس حصے میں جو خارج مسجد ہے اخبار لے جا کر پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۶۸] سجدے کی حالت میں زمین سے انگلیوں کے نہ لگنے کا حکم

مسئلہ ہمارے یہاں مسجد کے امام صاحب جسم کے موٹاپے کی وجہ سے صحیح سجدہ ادا نہیں کر پاتے، مثلاً کبھی پیر کا اٹھ جانا اور کبھی پیر کا آگے پیچھے ہونا۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان آرام سے بیٹھنا وغیرہ وغیرہ۔ ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہ ہوگی جو دونوں سجدوں کے درمیان صحیح طریقہ سے بیٹھتا نہ ہو، اس لیے کہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا واجب ہے۔ اور سجدے میں انگوٹھے کا زمین سے لگنا فرض ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں تو اتنے دنوں جو ہم لوگوں نے نماز پڑھی اس کا کیا حکم ہے؟

مصلیان بی ایم بستی، شیب پور، ہوڑہ، بنگال

۱۷ر صفر ۱۴۰۶ھ

الجواب

آدمی کتنا ہی موٹا ہو دونوں سجدوں کے درمیان بخوبی بیٹھ سکتا ہے اسی طرح سجدوں میں انگلیوں کے

پیٹ بھی زمین پر لگا سکتا ہے۔ یہ امام کاہلی کی وجہ سے ایسا کرتا ہوگا۔ بہر حال یہ صحیح ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا واجب ہے۔ جو امام دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے نہ بیٹھتا ہو اس کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ تمام مقتدیوں کی بھی۔ سجدے میں خاص کر انگوٹھے کا لگنا فرض نہیں بلکہ دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے کسی بھی ایک انگلی کے پیٹ کا لگنا فرض ہے۔ اگر اس امام کی کسی بھی انگلی کا پیٹ زمین پر نہیں لگا تو نماز سرے سے ہوگی ہی نہیں۔ ایسی تمام نمازوں کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے اور ہر ہر پاؤں کی کم از کم تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگنا واجب ہے۔ اگر اس امام کے دونوں پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر نہیں لگتے تو اس کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ اور اسی کے ساتھ تمام مقتدیوں کی بھی۔ ان تفاصیل کے مطابق جب سے یہ امام ایسی کمی کرتا ہو جس سے نماز فاسد ہوتی ہو یا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہو ان تمام نمازوں کو پھر سے پڑھیں یا اعادہ کریں۔ امام کو حکم شرعی بتائیں اگر وہ اس کے مطابق عمل کرے فبہا ورنہ اسے معزول کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۶۹] جس امام کو لوگ ناپسند کرتے ہوں اسے نماز پڑھانا کیسا؟

مسئلہ اگر کسی عالم یا امام کو معلوم ہو کہ اگر میں مسجد میں امامت کروں گا تو مقتدیوں کی اکثریت میرے پیچھے نماز نہیں پڑھے گی اور آپس میں نفاق پیدا ہوگا اس کے باوجود اگر امامت کرے تو اس امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

گلاب محبوب خاں صاحب، ماڈرن اردو لائبریری، کھڈکالی مسجد کے سامنے، ناسک

الجواب

اگر امام میں کوئی شرعی نقص نہیں صرف لوگ ضد اور عناد کی وجہ سے فتنہ مچائیں تو امام پر کوئی الزام نہیں ہوگا۔ مجرم فتنہ وفساد مچانے والے لوگ ہوں گے۔ اور اگر امام میں کوئی ایسا شرعی نقص ہے جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی یا مکروہ ہوتی ہے تو ضرور امام مجرم ہے ایسے ہی اماموں کے بارے میں فرمایا گیا: کہ ان کی نماز کانوں کے اوپر نہیں جاتی۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- جامع ترمذی ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فیمن أم قوما وھم له کارھون. جلد اول، ص: ۳۷۵.

[۳۷۰] جس کے گھر آتش بازی کا کاروبار ہو اسے امام بنانا کیسا

مسئلہ زید جو کہ ایک مسجد کا امام ہے اپنے کو آتش باز کہتا ہے، اس کے گھر آتش بازی کا کاروبار ہے، پٹاخہ بنا کر فروخت کیا جاتا ہے۔ زید گھر والوں کو منع نہیں کرتا اور گھر سے الگ بھی نہیں ہوا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں؟ مفصل طور پر جواب سے نوازیں۔

جناب عبد الرزاق صاحب رضوی، دار العلوم حبیبیہ قادریہ، فیل خانہ، ہوڑہ، بنگال

الجواب

اگر زید نہ خود آتش بازی کا سامان بناتا ہے اور نہ بیچتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، جب کہ گھر والوں کے فعل سے راضی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۷۱] فاسق معلن کی اقتدا کرنے والے کو امام بنانا کیسا

مسئلہ دو مولوی صاحبان ایک کھس کھسی داڑھی رکھنے والے کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ امام کو امامت سے معزول کرنے کی بجائے خود آپ ہی اقتدا کرتے ہیں جس سے عوام پر برا اثر پڑتا ہے تو کہتے ہیں کہ مصلحتاً نہیں روکتے، گاؤں کے ایک آدمی ہیں۔ کون دشمنی مول لے۔ کیا ان لوگوں کی تقریروں اور امامت میں اقتدا اور شرکت درست ہے؟

مولوی سعید احمد، ناظم اعلیٰ مدرسہ فیض العلوم اشرفیہ، پورہ امام اللہ، دیوگاؤں، کھنڈاسا، ضلع فیض آباد، یوپی

الجواب

ایسا عالم جو فاسق معلن کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے فاسق معلن ہے۔ اس کی اقتدا جائز نہیں اور اعزاز کے ساتھ اسٹیج پر بٹھانا بھی منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۷۲] امام کا نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرنا کیسا ہے

مسئلہ سنی شخص کا انتقال ہوا تو اس پر پیش امام صاحب نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کیا تھا۔ اس

کے بعد ایک بزرگ سنی نے نماز پڑھائی۔

شیخ ابراہیم موسی، کھورلی مہالیسا، گوا

الجواب

امام اس لیے رکھا جاتا ہے کہ وہ پنج وقتہ کے علاوہ جنازے کی بھی نماز پڑھائے۔ امام نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرکے متعلقہ ڈیوٹی کی انجام دہی میں ضرور کوتاہی کی۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۷۳] فلم دیکھنے والے امام کا کیا حکم ہے

مسئلہ بکر نے ایک روز فلم دیار مدینہ دیکھا۔ اس کے بعد یا پہلے اس کے فلم دیکھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ مذکورہ فلم کو جہاں بکر امامت کرتا ہے وہاں کے پچھتر فی صدی لوگوں نے دیکھا۔ تقریباً چھ ماہ گزر جانے کے بعد چند لوگ اسی بنا پر بکر کی امامت سے کراہیت ظاہر کرتے ہیں۔ اس صورت حال پر بکر کی امامت میں نماز درست ہے یا نہیں؟

جناب آل نبی صاحب، صدر انجمن محبوبیہ مقام و پوسٹ پٹنہ، ضلع سرگوجہ، ایم پی

۱۴ر ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ

الجواب

کوئی فلم جائز نہیں، امام نے جس وقت یہ فلم دیکھی اسی وقت فاسق معلن ہو گیا۔ اسی وقت سے اسے امام بنانا ناجائز ہو گیا۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ اب اگر یہ امام توبہ کرے تو اس کو امام بنانے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۷۴] نس بندی کرانے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

نس بندی کرانے والے کی امامت واذان درست ہے یا نہیں؟ نیز حج بیت اللہ کو جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ اگر اس سے قریب نماز جماعت میں کوئی شخص ہو تو اس کی نماز درست ہو گی یا نہیں؟

سید محمد مرتضی علی قادری رضوی، شہر بلرام پور، ضلع گونڈہ، یوپی

۶ر اگست ۱۹۸۱ء

الجواب

نس بندی کرانے والا فاسق معلن ہے۔ اس کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ، اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی جائیں سب کا اعادہ واجب۔ یوں ہی اس کی اذان بھی مکروہ اور اقامت بھی۔ قہستانی میں اس کی تصریح ہے کہ فاسق اگر اذان کہے تو اس کا اعادہ کیا جائے۔

در مختار میں ہے:

و يكره آذان جنب وإقامته (إلى أن قال) وفاسق و يعاد أذان جنب ندبا . وقيل وجو با اھ.[1]

اس کے تحت شامی میں ہے:

وزاد القهستاني والفاجر (إلى أن قال) وعلل الوجوب في الكل بأنه غير معتدبه والندب بأنه معتدبه. إلا أنه ناقص قال: وهو الأصح كما في التمرتاشي.[2]

اور یہی صحیح ہے کہ فاسق کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ نس بندی کرانے والے کے لیے اگر وجوب ادا اور وجوب کے تمام شرائط پائے جاتے ہوں تو اس پر حج فرض ہے۔ حج کرے گا تو اس کا حج صحیح ہوگا۔ اس کی بھی نماز جنازہ فرض کفایہ۔ ہاں عالم یا مقتدائے دینی کو چاہیے کہ وہ اس کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اس کے صف میں کھڑے ہونے سے اس کے آس پاس والوں کی نماز میں کوئی خلل نہیں پڑے گا، خود اس کی نماز بھی بلا کراہت صحیح ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۷۵] حلال خور کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ ایک صاحب قوم کے حلال خور ہیں اور پیش امام بھی ہیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ ان کا کہنا ہے کہ جو ہمارے یہاں کھانا نہیں کھائے گا وہ ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھے۔

اس وقت جو پیش امام نور محمد حلال خور ہیں تراویح کے ختم کے دن فاتحہ کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ ہم عید کے دن آپ لوگوں کی نماز بھی نہ پڑھاویں گے۔

نصیر اللہ، مقام حسین گنج، پوسٹ شاہ گنج، جون پور، یوپی

---

(۱)- تنوير الابصار والدر المختار مع رد المحتار، ج ۲، ص: ٦٠، باب الأذان، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۲)- رد المحتار مع الدر المختار، ج ۲، ص: ٦١، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير مستحب في آذانه، دار الكتب العلميه.

الجواب

اگر وہ غلاظت ڈھونے کا پیشہ نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے اور اس کے یہاں کھانے میں کوئی حرج نہیں جو لوگ اس کے یہاں کھانے سے احتراز کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فاتحہ کرنا امام پر واجب نہیں اگر اس نے انکار کر دیا تو اس پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اخلاقاً اس کو انکار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی خدمت کرنی چاہیے۔ ہاں اگر انکار اس بنا پر ہے کہ لوگ اس کے یہاں کھانے سے انکار کرتے ہیں تو اس کا انکار حق بجانب ہے۔ نماز عید کا معاملہ یہ ہے کہ اگر اس کے علاوہ دوسرا لائق امامت نہیں تو اس پر نماز پڑھانی فرض ہے نہ پڑھائے گا تو گنہ گار ہوگا اور اگر دوسرا کوئی اور لائق امامت ہو اور یہ انکار کر رہا ہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اسی دوسرے کو امام مقرر کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۷۶] امام میں شرعی نقص نہ ہو تو اسے معزول کرنے کا حق کسی کو نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ: ساکن انار کوٹھی میں ایک مسجد ہے جس کا نظم ونسق متولی کے ذریعہ ہوتا تھا۔ بعد انتقال متولی لوگوں نے کمیٹی بنائی بنام مسجد کمیٹی، جس سے ساکن کے تمام لوگوں نے اتفاق کیا اور اس کے ذریعہ مسجد ہذا کی چنا گرانی ہوتی رہی ہے۔

ادھر کچھ لوگوں نے امام کمیٹی بنائی جس سے لوگوں میں کشیدگی ہوگئی۔ تقریباً ۳۵ر گھر امام کمیٹی کی جانب ہے اور تقریباً ۹۰ر گھر مسجد کمیٹی کی جانب ہے۔ ہر دو جانب چندہ ہوتا اور الگ الگ امام مقرر ہے۔ امام کمیٹی کی جانب غیر سند یافتہ عالم ہے اور مسجد کمیٹی کی جانب سند یافتہ عالم ہے۔ حق امامت کس کو حاصل ہے؟ اور ایسا کرنا شریعت اسلامیہ کی رو سے کیسا ہے؟

مسجد کمیٹی، انار کوٹھی، در بھنگہ، بہار

۲۲ر ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ

الجواب

اس قسم کے متنازع فیہ امور میں جب تک طرفین کے بیانات نہ سامنے ہوں کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مسجد کمیٹی کے مقرر کردہ امام میں کوئی شرعی نقص نہیں تو اسے معزول کرنے کا حق کسی کو نہیں حتی کہ مسجد کمیٹی کو بھی نہیں۔ شامی میں ہے:

ولا ينعزل صاحب وظيفة بغير جنحة.(1)

اس تقدیر پر امام کمیٹی کا دوسرا امام مقرر کرنا درست نہیں اور اگر مسجد کمیٹی کے مقرر کردہ امام میں کوئی ایسا شرعی نقص ہے جس کی وجہ سے اسے امام رہنا درست نہ ہو تو امام کمیٹی والوں کا دوسرا امام مقرر کرنا حق بجانب اور اب سارا جرم مسجد کمیٹی والوں کے سر ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۷۷] ایک امام کے متعلق سوال؟

مسئلہ ایک پیش امام اپنی امامت کو برقرار رکھنے کے لیے چند وقار پرست، باروزگار سیدھے سادھے مسلمانوں پر اپنا رعب و دبدبہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں، جائز و ناجائز حق و باطل کی تمیز کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں، وہ رجعت پسندی سیاست میں ملوث ہے۔ ان ہی بری حرکات کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت محسوس کرتے ہیں اور وہ لوگ منفرد طور پر نماز بعدِ جماعت ادا کرتے ہیں تو ایسی صورت میں اس امام موصوف کا بذات خود امامت پر قائم رہنا درست ہے یا نہیں؟

فرقہ شمع نیازی کو ہر مکتب فکر کے علما نے خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اس جان کاری کے باوجود امام مسجد فرقہ شمع نیازی سے ساز باز کر کے سیدھے سادھے مسلمانوں کے آڑ میں اعلان کر دے کہ میں آپ لوگوں کا پیش امام ہوں اور نائب رسول کا درجہ رکھتا ہوں اس حیثیت سے کہتا ہوں کہ شمع نیازی فرقہ خارج از اسلام نہیں ہے بلکہ وہ بدعتی و گمراہ ہیں، لہذا میں ان کو مسلمان تصور کرتا ہوں۔ آپ لوگ بھی اس کو مانیں، ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں، ان کی محفلوں میں شرکت کریں وغیرہ وغیرہ۔

---

(۱)- رد المحتار مع الدر المختار، ج۶، ص: ۵۸۱، كتاب الوقف، دار الكتب العلميه، بيروت.

امام موصوف کے اس اعلان پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور کچھ نے طرف داری کی۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ بدعتی و گمراہوں کی پشت پناہی کرنے والے، اصول مذہب اسلام کو دنیاوی مصنوعی مفاد پر قائم کرنے والے اسلامی نقطۂ نگاہ سے کیا کہلانے کے مستحق ہیں؟ اور اس کے ساتھ ہمیں کیا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟

محمد یعقوب انصاری، جموریہ بازار، بردوان، بنگال

۲۵/ ذو قعدہ ۱۴۰۶ھ

الجواب

جس امام کے احوال سوال میں مذکور ہیں وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ اسے امام بنایا جائے۔ کم از کم بدترین فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اسے معزول کرنا واجب ہے۔

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم (۱)۔

در مختار میں ہے:

کل صلاة أديت مع كراهة تحريم تجب أعادتها. (۲)

امام جب کہ خود یہ اقرار کرتا ہے کہ شمع نیازی پارٹی گمراہ ہے تو ان سے میل جول کیسے جائز سمجھتا ہے۔ گمراہ بدمذہبوں سے میل جول حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا:

إياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم. (۳)

ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو۔ وہ کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں۔ فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ حتی الوسع کوشش کریں کہ اس امام کو امامت سے معزول کردیں جو اس کوشش میں ذرہ برابر سستی کرے گا وہ مجرم ہوگا اور شمع نیازی پارٹی سے کسی قسم کا میل جول نہ رکھیں۔ یہ انتہائی خطرناک پارٹی ہے۔ شمع نیازی پارٹی پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم ہے۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- غنية المستملی شرح منية المصلی، ص:۵۱۳، فصل في الامامة، سهيل اكيڈمی، لاهور.

(۲)- الدر المختار، ج۲، ص:۱۴۷، ۱۴۸، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۳)- مشكاة المصابيح، ص:۲۸، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مجلس البركات، مبارك پور.

[۳۷۸] عالم کو بہ نسبت قاری کے امام بنانا مقدم ہے

مسئلہ اگر پہلے سے ایک سنی صحیح العقیدہ عالم امامت کر رہے ہوں اور قاری اپنی قراءت کی بنیاد پر یہ کہے کہ امامت میں کروں گا جب کہ اسے نمازی نہیں چاہتے کہ امام ہو صرف اپنی قراءت پر امامت اپنے سر لینا چاہتے ہیں اور قاری کا یہ عالم ہے کہ نماز فجر وعشا ہمیشہ گول کر دیتے ہیں۔ لہذا امام کا حق دار بروے شریعت کون ہے؟

عبد المبین رضوی، صدیقی کلینک، ٹیڑھی بازار، گنج مرادآباد شریف، ضلع اناؤ، یوپی

۲؍محرم ۱۴۰۷ھ

الجواب

پہلی بات یہ ہے کہ جو امام پہلے سے مقرر ہو اس کو بلا وجہ شرعی معزول کرنا جائز نہیں۔

شامی میں ہے: ولا ینعزل صاحب وظیفة بغیر جنحة.(۱)

دوسری بات یہ ہے کہ عالم کو بہ نسبت قاری کے امام بنانا مقدم ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب یہ قاری نماز عشا و فجر اکثر چھوڑ دیتا ہے تو فاسق معلن ہوا اور فاسق معلن کو امام بنانا جائز نہیں گناہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم(۲)۔

در مختار میں ہے: کل صلاة أدیت مع کراهة تحریم تجب إعادتها.(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۷۹] بدمذہب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ: جس جگہ ہر مسجد کے اندر دیوبندی وہابی اور تبلیغی جماعت یا جماعت اسلامی کے امام ہوں وہاں سنی لوگ کس طرح نماز ادا کریں؟

---

(۱)- رد المحتار، ج۶، ص:۵۸۱، کتاب الوقف، دار الکتب العلمیه، بیروت.

(۲)- غنیة المستملی شرح منیة المصلی، ص:۵۱۳، فصل فی الامامه، سهیل اکیڈمی، لاهور.

(۳)- الدر المختار مع رد المحتار، ج۲، ص:۱۴۷، ۱۴۸، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الکتب العلمیه، بیروت.

اگر سنی لوگ صرف دو ہی ہیں تو ایسی جگہ نماز جمعہ بحالت مجبوری دیوبندی امام کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

عبدالرشید قادری، قاضی کیمپ بھوپال، ایم پی

۲۱ / ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

الجواب

مذکورہ بالا باطل فرقوں کے پیچھے نماز صحیح نہیں۔ یہ سب توہین رسالت کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں ان کی نماز نماز ہی نہیں اس لیے کہ نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔

در مختار میں ہے: وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلا.(۱)

اس لیے اہل سنت اپنی نماز الگ پڑھیں اگر جماعت میسر نہ آئے تو تنہا پڑھ لیں کہ نماز تو ہو جائے گی اور اگر جماعت کے شوق میں ان کے پیچھے پڑھیں گے تو نماز ہی نہیں ہوگی پھر جماعت کا ثواب کیسا؟ جماعت کا ثواب تو اسی وقت ملے گا جب نماز صحیح ہو۔ جمعہ صحیح ہونے کے لیے جماعت شرط ہے یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی ہونے ضروری ہیں اگر اتنے آدمی نہیں تو ان پر جمعہ فرض نہیں، وہ لوگ ظہر پڑھیں۔ یہی حکم آپ لوگوں کے لیے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۸۰]　جھوٹے کو امام بنانا جائز نہیں

مسئلہ زید ایک مسجد کا امام ہے۔ پہلی بیوی کے علاوہ دوسری سے نکاح کیا ہے۔ پہلی بیوی کے رشتہ دار نے پولیس کو اطلاع دیا کہ زید دوسری شادی کر چکا ہے تو تھانہ میں زید کو بلا کر پوچھا گیا تو زید نے انکار کیا کہا کہ میں نے دوسری شادی نہیں کی ہے اور زید نے بالحقیقہ دوسری شادی کی ہے۔ زید نے تھانہ میں جو بیان دیا یہ سراسر جھوٹ ہے۔ زید ایک دوسرے کی سائیکل بطور امانت لے گیا کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ سائیکل کیا ہوئی؟ زید نے کہا کہ میں نے سائیکل مالک کو دے دی ہے۔ چند روز بعد ایک رسید دکھائی جس میں لکھا تھا کہ میں نے سائیکل مالک کو دے دی ہے۔ کچھ دن کے بعد پھر اصل مالک آیا اس نے سائیکل تلاش کیا تو زید نے سائیکل

---

(۱)- الدر مختار علی رد المحتار، ج ۲، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، کتاب الصلاة، باب الامامة، دار الكتب العلميه، بيروت.

لاکر دی۔ زید نے پہلے کھلم کھلا جھوٹ کہا اور فرضی رسید بنایا تھا۔ زید کو نماز عید پڑھانے کا کچھ نذرانہ دیا جاتا ہے اس سلسلہ میں زید کو پورا پوشاک دیا گیا جو تقریبا ایک سو پچھتر روپے کا ہوگا اور بعد نماز عام لوگوں نے ۲۳؍ روپے نذرانہ دیا۔ زید نے پھر نذرانہ طلب کیا۔ ذمہ دار حضرات نے کہا جو کچھ تھا آپ کو دے دیا گیا اس پر ناراض ہو کر پگڑی نکال کر پھینک دی اور کہا آج میں اس مسجد سے نکل جاؤں گا۔ لہذا ایسے شخص (زید) کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ درست ہونے کی کیا صورت ہے؟

مبارک خاں، ساکن ہلدی ڈیہ، پوسٹ بائی پاس، ضلع بالیسر، اڑیسہ

۲۳؍ ذو قعدہ ۱۴۰۴ھ

الجواب

زید نے جھوٹ بولنے کا بھی ارتکاب کیا اور دھوکا دینے کا بھی۔ اس لیے زید جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ جھوٹ بولنے والا، دھوکا دینے والا فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ حدیث میں ہے: إذ حدث كذب.[1]

غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم[2]۔

در مختار میں ہے:

كل صلاة أديت مع كراهة تحريم تجب إعادتها.[3]

اسی طرح جب نماز پڑھانے کا معاوضہ پہلے سے طے نہیں تھا تو جتنا لوگوں نے بخوشی دیا اس سے زیادہ مانگنا ہرگز درست نہیں لوگوں نے جو دیا تھا بخوشی لے لینا چاہیے تھا اس پر اتنا ناراض ہونا کہ پگڑی اتار کر پھینک دینا، وغیرہ وغیرہ بے ہودگی ہے اگر زید جھوٹ بولنے سے توبہ کر لے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- الصحيح لمسلم، ص: ٥٦، ج: ١، باب خصال المنافق، مجلس البركات
- جامع الترمذی، ج ٢، ص: ٩١، باب ما جاء فی علامة المنافق، مجلس البركات، مباركپور.

(۲)- غنية المستملى شرح منية المصلى، ص: ٥١٣، فصل في الامامه، سهيل اكيڈمى، لاهور.

(۳)- الدر المختار على رد المحتار، ج ٢، ص: ١٤٧، ١٤٨، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

[۳۸۱] چور کو امام بنانا گناہ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید گاؤں کی جامع مسجد کا امام ہے اس کے اندر بہت سے عیوب شامل ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) کھادی کا کپڑا چرانا۔ (۲) کفارہ کا روپیہ لے کر اپنے ذاتی کام میں خرچ کرنا۔ (۳) فطرہ کا روپیہ، مسجد کا روپیہ اپنے معرفت خرچ کرنا۔ (۴) قربانی کے بہت سے سروں کو فروخت کر کے روپیہ حاصل کرنا۔ (۵) گاؤں میں ہمیشہ دو جماعت کر کے رکھنا اور اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرنا بلکہ ہمیشہ اپنی غلط بات لوگوں سے بیان کرتے رہنا۔ (۶) گاؤں میں کسی کے گھر میت ہو جاتی ہے تو جنازہ میں لوگوں کو منع کرنا اور خود نہ جانا۔ (۷) میلاد پاک میں جاکر بلا سند کے واقعہ بیان کرنا اور میلاد پاک میں لوگوں کو جانے سے منع کرنا اور اپنی ذاتی عزت حاصل کرنا۔ ان حالات میں زید امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس امام کی اقتدا کرتے ہیں کیا حکم ہے؟

ماسٹر ادریس، گھرا خرد، مہراج گنج، سیوان، بہار

یکم رجب ۱۴۰۷ھ

الجواب

آپ نے جتنے الزامات اس امام پر لگائے ہیں اس میں الزام نمبر ۳ کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا کہ "فطرہ و مسجد کا روپیہ اپنے معرفت خرچ کرنے" کا کیا مطلب اور آپ کا الزام نمبر ۴ بھی صحیح نہیں کیوں کہ آپ نے یہ نہیں لکھا کہ اسے کس لیے بیچتا ہے اپنے لیے یا صدقہ کرنے کے لیے۔ بقیہ الزامات بر صدق بیان اگر امام کے اندر موجود ہیں تو امام فاسق معلن ہو گیا اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔

تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے: فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب إهانته شرعا.[۱]

نیز غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم[۲]

در مختار میں ہے:

---

(۱)- رد المحتار، ج ۲، ص: ۲۹۹، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب تکرار الجماعة في المسجد، دار الکتب العلمیه، بیروت.

(۲)- غنیة المستملی شرح منیة المصلی، ج ۱، ص: ۵۱۳، کتاب الصلاة، فصل فی الإمامة، سهیل اکیڈمی، لاهور.

كل صلاة أديت مع كراهة تحريم تجب إعادتها.[1]

اس لیے ایسے امام کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھیں اور جتنی پڑھی ہیں ان کا اعادہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۸۲] ایک ہی وقت میں ایک ساتھ دو جماعتیں کرنا جائز نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ: ایک عید گاہ میں عرصہ دس سال سے ایک حافظ صاحب نماز پڑھاتے ہیں۔ پڑوس کے ایک گاؤں کے مکتب میں ایک مدرس جو اپنے کو عالم صاحب کہلواتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ چوں کہ ہم عالم ہیں اس لیے نماز ہمیں پڑھانے دیجیے۔ عید گاہ کی انتظامیہ نے جب ان کی بات مسترد کر دی تو عالم صاحب کے آدمی مشورہ کرنے لگے جس کی وجہ سے عید گاہ کے اندر ہی جھگڑا شروع ہو گیا اور یہاں موجود غیر مسلم فورس بھی عید گاہ کے اندر داخل ہو گئی۔ الغرض یہ کہ حافظ صاحب نے نماز شروع کر دی اور وہ عالم صاحب بھی آگے بڑھ گئے اور انھوں نے بھی قراءت وغیرہ شروع کر دی مقتدی دو امام کی قراءت وتکبیر سن کر عجیب کش مکش میں مبتلا ہو گئے۔ اس کش مکش میں نماز ختم ہوئی اب عالم صاحب اپنے فعل کو جائز بتاتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ کعبہ شریف میں چار امام ساتھ میں نماز پڑھاتے ہیں اس لیے میرا یہ فعل جائز ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ:

- کیا حافظ کے پیچھے عالم کی نماز نہیں ہوتی؟
- اگر مسجد یا عید گاہ کا امام حافظ ہو اور وہاں کوئی عالم آجائے تو کیا عالم پر یہ ضروری ہے کہ امامت خود کرے اور حافظ امام کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کرے؟
- عید گاہ کے اندر سیٹی، تالی بجانا جائز ہے یا ناجائز؟
- ایک منتخب امام کے ہوتے ہوئے کیا عالم کو یہ کہنا جائز ہے کہ امامت ہم کو کرنے دیجیے؟
- کیا واقعی کعبہ شریف میں چار امام ساتھ میں نماز پڑھاتے ہیں؟ کیا ایسا جائز ہے؟
- اگر نہیں تو ایسا کہنے والے کو عالم کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے کو امام بنانا کیسا ہے؟
- کیا ایک ہی نماز عید گاہ میں دو امام ساتھ ہی پڑھائیں یہ جائز ہے؟
- ان میں سے کس کی نماز ہوئی اور کس کی نہیں ہوئی اگر سب لوگوں کی نہیں ہوئی تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

---

(۱)- الدر المختار، ج۲، ص: ۱۴۷، ۱۴۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلمية، بيروت.

عید گاہ کے اندر شور شرابا ہوا اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ایسے عالم کے ساتھ مسلمان کیا سلوک کریں نیز ایسی صورت میں حافظ و عالم صاحبان پر کیا حکم شرع ہے؟

حسن محمد مہراج گنج، گونڈہ، یوپی

۶/ جمادی الاولی ۱۴۰۷ھ

الجواب

جو پہلے سے امام مقرر ہے نماز پڑھانے کا وہی حق دار ہے خصوصیت سے عیدین و جمعہ و کسوف۔ کسی امام کو بلا وجہ شرعی معزول کرنا جائز نہیں۔

شامی میں ہے: لا ینعزل صاحب وظیفة بغیر جنحة. (۱)

عیدین و جمعہ و کسوف کی نماز امام معین کی اجازت کے بغیر اگر کوئی دوسرا پڑھائے گا اور امام نماز میں شریک نہ ہوگا تو نماز نہ ہوگی اس شر پسند مولوی نے جو نماز پڑھائی نہ تو اس کی نماز ہوئی اور نہ ان لوگوں کی ہوئی جنھوں نے اس کی اقتدا کی یہ سب نماز عید واجب کے تارک ہو کر گنہ گار ہوئے۔ ایک جماعت جب صحیح طریقہ سے ہو رہی ہے تو اسی کے ساتھ دوسری جماعت وہیں قائم کرنا حرام و گناہ و شر و فساد ہے یہ عالم تین وجہ سے فاسق و فاجر ہوا۔ ایک امام معین کو بلا وجہ شرعی معزول کرنے کی کوشش کر کے، خود اپنی اور اپنی اقتدا کرنے والوں کی نماز برباد کر کے، فتنہ و فساد پھیلا کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۸۳] جس کی ماں ملازمت کرتی ہے اس کو امام بنانا کیسا

مسئلہ زید کی والدہ ایک مشہور و معروف کارخانے میں قلی کا کام کرتی ہے جہاں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں آدمی کام کرتے ہیں۔ زید کی والدہ بلا پردہ غیر محرم مستریوں کو اینٹ، گارہ وغیرہ دیتی ہے اور بلا پردہ قریب ڈیڑھ میل راستہ روزانہ آتی جاتی ہے۔ راہ میں ہزاروں غیر محرم مرد ملتے ہیں۔ زید اس چیز کو برا نہیں مانتا ہے بلکہ اسی کمائی کے روپیہ سے کھا پی کر جوان ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ زید کے والد بھی باحیات ہیں اور زید خود تنخواہ دار امام ہے۔

(۱)- رد المحتار، ج ۶، ص: ۵۸۱، کتاب الوقف، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

لہذا زید کے پیچھے از روے شرع نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس کا امامت کرنا کیسا ہے؟ مفصل جواب لکھیں۔

محمد فاروق رضوی، آزاد نگر، بکارو، اسٹیل سٹی، دھنباد

۵/ ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ

الجواب

زید کی ماں زید کی پیدائش سے پہلے یا زید کے بالغ ہونے سے پہلے کیا کر رہی تھی۔ اس سے زید پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس وقت زید مکلف ہی نہیں تھا۔ اس وقت زید کی ماں کیا کر رہی ہے اگر اب بھی اسی طرح مزدوری کر رہی ہے اور زید اس پر راضی ہے تو ہرگز اس لائق نہیں کہ امامت کر سکے۔ رضا بالاثم اثم (گناہ پر راضی ہونا گناہ) ہے۔

قرآن مجید میں ہے: اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ.(۱)

اور اگر زید کی ماں اب یہ کام نہیں کرتی یا بالفرض کرتی ہے مگر زید اس پر راضی نہیں تو زید پر کوئی الزام نہیں۔ قرآن مجید میں ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ.(۲)

اس صورت میں زید کی امامت بلا شبہہ درست ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۳۸۴] مجرم بعد توبہ امامت کر سکتا ہے

مسئلہ زید نے چالیس پینتالیس سال کی عمر میں زنا کیا اور ثبوت بھی ہو گیا اب اس نے توبہ کر لی ہے تو کیا اس کا قصور معاف ہو گیا، یا وہ شرعی سزا کے بغیر معاف نہیں ہو گا اور وہ امامت کے لائق ہے؟ اس کی اقتدا کر سکتے ہیں چہ جائے کہ وہ عالم حافظ و قاری ہو؟

مولوی محمد گل زماں، پوسٹ مقام سرہی، وایا ڈومری، ضلع گریڈیہ، بہار

الجواب

زنا کی سزا دینا حاکم اسلام کا کام ہے۔ یہاں حاکم اسلام نہیں۔ زید نے جب توبہ کر لی تو اب اس پر کوئی

(۱)- القرآن المجيد، سورة النسا، الآية: ١٤٠.

(۲)- القرآن المجيد، سورة الانعام، الآية: ١٦٤.

مواخذہ نہیں۔ وہ امامت کر سکتا ہے۔ حدیث میں ہے:

التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۸۵] امام کی اجازت کے بغیر دوسرا کوئی نماز نہ پڑھائے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

امام معین برابر وقت مقررہ پر نماز پڑھاتا ہے ابھی ایک منٹ باقی تھا کہ فوراً ایک مقتدی اٹھا جو کہ دوسرے گاؤں میں پڑھاتا تھا۔ ہفتہ میں ایک دو روز مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آتا ہے، بولا کہ چلیے حافظ صاحب نماز پڑھائیے۔ تو امام بولا کہ ابھی ایک منٹ باقی ہے، ٹائم نہیں ہوا۔ وہ مقتدی جبراً نماز پڑھانے لگا۔

اب کہنا یہ ہے کہ وہ مقتدی جس نے جبراً بلا اجازت نماز پڑھائی اس پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اور مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ مقتدی کی حکومت امام پر ہونا چاہیے یا نہیں؟ جب امام نے مقتدی کو مسئلہ سنایا کہ اس نے بغیر امام کی اجازت کے جبراً نماز پڑھائی اس لیے وہ گنہ گار ہوا، اور امام نے یہ حدیث پیش کی: ألا لا يوم الرجل في سلطانه إلا بإذنه. سنانے کے بعد مسجد میں لٹکا دیا گیا۔ تو دوسرے دن کسی مقتدی نے مسئلہ کو غائب کر دیا۔ اور اس مقتدی نے کہا کہ اب اگر مسجد میں اس قسم کا مسئلہ لٹکایا گیا تو مسئلہ جلا دیں گے۔ اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ دوسرے ہفتہ جب اس نے جبراً نماز پڑھائی تو مقرر امام نے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ حدیث و فقہ کی روشنی میں بتائیں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

محمد فاروق، مدرسہ تبلیغیہ، شمس العلوم، رکسہا شریف، غازی پور، یوپی

۲۴ر فروری ۱۹۸۷ء

الجواب

اگر یہ نماز پنج گانہ تھی تو ہو گئی۔ پنج گانہ نماز کوئی بھی شخص پڑھا دے ہو جائے گی اگرچہ امام معین کی بلا اجازت۔ البتہ یہ منع ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا: لا يؤم الرجل في أهله ولا يجلس على تكرمته. (۲)

اور اگر یہ نماز جمعہ تھی اور امام شریک ہو گیا تو جمعہ ہو گیا اور اگر امام شریک نہیں ہوا تو جمعہ صحیح نہ ہوا۔

---

(۱)- سنن ابن ماجه، ص: ۳۱۳، ج: ۲، باب ذكر التوبة.

(۲)- ابن ماجه، ج ۱، ص: ۶۹، كتاب الصلاة، باب من احق بالامامة.

وہ شخص امام کی بلا اجازت نماز پڑھاکر صورت مسئلہ میں فتنہ کا مرتکب ہوا، اور جو شخص مسلمانوں میں فتنہ پھیلائے وہ ضرور فاسق اور فاسق کو امام بنانا جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔

امام نے جو لکھ کر لٹکایا وہ حدیث ہے۔ اسے جس نے جلانے کو کہا حدیث اور حکم شرع کی توہین کا مرتکب ہوا۔ اس پر توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور جس نے غائب کیا اس نے حق چھپایا اور گنہ گار ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۸۶] غلط فیصلہ دینے والے کو امامت سے معزول کردیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید کی گاڑی بکر نے خریدنے کی بات کی اور بغیر رجسٹری کے زید کی گاڑی بکر چلانے لگا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپس میں نااتفاقی ہونے کی وجہ سے زید نے بکر کی گاڑی واپس کردی۔ اس نااتفاقی کو طے کرنے کے لیے شہر کے کچھ معزز اشخاص مع امام جامع مسجد کے باہم بیٹھ کر یہ طے کیا کہ ۳؍ سو روپے بکر زید کو گاڑی چلانے کے سبب ادا کرے گا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد زید اور بکر میں پھر نااتفاقی ہوئی اور بکر نے کچھ ناسمجھ لوگوں کو اپنی طرف کر کے ایک پارٹی کی حیثیت بنالی ان میں یہ امام صاحب بھی داخل تھے۔ (اول منصف امام صاحب ہی تھے) اور بکر نے حقیقت اور سچائی سے ہٹ کر یہ دعوی کیا کہ زید میرے پاس کچھ نہیں پاتا اور یہی امام صاحب جو پہلے فیصلے میں زید کو رقم پانے کا حق دار قرار دیے تھے اب بکر کے لوگوں کے ساتھ مل کر یہی امام صاحب حقیقت سے ہٹ کر بار دیگر فیصلہ دیے کہ بکر ۶؍ ہزار روپے خود پائے گا۔ امام صاحب کے اس دوطرفہ رائے سے آپس میں نااتفاقی پھیلی۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ یہ امام صاحب حقیقت سے ہٹ کر کبھی صحیح کبھی غلط فیصلہ دیتے ہیں لہذا اب از روے شریعت کے اس امام صاحب پر کیا لازم ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

الحاج میر فقیر الدین بڑایات، صدر جامع مسجد کمیٹی، بیندراپاڑہ، اڈیشہ

۲۶؍ مارچ ۱۹۸۹ء

الجواب

سوال میں جو کچھ مذکور ہے اگر صحیح ہے تو ضرور امام ملزم ہے اور اس لائق ہے کہ اس کو امامت سے معزول کردیا جائے مگر ایک احتمال یہ بھی ہے کہ پہلی بار جو فیصلہ ہوا وہ واقعہ کے اعتبار سے درست نہ ہو، زید کے

حامیوں کی وجہ سے وہ فیصلہ ہوگیا اور امام صاحب دھوکے میں آگئے، پھر بعد میں انھیں حقیقت حال کا علم ہوا اور انھوں نے اس فیصلہ سے رجوع کیا؟ اگر یہ صورت حال ہو تو امام پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳۸۷-۳۹۰] یہ کہنا کیسا ہے "اللہ تعالیٰ کی ذات بھی حضور کی نظروں سے نہیں بچ سکی"

مسئلہ ❶ کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت ذیل کے سوالات میں کہ:

مسجد میں جمعہ کے دن خطبے سے پہلے امام صاحب نے وہابیوں کے اس عقیدے کے جواب میں کہ "حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں تھا" کہا کہ حضور ﷺ کو آسمان کے ستاروں کی تعداد بھی معلوم تھی اس لیے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔ امام صاحب نے آگے جو جملہ بیان کیا وہ یہ ہے کہ "اتنے پردوں کے باوجود بھی معراج شریف میں خداے تعالیٰ کی ذات بھی حضور ﷺ کی نظروں سے نہ بچ سکی تو دنیا کی کون سی چیز بچ سکے گی؟"

(الف) خدا کی ذات کا نہ بچ سکنا، کیا خدا کی توہین ہے؟

(ب) یہاں توبہ ضروری ہے؟

(ت) ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں؟

(ج) پڑھی ہوئی نمازیں دہرانی پڑیں گی؟

❷ اللہ تعالیٰ کی مرضی حضور ﷺ کی مرضی پر موقوف ہے، کہنا کیسا ہے؟، کیا کفر ہے؟ توبہ ضروری ہے؟

❸ اللہ تعالیٰ کو کسی نبی یا ولی کا عاشق کہنا کیسا ہے؟

❹ اللہ تعالیٰ پکار اٹھے گا کہنا جائز ہے؟

عبد الشکور، گجرات

الجواب

❶ یہ جملہ "خداے تعالیٰ کی ذات بھی حضور ﷺ کی نظروں سے نہ بچ سکی" بہت سخت بلکہ کلمۂ کفر ہے اس لیے کہ اس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ اللہ عزوجل مجبور اور عاجز ہے۔ قائل پر اس کلمے سے توبہ اور

اس پر تجدید ایمان اور بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ اس نے جس دن اور جس وقت یہ جملہ کہا اس وقت سے لے کر اب تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں ہیں سب کو دوبارہ پڑھیں۔ اور جب تک توبہ و تجدید ایمان نہ کرلے اس کے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

٢ یہ کہنا کہ ”اللہ عزوجل کی مرضی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی پر موقوف ہے“ بہت سخت کلمہ ہے اور اپنے ظاہر معنی کے اعتبار سے کلمہ کفر ہے۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محتاج ہے، یا اس کے دباو میں ہے۔ قائل پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح واجب ہے۔ صحیح تعبیر یہ ہے کہ اللہ عزوجل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے:

كلهم يطلبون رضائي وأنا أطلب رضاك يا محمد [1] (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ۔ سب میری رضا چاہتے ہیں اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور میں تمھاری رضا چاہتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

٣ اللہ تعالیٰ کو عاشق کہنا جائز نہیں۔ عشق: محبت کے اس درجے کو کہتے ہیں جب آدمی محبت میں خبط الحواس ہوجائے۔ اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

٤ اس لفظ سے احتراز لازم ہے کہ ”اللہ تعالیٰ پکار اٹھے گا“۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اضطراری طور پر کسی دباو کی وجہ سے پکار اٹھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(١)- التفسير الكبير، اس کے الفاظ یہ ہیں: والإشارة فيه كأنه تعالى قال: يا محمد! كل أحد يطلب رضائي وأنا أطلب رضاك في الدارين۔ زیر آیت: ”فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا“۔

الباب السادس فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ومالايكره

مفسدات نماز

نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کے احکام

ماہ نامہ "رضائے مصطفیٰ" گوجرنوالہ، شمارہ شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ کے ص:۱۲ پر محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "انوار شریعت" حصہ ۹ تا ۱۶، ص:۵۰۸، ۵۰۹ کے حوالے سے لاؤڈ اسپیکر سے نماز وغیرہ کے متعلق علمائے اہل سنت کی پانچ آرا، اور نظریات کا تذکرہ ہے۔

(۱) نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانا درست نہیں۔

(۲) نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانا مفسد نماز ہے۔

(۳) نماز میں لاؤڈ اسپیکر ہرگز نہ لگایا جائے۔

(۴) نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانا بدعت سیئہ ہے۔

(۵) نماز تو نماز اذان و خطبہ میں بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ کیا جائے۔

ان اقوال کو بیان کرنے کے بعد محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ تحریر فرمایا ہے: "ان وجوہ کی بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا نماز میں ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔"

ماہ نامہ "رضائے مصطفیٰ" کے اصل الفاظ یہ ہیں:

محدث اعظم پاکستان کے تین فتوے

سوال (۱) : نماز پڑھتے وقت امام کو لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شرعاً درست ہے یا نہیں اور اس پر نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: (۱) نماز پڑھاتے وقت امام کو لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہرگز نہ چاہیے۔ وہ ناپسند ہے؛ کیوں کہ قراءت میں ایسا تصنع و تکلف اور زیادہ بلند آواز جو حضور قلب خشیت اور تذلل نماز کے منافی ہو منع ہے۔ ائمہ مساجد کو اس سے احتراز چاہیے۔ اور متولی واراکین مسجد کمیٹی اور مقتدیوں کو چاہیے کہ جس جگہ امامت کے لیے یہ آلہ استعمال ہوتا ہو اس کو بند کرائیں۔ لاؤڈ اسپیکر کے مسئلہ کے متعلق غور کیا گیا اس کے متعلق زمانے کے ماہر لوگ بھی دو قسم کے ہیں:

- بعض کہتے ہیں لاؤڈ اسپیکر کی آواز متکلّم کی آواز ہے یعنی لاؤڈ اسپیکر متکلّم کی آواز کو دور تک پہنچاتا ہے۔
- بعض کہتے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر سے متکلّم کی آواز ٹکراتی ہے جس سے لاؤڈ اسپیکر میں جدا آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس صورت میں لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی آواز نہیں۔

لہذا اس قول کی بنا پر لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے جو تکبیرات انتقالات کی جائیں گی اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ فساد و عدم فساد میں معاملہ دائر ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ نماز کے لیے ہرگز نہ لگایا جائے۔ مسلمانوں کی نمازیں خطرے میں نہ ڈالی جائیں۔ ہمارے اکابر علما نے نماز میں اس کے لگانے کو پسند نہیں کیا بلکہ:

- بعض علماے نے صراحۃً فرمایا کہ اس کا نماز میں لگانا درست نہیں
- بعض نے فرمایا مفسد نماز ہے۔
- بعض نے فرمایا ہرگز نہ لگایا جائے۔
- بعض نے فرمایا اس کا نماز میں لگانا بدعت سیئہ ہے۔
- اور بعض نے فرمایا کہ نماز تو نماز اذان و خطبہ میں بھی اس کا استعمال نہ کیا جائے۔

ان وجوہ کی بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا نماز میں ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم واحکم بالصواب

سوال(۲) : کیا گنبد یا لاؤڈ اسپیکر سے سنی ہوئی آواز بعینہ متکلّم کی آواز ہے؟

الجواب:(۲) گنبد سے سنی ہوئی آواز بعینہ متکلّم کی آواز نہیں ہے کیوں کہ اگر گنبد سے سنی ہوئی آواز بعینہ متکلّم کی آواز ہوتی تو جو آدمی گنبد سے آیت سجدہ سنتا تو اس پر سجدہ تلاوت لازم ہوتا حالاں کہ لازم نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ گنبد سے سنی ہوئی آواز بعینہ متکلّم کی آواز نہیں ہے۔ بعض علما لاؤڈ اسپیکر کے متعلق بھی ایسا ہی کہتے ہیں... لہٰذا نہ گنبد کی آواز پر سجدہ تلاوت لازم نہ اقتدا کا تحقق۔ واللہ تعالی اعلم (کتاب انوار شریعت، حصہ:۹ تا ۱۶، ص:۵۰۸-۵۰۹)

تیسرا فتویٰ: نماز پڑھاتے وقت امام کو لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شدید ممنوع، ائمہ کو اس سے احتراز لازم۔ بعض علما کے نزدیک جو مقتدی لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر تکبیر تحریمہ یا تکبیرات انتقال کہے گا اس کی نماز ہی نہیں ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم

انھیں وجوہات کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کے مسائل کو "مفسدات صلاۃ" کے باب کے تحت رکھا گیا ہے، اگرچہ علما کے ایک طبقہ کے نزدیک یہ مفسد نماز نہیں، البتہ بلا حاجت وہ بھی اس کے استعمال کو پسند نہیں کرتے۔ اور بعض علما کے نزدیک فساد نماز میں مائک کی آواز کا دخل نہیں بلکہ عمل کثیر کی وجہ سے نماز فاسد ہوتی ہے، جب کہ ایک طبقے کے نزدیک مائک کا استعمال ہی مفسد نماز ہے کیوں کہ اس سے آنے والی آواز امام کی اصل آواز نہیں ہوتی۔ محمود علی مشاہدی

[۱-۴] نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں

مسئلہ ❶ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں جائز ہے یا نہیں؟

❷ جو نمازیں لاؤڈ اسپیکر سے ادا کی گئی ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

❸ لاؤڈ اسپیکر کو زبردستی استعمال کرانے اور رواج دلانے والے متولیان واراکین مسجد کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

❹ کیا نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز قرار دینے والے علما کے فتوی کو نہ ماننے والا کافر ہے؟

آس محمد مشاہدی، سنی جمیعۃ العلما، اودے پور، مہاوتھ وادی

الجواب

❶ ناجائز وگناہ ہے اس لیے کہ مسلمان کی نمازوں کے ضائع کرنا کا سبب ہے اور جو چیز حرام کا سبب بنے وہ بھی حرام۔ واللہ تعالی اعلم

❷ جن لوگوں نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع یا سجدہ یا دیگر انتقالات کل یا بعض کیے ان سب کی نمازیں فاسد ہوئیں۔ ان لوگوں پر فرض ہے کہ ان نمازوں کی قضا پڑھیں اس لیے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز حکما محاکات ہے تکبیر نہیں۔ غنیہ میں صدا (آواز بازگشت) کے بارے میں فرمایا: لأنه محاكاة وليس بقرأة[1]۔ واللہ تعالی اعلم

❸ یہ سب کے سب ایک ناجائز فعل کرنے والے، کرانے والے اور اس پر اصرار کرنے والے، کرانے والے مسلمان کی نمازیں فاسد کرانے والے بدترین فاسق، فاجر، مستحق نار ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

❹ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو جائز کہنے والے دو چار عالم ہیں اور وہ خطا پر ہیں، ان کے اس فتوی کو نہ ماننا ہی واجب ہے اور واجب پر عمل کرنے والا کافر نہیں۔ صالح، متقی مسلمان ہے۔ ان کے اس غلط فتوے کو نہ ماننے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ حدیث میں ہے: إذا قال الرجل لأخيه ياكافر فقد باء به

(۱)- غنية المستملي شرح منية المصلي، ج۱، ص: ۵۰۰، القراءة خارج الصلاة، سهيل اكيڈمی، لاهور.

أحدھما[1]۔جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو "اے کافر کہے" تو دونوں میں سے ایک پر ضرور لوٹا۔

مسند امام احمد و بخاری ومسلم میں ہے: من دعا رجلا بالكفر، أو قال: عدو الله وليس كذلك إلا حار عليه.[2]

لا يرمي رجل رجلا بالفسق ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن له صاحبه كذلك[3]۔ جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے گا اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن کرے گا تو یہ اس پر الٹا پڑے گا، اگر جس پر طعن کیا تھا وہ ایسا نہ ہو۔

جن چند لوگوں نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جائز ہونے کا فتوی دیا ان کے اس فتوے کو اس وقت کے تمام اکابر بلا استثنا، سب نے رد کر دیا ہے۔ کسی نے نہیں مانا۔ مثلاً حضرت مفتی اعظم ہند، حضرت محدث اعظم ہند، حضرت برہان ملت، حضرت سید العلما، حضرت مجاہد ملت، علیہم الرحمۃ والرضوان وغیرہ وغیرہ کیا یہ سب لوگ کافر ہیں۔ اور جو دریدہ دہن ان سب اکابر کو کافر کہے اس سے بڑھ کر کافر کون۔ واللہ تعالی اعلم

[۵] لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ مکبر مقرر کر لیے جائیں تو کیا حکم ہے

مسئلہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر مکبر کھڑے کر دیے جائیں صرف قراءت کی آواز مقتدیوں تک پہنچانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر لگایا جائے تو کیا نماز درست ہوگی؟

نوٹ: بریلی شریف سے رمضان المبارک میں ایسا ہی سوال کیا گیا تھا۔ جواب آیا کہ مکبر کے ساتھ بھی نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانا جائز نہیں لیکن کچھ لوگ اس جواب کے باوجود لگانے پر بضد ہیں۔ تو جو شخص شرعی حکم نہ مانے اس کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ جلد شرعی فیصلے سے آگاہ فرمائیں۔

عبد المصطفیٰ رونقی، صدیقی قادری رضوی خطیب مدینہ مسجد، پولو گراؤنڈ، ہمت نگر

۱۷ر ذی الحجہ

---

(۱)- صحيح البخاري، ص: ۹۰۱، ج: ۲، باب من أكفر أخاه بغير تاويل، مجلس البركات، مبارك پور.

(۲)- الصحيح لمسلم، ص: ۵۷، ج: ۱، كتاب الايمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: يا كافر، مجلس البركات، مبارك پور.

(۳)- مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۲۱۵۷۱، مسند الأنصار، حديث أبي ذر عن النبي ﷺ.

الجواب

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال خطرے سے خالی نہیں۔ جو لوگ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع، سجدہ کریں گے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس میں تلقن من الخارج ہے۔ اور تلقن من الخارج مفسد نماز ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ مکبرین بھی اگر رہیں تو بھی اس کا خطرہ ہے کہ لوگ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع سجدہ کریں۔ اس لیے عوام کی نماز فساد سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر نہ لگایا جائے۔ عالم کا کام حکم شرعی کی تلقین ہے اور اِس کی کوشش کرنی ہے کہ لوگ حکم شرعی تسلیم کریں۔ اور اس پر عمل کریں۔ اگر لوگ نہ مانیں تو عالم معذور ہے۔ ارشاد ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1] ۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

اور ارشاد ہے:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ[2]

ضعیفوں پر کچھ حرج نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جنھیں خرچ کا مقدور نہ ہو جب کہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲] نماز تراویح میں بھی لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت نہیں

مسئلہ لاؤڈ اسپیکر سے نماز جائز ہے کہ نہیں۔ عموماً تراویح کی نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جاتا ہے تاکہ قرب و بعد سبھی لوگ قرآن پاک سن سکیں۔

محمد اقبال بن ابراہیم، مقام وہر اسمنی، ضلع بھڑوچ، گجرات

الجواب

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال منع ہے جو لوگ صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع یا سجدہ کریں گے ان کی نمازیں نہ ہوں گی۔ تفصیل کے لیے "صیانۃ الصلاۃ" کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- القرآن المجید، س: البقرۃ، الآیۃ: ۲۸٦.

(۲)- القرآن المجید، س: التوبۃ، الآیۃ: ۹۱.

[۷] شبینہ میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ رات میں یا دن میں ایسا کرنا درست ہے۔ اس حقیقت کو بس واضح کریں۔

یحیٰ خاں، لنکا پارک، تین دکورا، کٹک، اڑیسہ

۱۲/ ذو قعدہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

اگر یہ شبینہ نماز میں ہوتا ہے تو لاؤڈ اسپیکر ہرگز ہرگز نہ استعمال کیا جائے۔ جو لوگ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع، سجدہ کریں گے ان کی نمازیں فاسد ہو جائیں گی۔ اور اگر نماز میں شبینہ نہیں ہوتا تو لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۸] نماز عیدین اور تراویح میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید کہتا ہے کہ رمضان میں تراویح کی نماز میں قرآن شریف کی آواز کثرت مصلین کے سبب پیچھے والوں تک نہیں پہنچتی ہے جس کے سبب تراویح میں قرآن شریف کا ثواب تو ملتا ہے مگر قرآن کی تلاوت سننے کو نہیں ملتی ہے، اس لیے اگر قرآن شریف پڑھنے کی آواز تمام لوگوں تک پہنچانے کے لیے تراویح میں لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ ساتھ مکبر کا بھی انتخاب کر لیا جائے تو کیسا؟ لاؤڈ اسپیکر اور مکبر کو ساتھ ساتھ رکھنے میں نماز بلا کراہت ہو جائی گی؟

کیا عیدین اور جمعہ کی نماز میں بھی لاؤڈ اسپیکر اور مکبر ساتھ ساتھ رکھ سکتے ہیں؟ جملہ مصلین کی یہی خواہش ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ ساتھ مکبر کو رکھ کر نماز پڑھائی جائے۔ کیا ایسی صورت میں لاؤڈ اسپیکر اور مکبر ساتھ ساتھ رکھ کر نماز پڑھا سکتے ہیں؟ وضاحت کے ساتھ جلد جواب عطا فرمائیں۔

محمد ہارون منیم باپو، پربھاس پاٹن، ضلع جوناگڑھ، گجرات

۱۸/ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

الجواب
نماز پنج گانہ ہو یا تراویح یا جمعہ یا عیدین کسی نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کی اجازت نہیں اگر چہ مکبرین مقرر کر دیے جائیں۔ تفصیل کے لیے "صیانۃ الصلاۃ" اور "قول فیصل" کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
۲۵/ ذو قعدہ ۱۴۱۹ھ

[۹] نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا کیسا ہے

مسئلہ بھیونڈی میں مسلمانوں کی کثیر آبادی ہے۔ الحمد للہ اسی اعتبار سے کئی مساجد ہیں۔ کچھ علاقہ میں مساجد ایک دوسرے سے قریب ہیں۔ اکثر مسلک احناف سے تعلق رکھتی ہیں۔ آج کل لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے کا عام رواج ہے، خصوصًا جہری نمازیں، فجر، مغرب، عشا میں لاؤڈ اسپیکر کی آواز اتنی تیز رہتی ہے کہ دوسری مسجد کے مصلیان پہلی مسجد کی آواز بالکل صاف سن سکتے ہیں۔ ایک مسلک کی نسبت کی وجہ سے نماز کے اوقات بھی تقریبًا ملتے رہتے ہیں۔ آواز کی تیزی کی وجہ سے ایک امام کی آواز دوسرے امام کی آواز سے خلط ملط ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھار مقتدی کے لیے مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ کس امام کی اقتدا کر رہا ہے۔ اسی طرح تراویح کی نماز کی آواز سے پاس پڑوس میں رہنے والوں اور خصوصًا مستورات کو اپنی روز مرہ کے ضروری کام میں احترام قرآن میں بہت دشواری ہوتی ہے کہ قرآن جب پڑھا جا رہا ہو تو احترام سے سننا بھی ضروری ہے۔ شبینہ میں مغرب بعد سے ختم قرآن کا آغاز ہوتا ہے جو صبح صادق سے چند منٹ قبل ختم ہوتا ہے۔ (شبینہ عمومًا شب قدر ہی کو ہوتا ہے) جس کی وجہ سے عام لوگوں کو انفرادی عبادت اور گھروں میں عورتوں کو ذکر و اذکار، نماز و تلاوت میں خلل ہوتا ہے۔ یکسوئی بھی حاصل نہیں ہوتی۔ اپنی ضروری حاجتیں پورا کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ دور سے آنے والی لاؤڈ اسپیکر کی آواز، غسل خانہ، بیت الخلا تک پہنچ جاتی ہے۔ ان حالات میں مندرجہ ذیل مسائل کا مفصل و مدلل شرعی حل مطلوب ہیں۔ برائے کرم جلد جواب دے کر مشکور کریں۔

فرض نماز کی آواز جو دوسری مسجد کے فرض نماز میں صاف سنائی دیتی ہے اگر بھول سے کوئی مقتدی دوسری مسجد کے امام کی آواز پر اپنی نماز کا رکن، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ کرے تو کیا اس کی نماز سجدۂ سہو کرنے سے ادا ہو جائے گی؟

سید ابراہیم قادری، میڈیکل اسٹور، نزد اولیا مسجد، غیبی نگر، بھیونڈی، تھانہ، مہاراشٹر
۱۶/ ذو قعدہ ۱۴۱۲ھ

الجواب

اکابر اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند، حضرت محدث اعظم ہند، حضور حافظ ملت، حضور مجاہد ملت، حضرت شیر بیشہ اہل سنت، غازی ملت حضرت مولانا محبوب علی خاں صاحب، مفتی اعظم کان پور حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب وغیرہ کا فتوی یہی ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ اگر امام لاؤڈ اسپیکر میں بالقصد آواز ڈالے گا تو اس پر تمام علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور جب اس کی نماز فاسد ہو گئی تو مقتدیوں میں سے کسی کی نہ ہوگی۔ اور اگر امام مائک میں بالقصد آواز نہ ڈالے بلکہ صورت یہ ہو کہ مائک لگا ہوا ہے اور اس سے قطع نظر کر کے نماز پڑھا رہا ہے خود بخود اس میں آواز پہنچ رہی ہے تو امام کی نماز تو فاسد نہ ہوگی، بلا کراہت ہو جائے گی مگر مقتدیوں میں سے جو لوگ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع، سجدہ کریں گے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیوں کہ اس میں تلقن میں الخارج ہے اور تلقن من الخارج سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ عوام علما کے ارشادات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اپنا شوق پورا کرنے کے لیے نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے پر مصر ہیں۔ اور یہ اصرار اتنا بڑھا ہوا ہے کہ اگر سنی امام لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے کے لیے آمادہ نہ ہو تو وہابی امام رکھ لیتے ہیں جیسا کہ حمیدیہ مسجد میں ہوا۔ اس لیے عوام کو سنجیدگی کے ساتھ غور کر کے شریعت کے حکم کے آگے سر جھکا دینا چاہیے۔

اس سلسلے میں خاص نکتہ یہ ہے کہ جو چند نوجوان علما لاؤڈ اسپیکر پر نماز کو جائز کہتے ہیں وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا فرض یا واجب ہے یا مستحب ہے۔ صرف یہ کہتے ہیں کہ جائز ہے۔ نماز ہو جائے گی۔ اس کے برخلاف اکابر علمائے اہل سنت جوان نوجوان علما کے بھی اکابر و مستند ہیں۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس سے نماز فاسد ہوگی۔ تو چند نوجوان علما کے فتوی کے مطابق اگر نماز میں لاؤڈ اسپیکر نہ استعمال کریں تو کوئی گناہ نہیں اور اکابر کے فتوی کے مطابق گناہ ہے۔ **تو احتیاط کا یہی تقاضا ہوا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر نہ استعمال کیا جائے۔** انتہائی سنجیدہ و متین بات بھی عوام کو سمجھ میں نہ آئے تو اس کا ہمارے پاس کیا علاج۔

اب آپ اپنے سوالات کے جوابات لیجیے۔ کسی مسجد ہی میں سہی لاؤڈ اسپیکر لگا کر اتنی آواز اونچی کرنا کہ دوسری مسجد کے مصلیوں کی نماز میں خلل پڑے، یا گھروں کے اندر، یا کہیں تلاوت یا ذکر میں مشغول ہوں، یا سونے والوں کی نیند میں خلل پڑے جائز نہیں۔ مسجد میں جہری نمازوں میں اتنی ہی آواز سے بلند آواز سے قراءت کی

اجازت ہے کہ مسجد کے اندر محدود رہے، ارشاد ہے: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۝ [1]۔ نماز پڑھتے وقت اپنی آواز بہت اونچی نہ کرو اور نہ بالکل آہستہ۔ ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔

علاوہ ازیں فقہا نے لکھا ہے کہ اگر بلند آواز سے ذکر کرنے کی وجہ سے نمازیوں کو خلل ہو تو جائز نہیں۔ یہ حکم عام ہے خواہ اپنی مسجد کے مصلیوں کی نماز میں خلل پڑے خواہ دوسری مسجد کے مصلیوں کی نماز میں خلل پڑے، خواہ آس پاس کے گھروں میں نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل پڑے۔ اور یہی حکم اوراد وظائف میں مشغول رہنے والوں کے معمول میں خلل پڑے تو ہے۔

امام قاضی خاں نے فرمایا تھا کہ بلند آواز سے ذکر حرام ہے۔ اور بزازیہ میں فرمایا کہ جائز ہے۔ خیریہ میں دونوں میں یہ تطبیق دی کہ ممنوع وہ جہر ہے جو مضر ہو مثلاً اس میں ریا کا اندیشہ ہو یا نمازیوں اور سونے والوں کو ایذا پہنچتی ہو۔ شامی میں ہے:

وقد حرر المسألة في الخيرية وحمل ما في فتاوى القاضي على الجهر المضر- وقال: إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذي المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر [2]-

اسی میں ہے: وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراني: أجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ [3] الخ-

اس کا حاصل یہ ہے کہ بلند آواز سے ذکر جائز ہے لیکن اگر بلند آواز سے ذکر کرنے میں ریا کا اندیشہ ہو، یا

---

(۱)- القرآن المجيد، سورة الإسراء، الآية: ۱۱۰.

(۲)- وفي الكتاب هكذا، ـــــ وفي الفتاوى الخيرية من الكراهية والاستحسان: جاء في الحديث ما اقتضى طلب الجهر به نحو ''وإن ذكرني في ملإ ذكرته في ملإ خير منهم'' رواه الشيخان- وهناك أحاديث اقتضت طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، كما جمع بذلك بين أحاديث الجهر والإخفاء بالقراءة- ولا يعارض ذلك حديث ''خير الذكر الخفي؛ لأنه حيث خيف الرياء أو تأذي المصلين أو النيام فإن خلا مما ذكر- فقال بعض أهل العلم: إن الجهر أفضل؛ لأنه أكثر عملا ولتعدي فائدته إلى السامعين ويوقظ قلب الذاكر فيجمع همه إلى الفكر ويصرف سمعه إليه ويطرد النوم، ويزيد النشاط إلى آخره. ملخصا-

(رد المحتار، ج۲، ص: ٤٣٤، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۳)- رد المحتار، ج۲، ص: ٤٣٤، كتاب الصلاة باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر، دار الكتب العلميه، بيروت-

سونے والوں کی نیند، یا نمازیوں کی نماز، یا تلاوت کرنے والوں کی تلاوت میں خلل کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں۔

علاوہ ازیں نمازی کے قریب یا آس پاس ایسی حرکت کرنی جس سے نمازی کی نماز میں خلل پڑے حتی کہ نماز کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہو تو حرام ہے۔ اس لیے مسجد میں اتنی تیز آواز کا لاؤڈ اسپیکر لگانا کہ اس کی آواز دوسری مسجد کے نمازیوں تک پہنچے یا پڑوس کے گھروں میں پہنچے جس سے ان کی نمازوں میں، یا تلاوت یا ذکر واذکار، یا سونے میں خلل پڑے کسی طرح جائز نہیں۔ جو چند نوجوان علما نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی اجازت دیتے ہیں وہ بھی اسے جائز نہیں کہہ سکتے۔ آپ ان سے استفتا کر لیں۔ جو لوگ اپنے امام کے علاوہ دوسری مسجد کے امام کی تکبیرات پر رکوع، سجدہ کریں گے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خصوصا لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر؛ کیوں کہ اس میں ایک تو تلقن من الخارج ہے، دوسرے یہ کہ جس امام کی اقتدا میں تحریمہ باندھا ہے اس کے علاوہ دوسرے کی اقتدا ہے، وہ بھی جب کہ مسجدیں مختلف ہیں۔ اس جماعت کا فساد سجدۂ سہو سے بھی دور نہ ہوگا۔ ان لوگوں پر واجب ہے کہ اپنی نماز الگ پڑھیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۰] اذان خطبہ اور تقریر کے لیے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت ہے

مسئلہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ لاؤڈ اسپیکر صرف اذان خطبہ اور تقریر کے لیے استعمال کیا جائے اور جہری نمازیں بغیر لاؤڈ اسپیکر ادا کی جائیں؟ فقط

سید ابراہیم قادری، میڈیکل اسٹور، نزد اولیا مسجد، غیبی نگر، بھیونڈی، تھانہ، مہاراشٹر

۱۶/ ذو قعدہ ۱۴۱۲ھ

الجواب

کسی بھی نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت نہیں۔ عوام نہیں مانتے تو اس کا ہمارے پاس کیا علاج۔ ہاں اذان خطبہ، تقریر، اعلان کے لیے اجازت ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۱] اگر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں تو اذان وخطبہ میں کیوں جائز ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لاؤڈ اسپیکر (مائک) سے نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں جب کہ مائک سے اذان اور خطبہ دیا جا سکتا ہے تو پھر نماز پڑھانے پر ممانعت کیوں ہے؟ تفصیلی

جواب مطلوب ہے۔ والسلام
عبدالرؤف، مدرسہ حمیدیہ وارثیہ، ملت نگر، گوھی باندھ، پوسٹ کراس گڑھ، دھنباد، بہار

الجواب

تحقیق یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ہارن سے سنی جانے والی آواز کم از کم حکماً غیر آواز متکلم ہے۔ اس لیے لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع کرنا امام کی اقتدا نہیں ہوئی لاؤڈ اسپیکر کی ہوئی جس سے تلقن من الخارج پایا گیا جو مفسد نماز ہے۔ تفصیل کے لیے "القول الازہر"، "صیانۃ الصلاۃ" وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ اذان اور خطبہ میں صرف سننا ہوتا ہے، موذن یا خطیب کی اقتدا نہیں کی جاتی۔ اس لیے اذان اور خطبہ میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۲] اگر پنکھے اور کولر کی آواز سے نماز میں خلل نہ ہو تو اسے بند نہ کریں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان حق اس مسئلہ میں کہ:

موجودہ دور میں قریب قریب ہر مسجد میں چھت پنکھے و دیگر پنکھے، کولر لگائے جاتے ہیں جس میں آواز بھی ہوتی رہتی ہے مگر امام کی آواز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتی، تمامی مقتدی تک آواز پہنچ جاتی ہے اور مکبر کی آواز بھی پہنچ جاتی ہے۔ اب زید کہتا ہے کہ جماعت کے وقت کولر پنکھے بند کر دو۔ سبب معلوم کرنے پر جواب دیا کہ مکروہ ہونے کی وجہ سے بند کر دیا جاتا ہے۔ جب کہ اور سب پنکھے چلتے رہتے ہیں۔ کیا زید کا ایسا کرنا درست ہے؟ اور اگر درست ہے تو کولر پنکھے ہی کیوں جماعت کے وقت بند کرتا ہے اور پنکھے بھی تو آواز کرتے ہیں ان کو بھی بند کرنا چاہیے۔ اور ایک ذمہ دار آدمی کو ایسا کرنا کہاں تک درست ہے؛؟ اور کیا حکم شرعی ہے کہ جماعت کے وقت پنکھے اور کولر کا چلنا درست نہیں؟ از روے شرع جواب مرحمت فرمائیں۔

حافظ محمد سردار ابن غلام مصطفیٰ، آدم عثمان، باسنی ناگور، راجستھان

الجواب

اگر پنکھوں اور کولر کی آواز سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا تو پنکھوں اور کولر کے بند کرنے

کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ ان کو چالو رکھیں تاکہ گرمی کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو اور دل نہ بٹے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۳] اگر کسی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے تو کیا دونوں طرف سلام پھیر کر دوبارہ نیت باندھ لیں

مسئلہ نماز میں کوئی ایسی غلطی ہو گئی کہ اب دوران نماز اس کی تلافی نہیں ہو سکتی اور نہ سجدۂ سہو سے وہ کمی پوری ہو گی تو کیا ایسی حالت میں دوران نماز دونوں سلام پھیر کر نماز کو ختم کر سکتے ہیں؟

عبد الرزاق، آزاد نگر، اورئی، جالون، یوپی

الجواب

ایسی غلطی صرف ترک فرض ہے اگر ایسی کوئی غلطی ہو جاتی ہے کہ جس سے نماز فاسد ہو جائے تو نماز ختم ہو گئی دوبارہ تحریمہ باندھ کر نماز پڑھے۔ بعض فرائض ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اپنی جگہ سے چھوٹ جائیں تو دوسرے موقع پر ادا کیے جاسکتے ہیں اور سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۴] قعدۂ اخیرہ میں اگر ریح خارج ہو جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ قعدۂ اخیرہ میں بقدر التحیات پڑھ چکا ہے کہ ریح خارج ہو گئی۔ درود شریف ودعاے ماثورہ باقی رہ گیا ہے اب کیا کرے نماز تمام ہو گئی شرعاً کہ اعادہ کرنا ہو گا؟ کیا درود شریف واجبات نماز سے ہے اس کا پڑھنا باقی رہ گیا ہے۔ اس مسئلہ میں حکم شریعت کیا ہے؟

غلام مرتضی، مدرسہ قادریہ ضیاء العلوم، کرہا، سیتامڑھی، بہار

الجواب

اگر ریح بلا قصد خارج ہوئی تو نماز فاسد ہو گئی اس لیے کہ خروج بصنعہ فرض ہے اور وہ پایا نہیں گیا اور اگر قصداً ریح خارج کیا تو بھی نماز دہرانا واجب۔ اس لیے کہ نماز سے باہر آنے کے لیے لفظ "والسلام" کہنا واجب ہے وہ ادا نہ ہوا۔ درود شریف اور دعاے ماثورہ پڑھنا قعدۂ اخیرہ میں واجب نہیں سنت ہے۔ واللہ تعالی اعلم

لقمہ کا بیان

[۱۵-۱۷] غلط لقمہ دینے کا حکم

مسئلہ امام عصر کی نماز پڑھا رہا تھا، قعدۂ اخیرہ میں سجدوں کے بعد بیٹھ ہی رہا تھا کہ جماعت میں شامل کسی مقتدی نے لقمہ دیا لیکن امام بیٹھ گیا اور التحیات کے بعد سجدۂ سہو کیا۔ اس کے بعد التحیات، درود اور دعاے ماثورہ کے بعد سلام پھیر کر نماز ختم کیا، سلام کے بعد امام سے دریافت کرنے پر امام نے بتایا کہ میں نے تو نماز ٹھیک ہی پڑھایا تھا لیکن کسی نے لقمہ دیا تو میں نے سہو کا سجدہ کر لیا کہ شاید مقتدی کے جاننے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو۔

❶ جب امام نے نماز صحیح پڑھائی جیسا کہ امام نے بتایا تو مقتدی کے لقمہ دینے پر سجدۂ سہو کرنا جائز تھا یا بغیر سجدۂ سہو کے نماز صحیح ہو جاتی؟

❷ مندرجہ بالا صورت میں نماز ہو گئی یا دہرائی جائے گی؟ اگر نماز ہو گئی تو لقمہ دہندہ کی نماز ہوئی یا نہیں؟

❸ امام جہری نماز میں قراءت کر رہا تھا کہ کسی نے لقمہ دیا لیکن امام نے لقمہ نہیں لیا۔ نماز ختم ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ امام نے صحیح قراءت کیا تھا تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں؟ (فرض نماز کی جماعت تھی)

برائے مہربانی مدلل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

سید امیر الاسلام، ریلائبل ہومیومیڈیسنز، بہری، بلیا، یوپی

الجواب

❶ اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں تھا لیکن پھر بھی سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❷ لقمہ دینے والے نے غلط لقمہ دیا تھا اس لیے اس کی نماز فاسد ہو گئی۔ اگرچہ اس نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کر لیا تھا۔ اس سے اس کی نماز صحیح نہ ہوئی۔ نماز جب کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو سجدۂ سہو سے درست نہیں ہو گی، اسے دوبارہ پڑھنا لازم ہے۔ سجدۂ سہو صرف بھول کر واجب کے چھوڑنے پر لازم ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کسی واجب کو قصداً چھوڑا تو سجدۂ سہو سے کام نہیں چلے گا، نماز دہرانی واجب ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

③ لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۸] نابالغ کا لقمہ لینا کیسا

مسئلہ جماعت میں نابالغ شامل ہو تو اس کا لقمہ لینے کی صورت میں کیا حکم ہے ؟

محمد اعجاز اختر، بیگم پور، ضلع سمستی پور، بہار
۲۳ر شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب

نابالغ اگر پورا ہوش مند و سمجھ دار ہے تو اس کا لقمہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۹] دیوبندی کا لقمہ لینے سے نماز فاسد ہو جائے گی

مسئلہ دیوبندی اگر امام کو نماز میں لقمہ دے تو لینا چاہیے یا نہیں ؟ اور اس کا لقمہ لینے کی صورت میں کیا حکم ہے ؟

محمد اعجاز اختر، بیگم پور، سمستی پور، بہار
۲۳ر شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب

اگر کوئی دیوبندی نماز میں لقمہ دے تو لقمہ نہ لے، اگر کوئی دیوبندی کا لقمہ لے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لیے کہ دیوبندی کی نماز نماز نہیں۔ اس لیے اس کا لقمہ دینا ایسا ہے جیسے کوئی نماز میں شریک نہ ہو، خارج صلاۃ ہو اور لقمہ دے، یہ تلقن من الخارج ہو گا جو مفسد نماز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۰] قعدۂ اولیٰ میں بیٹھے بغیر اگر امام کھڑا ہو جائے تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی

مسئلہ چار رکعت والی فرض نماز میں امام صاحب دو رکعت کے بعد بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہو گئے تو

لقمے کے بغیر امام صاحب کو غلطی کا احساس کیسے ہو، تاکہ وہ سجدۂ سہو کریں؟ کیا لقمہ دینے والے کو پھر سے نماز پڑھنی پڑے گی؟ براے کرم تفصیل سے رہبری فرمائیں۔

عبدالشکور، گجرات

۱۳ر صفر ۱۴۱۱ھ

الجواب

اس صورت میں لقمہ دینا جائز نہیں جو لقمہ دے گا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسے دوبارہ نئے سرے سے نماز پڑھنی پڑے گی۔ اب اگر امام کو از خود یاد آجائے اور سجدۂ سہو کرلے فبہا ورنہ نماز کا اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۱] قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر سیدھا کھڑے ہو جانے پر امام کو لقمہ دینا کیسا

مسئلہ امام نے قعدۂ اولیٰ نہ کیا سیدھا کھڑا ہو گیا، مقتدی نے لقمہ دیا امام بیٹھ گیا۔ التحیات پڑھی، سلام کے بعد سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرلی۔ ایک نے کہا سیدھا ہونے پر دہرائی جائے۔ نماز امام نے دہرائی۔ فعل اول یا دوئم درست ہے؟

ممتاز علی رضوی، ڈیہ پور، کھیری، یوپی

۲۸ر ذوقعدہ ۱۴۱۹ھ

الجواب

امام جب قعدۂ اولی چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا تھا تو اسے لوٹ کر قعدۂ اولی کرنا جائز نہیں تھا۔ جس نے اس وقت اس کو لقمہ دیا اس نے غلط لقمہ دیا جس کی وجہ سے وہ نماز سے خود بھی خارج ہو گیا، اور اسے امام نے لے لیا تو امام کی نماز بھی فاسد ہو گئی۔ اخیر میں سجدۂ سہو کرنا بے کار تھا۔ فرض یہ تھا کہ اس نماز کو دوبارہ پڑھتے۔ لوگوں نے دوبارہ پڑھ لیا تو صحیح کیا۔ اگر دوبارہ نماز نہ پڑھتے تو یہ نماز ان کے ذمہ رہ جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲۲] صحیح لقمہ دینے والے کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا امام لقمہ لے یا نہ لے

مسئلہ زید نماز پڑھا رہا تھا قراءت میں بھول گیا، یا غلط پڑھ رہا تھا تو مقتدی اس کو لقمہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور لقمہ دینے والے کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جب کہ امام نے لقمہ لے لیا تو اس صورت میں لقمہ دینے والے کی نماز ہوگی یا نہیں، اور امام پر سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب

امام بھول جائے، یا کوئی غلطی کرے تو لقمہ ضرور دیا جائے۔ لقمہ دینے والے کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا امام لقمہ لے یا نہ لے۔ سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں اس میں تفصیل ہے قراءت میں کسی غلطی کی بنا پر لقمہ دیا ہے تو مطلقا سجدۂ سہو نہیں۔ ہاں! اگر امام نے ایسی غلطی کی جو مفسد نماز ہے اور لقمہ نہیں لیا تو امام کی نماز فاسد ہوگئی اور اس کے ساتھ تمام مقتدیوں کی بھی فاسد ہوگئی۔ سجدۂ سہو سے کام نہیں چلے گا۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۳] امام نے صحیح پڑھا تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد

مسئلہ روز جمعہ پیش امام نے نماز پڑھائی درمیان قراءت کے اندر کسی مقتدی نے لقمہ دیا باوجود اس کے کہ امام کی قراءت صحیح تھی، امام نے ٹھہر کر پھر سے آیات کی قراءت شروعات کی مگر مقتدی کا لقمہ نہیں لیا اب اس میں تضاد ہوا، امام کی نماز صحیح ہوئی یا مقتدی کی؟ ان دونوں کی نماز میں سے کس کی باطل ہوئی اور کس کی حاصل ہوئی؟

محمد ابراہیم صاحب، دار العلوم غوثیہ، رام کولہ، پوسٹ رام کولہ، ضلع دیوریا

۶ر صفر ۱۴۰۸ھ

الجواب

اگر امام نے صحیح پڑھا تھا تو جس نے لقمہ دیا اس کی نماز باطل ہوگئی۔ اگر امام لقمہ لے لیتا تو امام کی نماز بھی فاسد ہو جاتی اور جب امام کی نماز فاسد ہو جاتی تو سب کی نماز جاتی۔ لیکن بقول آپ کے جب امام نے لقمہ نہیں

لیا تو امام کی نماز صحیح ہوگئی۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام نے لقمہ نہیں لیا تو لوٹ کر دوبارہ کیوں پڑھا؟
اس کا جواب امام صاحب سے لے کر دوبارہ سوال کریں۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۴] غلط لقمہ دینا حرام

مسئلہ فرض نماز میں لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں خواہ قراءت میں غلطی ہو یا ادائیگی ارکان میں اور اگر امام نے لقمہ لے لیا تو کیا سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا؟

محمد سلطان، مدرسہ ضیاء الاسلام، ستبروا، ضلع پلاموں، بہار
۲۲ر صفر ۱۴۱۳ھ

الجواب

امام کی غلطی پر لقمہ دینا جائز ہے بلکہ اگر غلطی ایسی ہے جس سے نماز کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہو تو ضروری۔ اگر واقعی غلطی ہوئی ہے تو اس کو لقمہ لینا ہی چاہیے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ البتہ غلط لقمہ دینا حرام ہے۔ امام اگر غلط لقمہ لے گا تو امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اور پھر سب مقتدیوں کی۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۵] مقتدی نے صحیح لقمہ دیا اور امام نے لقمہ نہ لیا تو کیا حکم ہے

مسئلہ مقتدی نے امام کو لقمہ دیا اور امام نے قبول نہ کیا یا پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا تو لقمہ دینے والے کا کیا حکم ہے؟ یا دو شخصوں نے لقمہ دیا اور امام نے قبول کیا مگر یہ پتہ نہ چلا کہ کس کا لقمہ لیا اب ان دونوں کا کیا حکم ہے؟

فضل امام، جامع مسجد لکھنورہ، پوسٹ کشن پورہ، ضلع سیوان بہار
۲۸ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

اگر انھوں نے صحیح لقمہ دیا تو دونوں صورتوں میں مقتدیوں اور امام کی نماز صحیح ہوگئی بشرطے کہ امام نے ایسی غلطی نہ کی ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہو ورنہ سب کی نماز گئی۔ واللہ تعالی اعلم

[۲۶] غیر محل میں لقمہ مفسد صلاۃ ہے

مسئلہ (الف) امام نماز فرض میں قعدۂ اولی بھول گیا اور تکبیر کہتا ہوا رکوع کی حالت تک پہنچا تھا کہ مقتدیوں میں سے ایک یا دو نے لقمہ دیا اور واپس قعدہ میں آیا۔ قعدۂ اخیرہ میں اس نے سجدۂ سہو کیا۔ نماز ہوئی یا نہیں؟

(ب) امام کے ہاتھ کی انگلیاں گھٹنہ سے سرک چکی تھیں تب قعدہ میں واپس آیا۔ قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کیا، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(ج) امام قطعی کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی کا لقمہ لیا اور قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کی۔ ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں جو حکم الف، ب، ج کے لیے فرمایا جائے گا، یہی حکم ہر فرض نماز کے لیے ہوگا۔

(ح) امام قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے، مقتدی کے لقمہ پر بھی واپس نہیں آتا صرف یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ چوتھی رکعت ہے اس صورت میں مقتدی لقمہ دینے والا اور باقی مقتدی اور امام کے لیے کیا حکم ہے، کیا ان کی نماز ہوئی یا واجب الاعادہ ہے؟

(د) امام لقمہ پر واپس قعدہ میں آتا ہے، سجدۂ سہو بھی کرتا ہے اس کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ہر سوال کا جواب بحوالہ حدیث عطا فرمایا جائے۔ بینوا وتوجروا

محمد میاں، بیل والی مسجد، ضلع پیلی بھیت
۲؍ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

الجواب

مجتہدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو مولی عزوجل اسلام و مسلمین کی جانب سے جزائے خیر دے کہ انھوں نے قرآن و حدیث سے مسائل شرعیہ استنباط فرما کر جزئیات کے احکام مصرح فرما دیے۔ اور ہمیں اس کد و کاوش سے نجات دی کہ ہم جزئیات کے احکام معلوم کرنے کے لیے قرآن و حدیث کے بحر بے کراں کی غواصی کریں، ہم پر تقلید واجب ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے ہمیں قرآن و حدیث وغیرہ سے جو احکام متخرج فرما کے بتا دیے ہیں ان کو ماننا واجب اور عمل کرنا لازم ہے، نہ ہم قرآن و حدیث سے مسائل استنباط کرنے کے اہل، نہ اس کے مکلف۔ اس لیے سائل کا ہر سوال کے جواب میں ہم سے حدیث کا حوالہ مانگنا کسی طرح درست نہیں تاہم کوشش کریں گے کہ ان جزئیات کے احکام جہاں تک حدیث میں مل سکیں

حدیث کے حوالے سے لکھیں۔ الف، ب، ج کے بارے میں حدیث میں اتنا فرمایا گیا ہے:

إذا قام الإمام في الركعتين فإن ذكر قبل أن يستوي قائما فليجلس فإن استوى قائما فلا يجلس و يسجد سجدتي السهو. رواه أبو داؤد وابن ماجه.(۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قعدۂ اولیٰ بھول کر اگر کوئی تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو رہا تھا تو اگر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا یا سیدھا کھڑے ہونے کے قریب تھا تو اسے لوٹنا جائز نہیں۔ اسے لازم ہے کہ قعدۂ اولیٰ چھوڑ دے اور بعد میں سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر وہ سیدھا کھڑا نہ ہوا، نہ سیدھے کھڑے ہونے کے قریب تھا تو اسے پلٹ آنا چاہیے اور سجدۂ سہو واجب نہیں کہ اس صورت میں صرف "فليجلس" فرمایا گیا۔ سجدۂ سہو کا حکم نہیں دیا۔ حدیث میں "قائما" کا لفظ ہے حدیث کے تمام دفاتر تلاش کیجیے کہیں اس کی تفسیر نہیں ملے گی۔ لہٰذا فقہا کی طرف رجوع کی حاجت پڑی۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر انسان کا نصف زیریں سیدھا ہو گیا تو "استوى قائما" کا حکم ہوگا کہ اقرب إلی القیام پایا گیا، اور ایسے مواقع میں اقرب إلی الشی کا حکم شے کا ہوتا ہے۔ رد المحتار میں ہے:

إن استوى النصف الأسفل وظهره بعد منحن فهو أقرب إلى القيام وإن لم يستو فهو أقرب إلى القعود.(۲)

لہٰذا صورت الف، ب، ج(۳)، میں سجدۂ سہو واجب تھا اور جب امام نے سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہو گئی۔ البتہ لوٹنا جائز نہیں تھا۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ لوٹنے کے بعد بھی سیدھا کھڑا ہو جائے؛ کیوں کہ بعض علما نے لوٹنے پر فساد نماز کا حکم دیا ہے اگرچہ صحیح یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ مگر اساءت کرنے والا ہوا۔ در مختار میں ہے:

وإن استقام قائما لا يعود فلو عاد إلى القعود بعد ذلك تفسد صلاته وقيل لا تفسد لكنه يكون مسيئا و يسجد لتاخير الواجب وهو الأشبه.(۴)

یہ حکم اس صورت میں ہے کہ امام خود لوٹتا۔ لیکن جب کہ کسی کے لقمہ دینے سے لوٹا تو بہر حال نماز فاسد ہو جائے گی کہ ان تینوں صورتوں میں لقمہ دینا جائز نہ تھا۔ غیر محل میں لقمہ دیا۔ غیر محل میں لقمہ دینے سے لقمہ دینے والے اور لینے والے دونوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا سوال میں مذکور ان تینوں صورتوں میں

---

(۱)- سنن أبي داؤد، ج۱، ص:۱٤۸، كتاب الصلاة.

(۲)- رد المحتار، ج۲، ص:۵٤۸، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۳)- یہاں دو صورتیں ہیں: ایک کھڑے ہونے اور از خود لوٹنے کی۔ اور دوسری صورت لقمہ قبول کر کے لوٹنے کی۔ حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے پہلی صورت کا حکم بیان فرمایا ہے، پھر دوسری صورت کا جیسا کہ بعد کی عبارت سے بھی عیاں ہے۔ محمود علی مشاہدی

(۴)- الدر المختار، ج۲، ص:۵٤۹، كتاب الصلاة باب سجود السهو، دار الكتب العلميه، بيروت.

سجدۂ سہو کرنے کے بعد بھی نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم

قعدۂ اخیرہ فرض ہے اس کے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ امام پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں کا سجدہ نہیں کیا اور لوٹ آیا تو سجدہ [سہو] کر لینے سے نماز ہو جائے گی کہ اس صورت میں قعدۂ اخیرہ ترک نہ ہوا اپنی جگہ سے موخر ہو گیا اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا تو ایک رکعت اور پڑھ کر چھ رکعت مکمل کرے اور یہ فرض نفل سے بدل گیا۔ در مختار میں ہے:

ولو سها عن القعود الأخير كله أو بعضه عَادَ ما لم يقيدها بسجدة وإن قيدها بسجدة تحول فرضه نفلا برفعه الجبهة، ملتقطاً. (۱)

صورت مذکورہ میں واجب ہے کہ فرض پھر سے پڑھیں۔ صورت "ی" میں نماز ہوگئی امام و مقتدی دونوں کی۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

[۲۷-۲۹] نس بندی کرانے والا لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نس بندی کیا ہوا شخص

۱ امام کے پیچھے اگلی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۲ امام کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر امام نے لقمہ لے لیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

۳ چاند یا دوسری شرعی گواہی دے سکتا ہے یا نہیں اور اس کی گواہی شرعی ہوگی یا نہیں؟

جمیل احمد متعلم مدرسہ حنفیہ غوثیہ، کان پور

۱۰ر جمادی الآخرہ ۱۴۰۰ھ

الجواب

۱ نس بندی کرانے والا فاسق معلن ہے پھر بھی وہ امام کے پیچھے پہلی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۲ امام کو لقمہ دے سکتا ہے امام اس کا لقمہ لے لے تو نماز میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم

۳ اس کی گواہی شرعاً مقبول نہ ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

---

(۱)- الدر المختار، ج ۲، ص: ۵۵۰، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، دار الکتب العلمیه، بیروت.

الباب السابع فی صلاۃ الوتر

وتر کا بیان

[۱] جس کی عشا کی جماعت چھوٹ گئی وہ وتر تنہا پڑھے

مسئلہ اگر کسی کی عشا کی جماعت چھوٹ گئی تو کیا وہ آدمی جماعت کے ساتھ نماز وتر پڑھ سکتا ہے یا نہیں رمضان شریف کے مہینہ میں؟

عزیز الرحمن، نگینہ مسجد، ضلع بنارس، یوپی
۱۷/ ذو قعدہ ۱۴۱۱ھ

الجواب

جس کی عشا کی نماز جماعت کے ساتھ چھوٹ جائے وہ وتر تنہا پڑھے جماعت سے نہ پڑھے جیسا کہ مجدد أعظم اعلی حضرت قدس سرہ نے فتاوی رضویہ میں تحقیق فرمائی ہے۔ (۱)

[۲] دعاے قنوت پڑھے بغیر رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ وتر کی نماز میں رکعت ثالثہ میں سورۂ فاتحہ و سورہ کے بعد نہ رفع یدین کیا اور نہ تکبیر قنوت کہی اور

(۱)- فتاوی رضویہ میں ہے: جس نے فرض تنہا پڑھی وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا کما فی الغنیہ و جامع الرموز و رد المحتار، ج ۳، ص: ۴۸۰، رضا اکیڈمی۔ محمد نسیم

نہ دعاے قنوت پڑھی بغیر رفع یدین و تکبیر قنوت ودعاے قنوت پڑھے ہوئے رکوع میں چلا گیا۔ بعد رکوع قومہ میں یاد آیا کہ نہ رفع یدین کیا ہوں اور نہ تکبیر قنوت مع دعاے قنوت پڑھا ہوں یہ یاد آنے کے بعد قصداً قیام کی طرف نہیں لوٹا اور نہ تکبیر مع قنوت کیا کہ یہ کرنے کے بعد بھی سجدۂ سہو کرنا پڑے گا آیا یہ صحیح ہے کہ غلط؟ حکم شریعت بیان فرمائیں۔

غلام مرتضیٰ، مدرسہ قادریہ ضیاء العلوم، کرہر، سیتامڑھی، بہار

الجواب

اس صورت میں سجدۂ سہو کافی ہے، دعاے قنوت کے لیے رکوع سے لوٹنا جائز نہیں (1)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳] وتر کی قضا نماز اگر عوام کے سامنے پڑھیں تو دعاے قنوت میں ہاتھ نہ اٹھائیں

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

وتر کی نماز قضا اگر عوام کے سامنے پڑھے تو بغیر ہاتھ اٹھاے دعاے قنوت پڑھنا کیسا ہے؟

ابو الکلام احمد، مقام و پوسٹ کسم کھور، ضلع قنوج، یوپی

۱۳/ ذو قعدہ ۱۴۱۹ھ

---

(۱)- فتاوی عالم گیری میں ہے:

وَلَوْ نَسِيَ الْقُنُوتَ فَتَذَكَّرَ فِي الرُّكُوعِ فَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَقْنُتُ فِي الرُّكُوعِ وَلَا يَعُودُ إِلَى الْقِيَامِ . هٰكَذَا فِي التَّتَارْخَانِيَّة فَإِنْ عَادَ إِلَى الْقِيَامِ وَقَنَتَ وَلَمْ يُعِدْ الرُّكُوعَ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ . كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ أَمَّا إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ثُمَّ تَذَكَّرَ فَإِنَّهُ لَا يَعُودُ إِلَى قِرَاءَةِ مَا نَسِيَ بِالِاتِّفَاقِ . كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ . وَإِنْ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ وَتَرَكَ السُّورَةَ فَإِنَّهُ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَقْرَأُ السُّورَةَ وَيُعِيدُ الْقُنُوتَ وَالرُّكُوعَ وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ وَكَذَا إِذَا قَرَأَ السُّورَةَ وَتَرَكَ الْفَاتِحَةَ فَإِنَّهُ يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ وَيُعِيدُ السُّورَةَ وَالْقُنُوتَ وَيُعِيدُ الرُّكُوعَ وَلَوْ أَنَّهُ لَمْ يُعِدْ الرُّكُوعَ أَجْزَأَهُ كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ . [ج:۱، ص:۱۱۱، کتاب الصلاۃ، الباب الثامن فی صلاۃ الوتر] محمود علی مشاہدی

الجواب

عوام کے سامنے نماز وتر کی قضا پڑھے تو دعاے قنوت میں ہاتھ نہ اٹھائے کہ اس سے لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے وتر قضا کی۔ یہ گناہ کی تشہیر ہوئی جو خود گناہ ہے۔ شامی میں ہے:

أما في القضا عند الناس فلا يرفع حتى لا يطلع أحد على تقصيره [1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۴] دُعا میں وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کی بجاے وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ پڑھا جائے

مسئلہ قربانی کی دعا میں "وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" ہے کہ "وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" ہے؟ اور یہ کون سے پارہ کی آیت ہے؟

اور دعاے قنوت میں دوسری جگہ "إليك و نسعیٰ" ہے کہ "إليك نسعیٰ"، ہے؟ ہم نے اسے کئی کتابوں میں دیکھا مگر سمجھ میں نہیں آیا، اس لیے آپ کے پاس لکھتا ہوں۔

ابوالحسن، پوسٹ قاسم آباد، ضلع غازی پور، یوپی۔

الجواب

قربانی [کی دعا] میں "وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" پڑھا جائے، ویسے قرآن مجید میں وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ہے[2]۔ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کے معنی یہ ہیں کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ یہ صرف حضور اقدس ﷺ پر صادق ہے۔ آج کا مسلمان اگر یہ کہے تو غلط ہوگا، اس لیے قربانی میں اسے "مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" سے بدل دیا گیا، اور دعاؤں میں ایسا تغیر جائز ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ خود حضور اقدس ﷺ نے بجاے "وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝" کے "اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ"[3] پڑھا؛ تاکہ امت کے لیے سند رہے۔

اور دعاے قنوت میں "و نترکُ" ہے، کاف کے پیش کے ساتھ، اور دوسری جگہ "وإليك نسعیٰ" ہے "إليك نسعیٰ" کے بیچ میں واو پڑھنا غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱)- رد المحتار، ج ۲، ص: ٤٤٢، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۲)- سورة الأنعام- الآية: ١٦٣.

(۳)- مشكاة المصابيح، ج ١، ص: ١٢٨، مجلس البركات، الجامعة الأشرفيه، مبارك پور.

الباب الثامن فی النوافل

نوافل کا بیان

[۱] ظہر کی سنت قبلیہ اگر فرض سے پہلے نہ پڑھی ہو تو کب پڑھیں

مسئلہ بکر نماز ظہر کی چار رکعت کو بغیر پڑھے داخل جماعت ہوا بعد جماعت پہلے چار سنت موکدہ ادا کرے یا دو سنت موکدہ اور نفل کے بعد۔ وضاحت فرمائیں

سید حیدر جان اشرفی، نورانی مسجد، امام نگر، داون گیرہ، کرناٹک

۱۸ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

اسے اختیار ہے کہ چاہے چار رکعت پہلی والی پڑھ لے، بعد میں بعد والی سنت موکدہ پڑھے یا پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھ لے پھر ۴ر رکعت پہلے والی پڑھے۔ افضل یہ دوسرا طریقہ ہے۔ (۱) واللہ تعالی اعلم

[۲] جس کے ذمے فرائض ہوں اس کے نوافل مقبول نہ ہوں گے

مسئلہ "جس کے ذمہ فرائض ہوں اس کے نوافل قبول نہیں" کا کیا معنی ہے؟ کیا دوسرے نیکی کا

(۱)- فتح القدیر میں ہے: والأولى تقديم الركعتين؛ لأن الأربع فاتت عن الموضع المسنون فلا تفوت الركعتان أيضا عن موضعها قصدا بلا ضرورة. ج:۱، ص:۴۷۶، باب ادراك الفريضة، المكتبة التجارية، مکہ مکرمہ۔ محمد نسیم

خیرات، علم دین پڑھناوغیرہ؟

محمد سرمد پاشا قادری، مومن مسجد، ہاسپیٹ ضلع بلاری، کرناٹک

۲۲؍رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

یہ اپنے اطلاق و عموم کے اعتبار سے سب کو شامل ہے کہ جس کے ذمے فرائض ہوں اس کا کوئی بھی نفلی عمل مقبول نہیں خواہ وہ اسی نوع کا ہو یا دوسری نوع کا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہو۔ مثلاً جس کے ذمے فرض نمازیں ہوں اس کی نفل نمازیں اور جس کے ذمے فرض روزے ہوں اس کے نفل روزے اور جس کے ذمے فرض زکات ہے اس کے نفل صدقات قبول نہ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۳] امام فرض نماز پڑھ کر نوافل اپنی جگہ سے ہٹ کر پڑھے

مسئلہ امام مسجد فرض نماز پڑھانے کے بعد اپنے مقام سے ہٹ کر کیوں باقی نماز پوری کرتا ہے؟

محمد شفیع خاں، آئی پی ایم، پیپس کار، حضرت گنج، لکھنو

الجواب

ایسا ہی حدیث میں وارد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۴] صلاۃ التسبیح میں اگر کوئی تسبیح بھول جائے تو کب پڑھے

مسئلہ صلاۃ التسبیح میں اگر کسی رکن میں تسبیح بھول جائے یا بھول سے کم پڑھ دیں تو اسی رکعت کے کسی بڑے رکن میں پڑھ لینے کا حکم ہے یعنی کہ نماز کے کل سات ارکان میں سے کسی بڑے رکن میں۔ تو اب پوچھنا یہ ہے کہ نماز کے کل سات ارکان میں سے اکبر ارکان کون کون سے ہیں؟

نعیم احمد برکاتی، ایجنسی بک کالیٹ، ضلع ہبلی، کرناٹک

۴؍ذو قعدہ ۱۴۱۱ھ

الجواب

یہ کہیں نہیں کہ اس سے بڑے رکن میں ادا کرے۔ حکم یہ ہے کہ دوسری جگہ پڑھ لے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد جو دوسرا موقع تسبیح کا آئے وہیں پڑھے، مثلاً قومہ کی سجدہ میں کہے اور رکوع میں بھولا تو اسے بھی سجدۂ میں کہے نہ کہ قومہ میں؛ کیوں کہ قومہ کی مقدار تھوڑی ہوتی ہے اور پہلے سجدے میں بھولا تو دوسرے سجدے میں کہے، دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم

[۵] صلاۃ التسبیح باجماعت پڑھنا اور اس کا اعلان کرنا کیسا ہے

مسئلہ صلاۃ التسبیح کی نماز باجماعت پڑھنا کیسا ہے نیز یہ اعلان کرنا کہ فلاں مسجد میں صلاۃ التسبیح کی نماز باجماعت ادا کی جائے گی۔ ایسا اعلان کرنا کیسا ہے؟

محمد رفیق القادری، پوسٹ بکس ۲۲۶ ۷، دبئی، یو اے ای

۲۵ر محرم ۱۴۱۳ھ

الجواب

صلاۃ تسبیح باجماعت پڑھنا مکروہ ہے جب کہ مقتدی چار یا اس سے زیادہ ہوں [۱]۔ بلکہ ایک قول کی بنا پر اگر مقتدی تین ہوں تو بھی مکروہ ہے، اور اس کے لیے اعلان کرنا بہر حال مکروہ ہے خواہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اعلان ہو یا تنہا تنہا پڑھنے کا اعلان ہو۔ در مختار میں ہے:

أي يكره ذلك لو على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد، كما في الدرر. [۲]

اس کے تحت شامی میں ہے:

هو أن يدعو بعضهم بعضا كما في المغرب وفسره الواني بالكثرة وهو لازم معناه أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلا يكره وثلثة بواحد فيه خلاف [۳]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- یہاں مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولی لمخالفۃ التوارث نہ تحریمی کہ گناہ و ممنوع ہو۔ (فتاوی رضویہ جلد سوم، ص: ۴۶۴، رضا اکیڈمی۔ محمد نسیم مصباحی.

(۲)- الدر المختار، ج۲، ص: ۵۰۰، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۳)- الدر المختار، ج۲، ص: ۵۰۰، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل الخ، دار الكتب العلميه، بيروت.

[۶] عصر کی سنت پڑھنے میں فرض کی کوئی رکعت چھوٹنے کا اندیشہ ہو تو سنت پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ عصر کی جماعت شروع ہونے میں ابھی دو منٹ باقی ہیں اس حال میں اگر سنت عصر پڑھ لیں تو صرف پہلی رکعت چھوٹ سکتی ہے بقیہ تین رکعتیں مل جاتی ہیں تو اس صورت میں سنت عصر کا پڑھنا افضل ہے، یا اس سنت غیر موکدہ کو چھوڑ کر دو منٹ انتظار کر کے جماعت میں شریک ہو کر مکمل چار رکعت کا پالینا افضل ہے ؟

نعیم احمد برکاتی، ایجنسی بک کالیٹ، ضلع ہبلی، کرناٹک

۴؍ ذو قعدہ ۱۴۱۱ھ

الجواب

یہ ضروری ہے کہ ایسی صورت میں آپ عصر کی سنتیں نہ پڑھیں دو منٹ انتظار کر لیں نماز کا انتظار نماز ہی کے حکم میں ہے اور شروع سے جماعت میں شریک ہوں۔ وھو تعالیٰ اعلم

فصل فی التراویح

تراویح کا بیان

[۷] نماز تراویح چھوڑنے والے پر کیا حکم ہے

مسئلہ تراویح سنت موکدہ ہے اگر کوئی شخص نماز عشا پڑھتا ہے مگر تراویح نہیں پڑھتا تو کیا اس کی عشا کی نماز ہو جائے گی؟ تراویح نہ پڑھنے سے کیا وہ گنہ گار ہو گا جب کہ تراویح باجماعت مسجد میں ہوتی ہو؟ عورتوں کے لیے اس امر میں کیا حکم ہے؟

عبدالرزاق خاں، آزاد نگر، اورئی، جالون، یوپی
۲؍ صفر ۱۴۱۳ھ

الجواب

تراویح چھوڑنے کی وجہ سے عشا پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ بلا کراہت ہو جائے گی۔ البتہ تراویح کے ترک کرنے کی وجہ سے وہ مستحق عتاب ہو گا۔ اگر ایک آدھ بار چھوڑا ہے تو۔ اور اگر اس کی عادت ڈال لی ہے تو مستحق عذاب ہو گا۔

عورتوں کے لیے بھی تراویح سنت موکدہ ہے عورتیں تنہا تنہا گھر میں پڑھیں اگر نہیں پڑھیں گی تو ان میں بھی وہی تفصیل ہے اگر کبھی کبھار چھوڑ دیتی ہیں تو مستحق عتاب ہیں اور اگر اس کی عادت ہے تو مستحق عذاب۔
واللہ تعالیٰ اعلم

[۸] شبینہ کے متعلق شرعی حکم کیا ہے

مسئلہ ہمارے گاؤں میں عام رواج شبینہ کا ہے یعنی دو تین حافظِ قرآن کو ایک رات بلا کر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے اور اسی رات ختم کیا جاتا ہے اس کام کو باعث خیر و برکت اور دین

اسلام کا حکم سمجھا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس طرح شبینہ کا رواج اسلام کے مطابق ہے یا نہیں؟ آئندہ اس کو رواج دیا جائے یا نہیں؟

یحییٰ خاں، لنکا پارک، تین دکورا، کٹک، اڑیسہ

۱۲/ ذو قعدہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

شبینہ میں کوئی شرعی قباحت نہیں بلکہ باعث اجر و ثواب ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت جیسے بھی کی جائے باعث اجر و ثواب ہے جب تک کہ کسی خاص طریقہ سے ممانعت نہ وارد ہو۔ اور اس خاص طریقے کی ممانعت کہیں وارد نہیں؛ اس لیے اصل کے اعتبار سے مشروع ہے اس کو بند نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۹] تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا کیسا ہے

مسئلہ سعودیہ عربیہ میں تراویح آٹھ رکعت اور قرآن شریف دیکھ کر تراویح پڑھائی جاتی ہے اور سماعت فرمانے والے بھی قرآن شریف دیکھ کر سماعت فرماتے ہیں تو کیا ان کو شریعت نے کوئی مخصوص چھوٹ دی ہے یا ان کی ہٹ دھرمی ہے اور ان کی نماز تراویح ہوتی ہے کہ نہیں اور اگر ہندوستان میں بھی اس طرح پڑھ لی جائے تو ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟

محمد شہاب الدین، گنگے بیر، پوسٹ مدھوبن، مئو، یوپی

۲۲/ محرم ۱۴۱۳ھ

الجواب

سعودیہ عربیہ کی مسجد میں امام نجدی عقیدے کے مولوی ہوتے ہیں، خصوصاً حرمین طیبین کی دونوں مساجد کے امام انتہائی غالی متعصب فسادی نجدی ہیں۔ ان کا مذہب پوری دنیا کے مسلمانوں سے الگ تھلگ ہے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا ہے کہ:

ان کا اعتقاد یہ ہے کہ صرف یہی مسلمان ہیں اور ان کے ماسوا سب کافر ہیں۔ اس لیے اپنے ماسوا دوسرے مسلمانوں کو قتل کرنا ان کے مال کو لوٹنا جائز بلکہ ثواب سمجھتے ہیں۔

اور یہی بات دیوبندی جماعت کے سارے علمانے متفقہ طور پر ”المہند“ میں لکھی ہے۔ اس لیے وہ

ایک الگ نئے طریقے سے نماز پڑھتے ہیں۔ تراویح بیس رکعت ہے مگر بیس رکعت پڑھنے میں محنت زیادہ ہے؛اس لیے نجدی صرف آٹھ رکعت پڑھتے ہیں اور زبانی یاد داشت سے پڑھنا بڑی محنت کا کام ہے؛اس لیے قرآن مجید دیکھ کر پڑھتے ہیں حالاں کہ نماز کی حالت میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہم اہل سنت پر لازم ہے کہ ہم اپنے مذہب کے مطابق عمل کریں۔ اب ان لوگوں نے نیا دین بنالیا۔ ان کا اتباع نہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۰] سورہ تراویح اگر تنہا پڑھے تو آہستہ قراءت کرے یا بلند آواز سے

مسئلہ سورہ تراویح اگر تنہا پڑھی جائے تو جہر سے پڑھنا ہوگا یا اخفا کرنا ہوگا؟

محمد فصیح خان، بہشتی شوز ہاؤس، برکتہ، ہزاری باغ، بہار

۲۶؍ شوال ۱۴۱۸ھ

الجواب

جیسے چاہے پڑھے، بہتر جہر ہے۔ واللہ تعالی اعلم

[۱۱] نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز نہیں

مسئلہ نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے کہ نہیں؟

محمد اقبال ابن ابراہیم، مقام وہرا آمنی، بھڑوچ، گجرات

الجواب

نابالغ کے پیچھے نماز درست نہیں، کمافی الدر المختار۔[۱] واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- تنویر الابصار و در مختار میں ہے:
ولا يصح اقتداء رجل بامرة وصبي مطلقا ولو في جنازة ونفل على الأصح.
اس کے تحت رد المحتار میں ہے:
قال في الهداية: وفي التراويح والسنن المطلقة جوزه مشائخ بلخ ولم يجوزه مشائخنا . والمختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها ملخصا. ج۲، ص: ۳۲۱،۳۲۲، كتاب الصلاة، باب الإمامة، در الكتب العلميه. محمد نسیم مصباحی.

[۱۲] تراویح میں دو رکعت پر قعدہ کرنا بھول گیا چار رکعت مکمل کرلی تو دو رکعت مانی جائے گی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید تراویح میں دو رکعت پر قعدہ کرنا بھول گیا۔ اور تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا۔ تیسری رکعت کے بعد چوتھی بھی مکمل کرلی۔ آیا یہ کہ ان چار رکعت میں اگلی دو رکعت شماری کی جائے گی یا اخیر کی دو رکعت۔ کیا صورت مذکورہ میں سجدۂ سہو ضروری ہے؟ اور سجدۂ سہو نہ کرنے کی صورت میں از سر نو نماز لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جناب سید اشفاق رضی، جامع مسجد، حلوائی لائن، رائے پور، مدھیہ پردیش

الجواب

صورت مسئولہ میں دو رکعت شمار ہوں گی[1]۔ عالم گیری میں ہے:

وعن ابی بکر الإسكاف أنه سئل عن رجل قام إلى الثالثة في التراو يح ولم يقعد في الثانية . قال: إن تذكر في القيام ينبغي أن يعود و يقعد و يسلم، وإن تذكر بعدما سجد للثالثة فإن أضاف إليها ركعة أخرى كانت هذه الأر بعة عن تسليمة واحدة، وإن قعد في الثانية قدر التشهد اختلفوا فيه فعلى قول العامة يجوز عن لتسليمتين، وهو الصحيح، هكذا فى فتاوى قاضي خان.[2] اور ظاہر یہی ہے کہ اس پر سجدۂ سہو ہے ہر دو رکعت پر قعدہ کرنا واجب ہے اس نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس لیے اس پر سجدۂ سہو ہے واللہ تعالیٰ اعلم

اگر سجدۂ سہو نہیں کرے گا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱)- در مختار میں ہے:
(وهى عشرون ركعة بعشر تسليات(فلو فعلها بتسليمة، فإن قعد لكل شفع صحت بكراهة وإلا نابت عن شفع واحد، به يفتى .[ج:۲،ص:٤٥، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل].
در مختار کے اس جزئیہ سے اس مسئلے کی مزید وضاحت ہو رہی ہے۔ مشاہدی

(۲)- الفتاوى الهندية، ج١ ،ص:١٣١، فصل في التراو يح، دار الكتب العلميه، بيروت.

[۱۳] تراویح کا نذرانہ لینا کیسا ہے

مسئلہ اگر کسی مسجد میں تراویح میں قرآن سنا رہا ہو اور اس مسجد میں روپیہ دینے کا رواج ہو ایسی صورت میں وہاں تراویح سنا سکتا ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر انتخاب احمد، مقام و پوسٹ چیت بڑا گاؤں، ضلع بلیا، یوپی
۲۸/ جمادی الآخرہ، ۱۴۱۱ھ

الجواب

جہاں تراویح سنانے والے کو معلوم ہے کہ یہاں تراویح سنانے پر حافظ کو کچھ دیا جاتا ہے وہاں تراویح سنانا جائز نہیں۔ فقہانے فرمایا ہے: المعروف کالمشروط. یہ رواج بمنزلہ طے کرنے کے ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: إقروا القرآن و لا تاکلوا به و لا تستکثروا به[1]. قرآن پڑھو مگر اس کا عوض نہ کھاؤ اور اسے اپنے مال کے زیادہ کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۴] بہار شریعت اور غنیہ کے ایک مسئلے کی توضیح

مسئلہ بہار شریعت میں ہے کہ قرآن مجید سننا تلاوت کرنے سے افضل ہے۔ ج۳، ص:۱۰۴۔ اور حضرت علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ غنیہ میں فرماتے ہیں کہ: "استماع القرآن أفضل من تلاوته". ان عبارات کی روشنی میں زید کہتا ہے کہ تراویح میں قرآن مجید پڑھانے والے حافظ کو ثواب کم ملتا ہے اور سننے والے کو ثواب زیادہ ملتا ہے۔ اور بکر کہتا ہے کہ ان عبارات کا مفہوم پہلے اپنے جید علما سے سمجھو پھر بولو، کیوں کہ پڑھنے والا دوہرے ثواب کا حق دار ہے۔ (۱) پڑھنے کا، (۲) سننے کا ثواب۔ جب کہ سننے والے کو صرف سننے کا ثواب ملتا ہے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روے شرع کیا صحیح ہے رقم فرمائیں۔ نیز ان عبارتوں کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ تفصیل لکھ کر مشکور فرمائیں۔

غلام محی الدین، مدناپور، بنگال
۱۲/ ذو قعدہ ۱۴۱۹ھ

(۱)- طحاوی شریف، ج۲، ص:۱۲، باب التزوج علی سورۃ من القرآن۔

الجواب

بہار شریعت اور غنیہ میں جو کچھ ہے اس کا محل خارج صلاۃ تلاوت ہے۔ بہار شریعت میں یہ مسئلہ اس عنوان کے تحت ہے "مسائل قراءت بیرون نماز" اور غنیہ میں بھی یہ مسئلہ "القراءۃ خارج الصلاۃ" کے تحت ہے۔ اس لیے کسی بھی نماز کی قراءت کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔ علاوہ ازیں تلاوت سے قرآن مجید سننے کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تلاوت کرنا مستحب ہے اور جب کہیں قرآن مجید پڑھا جائے تو حاضرین پر اس کا سننا فرض، اور فرض کا ثواب بہر حال نفل سے زیادہ ہے؛ اس لیے یہ بیرون صلاۃ کے ساتھ خاص ہے۔ اس لیے کہ نماز میں مقتدیوں پر اگرچہ سکوت واستماع فرض ہے تو یہ خاص قرآن مجید کے لیے نہیں بلکہ نماز کی ماہیت میں داخل ہے۔ اس لیے سری نمازوں میں بھی مقتدیوں کو خاموش رہنا فرض ہے بلکہ چار رکعت والے فرائض میں اگر امام سورۂ فاتحہ نہ پڑھے بلکہ تسبیح پر اکتفا کرے جب بھی مقتدیوں کو چپ رہنا واجب ہے۔ امام نماز میں جو بھی قراءت کرے گا وہ حالت قیام میں کرے گا، اور قیام فرض تو امام بھی قراءت کے وقت فرض ہی ادا کر رہا ہے تو مقتدی جب فرض میں مشغول ہے امام بھی فرض میں مشغول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۵] جس کو قرآن مجید صحیح یاد نہ ہو اسے تراویح کا امام نہ بنایا جائے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں:

زید حافظ قرآن ہے، نماز تراویح میں قرآن سناتا ہے، مگر صحیح یاد نہ ہونے کی وجہ سے بعض بعض آیتوں کی چار چار پانچ پانچ مرتبہ تکرار کرتا ہے، اسی طرح بعض بعض جگہوں پر کبھی ایک آیت اور کبھی آدھی آیت چھوڑ کر پڑھتا ہے۔ جب کہ کوشش کرتا ہے کہ میں صحیح پڑھوں مگر نادانستہ ایسا ہو جاتا ہے۔ نیز لوگ اسی حافظ کے پیچھے نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ایسا قرآن پڑھنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

مجیب الرحمن نوری۔

الجواب

اس حافظ کے جو اوصاف سوال میں درج ہیں، اگر صحیح ہیں تو اس کے پیچھے تراویح ہر گز ہر گز نہ پڑھیں اس کا اندیشۂ قوی ہے کہ وہ ایسی غلطی کر بیٹھے جس سے نماز فاسد ہو جائے، اس لیے کہ جب وہ چھوڑ چھوڑ کر پڑھتا ہے تو ایسا بہت ہو سکتا ہے کہ نماز فاسد ہو جائے۔ مثلاً ایک آیت ایسی ہے جس میں استثنا ہے، اس نے مستثنیٰ منہ

پڑھااور حرفِ استثناو مستثنیٰ چھوڑ دیا، جیسے: وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ[1] میں اِلَّا هُوَ کو چھوڑ دیا، نماز فاسد ہوگئی۔ اسی طرح آیت کریمہ: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى[2] میں وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى کو چھوڑ دیا، نماز فاسد ہوگئی۔ پھر یہ محرومی ہوگی کہ پورے قرآن مجید کے ختم کرنے کی سنت ادا نہ ہوگی۔ اس لیے ایسے حافظ کو جسے قرآن مجید صحیح یاد نہ ہو اسے ہرگز ہرگز [تراویح کا] امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹/ ذوقعدہ ۱۴۲۰ھ۔

[۱۶] تراویح پڑھانے کا معاوضہ لینا اور دینا دونوں حرام ہے

مسئلہ اگر کوئی امام تراویح کی نماز، بامعاوضہ پڑھانا طے کرتا ہے تو ایسے امام کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ذوالفقار علی تیغی، عین الحق کلاتھ مرچنٹ، رَتسڑ، ضلع بلیا، یوپی۔

الجواب

① تراویح پڑھانے کا معاوضہ طے کرنے کی وجہ سے امام فاسق معلن ہوگیا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا دہرانا واجب، حدیث میں ہے:

اقْرَءُوا الْقُرْآنَ، وَلَا تَغْلُوا فِيهِ، وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ[3].

تراویح پڑھانے کا معاوضہ لینا، اور تراویح پڑھانے پر لینا اور دینا دونوں حرام ہے[4]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴۲۰ھ

---

(۱)- سُوْرَةُ البقرة، الآية: ١٦٣.

(۲)- سُوْرَةُ النساء، الآية: ٤٣.

(۳)- شرح معاني الآثار، ج: ٣، ص: ١٨، الحديث: ٤٢٩٨، كتاب النكاح، باب التزويج على سورة القرآن، عالم الكتب.

(۴)- آج کل اکثر رواج ہوگیا ہے کہ حافظ کو اُجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں، اُجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کرلیں کہ یہ لیں گے یہ دیں گے، بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے، اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ اَلْمَعْرُوْفُ كَالْمَشْرُوْطِ ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں کہ اَلصَّرِيْحُ يَفُوْقُ الدَّلَالَةَ. (بہار شریعت، تراویح کا بیان، مسئلہ نمبر ۲۰، ص: ۶۹۵، حصہ ۴، مکتبۃ المدینہ) مشاہدی

الباب التاسع في قضاء الفوائت

قضا نمازوں کا بیان

[۱-۳] قضائے عمری کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں

مسئلہ ① قضائے عمری ادا کرنے کا کون سا وقت افضل ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں جو قضائے عمری ادا کر رہے ہیں ان کا معمول ہے ہر نماز کے بعد قضا پڑھنا۔ مجھے عصر اور فجر کے بعد والی نماز کے بارے میں شک ہے حالاں کہ جماعت سے قبل سنت مستحب اور وظائف پڑھتے ہیں لیکن قضا کو بعد جماعت کے ہی ادا کرتے ہیں۔

② نماز فرض جماعت کے بعد مقتدی کو کس طرف رخ کر کے دعا مانگنا افضل ہے؟

③ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر کیسے نکلا جائے کعبہ رخ منہ رہے اور پیچھے کی طرف چلے یا گھوم کر سیدھا نکلے؟

حاجی عبد الودو قادری، گڈلک بوٹ ہاؤس، پرسیا، چھندوارہ، ایم پی

الجواب

① قضائے عمری کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں اور نہ کسی خاص وقت میں اسے ادا کرنا افضل ہے۔ سارے اوقات یکساں ہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ حسب توفیق وفرصت جس قدر جلد ہو سکے ادا کرے تاخیر نہ کرے حتیٰ کہ نوافل کے بجائے قضائے عمری ہی ادا کرے؛ اس لیے کہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں اگر نوافل واوراد وظائف چھوڑ دے گا تو کوئی مواخذہ نہیں، لیکن اگر نمازیں ذمے میں رہ جائیں گی تو ان پر مواخذہ ہے۔ نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے کے بیس منٹ پہلے تک قضا نمازیں پڑھ

سکتے ہیں ان اوقات میں صرف نوافل مکروہ ہیں۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: وکرہ نفل قصدا ولو تحیة مسجد (إلی أن قال) بعد صلاة فجر و صلاة عصر لا یکرہ قضاء فائتة ولو وترا[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مقتدی اور منفرد قبلہ رخ ہی رہ کر دعا مانگے گا البتہ امام کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے داہنے یا بائیں یا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعا مانگے، مقتدیوں کی طرف اگر رخ کرے تو اس کا خیال رکھے کہ پیچھے، امام کے محاذی کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ افضل یہ ہے کہ امام داہنی طرف رخ کر کے دعا مانگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسجد سے نکلتے وقت قبلہ کی جانب پیٹھ ہو لیکن اگر کوئی شخص قبلہ کو رخ کر کے الٹے قدم مسجد سے نکلے تو حسن ادب کی وجہ سے ثواب کی امید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۴] صاحب ترتیب جب تک قضا نماز نہ پڑھ لے وقتیہ نماز نہ ہوگی

مسئلہ: زید صاحب ترتیب ہے اور بکر بے ترتیب ہے یہ دونوں حضرات شریک جماعت ہو سکتے ہیں؟ ان پر جماعت واجب ہے یا نہیں؟

محمد فاروق قادری، کومام، ڈاکخانہ چوٹا موری، ضلع رانچی، بہار

الجواب

صاحب ترتیب جب تک اپنی تمام قضا نمازوں کو نہ پڑھ لے جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔ صاحب ترتیب اپنی فوت شدہ نمازیں ادا کیے بغیر اگر وقتیہ پڑھے گا اور وقت میں گنجائش بھی ہو تو اس کی وقتیہ نماز نہیں ہوگی، پھر اس کے جماعت میں شریک ہونے کا کیا سوال۔ اور جو صاحب ترتیب نہ ہو وہ جماعت میں شریک ہو بلکہ جماعت میں شریک نہ ہوگا تو اس پر جماعت چھوڑنے کا وبال ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱)- الدر المختار علی رد المحتار، ج ۲، ص: ۳۶، ۳۷، کتاب الصلاة، دار الکتب العلمیه، بیروت.

[۵] فجر و عصر کے بعد قضا پڑھنا جائز اور نوافل ممنوع

مسئلہ فجر اور عصر میں بعد نماز جماعت نفل نمازیں کیوں نہیں ہیں؟ نیز کیا زید قضا نمازیں بعد نماز فجر اور نماز عصر ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

عبدالمنان جیلانی، خطیب جامع مسجد رائے پور، مارواڑ، پالی، راجستھان

۱۶/ ذو قعدہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

فجر اور عصر کے بعد نفل نماز کیوں ممنوع ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حدیثوں میں ایسے ہی آیا ہے۔ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک، عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب سے بیس منٹ پہلے تک قضا نماز پڑھ سکتا ہے۔ طلوع آفتاب سے لے کر بیس منٹ تک، غروب آفتاب سے بیس منٹ پہلے تک ان دو اوقات میں قضا نمازیں پڑھنی جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[۶] ناپاک کپڑے میں پڑھی ہوئی نماز نہ ہوئی

مسئلہ رات کو لڑکا سویا، احتلام ہو گیا اور صبح کو یاد نہ رہا اور نماز پڑھ لی۔ پھر بعد نماز ناپاک کپڑے پر نماز پڑھی تو اب وہ نماز کا اعادہ کرے یا نہیں؟

محمد اقبال، دیوار پیٹھ، مہاراشٹر

۵/ محرم ۱۳۹۹ھ

الجواب

ضرور بالضرور اس نماز کا اعادہ کرے۔ اعادہ ہی نہیں بلکہ قضا کرے۔ جان بوجھ کر ناپاک کپڑے پر نماز پڑھی تو وہ نماز بالکل نہ ہوئی۔ واللہ تعالی اعلم

[۷] سفر و حضر کی قضا نماز کا حکم

مسئلہ زید کے ذمہ چند وقت کی نمازیں قضا ہیں اور زید سو سو کیلو میٹر کی دوری پر سفر کو گیا۔ اب زید قضا

نمازیں ادا کرنا چاہتا ہے تو وہ کیا کرے آیا وہ حالت سفر میں قضا نمازیں پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر پڑھ سکتا ہے تو قضا کی قصر کرے گا کہ پوری پڑھے گا؟ یوں ہی اسی کے برعکس زید کی نمازیں حالت سفر میں قضا ہوئیں اور وہ حالت مقیمی میں اس قضا کو ادا کرے تو وہ کیا کرے آیا قصر کرے گا یا کہ پوری پڑھے گا؟

عبد المنان جیلانی، خطیب جامع مسجد رائے پور، مارواڑ، پالی، راجستھان

۱۶/ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

جو نمازیں حضر یعنی حالت اقامت میں قضا ہوئی ہیں ان کو مسافرت کی حالت میں قضا پڑھ سکتا ہے مگر اس میں قصر نہیں کرے گا، پوری پڑھے گا۔ اس طرح سفر میں جو نمازیں قضا ہوئی ہیں ان کو حضر یعنی حالت اقامت میں قضا پڑھ سکتا ہے مگر ان میں قصر کرے گا، پوری نہیں پڑھے گا[1]۔ واللہ تعالی اعلم

[۸] عصر کے بعد قضا نماز پڑھنا جائز

مسئلہ اگر ظہر کی نماز قضا ہو جائے تو عصر کی اذان ہونے کے بعد قضا پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور اگر عصر کی نماز قضا ہو گئی تو پہلے مغرب کی نماز ادا کریں کہ عصر کی نماز۔ اگر مغرب کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھے تو نماز الٹا پلٹا ہو جائے گی۔ تفصیل سے جواب دیں۔

محمد فاروق خلیفہ، ستبروا، پلاموں، بہار

۲۴/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

عصر کی نماز کے بعد ظہر یا کسی بھی نماز کی قضا پڑھ سکتا ہے۔ عصر کی نماز اگر قضا ہوئی اور وہ صاحب ترتیب ہے تو پہلے عصر کی نماز پڑھ لے پھر مغرب کی ورنہ مغرب کی نماز بھی نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ صاحب

---

(۱)- فتاوی عالم گیری میں ہے:

أن الفائتة تقضي على الصفة التي فاتت عنه لعذر وضرورة فيقضي مسافر في السفر ما فاته في الحضر من الفرض الرباعي أربعا والمقيم في الإقامة ما فاته في السفر منها ركعتين. [ج:۱، ص:۱۲۱، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت] المشاهدي

ترتیب نہیں ہے تو اسے اختیار ہے چاہے پہلے پڑھے یا بعد میں۔ صاحب ترتیب وہ شخص ہے جس کی پانچ وقت سے زائد نمازیں قضا نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۹] صاحب ترتیب جب تک قضا نہ پڑھ لے وقتیہ نماز ادا نہ ہوگی

مسئلہ دائم الصلاۃ فوتیہ نماز سے قبل وقتیہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں چاہے ایک نماز فوت ہو یا زیادہ؟

سید عبدالحمید، امام جامع مسجد، گٹل، ہاویری، دھارواڑ، کرناٹک

۴؍ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

الجواب

پابند صلاۃ اگر صاحب ترتیب ہے تو اس پر فرض ہے کہ وقتیہ سے پہلے اپنی فوت شدہ نماز پڑھ لے۔ اگر نہیں پڑھے گا تو وقتیہ صحیح نہ ہوگی۔ کالعدم بمنزلہ قضا ہوگی خواہ ایک نماز قضا ہوئی ہو یا چند۔ ہاں اگر وقت میں فوتیہ کی گنجائش نہ ہو اور وقتیہ کی گنجائش ہو تو وقتیہ پڑھ لے۔ اور جو صاحب ترتیب نہیں اس کی فوتیہ اور وقتیہ میں ترتیب واجب نہیں۔ فوت شدہ نمازیں پڑھے بغیر وہ وقتیہ پڑھ سکتا ہے۔ صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمے پانچ سے زائد نمازیں نہ ہوں۔ پانچ وقت کی ہوں یا اس سے کم۔ اور جن کے ذمہ چھ یا اس سے زائد نمازیں ہوں وہ صاحب ترتیب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۰] قضا نماز ادا کیے بغیر بری الذمہ نہ ہوگا

مسئلہ زید کی چالیس سال کی نماز قضا ہوگئی ہے۔ اب اس کی ادائگی کی کیا صورت ہوگی؟

سرفراز خاں، بینڈرا، ممبئی، مہاراشٹر

۲۲؍ شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب

حسب قوت صرف فرائض و وتر ادا کرے بغیر ادائگی بری الذمہ ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۱] جو شخص ۱۷ر سال کی عمر سے نماز کا پابند ہو وہ قضا نماز کب سے ادا کرے

مسئلہ زید سترہ ۱۷ر سال کی عمر سے نماز کی پابندی کرتا ہے اب وہ قضاے عمری کرنا چاہتا ہے تو اس سے پندرہ سال کے بعد جو نمازیں قضا ہوئی ہیں ان کی ہی قضا کرے گا یا اس سے پہلے بارہ سال سے جو قضا ہوئی ہیں ان کی بھی؟ از روے شرع جواب دیں۔

واضح رہے کہ زید سے علامت بلوغ مثلاً احتلام وغیرہ پندرہ سال کے بعد سے صادر ہوئی۔

محمد عبد السلام رضوی، مقام و پوسٹ بیگم گنج، صاحب گنج، بہار

۶ر رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

جس دن اس کی عمر پندرہ سال کی ہوئی اس دن سے وہ قضاے عمری کا حساب لگائے مگر دماغ پر زور دے کر سوچ لے کہ کہیں پندرہ سال کی عمر سے پہلے بلوغت کی کوئی علامت تو ظاہر نہیں ہوئی ہے؟ اگر ایسی صورت ہو تو جس دن کے بارے میں اس کا دل جمے کہ فلاں تاریخ سے علامت بلوغ ظاہر ہوئی ہے اس دن سے حساب لگائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۲] قضاے عمری کی نیت کا طریقہ

مسئلہ قضاے عمری نماز جو ۶۰ر سال کی قضا ہے اس کی نیت کس طرح ہوگی؟ بتائیں۔

محمد عتیق الرحمن رضوی، درگاہ خلیلیہ شمس الدین کمپاؤنڈ، اناساگر، زری مری، کرلا، اندھری روڈ، ممبئی

۱۳ر نومبر ۱۹۹۸ء

الجواب

قضاے عمری کی نیت یوں کرے:

سب سے پہلے فجر کا فرض جو میرے ذمہ ہے اس کے پڑھنے کی میں نے نیت کی۔ اسی طرح ظہر میں

کریں۔ سب سے پہلی جو ظہر کی نماز میرے ذمہ ہے اس کے پڑھنے کی میں نے نیت کی۔ اسی طرح ہر نماز کی نیت کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸/ ذو قعدہ ۱۴۱۹ھ

[۱۳] کیا میت کی طرف سے چند سیر غلہ دینے سے زندگی بھر کی قضا نمازیں معاف ہو جائیں گی

مسئلہ میت کو دفن کرنے سے پہلے چند سیر غلہ اور چند سکے لے کر جنازہ کے قریب بیٹھ کر ایسا کہتے ہوئے سامنے والے آدمی سے کہتے ہیں کہ جو فرض اور واجب اور مستحب ترک ہوئے ہوں اس کی ساری زندگی میں اس کے بالعوض یہ غلہ اور ہدیہ تمھیں دیا جاتا ہے تم نے قبول کیا؟ لینے والا حلف پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا۔ ایسا تین بار کہلواتے ہیں۔ کیا یہ جائز یا درست ہے؟ بینوا

عبد الحکیم صاحب، قصائی واڑہ، مند سور، ایم پی

۱۱/ جمادی الآخرہ، ۱۴۰۰ھ

الجواب

یہ بالکل لغو ہے۔ اس سے فرض واجب ہرگز ساقط نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

[۱۴] علانیہ قضا نماز پڑھنا ممنوع ہے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ:

ہماری مسجد کے پیش امام صاحب کی صبح کی نماز قضا تھی، انھوں نے بقر عید کی نماز سے پہلے قضا نماز ادا کرنے کے بعد بقر عید کی نماز پڑھائی۔ زید نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ نے کون سی نماز پڑھی؟ امام صاحب مصلحت کی بنا پر بولے کہ میں نفل نماز پڑھا ہوں۔ اس لیے کہ قضا نماز کو ظاہر نہ کرنا چاہیے۔ زید نے کہا کہ کتاب میں لکھا ہے کہ نفل نماز نہ پڑھنا چاہیے۔ امام صاحب نے مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا کہ اچھا کتاب لاؤ گے تو میں دیکھوں گا۔ اب زید امام صاحب کو بغیر معلوم کرائے لوگوں کے سامنے ان کی توہین کرتا

ہے۔ ان کے پیچھے ہم کیا نماز پڑھیں، امام صاحب ایسا کام کرتے ہیں، اس طرح زید لوگوں میں فتنہ پیدا کر رہا ہے۔ لہذا زید کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟

محمد الیاس، مدرسہ قادریہ حبیبیہ، جامع مسجد، بھدرک۔

الجواب

امام صاحب کو قضا نماز بھی ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہیے تھی۔ اس لیے کہ علانیہ قضا نماز پڑھنا ممنوع ہے، جب کہ پوری جماعت کی نماز قضا نہ ہوئی ہو؛ کہ یہ اعلان گناہ ہے۔ پھر قضا پڑھا تھا تو انھیں غلط بیانی کرنی جائز نہ تھی، خصوصًا ایسی صورت میں کہ غلط بیان سے فتنے کا اندیشہ تھا، اور وہ اندیشہ صحیح بھی نکلا۔ عوام بعض باتوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں، ایسی باتوں سے بچنا ضروری ہے۔

اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَم[1].

امام پر لازم ہے کہ اس نے جو غلط بیانی کی ہے، اس سے توبہ کرے۔ اگر توبہ کرے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ، کما في الغنية و الدر المختار. واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱)- ذَكَرَهُ فِي ' الإحْيَآء ' وقال العراقي في تخريج أحاديثه: " لم أجد له أصلا؛ لكنه بمعنى قول عمر: من سلك مسالك الظن اتهم. ورواه الخرائطي في ' مكارم الأخلاق ' مرفوعا بلفظ: من أقام نفسه مقام التهم فلايلومن من أساء الظن به. وروى الخطيب في ' المتفق والمفترق ' عن سعيد بن المسيب، قال: وضع عمر بن الخطاب رضي الله عنه ثماني عشرة كلمة كلها حكم... منها: ومن عرض نفسه للتهمة فلا يلومن من أساء به الظن. .. إلخ. (أنظر تخريج العراقي في إحياء علوم الدين، ج: ٤، ص: ٣٦.) محمد صادق مصباحی

الباب العاشر فی سجود السهو

سجدۂ سہو کا بیان

[۱-۲] سجدۂ سہو واجب نہ ہو تو سجدہ کرنے سے نماز کا دہرانا واجب نہیں

مسئلہ ۱ نماز جمعہ میں تلاوت قرآن کریم کے درمیان کسی مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے قبول کر لیا اور نماز پوری کر لی اس کے بعد مقتدیوں کا کہنا ہے کہ سجدۂ سہو کیوں نہیں کیا؟ برائے کرم مسئلہ درکار ہے۔

۲ جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ کا آخری رکوع تلاوت کر رہا تھا۔ ایک آیت پوری کی پھر تیسری آیت میں چلا گیا۔ خیال آنے پر دوسری آیت پر لوٹ آیا اور پورہ رکوع پڑھ کر تشہد کے بعد سجدۂ سہو کر لیا اور نماز پوری کی تو مقتدیوں کا کہنا ہے کہ نماز لوٹانی پڑے گی کہ امام نے سجدۂ سہو کیوں کیا؟ اس لیے مسئلہ درکار ہے نماز لوٹانی پڑے گی، یا ہو گئی؟

محمد ضمیر خاں رضوی، مقام نیمہ، پوسٹ چیرکی، ضلع گیا، بہار

۳ر شعبان ۱۴۱۳ھ

الجواب

۱ سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں تھی۔ نماز بلا کراہت ہو گئی۔ قراءت میں غلطی کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا اور نہ لقمہ دینے اور لینے سے واجب ہوتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ امام سے غلطی ہو

اور مقتدی نے صحیح لقمہ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز بلا کراہت ہوگئی، لوٹانے کی حاجت نہیں اگر سجدۂ سہو واجب نہ ہو، اور امام کرلے تو اس سے لوٹانا واجب نہیں ہوتا۔ وھو تعالیٰ اعلم

[۳] تیسری رکعت میں اگر امام بھول کر بیٹھ جائے اور مقتدیوں کے لقمہ دینے پر کھڑا ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں

مسئلہ امام نماز عصر پڑھا رہا تھا تیسری رکعت میں کھڑا ہونے کے بجائے بیٹھ گیا ابھی تین تسبیح کے مقدار بیٹھا بھی نہیں تھا کہ مقتدیوں نے لقمہ دیا اور فوراً کھڑا ہو گیا تو اس حالت میں سجدۂ سوہ واجب ہو گا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی۔

محمد سمین القادری، دار العلوم انوار مصطفیٰ، سالوہ کھمبات، کھیڑا، گجرات

۴ر رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

یہ جزئیہ کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزرا(۱)۔ میری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۴] کسی رکعت میں ایک سجدہ چھوٹ جائے تو دوسری رکعت میں تین سجدے کر کے سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی

مسئلہ ایک نمازی پہلی رکعت میں صرف ایک سجدہ کیا دوسری رکعت میں یاد آیا اس نے دوسری رکعت

---

(۱)۔ اس کا جزئیہ تو موجود ہے کہ چار رکعت والی نماز میں اگر تیسری رکعت پر بیٹھ جائے اور "اللھم صل علی محمد" تک پڑھنے سے پہلے، یا تین تسبیح کی مقدار میں بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہو جائے تو بغیر سجدہ سہو کے نماز ہو جائے گی اور اگر امام تیسری رکعت پر بیٹھ جائے اور تین تسبیح کی مقدار میں بیٹھنے سے پہلے کوئی لقمہ دے دے اور امام اس کے لقمہ کے بعد کھڑا ہو جائے اس صورت کا جزئیہ نہیں ملتا، شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی صورت کو ذکر کیا ہے اور یہ فرمایا کہ "یہ جزئیہ کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزرا۔ مشاہدی

میں تین سجدہ کیا اور سجدۂ سہو سے نماز پوری کی نماز ہوئی یا نہیں؟

محمد اسماعیل منیری، امام جامع مسجد واڑہ محلہ سوپارہ، تھانہ، مہاراشٹر

۲۸ر شوال ۱۴۱۳ھ

الجواب

نماز ہوگئی (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۵] مغرب میں چار رکعت پڑھ لیا اب کیا کرے

مسئلہ مغرب کی نماز میں آخری قعدہ کر کے بھول کر دوسری سمجھ کر پھر کھڑا ہوگیا اور رکوع سجدہ بھی کیا بعد میں یاد آیا کہ یہ چوتھی رکعت ہے مگر مغرب کی تین ہی فرض ہیں تو ایسی صورت میں کیا کرے؟ جواب تحریر فرما کر رہ نمائی فرمائیں۔

محمد سرمد پاشا، مومن مسجد، ہاسپیٹ، بلاری، کرناٹک

۲۲ر رجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملالے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۶] سجدۂ سہو واجب ہو اور بھول کر دعاے ماثورہ پڑھ لے تو اب کیا حکم ہے

مسئلہ نماز کی حالت میں قیام میں سہواً التحیات یا کوئی دوسری چیز درود و سلام وغیرہ پڑھ لیا ایسی صورت

---

(۱)- درمختار میں ہے:

لونسي سجدة من الأولى قضاها ولو بعد السلام قبل الكلام لكنه يتشهد ثم يسجد للسهو، ثم يتشهد- [كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج:۱، ص:٤٦٣،] المشاهدي

میں کیا حکم ہے؟ اسی طرح قعدہ میں کوئی سورہ یا کوئی دوسری دعا زبان پر جاری ہو گئی تو مصلی کیا کرے؟ سجدۂ سہو واجب تھا اور بھول سے درود شریف حتی کہ ماثورہ تک پڑھ گیا اب کیا کرے؟

فضل امام، جامع مسجد لکھنورہ، پوسٹ کشن پورا، ضلع سیوان، بہار

۲۸ / جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ

الجواب

سجدۂ سہو کرلے بشرطے کہ قیام میں قراءت کر چکا ہو، اگرچہ تشہد یا دعا کے بعد۔ واللہ تعالی اعلم

[۷] قعدہ اولیٰ میں بھول کر "اللھم صلی علی" پڑھنے کا حکم

مسئلہ مسبوق نے امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے آگے اللھم صلی علی بھی بھول کر پڑھ لیا۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق اپنی بقیہ رکعت ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ تو اب مسبوق اپنے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کرے یا نہیں؟

کتب خانہ برکاتیہ، قول پیٹ، ضلع ہبلی، کرناٹک

۶ / رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

الجواب

نہیں! کہ اولاً: "اللھم صلی علی" سے کسی صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا بلکہ "اللھم صلی علی محمد" سے بعض صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ در مختار میں ہے:

وفي الزيلعي الأصح وجوبه بأللهم صلى على محمد[۱]۔

ثانیاً: حالت اقتدا میں مقتدی کے کسی سہو سے سجدۂ سہو واجب ہی نہیں ہوگا، نہ امام پر، نہ مقتدی پر تو جب تک امام سلام نہ پھیرے مسبوق اقتدا میں ہے۔ ہدایہ میں ہے: فإن سها المؤتم لم يلزم الإمام ولا المؤتم السجود[۲]۔ واللہ تعالی اعلم

---

(۱)- الدر المختار، ج۲، ص: ٥٤٤، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۲)- الهدايه، ج۱، ص: ۱۳۹، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، مجلس البركات، مبارك پور.

[۸-۹] تشہد میں قرآن مجید کی آیت پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہے

مسئلہ ① نماز میں سجدۂ سہو لازم تھا سہواً تمام رکعت کے بعد دونوں جانب سلام پھیر دیا پھر یاد آیا کہ سجدۂ سہو کرنا ضروری تھا۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ حکم شریعت نافذ فرمائیں۔

② نیز یہ کہ تشہد میں قرآن کی آیات یا سورۂ فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟

غلامہ مرتضیٰ، مدرسہ قادریہ ضیاء العلوم، کرہا، سیتامڑھی، بہار

الجواب

① سجدۂ سہو واجب ہونے کی صورت میں جب دونوں طرف سلام پھیر دیا اور یاد آیا کہ سجدۂ سہو ہے تو فوراً سجدۂ سہو کر لے نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔ اور اگر اب بھی سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز کو دہرائے۔

② تشہد میں قرآن مجید کی آیت یا کچھ اور بھول کر پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہو گیا اور اگر قصداً پڑھا تو نماز کو دہرانا واجب ہوگا۔ سجدۂ سہو سے کام نہیں چلے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۰] امام پر سجدۂ سہو واجب ہونے کے بعد کوئی نماز میں شامل ہو تو وہ بھی سجدۂ سہو کرے

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ:

جماعت سے نماز ہو رہی ہے چار رکعت کی نماز ہے۔ قعدۂ اولیٰ میں امام صاحب سے سہو ہو گیا یعنی قعدۂ اولیٰ ترک ہو گیا۔ ایک شخص آتا ہے اور تیسری یا چوتھی رکعت میں جماعت میں شامل ہو گیا۔ امام تو سجدۂ سہو کرے گا۔ سوال یہ ہے کہ شخص مذکور امام کے ساتھ ہی سجدہ کرے گا، یا امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور اپنی چاروں رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کرے؟

اگر شخص مذکور دوسری رکعت میں جماعت پالے تو سجدۂ سہو امام کے ساتھ ہی کرے یا چپ خاموش بیٹھا رہے، یا امام سجدہ کر کے تشہد پوری کر کے سلام پھیرے اور یہ کھڑا ہو جائے اور اپنی بقیہ رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کرے یا کیا؟

زید کہتا ہے کہ یہ شخص مسبوق ہے امام سے کہیں پر ترک واجب ہو سجدۂ سہو میں شخص مذکور کو امام کی اقتدا کرنی ہوگی ورنہ سرے سے نماز نہ ہوگی۔ حکم شرعی سے مطلع فرمائیں۔ فقط

محمد مظفر احمد قادری رضوی، دار العلوم فیض الاسلام، کشکال، ضلع ستبر، ایم پی

الجواب

یہ دونوں شخص امام کے ساتھ سجدۂ سہو کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۱] اگر کسی نے بلا ضرورت سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہوگئی

مسئلہ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

امام مسجد نماز جمعہ پڑھا رہے تھے۔ دونوں رکعت میں صحیح سورتیں پڑھیں۔ اس کے باوجود بھی سجدۂ سہو کیا۔ سلام کے بعد ایک مقتدی نے دریافت کیا کہ آپ نے دونوں آیتیں درست پڑھیں تو سجدۂ سہو کیوں کیا؟ امام نے جواب دیا کہ میں مالک سے بہت ڈرتا ہوں اس لیے سجدۂ سہو کیا۔ امام کا جواب صحیح ہے؟ اور نماز ہوگی کہ نہیں؟

حافظ معین الدین صاحب، مدرسہ اہل سنت اسلامیہ، محلہ پرانا شہر، پوسٹ بربگہہ، ضلع مونگیر، بہار

۳ر جون ۱۹۸۷ء

الجواب

بلا ضرورت سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی نے کر لیا تو نماز بلا کراہت ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۲] سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع کر لینے والے پر سجدۂ سہو واجب

مسئلہ زید نے بھری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کر لی۔ آیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ہوگئی اس لیے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب تھا ادا کر لیا اور قراءت کے بارے میں قرآن کا حکم ہے: فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط.

یہ عام حکم ہے اور سورۂ فاتحہ عام کا ایک فرد ہے لہٰذا سورۂ فاتحہ ہی سے وجوب وفرضیت قراءت دونوں ساقط ہوگئے۔ صرف ضم سورت چھوٹا جو واجب تھا اور ترک واجب سے سجدۂ سہو واجب بریں بنا سجدۂ سہو کر

لینے سے نماز پوری ہوگئی۔ آیا زید کا یہ قول مطابق شرع ہے یا مخالف شرع؟ اگر زید کا یہ قول صحیح ہے تو ضم سورت کے قصداً یا سہواً ترک سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ مفصل تشریح فرمائیں۔ بینوا و توجروا

محمد ہارون قادری، خادم مدرسہ اہل سنت حشمت العلوم، موضع گائڈیہ، گونڈہ

الجواب

حامداو مصلیا و مسلما

زید نے اگر قصداً سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورہ نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوئی۔ سجدۂ سہو سے یہ نقصان پورا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ زید کو بھی تسلیم ہے کہ ضم سورہ واجب ہے اور حکم یہ ہے کہ قصداً واجب چھوڑنے کے بعد سجدۂ سہو سے کام نہیں چلے گا۔ سجدۂ سہو اس وقت مفید ہے جب سہواً واجب چھوٹ جائے۔

تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:

ویجب بترك واجب مما مر في صفة الصلاة سهوا فلا سجود في العمد. (۱)

انھی میں ہے:

فإن زاد عامدا كره فتجب الإعادة أو ساهيا وجب عليه سجود السهو. (۲)

در مختار میں ہے:

وتعاد وجوبا في العمد والسهو إن لم يسجد له، وإن لم يعدها يكون فاسقا آثما. (۳)

اور بھول کر ضم سورت نہیں کیا تھا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ اور زید نے جو مجتہدانہ دلیل پیش کی ہے وہ اس کی ناسمجھی کی دلیل ہے۔ سورۂ فاتحہ کا وجوب " فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ " سے نہیں بلکہ احادیث سے ثابت ہے اگر " فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ " سے ثبوت ہوتا تو سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا۔ غالباً زید کو دھوکا ہوگیا۔ یہاں دو باتیں ہیں۔ نماز میں مطلق قراءت قرآن کا فرض ہونا یہ آیت کریمہ " فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ " سے ثابت ہے۔ دوسرے سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ کا واجب ہونا یہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی ہر رکعت میں قرآن مجید کی ایک ایک آیت پڑھ لے یعنی واجبات و نوافل میں اور فرض کی

---

(۱)- الدر المختار علی رد المحتار، ج ۲، ص: ۵۴۳، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۲)- الدر المختار علی رد المحتار، ج ۲، ص: ۲۲۰، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

(۳)- الدر المختار علی رد المحتار، ج ۲، ص: ۱۴۶، ۱۴۷، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دار الكتب العلميه، بيروت.

دو رکعتوں میں اور رکوع کرے تو فرض ادا ہو گیا لیکن واجب ترک ہو گیا۔ واجب اس وقت ادا ہو گا جب کہ پوری سورۂ فاتحہ اور ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھے۔ ان دونوں میں سے اگر ایک کو بھی چھوڑا تو واجب ادا نہ ہوا۔ قصداً چھوڑا تو نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب اور بھول کر چھوڑا تو سجدۂ سہو واجب۔ سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۳] فجر کی نماز میں بھی سجدۂ تلاوت واجب ہے

مسئلہ فجر کی نماز میں سجدۂ تلاوت کیا جا سکتا ہے یا نہیں جب کہ آیت سجدہ پڑھی ہو؟

محمد جعفر، مدن لال کے ہاؤس، جان پور، وارنسی، یوپی

۲۴؍ محرم ۱۴۱۳ھ

الجواب

اگر فجر کی نماز میں آیت سجدۂ تلاوت کرے گا تو نماز میں سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۴] چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر بیٹھ گیا، یاد آتے ہی کھڑا ہو گیا تو اس پر سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟

مسئلہ چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر بیٹھ گیا مگر بیٹھتے ہی یاد آگیا اور اٹھ گیا، یا درود شریف تھوڑا پڑھنے کے بعد یاد آگیا اور اٹھ گیا تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہو گا یا نہیں؟

محمد یٰسین اشرفی، پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

۱۳؍ جمادی الآخرہ، ۱۴۱۲ھ

الجواب

تیسری رکعت کے بعد بیٹھا اور فوراً بلا تاخیر کھڑا ہو گیا تو نماز ہو گئی سجدۂ سہو بھی واجب نہیں۔ اور اگر "اللّٰهم صل علی محمد" تک درود شریف پڑھا، یا اتنی مقدار چپ بیٹھا رہا پھر کھڑا ہوا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱۵] نماز واجب الاعادہ ہونے کی صورت میں اگر اعادہ نہیں کریں گے گنہ گار ہوں گے؟

مسئلہ کیا حنفیہ کا کچھ مسئلہ اس طرح ہے کہ جماعت کی نماز ہوئی اور کسی وجہ سے ناقص یا فاسد ہوگئی پھر امام بلا تا رہے مقتدیوں کو کہ آؤ دوبارہ پڑھ لو پھر بھی مقتدی نہ پڑھیں کیا اتنے پر بھی مقتدی کی نماز ہو جائے گی؟

محمد جعفر، مدن لال کے پاس، جان پور، وارانسی، یوپی

۲۴؍ محرم ۱۴۱۳ھ

الجواب

اس قسم کی پہیلیاں بجھانے سے احتراز لازم ہے اگر نماز میں کوئی ایسا نقص پیدا ہو گیا ہے کہ نماز فاسد ہو گئی اور امام نے سب کو بتا دیا تو جو لوگ دوبارہ نماز نہیں پڑھیں گے وہ نماز قضا کرنے کے مجرم ہوں گے اور اگر نماز میں کوئی ایسا نقص پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی تھی اور امام نے بتایا تو جو لوگ چلے آئے اور نماز نہیں دہرائی تو اگر چہ ان کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا مگر واجب چھوڑنے کی وجہ سے یہ لوگ گنہ گار ہوئے۔ بقیہ صورتوں میں چلے آئے تو کوئی گناہ نہیں بلکہ فجر، عصر، مغرب میں اعادہ کی اجازت ہی نہیں یعنی جب کہ نہ نماز فاسد ہوئی ہو نہ مکروہ تحریمی امام نے کسی سنت یا مستحب کے ترک پر نماز دہرانے کا اعلان کیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فہرست مضامین

عنوانات .... صفحہ

- تفصیلات -- ۲
- شرفِ انتساب -- ۳
- حضور شارح بخاری ماہ وسال کے آئینے میں -- ۴
- تقدیم -- ۷
- اجمالی فہرست -- ۲۲

الباب الأول في الوضوء

وضو کا بیان

- وضو کرنے سے گناہ صغیرہ جھڑ جاتے ہیں -- ۲۷
- غسل کے وضو سے نماز پڑھنا جائز ہے -- ۲۸
- جس نے آنکھ میں لینس لگوایا ہے اس کا غسل و وضو صحیح ہے یا نہیں -- ۲۹
- کس انگلی سے پیر کی انگلیوں میں خلال کرنا چاہیے -- ۲۹
- وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے یا مسح کرنا -- ۳۰
- وضو و غسل کا پانی عام نالیوں میں بہانے کا حکم -- ۳۱
- ووٹ ڈالنے کے بعد انگلی پر جو نشان لگا دیا جاتا ہے اس کے ہوتے ہوئے وضو و غسل صحیح ہیں یا نہیں --- ۳۱

- سر کے مسح کا مسنون طریقہ ---------- ۳۲
- کس طرف رخ کر کے وضو بنانا مستحب ہے ---------- ۳۴
- حالت بیداری میں صرف لیٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ---------- ۳۴
- بچے کو دودھ پلانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ---------- ۳۵
- حالت نماز میں ریح کا غلبہ ہو تو کیا کرنا چاہیے ---------- ۳۵
- نماز میں پیشاب کا قطرہ آجائے تو کیا حکم ہے ---------- ۳۶
- جو چیز ناقض وضو نہیں وہ ناپاک نہیں ---------- ۳۷
- وضو توڑنے والی چیزیں ---------- ۳۸
- آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ---------- ۳۹
- قرآن مجید کی جلد سازی کے وقت باوضو رہنا ضروری ہے ---------- ۴۰
- نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں ---------- ۴۱

الباب الثاني في الغسل

غسل کا بیان

- غسل کا طریقہ ---------- ۴۴
- اگر مسجد کے اندر غسل کی حاجت ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ ---------- ۴۴
- اس طرح غسل کرنا کہ چھینٹیں مسجد میں پڑیں حرام ہے ---------- ۴۴
- مجمع عام میں غسل کس طرح کرے ---------- ۴۵
- لائف بوائے صابن کا حکم ---------- ۴۵
- نماز کے آخری وقت میں بیدار ہوا تو کیا کرے ---------- ۴۵
- سہواً احتلام کی حالت میں نماز پڑھنے والے کا حکم ---------- ۴۶
- نسیان کا مریض وضو، غسل اور نماز میں کیا صورت اپنائے ---------- ۴۷

- مرض کی حالت میں ناپاک ہو جائے تو غسل کیسے کرے ---------- ۴۷
- برہنہ اور بغیر سلی ہوئی لنگی پہن کر نماز پڑھنے کا حکم ---------- ۴۸
- برہنہ غسل کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا حکم ---------- ۴۹
- حدیث میں عورتوں کو حمّام میں جانے سے منع فرمایا گیا ہے، اس سے کون سا حمام مراد ہے ---- ۵۰
- غسل کرنے کے لیے مصنوعی دانتوں کو نکالنا ضروری نہیں ---------- ۵۰
- جنبی نے نجس لنگی وغیرہ پہن کر غسل کیا اس کا غسل ہوا یا نہیں ---------- ۵۱
- غیر فطری طریقے سے مباشرت کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں ---------- ۵۱
- منی خارج ہونے سے غسل کب واجب نہیں ---------- ۵۱
- جانگھیا پہن کر مجمع عام میں غسل کرنا حرام ہے ---------- ۵۲
- ناپاک جانگھیا پہن کر غسل کرنے والا پاک ہو گا یا نہیں ---------- ۵۳

الباب الثالث فی الامیاہ

پانی کا بیان

- دھلا ہوا ہاتھ بالٹی یا لوٹے میں ڈالا تو وہ پانی مستعمل ہوا یا نہیں ---------- ۵۵
- ماء مستعمل کو قابل استعمال بنانے کا طریقہ ---------- ۵۵
- ندی میں جہاں تک ناپاک پانی کا اثر ہو وضو غسل نہ کرے ---------- ۵۶
- پانی میں کچھوا رہنے سے پانی ناپاک نہ ہو گا ---------- ۵۷
- نابالغ بچے اگر حوض صغیر میں غسل کر لیں تو اس پانی سے وضو کرنا کیسا ہے ---------- ۵۷
- نابالغ بچوں کا لایا ہوا پانی کن صورتوں میں استعمال کر سکتے ہیں ---------- ۵۸
- نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کو کب استعمال کرنا جائز ہے ---------- ۵۹
- ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے ---------- ۶۱

فصل فی الآبار والحیاض

کنویں کا بیان

- کنویں کا طول وعرض -- ۶۳
- کنویں کی گولائی کتنی ہو تو وہ دہ در دہ کے حکم میں ہوگا -- ۶۳
- غسل کا پانی کنویں میں گرے تو کنویں کا پانی پاک ہوگا یا ناپاک -- ۶۵
- کنویں میں خنزیر گرنے پر کتنا پانی نکالا جائے -- ۶۵
- کنویں میں چوہا گر کر سڑ جانے سے ۱۰۰ ڈول نکالنے سے کیا پانی پاک ہوجائے گا -- ۶۶
- کنویں میں چوہا اور کبوتر مرکر پھول جائے تو کب سے ناپاک مانا جائے گا -- ۶۷
- جس کنویں کا پانی جاری ہو وہ کیسے پاک ہوگا -- ۶۸
- سیپ کا چونا اگر کنویں میں گر جائے تو پانی پاک رہے گا یا ناپاک ہوجائے گا -- ۷۰
- تالاب میں اگر خنزیر مرکر پھٹ جائے تو اس کے پانی کا کیا حکم ہے -- ۷۱
- حوض میں خنزیر کا بچہ گر جائے تو پانی قابل استعمال ہے یا نہیں -- ۷۱
- کنویں میں اگر جوتا گر جائے تو پانی پاک رہے گا یا ناپاک ہوجائے گا -- ۷۳
- گوبر لگے ہوئے گھڑے کو کنویں میں ڈالنے سے پانی پاک رہے گا یا ناپاک -- ۷۴
- مسجد کے حوض یا کنویں سے غیر نمازیوں کا پانی بھرنا کیسا ہے -- ۷۵
- انسان کے گر کر مرجانے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے -- ۷۶
- کنویں کے اندر مرے ہوئے انسان کا کپڑا رہ گیا تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں -- ۷۸
- ناپاک کنویں سے کتنا پانی نکالیں کہ کنواں پاک ہوجائے -- ۷۹
- کوڑھی اگر کنویں میں گر جائے تو پانی پاک ہے یا ناپاک -- ۷۹
- ہینڈ پائپ (نل) میں اگر نجاست پڑ جائے تو پانی کا کیا حکم ہے -- ۸۰
- دہ در دہ کا حساب انچ وفٹ کے اعتبار سے -- ۸۰

- استنجاخانے کے قریب کنواں کھودا گیا استنجاخانہ بند کردیا گیا تو اس کے پانی کا کیا حکم ہے -------- ۸۱
- حوض صغیر و کبیر کی تفصیل اور اس کے احکام -------- ۸۲
- حوض کی لمبائی و چوڑائی کی مقدار -------- ۸۳

الباب الرابع فی التیمم

تیمم کا بیان

- تیمم کی اجازت کسے اور کب -------- ۸۶

الباب الخامس فی الدماء المختصۃ بالنساء

حیض و نفاس کا بیان

- حیض و نفاس کی حالت میں نمازوں کی قضا کیوں نہیں -------- ۸۷
- حائضہ عورت کے ہاتھ سے پکائی ہوئی چیز پر فاتحہ دینا درست ہے -------- ۸۸
- فتاوی رضویہ کے چند مسائل پر دیوبندیوں کے اعتراض کا جواب -------- ۸۹
- بچہ نصف سے زائد باہر آجائے تب جو خون نکلے وہ نفاس ہوگا -------- ۹۴
- حالت حیض و نفاس میں وطی حرام ہے -------- ۹۵

فصل فی المعذورین

معذور کا بیان

- جس کو قطرہ آنے کی شکایت ہے اتنی دیر رکا رہے کہ قطرہ آنا بند ہوجائے -------- ۹۷
- استبرا کی ایک مخصوص صورت -------- ۹۸

- استبرا کے لیے کیا چالیس قدم چلنا ضروری ہے ---------- ۹۹
- قطرہ کا مریض لوپ لگا کر نماز پڑھ سکتا ہے ---------- ۱۰۰
- بواسیر کے مریض کی پاکی کا مسئلہ ---------- ۱۰۱
- جس کو قطرہ آنے کی شکایت ہے وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں ---------- ۱۰۱
- جس کی ریاح بار بار خارج ہوتی ہو وہ کیسے نماز پڑھے ---------- ۱۰۲

الباب السادس في النجاسة وأحكامها

تطہیر انجاس کا بیان

- ناپاک کپڑا پاک کرنے کا طریقہ ---------- ۱۰۳
- ٹیریکاٹ کپڑا پاک کرنے کا طریقہ ---------- ۱۰۴
- کپڑے میں منی لگ جائے تو کپڑا کیسے پاک کیا جائے ---------- ۱۰۴
- خشک اور تر منی کے احکام ---------- ۱۰۵
- بلی اگر کھانے کی چیز میں منہ ڈال دے تو اس کا کھانا کیسا ہے ---------- ۱۰۶
- پرند کی بیٹ کا حکم ---------- ۱۰۶
- مکھی کی بیٹ پاک ہے یا ناپاک ---------- ۱۰۷
- کتا نجس العین نہیں ---------- ۱۰۷
- ناپاک لنگی پاک کرنے کا طریقہ ---------- ۱۰۸
- تالاب میں اگر نجاست پڑی ہو تو پانی بھرنے سے وہ تالاب ناپاک رہے گا ---------- ۱۱۰
- ناپاک پانی سے سیمنٹ بنائی گئی اور کڑھائی میں کچھ سیمنٹ جم گئی وہ کیسے پاک ہوگی ---------- ۱۱۰
- کبوتر کی بیٹ اگر مسجد کے فرش پر گر جائے تو کیا حکم ہے ---------- ۱۱۱
- بچے کے پیشاب کر دینے کے بعد اگر زمین پر پانی بہا کر صاف کر دیں تو زمین پاک ہو جائے گی ---------- ۱۱۱
- ناپاک تیل سے زمین کے پاک ہونے کی ایک صورت ---------- ۱۱۲

- کپڑے سے ناپاک صابن کی مہک آنے کا حکم ---------- ۱۱۲
- پٹرول سے کپڑا دھونے کا حکم ---------- ۱۱۳
- پاخانے کا مقام صاف کرنے کی مختلف صورتوں کا حکم ---------- ۱۱۳
- جس خوشبو میں اسپرٹ کی آمیزش ہو اس کا استعمال جائز نہیں ---------- ۱۱۴
- رحم کی رطوبت پاک ہے ---------- ۱۱۵
- صرف پانی بہانے سے لوٹا پاک ہو جاتا ہے ---------- ۱۱۶
- بہتا ہوا کان کب پاک ہو گا ---------- ۱۱۷
- شراب پی کر دیوار رنگنے سے دیوار ناپاک نہ ہو گی ---------- ۱۱۸
- شہید کا خون جب تک شہید کے جسم پر ہے پاک ہے ---------- ۱۱۸
- اپلے جلا کر کھانا بنانا جائز ہے۔ ---------- ۱۱۸
- گوبر گیس پر کھانا پکانا کیسا ہے؟ ---------- ۱۱۹
- کیا احتلام ہو جانے سے جسم کے سارے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں ---------- ۱۱۹

فصل فی الاستنجاء

استنجے کا بیان

- کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کیسا ہے ---------- ۱۲۱
- استنجا کے لیے بے کار کپڑے یا کاغذ کا استعمال ---------- ۱۲۲
- "تنجیس الطاهر حرام" کا مطلب ---------- ۱۲۴
- کیا استنجا کے لیے ڈھیلا لینا عورتوں کے لیے بھی مستحب ہے ---------- ۱۲۵
- بیت الخلا کا رخ کس طرف ہونا چاہیے ---------- ۱۲۶
- شمال مغرب سمت میں بیت الخلا بنانا جائز ہے ---------- ۱۲۶
- ایک حدیث کی تشریح ---------- ۱۲۷

- غلطی سے استنجاخانہ پچھم اور پورب رخ پر بنادیا گیا تو کیا کریں ---------- ۱۲۸
- صرف پانی سے استنجا کافی ہے ---------- ۱۲۸

کتاب الصلاۃ

الباب الأول في مواقیت الصلاۃ

اوقات نماز کا بیان

- جن بلاد میں عشا کا وقت نہیں آتا وہاں عشا و تراویح کیسے پڑھیں ---------- ۱۳۱
- وقت عشا کے بارے میں مذہب امام اعظم کی تحقیق اور ایک فتوے کی خامیوں کی اصلاح ---------- ۱۳۴
- جن علاقوں میں شفق ابیض غائب نہ ہو وہاں صاحبین کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہے - ۱۴۶
- برطانیہ کی بہت چھوٹی راتوں میں نماز عشا اور طلوع صبح صادق کی شرعی تحقیق ---------- ۱۴۶
- بعض یورپی ممالک میں عصر، عشا اور روزے کے وقت کے متعلق سوال ---------- ۱۵۶
- وارثی حضرات عقیدۃ سنی ہیں ---------- ۱۶۰
- جہاں چھ مہینے کا دن ہوتا ہے اور چھ مہینے کی رات، وہاں نماز کیسے پڑھیں؟ ---------- ۱۶۰
- نصف النہار شرعی و حقیقی جاننے کا طریقہ ---------- ۱۶۱
- وقت مکروہ جاننے کا آسان طریقہ ---------- ۱۶۳
- اگر کوئی حنفی مثل دوم میں عصر کی نماز پڑھ لے تو وہ نماز ہوگی یا نہیں ---------- ۱۶۴
- مغرب اور عشا کی اذانوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے ---------- ۱۶۵
- بریلی و مضافات اور اتر پردیش کے اوقات صلات کا ذکر فتاوی رضویہ و بہار شریعت سے ---------- ۱۶۶
- مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے ---------- ۱۶۶
- جماعت کے مقررہ وقت میں بلاوجہ تاخیر کرنا کیسا ہے ---------- ۱۶۷
- امام کو چاہیے کہ وقت مقررہ کی پابندی کرے ---------- ۱۶۷
- جماعت کے وقت مقررہ سے بلاوجہ تاخیر کرنا ناپسندیدہ ہے ---------- ۱۶۹
- جس نے فجر کی سنت جماعت سے پہلے نہیں پڑھی وہ سنت کب پڑھے ---------- ۱۷۰

- عصر کے بعد قضا نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ---------------------------------- ۱۷۰
- صبح صادق اور فجر کے فرض کے مابین سنت فجر کے علاوہ نماز نفل مکروہ تحریمی ہے ---------- ۱۷۱
- تہجد کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے ---------------------------------- ۱۷۱
- فجر و عصر کی نماز اگر واجب الاعادہ ہو تو اس کا اعادہ کب کریں ---------------------------------- ۱۷۲
- نماز فجر پڑھتے وقت اگر سورج نکل آئے تو نماز باطل ہو جائے گی ---------------------------------- ۱۷۲
- صبح صادق سے طلوع آفتاب تک قضا نمازیں پڑھنا مکروہ نہیں ---------------------------------- ۱۷۳
- عصر و فجر کے بعد سجدۂ تلاوت کرنا کیسا ہے ---------------------------------- ۱۷۴
- نماز عصر کے بعد قضا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ---------------------------------- ۱۷۵
- کیارات میں بھی زوال ہوتا ہے ---------------------------------- ۱۷۶
- رمضان المبارک میں فجر کی جماعت اول وقت میں کرنے میں کوئی حرج نہیں ---------------------------------- ۱۷۷
- جمعہ کے دن زوال کے وقت ہر نماز ممنوع ہے ---------------------------------- ۱۷۸
- نماز اشراق کب پڑھیں ---------------------------------- ۱۸۰
- نماز عشا کا وقت کب شروع ہوتا ہے ---------------------------------- ۱۸۱
- صبح کاذب میں اذان و نماز ہوئی اس کا کیا حکم ہے ---------------------------------- ۱۸۱
- نماز عیدین سے پہلے نفل نماز پڑھنا کیسا ہے ---------------------------------- ۱۸۴

الباب الثاني في الأذان

اذان کا بیان

- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان دی ہے یا نہیں ---------------------------------- ۱۸۵
- جو اذان صحیح نہ دیتا ہو اسے علاحدہ کردیں ---------------------------------- ۱۸۶
- جس شخص کا تلفظ درست نہ ہو اسے مؤذن بنانا گناہ ---------------------------------- ۱۸۷
- جس کے منہ میں دانت نہ ہوں اس کی اذان کا حکم ---------------------------------- ۱۸۸

- اذان کے کلمات میں ترمیم وتبدیل جائز نہیں ---------- ۱۸۹
- دوبارہ اذان دینا کیسا ہے ---------- ۱۸۹
- اذان کے بعد کی دعا میں بھی ہاتھ اٹھانا مسنون ہے ---------- ۱۸۹
- جمعہ کے دن اقامت کے وقت صحابہؓ کرام بیٹھے رہتے تھے یا کھڑے رہتے تھے ---------- ۱۹۰
- مسجد کے داہنی جانب اذان ہونی چاہیے یا بائیں جانب ---------- ۱۹۱
- رشوت کے پیسے سے خریدے ہوئے لاؤڈ اسپیکر میں اذان دینا کیسا ہے؟ ---------- ۱۹۱
- نماز کا وقت شروع ہوجانے کے کتنی دیر بعد اذان پڑھی جائے ---------- ۱۹۱
- وقت کے اندر اگر اذان دے دی جائے تو اعادہ کی حاجت نہیں ---------- ۱۹۲
- بیک وقت دو اذان دینا کیسا ہے ---------- ۱۹۳
- نابالغ کی اذان کا حکم ---------- ۱۹۳
- داڑھی منڈے کی اذان مکروہ تحریمی ہے ---------- ۱۹۴
- اجنبی عورت کو اپنے ساتھ رکھنے والے کی اذان کا حکم ---------- ۱۹۵
- جس کی نس بندی ہوگئی اسے اذان دینا کیسا ہے ---------- ۱۹۶
- جس کی داڑھی نہ نکلی ہو اس کی اذان کا حکم ---------- ۱۹۷
- شراب کی بھٹی پر ملازمت کرنے والے سے اذان نہ دلوائیں ---------- ۱۹۷
- سٹے باز سے اذان دلوانا ناجائز ---------- ۱۹۸
- تارک نماز کا اذان دینا کیسا ہے ---------- ۱۹۹
- بدمذہب کو مؤذن مقرر کرنا کیسا ہے ---------- ۲۰۰
- کتا بھونکنے کے وقت کیا اذان دینا منع ہے ---------- ۲۰۱
- جماعت خانہ کے اندر اذان دینا کیسا ہے ---------- ۲۰۱
- نماز کے علاوہ دوسرے مواقع پر جو اذان دی جاتی ہے اس میں "حی علی الصلاۃ"، "حی علی الفلاح" پڑھا جائے یا نہیں ---------- ۲۰۲
- مسجد سے متصل مکان سے اذان درست ہے ---------- ۲۰۲

- دیوبندی کی اذان وتکبیر پر اکتفا صحیح نہیں ---------- ۲۰۳
- جمعہ و پنج گانہ کے علاوہ دیگر نمازوں میں اذان واقامت کیوں نہیں ---------- ۲۰۳
- ریڈیو سے اذان کی آواز سننے پر جواب دینا چاہیے یا نہیں ---------- ۲۰۴
- جہاں اذان سنائی دے وہاں جماعت کے لیے اذان دینا ضروری نہیں ---------- ۲۰۴
- رمضان شریف کی آخری رات میں متعدد بار اذان کہنا کیسا ہے ---------- ۲۰۴
- نماز تہجد کے لیے اذان دینا کیسا ہے ---------- ۲۰۵
- جہاں متعدد اذانیں ہوں وہاں کتنی اذانوں کا جواب دینے کا حکم ہے ---------- ۲۰۶
- اذان میں ترنم جائز ہے یا نہیں ---------- ۲۰۷
- لڑکی کی پہلی رخصتی کے وقت اذان دینا کیسا ہے؟ ---------- ۲۰۹
- مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اذان کے علاوہ کوئی اور اعلان جائز ہے یا نہیں ---------- ۲۰۹
- جو اپنی لڑکی ہندو کے گھر رکھے اس سے اذان نہ دلوائیں ---------- ۲۱۰
- ”حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح“ کہتے وقت جو دائیں بائیں رخ نہ کرے اس کی اذان کا حکم -- ۲۱۱
- ٹی وی دیکھنے والے کی اذان کا حکم ---------- ۲۱۲
- اذان واقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا کیسا ہے ---------- ۲۱۲
- اذان واقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے پر اعتراض کا الزامی جواب ---------- ۲۱۴
- نومولود لڑکی کے کان میں بھی اذان دینا چاہیے ---------- ۲۱۵
- فجر کے وقت اٹھنے کے لیے وظیفہ ---------- ۲۱۵
- اذان میں تکبیر کے کلمات چار مرتبہ اور بقیہ دو، دو مرتبہ کیوں ہیں ---------- ۲۱۶

فصل فی أذان الخطبۃ

اذان ثانی کا بیان

- اذان ثانی کے خارج مسجد ہونے پر ایک اعتراض کا جواب ---------- ۲۱۷

- اذان اول سب سے پہلے ہشام بن عبد الملک نے مینار پر دلوائی ---------------------- ۲۲۰
- خطبہ کی اذان خلفاے راشدین کے زمانے میں کس جگہ سے ہوتی تھی ------------------ ۲۲۵
- خطبہ کی اذان امام اعظم کے زمانے میں کس جگہ ہوتی تھی ؟ ---------------------------- ۲۲۷
- کیا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر دی جائے - ۲۲۷
- مسجد سے باہر خطبہ کی اذان ہونے پر تفصیلی دلائل ------------------------------- ۲۳۰
- اندرون مسجد خطبہ کی اذان صحیح ہونے پر استدلال اور اس کا شافی جواب --------------- ۲۳۴
- اذان ثانی کے متعلق ایک فتوے کی کارد -- ۲۴۰
- حدیث سائب بن یزید کو ضعیف اور محمد بن اسحق کو ساقط الاعتبار کہنے والے کا جواب ---------- ۲۴۱
- بیرون مسجد جہاں سے اذان ہوتی ہے اگر خطیب نظر نہ آئے تو کیا کریں ------------------ ۲۴۸
- یہ کہنا کہ اذان خطبہ باپ دادا کے زمانے سے اندر سے ہو رہی ہے باہر سے نہیں ہونے دوں گا - ۲۴۹
- کوئی بھی اذان مسجد کے اندر نہ دی جائے --------------------------------------- ۲۵۰
- مبارک پور راجہ مبارک شاہ جامع مسجد میں حضور حافظ ملت کے زمانے سے ہی خطبہ کی اذان باہر ہوتی ہے۔ ----- ۲۵۱
- اذان خطبہ کے مسجد کے اندر ہونے کے جواز سے متعلق بدر احمد مجیبی پھلواروی کے جواب کا رد بلیغ ---- ۲۵۴
- جس مسجد میں دروازہ دکھن جانب ہو وہاں خطبہ کی اذان کہاں سے دی جائے ؟ -------------- ۲۶۲
- اذان ثانی کے منبر کے قریب ہونے پر لفظ ”عند“ سے استدلال کا جواب --------------- ۲۶۳
- مسجد کے اندر خطبہ کی اذان دینے کے استدلال کا جواب ------------------------------ ۲۶۶
- مسجد کے اندر اذان دینے سے نماز کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ --------------------- ۲۷۱
- مسجد کے اندر اذان دینا گناہ ہے --- ۲۷۱
- مسجد کے اندر اذان دینے والے پر کیا حکم ہے ------------------------------------- ۲۷۲
- کیا مسجد کے دروازے پر اذان ثانی دینا جائز نہیں ؟ -------------------------------- ۲۷۳
- دیوبندیوں کو خوش کرنے کے لیے اذان خطبہ مسجد کے اندر دلوانے والے امام پر کیا حکم ہے -- ۲۷۳
- کیا صحن مسجد میں خطبہ کی اذان دے سکتے ہیں -------------------------------------- ۲۷۵
- مکروہ تحریمی حرام کی طرح ہے -- ۲۷۵

- خطبہ کی اذان کا جواب دینا کیسا ہے ---------- ۲۷۹
- جمعہ کی اذان اگر وقت سے پہلے دی گئی تو کیا حکم ہے ---------- ۲۷۹
- خطبہ پڑھنے سے پہلے سنت نماز ہے ---------- ۲۸۰
- خطبہ سے پہلے یا بعد میں اردو ترجمہ پڑھنے میں حرج نہیں ---------- ۲۸۱
- اذان خطبہ مسجد سے باہر دینا سنت ہے ---------- ۲۸۱
- علامہ فضل رسول بدایونی نے اسماعیل دہلوی کو کافر لکھا ہے ---------- ۲۸۱
- اذان خطبہ سے متعلق شارح بخاری کے جواب پر اعتراض اور اس کا جواب ---------- ۲۸۴
- اذان ثانی کے بیرون مسجد ہونے سے متعلق شارح بخاری کے ایک فتوے پر اعتراض کا جواب ---------- ۲۸۶
- مسجد کی کس سمت سے اذان دی جائے ---------- ۲۹۲

فصل في الإقامة

اقامت کا بیان

- اقامت کے وقت حضور اقدس ﷺ کا کیا معمول تھا ---------- ۲۹۳
- کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے ---------- ۲۹۶
- فتاوی رضویہ کی ایک عبارت کی وضاحت ---------- ۲۹۷
- "قد قامت الصلاۃ" کے وقت نماز شروع کرنے والا قول مرجوح ہے ---------- ۲۹۹
- اقامت کے وقت بیٹھنے کو نئی بات کہنا کیسا ہے؟ ---------- ۳۰۰
- اگر شروع اقامت کے وقت بیٹھے رہیں تو صفیں کب درست ہوں ---------- ۳۰۳
- حدیث "لا تقوموا حتی تروني" منسوخ نہیں ---------- ۳۰۵
- شروع اقامت سے امام و مقتدی کے کھڑے ہونے کے متعلق دیوبندیوں کے اشتہار کا جواب - ۳۰۵
- اقامت کے وقت بیٹھنے کے خلاف دیوبندی استدلال کا رد بلیغ ---------- ۳۱۷
- شریعت کے مقابلے ضد پر قائم رہنے والا امامت کے لائق نہیں ---------- ۳۲۰

- یہ کہنا کیسا ہے کہ: "آسمان سے کتاب نازل ہونے والی ہے اس میں اقامت کے وقت کھڑے رہنے کا مسئلہ دکھادوں گا" ۳۲۱
- شروع اقامت سے کھڑے ہونے اور اذان خطبہ کے مسجد کے اندر ہونے کے جواز سے متعلق شاہ بھولے میاں کی اصلاح -- ۳۲۲
- اقامت کے وقت کھڑے ہونے پر دیوبندیوں کے استدلالات کا رد ---------- ۳۳۴
- نابینا کی اقامت کا حکم ---------- ۳۳۶
- شروع اقامت سے کھڑے ہونے پر دار العلوم دیوبند کے فتوے کا رد ---------- ۳۳۷
- شروع اقامت سے کھڑے ہونے کے متعلق بدر احمد پھلواری کے جواب کا رد ---------- ۳۴۲
- شروع اقامت کے وقت کھڑے ہونے پر بذل المجہود سے معارضے کا جواب ---------- ۳۴۸
- شروع اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے ---------- ۳۵۰
- جماعت ہو جانے کے بعد منفرد تکبیر نہ کہے ---------- ۳۵۱

فصل في تقبيل الإبهامين

انگوٹھا چومنے کا بیان

- خطبہ اور تلاوت قرآن میں انگوٹھا چومنا کیسا ہے ---------- ۳۵۳
- خطبہ کی اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھا نہیں چومنا چاہیے ---------- ۳۵۴
- خطبے کی اذان میں نام نامی سن کر امام و مقتدی کے لیے انگوٹھا چومنا کیسا ہے ---------- ۳۵۵
- نام نامی سن کر انگوٹھا چومنے کی فضیلت ---------- ۳۵۵

فصل في التثويب

تثویب کا بیان

- تثویب مستحسن ہے ---------- ۳۵۷
- جماعت سے پہلے صلاۃ سے روکنا وہابیوں کا شعار ہے ---------- ۳۶۰

- تثویب کب سے شروع ہوئی ---------- ۳۶۱
- تثویب کی مخالفت پر ایک الزامی جواب ---------- ۳۶۵
- تثویب کے لیے کوئی صیغہ مقرر نہیں ---------- ۳۶۶

فصل في أذان القبر

اذان قبر کا بیان

- قبر پر اذان دینا جائز ہے ---------- ۳۶۹
- قبر پر اذان دینا جائز ہے ---------- ۳۷۱
- اذان قبر کے فوائد ---------- ۳۷۲
- اذان قبر کس طرف رخ کر کے پڑھی جائے؟ ---------- ۳۷۳

الباب الثالث في فضائل الصلاة وشروطها
فصل في فضائل الصلاة

فضائل نماز

- نماز کی توہین کفر ہے ---------- ۳۷۵
- نماز پڑھنے کے باوجود برائی کرنے والے کا حکم ---------- ۳۷۶
- یہ کہنا کیسا ہے کہ تم کتنے بڑے نمازی کے بیٹے ہو ---------- ۳۷۸
- نماز چھوڑنا بعض ائمہ کے نزدیک کفر ہے ---------- ۳۷۸
- یہ کہنا کیسا ہے کہ متقی، زاہد، زیادہ علم والے جہنم میں ڈالے جائیں گے ---------- ۳۷۹
- اتنی رات تک جاگنا حرام ہے کہ صبح کی نماز قضا ہو جائے ---------- ۳۸۰
- بغیر عمامہ کے امام نماز پڑھائے تو نماز ناقص ہوگی یا پوری ---------- ۳۸۱

فصل فی شروط الصلاۃ

نماز کی شرطوں کا بیان

- طہارت ---------- ۳۸۴
- قصداً غسل کیے بغیر جنبی شخص کا نماز پڑھنا کیسا ہے ---------- ۳۸۴
- ستر عورت ---------- ۳۸۵
- گھٹنا ڈھانکنے کی تاکید پر یہ کہنا کہ "یہ سب باتیں بالائے طاق رکھو" کیسا ہے؟ ---------- ۳۸۵
- استقبال قبلہ ---------- ۳۸۵
- قطب نما سے ۲۰ر ڈگری انحراف پر نماز صحیح ہے ---------- ۳۸۵
- کعبہ شریف سے ۴۵ر درجے دائیں یا بائیں اگر منہ ہو گیا تو نماز ہو گئی۔ ---------- ۳۸۶
- کعبہ کے علاوہ کسی اور جانب رخ کر کے نماز پڑھنے سے نماز ہو گی یا نہیں؟ ---------- ۳۸۷
- سمت قبلہ سے ۴۵ر درجے دائیں اور بائیں انحراف میں نماز کا حکم ---------- ۳۸۷
- کعبۂ مقدسہ کی توہین کفر ہے ---------- ۳۸۹
- نیت ---------- ۳۹۰
- سنت نماز کی نیت کا طریقہ ---------- ۳۹۰
- سنت کی نیت کے متعلق فتوے پر اعتراض اور اس کا جواب ---------- ۳۹۱
- نیت دل کے پختہ ارادے کا نام ہے ---------- ۳۹۳

الباب الرابع فی صفۃ الصلاۃ وفرائضھا

فصل فی صفۃ الصلاۃ

نماز پڑھنے کا طریقہ

- ہجڑوں کی نماز ---------- ۳۹۶
- نماز میں ۲۵ جگہوں میں عورت و مرد میں فرق ہے ---------- ۳۹۷

فصل فی فرائض الصلاۃ

نماز کے فرائض کا بیان

- قیام ---------- ۳۹۹
- نماز کی حالت میں اگر پیر کھسک کر دوسری جگہ چلا جائے تو کیا حکم ہے ---------- ۳۹۹
- قراءت ---------- ۴۰۰
- نماز میں قراءت کی مقدار ---------- ۴۰۰
- صرف سورۂ فاتحہ پڑھ لینے سے نماز ہوگی یا نہیں ---------- ۴۰۱
- فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے ---------- ۴۰۲
- پہلی رکعت میں "والعصر" اور دوسری رکعت میں سورۂ کافرون پڑھنا کیسا ہے ---------- ۴۰۲
- کیا ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے ---------- ۴۰۳
- "ض" کو "د" پڑھنے والے کی نماز کا حکم ---------- ۴۰۴
- گونگے پر بقدر استطاعت نماز فرض ہے ---------- ۴۰۷
- قرآن شریف کی کسی بھی آیت کو الٹا پڑھنا کفر ہے ---------- ۴۰۷
- چھوٹی اور بڑی آیت کی مقدار ---------- ۴۰۷
- ظہر وعصر کی نماز میں سری قراءت کیوں ہے ---------- ۴۰۸
- نماز میں بالجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا کیسا ہے ---------- ۴۰۹
- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کا جزء ہے یا جزء قرآن ہے ---------- ۴۰۹
- جو آیت پہلی رکعت میں پڑھی وہی دوسری رکعت میں پڑھنے کا حکم ---------- ۴۱۱
- نماز میں چھوٹی سورہ کے بعد بڑی سورہ پڑھنے کا حکم ---------- ۴۱۲
- لفظ "أنا" پڑھنے کے متعلق سوال ---------- ۴۱۳
- پہلی رکعت میں سورۂ ناس پڑھ دی تو بقیہ رکعتوں میں یہی سورت پڑھے ---------- ۴۱۳

- رکوع وسجدہ کا بیان ---------- ۴۱۴
- رکوع وسجود میں تسبیح نہ پڑھنے سے نماز ہو جائے گی ---------- ۴۱۴
- سجدے کی کیفیت ---------- ۴۱۵
- عورتیں سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ زمین سے نہ لگائیں ---------- ۴۱۵
- قعدہ کا بیان ---------- ۴۱۶
- تشہد میں انگلیوں کا حلقہ باندھیں رہیں یا کھول دیں ---------- ۴۱۶
- خروج بصنعہ کا بیان ---------- ۴۱۷
- سلام پھیرے بغیر اگر کوئی نماز ختم کر دے تو نماز ہو گی یا نہیں؟ ---------- ۴۱۷
- نماز میں سلام کرنا جائز نہیں تو دائیں بائیں کیوں سلام کیا جاتا ہے ---------- ۴۱۸

فصل في الدعاء والذكر بعد الصلاة

دعا اور ذکر کا بیان

- فرض نماز کے بعد فوراً دعا مانگیں یا کچھ ذکر کرنے کے بعد ---------- ۴۱۹
- نماز کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنا کیسا ---------- ۴۲۰
- مقتدی اپنی الگ دعا مانگ سکتا ہے ---------- ۴۲۲
- نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مستحب ہے ---------- ۴۲۳
- نماز کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف رخ کر کے صلاۃ وسلام پڑھنا باعث اجر وثواب ہے ---------- ۴۲۳
- نماز کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنا کیسا ہے ---------- ۴۲۴
- سلام کے بعد حضور ﷺ تین طرف رخ کرتے تھے ---------- ۴۲۵
- بعد نماز دعاے ثانی کا ثبوت ---------- ۴۲۶
- نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے ---------- ۴۲۷

الباب الخامس فی الإمامۃ

امامت کا بیان

- نابینا کی امامت کا حکم ---------- ۴۲۹
- نابالغ، کسی نماز کی امامت نہیں کر سکتا ---------- ۴۳۳
- عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ اگر نابالغ بالغوں کے ساتھ ہو تو نماز مکروہ ہوگی ---------- ۴۳۴
- بینک کی اضافہ شدہ رقم کو جائز کہنے والے امام کی اقتدا میں نماز جائز ہے ---------- ۴۳۴
- اگر مسجد کا صدر فاسق ہو تو اس سے امام پر کوئی اثر نہیں پڑتا ---------- ۴۳۵
- سرکس دیکھنے والے کو امام بنانا کیسا ---------- ۴۳۵
- نامرد کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ---------- ۴۳۵
- عورت کو امام بنانا ناجائز و گناہ ہے ---------- ۴۳۶
- اگر تمام مقتدی فاسق فاجر، یا معذور ہوں، یا صحیح خواں نہ ہوں تو فاسق ایسے لوگوں کا امام ہو سکتا ہے -- ۴۳۷
- بوجہِ عذر سماوی اگر کوئی فرض چھوٹ جائے تو بھی نماز ہو جاتی ہے ---------- ۴۳۸
- دیوبندی امام کی اقتدا میں یوں ہی کھڑا رہنے والے کی امامت ---------- ۴۳۹
- جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گنہ گار کہے وہ مسلمان نہیں ---------- ۴۴۰
- جو شخص اپنے کو ہندو کہے وہ کافر و مرتد ہے، اسے امام بنانا حرام ہے ---------- ۴۴۰
- جان بوجھ کر قرآن مجید کا غلط ترجمہ کرنا کفر ہے، ورنہ سخت حرام ---------- ۴۴۳
- کافر کی دعاے مغفرت کو علما نے کفر لکھا ہے ---------- ۴۴۴
- کفر بکنے کے بعد سید، سید نہیں رہ جاتا ---------- ۴۴۵
- جس نے یہ کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیاست کھیلتے تھے، وہ کافر و مرتد ہو گیا ---------- ۴۴۷
- خطیب کو خطبہ سے پہلے محراب میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ---------- ۴۴۹
- وہابی کا نکاح پڑھانے والا بدترین فاسق اور زنا کا دلال ہے ---------- ۴۵۱

- "مجموعہ خُطب حرمین شریفین" غالی متعصب وہابی کی کتاب ہے ---------------- ۴۵۲
- غیر سنی امام کے پیچھے نماز، جائز نہیں ---------------- ۴۵۴
- مسئلہ امامت پر حضور شارحِ بخاری کا ایک اہم فتویٰ ---------------- ۴۵۴
- سونے کی حالت میں مسجد کا پنکھا استعمال کرنا جائز نہیں ---------------- ۴۶۱
- قرآن خوانی کو فضول اور ایصال ثواب کی شیرینی کو فضول خرچی کہنے والا گمراہ ہے ---------------- ۴۶۲
- مردود کو مسجد میں بھی مردود کہنے میں کوئی حرج نہیں ---------------- ۴۶۳
- حضور اقدس ﷺ کا ذکر، حقیقت میں ذکر خدا ہے ---------------- ۴۶۳
- دیوبندی مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے والے کی اقتدا میں نماز ادا کرنا ---------------- ۴۶۵
- عقیدۃً مذبذب کے پیچھے نماز درست نہیں ---------------- ۴۶۶
- صحابۂ کرام کے گستاخ کو امام بنانا، جائز نہیں ---------------- ۴۶۶
- اپنے گھر والوں کو دیوبندیوں کی اقتدا کرنے سے منع کرے پھر بھی وہ نہ مانیں تو اس پر کوئی گناہ نہیں -- ۴۶۸
- ایک امام کی اقتدا میں کعبہ کے چاروں طرف نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے ---------------- ۴۶۹
- شوافع کی اقتدا میں احناف کی نماز کا حکم ---------------- ۴۷۰
- اگر شافعی امام، مثل ثانی میں عصر کی نماز پڑھے تو حنفی کو اس کی اقتدا جائز نہیں ---------------- ۴۷۲
- یہ جائز نہیں کہ حنفی، شافعی ہو جائے اور شافعی، حنبلی ہو جائے ---------------- ۴۷۳
- عالم کے ہوتے ہوئے غیر عالم کو امام نہیں بنانا چاہیے ---------------- ۴۷۶
- عالم کے پیچھے نماز پڑھنا بہت بڑی نعمت ہے ---------------- ۴۷۶
- اعلم و افضل کی موجودگی میں، کم علم و فضل والے کو امام بنانا صحیح ہے ---------------- ۴۷۷
- بلا وجہ شرعی مسجد کی منتظمہ کو تولیت سے اور امام کو امامت سے علاحدہ کرنا جائز نہیں ---------------- ۴۸۰
- مسافر اگر عالم دین، متقی، پرہیزگار ہو تو اسے امام بنانا بہتر ہے ---------------- ۴۸۲
- ولد الزنا اور رعشہ کے مریض کو امام بنانے کا حکم ---------------- ۴۸۲
- سجدے کی حالت میں جس کا صرف انگوٹھا زمین پر لگتا ہے اور وہی زیادہ علم والا ہے اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں ---------------- ۴۸۳

- چھوٹی قوم کی اقتدا میں نماز پڑھنا ---------- ۴۸۴
- امامت کسی برادری کے ساتھ خاص نہیں ---------- ۴۸۵
- جمعہ وعیدین کا اعادہ ساقط ہے ---------- ۴۸۶
- بہرے کی امامت ---------- ۴۸۷
- امتحان فارم پر فوٹو چسپاں کرنے اوران کی تصدیق کرنے والے کی اقتدا میں نماز پڑھنا ---------- ۴۸۸
- جُوے میں رقم لگانے والا فاسق معلن ہے ---------- ۴۸۹
- خط کا خط کے مشابہ ہونا، ثبوت کی دلیل نہیں ---------- ۴۹۰
- نماز جنازہ پڑھانے کا شرعاً حق، امام محلہ کو ہے ---------- ۴۹۰
- ملزم کے انکار کے بعد بغیر گواہ کے جرم ثابت نہیں ---------- ۴۹۱
- یہ کہنا کہ نمازیوں کی پیشانی پر سیاہ داغ، شیطان کے پیشاب سے بنتا ہے، جہالت ہے ---------- ۴۹۳
- بینک سے قرض لے کر، زائد رقم دینا جائز نہیں ---------- ۴۹۵
- مسجد میں پالتھی مار کر بیٹھنا جائز ہے ---------- ۴۹۷
- گروی کھیت سے نفع حاصل کرنے والے کی امامت ---------- ۴۹۸
- جو یہ کہے کہ لڑکیوں سے عشق کرنا، زنا کرنا گناہ نہیں، وہ کافر ہے ---------- ۴۹۹
- سفید داغ والے اور جاندار کی تصویر والا کپڑا پہننے والے کی اقتدا میں نماز پڑھنا ---------- ۴۹۹
- تعزیہ داری کو عبادت سمجھنا گناہ، اور گناہ کو عبادت سمجھنا کفر ہے ---------- ۵۰۰
- جادوگر امام کو امامت سے معزول کرنا واجب ہے ---------- ۵۰۱
- چین کی گھڑی کا مسئلہ ---------- ۵۰۲
- نماز پڑھانے کے بعد بد خوابی کا علم ہو تو فوراً اعلان کرنا واجب ہے ---------- ۵۰۳
- ایک دو بار سنت چھوڑنے سے امام، فاسق معلن نہیں ہوتا ---------- ۵۰۴
- بہتر یہی ہے کہ جو فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے ---------- ۵۰۴
- مزار کو سجدہ کرنے والا فاسق معلن ہے ---------- ۵۰۵
- داڑھی مونڈنے کے اجرت، مالِ حرام ہے اور ایسے کو امام بنانا گناہ ---------- ۵۰۵

- فحش اور حرام مزاح، جائز نہیں ---------- ۵۰۶
- کیا بے نمازی، سور سے بھی بد تر ہے ---------- ۵۰۷
- فاسق معلن کی اذان و اقامت مکروہ ہے، البتہ اقامت کا اعادہ نہیں ---------- ۵۰۸
- تیجہ، چالیسواں پڑھنے پر معاوضہ لینا دینا حرام ہے ---------- ۵۱۰
- جہاں تک ہو سکے مسلمان کے فعل کو اچھے محمل پر محمول کرنا واجب ہے ---------- ۵۱۰
- محرمات شرعیہ پر مشتمل شادیوں میں نکاح پڑھانے والا فاسق معلن ہے ---------- ۵۱۱
- مسلمانوں کے دشمن اور فسادی لیڈر کا استقبال کرنے والا، بد ترین فاسق معلن ہے ---------- ۵۱۳
- کرکٹ کھیلنے والے کو امام بنانا ---------- ۵۱۴
- تصویریں کھنچوانے اور ویڈیو اور ٹیلی ویژن دیکھنے والے کی امامت کا حکم ---------- ۵۱۵
- جو شخص نماز کا پابند نہ ہو وہ فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ ---------- ۵۱۶
- تاجر امام ہو سکتا ہے ---------- ۵۱۷
- بالقصد قرآن مجید کو الٹی ترتیب سے پڑھنے والا فاسق معلن ہے ---------- ۵۱۸
- قرآن مجید صحیح پڑھنے کو غلط بتانا قریب قریب کفر ہے ---------- ۵۱۸
- جھاڑ پھونک کرنے والے کی امامت کا مسئلہ ---------- ۵۱۹
- ڈاکٹر اور کاشت کار کی امامت میں کوئی حرج نہیں ---------- ۵۲۰
- دلالی کا پیشہ جائز ہے ---------- ۵۲۰
- فریب دینے والا، جھوٹا اور حرام طریقے سے لیا ہوا مال کھانے والا، بد ترین فاسق ہے ---------- ۵۲۱
- امام جمعہ کو بعدِ خطبہ بیٹھ جانا چاہیے ---------- ۵۲۲
- بغیر میانی والے پاجامے میں نماز بلا کراہت درست ہے ---------- ۵۲۲
- برائی کی تشہیر حرام ہے ---------- ۵۲۳
- مصلحت کی بنا پر امام، جماعت کے وقت مقرر میں جلدی اور تاخیر کر سکتا ہے ---------- ۵۲۴
- بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا ممنوع ہے ---------- ۵۲۵
- مسجد کے اندر سُرتی ملنا، اور بدبودار چیز لے جانا جائز نہیں ---------- ۵۲۵

- قبر میں سورۂ یٰسٓ شریف یا عہد نامہ رکھنا جائز ہے ---------- ۵۲۶
- ایک شخص سالہا سال نمازیں چھوڑتا رہا تو کیا قبلِ تکمیلِ قضا، وہ امامت کر سکتا ہے؟ ---------- ۵۲۸
- فاسق معلن کی اقتدا صحیح نہ ہونے کا مطلب ---------- ۵۲۹
- یہ کہنا کہ ''مؤذن کے پیچھے نماز جنازہ صحیح نہیں'' غلط ہے ---------- ۵۳۰
- اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتُ پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں ---------- ۵۳۱
- ریڈیو کی مرمت کرنے اور فروخت کرنے والے کی اقتدا بلا کراہت درست ہے ---------- ۵۳۱
- مخنث ہجڑے کو امام بنانا کیسا ہے؟ ---------- ۵۳۲
- ہندوؤں کے قبرستان میں عید گاہ بنوانا جائز نہیں ---------- ۵۳۲
- بدمذہبوں کی کتابیں فروخت کرنا ---------- ۵۳۳
- سیرت پاک کے جلسے کو نہ ہونے دینے والے امام کا حکم ---------- ۵۳۴
- فاسق معلن کا فسق بیان کرنا، غیبت نہیں ---------- ۵۳۵
- جو جماعت چھوڑنے کا عادی ہو وہ فاسق معلن، مردود الشہادہ ہے ---------- ۵۳۶
- مقدمہ قائم ہونے سے یہ لازم نہیں کہ واقعی امام نے غبن، یا خیانت کی ہو ---------- ۵۳۷
- یہ کہنا کہ ' اس بستی میں کوئی مسلمان نہیں ' بظاہر کلمہ کفر ہے ---------- ۵۳۸
- مذہبی اسٹیج پر غیر مسلموں کے آنے پر نعرۂ تکبیر و رسالت لگانا حرام ہے ---------- ۵۳۹
- اگر آستین آدھی کلائی سے زیادہ پلٹی ہوئی ہو تو نماز، مکروہ تحریمی ہوگی ---------- ۵۴۱
- کالا خضاب لگانے والے کو امام بنانا ناجائز ہے ---------- ۵۴۲
- گورنمنٹ سے تنخواہ لینے والے کی اقتدا مکروہ یا ناجائز نہیں ---------- ۵۴۳
- بغیر نذرانہ کے، امامت کی ذمہ داری سے انکار کرنے والے کا حکم ---------- ۵۴۴
- مشرک کی ارتھی پر پھول چڑھانے والا فاسق معلن ہے ---------- ۵۴۴
- دسہرے میں چندہ دینے والے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ ---------- ۵۴۵
- ہندوؤں کے میلے میں بہ نیتِ وعظ و تبلیغ جانا کارِ ثواب ہے ---------- ۵۴۵
- مسجد کے حجرے میں تعویذ لکھ کر اس کا عوض لینے والا فاسق معلن ہے ---------- ۵۴۶

- فیملی پلاننگ کرانے والوں کو جماعت میں شریک ہونے سے نہ روکا جائے ---------- ۵۴۷
- کسی مسلمان کے خفیہ گناہ کا اظہار حرام ہے ---------- ۵۴۸
- مستند فتوے کے بارے میں یہ کہنا کہ "اگر دیکھنے کے لائق ہو تو دیکھا جائے گا"، بہت سخت ہے ۵۴۸
- کرسی یا ٹیبل پر کھانے کی وجہ سے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع نہیں ---------- ۵۴۹
- جہاں جماعت سے محرومی یقینی ہو ایسی جگہ جانا جائز نہیں ---------- ۵۵۰
- صحتِ اِقتدا کے متفرق مسائل ---------- ۵۵۱
- کیا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بیوی نے زہر دیا تھا؟ ---------- ۵۵۵
- امام کا، مسجد سے باہر والے کمرے میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہنے میں کوئی حرج نہیں -- ۵۵۶
- فال پر یقین رکھنے والا فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ ہے ---------- ۵۵۶
- قاتل کو امام بنانا جائز نہیں ---------- ۵۵۷
- سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مصلے پر امامت فرمائی ہے یا نہیں؟ ---------- ۵۵۹
- باجماعت نمازیں نہ پڑھنے والے امام کی اقتدا کرنا ---------- ۵۶۰
- قَدْر، اَمْر، فَجْر، شَھْر کو قَدَر، اَمَر، فَجَر، شَھَر پڑھنے والے کی اقتدا ---------- ۵۶۰
- الکحل آمیز دَوائیں دینے والے ڈاکٹر کی اقتدا کرنا ---------- ۵۶۱
- مسلمانوں کے ساتھ بد خواہی کرنے والے کی اقتدا ہرگز نہ کی جائے ---------- ۵۶۱
- بنام قضائے عمری، نفل نماز، باجماعت پڑھانے والے کی اقتدا جائز نہیں ---------- ۵۶۲
- مسلمان کے ساتھ بدگمانی حرام ہے ---------- ۵۶۳
- مصلحت کے مدّ نظر، غیر مسلم کے الیکشن کے لیے پرچار کرنے میں کوئی گناہ نہیں ---------- ۵۶۴
- فرض سے پہلے والی سنت مؤکدہ پڑھے بغیر نماز پڑھانے کی اجازت نہیں ---------- ۵۶۵
- تعزیہ داری کے جلوس میں شریک ہونے والا فاسق معلن ہے ---------- ۵۶۶
- جوتا اتارے بغیر جنازہ پڑھانے والے کی امامت ---------- ۵۶۶
- قبرستان کی زمین بیچنا، یا کسی کو کرائے پر دینا ناجائز و حرام ہے ---------- ۵۶۷
- مدرسہ عمارت کا نام نہیں ---------- ۵۶۹

- داڑھی میں گرہ دینا حرام ہے ---------- ۵۷۰
- غلط مسئلہ بتانے والا امامت کے لائق نہیں ---------- ۵۷۱
- کسی مدرسے سے فارغ ہوجانا، عالم ہونے کے لیے کافی نہیں ---------- ۵۷۲
- بالغ لڑکیوں کو پڑھانے والے کی امامت ---------- ۵۷۳
- شیروانی کے سارے بٹن کھلا چھوڑ دینے والے کی اقتدا مکروہ تنزیہی ہے ---------- ۵۷۴
- مردے کو غسل دینے والے کو امام بنانا بلا کراہت درست ہے ---------- ۵۷۵
- حرام آمدنی والے کو امام بنانا جائز نہیں ---------- ۵۷۵
- ہیڈروسیل کا آپریشن کرانے والے کی اقتدا ---------- ۵۷۶
- مسلمان کو منافق کہنے والے کی امامت ---------- ۵۷۶
- امام اور عالم کو نیک اور اچھے لوگوں کی طرح شکل بنائے رکھنا چاہیے ---------- ۵۷۷
- قراءت کی غلطی پر اور پھر لقمہ دینے پر سجدۂ سہو واجب نہیں ---------- ۵۷۸
- آتش بازی کا سامان بیچنے والے کو امام بنانا جائز نہیں ---------- ۵۷۹
- بلا عذر شرعی اسقاط حمل کی کوشش کرنے والا لائق امامت نہیں ---------- ۵۷۹
- فتنے کے ڈر سے ترکِ جماعت کا حکم ---------- ۵۸۰
- بانی مسجد، مسجد کا امام اور متولی دونوں ہو سکتا ہے ---------- ۵۸۱
- تفضیلی عقیدے والے پیر سے اجازت و خلافت لینے والا فاسق معلن ہے ---------- ۵۸۱
- امام کو بلا ضرورت ہرگز ہرگز سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے ---------- ۵۸۴
- احکامِ شرعیہ کی بنیاد ظاہر پر ہے ---------- ۵۸۵
- امام کے لیے کن باتوں کا ہونا ضروری ہے ---------- ۵۸۷
- امام و مقتدی سب داڑھی منڈے ہیں تو نماز کا کیا حکم ہے ---------- ۵۸۸
- اپنے گھر میں ٹیلی ویژن خرید کر لانے والے کی امامت درست نہیں ---------- ۵۸۹
- گناہ کے مرتکب تین شخصوں میں سے کس کو امام بنائیں ---------- ۵۹۱
- کیا داڑھی منڈا، داڑھی کتروانے والے کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتا ہے ---------- ۵۹۳

- اگر سب فاسق ہوں تو تنہا تنہا نماز پڑھیں یا جماعت سے ---------- ۵۹۳
- معذور اور غلط خواں میں کس کو امام بنائیں ---------- ۵۹۴
- گورنمنٹی ملازم کو امام بنانا کیسا ہے ---------- ۵۹۵
- دیوبندی حافظ، فاسق مولوی اور غیر عالم میں سے کس کو امام بنائیں ---------- ۵۹۵
- بلاعذر شرعی امام کو معزول کرنا گناہ ہے ---------- ۵۹۶
- وقت مقررہ پر گھر سے نہ آنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ---------- ۵۹۷
- حجرہ ہوتے ہوئے جو مسجد میں سوئے اسے امام نہ بنائیں ---------- ۵۹۸
- جس کی گواہی سے قبرستان مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے اسے امام بنانا کیسا ہے ---------- ۵۹۹
- جس امام کے پیچھے دل رجوع نہ کرے اس کی اقتدا میں نماز کا کیا حکم ہے ---------- ۵۹۹
- امام کو امامت کی نیت کی حاجت نہیں ---------- ۶۰۰
- خائن اور بدعہد کو امام بنانا کیسا ہے ---------- ۶۰۳
- پہلی رکعت میں پڑھی ہوئی آیت کے بعد ایک آیت چھوڑ کر دوسری رکعت میں پڑھنا مکروہ ہے - ۶۰۴
- جس کی بیوی بے پردہ گھومتی ہو اسے امام بنانا کیسا ہے ---------- ۶۰۵
- سونے کی انگوٹھی پہننے والے کو امام نہ بنائیں ---------- ۶۰۶
- شیعہ کی اقتدا میں نماز صحیح نہیں ---------- ۶۰۷
- کیا دیوبندی علمانے یہ لکھا ہے کہ سنی امام کے پیچھے ان کی نماز ہو جاتی ہے ---------- ۶۰۷
- مقیم امام کے پیچھے مسافر کیسے نماز پڑھے ---------- ۶۰۸
- جس کی بیوی دکان پر بے پردہ بیٹھ کر چوڑیاں پہنائے اس کو امام بنانا کیسا ---------- ۶۰۹
- امام کا گھوڑے پر بیٹھ کر ڈھول باجے کے ساتھ عید گاہ جانا کیسا ---------- ۶۰۹
- ایک امام کے متعلق سوال ---------- ۶۱۰
- حنفی مسجد کا امام شافعی یا شافعی مسجد کا امام حنفی ہو تو مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے ---------- ۶۱۲
- رسمی توبہ، توبہ نہیں ---------- ۶۱۳
- چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنے والے کی اقتدا نہ کرنا غلطی ہے ---------- ۶۱۳

- لوٹے ہوئے بکری کو ذبح کر کے کھانے والے کو امام بنانا کیسا ہے ---------- ۶۱۴
- اگر کوئی امام بغیر اجرت لیے قربانی وغیرہ نہ کرے تو اسے امام بنانا کیسا ---------- ۶۱۵
- تعزیہ کے چبوترے پر شیرنی رکھ کر نیاز دینے والے کو امام بنانا کیسا ---------- ۶۱۶
- انگریزی داں کو امام بنانا کیسا ---------- ۶۱۶
- کنویں کا پانی بند کر دینے والے کو امام بنانا کیسا ہے ---------- ۶۱۷
- جو امام قرآن مجید غلط پڑھتا ہے اسے معزول کریں ---------- ۶۱۷
- کسی کی چیز چھپا لینے والے امام کا حکم ---------- ۶۱۸
- قرآن مجید صحیح نہ پڑھنے میں بنگالی ہونا عذر نہیں ---------- ۶۱۹
- ۱۵ر سال کی عمر کے لڑکے کو امام بنانا صحیح ہے ---------- ۶۲۰
- جو سید زکات وفطرہ کی رقم کھائے اسے امام نہ بنائیں ---------- ۶۲۰
- ایک امام کے چند عیوب کے متعلق سوال اور اس کا جواب ---------- ۶۲۱
- "میرے بدن میں میرے پیر کی روح آتی ہے" کہنے والے کی امامت ---------- ۶۲۳
- مزامیر کے ساتھ قوالی سننے والے کو امام بنانا کیسا ہے ---------- ۶۲۴
- بیٹے کے جرم سے باپ کو امامت سے برخاست کرنا صحیح نہیں ---------- ۶۲۶
- اگر ثابت ہو جائے کہ امام گناہ کبیرہ کرتا ہے تو اسے معزول کرنا واجب ---------- ۶۲۸
- ایک امام کے اقوال کے متعلق سوال اور اس کا جواب ---------- ۶۲۹
- میلاد کے منکر کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ---------- ۶۳۱
- جس کی عورت بے پردہ ملازمت کرتی ہے اسے امام بنانا کیسا ہے ---------- ۶۳۲
- امام کو نوکر سمجھنے والوں کی نماز ہوگی یا نہیں ---------- ۶۳۳
- بلا وجہ امام پر نکتہ چینی کرنے والے فاسق ہیں ---------- ۶۳۳
- "مُردے کبھی بھی کسی پر مہربان نہیں ہوتے" کہنے والے کے پیچھے نماز کا حکم ---------- ۶۳۴
- چغل خوری کے عادی کو امام بنانا گناہ ہے ---------- ۶۳۵
- ظہر کی سنت قبلیہ پڑھے بغیر امام فرض نہ پڑھائے ---------- ۶۳۵

- اجنبیہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے والے کوامام بناناکیسا ہے ---------- ۶۳۶
- فاسق کی اقتدا کرنے والے نماز کااعادہ کریں ---------- ۶۳۶
- غیر ثابت النسب کی امامت کے بارے میں کیاحکم ہے ---------- ۶۳۷
- ہپپی بال رکھنے والے کوامام بناناکیسا ---------- ۶۳۸
- معذور شخص نماز جنازہ کی امامت کر سکتا ہے یانہیں ---------- ۶۳۸
- جس کے گھر کی عورتیں بے پردہ گھر سے باہر نکلیں اسے امام بناناجائز نہیں ---------- ۶۳۸
- تصویر کشی کرنے والے کوامام بناناگناہ ہے ---------- ۶۳۹
- شرائط امامت کے جامع کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو کافر کہناکیسا ہے ؟---------- ۶۴۰
- دیوبندی کی اقتدامیں نماز جائز نہیں ---------- ۶۴۱
- تارک نماز کیاجمعہ وعیدین کی امامت کر سکتا ہے ---------- ۶۴۲
- ایک مشت داڑھی رکھنے کاثبوت ---------- ۶۴۲
- قانون شریعت کے ایک مسئلہ کی وضاحت ---------- ۶۴۶
- امام کی بیوی نس بندی کرالے تواس کی امامت کاکیاحکم ہے ---------- ۶۴۷
- شیلانیاس کے جلوس کااستقبال کرنے والے امام اور ممبران کاحکم ---------- ۶۴۸
- مورتیوں کاکپڑا سلنے والے کی امامت کاحکم ---------- ۶۵۱
- جس کی شادی میں ناچ ہوا، اسے امام بناناگناہ ---------- ۶۵۱
- جس کالڑکا جذامی ہے وہ اذان واقامت کہہ سکتا ہے ---------- ۶۵۲
- باربار نکالے جانے والے امام کے پیچھے نماز ہوگی یانہیں ---------- ۶۵۲
- ایک آنکھ والے کی اذان اور امامت درست ہے ---------- ۶۵۳
- ولد الزناکوامام بناناکیسا ہے ---------- ۶۵۳
- زناسے متہم امام کے پیچھے نماز کاحکم ---------- ۶۵۴
- بے ریش بالغ کے پیچھے نماز بلاکراہت درست ہے ---------- ۶۵۵
- ایک دووقت امامت نہ کرنے سے امام سے جھگڑناغلط ہے ---------- ۶۵۵

- کیا فاسق سید کو امام بنانا جائز ہے ---------- ۶۵۶
- بے نمازی کے گھر امام کو کھانا پینا جائز ہے ---------- ۶۵۷
- نجدی امام کی اقتدا میں نماز نہیں ہوگی ---------- ۶۵۸
- امام کے لیے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں ---------- ۶۵۸
- بد عقیدہ کو امام بنانا کیسا ---------- ۶۶۰
- جب تک الزام زنا ثابت نہ ہو امام بنانے میں حرج نہیں ---------- ۶۶۱
- امام معین کے علاوہ کا جمعہ و عیدین کی نماز پڑھانا کیسا ---------- ۶۶۲
- نس بندی کرانے والے کو امام بنانا کیسا ہے ---------- ۶۶۲
- زنا سے توبہ کرنے والے کو امام بنانا کیسا ---------- ۶۶۳
- زنا کی تہمت لگانے والے کو امامت سے علاحدہ کردیں ---------- ۶۶۴
- امامت میراث نہیں کہ باپ کے بعد بیٹے کو ملے ---------- ۶۶۵
- دیوبندی سے میل جول رکھنے والے کو امام بنانا گناہ ---------- ۶۶۶
- بے قصور کو مارنے والے کو امام بنانا گناہ ہے ---------- ۶۶۸
- نس بندی کرانے سے سابقہ اعمال ضائع نہیں ہوتے ---------- ۶۶۹
- دیوبندی مولوی کو تقریر کے لیے بلانے والے کی امامت ---------- ۶۶۹
- ایک امام کے قول کی تاویل ---------- ۶۷۰
- عورتیں اپنے گھروں میں امام کی اقتدا کر سکتی ہیں یا نہیں؟ ---------- ۶۷۱
- ایسے شخص کو امام بنانا کیسا جو کہے کہ غوث کی غوثیت سے انکار کفر نہیں ---------- ۶۷۲
- داڑھی منڈے کی امامت کے متعلق پھلواری کے فتوے کا رد ---------- ۶۷۴
- امامت میں برادری کی کوئی قید نہیں ---------- ۶۷۶
- غلطی ہو جانے پر امام توبہ کرلے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں ---------- ۶۷۷
- جو دیوبندیوں کی تکفیر نہ کرے اس کی اقتدا میں نماز جائز نہیں ---------- ۶۷۸
- دیوبندیوں کے ساتھ پڑھانے والے کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے ---------- ۶۷۹

- حافظ اور مولوی میں امامت کا حق دار کون ہے ---------- ۶۸۰
- فاسق پیر سے مرید ہونا اور اسے امام بنانا کیسا ہے ---------- ۶۸۲
- گناہ سے تائب عورت سے نکاح کرنے والے کی امامت درست ہے ---------- ۶۸۴
- فوٹو کھنچانے والے کو امام بنانا کیسا ---------- ۶۸۵
- نعت شریف پڑھنے سے روکنے والے کو امام نہ بنائیں ---------- ۶۸۵
- کیا داڑھی گھنی کرنے کے لیے ایک مرتبہ کٹا سکتے ہیں ---------- ۶۸۷
- مجبوری سے جس کی نماز قضا ہو جائے وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں ---------- ۶۸۹
- زکات و فطرہ لینے والے کو امام بنانا کیسا ---------- ۶۸۹
- امام کو نازیبا کلمات کہنا منع ہے ---------- ۶۹۰
- امام کو چینا سلک، ریشمی اور چمک دار کپڑا پہننا کیسا ہے ---------- ۶۹۳
- جس کی انگلیوں کا پیٹ سجدے میں زمین سے نہیں لگتا اسے امام بنانا جائز نہیں ---------- ۶۹۴
- مشرکہ کی برسی میں قرآن پڑھنے والے کو امام بنانا درست نہیں ---------- ۶۹۵
- گناہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے ---------- ۶۹۶
- جہیز کا مطالبہ کرنے والے کو امامت سے معزول کر دیں ---------- ۶۹۷
- غیر محرم عورتوں کو چوڑی پہنانے والا امامت کے لائق نہیں ---------- ۶۹۸
- زمین داری ٹوٹنے کے بعد زمین کاشت کار کی ملک ہو گئی ---------- ۶۹۸
- نماز پڑھانے کی حالت میں اگر کوئی امام کا فوٹو کھینچ لے تو اس پر الزام نہیں ---------- ۶۹۹
- جو امام نماز چھوڑنے کا عادی ہے اسے معزول کرنا واجب ---------- ۷۰۰
- ٹخنے سے نیچے پائجامہ یا تہبند ہو تو نماز کا کیا حکم ہے ---------- ۷۰۱
- وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھنے والے امام کا حکم ---------- ۷۰۱
- دیوبندی کا ذبیحہ کھانے والے کو امام بنانا کیسا ---------- ۷۰۲
- بلا وجہ شرعی امام کی اقتدا نہ کرنا گناہ ہے ---------- ۷۰۳
- بازار میں کھانا پینا امام کے لیے مناسب نہیں ---------- ۷۰۳

- سجدے کی حالت میں زمین سے انگلیوں کے نہ لگنے کا حکم ---------- ۷۰۴
- جس امام کو لوگ ناپسند کرتے ہوں اسے نماز پڑھانا کیسا؟ ---------- ۷۰۵
- جس کے گھر آتش بازی کا کاروبار ہو اسے امام بنانا کیسا ---------- ۷۰۶
- فاسق معلن کی اقتدا کرنے والے کو امام بنانا کیسا ---------- ۷۰۶
- امام کا نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرنا کیسا ہے ---------- ۷۰۶
- فلم دیکھنے والے امام کا کیا حکم ہے ---------- ۷۰۷
- نس بندی کرانے والے کی امامت کا حکم ---------- ۷۰۷
- حلال خور کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ---------- ۷۰۸
- امام میں شرعی نقص نہ ہو تو اسے معزول کرنے کا حق کسی کو نہیں ---------- ۷۰۹
- ایک امام کے متعلق سوال؟ ---------- ۷۱۰
- عالم کو بہ نسبت قاری کے امام بنانا مقدم ہے ---------- ۷۱۲
- بدمذہب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ---------- ۷۱۲
- جھوٹے کو امام بنانا جائز نہیں ---------- ۷۱۳
- چور کو امام بنانا گناہ ---------- ۷۱۵
- ایک ہی وقت میں ایک ساتھ دو جماعتیں کرنا جائز نہیں ---------- ۷۱۶
- جس کی ماں ملازمت کرتی ہے اس کو امام بنانا کیسا ---------- ۷۱۷
- مجرم بعد توبہ امامت کر سکتا ہے ---------- ۷۱۸
- امام کی اجازت کے بغیر دوسرا کوئی نماز نہ پڑھائے ---------- ۷۱۹
- غلط فیصلہ دینے والے کو امامت سے معزول کردیں ---------- ۷۲۰
- یہ کہنا کیسا ہے "اللہ تعالیٰ کی ذات بھی حضور کی نظروں سے نہیں بچ سکی" ---------- ۷۲۱

الباب السادس فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا ومالایکرہ

مفسدات نماز

- نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کے احکام ---------- ۷۲۳
- محدث اعظم پاکستان کے تین فتوے ---------- ۷۲۴
- نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں ---------- ۷۲۶
- لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ مکبر مقرر کر لیے جائیں تو کیا حکم ہے ---------- ۷۲۷
- نماز تراویح میں بھی لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت نہیں ---------- ۷۲۸
- شبینہ میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا کیسا ہے؟ ---------- ۷۲۹
- نماز عیدین اور تراویح میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا کیسا ہے؟ ---------- ۷۲۹
- نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا کیسا ہے ---------- ۷۳۰
- اذان خطبہ اور تقریر کے لیے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت ہے ---------- ۷۳۳
- اگر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں تو اذان و خطبہ میں کیوں جائز ہے ---------- ۷۳۳
- اگر پنکھے اور کولر کی آواز سے نماز میں خلل نہ ہو تو اسے بند نہ کریں ---------- ۷۳۴
- اگر کسی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے تو کیا دونوں طرف سلام پھیر کر دوبارہ نیت باندھ لیں ---------- ۷۳۵
- قعدۂ اخیرہ میں اگر ریح خارج ہو جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ ---------- ۷۳۵

لقمہ کا بیان

- غلط لقمہ دینے کا حکم ---------- ۷۳۶
- نابالغ کا لقمہ لینا کیسا ---------- ۷۳۷
- دیوبندی کا لقمہ لینے سے نماز فاسد ہو جائے گی ---------- ۷۳۷
- قعدۂ اولیٰ میں بیٹھے بغیر اگر امام کھڑا ہو جائے تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی - ۷۳۷
- قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر سیدھا کھڑے ہو جانے پر امام کو لقمہ دینا کیسا ---------- ۷۳۸
- صحیح لقمہ دینے والے کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا امام لقمہ لے یا نہ لے ---------- ۷۳۹
- امام نے صحیح پڑھا تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ---------- ۷۳۹
- غلط لقمہ دینا حرام ---------- ۷۴۰

- مقتدی نے صحیح لقمہ دیا اور امام نے لقمہ نہ لیا تو کیا حکم ہے ---------- ۷۴۰
- غیر محل میں لقمہ مفسد صلاۃ ہے ---------- ۷۴۱
- نس بندی کرانے والا لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں ---------- ۷۴۳

الباب السابع فی صلاۃ الوتر

وتر کا بیان

- جس کی عشا کی جماعت چھوٹ گئی وہ وتر تنہا پڑھے ---------- ۷۴۵
- دعائے قنوت پڑھے بغیر رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے؟ ---------- ۷۴۵
- وتر کی قضا نماز اگر عوام کے سامنے پڑھیں تو دعائے قنوت میں ہاتھ نہ اٹھائیں ---------- ۷۴۶
- دُعا میں وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کی بجائے وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ پڑھا جائے ---------- ۷۴۷

الباب الثامن فی النوافل

نوافل کا بیان

- ظہر کی سنت قبلیہ اگر فرض سے پہلے نہ پڑھی ہو تو کب پڑھیں ---------- ۷۴۹
- جس کے ذمے فرائض ہوں اس کے نوافل مقبول نہ ہوں گے ---------- ۷۴۹
- امام فرض نماز پڑھ کر نوافل اپنی جگہ سے ہٹ کر پڑھے ---------- ۷۵۰
- صلاۃ التسبیح میں اگر کوئی تسبیح بھول جائے تو کب پڑھے ---------- ۷۵۰
- صلاۃ التسبیح باجماعت پڑھنا اور اس کا اعلان کرنا کیسا ہے ---------- ۷۵۱
- عصر کی سنت پڑھنے میں فرض کی کوئی رکعت چھوٹنے کا اندیشہ ہو تو سنت پڑھنا کیسا ہے ---------- ۷۵۲

فصل فی التراویح

تراویح کا بیان

- نماز تراویح چھوڑنے والے پر کیا حکم ہے ------------------------------------ ۷۵۳
- شبینہ کے متعلق شرعی حکم کیا ہے ------------------------------------ ۷۵۳
- تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا کیسا ہے ------------------------------------ ۷۵۴
- سورہ تراویح اگر تنہا پڑھے تو آہستہ قراءت کرے یا بلند آواز سے ------------------------------------ ۷۵۵
- نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز نہیں ------------------------------------ ۷۵۵
- تراویح میں دو رکعت پر قعدہ کرنا بھول گیا چار رکعت مکمل کرلی تو دو رکعت مانی جائے گی ------ ۷۵۶
- تراویح کا نذرانہ لینا کیسا ہے ------------------------------------ ۷۵۷
- بہار شریعت اور غنیہ کے ایک مسئلے کی توضیح ------------------------------------ ۷۵۷
- جس کو قرآن مجید صحیح یاد نہ ہو اسے تراویح کا امام نہ بنایا جائے ------------------------------------ ۷۵۸
- تراویح پڑھانے کا معاوضہ لینا اور دینا دونوں حرام ہے ------------------------------------ ۷۵۹

الباب التاسع فی قضاء الفوائت

قضا نمازوں کا بیان

- قضائے عمری کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ------------------------------------ ۷۶۱
- صاحب ترتیب جب تک قضا نماز نہ پڑھ لے وقتیہ نماز نہ ہوگی ------------------------------------ ۷۶۲
- فجر و عصر کے بعد قضا پڑھنا جائز اور نوافل ممنوع ------------------------------------ ۷۶۳
- ناپاک کپڑے میں پڑھی ہوئی نماز نہ ہوئی ------------------------------------ ۷۶۳
- سفر و حضر کی قضا نماز کا حکم ------------------------------------ ۷۶۳
- عصر کے بعد قضا نماز پڑھنا جائز ------------------------------------ ۷۶۴
- صاحب ترتیب جب تک قضا نہ پڑھ لے وقتیہ نماز ادا نہ ہوگی ------------------------------------ ۷۶۵
- قضا نماز ادا کیے بغیر بری الذمہ نہ ہو گا ------------------------------------ ۷۶۵

- جو شخص ۱۷ر سال کی عمر سے نماز کا پابند ہو وہ قضا نماز کب سے ادا کرے ---------------- ۷۶۶
- قضائے عمری کی نیت کا طریقہ ---------------------------------- ۷۶۶
- کیا میت کی طرف سے چند سیر غلہ دینے سے زندگی بھر کی قضا نمازیں معاف ہوجائیں گی ------ ۷۶۷
- علانیہ قضا نماز پڑھنا ممنوع ہے ---------------------------------- ۷۶۷

الباب العاشر فی سجود السهو

سجدۂ سہو کا بیان

- سجدۂ سہو واجب نہ ہو تو سجدہ کرنے سے نماز کا دہرانا واجب نہیں -------------------- ۷۶۹
- تیسری رکعت میں اگر امام بھول کر بیٹھ جائے اور مقتدیوں کے لقمہ دینے پر کھڑا ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ---- ۷۷۰
- کسی رکعت میں ایک سجدہ چھوٹ جائے تو دوسری رکعت میں تین سجدے کر کے سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی ۷۷۰
- مغرب میں چار رکعت پڑھ لیا اب کیا کرے ------------------------------ ۷۷۱
- سجدۂ سہو واجب ہو اور بھول کر دعاے ماثورہ پڑھ لے تو اب کیا حکم ہے ---------------- ۷۷۱
- قعدہ اولیٰ میں بھول کر ''اللهم صلی علی'' پڑھنے کا حکم -------------------------- ۷۷۲
- تشہد میں قرآن مجید کی آیت پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہے ---------------------- ۷۷۳
- امام پر سجدۂ سہو واجب ہونے کے بعد کوئی نماز میں شامل ہو تو وہ بھی سجدۂ سہو کرے -------- ۷۷۳
- اگر کسی نے بلا ضرورت سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہو گئی ------------------------------ ۷۷۴
- سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع کر لینے والے پر سجدۂ سہو واجب -------------------------- ۷۷۴
- فجر کی نماز میں بھی سجدۂ تلاوت واجب ہے ---------------------------------- ۷۷۶
- چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر بیٹھ گیا، یاد آتے ہی کھڑا ہو گیا تو اس پر سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟ -۷۷۶
- نماز واجب الاعادہ ہونے کی صورت میں اگر اعادہ نہیں کریں گے گنہ گار ہوں گے؟ -------۷۷۷

Fatawa Jamia Ashrafia

Mubarakpur

Vol- 5



Fatawa

Shareh-e-Bukhari

Mufti Mohammad Shariful Haque Amjadi

Publisher:
Majlis-e-Fiqhi Jamia Ashrafia
Mubarakpur, Azamgarh (U.P.)